

# احیاء السنین

(متر . حدیث مغرب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثماني القماني سید فیض محمد

مع ترجمہ و تشریح مولانا

# احیاء السنین

مولانا نعیم احمد  
مدرس: جامعہ فقیر الدارس ملتان شہر

جلد چہارم

مکتبہ مملکتیہ

مُلکَن - پَاکِسْتَان فون: ۵۳۹۹۶۵



# فہرست مضامین

## ابواب احیاء السنن جلد چہارم

### کتاب السیر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	باب جہاد کی فریضیت اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کے دوام کے بیان میں خواہ وہ امیر نیک ہو یا گنہگار	۱۹
۲	باب جس شخص کو امام جہاد کیلئے طلب کرے تو اس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اگر تفسیر عام کا اعلان ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض ہوگا	۲۳
۳	باب اگر جہاد فرض عین نہ ہو تو (غلام کیلئے) آقا سے اور (آزاد آدمی کیلئے) اپنے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے	۲۵
۴	باب ضرورت کے وقت جنگ کرنا اور لے لیا جانا ہے	۲۸
۵	باب جنگ سے قبل دین کی دعوت دینا	۳۰
۶	باب دعوت کے بعد دشمن سے کیا کیا جائے اور غل، عہد شکنی، شلہ اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قتل کرنے سے ممانعت کا بیان	۳۲
۷	باب کفار پر توپ کا استعمال	۳۳
۸	باب ضرورت کے وقت دارالحرب کے درختوں کو کاٹنا اور آگ لگانا	۳۴
۹	باب قرآن مجید کو (دارالحرب میں) لے جانا منع ہے جب یہ ڈر ہو کہ قرآن ان کے ہاتھ لگ جائے گا	۳۴
۱۰	باب (جنگ کی پوزیشن میں نہ ہونے کے باوجود) کسی ایک مجاہد کا دشمن پر حملہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ یہ طریقہ ان پر زیادہ اثر انداز ہوگا	۳۶
۱۱	باب ضرورت کے وقت عورتوں کا جہاد کرنا	۳۷
۱۲	باب جہاد میں جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے	۳۸
۱۳	باب دشمن سے صلح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کا بھلا ہو	۴۲
۱۴	باب عہد شکنی حرام ہے اگرچہ ہلکا بھلا وعدہ ہو	۴۳
۱۵	باب اگر دشمن مدینہ منورہ میں عہد شکنی کرے تو پھر ان سے بغیر اطلاع کے قتال جائز ہے	۴۴
۱۶	باب اہل حرب کو اسلحہ پہنچنا منع ہے مگر غلہ پہنچنا جائز ہے	۴۵



۱۷	باب کس کی طرف سے امان دینا درست ہے	۴۷
۱۸	باب دیے ہوئے امان کو پورا کرنا ضروری ہے اگرچہ مذاق میں یا غلطی میں یا اشارہ سے دیا ہو	۵۰
۱۹	باب جب امان کسی شرط کے ساتھ مستقید ہو اور امن لینے والے اس شرط کی مخالفت کریں تو ہمارے لئے ان کو قتل کرنا جائز ہے	۵۲
۲۰	باب دشمن کو اللہ کے حکم پر باہر نکالنا (اور تھپاڑ لوانا)	۵۳
۲۱	باب جب دشمن کسی مسلمان کے حکم پر باہر نکلے تو ان میں اسی مسلمان کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا	۵۴
۲۲	باب اہل حرب کا قاصد محفوظ ہوتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں	۵۴
۲۳	باب ضرورت کے وقت کفار کو کچھ مال دے کر صلح کرنا یا ایسی شرط قبول کر کے صلح کرنا جس میں مسلمانوں کا کھانا ہو جائز ہے بشرطیکہ اللہ کی حرمت میں سے کسی حرمت کی توہین نہ ہو	۵۶
۲۴	باب جہاد میں مشرکین سے مدد لینے کے بارے میں جو وارد ہوا ہے	۵۸
۲۵	باب جاسوس کا حکم اور اس حربی کا حکم جو بغیر امان کے دارالاسلام میں داخل ہو	۶۰
۲۶	باب حربی جب یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے یا امان کی طلب میں آیا ہے	۶۱
۲۷	باب جنگ ایک چال کا نام ہے اور جنگ میں جھوٹ جائز ہے بشرطیکہ اس میں عہد شکنی یا نقض امان نہ ہو	۶۲
۲۸	باب جنگ سے بھاگنا	۶۳
۲۹	باب بادشاہوں کے پاس (دشمنوں کے) سروں کو لے جانا	۶۵
۶۷	<b>آداب مال غنیمت اور اس کی تقسیم کے بیان میں</b>	
۳۰	باب جب امام کسی شہر کو لڑ کر فتح کرے تو اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ فاتحین میں تقسیم کر دے یا وہاں کے لوگوں کو (زمین پر) برقرار رکھے اور ان پر جزیہ لگا دے اور ان کی زمین پر خراج لگا دے	۶۷
۳۱	باب مکہ مکرمہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے نہ کہ صلح سے	۷۱
۳۲	باب قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو ان کو غلام بنادے یا انہیں مسلمانوں کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے	۷۲
۳۳	باب قیدی بلا معاوضہ یا مال کا فدیہ لے کر یا مسلمان قیدی کے بدلے میں چھوڑنے کے بیان میں	۷۳
۳۴	باب دارالحرب کے اندر مالی غنیمت کو تقسیم نہ کیا جائے	۷۸
۳۵	باب جب دارالحرب میں اسلامی لشکر کو مدد پہنچ جائے مال غنیمت تقسیم کرنے یا اسے دارالاسلام میں محفوظ کرنے سے قبل تو وہ مدد (یعنی بعد میں آئیوالے) مالی غنیمت میں اصل لشکر کے ساتھ شریک ہونگے	۷۹
۳۶	باب اگر مدد کرنے والے دارالاسلام میں یا دارالحرب کے کسی شہر میں اس کے دارالاسلام بن جانے کے بعد پہنچے تو وہ غنیمت کے مستحق نہ ہونگے مگر یہ کہ وہ واقعہ جنگ میں شریک ہوئے ہوں	۸۳

۸۴	باب اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ لشکر (مال غنیمت ملنے والے) گھاس بھوس اپنے جانوروں کو کھلائے اور کھانے پینے کی چیز خود کھائے اور کٹڑیاں استعمال کرے اور تیل لگائے اور حریوں کے اسلحہ سے تقسیم سے قبل قتال کرے لیکن تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں	۳۷
۹۰	باب جو شخص کسی مال پر اسلام لایا ہو (یعنی مال اس کے پاس ہو) تو یہ مال اسی کا ہوگا اور جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو تو اس کا نفس اور اس کا مال (مقتولہ) اور اس کی چھوٹی اولاد محفوظ ہوگی اور اس کی بڑی اولاد اور زینہ محفوظ نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا باندی مسلمان کا آزاد کرنا ہے (النساء ۹۲)	۳۸
۹۴	باب (جہاد میں) گھڑسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے	۳۹
۹۹	باب عربی گھوڑے اور ترک گھوڑے برابر ہیں اور (شہسوار کیلئے) صرف ایک گھوڑے کا حصہ نکالا جائیگا	۴۰
۱۰۲	باب جو شخص دارالحرب میں شہسوار ہو کر داخل ہوگا تو وہ شہسوار ہی میں شمار ہوگا الا یہ کہ وہ جنگ سے قبل اپنے گھوڑے کو بیچ دے اور جو شخص پیادہ پا داخل ہوگا وہ پیادہ پا ہی شمار ہوگا	۴۱
۱۰۳	باب غلام عورت بچے اور ذمی کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ نہیں نکالا جائے گا ہاں ان کو عطیہ دیا جائیگا	۴۲
۱۰۷	باب مزدور اور تاجر کو مال غنیمت میں سے حصہ نہ دیا جائے جبکہ وہ جہاد نہ کریں	۴۳
۱۱۰	باب مال غنیمت میں سے چار خُس (4/5) مجاہدین میں تقسیم ہونگے اور ایک خُس (1/5) تین حصوں (تیمیوں، مسکینوں اور مسافروں) پر تقسیم ہوگا اور حضور ﷺ کے ذوق رابت کو باقی دونوں مستحقین پر مقدم کیا جائیگا	۴۴
۱۲۵	باب خُس غنیمت کو (مذکورہ فی الآیات) اصناف میں سے کسی ایک صنف میں خرچ کرنا امام کیلئے جائز ہے جبکہ وہ صنف (دوسرے اصناف سے) زیادہ ضرورت مند ہو اور تمام اصناف میں خرچ کرنا امام پر ضروری نہیں	۴۵
۱۳۰	باب آپ ﷺ کا صفی حصہ آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا	۴۶
۱۳۲	باب غنیمت کے سوا انعام کے طور پر کچھ دینے اور اللہ کے فرمان ”اے نبی ﷺ مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریجے“ کے بیان میں مال غنیمت کو محفوظ کرنے سے قبل تمام مال غنیمت سے نفل دینا جائز ہے اور محفوظ کرنے کے بعد صرف خُس سے	۴۷
۱۴۰	باب قاتل مقتول کے سامان کا حقدار نہیں الا یہ کہ امام یا اس کے نائب کی طرف سے ان الفاظ میں انعام و نفل دینے کا (جنگ سے قبل) اعلان ہو جائے کہ جو کسی دشمن کو قتل کرے گا تو اس کا سامان اس قاتل کو ملے گا بشرطیکہ قاتل کے پاس اس قاتل پر گواہ ہو، اگر یہ شرائط پائی جائیں تو پھر مقتولوں کے سامان میں سے خُس نہیں نکالا جائیگا	۴۸
۱۵۱	باب کافروں کا مسلمانوں کے مال پر غالب ہونا مسلمانوں کے کافروں کے مال پر غالب ہونے کی طرح ہے بشرطیکہ وہ اسے دارالحرب میں محفوظ کر لیں ورنہ نہیں پھر جب اس قبضہ شدہ مال کو مسلمان غنیمت میں حاصل کر لیں اور تقسیم سے قبل مالک اس مال کو پہچان لے تو وہ اسے بلا قیمت لے سکتا ہے اور تقسیم کے بعد وہ قیتا اس کا زیادہ حقدار ہے	۴۹
۱۶۱	باب جب کسی حربی کا غلام مسلمان ہو کر ہماری طرف بھاگ آئے یا دارالحرب پر ہی قبضہ کر لیا جائے یا وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف بھاگ آئے تو وہ آزاد ہی ہوگا	۵۰

۵۱	<b>باب</b> حربی دارالاسلام میں مسلمان ہو کر پھر دارالحرب میں اپنا مال لینے کیلئے بلا امان کے داخل ہو تو وہ مال اسی کا ہوگا اور اس میں سے شمس نہیں نکالا جائیگا	۱۶۳
۱۶۷	<b>امن طلب کرنے والوں کے ابواب</b>	
۵۲	<b>باب</b> کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ امان لیکر دارالحرب میں داخل ہو کر ان سے عہد شکنی کرے پھر اگر وہ عہد شکنی کر کے ان کا مال لے کر دارالاسلام میں لے آئے تو وہ اسی کا ہوگا، نہ اس میں سے شمس لیا جائیگا اور نہ ہی اسے واپس کرنے پر مجبور کیا جائیگا	۱۶۷
۵۳	<b>باب</b> حربی مسلمان کو دارالاسلام میں ایک سال رہنے کی اجازت نہیں دی جائیگی، پس اگر وہ ایک سال تک رہے تو اس پر جزیہ مقرر کیا جائیگا اور اسی طرح اگر وہ خراجی زمین خریدے تو بھی (جزیہ مقرر کیا جائے گا)	۱۷۰
۵۴	<b>باب</b> اگر کوئی مسلمان اہل حرب سے یوں کہے کہ میں تم میں سے ایک آدمی ہوں تو یہ امان طلب کرنا نہ ہوگا	۱۷۲
۵۵	<b>باب</b> اگر اہل حرب کسی مسلمان قیدی سے قسم لیں اور اس شرط پر چھوڑیں کہ وہ ان سے قتال نہیں کریگا تو؟	۱۷۳
۵۶	<b>باب</b> مسلمان قیدی کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ جس حربی پر قمار ہو اسے قتل کر دے اور ان کا مال ہتھیالے بشرطیکہ اسے اس چیز کا امن نہ بنایا گیا ہو	۱۷۴
۵۷	<b>باب</b> اگر حربی لوگ یا اہل صلح یا ان کا بادشاہ امن لے کر دارالحرب میں آنے والے مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو؟	۱۷۵
	<b>ابواب العشر والخراج</b>	
۵۸	<b>باب</b> ٹیکس کے جواز اور ٹیکس لینے والا بننے کے جواز اور اس کی کراہت کے بیان میں	۱۷۶
۵۹	<b>باب</b> اگر ذمی یا حربی کے پاس دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے سے کم ہو تو ان سے کچھ ٹیکس نہ لیا جائے	۱۷۹
۶۰	<b>باب</b> ذمی اور حربی سے سال میں ایک مرتبہ ٹیکس لیا جائیگا الا یہ کہ وہ (اسی سال میں) دوسری مرتبہ (دارالحرب سے ہو کر) دارالاسلام میں لوٹیں	۱۸۰
۶۱	<b>باب</b> اگر مسلمان یا ذمی یہ دعویٰ کریں کہ ان پر ایک سال نہیں گزرایا یہ کہ دوسرے عاشر کو ذمی یا عشر وغیرہ ادا کر چکے ہیں یا اس جیسا کوئی اور دعویٰ کریں تو کیا ان سے حلف لیا جائیگا	۱۸۲
۶۲	<b>باب</b> اگر ذمی یا حربی شراب یا خنزیر لیکر عاشر کے پاس سے گزرے تو کیا ان کا عشر بھی لیا جائیگا	۱۸۳
۶۳	<b>باب</b> دیگر ذمیوں کی طرح تغلیبی جب عاشر کے پاس سے گزریں تو ان سے بھی نصف عشر لیا جائیگا نہ کہ عشر	۱۸۵
۶۴	<b>باب</b> اہل حرب سے انتہائی ٹیکس لیا جائیگا جتنا وہ ہم سے لیتے ہیں اور ان کے نہ لینے کی صورت میں ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے	۱۸۷
۶۵	<b>باب</b> اگر آزاد و عورت تجارت کی نیت سے عاشر کے پاس سے گزرے تو اس سے بھی ٹیکس لیا جائیگا لیکن باندی اور غلام سے (خواہ وہ مکاتبہ ہو) ٹیکس نہیں لیا جائیگا	۱۸۹
۶۶	<b>باب</b> عرب کی تمام زمین عشری ہے، خراجی نہیں	۱۹۰



۱۹۱	باب سواد، شام اور مصر کی تمام زمین خراجی ہے سوائے اس حصے کے جس کی مسلمان حد بندی کر لیں یا جس حصے کو امام مسلمانوں میں سے کسی کو جاگیر کے طور پر دے دے
۲۰۲	باب جو کسی بے آباد زمین کو خراجی پانی سے آباد کرے تو وہ خراجی ہے ورنہ عشری
۲۰۳	باب اس خراج کے بیان میں جو حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> نے اہل سواد پر مقرر فرمایا
۲۰۶	باب جو مقدار خراج کی امام نے مقرر کی ہو تو کیا اس میں کسی بیشی کرنا جائز ہے؟
۲۱۰	باب اہل خراج میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے بدستور خراج لیا جائے گا
۲۱۴	باب مسلمان کیلئے ذی سے خزانہ زمین خریدنا جائز ہے اور اس (مسلمان) سے خراج ہی وصول کیا جائیگا
۲۱۹	باب خراجی زمین کی پیداوار میں نہ اشتر ہے اور نہ ہی زکوٰۃ
۲۲۱	باب خراج سال میں صرف ایک مرتبہ ہی لیا جائیگا اگرچہ پیداوار کی مرتبہ ہوتی ہو
۲۲۱	باب خراج تداخل سے ساقط ہو جاتا ہے اور عشر نہیں
۲۲۲	باب خراج اور عشر لینے کا آخری وقت کیا ہے کہ جس سے مؤخر نہ ہو
	<b>کتاب الجزیۃ</b>
۲۲۳	باب جزیرہ اگر باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے تو وہی مقدار واجب ہوگی جس پر اتفاق ہوا ہے
۲۲۶	باب جزیرہ کی وہ مقدار جو امام ابتداءً کفار پر مقرر کرے گا وہ جزیرہ کفار سے مختلف شرح سے لیا جائیگا
۲۳۰	باب اہل کتاب اور مجوسیوں پر مطلقاً (خواہ عرب ہوں یا عجم) جزیرہ لاگو کیا جائے گا
۲۳۷	باب عرب کے بت پرستوں اور ہر مرتد پر جزیرہ لاگو نہیں کیا جائیگا اور نہ ہی انہیں غلام بنایا جائیگا بلکہ ان کیلئے اسلام ہے یا کلو اگر مکران کی اولاد اور عورتوں کو غلام بنانا درست ہے
۲۴۷	باب بچے، عورت، بچھا، اندھے، بہت بوڑھے اور نہ کھنے والے فقیر پر جزیرہ نہیں
۲۵۰	باب ان راسیوں پر جزیرہ نہیں جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے
۲۵۱	باب جو شخص اسلام قبول کرے دراختیار ایک اس پر جزیرہ باقی ہو تو وہ اس کے ذمہ نہ رہے گا
۲۵۳	باب جب ذی پردہ سال کے جزیرہ جمع ہو جائیں تو وہ متداخل ہو جائیں گے
۲۵۴	باب جزیرہ ذمیوں سے کیسے لیا جائے اور ان کے ساتھ کس طرح نرمی کرنے کا حکم کیا گیا ہے
۲۵۸	باب جزیرہ میں شراب، خنزیر اور مردار نہ لیا جائے بلکہ ان کی بیع ان کے مالکوں کے سپرد کی جائے اور بھران کی قیمتوں سے جزیرہ نکالا جائے
۲۵۹	باب ذمیوں کیلئے شرائط کا بیان اور دارالاسلام میں ذمیوں کیلئے کیا کرنا جائز اور کیا کرنا ناجائز ہے
۲۸۱	باب اگر ذی کسی مسلمان عورت سے زنا بالجبر کرے تو اس پر بھی حد ہوگی جو مسلمان پر ہوتی ہے

۲۸۳	باب ذی (خواہ مرد ہو یا عورت) جب اللہ یا حضور ﷺ کو علائقہ برا بھلا کہے یا دین اسلام میں کسی بات کے ساتھ طعن کرے تو اسے قتل کیا جائے گا	۸۹
۲۸۶	باب محض ذی کے حریوں کو مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ کرنے سے عہدہ نہیں ٹوٹے گا۔ الایہ کہ ایسا نہ کرنے کی عہد میں شرط لگائی گئی ہو البتہ امام سے جنگ کرنے یا مطلقاً دار الحرب میں چلے جانے سے عہدہ منقطع ہو جائے گا	۹۰
۲۸۹	باب جب معاہدہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو اس شرط کے ترک کرنے پر وہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا	۹۱
۲۹۱	باب ذی لوگوں کو عرب کی زمین کو مسکن اور وطن بنانے سے روکا جائے گا البتہ انہیں کسی ضرورت کے تحت عرب کی زمین میں داخل ہونے کی اجازت دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اس میں طویل قیام نہ کریں	۹۲
۲۹۵	باب اس میں کوئی حرج نہیں کہ ذی کسی ضرورت کے لئے ارضی حجاز یا ارض حرم میں داخل ہو بشرطیکہ وہ یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرے	۹۳
۲۹۸	باب حرم میں پناہ لینے والے کسی مسلمان، ذی یا حربی کو قتل کرنا جائز نہیں، البتہ جو حرم میں ہی غلطی کرے تو اس پر حرم میں ہی حد قائم کر دی جائے	۹۴
۳۰۳	باب اشہر حرم میں قتل کی حرمت منسوخ ہے	۹۵
۳۰۴	باب جزیہ اور فنی میں سے شمس نہیں لیا جائیگا اور شمس صرف مال غنیمت میں سے لیا جائے گا	۹۶
۳۰۹	باب وظیفہ و عطیہ کا مستحق ہو جانے کے بعد مر جانے والے کے بیان میں	۹۷
<b>ابواب مرتدین کے احکام کے بیان میں</b>		
۳۱۲	باب ملا مہلت دیئے مرتد کو قتل کرنا جائز ہے، جب مہلت مانگے تو مہلت دے دی جائے اور مطلقاً تین دن تک مہلت دینا مستحب ہے	۹۸
۳۱۸	باب زندیق سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے (یعنی زندیق کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دیا جائے) اور زندیق وہ ہے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے	۹۹
۳۲۰	باب مرتد کا اسلام اور توبہ یہ ہے کہ وہ تمام دوسرے ادیان سے یا (کم از کم) اس دین سے براءت کا اعلان کرے جس طرف وہ منتقل ہوا تھا، محض شہادتین کہہ دینا کافی نہیں	۱۰۰
۳۲۲	باب مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے قید کر کے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے الایہ کہ وہ صاحب رائے اور متبع ہو تو پھر قتل کر دیا جائے	۱۰۱
۳۲۹	باب اگر ذی ایک کفریہ دین سے دوسرے کفریہ دین کی طرف منتقل ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے	۱۰۲
۳۳۱	باب اگر مرتد قتل کر دیا جائے یا مر جائے یا دار الحرب میں چلا جائے تو اس کا مال اس کے مسلمان در ثاء کے درمیان تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ وہ مال مرتد ہونے سے قبل کمایا ہو	۱۰۳

۳۳۶	<b>باب مرتدین سے صرف اسلام یا تکویر قبول کی جائے گی اور ان کی عورتوں اور اولادوں کو قید کر لیا جائے گا جبکہ وہ (مرتدین) جنگ کریں</b>	۱۰۴
۳۳۸	<b>باب زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے اسی وقت نکاح ٹوٹ جاتا ہے خواہ محبت سے قبل مرتد ہو یا بعد میں</b>	۱۰۵
۳۳۹	<b>باب جو شخص شاعر اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے گا</b>	۱۰۶
۳۴۴	<b>باب جادوگر کی حد تکویر کی ضرب ہے اسی طرح اس شخص کی حد بھی جو اللہ یا رسول اللہ یا کسی نبی کو گالی دیتا ہے</b>	۱۰۷
۳۴۹	<b>باب وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے ایک انسان مسلمان ہو جاتا ہے اور قتل و قید اس سے ہٹا دیے جاتے ہیں</b>	۱۰۸
۳۵۳	<b>باب کیا عقل مند بچہ کا اسلام لانا اور اس کا مرتد ہونا معتبر ہے، پھر کیا اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟</b>	۱۰۹
۳۵۶	<b>باب غیر عاقل بچے، مجنوں، بے ہوش اور مجبور کا مرتد ہونا معتبر نہیں</b>	۱۱۰
	<b>ابواب باغیوں کے احکام</b>	
۳۵۷	<b>باب باغیوں سے جنگ کرنے اور امام پر خروج کے متعلق ہونے کے بیان میں خواہ امام ظالم اور فاسق ہو جب تک کہ وہ حکم کھلا کفر کا ارتکاب نہ کرے</b>	۱۱۱
۳۶۲	<b>باب امام کیلئے مستحب ہے کہ وہ باغیوں کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف واپس آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات دور کرے۔</b>	۱۱۲
۳۶۷	<b>باب باغیوں کے زخیبوں کو فوراً مارا نہ جائے اور ان میں سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور ان کی اولاد کو قیدی نہ بنایا جائے اور ان کا مال تقسیم نہ کیا جائے البتہ ان کے اسلحہ اور گھوڑوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کی ضرورت ہو</b>	۱۱۳
۳۷۱	<b>باب باغی اس جان اور مال کے ضامن نہ ہونگے جو انہوں نے حالت جنگ میں ضائع اور ہلاک کئے</b>	۱۱۴
۳۷۲	<b>باب جو خراج، عشر اور زکوٰۃ باغی لے لیں تو امام المسلمین اسے دوبارہ نہ لے</b>	۱۱۵
۳۷۴	<b>باب باغیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل کر دے اور پھر غلبہ پایا جائے تو ان پر کوئی چیز (قصاص اور دیت) نہ ہوگی</b>	۱۱۶
۳۷۶	<b>باب قتلہ والوں کو اور ان کے لشکروں میں ہتھیار پھینکا کر دہ ہے</b>	۱۱۷
	<b>متفرق مسائل</b>	
۳۷۷	<b>باب مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کو سخت سزا دی جائے اور اس کا کبادہ اور سامان نہ چلایا جائے</b>	۱۱۸
۳۷۸	<b>باب گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کی گردنوں میں گھنٹی باندھنا مکروہ ہے</b>	۱۱۹
۳۷۹	<b>باب غزوہ (یعنی جنگ) سے لوٹنے کے آداب اور غازیوں کے استقبال کیلئے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے</b>	۱۲۰
۳۸۱	<b>باب غزوہ ہند کی فضیلت</b>	۱۲۱



## تتمہ کتاب السیر

توسیت متحدہ کا ابطال

۱۲۲

۳۸۲

## کتاب گرا پڑا بچہ ملنے کے حکم کے بیان میں

۳۹۰

باب گرے پڑے بچے کا خرچ بیت المال سے ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہوگا

## کتاب گری پڑی چیز کے احکام میں

۳۹۲

باب اس شرط کے ساتھ کہ اس پر گواہ بھی بنائے گری پڑی چیز اٹھالینا افضل ہے اور جب ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھانا واجب ہے

۳۹۳

باب اگر گری پڑی چیز اٹھانے والے کے پاس بطور امانت ہو تو اگر اس میں تصرف کیا تو مالک کو تادان دینا پڑے گا

۳۹۷

باب اگر گری پڑی چیز دس درہم سے کم کی ہو تو اپنی رائے کے مطابق کچھ دن اس کی تشہیر کرے اور اگر دس درہم یا زیادہ کی ہو تو ایک سال تشہیر کرے

۳۹۹

باب جب مدت پوری ہو جائے تو اگر اٹھانے والا غریب ہے تو اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور اگر غنی ہے تو صدقہ کر دے البتہ حاکم اگر غنی کو بھی انتفاع کی اجازت دے تو غنی بھی نفع حاصل کر سکتا ہے لیکن بہر صورت مالک کو ثواب اور شہان میں اختیار ہوگا

۴۰۵

باب اگر لقطہ ایسی چیز ہو جس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا (یعنی حقیری ہو) تو تشہیر کے بغیر بھی اس سے نفع اٹھانا جائز ہے

۴۰۶

باب پانی میں لکڑی ملے تو اس کو لینے میں حرج نہیں اور تشہیر کی بھی ضرورت نہیں

۴۰۷

باب تیل اور ادوات کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو پکڑ لینا جائز ہے

۴۰۸

باب لقطہ کے متعلق کوئی شخص آ کر صرف اس کی ہفت کر لے کر اٹھانے والے سے لینا چاہے تو اٹھانے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ شخص جب تک گواہ پیش نہ کرے اس کو لے لینا والے نہ کرے۔ ہاں اگر اس کا دل دعویدار کی تصدیق کرتا ہو تو اس کیلئے دے دینا بھی جائز ہے

۴۰۹

باب حرم اور غیر حرم کا لقطہ حکم میں برابر ہے

## کتاب غلام کے بھاگنے کے احکام

۴۱۰

باب جو شخص بھگوڑے غلام کو اس کے مالک کے پاس سفر شرعی کی یا اس سے زیادہ کی مسافت سے واپس لائے تو مالک کے ذمہ چالیس درہم اس کی اجرت ہے اور اگر سفر شرعی کی مسافت سے کم مسافت سے لائے تو اس مسافت کے حساب سے اجرت لازم ہے

۴۱۳

## کتاب مفقود یعنی غائب خاوند کے احکام میں

باب مفقود کی بیوی اس کی زوجہ ہی ہے جب تک صاف بیان نہ آئے

۱۳۵	<b>باب</b> جب مفقود واپس آئے اور اس کی بیوی نے دوسری جگہ شادی کر لی ہو تو بھی وہ اسی مفقود کی بیوی ہوگی اور اس کے اور دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور دوسرے خاوند کے اس عورت سے استماع کی وجہ سے عورت کیلئے مہر لازم ہوگا	۴۲۱
۱۳۶	<b>باب</b> جب مفقود زوج واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو اور زوج خانی سے اولاد ہو چکی ہو تو بیوی مفقود ہی کی ہوگی اور وہ اولاد زوج خانی کی ہوگی	۴۲۵
۱۳۷	<b>باب</b> مفقود کا مال موجود ہو تو اسی میں سے اس کی بیوی اور اولاد پر خرچ کیا جائے گا	۴۲۶
	<b>شراکت کا بیان</b>	
۱۳۸	<b>باب</b> شرعاً شراکت جائز اور ثابت ہے	۴۲۷
۱۳۹	<b>باب</b> شریعت مفادضہ کے بیان میں	۴۲۹
۱۴۰	<b>باب</b> بغیر تلفظ، محض اشارے اور معنی کے ذریعہ بھی شرکت درست ہو جاتی ہے	۴۳۰
۱۴۱	<b>باب</b> غلہ میں شرکت اور آدمی کے یہ کہنے کا کہ ”مجھے شریک کر“ کا حکم	۴۳۰
۱۴۲	<b>باب</b> شرکت وجوہ کے بیان میں	۴۳۲
۱۴۳	<b>باب</b> شرکت عنان اور اس کے احکام	۴۳۳
۱۴۴	<b>باب</b> شرکت مفادضہ کے علاوہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی جائز ہے	۴۳۵
۱۴۵	<b>باب</b> مضاربہ اور اس کے احکام	۴۳۷
	<b>کتاب الوقف</b>	
۱۴۶	<b>باب</b> وقف کے شروع ہونے کا بیان اور یہ کہ وقف چیز نہ پہنچی جاسکتی ہے نہ ہبہ ہو سکتی ہے نہ اس کا وارث بنا جاسکتا ہے	۴۳۵
۱۴۷	<b>باب</b> جب وقف صحیح ہو جائے تو وقف شدہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور موقوف علیہ کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہوتا	۴۵۱
۱۴۸	<b>باب</b> وقف کے الفاظ کا بیان اور یہ کہ واقف کیلئے وقف عام کرنے سے موقوف چیز سے نفع اٹھا جاتا ہے	۴۵۲
۱۴۹	<b>باب</b> واقف اپنے لئے اور گھرانے کیلئے یہ شرط ضرور اسکا ہے کہ وہ وقف شدہ چیز سے کھائیں گے یا نفع اٹھائیں گے اور شرط کے مطابق ان کیلئے نفع اٹھانا جائز ہوگا	۴۵۵
۱۵۰	<b>باب</b> وقف تب ہی صحیح ہے جب دائمی وقف ہو اور بلا خرقہ راء و مساکن کے پاس پہنچے، کبھی میراث ہو کر نہ لوٹے	۴۵۸
۱۵۱	<b>باب</b> وقف کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ زندگی تک اپنے وقف شدہ کا خود متولی رہے، اور کسی دوسرے متولی کے سپرد کرنا اس پر واجب نہیں	۴۶۱
۱۵۲	<b>باب</b> مشترک چیز کے وقف کرنے کا بیان	۴۶۳

۱۵۳	<b>باب</b> زمینوں اور گھروں کا وقف جائز ہے اور منقولی چیز کا وقف جائز نہیں مگر بالتحج، اور سواری اور اسلحہ کا وقف بھی مستقل طور پر جائز ہے، ایسے ہی جن منقولی چیزوں کے وقف میں تعامل ہو اس کا وقف بھی جائز ہے	۳۶۳
۱۵۴	<b>باب</b> اپنی جان پر اور اولاد پر اولاد کی اولاد پر بھی وقف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بالآخر فقراء و مساکین پر وقف ہو	۳۶۸
۱۵۵	<b>باب</b> واقف کی لگائی ہوئی شرطیں جب تک وقف کے منافی نہ ہوں ان کی رعایت کی جائے	۳۷۰
۱۵۶	<b>باب</b> اقارب پر وقف کا بیان اور یہ کہ اقارب کا مصداق کون ہوں گے	۳۷۱
۱۵۷	<b>باب</b> جب واقف نے اولاد اور اولاد والا ولا دیکلیئے وقف کیا ہو تو کیا بیٹیاں داخل ہوں گی؟	۳۷۳
۱۵۸	<b>باب</b> جب کوئی زمین وقف کرے اور اس کے حدود بیان نہ کرے اور وہ زمین مشہور اور ممتاز ہو تو بھی یہ وقف جائز ہوگا	۳۷۵
۱۵۹	<b>باب</b> وقف کو اپنی موت سے معلق کرنا، اور مریض (مرض الوفات میں مبتلا) کا اپنے ورثاء پر وقف کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار تہائی ترکہ سے ہوگا	۳۷۵
۱۶۰	<b>باب</b> وقف پر گواہ بنانا اور یادداشت لکھنا	۳۷۷
	<b>کتاب وقف کی ولایت کا بیان</b>	
۱۶۱	جو متولی بننے کا خواہشمند ہو اس کو متولی نہ بنایا جائے	۳۷۸
۱۶۲	<b>باب</b> جب تک اقارب میں سے کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، انہیں کو متولی نہ بنایا جائے	۳۷۹
۱۶۳	<b>باب</b> متولی امانتدار، عادل اور صاحب رائے کو بنایا جائے	۳۸۰
۱۶۴	<b>باب</b> وقف کے نگران کا خرچ	۳۸۱
۱۶۵	<b>باب</b> اگر واقف کی زندگی میں متولی فوت ہو جائے تو ولایت واقف کی طرف آ جائے گی	۳۸۲
	<b>کتاب زمین وقف کر کے اس کو مسجد بنانا</b>	
۱۶۶	<b>باب</b> مسجد بنانے کی فضیلت	۳۸۲
۱۶۷	<b>باب</b> مسجد کے مصالح پر وقف کرنا اور جو اموال مسجد کے مصالح کیلئے دیئے جائیں ان کا حکم	۳۸۸
۱۶۸	<b>باب</b> مسجد کی چٹائی اور گھاس کا حکم اور جب ضرورت نہ رہے اس کو توڑنے کا حکم	۳۹۰
۱۶۹	<b>باب</b> مسجد نمازیوں سے تنگ ہو جائے اور مسجد کے پاس مسجد پر وقف زمین ہو تو اس زمین کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے اور اگر مسجد کے پاس دالی زمین کسی کی ملکہ ہو تو قیضہ خریدی جائے کو مالک پر زبردستی کرنی پڑے	۳۹۱
۱۷۰	<b>باب</b> جب مسجد یا وقف دیران ہو جائے تو بھی واقف کی ملکیت واپس نہیں لوٹی اور نہ اس کو فروخت کیا جائے	۳۹۳
۱۷۱	<b>باب</b> اہل مسجد کیلئے جائز ہے کہ راستہ کو (بھی مسجد میں ملا کر) مسجد بنالیں یا اس کے الٹ کریں بشرطیکہ امام کا حکم ہو، یا وسیع میدان کو (جو لوگوں کی ضرورت کیلئے ہو) مسجد میں شامل کر لیں یا مسجد کا حصہ میدان میں ملا لیں	۳۹۵
۱۷۲	<b>باب</b> اگر وقف گھر کا دروازہ مسجد کی طرف ہو تو امام المسلمین مسجد میں اس دروازے سے داخل ہو سکتا ہے	۳۹۷



۱۷۳	باب جب کوئی پانی کا حوض یا سرائے یا مکان مسافروں کیلئے وقف کرے یا بازار مسلمانوں کیلئے یا قبرستان مسلمانوں کے مردوں کیلئے وقف کرے تو یہ وقف صحیح ہے اور جب لوگ استعمال کرنے لگیں تو وقف لازم ہو جائے گا۔	۳۹۸
	<b>خرید و فروخت کے ابواب</b>	
۱۷۴	باب تجارت میں بیچ بولنے کی ترغیب اور محوٹ بولنے سے تربیب	۵۰۵
۱۷۵	باب بیچ لکھنے کا بیان	۵۰۶
۱۷۶	باب معینہ مدت تک ادھار قیمت پر خریدنا جائز ہے	۵۰۷
۱۷۷	باب گندم اور غلہ تخمینہ سے خریدنے کا حکم	۵۰۸
۱۷۸	باب اس بات کے بیان میں کہ خریدنے اور بیچنے والے کو خیاب قبول ہوگا خیاب مجلس نہ ہوگا	۵۰۹
۱۷۹	باب اس بیان میں کہ پھلدار درخت کی بیج ہو تو پھل بیچنے والے کا ہوگا درخت خریدار کا ہوگا ہاں اگر خریدار نے بیچے وقت پھل سمیت درخت خریدنے کی شرط لگائی ہو	۵۱۳
۱۸۰	باب ایسے غلام کی خرید و فروخت کے بیان میں جس غلام کا مال ہو	۵۱۵
۱۸۱	باب پھلوں کے اندر استعمال کی صلاحیت پیدا ہونے اور آفات سے بچاؤ ہو جانے سے پہلے بیچنے کا حکم	۵۱۶
۱۸۲	باب اس بیان میں کہ بیچ میں استثناء کرنا منع ہے	۵۱۷
۱۸۳	باب غلہ کو پٹے میں موجود ہونے کی حالت میں بیچنا	۵۱۸
۱۸۴	باب خیاب شرط ہونے اور خیاب ضمن (دھوکہ ہونے کی صورت کا اختیار) نہ ہونے کا بیان	۵۱۸
۱۸۵	باب نہ دیکھی ہوئی چیز خریدنے پر دیکھنے پر اختیار ہوگا	۵۲۳
	<b>ابواب عیب والی چیز بیچنے کے بارے میں</b>	
۱۸۶	باب دھوکہ حرام ہے	۵۲۳
۱۸۷	باب عیب کے اختیار کا بیان	۵۲۳
۱۸۸	باب تھنوں میں دودھ روکے ہوئے جانور کی خرید و فروخت کا حکم	۵۲۵
۱۸۹	باب خرید و فروخت کرتے وقت بائع کا ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانا	۵۲۸
۱۹۰	باب غلام کی خرید و فروخت کے معاملہ میں اختیار کب تک ہوگا؟	۵۲۹
۱۹۱	باب عیب والی باندی سے ولی کر چکنے کے بعد واپس کرنے کا حکم	۵۳۰
۱۹۲	باب باندی کا منکوح ہونا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے خریدار واپس کر سکتا ہے	۵۳۲
	<b>ابواب ناسد خرید و فروخت کے مسائل</b>	

۵۳۳	باب خنزیر، شراب، مردار اور بتوں کی خرید و فروخت حرام ہے	۱۹۳
۵۳۴	باب مشرک کی نفی کو بیچنے کا حکم	۱۹۴
۵۳۴	باب آزاد آدمی کو بیچنا ممنوع ہے	۱۹۵
۵۳۵	باب دھوکے والے خرید و فروخت کے معاملات ممنوع ہیں	۱۹۶
۵۴۰	باب ولادہ کی خرید و فروخت اور ہیہ	۱۹۷
۵۴۰	باب جتنی قیمت پر چیز بیچی ہو خریدار سے قیمت وصول کرنے سے پہلے اس سے کم قیمت پر خرید لینا جائز نہیں ہے	۱۹۸
۵۴۲	باب شروط خرید و فروخت ممنوع ہے	۱۹۹
۵۴۲	باب نامعلوم مدت تک خرید و فروخت کا معاملہ کرنا	۲۰۰
۵۴۳	باب جو چیز بائع کے پاس موجود نہ ہو اس کو بیچنے کا حکم	۲۰۱
۵۴۳	باب پانی اور (خود رو) گھاس بیچنا	۲۰۲
۵۴۳	باب بیعانے کی خرید و فروخت ممنوع ہے	۲۰۳
۵۴۵	باب بیع عینہ کا حکم	۲۰۴
۵۴۷	باب ایک بیع میں دو بیع کرنا منع ہے	۲۰۵
۵۴۷	باب قرض اور بیع اور بیع میں دوسرے لگا کر اور جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کی بیع کر کے نفع اٹھانا اور جو چیز پاس نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے	۲۰۶
۵۴۸	باب کھوت حرام ہے	۲۰۷
۵۴۹	باب ایک کی بیع پر دوسرے کا بیع کرنا منع ہے	۲۰۸
۵۴۹	باب ایک کے بھاد پر دوسرے کا بھاد لگانا منع ہے	۲۰۹
۵۵۰	باب خرید و فروخت سے قریبی رشتہ داروں میں تفریق کرنا منع ہے	۲۱۰
۵۵۲	باب غلہ لانے والے قافلہ کے آگے جا کر غلہ لے لینا اور شہری آدمی کا دیہاتی آدمی کے سامان کی خرید و فروخت کرنا	۲۱۱
۵۵۲	باب اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کے حکم میں	۲۱۲
۵۵۳	باب مجبور آدمی کی خرید و فروخت کی ممانعت کا بیان	۲۱۳
۵۵۴	باب مسجد میں خرید و فروخت مکروہ ہے	۲۱۴
۵۵۴	باب اقالہ جائز ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان	۲۱۵
۵۵۵	باب اقالہ دو عقد کرنے والوں کے حق میں بیع کا منع ہے لیکن تیسرے شخص کے حق میں بیع منع ہے	۲۱۶
۵۵۹	باب بیع تولیہ اور مراہی کا بیان	۲۱۷
۵۶۱	باب قبضہ کرنے سے پہلے خریدنے والا چیز نہ بیچے	۲۱۸

۵۶۲	باب غلہ خرید کر آگے دوسرے پر اس وقت تک نہ بیچو جب تک دو پیمانے نہ ٹاپ لیں	۲۱۹
۵۶۳	باب چیک کی خرید و فروخت کے بیان میں	۲۲۰
۵۶۶	باب ثمن یعنی دراہم و دنانیر میں تبادلہ کرنا	۲۲۱
	<b>سودی خرید و فروخت کے ابواب</b>	
۵۶۷	باب ہر ٹاپ و تول کی جانے والی چیزوں میں سود ہو سکتا ہے اور سودی چیزوں میں عمدہ اور ردی برابر ہیں	۲۲۲
۵۸۲	باب گندم جو کے بدلے میں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور یہ کہ بیع و ثمن اگر صرف قدری (مکلی، موزونی) ہوں یا (مکلی، موزونی تو نہ ہوں لیکن) ایک جنس سے ہوں تو ادھار حرام ہوگا	۲۲۳
۵۸۳	باب جن چیزوں میں سود لازم آئے ان میں تعین ہو جانا شرط ہے فوری قبضہ شرط نہیں	۲۲۴
۵۸۴	باب حیوان کو گوشت کے عوض فروخت کرنا	۲۲۵
۵۸۶	باب تازہ پکی کجور، خشک کجور کے عوض فروخت کرنے کا حکم	۲۲۶
۵۸۷	باب دارالحرب میں مسلمان اور حر بی کے درمیان سود کا حکم	۲۲۷
۵۹۳	باب حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنا منع ہے	۲۲۸
	<b>استحقاق کے احکام</b>	
۵۹۸	باب نقصان کی تلافی کے ضامن بننے پر خریدار فروخت کرنے والے سے رجوع کر سکتا ہے	۲۲۹
۵۹۹	باب فضولی کی بیع کا حکم	۲۳۰
	<b>بیع سلم کے ابواب</b>	
۶۰۰	باب بیع سلم کی شرطوں کا بیان	۲۳۱
۶۰۴	باب حیوان میں بیع سلم منوع ہے	۲۳۲
۶۰۶	باب بیع سلم میں رقم پر (اسی وقت) قبضہ کر لینا شرط ہے	۲۳۳
۶۰۸	باب جس چیز میں دھوکہ ہو سکے اور جو چیز بیع سلم کے وقت سے بیع سلم کی مدت پوری ہونے تک کے درمیان لوگوں کے پاس سے ختم ہو جائے اس میں بیع سلم منوع ہے	۲۳۴
۶۱۱	باب معین بکیتی یا معین کجور میں بیع سلم جائز نہیں ہے	۲۳۵
۶۱۱	باب کسی چیز میں بیع سلم کر کے بیع دوسری چیز کی طرف نہ پھیر دے	۲۳۶
۶۱۲	باب بیع سلم میں اقالہ جائز ہے چاہے بیع کے کل حصہ میں اقالہ کیا جائے یا اس کے کچھ حصہ میں	۲۳۷
۶۱۳	باب کتے کی خرید و فروخت جائز ہے	۲۳۸
۶۱۵	باب کتے کی خرید و فروخت کی ممانعت	۲۳۹



۲۳۰	باب دلائی اور بولی لگانے کا حکم	۶۱۷
۲۳۱	باب بیع صرف اور بیع مراطلہ کا بیان	۶۱۸
	<b>کتاب البیوع کا تتمہ (مترق مسائل)</b>	
۲۳۲	باب بیع پر قبضہ کرنے کے بعد بیع خریدار کی ضمان میں داخل ہو جاتی ہے اور قبضہ سے پہلے اس کی ضمان میں داخل نہیں ہوتی	۶۲۱
۲۳۳	باب بیع پر قبضہ کے بعد اگر خریدار کے پاس آفات کا فکاہ ہونے سے نقصان ہوا تو بائع سے نقصان کی مقدار قیمت منہا نہ کی جائے گی	۶۲۳
۲۳۴	باب خریدار ہوا غلہ آگے بیچنا تب تک منع ہے جب تک اس میں دو پیانے جاری نہ ہوں	۶۲۵
۲۳۵	باب جب خریدار کو بھاگے ہوئے غلام اور بھگلوٹے اونٹ کی جگہ معلوم ہو تو اس خریدار پر ان کو بیچنا درست ہے	۶۲۷
۲۳۶	باب جب قبضہ ہو جائے تو بیع فاسد سے ملک آجائے گی	۶۲۸
۲۳۷	باب خرید و فروخت اور اجازت اور ناپ و قول وغیرہ میں عرف معتبر ہے	۶۲۹
۲۳۸	باب جو شخص شراب بناتا ہو اس سے انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا مکروہ ہے	۶۳۰
۲۳۹	باب جس کا اکثر مال سودی ہو یا قیمت حرام مال سے ہو اس سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا مکروہ ہے	۶۳۱
	<b>ابواب ضمانت و کفالت کے</b>	
۲۴۰	باب کسی کی جان کی ضمانت	۶۳۳
۲۴۱	باب میت کی طرف سے ضامن بننا	۶۳۶
۲۴۲	باب جب ضامن مکفل عذ کی طرف سے ادا کر دے گا تب ہی مکفل عذ بری ہوگا شخص ضامن بننے سے بری نہیں ہو جائے گا	۶۳۸
	<b>تتمہ ابواب کفالت کا</b>	
۲۴۳	باب جس حق کی مقدار مجہول ہو اس کی ضمانت بھی صحیح ہے	۶۳۹
۲۴۴	باب جو اصل کے حکم سے اس کا ضامن ہوا ہو اس سے اس مال میں رجوع کر سکتا ہے جس میں ضمانت لی تھی	۶۴۰
۲۴۵	باب بیع اور بیع سلم اور قرض میں ضمانت جائز ہے	۶۴۱
	<b>کتاب الحوالہ</b>	
۲۴۶	باب جب مالدار پر قرض حوالے ہو تو قبول کر لے	۶۴۳
۲۴۷	باب جب محتال علیہ (جس کے ذمہ قرض حوالے ہوا) غریب ہو جائے یا فوت ہو جائے تو محتال (قرض خواہ) تکمیل (مقروض) پر رجوع کرے گا	۶۴۵
۲۴۸	باب مشروط ہنڈی اور منی آرڈر مکروہ اور غیر مشروط جائز ہے	۶۴۶
۲۴۹	باب ہر وہ سرف جو نفع کھینچ لائے سود ہے	۶۴۸

## عرض مترجم

السلام علیکم!

قبل اس کے کہ میں احیاء السنن کی اس چوتھی جلد کے بارے میں کچھ تعارف کراؤں، میں فقہ اسلامی خاص کر فقہ حنفی سے محبت کرنے والے ان قارئین سے، جن کے پاس اس کتاب احیاء السنن کی تین جلدیں کافی عرصہ سے موجود ہیں اور وہ اس کتاب کی چوتھی جلد کا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں، معذرت خواہ ہوں کہ انہیں اس کتاب کی چوتھی جلد کا ایک لمبا عرصہ شدت سے انتظار کرنا پڑا اور یہ تو کچی بات ہے کہ الانتظار اشد من الموت، حتی کے بعض احباب وقارئین تو کتاب کے بروقت نہ آنے پر خفا بھی ہوئے اور ناراضگی کے فون بھی کئے لیکن الاعذار عند کرام الناس مقبول کے بموجب میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں کہ اپنی کم علمی کے ساتھ ساتھ میں چند سال سے ایک مرض میں مبتلا ہوں۔ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دے رکھا ہے بلکہ اکثر احباب کا کہنا یہ ہے کہ کثرت تصنیف سبب مرض ہے۔ اس لیے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق خوب آرام کر رہا ہوں۔ اب طبیعت قدرے سنبھل چکی ہے اس لیے گزشتہ دو چار ماہ سے پھر احیاء السنن کی تیاری میں مصروف ہوں۔ بعض مقبولان الہی کی معاونت سے احیاء السنن کی یہ چوتھی جلد پایہ تکمیل کو پہنچی ہے جس میں اعلاء السنن کے تین اجزاء (12، 13، 14) کا ترجمہ مع فوائد ہمہ لکھ دیئے گئے ہیں۔ اب اعلاء السنن کے بقیہ چار اجزاء (15، 16، 17، 18) کا ترجمہ باقی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ سال میں اس کی تکمیل پانچویں جلد کی صورت میں ہو جائے گی۔ دراصل بات یہ ہے کہ چھ اسباق کے ساتھ مجھ جیسے کم علم ناتواں سے اتنا ہی کام ہو سکتا ہے آپ حضرات سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ یہ کام جلد پایہ تکمیل کو پہنچے اور عند اللہ قبولیت بھی حاصل ہو۔ اصل چیز تو قبولیت ہے اور قبولیت کے جو اسباب ہیں ان کے مجھ میں موجود ہونے کی بھی خوب دعا کریں۔ باقی اللہ تعالیٰ تو علی کل شئی قدير ہیں وہ چاہیں تو یہ کام جلد ہو سکتا ہے اور چاہیں تو بلا آداب و بلا اسباب قبولیت بھی اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر سعادت دارین کا ذریعہ بنادیں۔ وهو الموفق وهو المستعان ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

والسلام

نعیم احمد استاد جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله على فضله العظیم والصلوة والسلام على نبیه الکریم

اما بعد برادر عزیز فاضل طلیل مولانا نعیم احمد صاحب زید مجدہم تدریس وتصنیف کے مجمع البحرین اور علوم دینیہ وفنون عصریہ کے جامع ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء۔ کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں جس پر موصوف زید مجدہم کی درس نظامی کے نصاب سے متعلق علوم متنوع وفنون مختلفہ میں منصف شہود پر جلوہ افروز ہونے والی تصنیفات برہان آتی ہیں۔ فاضل موصوف زید مجدہم کی ان تصنیفات وتالیفات سے درس نظامی کے اساتذہ و طلبہ وطالبات یکساں مستفید ہو رہے ہیں اور طلبہ وطالبات وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات سالانہ میں امتیازی حیثیت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ فلمثل هذا فلیعمل العاملون۔ چند برس سے فاضل موصوف زید مجدہم نے بغرض افادہ عامہ مستلزمات فقہ حنفی سے متعلقہ کتب حدیث میں سے ضخیم ترین کتاب اعلاء السنن (جو فی بابہ موضوعہ بے مثال ہے) کا اردو میں ترجمہ شروع کیا ہوا ہے۔ جس کی تین ضخیم جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں جبکہ جلد چہارم طباعت کے مراحل میں ہے۔ یہ چاروں جلدیں اصل کتاب اعلاء السنن کے اٹھارہ حصوں میں سے تقریباً چودہ حصوں پر محیط ہیں فاضل مترجم زید مجدہم نے مطلب خیز ترجمہ کے ساتھ فوائد کے عنوانات کے تحت جو استنباطات لطیفہ عظیمہ و مسائل جدیدہ علیہ اور مسائل اختلافیہ میں ماہو الحقائقار عندالاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مؤیدات قویہ شیعہ وجواہرات نفیسہ ذکر کئے ہیں ان سے اصل کتاب اعلاء السنن کو چار چاند لگ جانے کے ساتھ اصل کتاب کے ہمہ طبقہ اہل علم وفن درس نظامی کے اساتذہ و طلبہ اور فنون عصریہ کے اساتذہ و طلبہ حضرات کے لیے استفادہ غایت درجہ سہل الحصول ہو گیا ہے۔

فجزاه اللہ تعالیٰ جزاء جزیلہ جمیلہ ویرحمہ اللہ عبدالاقال امینا۔

کتبہ العبد الضعیف شبیر الحق کشمیری عفا اللہ عنہ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۸-۸-۱۳۳۲ھ

نوٹ: بقیہ چار حصوں کا ترجمہ بصورت جلد پنجم تیاری کے مراحل میں ہے۔ (مترجم)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب السیر

### باب فرضیۃ الجہاد و دوامہ مع کل امیر براو فاجر

۳۷۷۸- عن انس قال: قال رسول الله ﷺ: "ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ، أَلَكْتُ عَمَّنْ قَالَ:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا تُكْفِرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَا ضَرَّ مُذْبَعَثَيْنِ اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ" رواه ابوداود و سکت عنه هو والمندری، وله شواهد، کذا فی "النیل" (۷) قلت: فالحدیث حسن صالح للاحتجاج به۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب السیر

### باب۔ جہاد کی فرضیت اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کے دوام کے بیان میں خواہ وہ امیر نیک ہو یا گناہگار

۳۷۷۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ اور بنیاد ہیں، اول یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو تو اس سے اپنے ہاتھ کو روکنا اور کسی گناہ کی بنا پر اس کی تکفیر نہ کرنا اور کسی عمل کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ جہاد میری بعثت کے وقت سے جاری ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا۔ اور یاد رکھو جہاد کو نہ ظالم کا ظلم باطل کر سکتا ہے اور نہ عادل کا انصاف، تیسرے تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور)۔ امام ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد بھی ہیں لہذا یہ حدیث جت بنائے جانے کے قابل ہے۔

فائدہ: مسلمان جب تک ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے یا اس میں تاویل باطل نہ کرے اس کی تکفیر جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی فاسق و فاجر اور بدکار کیوں نہ ہو۔ اور ضروریات دین اسلام کے وہ مسائل ہیں جو شروع سے ہی اتنے مشہور ہو گئے کہ مسلمان تو مسلمان کفار بھی جانتے ہیں کہ یہ اسلام کے مسائل ہیں۔ مثلاً ختم نبوت بھی ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار کرنا یا اس میں باطل تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ اسی طرح عادل بادشاہ کی طرح ظالم بادشاہ کے ساتھ بھی مل کر کفار کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہور دجال تک جہاد جاری رہے گا۔ اور دجال کے ظاہر ہونے اور دجال کے قتل کیے جانے اور کفار پر مسلمانوں کے غلبہ ہونے کے بعد دنیا میں صرف اسلام باقی رہے گا، کفار سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، اس وقت کفار کے لئے اسلام ہو گا یا تکوار ہوگی، اور پورے عالم میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے، تب جہاد ختم ہو جائے گا۔



۳۷۷۹- عن عروة بن الجعد البارقی عن النبی ﷺ قال: "الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" متفق عليه (نیل ۱۱۷:۷)۔

۳۷۸۰- عن جابر بن عبد اللہ یقول: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" رواہ مسلم (۱۴۲۱)۔

۳۷۸۱- عن معاوية یقول: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ" رواہ مسلم (۱۴۳:۲)۔

۳۷۸۲- عن مکحول عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ "الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ بَرٍّ كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرٍّ كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرُ، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى مُسْلِمٍ بَرٍّ كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرُ" رواہ ابو داود (۲۵۰:۱)

الجهاد ماض الى يوم القيامة میں یوم قیامت سے مراد ظہورِ جال ہی ہے۔ اسکے بعد پھر قبائل مرتد ہونے شروع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی روحوں کو قبض کر لے گا، پھر آخر خود نیا پر صرف کفار ہونگے تب ان پر اللہ تعالیٰ قیامت قائم فرمائیں گے۔  
۳۷۷۹- عروہ بن جعد بارتی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت قائم رہے گی۔ (بخاری باب النیل معقود فی نواصیھا الخیر الخ و مسلم)۔

۳۷۸۰- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ (کفار سے) لڑتا رہے گا حق پر قیامت کے دن تک غالب رہے گا۔ (مسلم باب بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام)۔

۳۷۸۱- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والا اور ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آج پہنچے گا اور دو لوگوں پر غالب رہے گا۔

۳۷۸۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کے ساتھ ضروری ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا گنہگار ہو اور تم پر نماز ہر مسلمان امام کے پیچھے ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار ہو اور اگر چہ وہ کبیرہ گناہ بھی کرتا ہو اور نماز ہر مسلمان پر ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار اگر چہ وہ کبیرہ گناہ بھی کرتا ہو۔ (ابوداؤد)۔ (ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ ابوداؤد اور

وسکت عنہ، و فی "النیل" (۷: ۱۱۸): اخرج ابوداود و ابویعلی مرفوعاً و موقوفاً من حدیث ابی ہریرۃ **﴿الْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ﴾** ولا باس باسنادہ الا انه من روایۃ مکحول عن ابی ہریرۃ ولم یسمع منه اد۔ و فی "العزیزی" (۲: ۲۰۰): رواہ ثقات لکن فیہ انقطاع اد۔ قلت: ولکن سکوت ابی داود عنہ یشعر بصلاحيۃه للاحتجاج۔ فلعلہ عرف بان الواسطۃ بینہما ثقۃ۔ ۳۷۸۳۔ ویؤیدہ حدیث عمرو بن النعمان عند الشیخین **﴿إِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ﴾** العزیزی (۱: ۳۷۳)۔

ابویعلی نے یہ حدیث کھول عن ابو ہریرۃ موقوفاً و مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ کھول نے ابو ہریرہ سے سماع نہیں کیا۔ اور عزیزی میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ اس میں انقطاع ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد کا سکوت یہ بتاتا ہے کہ یہ حدیث حجت بننے کے قابل ہے اور شاید کہ امام ابوداؤد کو یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ وہ واسطہ بھی ثقہ ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض ہے۔ اسی طرح قرآن کی بے شمار آیات سے جہاد کی فرضیت ثابت ہے۔ لیکن اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا شرط ہے۔ اور امیر کے بغیر جہاد صحیح نہیں۔ اور جب مسلمانوں کا کوئی امیر نہ ہو اس صورت میں کوئی جہاد نہیں لیکن مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنا امیر تلاش کریں اور بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امیر کے بغیر جہاد صحیح نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہو گئے جو ان کی بات مانے گا وہ انہیں جہنم میں پھینک دے گا۔ میں نے پوچھا اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ اگرچہ تمہیں درخت کی جڑ چھانی پڑے یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان مسلمانوں کی ایسی جماعت میں ہو کہ ان کا امام اور امیر نہ ہو تو وہ اپنے آپ میں رہنے اور تمام فرقوں سے الگ رہنے کا پابند رہے۔ اس صورت میں وہ جہاد کا مامور نہیں اور امام وہ ہوتا ہے جو سرحدوں کی حفاظت کر سکے۔ اور شہروں کی حفاظت کر سکے اور اپنی شوکت اور طاقت کے ذریعے احکام کو نافذ کرے اور لشکروں کی تشکیل کرے اور ظالم سے مظلوم کو اپنی طاقت سے انصاف دلا سکے اور اگر یہ صفات نہ ہوں تو وہ امام نہیں اور لوگوں پر اس کی معیت میں جہاد کرنا فرض نہیں۔

۳۷۸۳۔ مذکورہ بالا حدیث کی تائید عمرو بن نعمان کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) بیشک اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی نصرت ایک گنہگار آدمی کے ذریعے بھی فرماتے ہیں۔

۳۷۸۴- عن ابی ہریرۃ مرفوعاً: ﴿مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحْدِثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ بَيْنَ نَفَائِ﴾ أخرجه الحاكم في "مستدرکہ" (۹:۲) وصححه على شرط مسلم وافرہ علیہ الذہبی فی "تلخیصہ"۔

۳۷۸۵- وفی روایۃ لہ - وفی سندہ اسماعیل بن رافع مختلف فیہ: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿مَنْ لَقِيَ اللَّهَ بِغَيْرِ أَثَرٍ مِنَ الْجِهَادِ لَقِيَہُ وَفِیہِ ثَلَمَةٌ﴾۔

۳۷۸۶- عن انس مرفوعاً: ﴿جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَنْوَالِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ وَالسِّنْتِكُمْ﴾ رواہ احمد و ابو داود والنسائی، و فی "النیل" (۷:۱۱۵ و ۱۱۶): سکت عنه ابو داود والمنذری، ورجالہ رجال الصحیح، و صححہ النسائی ۵۱۔

فائدہ: یعنی امیر گنہگار ہو تب بھی کوئی حرج نہیں۔

۳۷۸۴- ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا شوق ہوا تو وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔ (متدرک حاکم، ابوداؤد باب کراہیۃ ترک الغزو)۔ حاکم نے اس مسلم کی شرط صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: جہاد نام ہے اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کی کوشش کا۔ ظاہر ہے جس شخص نے دین کو سر بلند کرنے میں کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ کبھی اس کے دل میں اس طرح کا کوئی جذبہ یا داعیہ پیدا ہوا تو اس کا دعویٰ ایمان مشتبہ ہو جاتا ہے۔

۳۷۸۵- حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے جہاد کے نشان کے بغیر ملا تو گویا وہ اللہ کا اس حالت میں ملا کہ اس میں رخنہ تھا۔ (متدرک حاکم)۔ اس کی سند میں اسماعیل بن رافع مختلف فیہ ہے لہذا حدیث حسن ہے۔

۳۷۸۶- حضرت انسؓ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے (کہ حضور ﷺ نے فرمایا) مشرکین سے اپنی جان و مال اور اپنی زبان کے ذریعے جہاد کرو۔ (ابوداؤد باب کراہیۃ ترک الغزو)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس سے سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا حسن ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور امام نسائی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جہاد کی فریض معلوم ہوتی ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ جہاد کا لغوی معنی محنت و مشقت ہے اور اصطلاح شریعت میں کفار کے قتال میں کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ لیکن جہاد کا لفظ مجاہدہ نفس، مجاہدہ شیطان، اور مجاہدہ فساد پر بھی بولا جاتا ہے۔ پہلے دو ہر وقت ہر جگہ اور ہر ایک پر فرض عین ہیں۔

۳۷۸۷- عن ابی سعید مرفوعاً: ﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَعْبِرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ، رواه مسلم و غيره (العزیزی ۳: ۳۲۴)-

۳۷۸۸- عن سهل بن ابی امامة بن سهل عن ابیه عن جدہ مرفوعاً: ﴿مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ﴾ أخرجه الحاكم و صححه علی شرط الشيخین و اقره علیہ الذہبی۔

۳۷۸۹- و فی لفظ له عن انس مرفوعاً- و صححه الذہبی علی شرطہ ما-: ﴿مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْقَتْلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ أَعْطَاهُ اللَّهُ أَجْرَ شَهِيدٍ﴾ ۱۰-

## باب وجوب الجہاد عینا علی من استنفرہم الامام فان کان نفیر العامة وجب علی جمیع اهل الاسلام

۳۷۸۷- ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم)

۳۷۸۸- سهل اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے مرتبوں میں پہنچادیں گے اگرچہ وہ اپنے ہنسر پر ہی مرے۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے)۔ حاکم نے اسے شیخین کی شرط صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۷۸۹- اور حاکم کی ایک روایت میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صدق دل کے ساتھ اللہ کی راہ میں مارے جانے کی اللہ سے درخواست کی پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں خدا کی رحمت و اسد کی طرف اشارہ کیا گیا اور ضعیفوں کمزوروں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ بھی شہادت کی درخواست کر کے شہادت حاصل کر سکتے ہیں، کسی مسلمان کو اس سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

باب۔ جس شخص کو امام جہاد کیلئے طلب کرے تو اس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے

اور اگر نفیر عام کا اعلان ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض ہوگا



۳۷۹۰- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ قَالَ یَوْمَ الْفَتْحِ: ﴿لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلَکِنْ جِهَادٌ وَبَیَّةٌ، وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا﴾ رواه البخاری (۳۱۶:۱)۔

۳۷۹۱- عن عکرمۃ عن ابن عباس قال: ﴿إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا أَلِیْمًا وَمَا كَانَ لِأَخْلِ الْمَدِیْنَةِ﴾ - إلى قَوْلِهِ - ﴿يَعْمَلُونَ﴾ نَسَخْتُمَا الْآیَةَ الَّتِی تَلِیْمَهَا: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ

۳۷۹۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور میث جہاد باقی ہے۔ پس جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو تم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ (بخاری کتاب الجہاد باب فضل الجہاد والسریر)۔

**فائدہ:** یعنی اب فتح مکہ کے بعد مکہ دارالاسلام ہو گیا اور اسلام کے زیرِ سلطنت آ گیا ہے اس لئے یہاں سے ہجرت کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہجرت کا سلسلہ سرے سے ختم ہو گیا ہے۔ چونکہ اس وقت بڑی ہجرت مکہ ہی سے ہوتی تھی اس لئے عام طور پر ذہنوں میں وہیں سے ہجرت کا سوال آتا تھا۔ ورنہ جہاں تک عام ہجرت کا تعلق ہے یعنی دنیا کے کسی دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت تو اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔

**فائدہ:** جہاد اور میث جہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ لیکن جب امام وقت عام نفیر کا اعلان کر دے تو پھر ہر ایک پر فرض عین ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن فرض عین اس پر ہے جسے امام وقت جہاد کے لئے طلب کرے۔ اور اگر وہ تمام اہل اسلام کو طلب کرے تو شرقا غریبا تمام مسلمانوں پر فرض عین ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ جن کو امام نے جہاد کے لئے طلب کیا ہے کم رہ جائیں یا جہاد میں سستی کریں تو ان کے قریب کے علاقے والوں پر فرض عین ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ بھی عاجز آجائیں تو پھر ان کے قریب والوں پر فرض عین ہوگا حتیٰ کہ تمام اہل اسلام پر بھی فرض عین ہو سکتا ہے۔ (کذا فی حاشیۃ الہدایۃ نقلاً من الکفایہ ج ۲: ص ۵۳۹) یعنی اگر نفیر خاص ہوگا تو جہاد بھی انہی خاص لوگوں پر فرض ہوگا اور اگر نفیر عام ہوگا تو جہاد بھی عام اور تمام لوگوں پر فرض ہوگا۔

اس طرح اگر امام دارالحرب کے مسلمانوں کو بھی دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کا کہے تو ان پر بھی ہجرت فرض ہوگی بشرطیکہ یہ ہجرت ان کی قدرت میں ہو۔

۳۷۹۱- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو کہ (اے مسلمانو!) اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) (التوبہ ۳۹) اور اللہ کے اس ارشاد کو کہ مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیارت تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیارت تھا) کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں

يَعْرِضُوا كَافَّةً ﴿۱﴾ رواہ ابو داود و سکت عنه عو والمندری و اسنادہ ثقات الا علی بن الحسین  
بن واقد، و فیہ مقال و هو صدوق و حسنہ الحافظ فی ”الفتح“ ۱۸-۷۷ (ذیل الاوطار: ۱۸۷)۔

## باب وجوب الاستئذان من الموالی والابوین اذا لم يتعين عليه الجهاد

۳۷۹۲- عن الحارث بن عبد الله بن ابي ربيعة ان رسول الله ﷺ كَانَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ  
عَمْرَ بَانَّاسٍ مِّنْ مُّزَيْنَةٍ، فَاتَّبَعَهُ عَبْدٌ لِامْرَأَةٍ مِنْهُمْ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ:

(اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا  
چلے جو کفار کے لئے غصہ کا سبب ہوا اور دشمنوں کی جو خرابی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر  
ضائع نہیں کرتے اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں)  
لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اچھا بدلہ دے۔ (التوبہ۔ ۱۲۰-۱۲۱) اس آیت نے جو اس کے بعد  
آ رہی ہے یعنی ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيُعْذَرُوا كَافَّةً﴾ (الآیہ) (یعنی) اور ہمیشہ کیلئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیے کہ (جہاد کے  
واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں۔ سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد  
میں) جایا کرے تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس  
آئیں ڈرائیں تاکہ وہ (ان سے) دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے (احتیاط رکھیں)۔ (التوبہ ۱۲۲) نے منسوخ کر دیا  
ہے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور علی بن الحسین بھی صدوق ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے  
ان کی تحسین کی ہے۔

فائدہ: یعنی پہلی دو آیتیں اپنی عمومیت کی وجہ سے اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ جب امام جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو تو  
تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے لیکن آخری آیت نے اس عموم کو منسوخ کر دیا ہے اور اب یہ حکم ہے کہ محض جہاد کے لئے امام کے  
نکلنے سے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا بلکہ صرف ان لوگوں پر فرض عین ہوتا ہے جن کو امام نکلنے کا کہے۔

## باب اگر جہاد فرض عین نہ ہو تو (غلام کیلئے) آقا سے اور

## (آزاد آدمی کیلئے) اپنے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے

۳۷۹۳- حارث بن عبد الله بن ابي ربيعة سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کسی غزوے میں شریک تھے تو آپ ﷺ قبیلہ مزینہ  
کے لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے ایک عورت کا غلام آپ ﷺ کے پیچھے ہو گیا۔ جب آپ ﷺ کسی راستے میں تھے تو اس

فُلَانٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: مَا شَانُكَ؟ قَالَ: أَجَاهِدُ مَعَكَ۔ قَالَ: أَذِنْتُ لَكَ سَيِّدَتُكَ؟ قَالَ: لَا! قَالَ: اِرْجِعْ إِلَيْهَا فَاخْبِرْهَا فَإِنَّ بِمِثْلِكَ بِمِثْلُ عَبْدٍ لَا يُصَلِّي إِنْ مُتَّ قَبْلَ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهَا، وَافْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَاخْبِرَهَا الْخَبْرَ فَقَالَتْ: اللَّهُ هُوَ أَمَرَكَ أَنْ تَقْرَأَ عَلَيَّ السَّلَامَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَتْ: اِرْجِعْ فَجَاهِدْ مَعَهُ۔ اخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي "مُسْتَدْرَكِهِ" وَقَالَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَقَرَأَهُ الذَّهَبِيُّ (۱۱۵)۔

۳۷۹۳- عن جابر أَنَّ عَبْدًا قَدِيمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْجِهَادِ وَالْإِسْلَامِ، فَقَدِمَ صَاحِبُهُ فَاخْبَرَهُ أَنَّهُ مَمْلُوكٌ، فَاشْتَرَاهُ (النَّبِيُّ) ﷺ مِنْهُ بِعَبْدَيْنِ، فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاهُ مَنْ لَا يَعْرِفُهُ لِيُبَايِعَهُ سَأَلَهُ أَحَرٌّ هُوَ أَمْ عَبْدٌ؟ فَإِنْ قَالَ: حُرٌّ بَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ، وَإِنْ قَالَ: مَمْلُوكٌ بَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ دُونَ الْجِهَادِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ كَذَا فِي "التَّلْخِصِ الْحَبِيرِ" (۲: ۳۶۶)۔

۳۷۹۴- عن عبد الله بن عمرو يقول: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ

نے آپ ﷺ کو سلام کہا آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو غلام ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا میں آپ کی معیت میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے آقا نے تجھے اجازت دی؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے پاس لوٹ جا اور اسے اطلاع کر۔ کیونکہ اگر تو اس کی طرف لوٹنے سے پہلے مر گیا تو تیری مثال بے نمازی غلام کی طرح ہے۔ اسے (میرا) سلام کہہ، پس وہ اس کی طرف لوٹا اور اسے قصے کی اطلاع دی، اس عورت نے کہا: کیا واقعی آپ ﷺ نے تجھے حکم دیا کہ تو مجھے سلام کہہ۔ اس نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تو لوٹ جا اور آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کر۔ مستدرک حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۷۹۳- جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام حضور ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے آپ ﷺ سے جہاد اور اسلام پر بیعت کی اس دوران اس کا مالک آگیا۔ اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ یہ مملوک (غلام) ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس غلام کو اس مالک سے دو غلاموں کے عوض خرید لیا۔ پھر اس کے بعد اگر کوئی غیر معروف شخص آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو آپ ﷺ اس سے پوچھتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔ پس اگر وہ کہتا کہ میں آزاد ہوں تو آپ ﷺ اس سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے اور اگر وہ کہتا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ اس سے اسلام پر بیعت لیتے جہاد پر بیعت نہ لیتے۔ (نسائی)۔

۳۷۹۴- عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے

ص: أَحَىٰ وَالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ! رواه البخاری (۴۶۱:۱)۔

۳۷۹۵- و فی حدیث ابی سعید عند ابی داود و صححه ابن حبان: ﴿اَرْجِعْ سَمْتَازِنَهُمَا، فَإِنْ أَذْنَا لَكَ فَجَاهِدْ أَلَا فَبِرَّهُمَا﴾ (فتح الباری ۶: ۹۸)۔

۳۷۹۶- عن عبد الله بن عمرو ايضا: جاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ قَالَ: "الصَّلَاةُ" قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: "الْجِهَادُ" قَالَ: فَإِنَّ لِي وَالِدَيْنِ، فَقَالَ: "أَمْرُكَ بِالَّذِي خَيْرٌ، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَأَجَاهِدَنَّ، وَلَا تَرُكْنَهُمَا، قَالَ: "فَأَنْتَ أَعْلَمُ"۔  
 حرجه ابن حبان و سكت عنه الحافظ في الفتح (۶: ۹۸) فهو حسن او صحيح۔

فرمایا کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر انہی میں جہاد کر (یعنی ان کی خدمت کر)۔ (بخاری)۔  
 ۳۷۹۵۔ ابوداؤد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور ان سے (والدین سے) اجازت طلب کر۔ اگر وہ تجھے اجازت دیدیں تو تو جہاد کر ورنہ ان کی خدمت کر۔ اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ (ابوداؤد۔ باب رجل غزو وادواہ کارحان)۔

۳۷۹۶۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نماز۔ اس نے کہا پھر؟ (یعنی نماز کے بعد کون سا عمل سب سے افضل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد۔ اس نے کہا کہ میرے والدین (بھی) ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں ضرور جہاد کروں گا اور ان کو یعنی والدین کو ضرور چھوڑ دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو جان تیرا کام جانے۔ اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس پر سکت فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور کوئی بھی آزاد شخص والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جاسکتا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ والدین یا کسی ایک کی اجازت کے بغیر جہاد کرنا حرام ہے۔ کیونکہ والدین کی خدمت فرض عین ہے جبکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور یہی حال بیوی کا ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جاسکتی۔ ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر اور بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر جاسکتے ہیں۔ اور داد اور دادی بھی والدین کے حکم میں ہیں کہ ان سے اجازت لینا بھی ضروری ہے۔



۳۷۹۷- عن عمران و عن الحكم بن عمرو الغفاری مرفوعاً: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي نَجْمِيَّةِ الْخَالِقِ" رواه الامام احمد في "مسنده" والحاكم في "مستدرکه" و اسناده حسن، (العزیزی ۴۳۸:۳)۔

### بَاب جواز الجعل عند الضرورة

۳۷۹۸- حدثنا حفص بن غياث عن عاصم عن ابی مجلز قال: كان عمرُ يُغزى الغزب ويأخذ فرس المُقيم فيعطيه المُسافر، رواه ابن ابی شبيبہ في "مسنده" (زيلعي ۱۱۳:۲)۔ قلت: رجاله كلهم ثقات الا انه منقطع فان ابا مجلز لم يسمع من عمر ولا تقطاع لا يضرنا۔

۳۷۹۹- اخبرنا محمد بن عمر الواقدي ثنا قيس بن الربيع عن عاصم الاحول عن ابی عثمان النهدي عن عمر بن الخطاب: "انه كان يُغزى الأعراب عن ذی الحلیلة ويُغزى

۳۷۹۷- عمران اور حکم بن عمرو غفاری سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (مسند احمد - مستدرک حاکم)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر جہاد فرض میں ہو جائے تو پھر والدین یا آقا یا خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ جہاد کرنے سے روکیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے بلکہ جہاد کیا جائے۔

### باب - ضرورت کے وقت جنگ کرنے والے کا اجرت لینا جائز ہے

۳۷۹۸- ابو بکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنوارے کو جہاد پر بھیجا کرتے تھے اور جنگ میں پیچھے رہ جانے والے کا گھوڑا لے کر جنگ میں جانے والے کو دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور انقطاع مضر نہیں۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ مجاہد کا مالی تعاون کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ ضرورت پر محمول ہے جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۷۹۹- ابو عثمان نھدی سے مروی ہے کہ حضرت عمر شہداء کی بہ نسبت کنوارے کو جہاد پر بھیجتے اور بے گھوڑے والے کی بہ نسبت گھوڑے والے کو جہاد پر بھیجتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)۔ میں کہتا ہوں کہ واقعی احکام میں تو مختلف فیہ ہے، لیکن مغازی اور سیر میں

الْفَارِسَ عَنِ الْقَاعِدَةِ۔ رواہ ابن سعد فی "الطبقات" (زیلعی ۱۱۳:۲) قلت: الواقدی مختلف فی الاحتجاج بہ فی الاحکام، واما فی المغازی والسير فهو حجة۔ و قیس هذا حسن الحديث كما مر غیر مرة فالحديث حسن۔

۳۸۰۰۔ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ ﷺ قَالَ: "لِلْعَازِيْ اَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهُ وَاجْرُ الْعَازِيْ"۔ رواہ ابو داود و سکت عنه هو والمنذرى، (عون المعبود ۲: ۳۲۳)۔

۳۸۰۱۔ عن ابن سيرين عن ابن عمر قال: "يُمْنُ الْقَاعِدِ الْعَازِي بِمَا شَاءَ، فَأَمَّا إِنَّهُ يَبِيعُ غَزْوَهُ فَلَا"، ومن وجه آخر عن ابن سيرين سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْجَعَائِلِ فَكَبَّرَ هُوَ قَالَ: حجت ہے اور قیس بھی حسن الحديث ہے پس حدیث حسن ہے۔

۳۸۰۰۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کرنے والے کے لئے ایک (اپنا ذاتی) اجر ہے۔ اور جامل (کسی دوسرے کی امداد کرنے والے) کیلئے (دو اجر ہیں) ایک مال دینے کا اجر اور دوسرے غازی کے جہاد کا اجر (کہ وہ اس کے جہاد کا سبب بنا)۔ (ابوداؤد باب الرخصة فی اخذ الجعائل)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی جو شخص اپنے مال سے مجاہد کی مدد کرتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ ایک راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کا اور دوسرے اپنے مال کے ذریعے مجاہد تیار کرنے کا اور جہاد کرنے کا۔

فائدہ: جامل وہ آدمی ہے کہ جو کسی شخص کو مال دیتا ہے تاکہ وہ جہاد کرے، یہ ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اس طرح مال دینے والے کی مدح فرمائی ہے اور ترغیب دی ہے۔ لیکن یہ جواز ضرورت کے ساتھ مقید ہے مثلاً مجاہد متنگ دست ہو اور اپنے گھر والوں کے خرچ کا محتاج ہو اور اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ جہاد کے لئے نکل گیا تو خرچ نہ ہونے کی بنا پر اس کے گھر والے تباہ ہو جائیں گے، تو اس صورت میں اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ میں تجھے تیرا زور دار بھی دیتا ہوں اور تیرے گھر والوں کا خرچہ بھی دیتا ہوں۔ اور تو جہاد کر تو اس صورت میں خرچہ دینا اور لینا جائز ہے۔ یا کوئی شخص ایسی نداء لگائے کہ جو جہاد کے لئے جائے گا میں اسے اتنا مال دوں گا تو جو شخص محتاج اور ضرورت مند ہو وہ اپنے زور دار اور گھر والوں کے نفقہ کیلئے لے لے تو خرچ نہیں لیکن جو خود مال دار ہو وہ نہ لے کیونکہ یہ اجرت کے مشابہ ہے۔ اور جہاد پر اجرت لینا حرام ہے کیونکہ جہاد اللہ کا حق ہے۔ الغرض اجرت لینا صرف حاجت کی بنا پر ہو۔ طبع و لالچ کی بنا پر نہ ہو۔ لینے والے کی نظر جہاد پر اولا ہو اور مال پر ثانی تو درست ہے اور اگر لینے والے کی نظر مال پر اولا ہو اور جہاد پر ثانی تو یہ اجرت لینا حرام ہے۔

۳۸۰۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (کسی عذر کی وجہ سے) جہاد سے پیچھے رہ جانے والا جہاد کرنے والے کی جس چیز کے ساتھ چاہے مدد کرے۔ البتہ جو شخص اپنے جہاد کو بیچتا ہو تو اس کی مدد نہ کرے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جہاد پر اجرت کے

”أَرَى الْغَزَايَ يَبِيعُ غَزْوَهُ، وَالْجَاعِلُ يَفْرُ مِنْ غَزْوِهِ“۔ رواه عبد الرزاق قاله الحافظ في ”الفتح“ (۸۷:۶)۔ وهو حسن او صحيح على قاعدته۔

۳۸۰۲۔ عن سحنون عن الوليد اخبرني ابوبكر عن عبدالله ابن ابی مريم عن عطية ابن قيس الكلاني، قال: ”خَرَجَ عَلَى النَّاسِ بُعْثٌ فِي زَمَنِ عُمَرَيْنِ الْخَطَّابِ، غَرِمَ فِيهِ الْقَاعِدَةُ مِائَةَ دِينَارٍ“۔ ”المدونة“ لمالك (۴۰۵:۱)۔ قلت: وهذا سند حسن وابوبكر احسبه ابن عباس۔

## کيفية القتال

### باب الدعوة قبل القتال

۳۸۰۳۔ حدثنا سفيان الثوري عن ابن ابی نجيع عن ابيه عن ابن عباس قال: ”مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ فَرَمَا حَتَّى دَعَاهُمْ“۔ رواه عبد الرزاق في ”مصنفه“، وكذلك رواه الحاكم في ”المستدرک“ في كتاب الايمان و قال: حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه

بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے (اجرت کو) مکروہ جانا۔ اور فرمایا کہ میرے خیال میں (اس طرح) (نام نہاد) مجاہد اپنا جہاد بیچتا ہے اور اجرت دینے والا جہاد سے فرار اختیار کرتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق)۔ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس میں جہاد پر اجرت لینے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب جہاد کو بیچا جا رہا ہو مثلاً جیسا کہ ابو داؤد باب فی الجہاد فی الغزو میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص ایسا بھی ہوگا جو جہاد میں بغیر کسی اجرت کے جانا پسند نہ کرے گا اور یہ آواز لگائے گا کہ کون ہے جو مجھے اپنی جگہ جہاد میں بھیجتا ہے۔ کون ہے جس کے بدلہ میں میں جہاد میں شرکت کروں۔ تو جان لو! یہ شخص مجاہد نہیں بلکہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک صرف مزدور ہے۔ ہاں اگر محض اعانت اور استعانت کے طور پر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں واضح ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۸۰۴۔ عطیہ بن قیس کلابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک لشکر لوگوں کے پاس سے گزرا تو اس میں بیٹھے والوں نے (فی کس) سودینار کا تعاون کیا۔ (مدونہ لما لک)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

### باب۔ جنگ سے قبل دین کی دعوت دینا

۳۸۰۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی قوم سے قتال نہیں کیا یہاں تک کہ اسے (دین کی) دعوت نہ دیدی ہو۔ (مصنف عبد الرزاق۔ مستدرک حاکم)۔ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔

(زیلعی ۲: ۱۱۳)۔ وَاخْرَجَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُو يَعْلَى وَ الطَّبْرَانِي وَ رَجَالَهُ الصَّحِيحُ كَذَا فِي  
"النَّبِيل" (۱۳۳: ۷ و ۱۳۴)۔

۳۸۰۴ - اخبرنا عمر بن ذر عن يحيى بن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة عن علي:  
"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَه حِينَ بَعَثَهُ ﷺ لَا تَقَابِلُ قَوْمًا حَتَّى تَدْعُوهُمْ"۔ رواه عبد الرزاق في "مصنفه"  
(زیلعی ۲: ۱۳۳)۔ وَ رَجَالَهُ ثِقَاتٌ لَكِنَّهُ مُنْقَطِعٌ فَانْ يَحْيَى لَمْ يَسْمَعْ عَلِيًّا۔

۳۸۰۵ - عن فروة بن مسيك قال: "قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَقَاتِلُ بِمُتَقَبِلِ قَوْمِي مُذْبِرَهُمْ؟"  
قَالَ: نَعَمْ! فَلَمَّا وَ أَلِيْتُ دَعَانِي فَقَالَ: لَا تَقَاتِلُهُمْ حَتَّى تَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ" رواه احمد و اخرجه  
ابوداود و الترمذی و حسنه، (نیل الاوطار ۷: ۱۳۵)۔

۳۸۰۶ - عن ابن عوف قال: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنِ الدِّعَاءِ قَبْلَ الْقِتَالِ، فَكَتَبَ  
إِلَيَّ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَقَدْ أَغَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ  
شَاوُونَ، وَأَنْعَمَ لَهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَتَقَاتَلَتْهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوزَيْيَّةٌ  
ابْنَةُ الْخَارِثِ حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، كَذَا فِي  
"النَّبِيل" (۱۳۵: ۷)۔

۳۸۰۳ - حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے (جہاد پر) بھیجے وقت فرمایا کہ کسی قوم کو (دین کی) دعوت دینے  
سے قبل ان سے قتال نہ کرنا۔ (مصنف عبد الرزاق)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۸۰۵ - فروہ بن مسیکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنے لشکر کے آگے بڑھنے والے حصے  
کے ذریعے دشمن کے پیچھے ہجیرنے والوں سے قتال کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ لیکن جب میں واپس مڑا تو فرمایا، ان سے قتال نہ کر  
یہاں تک کہ تو ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لے۔ (مسند احمد)۔

۳۸۰۶ - ابن عوفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نافع کو خط لکھا اور قتال سے قبل دین کی دعوت دینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں  
نے مجھے (جواب میں) لکھا کہ قتال سے قبل دین کی دعوت دینا ابتدائے اسلام میں تھا۔ حضور ﷺ نے بنو المصطلق پر حملہ کیا تو وہ بالکل غافل  
تھے۔ ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ آپ ﷺ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، بچوں کو قید کر لیا۔ حارث کی بیٹی  
جویریہؒ بھی اس دن آپ ﷺ کے ہاتھ لگی تھی۔ (نافع نے یہ بھی لکھا کہ) یہ حدیث مجھ سے عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کی، وہ خود بھی اس لشکر



## باب ما یفعل بالعدو بعد الدعوة والنہی عن الغلول والغدر والمثلۃ وقتل النساء والصبیان والشیوخ الفانیۃ ونحوہم

۳۸۰۷- عن سلیمان بن بريدة عن ابيه قال: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: أَعْرَؤُوا بِسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ أَعْرَؤُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْتَلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ، فَأَيُّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكَفَّ عَنْهُمْ أَدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكَفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَتَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ

میں تھے۔ (بخاری باب من ملک من العرب رقیقانی کتاب العتق و مسلم)۔

**فائدہ:** پہلی تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قتال سے قبل کفار کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے بشرطیکہ اس سے قبل دین کی دعوت ان تک نہ پہنچی ہو۔ ہاں اگر ان تک دین کی دعوت پہلے سے پہنچ چکی ہو تو پھر دوبارہ ان کو دعوت دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ نے بنو المصطلق کو قتال سے قبل دین کی دعوت نہ دی تھی۔ ہاں اگر کفار مسلمانوں پر حملہ کریں تو پھر انہیں دین کی دعوت نہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

**باب۔ دعوت کے بعد دشمن سے کیا کیا جائے، اور غلول، عہد شکنی، مثلہ اور عورتوں،**

**بچوں، بوڑھوں کو قتل کرنے سے ممانعت کا بیان**

**فائدہ:** مال غنیمت میں سے کچھ چرانے کو غلول کہتے ہیں۔ اور ہاتھ پاؤں، ناک وغیرہ کو کاٹنا مثلہ کہلاتا ہے۔

**فائدہ:** اصول یہ ہے کہ ہر اس شخص کو قتل کیا جائے جو جنگ کرے یا جنگ میں رائے دے یا اس سے کسی قسم کے ضرر کا خطرہ ہو خواہ وہ نہایت بوڑھا ہو یا عورت ہو یا نابالغ بچہ ہو یا راہب ہو لیکن اگر یہ مذکورہ بالا لوگ نہ خود جنگ کریں نہ ہی جنگی رائے دیں اور نہ ہی کسی اور قسم کا نقصان کا ان سے اندیشہ ہو تو ان کو قتل نہ کیا جائے۔

۳۸۰۸- حضرت بريدة فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی شخص کو لشکر وغیرہ کا امیر مقرر کرتے تو اسے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے اور اس کو حاکم بناتے والے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتے اور فرماتے! اللہ کے نام سے اس کے راستے میں جہاد

يَكُونُونَ كَأَغْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمُ الَّذِي يُجْرَى عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي نَفْسٍ وَالْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلَّهِمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ أَجَابُوكَ قَاقِلْ بَيْنَهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِينَ بِاللَّهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ“۔ الحديث رواه احمد و مسلم و ابن ماجة و الترمذی و صححه (نیل الاوطار ۷: ۱۳۳)۔

۳۸۰۸۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا قَالَ: "إِنْ طَلَقُوا بِسْمِ اللَّهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا قَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغْلُوا وَضُمُوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا، وَأَخْسِنُوا، إِنَّ اللَّهَ

کرو۔ ان لوگوں کے ساتھ جہاد کرو جو اللہ کے منکر ہیں۔ مال غنیمت میں چوری نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو، پھر جب تمہارا کفار کے ساتھ آسا سنا مانا ہو تو انہیں تین چیزوں کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ ان میں سے کسی ایک بات پر بھی راضی ہو جائیں تو تم بھی سے قبول کرلو۔ اور ان سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ (پہلے) انہیں اسلام کی دعوت دو۔ پس اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو، پھر انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ اپنے علاقے سے مہاجرین کے علاقہ کی طرف ہجرت کریں اور انہیں یہ بھی بتادو کہ اگر وہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے لئے بھی وہی کچھ ہوگا جو مہاجرین کیلئے ہے۔ (یعنی مال غنیمت وغیرہ سے) اور ان پر بھی وہی کچھ ہوگا جو مہاجرین پر ہے (یعنی دین کی نصرت و تائید)۔ لیکن اگر وہ ہجرت سے انکار کر دیں تو پھر وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہونگے اور ان پر وہی احکام لاگو ہونگے جو ان مسلمانوں پر لاگو ہوتے ہیں یعنی غنیمت اور فئی میں سے انہیں حصہ نہ ملے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ پھر اگر وہ اس سے بھی انکار کر دیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس سے بھی انکار کر دیں تو پھر تم اللہ سے مدد مانگتے ہوئے ان سے جنگ کرو۔ (الحديث) (مسند احمد، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** یعنی اسلام کی دعوت دینے کے بعد جزیہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ اسے پر راضی ہو جائیں تو پھر ان سے جنگ نہ کی جائے۔ لیکن مرتدین اور عرب کے مشرکین کو جزیہ کی دعوت دینا درست نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَقَاتِلُوا نَهْمُ أَوْ يَسْلَمُونَ﴾ یعنی ان سے جنگ کرو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔

**فائدہ:** جو مسلمان دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کرے اس کے لئے مال فئی میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ ۳۸۰۸۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے کہ اللہ کے نام سے چلو۔ انتہائی بوڑھے کو چھوٹے بچے کو اور عورت کو قتل نہ کرو۔ نہ مال غنیمت میں سے چوری کرو اور اپنے غنیمت کے مال کو جمع کرو۔ (اپنی) اصلاح کرو اور (دوسروں سے) بھلائی کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

يُجِبُّ الْمُحْسِنِينَ“ اخرجه ابوداود (جمع الفوائد ۸:۲)۔

۳۸۰۹ - عن سمرة رفعه: "اَقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ، وَاسْتَبْقُوا شَرَحَهُمْ يَعْنِي مَنْ لَمْ يَنْبُتْ مِنْهُمْ" اخرجه الترمذی و ابوداود، کذا فی "جمع الفوائد" (۸:۲)۔

### باب نصب المنجنيق على الكفار

۳۸۱۰ - عن مكحول "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَصَبَ الْمُنْجَنِيقَ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ" اخرجه ابوداود فی "المراسيل"، ورجاله ثقات، ووصله العقيلي باسناد ضعيف عن علي بن ابي طلح (المرام ۱۵:۱۲)، قلت: والمرسل اذا اورد بسند آخر موصولا ولو ضعيفا فهو حجة عند الكل كما ذكرناه في المقدمة۔

### باب تحريق اشجار دار الحرب وقطعها عند الحاجة

۳۸۱۱ - عن ابن عمر قال: "حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهْيَ الْبُوَيْرَةِ"

۳۸۰۹ - حضرت سمرہ سے مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) مشرکین کے بڑوں کو قتل کرو اور ان کے ان چھوٹوں کو باقی رہنے دو جن کے زیر ناف بال نہ اگے ہوں۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

فائدہ: سمرہ کی حدیث میں شیوخ سے مراد جنگ کرنے والے یا جنگ میں رائے دینے والے بوڑھے ہیں۔ ان کو قتل کیا جائے لیکن جو بہت بوڑھا ہو اور مسلمانوں کے لئے بے ضرر ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے جیسا کہ اس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

### باب - کفار پر توپ کا استعمال

۳۸۱۰ - مکحول سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے طائف والوں کے خلاف منجنيق نصب کی۔ (مراسیل ابوداؤد)۔

فائدہ: منجنيق کی مثال آج کل کے زمانے میں توپ ہے۔ توپ وغیرہ کے ذریعے بارود کا استعمال اسی صورت میں جائز ہے جب اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہو۔

### باب - ضرورت کے وقت دار الحرب کے درختوں کو کاٹنا اور آگ لگانا

۳۸۱۱ - ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلوا دیا اور ان کو کٹوا دیا۔ یہ درخت مقام بویرة

میں تھے۔ (بخاری باب حدیث بنی النضیر)۔

رواہ البخاری (۵۱۵:۲)۔

۳۸۱۲- عن یحییٰ بن سعید "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بَعَثَ جُيُوشًا إِلَى الشَّامِ، فَخَرَجَ يَمْشِي مَعَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ وَكَانَ أَمِيرَ رُحِمٍ مِنْ تِلْكَ الْأَزْبَاعِ، فَرَعَمُوا أَنْ يَزِيدَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: إِنَّمَا أَنْ تَرَكَبَ وَإِنَّمَا أَنْ أَنْزَلَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا أَنْتَ بِنَازِلٍ وَمَا أَنَا بِرَاكِبٍ، إِنِّي اخْتَسَبْتُ خَطَايَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ: إِنَّكَ سَتَجِدُ قَوْمًا رَعَمُوا أَنْفُسَهُمْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ لِلَّهِ فَذَرَهُمْ وَمَا رَعَمُوا أَنْفُسَهُمْ حَبَسُوا لَهُ، وَسَتَجِدُ قَوْمًا فَحَسُوا عَنْ أَوْسَاطِ رُؤُسِهِمْ مِنَ الشَّعْرِ فَاضْرِبْ مَا فَحَسُوا عَنْهُ بِالسَّيْفِ، وَإِنِّي مُؤَصِّنُكَ بِعَشْرِ: لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعْ شَجَرًا مُشْبِرًا، وَلَا تَخْرِبَنَّ عَابِرًا وَلَا تَغْرِقَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِأَكْلِهِ، وَلَا تُحْرِقَنَّ نَخْلًا وَلَا تَغْرِقَنَّ، وَلَا تَغْلُلَ وَلَا تَجْنُبَنَّ" رواه مالك في "الموطأ" (ص ۱۶۷)۔ قال في "النيل" (۱۴۹:۷): منقطع لان يحيى بن سعيد لم يدرك زمن ابي بكر اهـ۔ قلت: ولكن مقاطيع "الموطأ" وبلاغاته وجدت مسندة من غير طريق مالك، فهي حجة، كما ذكرناه في المقدمة۔

**فائدہ:** درختوں کو جلانا اور کٹنا حاجت کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی وہ اس کے بغیر مغلوب نہ ہوں تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ بغیر ضرورت کے جلانا اتنا فساد مال ہے جس سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے اور اس عقید کا ثبوت اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۸۱۲۔ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے لشکر شام کی طرف بھیجے تو خود بھی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ پیدل چلے۔ اور وہ (یزید) ایک چوتھائی لشکر کے امیر تھے۔ یزید نے ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی اترتا ہوں۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ نہ اتر اور نہ ہی میں سوار ہوں گا۔ میں ان قدموں کو خدا کی راہ میں ثواب سمجھتا ہوں۔ پھر ابو بکرؓ نے یزید سے فرمایا کہ تم باقیہا ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں کو اللہ کے واسطے روک رکھا ہے۔ (اس سے مراد راہب ہیں جو کسی گیسے ملاقات نہیں کرتے) سو تم ان کو ان کے کام میں چھوڑ دو (یعنی انہیں قتل نہ کرو کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتے) اور تم کچھ لوگ ایسے بھی پاؤ گے جنہوں نے اپنے سروں کو کوچ میں سے منڈا لیا ہوا ہوگا (یہ مجوس کی عادت تھی افسوس کہ بعض مسلمان بھی آج کل یہ عمل کرتے ہیں) تو تم ان کے سر پر تلوار مارو، میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ عورت کو، بچہ کو اور بہت بوڑھے کو ہرگز مت قتل کرنا۔ پھل دار درخت کو ہرگز نہ کاٹنا۔ کسی ہستی کو ہرگز مت اجاڑنا۔ اور کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں ہرگز مت کاٹنا، مگر کھانے کے واسطے۔ کسی سمجھور کے درخت کو ہرگز مت جلانا اور نہ ہی اسے ڈبوانا۔ غنیمت کے مال میں چوری مت کرنا اور بزدلی مت دکھانا۔ (موطا مالک باب النہی عن قتل النساء)



## باب النهی عن السفر بالقرآن اذا خيف عليه

۳۸۱۳- حدثنا ابو الربيع العتكي و ابو كامل، قالا: ناحماد عن ايوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا تُسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ، فَإِنِّي لَا أَمْنُ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ" رواه مسلم في "صحيحه (۱: ۱۳۱)- قلت: ورواه الامام احمد بلفظ: "نهي - النبي ﷺ - ان يسافر بالمصحف الى ارض العدو"، كما في "فتح الباري" (۶: ۹۳)- واخرجه البخاري بلفظ: "نهي ان يسافر بالقرآن الى ارض العدو".

## باب جواز المبارزة اذا علم انه ينكي فيهم

۳۸۱۴- عن اسلم ابى عمران "قال: كُنَّا بِالْقُسْطَنْطِينَةِ، فَخَرَجَ صَفٌّ عَظِيمٌ مِنَ الرُّومِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صَفِّ الرُّومِ، حَتَّى دَخَلَ فِيهِمْ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا، فَصَاحَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ! أَلْفَى بِيَدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَأُولُونَ هَذِهِ النَّيَّةَ عَلَى

## باب - قرآن مجید کو (دار الحرب میں) لے جانا منع ہے جب یہ ڈر ہو کہ قرآن ان کے ہاتھ لگ جائے گا

۳۸۱۳- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (جنگ کے) سفر میں قرآن مت لے جاؤ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ (مسلم باب انھی ان یسافر بالمصحف الخ) اور مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے دار الحرب کی طرف قرآن لے جانے سے منع فرمایا۔ اور بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید دار الحرب کی طرف لے جانے سے منع فرمایا۔  
**فائدہ:** امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اس بات کا خوف ہو کہ یہ قرآن دشمن کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ اور اگر یہ خوف نہ ہو تو پھر لے جانا منع نہیں

## باب - (جنگ کی پوزیشن میں نہ ہونے کے باوجود) کسی ایک مجاہد کا دشمن پر حملہ کرنا جائز ہے

### بشرطیکہ وہ یہ جانتا ہو کہ یہ طریقہ ان پر زیادہ اثر انداز ہوگا

۳۸۱۴- عمران کے والد اسلم فرماتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے تو روم کا ایک بڑا لشکر مقابلے کیلئے نکلا تو مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے روم کے لشکر پر حملہ کر دیا حتیٰ کہ ان میں داخل ہو گیا اور پھر وہ کامیاب واپس لوٹا تو لوگ چیخ اٹھے کہ سبحان اللہ! اس نے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ اس پر ابو ایوب انصاریؓ بولے کہ اے لوگو! تم اس آیت ﴿وَلَا تَقْتُلُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ کی یہ



هَذَا التَّوْبِيلِ، وَإِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْتَمِرَ الْأَنْصَارِ، إِنَّا لَمَّا أَعَزَّ اللَّهُ دِينَهُ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ قُلْنَا بَيْنَنَا سِرًّا: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ، فَلَوْ أَنَّا أَقْفَمْنَا فِيهَا وَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ فَكَانَتْ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ الَّتِي أَرَدْنَاهَا۔ رواه مسلم والنسائي وابوداود والترمذی والحاكم وابن حبان (فتح الباری ۱۳۸:۸)۔

### باب جہاد النساء عند الضرورة

۳۸۱۵- عن انس رضی اللہ عنہ "أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ اتَّخَذَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ خَنْجَرًا، فَكَانَ مَعَهَا فَرَأَاهَا أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ مَعَهَا خَنْجَرٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا هَذَا الْخَنْجَرُ؟ قَالَتْ: إِنِّي أَخَذْتُهُ إِذَا دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضْحَكُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَقْتُلُ مَنْ بَعَدَنَا مِنَ الطُّلَقَاءِ إِنْهَزْ مُوَابِكُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ كَفَى وَأَحْسَنَ، رواه مسلم (۱۱۶:۲)۔

تادل کرتے ہو۔ حالانکہ یہ آیت ہم انصار قوم کے بارے میں نازل ہوئی تھی (یعنی ہم اس کا مطلب بہتر جانتے ہیں اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ) جب اللہ نے دین اسلام کو عزت و عطا فرمائی اور اس کے حامی کثیر تعداد میں ہو گئے تو ہم نے آپس میں خفیہ طور پر یہ کہا کہ ہمارے مال (اونٹ اور باغات) ضائع ہو چکے ہیں۔ اگر ہم اپنے مالوں میں رہتے اور اس کی دیکھ بھال کرتے تو اس میں سے کچھ ضائع نہ ہوتا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تو بلا کہ اس اقامت میں ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)۔

فائدہ: اگر فرض شجاعت کی بنا پر یا اس گمان پر کہ وہ اس طرح دشمنوں کو مرعوب کر سکتا ہے یا مسلمانوں کو ان پر جرات دلانے کیلئے ایسا کرے تو جائز ہے اور اگر محض لاپرواہی کی بنا پر ہو اور خاص کر جبکہ اس کی شکست سے مسلمانوں میں بزدلی پھیل جانے کا اندیشہ ہو تو ممنوع ہے۔

### باب ضرورت کے وقت عورتوں کا جہاد کرنا

۳۸۱۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ان کی ماں) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حنین کے دن ایک خنجر لیا وہ ان کے پاس تھا کہ ابو طلحہ نے انہیں دیکھ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں اور ان کی پاس ایک خنجر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، یہ خنجر کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ خنجر اس لئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گی۔ یہ سن کر حضور ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ ان لوگوں کو قتل کر دیں جو ہمارے بعد چھوئے ہیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے شکست کھائی ہے۔ (یعنی وہ

### باب من لا يجوز قتله في الجهاد

۳۸۱۶- عن رباح بن الربيع التميمي قال: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ فَرَأَى امْرَأَةً مَقْتُولَةً، فَقَالَ: "مَا كَانَتْ هَذِهِ لِقِتَالٍ"۔ رواه ابوداود والنسائي وابن حبان في صحيحه ومفهومه انها لو قاتلت لقتلت (فتح الباری ۱۰۳:۶)۔

۳۸۱۷- عن المرقع بن صفي عن حنظلة الكاتب قال: "غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَرَرْنَا عَلَى امْرَأَةٍ مَقْتُولَةٍ فَقَالَ: "مَا كَانَتْ هَذِهِ لِقِتَالٍ؟ أَذَرْتُ خَالِدًا فَقُلْ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ لَا تَقْتُلَ ذُرِيَّةً وَلَا عَسِيفًا"، رواه احمد والنسائي وابن ماجه والطحاوي وابن حبان والباوردي وابن قانع والطبراني وسعيد بن منصور ورواه احمد وابوداود والنسائي وابن ماجه والطحاوي والبعوي وابن حبان والحاكم عن المرقع بن صفي بن رباح، عن جده رباح

دل سے مسلمان نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ کے رعب سے مسلمان ہوئے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! بے شک اللہ تعالیٰ (کافروں کے شر کو) کفایت کرگیا اور اس نے (ہم پر) احسان فرمایا۔ (مسلم باب غزوۃ النساء)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرح قتل نہیں کرنا چاہیے اور اس پر دلیل آپ ﷺ کا متعجب ہو کر سوال کرنا ہے۔ لیکن ام سلیم کے جواب پر آپ ﷺ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کے لئے مدافعت جہاد کا ضرورت و مجبوری کے وقت جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ بوڑھی عورتیں کھانے پکانے، پانی پلانے اور مرہم پٹی کے لئے جہادی لشکر کے ساتھ جاسکتی ہیں لیکن نوجوان عورتیں نہ جائیں کیونکہ ان کے جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

### باب۔ جہاد میں جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے

۳۸۱۶- رباح بن ربيع تمیمی فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو مجتمع صورت میں دیکھا پھر آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ اسے کیوں قتل کیا ہے یہ تو لڑتی نہ تھی۔ (ابوداود، نسائی، صحیح ابن حبان)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لڑائی کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ (فتح الباری)۔

۳۸۱۷- حنظلہ کا جب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کیا تو ہم ایک قتل کی ہوئی عورت کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو نہ لڑتی تھی (تو پھر تم نے اسے کیوں قتل کیا؟) خالد (بن ولید) سے ملو اور اس سے کہو کہ بچوں عورتوں، اور مزدوروں کو مت مارو۔ (مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ)۔

بن الربیع اخی حنظلۃ الكاتب، قال ابن حجر فی اطرافہ: وهو المحفوظ، وادعی ابن حبان ان طریقین محفوظان (کنز العمال ۲: ۲۷۰)۔

۳۸۱۸- عن عکرمۃ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى امْرَأَةً مَّقْتُولَةً بِالطَّائِفِ، فَقَالَ: "أَلَمْ أَنَّهُ عَنْ قَتْلِ نِسَاءٍ مَنْ صَاحِبُهَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَدْتُ أَنْ تَصْرَعْنِي فَتَقْتُلَنِي، فَتَقْتُلُهَا فَأَمَرَبِهَا أَنْ تُوَارَى" أخرجه ابوداود فی "المراسیل" (فتح الباری ۶: ۱۰۳)۔

۳۸۱۹- عن الصعب بن جثامۃ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيِّتُونَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ، ثُمَّ قَالَ: هُمْ مِنْهُمْ"، رواه الجماعة الا النسائی، کذا فی "النیل" (۷: ۱۴۶)، ورواه الطبرانی فی الکبیر بلفظ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطْفَالُ الْمُشْرِكِينَ نُصِيبُهُمْ فِي الْغَارَةِ بِاللَّيْلِ قَالَ: لَا تَعْمِدُوا ذَلِكَ وَلَا حَرَجَ، فَإِنْ أَوْلَا ذَهُمُ مِنْهُمْ، كَذَا فِي "کنز العمال" (۲: ۲۸۶)۔

۳۸۲۰- عن ابن عباس قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: ﴿أَخْرِجُوا بَنِيكُمْ

۳۸۱۸- عکرمہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے طائف میں ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ کیا میں نے (تمہیں) عورتوں کو قتل کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ اس کو قتل کرنے والا کون ہے؟ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں، میں نے اسے سواری پر بیچے بھایا تو اس نے مجھے بچھاؤنے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم فرمایا کہ اسے چھپا دیا جائے۔ (مراتیل ابوداؤد)۔

۳۸۱۹- صعّب بن جثامہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مشرکین کے جس قبیلے پر شب خون مارا جائے گا تو کیا ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔ اور طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! شب خون مارنے میں ہم مشرکین کے بچوں کو نشانہ بنادیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جان بوجھ کر بچوں کو نشانہ نہ بنانا اور اگر اتفاقاً ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی اولاد بھی ان میں سے ہے۔ (کنز العمال)

فائدہ: چونکہ رات کو حملہ کرتے وقت جبکہ وہ غفلت میں سوئے ہوئے ہوں ان میں تمیز کرنا مشکل ہے اس لئے اس صورت میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا گناہ نہیں۔

۳۸۲۰- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے لشکروں کو روانہ فرماتے تو یہ فرماتے کہ اللہ کے نام سے نکلو جو اللہ کا انکار

إِلَهُ تَعَالَى تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، لَا تَغْزِرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَمْثِلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَابِ ﴿۱﴾، رواه الامام احمد، و فی اسنادہ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ و هو ضعیف، وثقہ احمد، کذا فی "النیل" (۱۴۷:۷-۱۴۸)۔ قلت: وقال العجلی ایضا: حجازی ثقة۔ کما فی "التہذیب" (۱۰:۴۱)، والاختلاف لا یضر فالحدیث حسن۔

۳۸۲۱- عن خالد بن الفزr حدثنی انس بن مالک أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ﴿انْطَلَبُوا بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى بِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ، لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا قَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا انْرَاءً وَلَا تَغْلُوا وَضُمُوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾، رواه ابو داود (۳۵۹:۱)

قال الشوكاني: و فی اسنادہ خالد بن الفزr - بكسر الفاء و سکون الزای وبعدها راء مهملة - وليس بذاك، (نیل ۱۴۷:۷)۔ قلت: سكت عنه ابوداود، و فی "التقريب" (ص ۵۱): "مقبول"، و فی "التہذیب" (۱۱۲:۳)۔ وقال ابوحاتم: "شيخ" وذكره ابن حبان فی "الثقات" ۵۱، فالحدیث حسن۔

۳۸۲۲- عن علی قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى

کرے اس سے اللہ کی راہ میں قتال کرو۔ عہد شکنی مت کرو، مال غنیمت میں سے چوری نہ کرو۔ مثلاً نہ کرو، بچوں اور راہبوں کو قتل نہ کرو۔ (مسند احمد)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

۳۸۲۱- انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (جہادی لشکر سے) فرمایا اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی نصرت کے ساتھ اور رسول اللہ کے دین پر روانہ ہو جاؤ۔ (دیکھو!) بہت بڑھے آدمی کو قتل نہ کرنا نہ چھوٹے بچے کو، نہ عورت کو۔ تم غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا بلکہ غنیمت کے مال کو جمع کرنا اور اپنے احوال کی اصلاح کرنا اور دوسروں سے بھلائی کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے اور بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ (ابوداؤد)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: تمام احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں اور راہبوں کو قتل نہ کیا جائے لیکن اگر وہ خود جنگ کریں یا جنگی رائے دیں یا ان سے کسی اور قسم کے نقصان کا خطرہ ہو تو ان کو قتل کرنا درست ہے۔

۳۸۲۲- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مسلمانوں کے کسی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو انہیں یہ وصیت



مُشْرِكِينَ، قَالَ: ﴿إِنْ طَلَقُوا بِسْمِ اللَّهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - وَفِيهِ: لَا تَقْتُلُوا وَلَيْدًا طِفْلًا، وَلَا امْرَأَةً وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا وَلَا تَغُورَنَّ عَيْنَا وَلَا تَغْفِرَنَّ شَجْرًا يَمْنَعُكُمْ قِتَالًا أَوْ يُخْرِجُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، وَلَا تَمْلِكُوا بِأَدْبِي وَلَا بَهِيمَةٍ وَلَا تَعْدُوا وَلَا تَغْلُوا﴾ - رواه البيهقي وقال: اسنادہ ضعیف الا انه یقتوی بشواہد، (کنز العمال ۲: ۳۹۶)۔

۳۸۲۳- عن عطية القرظي قال: "عَرَضْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَكَانَ مَنْ نَبَتْ قُبُلَ، وَمَنْ لَمْ يَنْبُتْ خُلِي سَبِيلُهُ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يَنْبُتْ فَخُلِي سَبِيلِي"، رواه الترمذی (۱: ۱۹۲)، وقال "حسن صحيح"۔

۳۸۲۴- عن الواقدي عن ابن ابی الزناد عن ابيه قال: شَهِدْتُ ابْنُ حَذِيفَةَ يَدْرًا، وَدَعَا أَبَاهُ غُثَّةَ إِلَى الْبِرَازِ فَمَنَعَهُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، رواه الحاكم والبيهقي (التلخيص الحبير ۲: ۳۷) قلت: الواقدي فيه كلام والراجح عندنا توثيقه كما مر غير مرة۔

۳۸۲۵- عن مالك بن عمير قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي

فرماتے کہ اللہ کا نام لے کر چلو۔ پھر حضرت علیؑ نے مکمل حدیث بیان فرمائی جس میں تھا کہ چھوٹے بچے کو، عورت کو اور بہت زیادہ بوڑھے کو قتل نہ کرو۔ کسی کی آنکھ نہ نکالو اور کسی ایسے درخت کو مت کاٹو مگر وہ (بعض نسخوں میں "الاشجار" کے الفاظ ہیں اور یہی درست معلوم ہوتا ہے) جو تمہیں قتال سے روکے یا تمہارے اور مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہو۔ کسی آدمی اور کسی جانور کا مثلہ نہ کرو۔ عہد شکنی مت کرو اور نہ مالی خفمت سے چوری کرو۔ (بیہقی)۔

۳۸۲۳- عطیہ قرظی فرماتے ہیں کہ جنگ قرظہ کے دن ہمیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے نہ تھے اسے رہا کر دیا گیا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جن کے زیر ناف بال نہیں اگے تھے لہذا مجھے بھی رہا کر دیا گیا۔ (ترمذی باب النزول علی الحکم)۔

فائدہ: یاد رکھیے مدار قتل بلوغت نہیں بلکہ توقع نساد ہے لہذا جس کافر بچے سے بھی نساد کی توقع ہو اسے قتل کرنا درست ہے۔ جیسا کہ جہاد کیلئے اجازت کا مدار بلوغت نہیں بلکہ جہاد پر قدرت اور طاقت ہے۔

۳۸۲۴- ابوالزناد فرماتے ہیں کہ ابو حذیفہؓ عزدہ بدر میں شریک ہوئے اور اپنے باپ عبد کو مقابلے کے لئے لاکار تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ (حاکم اور بیہقی)۔

۳۸۲۵- مالک بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا دشمنوں سے آسنا سنا



لَقِيتُ الْعَدُوَّ وَلَقِيتُ أَبِي فِيهِمْ، فَسَمِعْتُ مِنْهُ لَكَ مَقَالََةً قَبِيحَةً فَطَعَنْتُهُ بِالرُّمَحِ فَقَتَلْتُهُ، فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنِّي لَقِيتُ أَبِي فَتَرَكْتُهُ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ يَلِيَهُ غَيْرِي، فَسَكَتَ عَنْهُ، رواه ابو داود وفي المراسيل (ص ۳۶) وعزاه في التلخيص (۲-۳۷) الى مراسيل ابى داود والبيهقى بلفظ "جاء رجل الى النبي ﷺ فقال: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَقِيتُ الْعَدُوَّ وَلَقِيتُ أَبِي فِيهِمْ فَسَمِعْتُ مِنْهُ مَقَالََةً قَبِيحَةً فَطَعَنْتُهُ بِالرُّمَحِ فَقَتَلْتُهُ فَلَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ ﷺ صَنِيعَهُ" اه وفي "الجواهر النقى" (۲: ۱۹۶): قال البيهقى: "مرسل جيد" اه-

### ابواب المواعدة ومن يجوز امانه

#### باب جواز المواعدة مع العدو اذا كان خيراً

۳۸۲۶- عن الجِسْورِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُمْ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنْ بَيْنَنَا غَيْبَةٌ مَكْفُوفَةٌ وَأَنْهُ لَا إِسْلَالٌ وَلَا إِغْلَالٌ،

ہوا اور ان میں میرے باپ سے بھی میرا سامنا ہوا اور میں نے اس کے منہ سے آپ ﷺ کے بارے میں بری بات سنی تو میں نے اسے نیزہ دے مارا اور اسے قتل کر دیا (یہ سن کر) حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے آدمی نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! (جنگ کے دوران) میرا اپنے باپ سے آنا سامنا ہوا لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا اور میں نے اس چیز کو پسند کیا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا اس کا کام تمام کرے تو آپ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔ (مراسیل ابو داؤد)۔ اور تلخیص الحبر میں یہ الفاظ مراسیل ابو داؤد اور بیہقی کی طرف منسوب ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا دشمن سے آنا سامنا ہوا اور ان میں میرے باپ سے بھی میرا سامنا ہوا اور میں نے اس کے منہ سے آپ ﷺ کے بارے میں برے الفاظ سنے تو میں نے اسے نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا تو حضور ﷺ نے اس کے اس کام پر انکار نہیں فرمایا۔

فائدہ: ان مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کیلئے اپنے کافر باپ کو جنگ کے دوران قتل کرنا جائز ہے لیکن حسن ادب کا مقتضا اور مستحب یہ ہے کہ بیٹا اپنے کافر باپ کو قتل نہ کرے۔

#### باب - دشمن سے صلح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کا بھلا ہو

۳۸۲۶- مسور بن مخرمہ اور مردان بن حکم سے مروی ہے کہ قریش نے دس سال تک لڑائی کو موقوف رکھنے پر صلح کی اور لوگ ان دس سالوں میں امن سے رہیں گے۔ ہمارے اور ان کے درمیان دل صاف ہوگا۔ نہ غارت گری ہوگی اور نہ ہی خفیہ طریقے سے چوری

ابوداؤد (۲۰:۲) وسکت عنه، واخرجه البخاری و مسلم ایضاً۔

### باب تحریم الغدر ولو شیئاً یسیراً

۳۸۲۷- عن سلیم بن عامر یقول: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ فِي بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى ذَابِيَةٍ أَوْ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ، وَفَاءٌ لَا عَدْرَ، وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبْسَةَ- فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ﴿مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحِلُّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدُّنَّهُ حَتَّى يَمُضِيَ إِلَيْهِ أَوْ يُنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ﴾ قَالَ: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ- رواه الترمذی (۱: ۱۹۱)، وقال: حسن صحيح۔

ترجمہ: (اور بعضوں نے لا اسلحہ ولا غلغلا کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نہ تواریں سوئی جائیں گی اور نہ ہی زہریں پہنی جائیں گی۔ الغرض مراد صلح معہوں سے ایک ہی ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔) (ابوداؤد باب فی صلح العدو)۔  
**فائدہ:** ہدایہ میں ہے کہ جہاد سے مقصود چونکہ دفع شر ہے لہذا صلح میں بھی یہ مقصود حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کا مفاد صلح ہی جہاد معوی ہے۔

### باب - عہد شکنی حرام ہے اگرچہ ہلکا پھلکا وعدہ ہو

۳۸۲۷- سلیم بن عامر فرماتے ہیں کہ معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا۔ اور معاویہؓ ان کے علاقے کی طرف ارادے سے پیش قدمی کرنے لگے کہ جیسے ہی صلح کی مدت پوری ہو ان پر حملہ کر دیں۔ اسی اثناء میں ایک سوار یا گھڑ سوار (راوی کو شک ہے) یہ کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر تم لوگوں کو عہد کا وفا کرنا ضروری ہے۔ عہد شکنی جائز نہیں ہے۔ دیکھا گیا تو وہ عمرو بن عبسہؓ تھے۔ چنانچہ معاویہؓ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو وہ نہ تو سے توڑے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے یا پھر اس عہد کو ان کی طرف پھینک دے (یعنی یہ اطلاع کر دے کہ صلح ختم ہو گئی ہے) تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان کے اور ہمارے درمیان صلح نہیں رہی۔ اس پر حضرت معاویہؓ لشکر واپس لے گئے۔ (ترمذی باب ما جاء فی العذر)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت کے اندر اپنی فوجیں بارڈر پر لے جانا تاکہ مدت ختم ہوتے ہی ہم اچانک ان پر حملہ کر دیں ناجائز ہے۔

## باب اذا تقضى العدو العهد فى مدة الصلح جاز القتال بغير النبد اليه

۳۸۲۸- عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَاتَ عِنْدَهَا فَيُنَبِّئُهَا، فَقَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ فِي مَتَوَضُّعِهِ: لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ! ثَلَاثًا نَصَرْتُ ثَلَاثًا، فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مَتَوَضُّعِكَ: لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ! ثَلَاثًا، نَصَرْتُ ثَلَاثًا، كَأَنَّكَ تَكَلِّمُ إِنْسَانًا، فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَالَ: هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي، وَيَزْعُمُ أَعَانَتَ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرِ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تَجْهَزَهُ وَلَا تُعَلِّمَ أَحَدًا ثُمَّ ذَكَرَتِ الْحَدِيثَ الطَّوِيلَ فِي خُرُوجِهِ ﷺ لِفَتْحِ مَكَّةَ. وَفِيهِ: ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ﴿اللَّهُمَّ اإِغْمِ عَلَيْهِمْ خَبْرَنَا حَتَّى نَأْخُذَهُمْ بَغْتَةً﴾ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي "مَعْجَمِهِ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ" (زَيْلَعِي ۱: ۱۲۰).

وذكره الحافظ في "الفتح" ببعض الفاظه فهو حسن او صحيح على قاعدته.

## باب۔ اگر دشمن مدت صلح میں عہد شکنی کرے تو پھر ان سے بغیر اطلاع کے قتال جائز ہے

۳۸۲۸۔ ام المومنین حضرت ميمونہ بنت الحارث سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس کی (ہاری کی) رات اس کے ہاں گزاری۔ پھر وہ نماز (تہجد) کیلئے وضو کرنے لگی تو وضو کے دوران میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ میں مدد کروں گا میں مدد کروں گا۔ یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔ پھر جب آپ ﷺ وضو کر کے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ میں مدد کروں گا میں مدد کروں گا۔ گویا کہ آپ ﷺ کسی انسان سے باتیں کر رہے ہوں۔ تو کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بنو کعب کا گروہ گزرنے والا تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ بنو کعب نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ (بنو کعب مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنو کعب قریش کے حلیف تھے اور یہ دونوں قبیلے صلح حدیبیہ میں شامل تھے لیکن بنو کعب نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنو کعب پر حملہ کر دیا)۔ پھر حضور ﷺ نکلے اور حضرت عائشہ کو حکم فرمایا کہ وہ جہاد کا سامان مہیا کرے اور (اسکی) کسی کو اطلاع بھی نہ کرے۔ پھر حضرت ميمونہ فتح مکہ کے لئے حضور کے نکلنے کے بارے میں ایک لمبی حدیث ذکر کرتی ہیں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! قریش پر ہماری خبر کو مخفی رکھ تا کہ ہم انہیں اچانک جا پکڑیں۔ (معجم کبیر و صغیر للطبرانی) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:** آپ ﷺ کا یہ دعا فرمانا کہ اے اللہ! ان پر ہماری خبر مخفی رہے، سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کو اپنے حملے کی اطلاع نہیں دی تھی کیونکہ اطلاع دینے کی صورت میں اس دعا کا کوئی مطلب نہیں رہتا۔ پس اگر عہد شکنی کفار کی طرف سے ہو تو پھر اچانک بغیر اطلاع کے حملہ کرنا بھی درست ہے۔

## باب النهی عن بیع السلاح من اهل الحرب دون الطعام

۳۸۲۹- عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ رواه البيهقي في "سننه" والبزار في "مسنده" والطبرانی في "معجمه"، قال البيهقي: رفعه رواه، والصواب انه موقوف، (زيلعي ۲: ۱۲۰)۔ قلت: علقة البخاری بلفظ: "كَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حَصِينٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ"، وفي "فتح الباری" (۴: ۲۷۰)؛ وصله ابن عدی فی الكامل من طریق ابی الاشهب عن ابی رجاء عن عمران ۵۱۔

قلت: وذكره الزيلعي مرفوعاً من رواية ابن عدی فی "الكامل" ايضاً، وفيه محمد بن مصعب القرطساني، وقد تكلموا فيه، ولكن قال ابن عدی: ليس عندی بروايته باس۔ وقال ابن قانع "ثقة"، كما فی "تهذيب التهذيب" (۹: ۳۶۰)۔ فهو حسن الحديث، و رفع سئلہ حجة على ان الموقوف حجة عندنا ايضاً اذا لم يعارض المرفوع وهو كذلك۔

۳۸۳۰- عن ابی هريرة قال: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَبِيبَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ، فَزَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

## باب - اہل حرب کو اسلحہ بیچنا منع ہے مگر غلہ بیچنا جائز ہے

۳۸۲۹- عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتنہ کے زمانے میں (اہل فتنہ کو) اسلحہ بیچنے سے منع فرمایا۔ (سنن بیہقی، مسند بزار، معجم طبرانی) بیہقی فرماتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں تصحیفاً ذکر کیا ہے کہ ہے حضرت عمران حصین رضی اللہ عنہ فتنہ کے زمانے میں (فتنہ والوں کے ہاتھ) اس کی بیع کو ناپسند کرتے تھے۔ بہر حال یہ حدیث نصب بخاریہ میں مرفوعاً مروی ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے اور اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی یہ حجت ہے کیونکہ یہ کسی حدیث مرفوع کے معارض نہیں۔

فائدہ: جب فتنہ کے زمانے میں مسدین کے ہاتھ اسلحہ بیچنا ممنوع ہے تو اہل حرب سے اسلحہ بیچنا بطریق اولیٰ ممنوع

ہونا چاہیے۔

۳۸۳۰- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چند سوار نجد کی طرف بھیجے تو وہ بنو حنیفہ کے ایک ثمامہ بن اثال نامی شخص کو پکڑ

لائے اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا پھر حضور ﷺ اس کی طرف تشریف لائے اور فرمایا اے ثمامہ تیرے



مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدًا إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلَ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ: إِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنْ الْمَسْجِدِ، فَاجْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، يَا مُحَمَّدًا! وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهَكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ (فذكر الحديث الطويل - وفيه - قال ثُمَامَةُ: وَإِنْ خَيْلِكَ أَخَذْتَنِي، وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَغْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتُ؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةٌ جَنْطَةٌ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ - رواه البخاري، وفي "فتح الباري" (۶۹: ۸) زناد ابن هشام: "ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْيَمَامَةِ فَمَنَعَهُمْ أَنْ يَحْمِلُوا إِلَى مَكَّةَ شَيْئًا، فَكَتَبُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِصَلَةِ الرَّجْمِ فَكَتَبَ إِلَى ثُمَامَةَ أَنْ يُخَلِّيَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْحَمْلِ إِلَيْهِمْ" اهـ - وهذه الزيادة صحيحة اوحسنة على قاعدة الحافظ في الاحاديث المزيدة في "الفتح" -

پاس کیا ہے (یعنی تیرا کیا خیال ہے) اس نے کہا اے محمد ﷺ! میرے پاس خبر ہے اگر آپ مجھے قتل کرینگے تو ایسے شخص کو قتل کرینگے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر آپ احسان کرینگے تو شکر گزار پر احسان کرینگے اور اگر آپ ﷺ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مجھ سے طلب کر سکتے ہیں آحضرت ﷺ وہاں سے چلے آئے دوسرے دن آپ نے پھر فرمایا اے ثُمَامہ اب کیا خیال ہے اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کرینگے تو شکر گزار پر احسان کرینگے۔ (یعنی میں احسان کا شکریہ ادا کریں والا ہوں) آپ ﷺ پھر چلے آئے اگلے دن پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اب کیا خیال ہے اسے ثُمَامہ! اس نے کہا وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ثُمَامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی تو) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کجور کے باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا احمد ان لا اله الا الله و احمد ان محمد رسول الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) اے محمد ﷺ! اللہ گواہ ہے روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ مغبوض مجھے نہیں تھا، لیکن آج آپ ﷺ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔ (پھر راوی نے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں یہ ہے کہ ثُمَامہ نے کہا کہ) آپ کے سواروں



### باب من یصح امانہ

۳۸۳۱- عن علیؑ حدیث طویل مرفوعاً: ﴿ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَذْنَاهُمْ﴾ رواه مسلم (۲۲:۱)۔

۳۸۳۲- عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: ﴿إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذَ لِلْقَوْمِ، يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى

نے جب مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا، اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا بے دین ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور اللہ کی قسم اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیبوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ (بخاری)۔

اور فتح الباری میں ہے کہ ابن ہشام نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ پھر ثمامہ یمامہ کی طرف نکلے اور یمامہ والوں کو مکہ کی طرف کوئی چیز لے جانے سے منع فرمایا یمامہ والوں نے حضور ﷺ کو لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں (جبکہ ثمامہ غلہ لے جانے سے روکتا ہے) آپ ﷺ نے ثمامہ کو لکھا کہ یمامہ والوں اور مکہ والوں کی طرف سامان لے جانے میں رکاوٹ نہ بنو۔ یہ زیادتی حافظ ابن حجر کے قاعدے کے مطابق صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کفار کو اسلحہ وغیرہ ہر وہ چیز جو ان کی جنگی قوت میں اضافہ کا سبب بنے (مثلاً خام دوا) بیچنا جائز نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کی جنگی قوت توڑنے کا حکم ہے۔ لیکن غلہ کپڑا وغیرہ یعنی ہر وہ چیز جو ان کی جنگی قوت کا سبب نہ بنے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیں بھی بعض ضروری اشیاء مثلاً ادویات وغیرہ ان سے منگوانی پر سکتی ہیں۔ ہاں اگر امام وقت مسلمانوں کی بھلائی اسی میں سمجھے کہ کفار سے کسی قسم کا لین دین نہ ہو تو مکمل شوشل بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

### باب۔ کس کی طرف سے امان دینا درست ہے

۳۸۳۱- حضرت علیؑ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) امان دینا ہر مسلمان کا ایک جیسا ہی ہے کہ جس کے ساتھ ادنیٰ مسلمان بھی چلتا ہے (یعنی ادنیٰ مسلمان کی پناہ دینے کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے)۔ (مسلم باب فضل المدینۃ فی الحج)۔

فائدہ: یعنی ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجے تک جو مسلمان کسی کافر کو پناہ دیدے تو وہ سب مسلمانوں کی پناہ میں آ جاتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اسے ایذا دے۔

۳۸۳۲- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کسی قوم کو پناہ دینے کا حق رکھتی ہے یعنی مسلمانوں سے (کسی

الْمُسْلِمِينَ ﴿۱﴾ رواه الترمذی فی "سننه" (۱: ۱۹۱)، وقال: حسن غریب، و فی "نصب الرایۃ" (۲: ۱۲۳): قال الترمذی فی "علله الکبیر": وسالت محمد بن اسماعیل - البخاری - عن هذا الحدیث، فقال: "هو حدیث صحیح"۔

۳۸۳۳۔ عن ام هانی بنت ابی طالب، قلت: یَا رَسُولَ اللَّهِ! زَعَمَ ابْنُ أُمِّی عَلِیُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَاتَلَ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فَلَانَ بْنِ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَقَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتَ يَا أُمَّ هَانِی»۔ رواه مسلم، وهو قطعة من حدیث طویل۔

۳۸۳۴۔ حدثنا معمر عن عاصم بن سلیمان عن فضیل بن یزید الرقاشی قال: شَهِدْتُ قَرْيَةً مِنْ قُرَى فَارِسٍ يُقَالُ لَهَا "شَاهَرَتَا" فَحَاصَرْنَاَهَا شَهْرًا حَتَّى إِذَا كُنَّا ذَاتَ يَوْمٍ وَطَمَعْنَا أَنْ نُضَيِّعَهُمْ، انْصَرَفْنَا عَنْهُمْ عِنْدَ الْمَقِيلِ فَتَخَلَّفَ عَبْدٌ مِنَّا فَاسْتَأْمَنُوهُ، فَكُتِبَ إِلَيْهِمْ فِي سَهْمٍ أَمَانًا، ثُمَّ رَسَى بِهِ إِلَيْهِمْ، فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَيْهِمْ خَرَجُوا فِي ثِيَابِهِمْ وَوَضَعُوا أَسْلِحَتَهُمْ، فَقُلْنَا: مَا شَأْنُكُمْ؟ فَقَالُوا: آمَنَ تَمُونَا وَأَخْرَجُوا إِلَيْنَا السَّهْمَ فِيهِ كِتَابُ أَمَانِهِمْ۔ فَقُلْنَا: هَذَا عَبْدٌ

(کو) پناہ دلا سکتی ہے۔ امام ترمذی ظل کبیر میں فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۸۳۳۔ ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں جائے بیٹے علیؑ نے ایسے شخص سے قتال کا ارادہ کیا ہے جس کو میں نے امان دی ہے یعنی ہبیرہ کا فلاں بیٹا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی اے ہم نے بھی پناہ دی۔ (مسلم)۔

فائدہ: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ علماء اسی پر عمل کرتے ہیں اور عورت کے پناہ دینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۳۸۳۴۔ فضیل بن یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ (جنگ کے دوران) میں فارس کی بستیوں میں سے ایک شاہرہ تانی بستی میں حاضر ہوا۔ ہم نے اس بستی کا ایک ماہ تک محاصرہ کیا۔ حتیٰ کہ ایک دن ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم صبح ان پر حملہ کریں گے۔ ہم ان کے پاس سے دو پہر کے وقت لوٹے اور ہم میں سے ایک غلام پیچھے رہ گیا اور ان (کفار) لوگوں نے اس سے امان طلب کی۔ پس اس (غلام) نے ایک تیر میں ان کی طرف امان لکھ بھیجی پھر وہ تیر ان کی طرف پھینک دیا۔ پھر جب (اگلے دن حسب ارادہ) ہم ان کی طرف لوٹے تو وہ اپنے کپڑوں میں نکل آئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ ہم نے کہا کہ تمہیں کیا ہوا؟ یعنی ایک ماہ ہم نے محاصرہ کیے رکھا لیکن تم سرخ تسلیم نہ

وَالْعَبْدُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ۔ قَالُوا: لَا نَدْرِي عَبْدُكُمْ مِنْ حُرِّكُمْ، وَقَدْ خَرَجْنَا بِأَمَانٍ، فَكَتَبْنَا إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ ﴿أَنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَانُهُ أَمَانُهُمْ﴾۔ رواه عبد الرزاق في مصنفه قال في "التنقيح": وفضيل بن يزيد الرقاشي وثقه ابن معين۔

۳۸۳۵۔ قال: وقد روى البيهقي باسناد ضعيف عن علي مرفوعاً: ﴿لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا خَرْقِي الْمَتَاعِ، وَأَمَانُهُ جَائِزٌ وَأَمَانُ الْمَرْأَةِ جَائِزٌ إِذَا هِيَ أَعْطَتْ الْقَوْمَ الْأَمَانَ﴾، انتهى (زيلعي ۱۲۳: ۲-۱۲۴)۔

قلت: رجاله رجال الجماعة غير فضيل بن يزيد، وقد وثق۔ و في "التلخيص الحبير" (۳۷۷: ۲): حديث فضيل الرقاشي قال: جَهَزَ عُمَرُ جَيْشًا كُنْتُ فِيهِمْ فَحَضَرْنَا قَرْيَةَ "رَامْهُرْمُرَ" فَكَتَبَ عَبْدُ أَمَانًا فِي صَحِيفَةٍ شَدَّهَا مَعَ سَهْمٍ رَمَى بِهِ إِلَى الْيَهُودِ، فَخَرَجُوا بِأَمَانِهِ، فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ: أَلْعَبْدُ الْمُسْلِمُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ذِمَّتُهُ ذِمَّتُهُمْ۔ البيهقي بسند صحيح الى فضيل قال: كنا نصاب العدو قال: فكتب عبد في سهم له امانه، فذكر نحوه۔

ہوئے۔ اور آج اچانک تم نے ہتھیار کیسے ڈال دیے؟ اس پر انہوں نے (جواب میں) کہا کہ تم نے ہمیں امان دیا ہے۔ انہوں نے ہمیں وہ تیر بھی دکھایا جس میں ان کی امان لکھی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا کہ یہ تو غلام ہے اور غلام کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا (یعنی اسے امان دینے کا اختیار نہیں) انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہارے آزاد اور غلام کی تیز نہیں ہے اور ہم امان لے کر باہر نکلے ہیں۔ راوی رقاشی کہتے ہیں کہ (اس بارے میں) ہم نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ مسلمان غلام مسلمانوں میں سے ہی ہے۔ اور اس کا امان دینا مسلمانوں کا امان دینا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق) تنقیح میں ہے کہ ابن معین نے فضیل رقاشی کی توثیق کی ہے۔

۳۸۳۵۔ بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ غلام کے لئے مالِ غنیمت میں سے کچھ نہیں سوائے گھنیا سامان کے۔ اور اس کا امان دینا جائز ہے اور عورت کا امان دینا جائز ہے۔ جب وہ کسی قوم کو امان دیدے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔ سوائے فضیل بن زید رقاشی کے اور اس کی بھی ابن معین نے توثیق کی ہے۔

تفصیل الحبر میں فضیل بن زید رقاشی کی حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا جس میں میں بھی تھا۔ پھر ہم نے رامہرمز نامی بستی کا محاصرہ کیا اور ایک غلام نے ایک خط میں امان لکھ کر اور اسے تیر کے ساتھ باندھ کر وہ تیر یہود کی طرف پھینک دیا۔ پھر وہ اس غلام کی امان کے ساتھ نکلے۔ حضرت عمرؓ کی طرف اس بارے میں لکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان غلام مسلمانوں میں سے ہی ہے

## باب ما جاء في الوفاء بالامان ولو هازلا او مخطئا او باشارة

۳۸۳۶- عَنْ مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلَى عَامِلٍ جَبَشٍ كَانَ بَعَثَهُ: "اِنَّهُ بَلَغَنِي اَنَّ رَجُلًا مِنْكُمْ يَطْلُبُونَ الْعِلَجَ حَتَّى اِذَا اَسْنَدَ فِي الْجَبَلِ وَاَمْتَنَعَ قَالَ رَجُلٌ: مَتَرَسٌ يَقُولُ: لَا تَحْفَ، فَاِذَا اَذْرَكَه قَتَلَهُ، وَاِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا اَعْلَمُ مَكَانَ اَحَدٍ

اور اس کا پناہ دینا دوسرے مسلمانوں کو پناہ دینے کی طرح ہے۔ اور یہی صحیح سند کے ساتھ فضیل رقاشی کی طرف یہ بھی منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم دشمن کے سامنے صف بندی کر رہے تھے پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک غلام نے اپنے تیر میں اپنی طرف سے امان (ان کیلئے) لکھ دی۔

**فائدہ:** جہاد فرض ہے اور امان دینا ترک جہاد جو کہ درست نہیں۔ لہذا امان دینا صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ جب مسلمانوں میں ضعف محسوس ہو اور کفار میں قوت تاکہ امان کے زمانے میں مسلمان بھی اپنی قوت جمع کر سکیں لہذا اس مقصد کیلئے اور اس حالت میں امان دینا معنوی طور پر جہاد کرتا ہے۔ اور یہ حالت (مسلمانوں کے ضعف اور کفار کے قوت کی) تامل وغور و فکر کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور عبد مجور (جس کو تصرفات سے روکا ہوا ہے) ان حالات سے قطعی واقف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ہمہ وقت مولا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور قتل و جہاد میں شریک نہیں ہوتا۔ لہذا عبد محجود کا امان دینا قابل اعتبار نہیں۔ البتہ عبد ماذون (جس کو تصرفات کی اجازت دی گئی ہو) چونکہ جہاد میں شریک ہوتا ہے اور وہ حالات سے بھی واقف ہوتا ہے لہذا اس کا امان دینا درست اور معتبر ہے۔ حدیث نمبر ۳۸۳۳ میں ایک غلام کے امان دینے پر صحابہ اور دیگر مسلمانوں کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ غلام امان دینے کا مستحق نہیں بھی احناف کی تائید کرتا ہے اور حضرت عمرؓ کا اسے جائز قرار دینا اس بنا پر نہیں تھا کہ مطلقاً ہر غلام کا پناہ دینا معتبر ہوتا ہے بلکہ اُس بنا پر تھا کہ کفار نے کہا کہ ہمیں کیا معلوم کہ یہ غلام ہے یا آزاد تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس قول کی تصدیق کی کہ جب ایک غلام جنگ میں شریک ہو اور تیر کے ذریعے انہیں امان لکھ بھیجے تو دشمن تو اسے ایک عام مسلمان ہی سمجھیں گے اور انہیں اس بات کی تمیز نہ ہوگی کہ یہ غلام ہے یا آزاد۔ پس خلاصہء کلام یہ ہے کہ عبد ماذون کا امان دینا درست ہے اور عبد مجبور کا امان دینا درست نہیں۔

## باب - دیے ہوئے امان کو پورا کرنا ضروری ہے اگرچہ امان مذاق میں یا غلطی میں یا اشارہ سے دیا ہو

۳۸۳۶- كُوفَةُ رَهْنٍ وَالْاِيكُ فَخْصٍ سَرَوِي هِيَ كَهْفَرْتِ عُمَرُ نَ اِنِّ بِنِجِ بَوَّ اِيكُ الشُّكْرِ كَ اِيكُ اَفْرُ كَلْهَا كَهْ مَجْهِي اِطْلَاعِ بِنِجِي هِيَ كَهْ تَمِّ مِي سَ بَعْضِ لَوُكُ كَا فَرُغْمِي كُ بَا - نَ مِي حَتَّى كَهْ جَبْ وَهْ پِهَارْ پَرْ چُڑْهَ جَاتَا هِيَ اَوْرُ جَنُكْ سَ بَا زَ آ جَاتَا هِيَ تَوَا اِيكُ فَخْصِ اسَ سَ كَهْتَا هِيَ كَهْ مَتَرَسِ (فَارِسِي لَفْظَ هِيَ جَسْ كَا مَعْنَى هِيَ مَتَرَسٌ) پھر اس پر قابو پا کر اسے مار ڈالتا ہے۔ (حضرت عمرؓ نے یہ



فَعَلَ ذَلِكَ إِلَّا ضَرَبْتُ عُقَّةَ-“ اخرجہ مالک فی ”الموطأ“ (۱۶۸)، وفيه من لم يسم، ولكن قد عرف ان مالكا لا يروى الا عن ثقة، فالأثر حسن الاسناد۔

۳۸۳۷- عن انس بن مالك قال: ”حَاصَرْنَا ”نَسْتَر“ فَنَزَلَ الْهُرْمُزَانُ عَلَى حُكْمِ عُمَرَ، فَقَدِمْتُ بِهِ عَلَى عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ: تَكَلَّمْ! فَقَالَ: كَلَامُ حَيٍّ أَمْ كَلَامُ مَيِّتٍ؟ قَالَ: تَكَلَّمْ! لَا بَأْسَ- فَتَكَلَّمْتُ فَلَمَّا أَحْسَسْتُ أَنَّهُ يَقْتُلُهُ، قُلْتُ: لَيْسَ إِلَى قَتْلِهِ سَبِيلٌ، قَدْ قُلْتُ لَهُ: ”تَكَلَّمْ لَا بَأْسَ“ فَقَالَ عُمَرُ: ارْتَشَيْتُ وَأَصَبْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ: وَاللَّهِ مَا ارْتَشَيْتُ وَأَصَبْتُ مِنْهُ، فَقَالَ: لَتَأْتِيَنَّ عَلَى مَا شَهِدْتُ بِهِ بِغَيْرِكَ أَوْ لَا بَدَانَ بِعُقُوبَتِكَ، فَخَرَجْتُ، فَلَقِيْتُ الرَّبِيعَ بْنَ الْعَوَامِ فَشَهِدَ نَعْيِي، وَأَمْسَكَ عُمَرُ وَأَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ وَفَرَضَ لَهُ-“ رواه الامام الشافعي والبيهقي (كنز العمال ۲: ۲۹۸)، وسنحقق اسناده فی الحاشية، وهو سند صحيح۔

بھی لکھا کہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں کسی کو ایسے کرتے جان لوں گا تو اس کی گردن مار ڈالوں گا۔ (موطا مالک باب اِجاء فی الوفاء بالامان)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امان کو پورا کرنا واجب ہے۔ خواہ امان مذاق میں ہی دی ہو۔ اشاعت الاسلام (صفحہ ۱۸۹) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ اگر تم میں سے کوئی مذاق میں بھی کسی عجمی کو امان دے تب بھی اس کو پورا کرو۔ ۳۸۳۷- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نستر (شہر) کا محاصرہ کیا تو ہرمزان حضرت عمرؓ کے حکم پر اترا۔ پھر میں اسے حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ بولیں۔ اس نے کہا کہ زندہ کی کلام یا مردہ کی کلام؟ آپؓ نے فرمایا کہ بولیں آپؓ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ پس وہ بولا (انس بن مالک فرماتے ہیں) کہ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ آپؓ سے قتل کرنے لگے ہیں تو میں نے کہا اس کو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ آپؓ نے اس سے فرمایا ہے کہ بول، تجھ پر کوئی خوف نہیں (یعنی یہ امان دینا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نے اس سے رشوت لی ہے اور کوئی چیز وصول کی ہے میں نے کہا اللہ کی قسم نہ میں نے رشوت لی ہے نہ اس سے کچھ اور لیا ہے، آپؓ نے فرمایا جو تو نے کہا ہے اس پر کسی اور کو گواہ ضرور لائے گا ورنہ میں تجھے ضرور سزا دوں گا (انسؓ فرماتے ہیں) پس میں نکلا اور میری ملاقات زبیر بن العوامؓ سے ہوئی اور اس نے میرے ساتھ گواہی دی اور حضرت عمرؓ قتل سے رک گئے ہرمزان اسلام لے آیا اور آپؓ نے اس کیلئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسے امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاء امان دینا یا قصد امان دینا برابر ہیں۔ ہر حال میں وفا کرنا ضروری ہے۔



۳۸۳۸- عن طلحة بن عبيد الله بن كريب، قال: كتب عمر بن الخطاب "أَيُّمَا رَجُلٍ دَعَا رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَأَشَارَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَدْ آمَنَهُ اللَّهُ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَمِيثَاقِهِ- رواه عبد الرزاق في "مصنفه" (كنز العمال ۲: ۲۹۸)-

### باب اذا كان الامان بشرط فخالفوه جازلنا قتلهم

۳۸۳۹- عن ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا تَرَكَ مَنْ تَرَكَ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوهُ شَيْئًا مِّنْ أَمَوَالِهِمْ، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا عَهْدَ، قَالَ: فَغَيَّبُوا مَسْكَا فِيهِ مَالٌ وَحَلَّى يَخْبِي بِنُ أَخْطَبَ كَانَ اخْتَمَلَهُ مَعَهُ إِلَى خَيْبَرَ، فَسَالَهُمْ عَنْهُ فَقَالُوا: أَذْعَبْتُهُ النَّفَقَاتِ، فَقَالَ: الْعَهْدُ قَرِيبٌ وَالْمَالُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ- قَالَ: فَوَجَدَهُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي خَزِينَةٍ، فَقَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ابْنِي أَبِي الْحَقِيقِ وَأَحَدَهُمَا زَوْجَ صَفِيَّةَ- رواه البيهقي باسناد رجاله ثقات (فتح الباری ۷: ۳۶۶)، وقد

۳۸۳۸- طلحہ بن عبید اللہ بن کریز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لکھا کہ جو شخص بھی کسی مشرک آدمی کو بلائے اور آمان کی طرف اشارہ کرے۔ تو تحقیق اللہ نے اسے آمان دی تو وہ اللہ کے وعدے اور پھروے پر اترے۔ (یعنی ہتھیار ڈالے ہیں)۔ (مصنف عبد الرزاق)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمان اشارے سے دیا گیا ہو تب بھی اسے پورا کرنا ضروری ہے۔  
مستامن کو قتل کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ اسے آمان کے ختم ہونے کی اطلاع دی جائے اور وہ آمان سے قبل جس جگہ اور پوزیشن پر تھا وہاں چلا جائے۔

### باب۔ جب آمان کسی شرط کے ساتھ مفید ہو اور امن لینے والے اس شرط کی مخالفت کریں

#### تو ہمارے لیے ان کو قتل کرنا جائز ہے

۳۸۳۹- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر والوں میں سے کچھ لوگوں کو اس شرط پر چھوڑا کہ وہ اپنے مالوں میں سے حضور ﷺ سے کچھ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے ایسا کیا (یعنی مال چھپایا) تو ان کے لئے نہ کوئی آمان ہوگا اور نہ ہی کوئی وعدہ۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے ایک کھال غائب کر دی۔ جس میں مال تھا اور یحییٰ بن اخطب کے زیورات بھی غائب کر دیئے جو وہ اپنے ساتھ خیبر لایا تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے اس (سامان) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ خرچوں میں ختم ہو گئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت تھوڑا گزرا ہے اور مال اس سے بہت زیادہ تھا (یعنی اتنا زیادہ مال تھوڑے دنوں کے خرچوں میں ختم نہیں

رواہ البخاری ایضاً فی "صحیحہ" مطولاً، (نیل الاوطار ۷: ۲۵۹)۔

### باب انزال العدو علی حکم اللہ فیہ

۳۸۴۰- عن سليمان بن بريدة عن ابيه في حديث طويل مرفوعاً **وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ جُضَيْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، وَإِنَّكُمْ أَنْ تَخْفَرُوا ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تَخْفَرُوا ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ۔** وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ جُضَيْنٍ وَأَرَادُوكَ أَنْ تَنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ فَلَا تَنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ فِيهِمْ حُكْمَ اللَّهِ أَمْ لَا ﴿﴾ رواه احمد و مسلم و الترمذی و صححه (نیل ۷: ۱۳۳)۔ وقد تقدم اوله

ہو سکتا)۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ کو وہ مال ایک دیرانے سے ملا اس پر حضور ﷺ نے ابو العتیق کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا جن میں صفیہؓ کا خاندن بھی تھا۔ (بیہقی) اس کے راوی اللہ ہیں اور صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے۔

### باب - دشمن کو اللہ کے حکم پر باہر نکالنا (ہتھیار ڈالوانا)

۳۸۴۰- حضرت بريدةؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جب تو کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے خدا تعالیٰ یا اس کے نبی ﷺ کی پناہ مانگیں تو اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ان کو نہ دے۔ بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ ان کو دے۔ اس لئے کہ تمہارا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ کو توڑنا آسان ہے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ کو توڑنے سے (یعنی اللہ یا رسول کے نام پر دی ہوئی پناہ کو توڑنا زیادہ گناہ ہے بہ نسبت اپنی دی ہوئی پناہ کو توڑنے سے) اور جب تو قلعہ والوں کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ چاہیں کہ تو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر باہر نکالے تو تو ان کو اللہ کے حکم پر باہر مت نکال بلکہ ان کو اپنے حکم پر باہر نکال۔ اس لئے کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کا حکم تجھ سے ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ (مسلم باب تأمیر الامام الامراء)۔

**فائدہ:** اللہ یا رسول ﷺ کی امان دینا منع نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ و رسول ﷺ کے نام پر دی ہوئی امان کو توڑنا زیادہ گناہ اور زیادہ بدنامی کا باعث ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی امان نہ دی جائے بلکہ اپنی امان دی جائے۔ اسی طرح اللہ کے حکم پر دشمن کو باہر نکالنا حرام اور ممنوع تو نہیں کیونکہ بندوں کے حکم پر نکالنا اور حقیقت اللہ کے حکم پر ہی نکالنا ہے کیونکہ بندہ خود کسی حکم کو اپنی طرف سے نہیں بناتا لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن کو اپنے حکم پر نکالے کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ اللہ کا حکم ادا بھی کر سکتا ہے یا نہیں لہذا مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے حکم پر دشمن کو نکالنے سے نفی تحریم پر مبنی نہیں بلکہ احتیاط پر مبنی ہے۔

فی باب الدعوة قبل القتال۔

باب اذا استنزل العدو على حکم واحد من المسلمين

يقضى بحکمہ فیہم

۳۸۴۱- عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: نَزَلَ اَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى سَعْدٍ فَأَتَى عَلَى جَمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ قَالَ: خَيْرِكُمْ فَقَالَ- هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ، فَقَالَ: تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَتُسَبِّحُ دَرَارِيَهُمْ للشيخين و ابی داود (جمع الفوائد ۲: ۵۳)۔ وقد مر ذكر نزول الهرمزان على حکم عمر، فاراد قتله ولكنه استامن من حيث لا يشعر ثم اسلم۔

باب رسول اهل الحرب آمن لا يجوز قتله

۳۸۴۲- عن نعيم بن مسعود الاشجعي قال: سَمِعْتُ جَمِينَ قُرَيْئٍ يَكْتَابُ مُسَيَّلَمَةً

باب۔ جب دشمن کسی مسلمان کے حکم پر باہر نکلے تو ان میں اسی مسلمان کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا

۳۸۴۱- ابوسعید (خدریؓ) فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودی سعدؓ (بن معاذ) کے حکم پر (یعنی ان کو ثالث مان کر کہ جو یہ فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے) ہتھیار ڈال دئے۔ انہیں (سعدؓ) بلانے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدی بھیجا اور وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے اور جب وہ نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کیلئے (یا یہ فرمایا کہ) اپنے سب سے بہتر شخص کیلئے (اکرام میں) کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے سعدؓ!) اس قوم نے آپ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈالے ہیں۔ سعدؓ نے فرمایا کہ ان کے جو افراد جنگ کے قابل ہیں ان کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں بچوں کو قید کر لیا جائے۔ (بخاری باب مناقب سعد و مسلم و ابوداؤد باب النیام)۔

فائدہ: لیکن اگر وہ ثالث خلاف شریعت فیصلہ کرے مثلاً ان کو دار الحرب واپس لوٹانے کا فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ باطل ہوگا یعنی ثالث شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہے۔

باب۔ اہل حرب کا قاصد محفوظ ہوتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں

۳۸۴۲- نعيم بن مسعود اشجعي فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلہ کذاب کا خط پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصدوں سے فرمایا کہ تم (مسیلہ کے بارے میں) کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلہ کہتا ہے (یعنی ہم اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتے ہیں)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ (اصول) نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تم

كَذَّابٍ قَالَ لِلرَّسُولَيْنِ: فَمَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟ قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ﴿وَاللَّهِ لَوْ لَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا﴾۔ رواه احمد وابوداود و سكت عنه هو والمنذرى والحافظ فى "التلخيص" (نيل الاوطار ۷: ۲۳۵)۔

۳۸۴۳- عن ابى رافع مولى رسول الله ﷺ قَالَ: بَعَثَنِي قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَعَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَالَ: ﴿إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَخِيسُ الْبُرْدَ، وَلَكِنْ أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ فَإِنْ كَانَ فِي قَلْبِكَ الَّذِي فِيهِ الْآنَ فَارْجِعْ﴾، رواه احمد و ابوداود و قال: هذا كان فى ذلك الزمان واليوم لا يصلح، ومعناه -والله اعلم- انه كان فى المرة التى شرط لهم فيها ان يرده من جاء منهم مسلما، (منتقى ۷: ۲۳۵ مع "النيل")۔ وفى "النيل": أخرجه ايضا النسائى و صححه ابن حبان ۵۱۔

دونوں کی گردن اڑا دیتا۔ (مسند احمد، ابوداؤد باب فی الرسل)

۳۸۴۳- حضور ﷺ کے غلام ابورافع فرماتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریش نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کی طرف (قریش کی طرف) لوٹ کر نہیں جاؤنگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو میں عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصدوں کو قید کرتا ہوں۔ لہذا اب تو لوٹ جا اور اگر پھر بھی تیرے دل میں وہی بات (اسلام کی محبت) رہتی ہے جواب ہے تو پھر دوبارہ آ جانا۔ (مسند احمد و ابوداؤد باب فی الامام یحییٰ بنی العہود)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ کہنا اس وقت صحیح تھا لیکن اب درست نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس وقت صحیح تھا کہ جب معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ کفار میں سے جو شخص مسلمان ہو کر (مدینہ) آئے گا اس کو آپ ﷺ واپس کر دیئے (لہذا اب اگر کافروں کا کوئی قاصد مسلمان ہو جائے اور واپس جانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ہمارے اور کفار کے درمیان کوئی عہد بھی نہ ہو تو ان کو واپس کرنا ضروری نہیں)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قاصدوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ کافروں کو نظر بند کرنا درست ہے بشرطیکہ امام وقت یہ سمجھتا ہو کہ ان کے واپس جانے سے، مسلمانوں کے راز کفار کے ہاتھ لگ جائیں گے، جیسا کہ حضور ﷺ نے مسیلہ کے قاصدوں میں سے دبر بن مشہر کو اپنے پاس ٹھہرایا اور باقی دو گھر میں قید کرنے کا حکم فرمایا تاکہ وہ دونوں مسلمانوں کے رازوں پر مطلع نہ ہو جائیں۔



باب الصلح مع الکفار باعطاء هم المال او بقبول ما فيه غصاضة

على المسلمين عند الحاجة ما لم يكن فيه انتهاك حرمة من حرّمات الله

۳۸۴۴- عن الزهري "قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ عَلَى النَّاسِ الْبَلَاءُ، بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَنِينَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حَذِيفَةَ بْنِ بَدْرِ وَإِلَى الْحَارِثِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ - وَهُمَا قَائِدَا غُطَفَانَ - فَأَعْطَاهُمَا ثُلُثَ تَمَارِ الْمَدِينَةِ عَلَى أَنْ يَزِجَعَا بَيْنَ مَعُهُمَا عَنْهُ وَعَنْ أَصْحَابِهِ، فَجَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا الصُّلْحُ، وَلَمْ تَقْعِ الشَّهَادَةُ فَلَمَّا أَرَادَ ذَلِكَ، بَعَثَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ وَسَعْدِ بْنِ عَبَادَةَ فَاسْتَسْأَلَهُمَا فِيهِ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ مَفْصُلاً - وَفِيهِ: قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ الْعَرَبَ قَدْ رَمَتْكُمْ عَنْ قَوْسٍ وَاجِدَةٍ، فَهَلْ تَرَوْنَ أَنْ نَذْفَعَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ تَمَارِ الْمَدِينَةِ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ قُلْتَ عَنْ وَحْيٍ فَسَمِعْنَا طَاعَةً وَإِنْ قُلْتَ عَنْ رَأْيٍ فَرَأْيُكَ مُتَّبَعٌ، كُنَّا لَا نَذْفَعُ إِلَيْهِمْ تَمْرَةً إِلَّا بِبِشْرَى أَوْ بَرَى، وَنَخْنُ كِفَارًا فَكَيْفَ وَقَدْ أَعَزَّنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ؟ فَسَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَوْلِهِمْ - أَخْرَجَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ

باب - ضرورت کے وقت کفار کو کچھ مال دے کر صلح کرنا یا ایسی شرط قبول کر کے صلح کرنا جس میں مسلمانوں کا

گناہا ہو جائز ہے بشرطیکہ اللہ کی حرمت میں سے کسی حرمت کی توہین نہ ہو

۳۸۴۴- زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں پر (یعنی مسلمانوں پر) سخت آزمائش آپڑی تو حضور ﷺ نے غطفان کے دوسروں عیینہ بن حصن اور حارث بن ابی عوف مزی کی طرف پیغام بھیجا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تہائی ان کو دینے کا ارادہ کیا اس شرط پر کہ وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت ہم سے واپس چل جائیں۔ ابھی آپ ﷺ اور ان کے درمیان صلح کے معاملات جاری تھے اور (ابھی تک) کوئی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ پس جب آپ ﷺ اس کا ارادہ کرنے لگے تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ پھر زہریؒ نے مفصلاً حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) پورا عرب ایک ہی مکان سے تم پر تیر پھینک رہا ہے (یعنی پورا عرب مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے تیار ہے) تو مدینہ کی کھجوروں میں سے اگر کچھ حصہ ہم انہیں (دشمنوں کو) دیدیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر تو آپ ﷺ نے یہ بات وحی سے کی ہے تو ہم نے سن لی اور اطاعت کی۔ (یعنی ٹھیک ہے) اور اگر آپ ﷺ نے یہ بات اپنی رائے سے کی ہے تب بھی آپ ﷺ کی رائے کی اتباع کی جائے گی۔ اور جب ہم کافر تھے تو ہم انہیں ایک کھجور بھی بغیر خرید و فروخت اور مہمانی کے نہیں دیتے تھے، اور اب یہ کیسے اچھا ہے (کہ ہم انہیں کھجوریں



فی المغازی: حدثنی عاصم بن عمر بن قتادة و من لا اتهم عن الزهري، كذا في "التلخيص حبيب" (۳۸۱:۲) وسكت عنه. وعاصم من رجال الجماعة، ثقة، والزهري لا يسال عنه فهو مرسل قوي۔

۳۸۴۵- عن انس ان قُرَيْشًا صَلَّحُوا النَّبِيَّ ﷺ فِيهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فِيهِ: فَاشْتَرَطُوا فِي ذَلِكَ أَنْ مَنْ جَاءَنَا مِنْكُمْ لَمْ نَزِدْهُ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَاءَنَا رَدَدْتُمُوهُ عَلَيْنَا۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْكُتُبُ هَذَا قَالَ: نَعَمْ! إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ وَمَنْ جَاءَ بِنُفْسِهِ مِنَّا فَسَيَجْعَلُ اللَّهُ لَهُ فَرْجًا وَمَخْرَجًا ﴿﴾۔ رواه مسلم في "صححيحه"، كذا في "التلخيص حبيب" (۳۸۲:۲)، و"فتح الباری" (۲۵۳:۵)۔

یہ (یا) جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت دی ہے۔ حضور ﷺ ان کی بات سن کر خوش ہوئے۔ (المغازی لابن اسحاق)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کو کچھ مال دیکر صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ اس پر مکمل تیار نہ ہوتے۔

۳۸۴۵- انسؓ سے مروی ہے کہ قریش نے حضور ﷺ سے صلح کی تو ان میں سہیل بن عمرو بھی تھے۔ انسؓ نے پھر حدیث (مفصل) ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ کفار نے یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے آپ کی طرف واپس نہ کریں گے۔ اور جو ہمارے میں سے (تمہارے پاس) آئے گا تو تم اسے ہماری طرف واپس کر دو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم یہ لکھ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بے شک جو ہم میں سے ان کی طرف جائے گا تو اللہ بھی اسے (ہم سے) دور کرے۔ (کیونکہ دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف جانا ان کے ایمان میں کمزوری کے باعث ہے) اور جو ان میں سے ہماری طرف آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ (صحیح مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی شرط پر صلح کرنا جس میں مسلمانوں کا گھانا معلوم ہوتا ہو جائز ہے۔ لیکن اس طرح کی صلح کرنا اس صورت میں جائز ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس قوت نہ ہو۔ اور اگر مسلمانوں کے پاس قوت ہو تو اس طرح کی صلح جائز نہیں۔

فائدہ: حضور ﷺ کے بعد دارالحرب سے آنے والے مسلمان کو واپس نہیں کیا جائے گا اور مذکورہ بالا واقعہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع کردی گئی کہ اللہ ان کے لئے کوئی سہیل بنائے گا یا مذکورہ بالا واقعہ منسوخ ہے اور ناخ حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ انابری من مسلم بن مشرکین کہ میں ایسے مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔

### باب ما جاء في الاستعانة بالمشرکین في الجهاد

۳۸۴۶- عن عائشة رضی اللہ عنہا "قالت: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ بَدْرَ فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ كَانَ تَدْكُرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ فَفَرَحَ بِهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَأَوْهُ فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ: جِئْتُ لِأَتْبِعَكَ فَأَصِيبَ مَعَكَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ» الحديث - وفيه - فَأَدْرَكَهُ بِالْبَيْدَاءِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ: تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَقَالَ لَهُ: فَانْطَلِقْ - رواه أحمد ومسلم (نيل الأوطار ۷: ۱۲۸)

۳۸۴۷- عن خبيب بن عبد الرحمن عن أبيه عن جده قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُرِيدُ غَزَاؤَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي وَلَمْ نُسَلِّمْ فَقُلْنَا: إِنَّا نَسْتَحْيِي أَنْ يَشْهَدَ قَوْمُنَا شَهِدًا لَا نَشْهَدُهُ مَعَهُمْ - فَقَالَ: أَسَلَّمْتُمْ؟ فَقُلْنَا: لَا! فَقَالَ: ((إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ)) فَأَسَلَّمْنَا وَشَهِدْنَا مَعَهُ - رواه أحمد والشافعي والبيهقي والطبراني وأورده الحافظ في التلخيص وسكت عنه، وفي مجمع الزوائد رجال أحمد والطبراني ثقات اه نيل الأوطار (۷-۱۲۵)

### باب - جہاد میں مشرکین سے مدد لینے کے بارے میں جو وارد ہوا ہے

۳۸۴۶- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بدر کی طرف نکلے جب آپ ﷺ حرة الوبرة مقام پر تھے تو ایک شخص آپ ﷺ سے آگیا جس کی جرات اور اوصالت کا چرچا تھا۔ حضور ﷺ کے صحابہ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ جب وہ آپ ﷺ سے ملا تو اس نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ (غزوہ میں) چلوں اور آپ ﷺ کے ساتھ (مال غنیمت میں) حصہ پاؤں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو لوٹ جا۔ ہم ہرگز کسی مشرک کی مدد نہیں لیں گے۔ الحدیث۔ (حدیث میں ہے کہ) پھر وہ لوٹ گیا اور پھر وہ آپ ﷺ کو بیداء مقام پر ملا تو آپ ﷺ نے اس سے وہی بات کہی جو آپ ﷺ نے پہلی بار کہی تھی۔ یعنی کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پھر ہمارے ساتھ جہاد میں) چلو۔ (مسلم، مسند احمد)۔

۳۸۴۷- خبيب بن عبد الرحمن اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری قوم کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ کسی غزوہ کے ارادہ سے تھے اور ہم (ابھی تک) مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ہم نے کہا کہ ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہماری قوم جنگ میں شریک ہو اور ہم ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہوئے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ پھر ہم مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی (جنگ میں) شریک ہوئے۔ (مسند احمد، شافعی، بیہقی، طبرانی)۔

۳۸۴۸- عن ذی مخبر قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ﴿سَتَصَالِحُونَ الرُّومَ صَلَاحًا يَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوٌّ مِنْ وَرَائِكُمْ﴾، رواه احمد وابوداود، وسكت عنه هو والمنذرى، ورجال اسناد ابی داود رجال الصحيح (نیل ۱۲۷:۷)۔

۳۸۴۹- عن الزهري ان النبی ﷺ اسْتَعَانَ بِنَاسٍ مِنَ الْيَهُودِ فِي خَبِيرٍ فِي حَرْبِهِ وَنَسَبَهُمْ لَهُمْ۔ رواه ابوداود فی "مراسيله"، كذا فی "المنتقى"۔

۳۸۵۰- ورواه الشافعی عن ابی یوسف انا الحسن بن عمارۃ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس: اسْتَعَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَهُ وَزَادَ وَلَمْ يُسْهِمْ لَهُمْ، قال البيهقي: لم اجده الا من طريق الحسن بن عمارۃ وهو ضعيف (التلخيص ۳۶۹:۲)۔ قلت: الحسن بن عمارۃ

**فائدہ:** بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین سے مشرکین کے خلاف مدد لینا جائز نہیں۔ لیکن دوسرے واقعات میں آپ ﷺ نے کفار و مشرکین سے مدد لی ہے (جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے) جیسے بنو قریظہ کے خلاف بنو قریظہ کے یہود سے۔ اور قزمان باوجود مشرک ہونے کے غزوہ احد میں صحابہ کے ساتھ شریک ہوا۔ اور طائف و حنین کے غزوات میں صفوان بن امیر شریک ہوا۔ اسی طرح حضور ﷺ کا یہ پیشین گوئی کرنا کہ مسلمان اور رومی آپس میں صلح کر کے دوسروں کے خلاف جنگ کریں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی ایسی قوم کے ذریعے نصرت فرمائیں گے کہ جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ان احادیث و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین سے مدد لینا جائز ہے۔ تو احناف دونوں قسم کی احادیث و واقعات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر امام مناسب سمجھے تو مشرکین سے مدد نہ لے اور اگر مناسب سمجھے تو مدد لے لیکن مدد لینے کی صورت میں وہ کفار بھی اسلامی ہمارے ہوں یا کافر ہوں اور اسلام ہی کا غلبہ مقصود ہو۔ (شرح السنیہ ج ۳ ص ۱۸۶)

۳۸۴۸- ذُوخِرَ فَرَمَاتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم رومیوں سے صلح کرو گے پھر تم اور وہ مل کر ایک اور دشمن سے جنگ کرو گے۔ (ابوداؤد باب الصلح مع العدو و مسند احمد)۔

۳۸۴۹- زہری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ خیبر میں یہودیوں سے مدد لی اور (بطور انعام کے) ان کو حصہ دیا۔ (مراسیل ابوداؤد)۔

۳۸۵۰- ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے (یہود سے) مدد لی۔ پھر ابن عباس نے حدیث کو ذکر کیا اور اس میں یہ ہے کہ ان کے لئے (باقاعدہ طور پر) حصہ نہیں نکالا۔ (شافعی)

مختلفت فيه والمرسل اذا تايّد بموصول ولو ضعيفا، فهو حجة عند الكل۔

### باب الجاسوس و حکم الحربی اذا دخل دار الاسلام بغیر امان

۳۸۵۱۔ عن سلمة بن الاكوع قال: أتى النبي ﷺ عَيْنٌ بِنِ الْمُشْرِكَيْنِ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْقَلَبَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «أَطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ»، فَقَتَلْتَهُ فَتَقَلَّهَ سَلْبَهُ۔ رواه البخاری (فتح الباری ۶: ۱۱۷)۔ وفيه ايضا: زاد ابو نعیم فی "المستخرج"؛ أَدْرِكُوهُ فَإِنَّهُ عَيْنٌ ۱۵۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین سے کفار کے خلاف مد لینا جائز ہے۔ یہ ایسا ہی جیسا کہ مشرکین کے خلاف کتوں سے مد لینا۔

**فائدہ:** کفار جو مسلمانوں کی حمایت میں جنگ لڑیں ان کے لئے مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ نہیں ہوگا۔ البتہ انعام کے طور پر ان کو کچھ دیا جاسکتا ہے۔ اوپر کی دونوں حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

### باب۔ جاسوس کا حکم اور اس حربی کا حکم جو بغیر امان کے دار الاسلام میں داخل ہو

۳۸۵۱۔ سلمہ بن الاکوعؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے یہاں مشرکین کا ایک جاسوس آیا۔ حضور ﷺ (اس وقت) سفر میں تھے غزوہ ہوازن کے لئے تشریف لے جا رہے تھے (وہ جاسوس صحابہؓ میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ پھر واپس چلا گیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے تلاش کرو اور اسے قتل کرو۔ چنانچہ سلمہؒ نے اسے قتل کیا اور حضور ﷺ نے اس کا سامان (بھتیا و اوزار وغیرہ) اسے (سلمہ کو) دے دیا۔ (بخاری الحربی اذا دخل دار الاسلام لغیر امان)۔ ابو نعیم نے مستخرج میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے پکڑو یہ جاسوس ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کا فر جاسوس کو قتل کرنا چاہیے۔

**فائدہ:** اور اگر ذمی یا معاہدہ یا کوئی مسلمان کافروں کیلئے جاسوسی کرے تو اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے سخت سزا دی جائے۔ ہاں اگر ذمی یا معاہدہ سے معاہدہ میں یہ شرط لگائی گئی ہو کہ وہ جاسوسی نہیں کرے گا تو جاسوسی کرنے پر اسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (شرح میرن ۶: ص ۱۱۷)۔



## باب الحربی اذا ادعی انه جاء یرید الاسلام او طالبا للامان

۳۸۵۲- عن جندب بن مکیت قال: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِيَّ فِي سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْتَوْا الْعَارَةَ عَلَى بَنِي الْمُلُوحِ بِالْكَدِيدِ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ، لَقِينَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرَصَاءِ اللَّيْثِيَّ، فَأَخَذَنَاهُ فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ نَسْتَوْثِقُ مِنْكَ فَشَدَدْنَاهُ وَثَاقًا- رواه ابو داود (۱۴: ۴) مع "البذل"، وسكت عنه-

۳۸۵۳- قال ابن اسحاق: وَخَرَجَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ- الَّتِي نَزَلَتْ فِيهَا بَنُو قُرَيْظَةَ- عَمْرُو بْنُ سَعْدِ بْنِ الْفُرْطُطِيِّ فَمَرَّ بِحَرَسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَعَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ- فَلَمَّا رَأَاهُ قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: أَنَا عَمْرُو بْنُ سَعْدِي، كَانَ عَمْرُو قَدْ آتَى أَنْ يَدْخُلَ مَعَ بَنِي قُرَيْظَةَ فِي غَدَرِهِمْ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ- فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ جِئْتُ عَرَفَهُ: أَلَلَّهُمْ لَا تَحْرِمْنِي إِقَالَةَ عَشْرَاتِ الْكَرَامِ، ثُمَّ خَلَى سَبِيلَهُ فَخَرَجَ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ فَلَمْ يَذَرِ آتِينَ تَوَجَّهَ مِنْ الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا؟ فَذَكَرَ

## باب - حربی جب یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے یا امان کی طلب میں آیا ہے

۳۸۵۲- جندب بن مکیت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن غالب لیثی کو ایک دستہ کا سردار بنا کر بھیجا۔ میں بھی اس دستہ میں شامل تھا انہوں نے تمام ساتھیوں کو کدید میں بنی ملوح پر کئی اطراف سے حملہ کرنے کا حکم دیا پس ہم لوگ نکلے اور کدید پہنچے ہم کو حارث بن برصاء لیثی ملا۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا وہ بولا میں تو اسلام قبول کرنے کی غرض سے آیا تھا اور میرا ارادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کا تھا۔ ہم نے کہا اگر تو مسلمان ہے تو ایک دن اور ایک رات تک بندھے رہنے میں تیرا کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر تو مسلمان نہیں ہے تو ہم تجھ کو مضبوطی سے باندھیں گے پھر ہم نے اس کو مضبوط باندھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کو قید کرنا جائز ہے اگرچہ وہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ اسلام لانے کے ارادے سے یا امان کی طلب کے ارادے سے آیا ہے۔

۳۸۵۳- ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جس رات بنو قریظہ نے ہتھیار ڈالے اسی رات عمرو بن سعدی قرطبی نکلا اور حضور ﷺ کے خاتمی دینے کے پاس سے گزرا۔ جسکے نگران محمد بن مسلمہ تھے۔ پس جب محمد بن مسلمہ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ کون ہے اس نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ عمرو نے حضور ﷺ سے عہد شکنی کرنے میں بنو قریظہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ محمد بن مسلمہ نے اسے پہچاننے کے بعد

لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَأْنُهُ فَقَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ نَجَّاهُ اللَّهُ بِوَفَائِهِ۔ كَذَا فِي "السيرة" لابن هشام (۱۰۹:۲)، واحتج به في "شرح السير" (۱: ۱۹۷)۔

## باب الحرب خدعة وجواز الكذب في الحرب

### مالم يكن غدر ولا نقض امان

۳۸۵۴۔ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: قال النبي ﷺ: ﴿الْحَرْبُ خَدْعَةٌ﴾ رواه الامام البخارى في "صحيحه" (۶: ۱۱۰) مع "الفتح"۔

۳۸۵۵۔ عن جابر: عن النبي ﷺ قال: مَنْ لَكَغِبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتَجِبُ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَأَذِنَ لِي فَأَقُولُ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ رواه البخارى (۶: ۱۱۲) مع "الفتح" ايضا۔

۳۸۵۶۔ عن اسماء بنت يزيد مرفوعاً: لَا يَجِلُّ الْكِذْبُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ بَحَثَتِ الرَّجُلُ

فرمایا اے اللہ! مجھے معزز لوگوں کی لغزشوں کو صاف کرنے سے محروم نہ فرما۔ پھر محمد ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کا جدر جی چابا نکل گیا۔ پھر وہ چلا گیا اور آج تک معلوم نہیں ہوا کہ وہ کدھر گیا ہے۔ پھر حضور ﷺ سے اس کا ذکر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کو اللہ نے اس کی وفا کی وجہ سے نجات دی۔ (سیرت ابن ہشام)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی حربی مسلمانوں کی طرف آئے قبل اس کے کہ مسلمان قتل کرنے کیلئے یا قید کرنے کیلئے اس سے تعرض کریں تو وہ محفوظ ہوگا اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔

## باب۔ جنگ ایک چال کا نام ہے اور جنگ میں جھوٹ جائز ہے بشرطیکہ اس میں عہد شکنی یا نقض امان نہ ہو

۳۸۵۳۔ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنگ ایک چال کا نام ہے۔ (بخاری باب الحرب خدعۃ)۔

۳۸۵۵۔ جابر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف (یہودی) کا کام کون تمام کرے گا محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ (یا رسول اللہ) آپ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر آؤں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، محمد بن مسلمہ نے کہا پھر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجیے۔ (بخاری باب الکذب فی الحرب)۔

۳۸۵۶۔ اسماء بنت یزید سے مرفوعاً روایت ہے کہ تین مقامات کے علاوہ جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ ایک تو آدمی اپنی عورت کو راضی کرنے کے لئے اس سے جھوٹی بات کرے۔ اور دوسرے لڑائی میں جھوٹ بولنا اور تیسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے (جھوٹ

سَرَّاتِهِ لِيَرْضَاهَا، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وَفِي الْأَصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ ﴿﴾۔ اخرجہ الترمذی و حسنه (۱۶:۲)۔

### باب الفرار من الزحف

۳۸۵۷۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: ﴿اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ قَالُوا: وَمَا هُنَّ؟﴾ رَسُوْلُ اللَّهِ إِقَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ رِيَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزُّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ﴿﴾ متفق عليه (نیل الاوطار ۱۵۲:۷)۔

۳۸۵۸۔ عن ابن عباس لما نزلت ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا بِمِائَتَيْنِ﴾

(ن)۔ (ترمذی باب ماجاء فی اصلاح ذات البین)۔

**فائدہ:** یہاں جھوٹ بولنے سے مراد جھوٹ محض نہیں کیونکہ اس کی قطعاً اجازت نہیں بلکہ اس سے مراد تعریضات کا استعمال ہے یعنی ایسی چال چلے کہ دشمن اسے سمجھ نہ سکے۔

### باب۔ جنگ سے بھاگنا

۳۸۵۷۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو، اور ایسے جی کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ (یعنی مرتد ہونے پر، محسن ہونے کے باوجود نہ کرنے پر اور قصاص میں قتل کیا جائے گا) اور سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیچھے پھیرنا۔ اور ان عورتوں پر تہمت لگانا جو پاک دامن ہوں اور ایسی بری باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہوں اور ایمان والیاں ہوں۔ (بخاری و مسلم)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ سے فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پیٹیرا ملتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مشرک ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جاوے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (الآیہ سورہ الانفال ۱۶)۔

۳۸۵۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم ہوں تو دوسو پر غالب آ جائیں گے۔ (سورہ انفال) تو مسلمانوں کیلئے ضروری قرار دے دیا گیا کہ بیس مسلمان دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ

فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَبْرُرَ عَشْرُونَ مِنْ بَائِتَيْنِ، ثُمَّ نَزَلَتْ ﴿الآن خَفَّتَ اللَّهُ عَنْكُمْ﴾ الآية۔  
فَكُتِبَ أَنْ لَا تَبْرُرَ بَائَةً مِنْ بَائِتَيْنِ۔ رواه البخاری و ابوداؤد (نیل الاوطار ۷: ۱۵۲)۔

۳۸۵۹- وعنه انه قال: ﴿مَنْ قَرَأَ مِنْ ثَلَاثَةِ لَمْ يَبْرُرْ، وَمَنْ قَرَأَ مِنْ اثْنَيْنِ فَقَدْ قَرَأَ﴾ رواه الحاكم  
والشافعی عن سفیان عن ابن ابی نجیح عن عطاء عن ابن عباس رواه الطبرانی من رواية الحسن  
بن صالح عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً (التلخیص الحبی ۲: ۳۵۷)۔

۳۸۶۰- وعنه مرفوعاً ﴿خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعٌ بَائَةٌ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ  
أَرْبَعَةٌ آلاَفٌ، وَلَا تُنْهَرُمُ اثْنَا عَشَرَ الْفَامِينَ قِلَّةٌ﴾۔ رواه ابوداؤد والترمذی والحاكم باسناد  
صحیح، (العزیزی ۲: ۲۴۱)۔ ولفظ الحاكم فی "مستدرک" (۲: ۱۰۱)۔ ﴿وَلَنْ يُغْلِبَ اثْنَا  
عَشَرَ آلَافًا مِنْ قِلَّةٍ اه﴾۔ و فی "احکام القرآن" للجصاص (۳: ۴۸)؛ و فی بعض الروایات ﴿مَنْ  
غَلِبَ قَوْمٌ يَبْلُغُونَ اثْنَيْ عَشَرَ آلَافًا إِذَا اجْتَمَعَتْ كَلِمَتُهُمْ اه﴾۔

آیت نازل ہوئی کہ اب اللہ نے تم پر تخفیف کر دی ہے (الآیہ) اور یہ ضروری قرار دیا کہ سو مسلمان دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ (بخاری  
کتاب الشیر و ابوداؤد)۔

۳۸۵۹- ابن عباسؓ ہی فرماتے ہیں کہ جو شخص تین کے مقابلے سے بھاگاوہ (فی الحقیقت) نہیں بھاگا اور جو دو کے مقابلے  
سے بھاگاپس وہ (جنگ سے) بھاگنے والا ہے۔ اسے حاکم اور شافعی نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔  
فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمان دشمن سے آدھے ہوں تو ان کیلئے جنگ سے بھاگنا حلال نہیں۔

۳۸۶۰- ابن عباسؓ سے ہی مرفوعاً روایت ہے کہ بہترین ساتھی چار اور بہترین سریہ (چھوٹا لشکر) ۴۰۰ اور بہترین فوج چار  
ہزار نوجوانوں کی ہے۔ (خبردار) بارہ ہزار آدمی قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی باب ما جاء فی  
السرایا)۔ اور مستدرک میں حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ بارہ ہزار قلت کی بنا پر مغلوب نہیں ہو سکتے اور احکام القرآن جصاص میں ہے کہ بعض  
روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی ایسی قوم کو جس کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی ہوئی ہو مغلوب نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ متحد ہوں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار ہو تو جنگ سے بھاگنا جائز نہیں۔ یہ اگرچہ دشمن دگنے سے  
بھی زیادہ ہوں۔

فائدہ: بھاگنا اس صورت میں حرام ہے جب مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور قوت ہو اور اگر مسلمانوں کے پاس اسلحہ نہ ہو تو  
اسلحوالوں سے بھاگنے کی گنجائش ہے۔



## باب حمل الرؤوس الى الولاية

۳۸۶۱- نا محمد بن ہارون نا محمد بن یحیی القطعی حدثنی عبد اللہ بن اسحاق بن فضل بن عبد الرحمن - هو الهاشمی حدثنی ابی عن صالح بن خوات عن عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ابی سعید الخدری **﴿أَنَّ أَوَّلَ رَأْسٍ عُقِقَ فِي الْإِسْلَامِ رَأْسُ أَبِي عَزَّةَ الْجُمَحِيِّ، صَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُنُقَهُ، ثُمَّ حَمَلَ رَأْسَهُ عَلَى رُحْ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ﴾** - رواه ابن شاعين في الافراد، و من طريقه السلفی فی "الطیوريات"، قاله الحافظ فی "التلخیص حبیبر" (۳۷۲:۲) - وسکت عنه وستکلم فی سندہ فی الحاشیة۔

۳۸۶۲- عن عقبہ بن عامر أنَّ عُمَرَو بْنَ الْعَاصِ، وَشُرْحِبِيلَ بْنَ حَسَنَةَ "بَعَثَا عُنْبَةَ بَرِيدًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ، بِرَأْسِ نِيَّاقٍ بِطَرِيقِ الشَّامِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْكَرَ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ عُنْبَةُ: يَا خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ! فَإِنَّهُمْ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ بِنَا قَالَ: **﴿أَتَأْتِيَانِي بِفَارِسٍ وَالرُّومِ؟ لَا يُحْمَلُ إِلَى بَرَأْسٍ، وَأَنْمَا يَكْفِي الْكِتَابُ وَالْخَبَرُ﴾** رواه البيهقي واسناده صحيح - وروی ایضا من طریق معاویہ بن خدیج قال: هَاجَرْنَا عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْمُنْبِرُ، فَحَمَدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ قَالَ: إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا بِرَأْسِ نِيَّاقٍ الْبَطْرِيقِ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا بِهِ حَاجَةٌ إِنَّمَا هَذِهِ سُنَّةُ الْعَجَمِ،

## باب - بادشاہوں کے پاس (دشمنوں کے) سروں کو لے جانا

۳۸۶۱ - ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ پہلا سر جو اسلام میں لٹکا یا گیا ابو غرہ جمعی کا سر تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی گردن اڑائی پھر اس کے سر کو ایک نیزے کے سر پر اٹھایا اور اسے مدینہ منجودا یا۔ اسے ابن شاین نے افراد میں روایت کیا ہے۔

۳۸۶۲ - عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ عمرو بن العاصؓ اور شریل بن حسنہ نے عقبہ بن عامر کو شام کی فوج کے سپہ سالار نیاق کا سر دے کر ابو بکرؓ کے پاس بھیجا پس جب عقبہ ابو بکرؓ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے اس پر انکار فرمایا اس پر آپؐ سے عقبہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کے خلیفہ (یعنی کفار) تو ہمارے ساتھ ایسے ہی کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا افسوس ہے فارس اور روم پر، میری طرف کسی (یعنی کفار) کا سر نہ لایا جائے۔ خط اور خبر ہی کافی ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ بیہقی نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ابو بکرؓ کے زمانے میں ہجرت کی ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے پاس شامی فوج کے سپہ سالار بطریق کا سر لا یا گیا۔ حالانکہ ہمیں اس کی حاجت نہ تھی۔ اور یہ عجیوں

کذا فی "التلخیص الحبیر" (۳۷۲:۲)۔

۳۸۶۳- حدثنا فهد بن سلیمان و محمد بن سلیمان الباغندی قال: ثنا یوسف بن منازل الکوفی ثنا حفص بن غیاث عن اشعث عن عدی بن ثابت عن البراء قال: لَقِيتُ خَالِيَّ مَعَهُ الرَّائِيَةَ فَقُلْتُ: إِلَى أَيِّنَ تَذْهَبُ؟ فَقَالَ: "أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً أَبِيهِ بْنِ بَعْدِهِ أَنْ آتِيَهُ بِرَأْسِهِ- أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ فِي مُشْكَلِهِ (۱۰۶:۴) وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ وَتَابِعُهُ ابُو سَعِيدٍ الْأَشْجَعُ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ فَذَكَرَهُ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ عِنْدَ الطَّحَاوِيِّ أَيْضًا۔

۳۸۶۴- حدثنا یونس و بحر جمیعاً قالوا: ثنا حسان قال: انا ابواسامة عن الاعمش عن شمر بن عطية عن هلال بن يساف، قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرِيدُ الَّذِي قَدِمَ بِرَأْسِ الْمُخْتَارِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: فَلَمَّا وَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ: مَا حَدَّثَنِي كَعْبٌ بِحَدِيثٍ إِلَّا وَجَدْتُهُ كَمَا حَدَّثَنِي إِلَّا هَذَا فَإِنَّهُ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ تَمِيمٍ وَغَاهُو ذَاقَدُ قَتَلْتُهُ۔ قَالَ الْأَعْمَشُ: وَلَا يَعْلَمُ أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْحَجَّاجَ مُرْصِدًا لَهُ بِالطَّرِيقِ- أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ فِي "مُشْكَلِهِ"، وَاحْتِجَ بِهِ وَرِجَالَهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّنِي لَمْ أَقْدِرْ عَلَى تَعْيِينِ حَسَانَ هَذَا وَظَنِّي أَنَّهُ حَسَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَهْلٍ الْكِنْدِيُّ

کا طریقہ ہے (یعنی آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا)۔ تلخیص الحبیر میں بھی ایسے ہی ہے۔

۳۸۶۳- براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ماموں سے ملا جن کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں اس شخص کا سر لاؤں جس نے اپنے باپ کے (مرنے کے) بعد اس کی بیوی سے (یعنی اپنی ماں سے) نکاح کیا ہے۔ (مشکل طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۸۶۴- حلال بن یافؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس قاصد نے بتایا ہے جو عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس مختار کا سر لایا تھا۔ اس (قاصد) نے کہا کہ جب میں نے (مختار کے) سر کو آپ (یعنی عبداللہ بن زبیرؓ) کے سامنے رکھا تو عبداللہ نے فرمایا کہ کعب نے جو بات بھی مجھے کہی تو میں نے اسی طرح پایا جیسے اس نے کہی، سوائے اس بات کے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی قتل کرے گا۔ اور یہ وہ شخص جس کو تو نے قتل کیا ہے۔ افسؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ معلوم نہیں کہ ابو محمد یعنی حجاج (بن یوسف) راستے میں اس کی گھات میں ہے۔ (مشکل طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں اور طحاوی نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

واسطی سکن مصر وثقہ ابو حاتم وابن حبان وابن یونس، کذا فی "التہذیب" (۲: ۲۵۰)۔

### ابواب الغنائم وقسمتها

باب اذا فتح الامام بلدة عنوة فهو بالخيار ان شاء قسمها سهماً وان شاء اقر  
اهلها ووضع عليهم الجزية وعلى ارضهم الخراج

۳۸۶۵- عن زيد بن اسلم عن ابيه قال: قال عمر: "لَوْ لَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ  
بَلَدَةٌ أَوْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ"۔ رواه البخاری ومالك فی  
سوطاه بلفظ لَوْ لَا أَنْ يُتْرَكَ آخِرُ النَّاسِ لَا شَيْءَ لَهُمْ مَا فَتَحَ الْمُسْلِمُونَ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا  
سَهْمَانَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ سَهْمَانَا كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ (۲۱۶: ۵)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سر لے جانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے پاس سر لایا گیا۔ اور  
غیر ضرورت کے سر لے جانا مکروہ ہے جیسا کہ ابوبکرؓ نے اس پر انکار فرمایا تھا۔

### ابواب۔ مال غنیمت اور اس کی تقسیم کے بیان میں

باب جب امام کسی شہر کو لڑ کر فتح کرے تو اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ فاتحین میں تقسیم کر دے یا  
وہاں کے لوگوں کو (زمین پر) برقرار رکھے اور ان پر جزیہ لگا دے اور ان کی زمین پر خراج لگا دے۔

فائدہ: غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے لڑائی کے دوران لڑ کر حاصل کیا جاتا ہے اس میں سے غنم نکالا جائے گا اور باقی  
چار حصے صرف غنمین میں تقسیم کیے جائیں گے اور فی وہ مال ہے جو جنگ ختم ہو جانے کے بعد اور دار الحرب کے دار الاسلام میں تبدیل  
ہو جانے کے بعد کفار سے حاصل ہوتا ہے اس میں سے غنم نہیں نکالا جاتا بلکہ یہ تمام مسلمانوں کیلئے ہوتا ہے اور نفل وہ مال ہے جو مجاہد کو امام کی  
طرف سے اس کے حصے سے زائد بطور انعام ملتا ہے۔

۳۸۶۵- اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جس شہر یا جس بستی کو  
بھی فتح کرتا تو اسے فاتحین کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیتا جیسا کہ حضور ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا۔ (بخاری)۔ اور موطا امام مالک میں ان الفاظ  
کے ساتھ روایت ہے کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بعد کے لوگ اس طرح چھوڑے جائیں گے کہ ان کیلئے کچھ نہ ہوگا تو مسلمان جو بھی بستی فتح  
کرتے تو میں اسے (فاتحین کے درمیان) حصوں میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ حضور ﷺ نے خیبر کو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (فتح القدیر)۔

۳۸۶۶- عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصْبَحْنَا عَنُودَ فَجَمِعَ النَّسِيُّ رضی اللہ عنہ أَخْرَجَهُ ابوداود قال المنذرى: وأخرجه البخارى ومسلم والنسائى اتم منه (عون المعبود ۱۱۹:۳)۔

۳۸۶۷- عن سهل بن ابى حنمة قال: قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ نِصْفًا لِبَنَوَائِهِ وَخَاجَتِهِ وَنِصْفًا لِبَنِي الْمُسْلِمِينَ قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَهْمًا۔ أَخْرَجَهُ ابوداود وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ۱۱۹:۳)۔ وقال صاحب "التتقيح": اسنادہ جيد (زيلعى ۱۲۴:۲)۔

۳۸۶۸- عن بشير بن يسار مولى الانصار عن رجال من اصحاب رسول الله ﷺ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمَعَ كُلَّ سَهْمٍ مِائَةً سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذَلِكَ وَعَزَلَ النِّصْفُ الْبَاقِي لِمَنْ نَزَلَ بِهِ

۳۸۶۶۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور ﷺ غزوہ خیبر کیلئے تشریف لائے۔ (انس فرماتے ہیں) ہم نے خیبر کو فتح کیا اور قیدی جمع کیے گئے۔ (ابوداؤد۔ بخاری و مسلم، نسائی)۔  
فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیبر تمام کا تمام لو کر فتح کیا گیا۔ لیکن حضور ﷺ نے تمام خیبر مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیا۔ جیسے کہ اگلی روایت سے معلوم ہوگا۔

۳۸۶۷۔ سهل بن ابی حنمہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنی ضرورتوں اور دوسرے مقاصد کیلئے اور دوسرا حصہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا۔ اور اس دوسرے حصے کو انھارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ (ابوداؤد باب ماجاء فی حکم ارض خیبر)۔  
فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے تمام خیبر فاتحین میں تقسیم نہیں کیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ امام کو اختیار ہے، چاہے تو غنائم میں تقسیم کرے چاہے تو وہاں والوں کو برقرار رکھے۔

۳۸۶۸۔ بشیر بن یسار جو انصار کے غلام ہیں کئی صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے میں سو حصے تھے۔ پھر ان میں سے آدھے حضور ﷺ اور مسلمانوں کیلئے تھے۔ اور باقی آدھا دوسری ضروریات (مثلاً فانی کاموں اور اچانک پیش آ جانے والے حادثات کیلئے اور باہر سے آنیوالے فوڈ کیلئے تھا)۔



مِنَ الْوُفُودِ وَالْأُمُورِ وَتَوَائِبِ النَّاسِ۔ اخرجہ ابوداؤد، وسکت عنه هو والمنذرى (عون  
سعبود ۳: ۱۲۰)۔

۳۸۶۹- عن الزهرى قال: قال عمر: "وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ  
مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ" قال الزهرى: قَالَ عُمَرُ: هَذِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَاصَّةٌ، قُرَى عَرَبِيَّةٌ فَلَاكَ  
وَكَذَا وَكَذَا، وَوَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى  
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴿وَاللَّفَقَاءَ الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا  
دَارَ وَالِإِيمَانِ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾، فَاسْتَوْعَبْتُ هَذِهِ آيَاتِ النَّاسِ فَلَمْ  
يَقِ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ حَقٌّ إِلَّا بَعْضُ مَا تَمْلِكُونَ مِنْ  
رِقَابِكُمْ" اخرجہ ابوداؤد۔ قال المنذرى: وهذا منقطع، الزهرى لم يسمع من عمر (عون  
سعبود ۳: ۱۰۲)۔ قلت: وهو حجة عندنا والقصة مشهورة عن عمر، رواه ابن اسحاق عن حارثة  
بن مضرب عن عمر عند ابى عبيد فى "كتاب الاموال" (فتح البارى ۶: ۱۵۸)۔ والزهرى عن

۳۸۶۹۔ زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ) جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا  
جس پر تم نے (ابھی تک) نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ صرف حضور ﷺ کے لئے خاص  
ہیں یعنی عربیہ کی بشتیاں جیسے فذک وغیرہ (حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) دوسری آیت میں جیسے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (اس طور پر) اپنے  
رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلویا سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور (آپ ﷺ کے) قربت داروں کا اور  
تبیہوں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا۔ اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے۔ جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبرا  
تھما) جدا کر دیے گئے۔ ..... اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی) حق ہے جو دارالاسلام (مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے سے) قبل سے  
قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ ..... اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فی حق ہے) جو ان کے بعد آئے ہیں۔ پس اس آیت کے عموم میں تمام  
مسلمان شریک ہو گئے اب کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا اس میں حق نہ ہو بجز غلاموں اور باندیوں کے جن کے تم مالک ہو۔ (یعنی ان کا کوئی  
حصہ نہیں) (ابوداؤد باب فی صفا یا رسول اللہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال فی کو غنائم کے درمیان تقسیم کرنا ضروری نہیں بلکہ اس میں تمام مسلمانوں کا حق  
ہوتا ہے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ جس زمین کو فتح کیا گیا ہو وہ ہمارے نزدیک مال فی میں داخل ہے مال غنیمت میں نہیں۔ پس لڑکر فتح

مالک بن اوس بن الحدثان عنہ عند ابی داود (۱۰۳:۳) مع "عون المعبود"، وعمرو بن قیس السکونی عن ابيه عن عبدالله بن عمرو والعاص عن عمر عند الطحاوی (۱۴۵:۲)۔ ووصله یحییٰ بن آدم فی "کتاب الخراج (ص ۴۳)" له، فرواه بطریق زید بن اسلم عن ابيه عن عمر ووسنده صحیح ووصله النسائی بطریق ایوب عن عکرمۃ بن خالد عن مالک بن اوس عن عمر۔

۳۸۷۰- عن: عمر بن عبدالعزیز: "أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَنَىٰ فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَأَاهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُّوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ جَعَلَ اللَّهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، فَرَضَ الْأَغْطِيَّةَ، وَعَقَدَ لِأَخِي الْأَذْيَانَ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجَزِيَّةِ، وَلَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخَمْسٍ وَلَا مَغْنَمٍ"۔ رواه ابوداود (نیل الاوطار ۷:۲۸۵)۔ قال المنذرى: فيه رجل مجهول، وعمر بن عبدالعزیز لم يدرك عمر بن الخطاب۔ والمرفوع منه مرسل (عون المعبود ۳:۹۹)۔ وذكرنا ما يتعلق به فی الحاشیة۔

۳۸۷۱- حدثنا: ابوبکر بن عیاش عن الحسن: "أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَا كَانَ فِي الْعَسْكَرِ

کی ہوئی زمین اور دوسرے مال فی کاحکم ایک جیسا ہے۔

۳۸۷۰- عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فی کے مصارف کے بارے میں پوچھنے والوں کو لکھا کہ اس کا مصرف وہی ہے جہاں حضرت عمر بن خطابؓ نے اس کو صرف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تمام مؤمنین نے ان کے فیصلہ کو رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی روشنی میں کہ اللہ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو جاری فرما دیا ہے، عین عدل تصور کیا۔ حضرت عمرؓ نے عطایا کو مقرر کیا اور جزیہ کے بدلہ میں سب مذہب والوں کا ذمہ لیا اس میں نہ آپ نے پانچواں حصہ مقرر کیا اور نہ اس کو مالی غنیمت کے مثل تصور کیا۔ (ابوداؤد باب فی تدوین العطایا)۔

۳۸۷۱- حسن بصری سے مروی ہے وہ فرماتے تھے جو (مال منقول) لشکر میں ہو تو وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اس پر غلبہ پائیں اور زمین تمام مسلمانوں کی ہے اسے یحییٰ بن آدم نے خراج میں روایت کیا ہے اور یہ اثر حسن ہے۔

فائدہ: یعنی جو مال مخالف لشکر سے حاصل ہوگا وہ خُس نکالنے کے بعد فاتحین میں تقسیم کیا جائیگا۔ لیکن اس علاقے کی زمین فی ہے جس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔

فائدہ: امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی سنت اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کی سنت یہ ہے کہ جزیہ بیت المال

يُولِذَيْنِ غَلَبُوا عَلَيْهِ، وَالْأَرْضُ لِلْمُسْلِمِينَ" - رواه يحيى بن آدم في "الخراج" له (۴۸:۲۷)، وهذا اثر حسن۔

### باب ان مکہ فتح عنوة لا صلحا

۳۸۷۲- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: اَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، فَبَعَثَ الزُّبَيْرَ عَلَى حَدَى الْمُجَنَّبَيْنِ وَبَعَثَ خَالِدًا عَلَى الْمُجَنَّبَةِ الْآخَرَى، وَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْحُسَرِ، فَآخَذَ مِنَ الْوَادِي - وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي كَتَبِيَّةٍ فَتَضَرَّ فِرَافِنِي فَقَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: اخْبِثْ! لَا يَأْتِيَنِي الْأَنْصَارِيُّ، فَاطْفُوا بِهِ وَوَبَّشْتُ فُرَيْشَ مِنْ أَوْبَاشِ لَهَا وَأَتَّبَعَ - فَقَالُوا: تَدِمُ هَؤُلَاءِ فَإِنْ كَانَ لَهُمْ شَيْءٌ كُنَّا مَعَهُمْ، وَإِنْ أُصِيبُوا أَعْطَيْنَا الَّذِي سَأَلْنَا فَقَالَ ﷺ: تَرَوْنَ إِلَى أَوْبَاشِ فُرَيْشٍ وَأَتَّبَاعِهِمْ، ثُمَّ قَالَ بِيَدِيهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْآخَرَى - زَادَ فِي رَوَايَةٍ - وَقَالَ: خَصِمُواهُمْ حَصْدًا، ثُمَّ قَالَ: حَتَّى تَوَافُونِي بِالْصَّفَاءِ، فَانْطَلَقْنَا فَمَا شَاءَ أَحَدٌ مِنْ أَنْ يَقْتُلَ أَحَدًا

میں رکھا جائیگا اور اس میں سے شمس نہیں نکالا جائیگا اس بات پر علماء کا اتفاق ہے اس میں سے شمس نکالنا بدعت اور سنت و اجماع کی مخالفت ہے اور جزیرہ و مال ہوتا ہے جو ہمیں کافروں سے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتا ہے بطور ٹیکس کے اور یہی حال مال فی کا ہے ابن منذر فرماتے ہیں کہ اس شافعی سے قبل کسی نے بھی فی میں شمس کا قول نہیں کیا۔ خطابی فرماتے ہیں کہ مال فی میں حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ شمس نہ لیا جائے بلکہ یہ تمام مسلمانوں کی مصالح کیلئے ہے اور حضرت عمرؓ کی آیت کی مراد سے زیادہ واقف ہیں۔

### باب - مکہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے نہ کہ صلح سے

۳۸۷۲- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ آئے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک جانب پر زبیرؓ کو بھیجا اور دوسری جانب پر خالد بن ولیدؓ کو بھیجا (یعنی ایک کو سینہ پر کیا اور دوسرے کو میسرہ پر) اور ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ان لوگوں کا سردار بنایا جن کے پاس زبیرؓ نہ تھے وہ گھائی کے اندر سے گئے اور حضور ﷺ ایک گھوڑوں کے گروہ میں تھے آپ ﷺ نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا ابو ہریرہؓ! میں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اعلان کر دو کہ میرے پاس انصار کے علاوہ کوئی نہ آئے پس وہ (انصار) آپ ﷺ کے گروہ سے گئے اور قریش نے بھی اپنے گروہ اور تابعدار اکٹھے کئے اور (قریش نے) کہا کہ ہم انہیں آگے کرتے ہیں۔ (اگر ان کو کچھ ملا تو ہم بھی ان کے ساتھ ہیں اور اگر انہیں کوئی آفت پہنچی تو ہم وہ چیز دیدیں گے جو ہم سے مانگی جائے گی)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم قریش کی جماعتوں اور تابعداروں کو دیکھتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر کہا (کہ ان مکہ کے کافروں کو مارو) اور ایک

إِلَّا قَتَلَهُ وَمَا أَخَذَ مِنْهُمْ يُوْجِبُهُ إِلَيْنَا شَيْئًا فَجَاءَ أَبُو سُنَيَانَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيْبَحْتُ خَضْرَاءَ قُرَيْشٍ لَا قُرَيْشٍ بَعْدَ النَّيِّمِ، قَالَ: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُنَيَانَ فَهُوَ آمِنٌ فَاقْبَلِ النَّاسَ إِلَى دَارِ أَبِي سُنَيَانَ، وَأَعْلَقِ النَّاسَ أُنُوبَهُمْ الْحَدِيثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَفِي رَوَايَةِ لَابِي دَاوُدَ: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُنَيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْتَمَسَ السَّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، فَعَمَدَتِ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ۔

باب الامام فی الاسارى بالخيار ان شاء قتلهم وان شاء استرقهم

او تر کھم احراراً ذمۃ للمسلمین

روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ان (مکہ کے کافروں) کو بالکل بات دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں تک کہ تم مجھے صفاً (پہاڑی) پر ملو۔ (حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) پھر ہم چلے اور ہم میں سے جو شخص کسی (مکہ کے کافر) کو مارنے کا ارادہ کرتا تو اسے مار ڈالتا۔ اور ان میں سے کوئی ہمارا مقابلہ نہ کرتا۔ یہاں تک کہ ابوسفیان آیا اور کہنا یا رسول اللہ! قریش کا گروہ تباہ ہو گیا۔ اب آج کے بعد قریش نہ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر چلا جائے اسے امن ہے۔ پھر لوگ (جان بچانے کیلئے) ابوسفیان کے گھر کی طرف جانے لگے اور لوگوں نے اپنے (گھروں کے) دروازے بند کر لئے۔ الحدیث (مسلم) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے پس قریش کے سردار امن کے ارادے سے کعبہ میں داخل ہو گئے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ لڑ کر غلبہ سے فتح کیا گیا ہے کیونکہ اگر صلح ہو چکی ہوتی تو پھر آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ جو دروازے بند کر لے اسے امن ہے اور جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے کا کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتا نیز اور کسی نے بھی اس بات کو نقل نہیں کیا کہ حضور ﷺ نے صلح سے لیا ہے۔ نیز ام بانی کا ایک شخص کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے۔ اور زید بن کوسبیر اور خالد بن ولید کا سردار بنانا بھی ہمارا مؤید ہے۔ اور آپ ﷺ کا متقی بن صباح وغیرہ کے قتل کا حکم فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ عنوة فتح ہوا ہے۔ اذا جاء نصر الله والفتح اور انا فتحنا لک فتحا مبیناً سے جمہور کے نزدیک فتح مکہ مراد ہے جو اس بات پر دلالت ہے کہ مکہ عنوة فتح ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا "اذھوا فانتم المطلقاء" فرمانا اور اس غزوہ کو غزوہ فتح کا نام دینا بھی اس کا مؤید ہے۔ لیکن چونکہ زمین مال غنیمت میں داخل نہیں ہوتی بلکہ ان کے حکم میں ہوتی ہے نیز بعض لوگوں نے مکہ کو دارالمناسک کہا ہے اس لئے مکہ کی زمین غنیمت میں تقسیم نہیں کی گئی۔

باب۔ قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان کو قتل کر دے اور

اگر چاہے تو ان کو غلام بنادے یا انہیں مسلمانوں کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے



۳۸۷۳- عن الزهري عن انس بن مالك: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ غَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمَغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي خَطَلْتُ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: قَتَلُوهُ ﴿﴾۔ اخرجہ البخاری و مسلم (زیلعی ۱۳۶:۲)۔

۳۸۷۴- عن عطية القرظي قال: "كُنْتُ فِيْمَنْ أَخَذَ مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ، فَكَانُوا يَقْتُلُونَ مَنْ سَبَّ وَتَرَكُوا مَنْ لَمْ يُنَبِّتْ فَكُنْتُ فِيْمَنْ تَرَكْتُ"، اخرجہ اصحاب السنن الاربعة (زیلعی ۱۲:۱)، وقال الترمذی: حسن صحيح (۱۹۲:۱)۔

۳۸۷۵- عن ابی مجلز والشعمی والحکم و محمد بن المسیر "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَثَمَانَ بْنَ حَنْبَلٍ عَلَى خَرَجِ السَّوَادِ" فذكروا الحديث بطوله وفيه ﴿وَرَفَعَ عَنْهُمْ الرِّقَّ الْخَرَجَ الَّذِي وَضَعَهُ فِي رِقَابِهِمْ وَجَعَلَهُمْ أَكْرَدَ فِي الْأَرْضِ فَحَمِلَ مِنْ خَرَجِ سَوَادِ الْكُوفَةِ مِائَةَ مِائَةٍ أَوَّلَ سَنَةِ ثَمَانُونَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، ثُمَّ حَمِلَ مِنْ قَابِلِ مِائَةٍ وَعِشْرُونَ أَلْفَ أَلْفَ دِرْهَمٍ﴾۔ وَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ ﴿﴾ اخرجہ ابن سعد فی الطبقات وابن زنجويه فی "كتاب

۳۸۷۳- زہری انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ ﷺ نے اسے اتارا تو ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردے سے چٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پھر بھی) اسے قتل کر دو۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کرنا جائز ہے۔

۳۸۷۴- عطیہ قرظی فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے جو لوگ گرفتار کئے گئے تھے میں بھی ان میں شامل تھا۔ پس مسلمان اس شخص کو قتل کر دیتے جسکے زیر ناف بال آئے ہوئے تھے اور اس کو چھوڑ دیتے جس کے زیر ناف بال آئے ہوئے نہ تھے اور میں بھی چھوڑے جانے والے لوگوں میں تھا۔ سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کرنے یا غلام بنانے کا اختیار ہے۔

۳۸۷۵- ابو مجلز، شعبی، حکم اور محمد بن المسیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو نواحی علاقوں کے خراج کی وصولی کیلئے بھیجا۔ پھر ان تمام راویوں نے لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ آپؓ نے ان (کفار) سے غلامی کو ختم کر دیا اس خراج کی وجہ سے جو ان پر آپؓ نے مقرر کیا تھا۔ اور ان (کفار) کو زمین میں کاشتکار مقرر کر دیا۔ پہلے سال کوفہ کے نواحی علاقوں سے آٹھ کروڑ درہم

الاموال“ باسانید صحاح و حسان (زیلعی ۱۲۶:۲)۔

### باب المن علی الاسیر و مفاداتہ بالمال او بالاسیر المسلم

۳۸۷۶- عن ابن عباس قوله: ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، قَالَ: الْفِدَاءُ مَنْسُوخٌ نَسَخْتُمَا ﴿فَإِذَا أُنْسِلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ - إِلَى - ﴿كُلُّ مَرْصَدٍ﴾ قَالَ: فَلَمْ يَبْقَ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ، وَلَا حَرَمَةٌ بَعْدَ بَرَاءَةٍ وَأُنْسِلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ اخبره ابن جرير في "تفسيره" (۲۶:۶) بسند قد اكثرت الاحتجاج به في "تفسيره" حدثني محمد بن سعد ثني اني ثني عمي ثني اني عن ابيه عن ابن عباس، و محمد هذا هو ابن سعد بن الحسن بن عطية العوفي، لينه الخطيب، وروى الحاكم عن الدارقطني انه لا بأس به (لسان الميزان ۱۷۴:۵)۔ وعطية العوفي ضعيف ليس بواه، وربما حسن له الترمذي (الاتقان ۱۹۶:۲)، وقال ابن معين: "صالح" و قال ابوزرعة: "لين" و قال ابن سعد: "كان ثقة ان شاء الله تعالى" وله احاديث صالحة، ومن الناس من لا يحتج به" اهـ- (التهذيب ۲۲۶:۷) و سعد بن محمد بن الحسن و عمه الحسين بن الحسن، وابوه الحسن بن عطية كلهم ضعفاء۔ كما يظهر ذلك من

بالت کا خراج حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا اور اگلے سال بارہ کروڑ درہم خراج لایا گیا اور پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن زنجویہ نے کتاب الاموال میں صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن قیدیوں کو آزاد کر کے مسلمانوں کیلئے ذی بنا کے رکھا جاسکتا ہے اور ان سے خراج و جزیہ وصول کیا جائیگا۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیسری صورت کا اختیار بھی امام کو حاصل ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ مکہ کے کفار کیلئے صرف اسلام یا تلواریں۔

### باب - قیدی کو بلا معاوضہ یا مال کا فدیہ لے کر یا مسلمان قیدی کے بدلے میں چھوڑنے کے بیان میں

۳۸۷۶- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو (قیدیوں کو) بلا معاوضہ چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں (یعنی مسلمان ہو جائیں یا ذی ہو جائیں) یہ (جہاد کا حکم مذکورہ بالا بجالانا) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعے سے امتحان کرے (محمد - ۴) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

حسان“ (۲۷۸:۲، ۸۱:۳) و ”التہذیب“ (۲۹۴:۲)۔

۳۸۷۷- حدثنا: ابن عبد الاعلی ثنا ابن ثور عن معمر عن عبد الکریم الجزری قال:

کُتِبَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ عَنِّي أَسِيرٌ أَسِيرٌ فَذَكَرَ أَنَّهُمْ التَّمَسُّوَةُ بِفِدَاءٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَوَاءٌ، لَقَتُلْ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔ اخرجہ الطبری (۲۶:۶) ایضاً و سندہ صحیح مرسل، فابن ثور هو محمد بن ثور الصنعانی، ثقة عابد، وابن عبد الاعلی هو

محمد بن عبد الاعلی الصنعانی من رجال مسلم وغیره، والباقون لا یسال عنهم۔

۳۸۷۸- حدثنا: محمد بن عبد الاعلی ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة رضی اللہ عنہ قَتَادَةُ رضی اللہ عنہ فَمَا مَنَا بَعْدُ

فَمَا بَدَأَ رضی اللہ عنہ نَسَخَهَا رضی اللہ عنہ فَمَا تَقَفَّنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَدِيَهُمْ مِّنْ خَلْفَهُمْ رضی اللہ عنہ، اخرجہ الطبری فی

مناہجہ لیا منسوخ ہے اور اسے سورہ توبہ کی اس آیت نے منسوخ کیا ہے کہ جب اشرار گمراہ جائیں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جہاں پاؤں پڑے اور پڑا، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ (توبہ - ۵)۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ برات کے نازل ہونے پر اشرار حرم کے گمراہ جانے کے بعد اب کسی مشرک کیلئے نہ کوئی مدد ہے اور نہ ہی کوئی حرمت ہے۔ (ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس کے ذریعے جنت پڑنا عام ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے (جو کہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد یعنی اجلد تابعین کے اقوال کی تائید سے قابل احتجاج ہے) معلوم ہوا کہ سورہ محمد میں مذکور قیدی کو بلا معاوضہ یا معاوضہ لیکر چھوڑنے کا حکم منسوخ ہے جسے سورہ برات کی آیت مذکورہ بالا نے منسوخ کر دیا ہے۔ اور اس بات پر اتفاق ہے کہ سورہ برات سورہ محمد کے بعد نازل ہوئی ہے۔

۳۸۷۷- عبد الکریم جزری فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ کو ایک قید کیے ہوئے قیدی کے بارے میں لکھا گیا۔ اور یہ بیان کیا گیا کہ میں نے اس قیدی کو اتنے مال کے عوض مانجا ہے تو ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ ایک مشرک کو قتل کرنا مجھے اتنے مال سے زیادہ پسند ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ قیدی کو بلا معاوضہ یا معاوضہ کے ساتھ چھوڑنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ محمد میں مذکور بلا عوض یا معاوضے کے ساتھ چھوڑنے کا حکم منسوخ ہے۔

۳۸۷۸- قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿فَمَا مَنَا بَعْدُ وَفَمَا بَدَأَ﴾ یعنی بلا معاوضہ یا معاوضہ کیساتھ چھوڑنا ﴿فَمَا تَقَفَّنَهُمْ﴾ کو ﴿فَمَا تَقَفَّنَهُمْ﴾ حارب فشردہم من خلفہم رضی اللہ عنہ (یعنی اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پائیں تو ان پر حملہ کر کے اس کے ذریعے سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے مددہ میں منتشر کر دیجئے تاکہ وہ سمجھ جائیں) نے منسوخ کر دیا ہے۔ اسے طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

التفسیر، وهو سند صحیح (۲۶:۶)۔

۳۸۷۹- حدثنا: ابن حمید وابن عیسیٰ الدماغانی قالا ثنا ابن المبارک عن جریج انه كان يقول في قوله: ﴿فَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءٌ﴾ نَسَخَهَا قَوْلُهُ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾، أخرجه الطبري (۲۶:۶) ايضاً، وسنده صحيح۔

۳۸۸۰- حدثنا: ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفیان عن السدي ﴿فَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءٌ﴾ قَالَ: نَسَخَهَا ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾، أخرجه الطبري ايضاً، وسنده صحيح (۱۲۸:۲)۔

۳۸۸۱- عن سلمة بن الاكوع قال: "خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَمْرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَغَزَوْنَا فِرَازَةَ" وذكر الحديث وفيه - فِجْنْتُ بِهِمْ أَسْوَفُهُمْ وَفِيهِمْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي فِرَازَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَسُتْتُهُمْ حَتَّى آتَيْتُ بِهِمْ أَبَا بَكْرٍ، فَفَلَّيْنِي ابْتَتَمَا فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَلَقَيْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي السُّوقِ فَقَالَ لِي: يَا سَلْمَةُ أَهْبِ لِي الْمَرْأَةَ، لِلَّهِ أَبُوكَ

۳۸۷۹- ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جریج فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءٌ﴾ کو اللہ تعالیٰ کے ہی ارشاد ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اسکی سند صحیح ہے۔

۳۸۸۰- سدی فرماتے ہیں کہ ﴿فَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءٌ﴾ کو ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے اسے طبری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ قدیم تابعین اور تبع تابعین مفسرین کے اقوال ہیں جو انہوں نے یقیناً صحابہ سے ہی لیے ہوئے۔ اور عطیہ عوفی نے توضح کے قول کی ابن عباسؓ کی طرف نسبت کی ہے۔ لہذا یہ بات یقینی ہوگئی کہ بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر قیدی کو چھوڑنا منسوخ ہے۔

۳۸۸۱- سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں ہم (جہاد کیلئے) حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نکلے حضور ﷺ نے آپؐ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا۔ پس ہم نے فِرَازَةَ قوم کے خلاف جہاد کیا۔ پھر سلمہ نے مکمل حدیث بیان کی جس میں ہے کہ میں ان (بنو فِرَازہ) کو ہانتا ہوا لایا جن میں ایک بنو فِرَازہ کی عورت تھی جس پر چڑے کی پوشتیں تھیں اور اس عورت کے ساتھ اس کی نہایت خوبصورت بیٹی تھی۔ میں ان سب کو ہانک کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس لایا۔ آپؐ نے وہ لڑکی انعام میں مجھے دیدی۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ بازار میں مجھے ملے اور مجھ سے فرمایا اے سلمہ! (یہ) عورت مجھے ہبہ کر دے۔ تیرا باپ بہت اچھا ہے۔ پس میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپؐ کی ہے۔ قسم بخدا میں



صَلْتُ: هِيَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَوَاللَّهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَبَعَثَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَكَّةَ  
صَدَى بِهَا نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا أَسِيرُوا بِمَكَّةَ“ اخرجه مسلم (زيلعي ۲: ۲۲۸)۔

۳۸۸۲- عن: عمران بن الحصين رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَذَى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
بِرَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ انتهي بلفظ الترمذی، وقال: حديث حسن صحيح وطوله مسلم،  
والوداود اخرجاه في كتاب النذر والایمان (زيلعي ۲: ۱۲۸، ونيل الاوطار ۷: ۲۰۴)۔

۳۸۸۳- قال الاوزاعي: بَلَّغْنِي اَنْ هَذِهِ الْآيَةُ مَنسُوخَةٌ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَاِمَّا مَنَا بَعْدُ وَاِمَّا  
هَذَا﴾ فَتَسَخَّرَهَا ﴿فَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ﴾ حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هِنَادُ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ  
سِاسِ كَافِرٍ اَنْتَبِهُ كَهِلَا۔ پھر حضور ﷺ نے وہ لڑکی مکہ والوں کو بھیج دی اور اس کے بدلے کئی مسلمانوں کو چھڑایا جو مکہ میں قید ہو گئے  
تھے۔ (مسلم)

۳۸۸۲- عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مشرک قیدی کے عوض دو مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ (ترمذی)  
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عمران بن حصین کی طویل حدیث مسلم، ابوداؤد میں مروی ہے۔

فائدہ: بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قیدی کو کافر قیدی کے عوض چھڑانا جائز ہے جیسا کہ جمہور اور صاحبین کا  
مذہب مسک ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر الروایت بھی یہی ہے۔ نیز اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان قیدی کو کافروں کے چنگل سے  
چھڑانا واجب ہے اور یہ عوض دینے کے بغیر ممکن نہیں۔ لیکن ابوحنیفہؒ کی ایک اور روایت میں ہے کہ مسلمان قیدی کو کسی قیدی کے بدلے میں  
چھڑانا جائز نہیں اور اس کی دلیل مذکورہ بالا نسخ کے دلائل ہیں جن میں مطلقاً فدیہ لیکر (خواہ فدیہ مالی ہو یا جانی) قیدی کو چھوڑنا منسوخ کہا گیا  
ہے۔ نیز مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں جمہور کیلئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی مسلمان ہو چکی  
تھی۔ اور کسی مسلمان عورت کو فدیہ میں دے کر کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلَا تَجْعَلُوهُنَّ اِلٰى  
مُكْفَارٍ﴾ (کہ ان مسلمان باندیوں کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ)۔ اور عمران بن حصین کی مفصل حدیث صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے اس  
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کا قیدی مسلمان ہو چکا تھا اور مسلمان قیدی کے عوض مسلمان قیدی کو چھڑانا تو جمہور کے نزدیک بھی جائز نہیں  
ہے۔ پس ان دونوں احادیث میں جمہور کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

بہر حال امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دونوں قول احادیث سے مؤید و مدلل ہیں۔ فلله الحمد۔  
۳۸۸۳- اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا ارشاد ﴿فَاِمَّا مَنَا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءٌ﴾ منسوخ ہے اور اسے آیت ﴿فَاقْتُلُوهُمْ﴾  
حیث تَقِفْتُمُوهُمْ کے لئے منسوخ کیا ہے (ترمذی) اس کی سند صحیح ہے۔

الاوزاعی رواہ الترمذی، و سندہ صحیح (۱۹۰:۱)۔

۳۸۸۴- عن ابن مسعود قال: "لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَجِئَءَ بِالْأَسَارَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

﴿لَا يَنْفِلَتَنَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِفِدَاءٍ أَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ﴾ الحديث۔ رواہ احمد والترمذی، و قال:

حديث حسن (نیل الاوطار ۷: ۲۰۵)۔

### باب لا یقسم الغنیمۃ فی دار الحرب

۳۸۸۵- ابو حنیفہ: عن مقسم مولى بن عباس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن

النبی ﷺ: ﴿أَنَّهُ لَمْ يَقْسِمِ شَيْئًا مِنْ غَنَائِمِ بَدْرٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَقْدَبِهِ الْمَدِينَةِ﴾۔ رواہ ابو حنیفہ

رحمہ اللہ فی "مسندہ" (جامع المسانید ۲: ۲۸۲)۔ و سند الامام صحیح۔ و فی الصحیحین ما

یشیر الیہ، وقد صرح بہ ارباب السیر (عقود الجواهر ۱: ۲۱۸)۔

۳۸۸۶- عن: رافع بن خدیج: ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَسَمَ غَنَائِمَ بَدْرٍ بِالْمَدِينَةِ مَعَ غَنَائِمِ أَهْلِ

۳۸۸۴- ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی

فدیہ دیے بغیر یا گردن دیے بغیر نہیں چھوٹ سکے گا۔ (مسند احمد و ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر فدیہ لئے قیدی چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیدی

کو قتل کرنا جائز ہے۔ یہی احناف و جمہور کا مسلک ہے۔ البتہ فدیہ لے کر چھوڑنے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک مالی فدیہ لے کر

چھوڑنا بالاتفاق جائز نہیں اور ﴿فَاقَامَا مَنَا بَعْدَ ذَلِكَ يَوْمَ بَدْرٍ﴾ اور قصہ بدر منسوخ ہے۔ البتہ مسلمان قیدی کے عوض کافر قیدی کو چھوڑنے میں امام ابو

حنیفہ کے دو قول ہیں اور دونوں قول مدلل ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

### باب۔ دار الحرب میں مال غنیمت تقسیم نہ کیا جائے

۳۸۸۵- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غزوہ بدر کی شمشوں کو مدینہ آنے کے بعد ہی تقسیم

فرمایا۔ ابو حنیفہ نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور امام کی سند صحیح ہے۔

۳۸۸۶- رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر کی شمشوں کو نخلۃ والوں کی شمشوں کے ساتھ مدینہ میں تقسیم

فرمایا۔ اسے امام محمدؒ سیر کبیر میں روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے (اور کسی مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس کے صحیح ہونے کی

دلیل ہے)۔

تَحْلَةٍ ﴿اخرجه محمد فی "السیر الکبیر" له، واحتج به (شرح السیر ۲: ۲۵۴)۔

۳۸۸۷- عن جبیر بن مطعم "أَنَّ بَيْنَنَا نَوْمَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلُهُ مِنْ حُنَيْنٍ عَقِبَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ، فَخَطَفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَتْ سَبِيحًا، ثُمَّ قَالَ: أَغْطُونِي رِدَائِي فَلَوْ كَانَ عَدُوُّ هَذِهِ الْعِصَاةِ نَعْمًا لَقَسَمْتُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَحْلُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا" اخرجه البخاری (۴۶: ۱-۴۳۱)، وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنْ  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَيْنَ الْجَبَرَاتِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ ۵۱۔

باب اذا لحق عسكر الاسلام مدد فی دار الحرب

قبل ان يقسموا الغنيمة او يحرزوها بدار الاسلام شار كوهم فيها

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ بدر کے مال غنیمت کو صغراء وادی میں (جو کہ بدر کے قریب ہے) تقسیم کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وادی صغراء بھی دارالاسلام میں داخل تھی۔ پس دارالحرب میں تقسیم کرنے کی دلیل پھر بھی اس میں نہیں ہے۔  
۳۸۸۷- جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی خود جبیر) حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے صحابہ تھے وادی حنین سے آپ ﷺ واپس تشریف لارہے تھے تو کچھ بدوی لوگ آپ ﷺ سے لپٹ کر آپ ﷺ سے کچھ مانگنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو ایک بول کے درخت کے پاس جانے پر مجبور کر دیا۔ (ہاں آپ ﷺ کی چادر بول کے کانٹے میں الجھ گئی) تو انہوں نے آپ ﷺ کی چادر کو لے لیا (تاکہ آپ ﷺ انہیں کچھ عنایت فرمائیں گے تو وہ چادر واپس کریں گے) حضور ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی جانور ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے بخیل، جیونہ اور بزدل نہ پاؤ گے۔ (بخاری)۔

اور بخاری نے حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا جہاں آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود بعض مجاہدین کے مطالبے کے آپ ﷺ نے مال غنیمت حنین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ جعرانہ میں (جو کہ دارالاسلام تھا) تقسیم فرمایا بہر حال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت دارالحرب میں تقسیم نہیں کرنی چاہیے بلکہ دارالاسلام میں تقسیم کیا جائے۔

باب۔ جب دار الحرب میں اسلامی لشکر کو مدد پہنچ جائے مال غنیمت تقسیم کرنے یا اسے دارالاسلام میں محفوظ

کرنے سے قبل تو وہ مدد (یعنی بعد میں آنے والے) مال غنیمت میں اصل لشکر کے ساتھ شریک ہونگے

۳۸۸۸- ابویوسف عن مجالد عن الشعبي وزياد بن علاقة: أَنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى سَعْدٍ قَدْ أَمَدَدْتُكَ بِقَوْمٍ فَمَنْ أَتَاكَ مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ تَفْنِيَ الْقَتْلَى، فَأَشْرِكُهُ فِي الْغَنِيمَةِ“ ذكره الحافظ في "التلخيص" (۲: ۲۷۵)۔ قال: و قال الشافعي: هذا غير ثابت ۱۵۔ قلت: ولعله لما في مجالد من المقال، ولكنه قد وثق كما سنذكره۔ واحتج ابویوسف بحديثه، فهو حسن الحديث، واما الارسال فلا يضرنا۔

۳۸۸۹- عن العباس قال: "شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا لَقِيَ الْمُسْلِمُونَ وَالْكَفَّارَ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ، فَطَفِقَ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قَبْلَ الْكَفَّارِ، وَأَنَا أَخِذُ بِلِجَامِ بَغْلَتِهِ أَكْفُهَا إِرَادَةً أَنْ لَا يَسْرَعَ، وَأَبُوسُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ أَخَذَ بِرِكَابِهِ ﷺ، فَقَالَ ﷺ: أَيُّ عَبَاسٍ نَادِ أَصْحَابَ السُّمُرَةِ، وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا۔ قَالَ عَبَّاسٌ: قُلْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي: أَيُّ أَصْحَابِ السُّمُرَةِ؟ فَوَاللَّهِ لَكَانَ غَضَبُهُمْ جِنَّ سَمِعُوا صَوْتِي غَضَبَةً الْبَقَرِ عَلَى أَوْلَادِهَا۔ فَقَالُوا: يَا لَبِيْكَ! يَا لَبِيْكَ! فَقَتَلُوا وَالْكَفَّارَ" الحديث رواه مسلم (جمع الفوائد ۲: ۶۵)۔ زاد ابن اسحاق قال: و رسول الله ﷺ يَقُولُ، جِنَّ مَا رَأَى مِنَ النَّاسِ: أَيُّنَ أَيُّهَا النَّاسُ؟ فَلَمْ أَرَ النَّاسَ يَلُوْزُونَ عَلَيَّ شَيْءٍ۔ فَقَالَ: يَا عَبَّاسُ! أَصْرِخْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ أَصْحَابِ السُّمُرَةِ! قَالَ: فَاجَابُوا

۳۸۸۸- شعبي اور زيادہ بن علاقہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو لکھا کہ میں نے تیری ایک دوسرے کے ذریعے مدد کی ہے (یعنی ان کو بعد میں تمہاری مدد کیلئے بھیجا ہے) پس ان میں سے جو تیرے پاس مقتولوں کے ختم ہونے سے قبل پہنچ جائے تو اسے مال غنیمت میں شریک کرنا۔ (تفہیم الحیر)۔ یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔

فائدہ: یعنی مسلمانوں اور کفار کے مقتول الگ الگ کر لئے جانے سے قبل کوئی شخص مدد کیلئے پہنچ جائے تو اسے مال غنیمت میں شریک کرو۔

۳۸۸۹- حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ جب مسلمان اور کفار آپس میں ٹکرائے ہوئے تو مسلمانوں نے پیچھے ہٹ کر (یہ بھاگنے والے بعض نو مسلم تھے) اور حضور ﷺ اپنے خیر کفار کی جانب دوڑانے کیلئے ایڑ لگاتے تھے اور (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) میں آپ ﷺ کے خیر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اس ارادے سے کہ اسے تیز دوڑنے سے روکوں۔ اور سفیان بن حارث آپ ﷺ کی رکاب کو پکڑے ہوئے تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عباسؓ! سر (کلیں) درخت (والوں کو پکار،



سَيَكُ لَنَيْكُ! قَالَ: فَيَذْهَبُ الرَّجُلُ يَتْنِي بَعِيرُهُ، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ فَيَاخُذُ دِرْعَهُ، فَيَقْذِفُهَا فِي غَيْبِهِ وَيَاخُذُ سَيْفَهُ وَنَرْسَهُ، وَيَفْتَحِمُ عَنْ بَعِيرِهِ وَيُخَلِّي سَبِيلَهُ- فَيَوْمُ الصُّوْتِ، حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ مِنْهُمْ مِائَةٌ اسْتَقْبَلُوا النَّاسَ فَقَتَلُوا- فَأَشْرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رُكَابِهِ، فَنَظَرَ إِلَى مُجْتَلِدِ الْقَوْمِ وَهُمْ يَجْتَلِدُونَ، فَقَالَ: الْآنَ حَمَى الْوُطَيْسُ اه- (سيرة ابن هشام ۳: ۲۶۷) بسند صحیح-

۳۸۹۰- وزاد احمد والموصلى عن جابر "وَأَجْتَلَدَ النَّاسُ فَوَاللَّهِ مَا رَجَعَتْ رَاجِعَةً نَاسٌ مِنْ هَزِيمَتِهِمْ حَتَّى وَجَدُوا الْآسَارَى مُكْتَفَيْنَ، عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ" (جمع الفوائد ۲: ۶۶)- وهو حسن او صحيح على اصله و زاد محمد فى "السير الكبير" (۲: ۲۵۲): "إِنَّ الْمُنْهَزِمِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَدْ كَانُوا بَلَّغُوا إِلَى مَكَّةَ اه- وقال القطب الحلبي فى "السيرة" (۳: ۱۲۷): وَقَدْ

حضرت عباسؓ اونچی آواز والے تھے (ان کی آواز آٹھ میل تک سنائی دیتی تھی)۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اونچی آواز میں پکارا کہ کہاں ہیں سرور والے (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) قسم بخدا کہ جب انہوں نے میری آواز سنی تو انکا مڑنا ایسے تھا جیسے گائے اپنی مالدار پر پلٹی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ تب وہ (مسلمان) اور کفار نے آپس میں جنگ کی۔ (مسلم)۔ ابن اسحاق نے صحیح سند کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جب وہ حالت دیکھی جو دیکھی تو فرمایا کہ اے لوگو! کہاں ہو؟ (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے ان کو کسی چیز پر پلٹتے ہوئے نہ دیکھا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عباسؓ یہ آواز لگاؤ کہ اے انصار کی قوم! اے انصار کی قوم! اے سرور والے! حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ تب انہوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے اونٹ کو موڑتا تھا۔ پھر اگر وہ اس پر قادر نہ ہوتا تو اپنی زہ لے لیتا۔ پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوتا تو ان دونوں کو اس کی گردن میں پھینک کر اپنی تلوار اور اپنی ڈھال لے لیتا اور اپنے اونٹ سے کود جاتا اور اسے چھوڑ دیتا۔ اور آواز کی سبب کہتا یہاں تک کہ حضور ﷺ تک پہنچ جاتا۔ پھر جب آپ ﷺ کے پاس ان صحابہؓ میں سے سو جمع ہو گئے تو صحابہؓ نے کفار کی طرف رخ کیا اور (ان سے) جنگ کی۔ حضور ﷺ نے اپنے رکاب پر کھڑے ہو کر جھانکا اور قوم کے بہادروں کی طرف دیکھا جبکہ وہ (صحابہ) بہادری سے بڑبڑ رہے تھے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جنگ گرم ہوئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)۔

۳۸۹۰- احمد اور موصلى نے جابرؓ سے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ لوگ بہادری سے بڑے اور قسم بخدا یہ لوگ اپنی شکست سے نہیں پلٹے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے قیدیوں کو حضور ﷺ کے پاس ساتھ جوڑے ہوئے پایا۔ (جمع الفوائد)۔ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔ اور امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ حنین کے دن شکست کھا جانے والے مکہ تک پہنچ گئے (جو کہ دارالاسلام بن چکا

وَصَلَّتِ الْهَزِيمَةُ إِلَى مَكَّةَ فَسَرَّ بِذَلِكَ قَوْمٌ مِنْهَا، وَأَظْهَرُوا الشِّمَاتَةَ ۝

۳۸۹۱- والاحمد ومسلم عن سلمة بن الاكوع : فَلَمَّا غَشَمُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ عَنْ الْبَنَةِ، ثُمَّ قَبَضَ قُبْضَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وَجْهَهُ الْقَوْمُ فَقَالَ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ- فَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَآ اللَّهُ عَيْنِيهِ تُرَابًا مِنْ تِلْكَ الْقُبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدِيرَيْن فَهَزَمُوهُمْ اللَّهُ تَعَالَى وَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ (الدر المنثور ۳: ۲۶۶)۔

۳۸۹۲- عن : ابی بکر رضی اللہ عنہ بَعَثَ عِزْرَمَةَ بِنَ أَبِي جَهْلٍ فِي خَمْسِ مِائَةِ نَفَرٍ مَدَدًا لِأَبِي أُمَيَّةَ وَزِيَادَ بْنَ لَبِيدٍ الْبَيَاضِي، فَأَذَرُوهُمْ حِينَ افْتَتَحُوا الْبَحِيرَ فَأَشْرَكَهُمْ مَعَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ- اخرجه محمد بن الحسن الامام في "السير الكبير" (۲: ۲۵۱)، واحتج به-

۳۸۹۳- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: "إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ، فَإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا

تھا) اور قطب حلبی سیرت میں فرماتے ہیں کہ شکست مکہ تک پہنچ گئی تھی اس پر مکہ کی ایک قوم خوش ہوئی اور شامت کا اظہار کیا۔

۳۸۹۱- سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ جب دشمنوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تو آپ ﷺ (بہادری سے) اپنے فخر سے اترے اور مٹی بھر خاک زمین سے اٹھائی اور کفار قوم کے منہ پر ماری اور فرمایا کہ (انکے) منہ بگڑ گئے۔ پھر ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ رہا جس کی آنکھ اسی مٹی بھر مٹی کی وجہ سے مٹی سے بھر نہ گئی ہو۔ آخر وہ بھاگے اور اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کیا۔ اور حضور ﷺ نے ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ (مسلم، احمد)۔

فائدہ: یعنی جب پیٹھ پھرنے والے دور دارالاسلام میں چلے گئے۔ تو وہ مال غنیمت سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن جب وہ واپس پلٹے اور مال غنیمت تقسیم کرنے سے قبل حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے تو مال غنیمت کے مستحق ٹھہرے۔ پس معلوم ہوا کہ بعد میں آنے والی ملک غنیمت کی تقسیم سے قبل یا اسے دارالاسلام میں محفوظ کر لینے سے قبل پہنچ جائے تو وہ بھی غنیمت کی مستحق ہوتی ہے۔

۳۸۹۲- ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل کو پانچ سو آدمیوں کے ساتھ ابوامیر اور زیاد بن لبید کی مدد کیلئے بھیجا اور جب انہوں نے بحیر (شہر) کو فتح کیا تو مددنے ان کو پالیا تو اصل لشکر نے ان کو (بعد میں آنے والوں کو) مال غنیمت میں شریک کیا۔ (سیر الکبیر)۔

۳۸۹۳- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ بدر کی لڑائی میں اس لئے شریک نہ تھے کہ ان کے نکاح میں حضور ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور وہ (اس وقت) بیمار تھیں۔ ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ بدر میں شریک ہونے

وَسَمِعَهُ"۔ رواہ الامام البخاری (فتح الباری ۶: ۱۶۷)۔

۳۸۹۴۔ عن: سعد بن مالک قال: "يَا رَسُولَ اللَّهِ! الرَّجُلُ يَكُونُ حَامِيَةً الْقَوْمِ أَيْكُونُ سَمِيَةً وَسَهْمٌ غَيْرِهِ سَوَاءٌ؟ قَالَ ثَكَلْتِكَ أُمَّكَ ابْنُ أُمِّ سَعْدٍ وَهَلْ تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ إِلَّا يَضَعُغَائِكُمْ"۔ رواہ احمد و فی اسنادہ محمد بن راشد المکحولی قال فی "التقريب"۔  
"صدوق یہم" (نیل الاوطار ۷: ۱۷۰)۔ قلت: فلا سناد حسن۔

باب اذا لحق المدد فی دار الاسلام او فی بلدة من بلاد الحرب

بعد ما صیرت دار الاسلام لم یسحقوا الغنیمۃ الا اذا شهدوا الوقعة

۳۸۹۵۔ نا و کعب ناشعبۃ عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب الاحمسی ان

والے کسی دوسرے شخص کو ملے گا اور اتنا حصہ (مال غنیمت سے) بھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: یعنی حضرت عثمانؓ واقعہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے البتہ بطور مدد کے شریک تھے کیونکہ ان کا مدینہ منورہ میں رہنا حضور ﷺ کے لئے اطمینان قلب کا باعث تھا جس سے حضور ﷺ مکمل طور پر جنگی حکمت عملی پر توجہ دے سکتے تھے۔ پس حضور ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۸۹۳۔ سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ایک آدمی قوم کا حامی ہوتا ہے تو کیا اس کا اور کسی اور کا حصہ برابر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سعد کے بیٹے! (یعنی اے سعد) تجھے تیری ماں گم پائے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ہی تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: بہر حال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مدد دار الحرب میں مسلمانوں کے لشکر کو پہنچے اور لشکر نے ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہ کیا ہو اور نہ ہی دارالاسلام میں محفوظ کیا ہو تو وہ مدد کرنے والے بھی مالی غنیمت میں حصہ دار ہونگے۔

باقی حضرت عمرؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ غنیمت اس شخص کیلئے ہے جو واقعہ جنگ میں شریک ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے مروی اقوال میں تعارض ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ غنیمت صرف اس شخص کیلئے ہے جو حقیقتہً جنگ میں شریک ہو کیونکہ جو بافضل جنگ کی مباشرت نہیں کرتا بلکہ صرف مدد کرتا ہے بالا جماع اس کو بھی مالی غنیمت میں حصہ ملتا ہے۔

باب۔ اگر مدد کرنے والے دارالاسلام میں یا دارالحرب کے کسی شہر میں اس کے دارالاسلام بن جانے کے

بعد پہنچے تو وہ غنیمت کے مستحق نہ ہونگے مگر یہ کہ وہ واقعہ جنگ میں شریک ہوئے ہوں

۳۸۹۵۔ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ اہل بصرہ نے نہادند (شہر) پر چڑھائی کی اور (طارق طویل قصہ ذکر کرتے

اهل البصرة غزوا "نمہاؤند" فذكر القصة فكتب عمر أن الغنیمۃ لمن شهد الوقعة۔ رواه ابن ابی شیبۃ واخرجه الطبرانی والبیہقی مرفوعا و موقوفا و قال: الصحيح موقوف، (التلخیص الحبر: ۲: ۲۷۲)۔

### باب لا باس بان یعلف العسکر ویاکلوا ما وجدوه

من الطعام و يستعملوا الحطب و یدھنوا بالدهن، و یقاتلوا بما یجدونه من سلاح اهل الحرب قبل القسمة ولا یجوز بیع شیء من المغانم قبل القسمة ۳۸۹۶۔ عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: "كُنَّا نَصِيبُ فِی مَغَارِیْنِ الْعَسَلِ وَالْجَنْبِ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ"۔ رواه البخاری وزاد فیہ ابوداود: فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمْ الْخُمْسُ۔ و صحح هذه الزیادة ابن حبان (نیل الاوطار ۷: ۱۹۱ و ۱۹۲)۔

ہوئے فرماتے ہیں کہ (پھر حضرت عمرؓ نے (امیر کو) یہ لکھا کہ غنیمت اس شخص کیلئے ہے جو واقعہ جنگ میں شریک ہوا ہو۔ (مصنف ابن شیبہ)۔ اور طبرانی و بیہقی نے اسے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

فائدہ: کیونکہ نہاوند ارالاسلام بن چکا تھا لیکن اسکے باوجود عمار بن یاسرؓ وغیرہ کی یہ رائے تھی کہ غنائم کو (جو واقعہ جنگ کے بعد پہنچے تھے) مال غنیمت میں شریک کیا جائے تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں فتویٰ لیا تو انہوں نے مذکورہ بالا جواب دیا۔ بحمد اللہ احناف دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں کہ اگر دارالاسلام میں مدد پہنچے تو بعد میں پہنچنے والوں کو صرف اسی صورت میں حصہ ملے گا جبکہ وہ واقعہ جنگ میں شریک ہوں اور اگر دارالحرب میں مدد پہنچے تو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل پہنچ جانے کی صورت میں بھی وہ مستحق غنیمت ہونگے۔

باب۔ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ لشکر (مال غنیمت ملنے والے) گھاس بھوس اپنے جانوروں کو کھلائے اور کھانے پینے کی چیز خود کھائے اور لکڑیاں استعمال کرے اور تیل لگائے، اور حریوں کے اسلحہ سے تقسیم سے

قبل قتال کرے، لیکن تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں

۳۸۹۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے زمانے میں) غزوات میں ہمیں شہد اور انگوڑ ملتا تھا ہم اسے کھاتے تھے (جتنا کھا سکتے تھے) لیکن ہم اسے لاد کے نہیں لے جاتے تھے (یعنی اسے جمع نہیں کرتے تھے)۔ (بخاری)۔ اور ابوداؤد نے ان الفاظ کا بھی



۳۸۹۷- عن ابن عمر أَنَّ جَيْشًا غَنَمُوا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا وَ عَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمْسُ - رواه ابوداود وابن حبان وصححه البيهقي (نیل ۱۹۱:۷-۱۹۲)۔

۳۸۹۸- عن عبدالله بن المغفل قال: "أَصْنَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَخْمٍ يَوْمَ خَيْبَرٍ فَالْتَزَمَتْهُ قَلْتُ: لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هَذَا شَيْئًا فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُتَبَسِّمًا" - رواه احمد و شيخان و ابوداود والنسائي وزاد فيه الطيالسي بسند صحيح فقال: "هُوَ لَكَ" (نیل ۱۹۱:۷-۱۹۲)، و اخرجه سحنون في "المدونة" (۱: ۳۹۷) عن ابن وهب عن مسلمة عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن رجل من قريش قال: "لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ، خَافَ بَعْثُ النَّاسِ فَسَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُعْطِيَهُمْ، فَلَمْ يَجِدُوا عِنْدَهُ شَيْئًا فَافْتَتَحُوا بَعْضُ حَصُونِهَا فَآخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جِرَابًا مَمْلُوءًا اشْتَمًا فَبَصَرَ بِهِ صَاحِبُ الْمَغَانِمِ، وَهُوَ كَعْبُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَآخَذَهُ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا وَاللَّهِ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى أَذْهَبَ بِهِ إِلَى صَحَابِي - فَقَالَ: أُعْطِيَنِي أَقْسَمُهُ بَيْنَ النَّاسِ فَأَنَّى وَتَنَازَعَاهُ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خَلْ بَيْنَ خَافَ كَيْفَ هُوَ" اور ان سے خمس نہیں لیا گیا۔ اس زیادتی کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۳۸۹۷- ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک لشکر کھانے پینے کی چیزیں اور شہد لوٹ لایا تو ان سے خمس نہیں لیا گیا۔ (ابوداؤد وابن حبان)۔ اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۳۸۹۸- عبدالله بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خیبر کے دن چربی کی تھیلی ملی تو میں نے اسے اپنے سے چٹالایا اور کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ پھر جب میں نے مرکز کو دیکھا تو حضور ﷺ (میری اس کیفیت پر) مسکرا رہے تھے۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔ طیلانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرا ہے۔ بحوں نے مدونہ میں سعید بن عبدالعزيز تنوخی کے واسطے سے ایک قریشی آدمی سے نقل کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو بعض لوگوں کو بھوک لگی اور انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ وہ انہیں (کھانے کو) کچھ عطا فرمائیں۔ لیکن انہوں نے آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز نہ پائی پھر جب انہوں نے بعض قلعوں کو فتح کیا تو ایک مسلمان نے چربی سے بھری ہوئی تھیلی لے لی۔ لیکن جب نینیت کے انچارج کعب بن زید انصاریؓ نے اسے دیکھا تو اسے لے لیا۔ لیکن اس آدمی نے کہا کہ بخدا میں یہ تجھے نہیں دوں گا یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس نہ چلا جاؤں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ یہ مجھے دے تاکہ میں اسے لوگوں میں تقسیم کر دوں پھر وہ دونوں یہ جھگڑا حضور ﷺ کے پاس لائے تو

الرَّجُلِ وَبَيَّنَّ جِرَائِهِ فَذَهَبَ بِهِ إِلَى أَصْحَابِهِ اهـ“ وهذا مؤيد للزيادة التي زادها الطيالسي ولا بأس به في المتابعات۔

۳۸۹۹- عن ابن ابي اوفى قال: ”أَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ وَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ بِمِقْدَارِ مَا يَكْفِيهِ وَيَنْطَلِقُ“ رواه ابوداود وصححه الحاكم و ابن الجارود ورواه الطبرانی بلفظ، ”لَمْ يُخَمْسِ الطَّعَامُ يَوْمَ خَيْبَرَ“ اهـ (نیل الاوطار ۷: ۱۹۱-۱۹۲)۔

۳۹۰۰- عن هانئ بن كلثوم: ان صاحب جنش الشام كتب الى عمر انا فتحنا أرضا كثيرة الطعام والعلف فكرهت أن أتقدم في شيء من ذلك إلا بأمرك فكتب إليه دع الناس يأكلون ويعلفون۔ فمن باع شيئا بذهب أو قضة ففيه خمس الله، وسبهم المسلمين۔ اخرجه البيهقي (زيلعي ۲: ۱۳) وسكت عنه الحافظ في الدراية (ص ۲۶۰) واحتج به محمد في السير الكبير (۲- ۲۵۸) فقال: والاصل فيه حديث عمر حيث كتب الى عابله الخ قال: وروى هذا المعنى ايضا عن فضالة بن عبيد و به ناخذ اهـ (۳۹۰۱)۔ و اخرجه سحنون

آپ ﷺ نے (کب سے) فرمایا کہ اس آدمی اور اس کی تھیلی کے درمیان رکاوٹ نہ بنو (یعنی اسے دے دو)۔ پس وہ (مجاہد) وہ (تھیلی) اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا۔

۳۸۹۹- ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں خیبر کے دن کھانے کی چیزیں ملیں تو ہر شخص آتا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے کر چلتا بنتا۔ (ابوداؤد، باب فی النهی عن النهی اذا کان فی الطعام قلة الخ) اسے حاکم اور ابن الحارود نے صحیح کہا ہے اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ خیبر کے دن کھانے کی چیزوں میں سے شمس (پانچواں حصہ) نہیں لیا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی مقدار سے زائد لینا مناسب نہیں کیونکہ ان میں تمام مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے تحت لیا جائے اور یہی قیاس کا تقاضا ہے۔

۳۹۰۰- حانئ بن کلثوم فرماتے ہیں کہ شام کے لشکر کے سالار نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم نے ایک ایسا علاقہ فتح کیا ہے جس میں کھانے پینے کی چیزیں اور چارہ بہت ہے۔ اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ آپؓ کے حکم کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف کر دوں تو آپؓ نے (جواب میں) اسے لکھا کہ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیدے کہ وہ (خود بھی) کھائیں اور جانوروں کو چرائیں۔ (لیکن) جو شخص کوئی چیز سونے یا چاندی (وغیرہ) کے عوض بیچے گا تو اس میں اللہ کے لئے شمس اور مسلمانوں کا حصہ ہوگا۔ یہی بتی نے اسے روایت کیا ہے۔ اور حافظ

(۳۹۰:۱) فی "المدونة" عن ابن وهب عن اسماعیل بن عیاش عن اسید بن عبد الرحمن عن رجل حدثه عن هانی بن کلتوم نحوه مختصراً، ثم اخرج عن انس بن عیاض عن لاوزاعی عن اسید بن عبد الرحمن عن خالد بن الدریک عن ابن محیریز قال: سمعت عیاض بن عبید یقول: "مَنْ بَاعَ طَعَامًا أَوْ عَلَفًا بِأَرْضِ الرُّومِ مِمَّا أَصَابَ مِنْهَا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ هَدَى وَجَبَ فِيهِ حَقُّ اللَّهِ وَهِيَ لِلْمُسْلِمِينَ اهـ"۔ والسند الاول فيه رجل لم یسم، والثانی سند صحیح رجاله کلهم ثقات۔

۳۹۰:۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: "أَصَبْنَا طَعَامًا وَأَغْنَمْنَا يَوْمَ الْيَرْمُوكِ فَلَمْ يُقَسِّمْ" رواه اسماعیلی من طریق جریر بن جازم عن ایوب عن نافع عنه (فتح الباری ۱۸۲)، وهو حسن وصحیح علی اصله۔

۳۹۰:۲۔ وقال سحنون فی "المدونة" (۳۹۰:۱) لمالك: عن ابن وهب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ الجذامی حدثه ان زیاد بن نعیم حدثه ان رجلاً من بنی لیث حدثه عن عمه حدثه "أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَكَانَ النَّفَرُ يُصَيِّبُونَ الْغَنَمَ الْعَظِيمَةَ۔

نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور امام محمد نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اور حنون نے مدونہ میں مختصراً روایت کیا ہے۔ پھر حنون نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے کہ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ میں نے نضالہ بن عبید کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی روم کی سرزمین پر دھمیوں (کفار) سے (مال غنیمت میں) سے حاصل کئے ہوئے کھانے یا چارے کو بیچا سوئے یا چاندی کے عوض تو اس میں یقینی طور پر اللہ کا حق (یعنی خمس) واجب ہے اور یہ (قیمت) مسلمانوں کیلئے ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی نامعلوم ہے اور دوسری روایت کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۹۰۱۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ غزوہ یرموک میں ہمیں کھانے پینے کی چیزیں اور بھیڑ بکریاں ملیں اور انہیں تقسیم نہیں کیا گیا۔ (اسماعیلی۔ فتح الباری) یہ حدیث ابن حجر کے اصول پر صحیح احسن ہے۔

۳۹۰۲۔ بنو لیث کے آدمی بیان کرتے ہیں کہ ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ وہ سب حضور ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے۔ (ہم میں سے) ایک جماعت کو بہت سی بھیڑ بکریاں ملی تھیں جبکہ دوسرے لوگوں کو صرف ایک بکری ملی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بچے بھائیوں کو کھلاؤ (تو کیا ہی اچھا ہو)۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم انہیں ایک ایک بکری کر کے دیتے رہے یہاں تک ان کے پاس بکریوں کی

ای الکثیرۃ۔ وَلَا یُصِیْبُ الْآخَرُونَ إِلَّا شَاةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَوْ أَنْتُمْ أَطَعْتُمْ إِخْوَانَكُمْ؟ قَالَ: فَرَمَيْنَاهُمْ بِشَاةٍ حَتَّى كَانَ الَّذِي مَعَهُمْ أَكْثَرَ مِنَ الَّذِي مَعَنَا۔ قَالَ بَكْر: فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ يُقْسِمُ الطَّعَامَ كُلَّهُ وَلَا يُنْكِرُ أَخْذَهُ وَلَكِنْ يَسْتَمِيعُ أَخْذَهُ بِهِ وَلَا يُبَاغ، فَمَا غَيْرُ الطَّعَامِ مِنْ مَتَاعِ الْعَدُوِّ فَإِنَّهُ يُقْسِمُ ۱۵، رجالہ کله ثقات و فیہ رجل لم یسم واما جہالۃ الصحابی فلا تضر۔

۳۹۰۳۔ عن عبدالرحمن بن غنم قال: رَابِطُنَا مَدِينَةَ قَسْرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلِ بْنِ السَّمْطِ، فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا، وَبَقَرًا فَقَسَمَ فِينَا طَائِفَةٌ مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتُهَا فِي الْمَغْنَمِ، فَلَقِيتُ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَحَدَّثَنِي، فَقَالَ مَعَاذُ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ، فَأَصْبَنَّا فِيهَا غَنَمًا، فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَائِفَةٌ وَجَعَلَ بَقِيَّتُهَا فِي الْمَغْنَمِ۔ رواه ابو داود وسكت عنه هو والمنذرى (نیل ۱۹۳:۷)۔

تعداد زیادہ ہوگئی بہ نسبت اس تعداد کے جو ہمارے پاس تھی۔ بکر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے تمام کھانے پینے کی چیز کو تقسیم کر دیا ہو اور نہ کسی ایسے شخص کو دیکھا کہ جس نے (تقسیم سے قبل) کھانے پینے کی چیز کے لینے سے انکار کیا ہو۔ بلکہ کھانے پینے کی چیز لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا اور وہ (کھانے پینے کی چیز) بچی نہ جاتی۔ لیکن کھانے پینے کے علاوہ دشمن کا دوسرا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔ الخ (مدونہ لما لک) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۹۰۳۔ عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ ہم نے شرحبیل بن السمط کی قیادت میں قسریں کا محاصرہ کیا جب شرحبیل نے اسے فتح کیا تو اس میں انہیں بھیڑ بکریاں اور گائے ہاتھ لگیں۔ انہوں نے ان (جانوروں) میں سے ایک حصہ ہم میں تقسیم فرمایا اور باقی حصہ مال غنیمت میں رکھ دیا۔ (عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ) پھر میں معاذ بن جبل کو بلا اور انہیں یہ قصہ بیان کیا تو معاذ نے فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کے ہمراہ خیبر کی جنگ کی تو ہمیں اس میں بھیڑ بکریاں ہاتھ لگیں۔ تو آپ ﷺ نے ایک حصہ ہم میں تقسیم فرمایا اور باقی مال غنیمت میں رکھ دیا۔ ابو داؤد نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تقسیم سے قبل بکری وغیرہ ذبح کر کے استعمال کرنا جائز ہے۔ باقی جس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن بانڈیوں کے انڈے لینے کا حکم فرمایا تھا جن میں گوشت پکایا جا رہا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیا زات (مال غنیمت جمع کرنے) سے قبل کا واقعہ ہے لہذا یہ مال غنیمت نہ تھا بلکہ غارت گری کا مال تھا جو کہ حرام ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی



۳۹۰۴- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: انتهیت إلى أبي جهل يوم بدر، وهو صريع، يذب ساس عنه بسيف له فجعلت أتناوله بسيف لي غير طائل فأصب يده فندر سيفه فأخذته خزيته حتى قتلته، ثم أتيت النبي ﷺ، فأخبرته فتنلني بسلبه۔ رواه احمد و في "مجمع الزوائد": ان رجاله رجال الصحيح غير محمد بن وهب ابن ابی کریمه، وهو ثقة اهـ (جیل: ۱۹۴۷)۔

۳۹۰۵- عن ربيع بن ثابت ان رسول الله ﷺ قال يوم حنين: ﴿لَا يَجِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَتَّبَعَ مَعْنَمًا حَتَّى يُنْسَمَ﴾ الحديث، رواه احمد و ابو داود و ابن حبان و سكت عنه الحافظ في "التلخيص" (۲: ۳۷۴) و في مجمع الزوائد: رجاله رجال الصحيح غير محمد بن وهب وهو ثقة اهـ (نیل الاوطار ۷: ۱۹۴)۔ وقد ذكرناه مفصلاً في الحاشية سابقاً۔

یہ یقینی کہ دوسری کھانے پینے کی چیز اور پھل وغیرہ بہت ہیں اس لئے گوشت کی حاجت نہیں۔ لہذا آپ ﷺ نے گوشت سے منع فرمادیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مشہور اور صحیح یہ ہے کہ وہ گوشت اعلیٰ گدھوں کا تھا لہذا ان کے حرام ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے گوشت پھینکنے کا حکم فرمایا تھا۔ نیز امام کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر وہ کوئی مصلحت سمجھے تو ان میں کسی چیز کے استعمال سے روک سکتا ہے۔

۳۹۰۳- ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں ابو جہل تک پہنچا تو وہ زخمی ہو کر گر اڑا تھا اور اپنی تلوار کے ذریعے لوگوں کو اپنے سے دور کر رہا تھا میں نے اپنی خراب تلوار کے ذریعے اس کی خبر لی اور اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا تو اس کی تلوار (اس کے ہاتھ سے) گر گئی۔ میں نے اس کی تلوار لے کر اسے مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ پھر میری نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو (اس واقعے کی) اطلاع دی تو آپ ﷺ نے اس کا سامان مجھے انعام میں دے دیا (مسند احمد)۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے تمام راوی محمد بن وهب کے علاوہ صحیح کے راوی ہیں اور محمد بھی ثقہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کا ہتھیار تقسیم سے قبل جنگ کیلئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اور یہی حکم ان کے لباس اور محوڑے کا ہے۔ ہاں اگر ضرورت نہ ہو یا استعمال کرنے والا اسے غلط طریقے سے استعمال کرے یا کسی اور مصلحت کے تحت سالار اسلحہ وغیرہ استعمال کرنے سے روکے تو جائز ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۹۰۵- روم بن ثابت سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حنین کے دن فرمایا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے شخص کیلئے حلال نہیں ہے کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت (میں سے کچھ) پیچھے۔ (مسند احمد، ابو داؤد، ابن حبان)۔ اس کے تمام راوی صحیح کے

۳۹۰۶- عن ابن عباس قال: ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتَّى تُقَسَّم﴾ الحديث رواه الحاكم و صححه على شرطهما واقره عليه الذهبي في "تلخيص المستدرک" (۱۳۷:۲)۔

باب من اسلم على مال فهو له ومن اسلم في دار الحرب

احرز به نفسه وماله واولاده الصغار دون الكبار والعقار

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوِّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَخْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٌ﴾۔

۳۹۰۷- حدثنا الثقة حدثنا ابن ابی لہیعة حدثنا ابو الاسود عن عروة بن الزبير ان رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ اسْلَمَ عَلَى شَيْءٍ فَهُوَ لَهُ﴾ اخرجہ محمد رحمہ اللہ (فتح القدیر ۵: ۲۳۱)

۳۹۰۸- حدثنا ابن المبارك عن حيوة بن شريح عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل

راوی ہیں اور محمد بن وہب بھی ثقہ ہے۔ پس یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

۳۹۰۶- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تقسیم سے قبل مال غنیمت کے بیچنے سے منع فرمایا۔ حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور صحیحین کی شرط صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غنیمت کی تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے کچھ بیچنا ناجائز ہے۔ البتہ امام اگر مصلحت سمجھے تو اس کیلئے جائز ہے۔

باب۔ جو شخص کسی مال پر اسلام لایا ہو (یعنی مال اس کے پاس ہو) تو یہ مال اسی کا ہوگا اور جو شخص دار الحرب

میں مسلمان ہو تو اس کا نفس اور اس کا مال (منقولہ) اور اس کی چھوٹی اولاد محفوظ ہوگی اور اس کی بڑی اولاد

اور زمین محفوظ نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں اور وہ شخص خود

مومن ہے تو ایک غلام یا باندی مسلمان کا آزاد کرنا ہے۔ (النساء ۹۲)

۳۹۰۷- عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شے پر (دار الحرب میں) مسلمان ہوا یعنی وہ شے اس کے پاس ہو) تو وہ شے اسی کی ہوگی اسے امام محمدؒ نے روایت کیا ہے (فتح القدیر)۔

۳۹۰۸- عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی شے پر (دار الحرب میں) مسلمان ہوا تو وہ شے اسی کی

عن عروة بن الزبير قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿مَنْ أَسْلَمَ عَلَى شَيْءٍ فَهُوَ لَهُ﴾ أخرجه سعيد بن منصور قال صاحب التنقيح: "وهو مرسل صحيح" (زيلي ۱۳۲:۲) ورواه ابن عدی وصيهتی عن ابی هريرة مرفوعا بسند ضعيف العزيزی (۳۰۹:۳)۔ والضعيف اذا تايّد مرسل صحيح تقوى كما مرفى المقدمة۔

۳۹۰۹- عن عروة ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَاصَرَ بَنِي قُؤَيْظَةَ فَأَسْلَمَ ثُعْلَبَةُ وَأُسَيْدُ بْنُ سَعْيَةَ، حَرَزَ لَهُمَا إِسْلَامُهُمَا أَنْوَالُهُمَا وَأَوْلَاذُهُمَا الْجَعَارَ﴾۔ أخرجه سعيد بن منصور برجال ثقات، (جبل الاوطار ۷:۲۱۴)۔

۳۹۱۰- حدثنا حفص بن غياث عن ابن ابی ذئب عن الزهري قال: ﴿قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيمَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ أَنَّهُ قَدْ أَحْرَزَ دَمَهُ وَمَالَهُ إِلَّا أَرْضَهُ فَإِنَّهَا فِئَةٌ لِلْمُسْلِمِينَ لَا يَحِلُّ لَهُمْ أَنْ يُسْلِمُوا وَهُمْ مُتَنَعُونَ﴾۔ أخرجه يحيى بن آدم في "كتاب الخراج" له (۴۴۹-۴۵۰) وفي الباب اثر عن عمر بن عبد العزيز ذكرناه في "الحاشية"، واثر الزهري هذا مرسل صحيح، والمرسل حجة عندنا و اذا تايّد بفتيا عالم من الصحابة والتابعين فهو حجة عند الكل، وهذا كذلك۔

نوٹ۔ اسے سعيد بن منصور نے روایت کیا ہے اور صاحب تنقيح فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور ابن عدی اور صيهتی نے اسے ابو ہریرہ سے ضعیف سند کے ساتھ مرفوعاً بھی روایت کیا ہے لیکن جب ضعیف کی مرسل صحیح کے ساتھ تايّد ہو جائے تو وہ بھی قوی ہو جاتی ہے۔

۳۹۰۹- عروہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ثعلبہ اور اسید بن سعید اسلام لے آئے تو ان کے اسلام نے ان کے لئے ان کے مالوں اور ان کی چھوٹی اولادوں کو محفوظ کر لیا اسے سعيد بن منصور نے نقد راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کے مسلمان ہونے سے اس کی بڑی اولاد محفوظ نہیں ہوتی اور اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔ ۳۹۱۰- زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بحرین والوں میں سے اسلام لانے والے شخص کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ

تحقیق اس نے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کر لیا ہے۔ مگر اپنی زمین کو، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کیلئے نئی ہے۔ اس لئے کہ وہ (یعنی بحرین والے) مسلمان نہیں ہوئے اس لئے کہ وہ اسلام لانے سے رکے ہوئے ہیں۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اور اسی قسم کا عمر بن عبد العزیز سے بھی مروی ہے۔ (حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ دار الحرب میں مسلمان ہو نیا لے کے اہل اور مال منقولہ اسی

۳۹۱۱- عن ابی سعید الاعشَم قال: **قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعَبْدِ إِذَا جَاءَ فَاسْلَمَ ثُمَّ جَاءَ مَوْلَاهُ فَاسْلَمَ أَنَّهُ حُرٌّ، وَإِذَا جَاءَ الْمَوْلَى ثُمَّ جَاءَ الْعَبْدُ بَعْدَ مَا اسْلَمَ مَوْلَاهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ** رواه احمد و قال: اذهب اليه، و هو مرسل (نیل الاوطار ۷: ۲۱۳)۔ واحتج به محمد في "السير الكبير" له (۱۵: ۳)۔

۳۹۱۲- عن: عبدالله بن المبارك عن الوضين بن عبدالله الخولاني عن محمد بن الوليد الزهري عن ابن هشام عن سعيد بن المسيب، قال: قال رسول الله ﷺ: **مَنْ مَنَحَهُ الْمُسْرِكُونَ أَرْضًا فَلَا أَرْضَ لَهُ**۔ اخرجه محمد في "السير الكبير" له (۲۳۸: ۴)۔

قلت: سند حسن مرسل، والوضين مختلف فيه، و محمد بن الوليد هو الزبيدي يروى عن الزهري، فقلوه: محمد بن الوليد الزهري فيه تصحيف، وكذا ابن هشام تصحيف وانما هو محمد بن الوليد عن الزهري عن هشام اي ابن عروة، عن سعيد بن المسيب۔ وهؤلاء كلهم ثقات معروفون و مراسيل ابن المسيب صحاح عند القوم، و قد احتج به محمد و هو امام مجتهد فناهيك به حجة۔

کے ہیں لیکن اس کا گھر اور اس کی زمین مسلمانوں کیلئے نئی ہے)۔ زہری کا اثر مرسل صحیح ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور جب اس کی تائید کسی صحابی اور تابعی کے فتویٰ سے ہو جائے تو وہ تمام کے نزدیک حجت ہے اور یہ ایسے ہی ہے۔

۳۹۱۱۔ ابو سعید اعشَم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غلام کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ جب غلام آ کر مسلمان ہو جائے پھر اس کا آقا آئے اور مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہوگا اور جب مولیٰ آئے (اور مسلمان ہو جائے) پھر مولیٰ کے مسلمان ہو جانے کے بعد غلام آئے (اور وہ مسلمان ہو جائے) تو وہ مولیٰ اس غلام کا زیادہ ہتھدار ہے (مسند احمد) یہ مرسل حدیث ہے اور امام محمدؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

۳۹۱۲۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کو مشرک زمین (بہد میں) دیں تو اس کے لئے کوئی زمین نہیں۔ اسے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور ابن مسیب کے مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور امام محمدؒ جو کہ مجتہد ہیں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

فائدہ: یعنی جب دار الحرب میں امان کے ساتھ داخل ہونے والے مسلمان کو دی جانے والی زمین اس کی نہیں تو دار الحرب میں مسلمان ہونے والے کی زمین بطریق اولیٰ اس کی نہیں ہونی چاہیئے۔



۳۹۱۳- عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ أَنَّمَا بَعْدُ! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ﴿مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ﴾ رواه ابو داود و سكت عنه و قال العلقمی فی الكوكب المنیر: اسنادہ حسن اہ- وسليمان بن موسى الذى فيه انما هو ابو داود الزهرى الكوفى، وثقه ابن حبان و ابو حاتم و قال الذهبي: صويلح الحديث، و ليس بسليمان الاموى الاشدق كما توهمه علامة المناوى فى "شرح الجامع الصغير" (عون المعبون ۴: ۴۸).

۳۹۱۴- عن: جرير بن عبد الله ان رسول الله ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ فَأَغْتَصَمَ نَاسٌ مِّنْهُمْ فَاسْرَعَ فِيهِمْ الْقَتْلُ فَلَبَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِّنْ كَبِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهَرِ الْمُشْرِكِينَ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلِمَ؟ قَالَ: لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا، رواه ابو داود و الترمذی و ابن ماجه و رجال اسنادہ ثقات و لكن صحح البخارى و ابوحاتم و الترمذی و ابوداود و الدارقطنی ارسالہ و رواہ الطبرانی موصولا ايضا (نیل الاوطار ۷: ۲۳۰)، قلت: و رواہ عبد الباقي بن قانع موصولا ايضا بلفظ: مَنْ أَقَامَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهُ

۳۹۱۳- سمرة بن جندب نے فرمایا اما بعد حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مشرک کے ساتھ موافقت کرے اور اس کے ساتھ ہے تو وہ اسی کی مثل ہے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الحرب میں ہی رہ جائے تو وہ احکام میں حربی کی طرح ہوگا یعنی اس کے لئے پرتضہ پانے کی صورت میں اس کی زمین اور بڑی اولاد مسلمانوں کیلئے فنی ہوگئے۔ لیکن وہ تمام احکام میں حربی کی طرح نہیں ہوگا بلکہ مال منقولہ اپنی جان اور اپنی چھوٹی اولاد کے بارے میں حربی کی طرح نہیں ہوگا۔ اور یہ چیزیں اسی کی ہوگی جیسا کہ ابتدائی دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔

۳۹۱۴- جریر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خثعم کی طرف ایک سر یہ بھیجا پس ان میں چند لوگوں نے (جو خود تو مسلمان ہو چکے تھے لیکن کافروں کے ساتھ رہتے تھے) اپنے آپ کو مجتہد کر کے بچا ناپا لیکن مسلمانوں نے ان کو جلدی سے قتل کر دیا۔ جب یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے ورثہ کو نصف دیت دلائی (اور آدمی دیت کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ساقط کر دی) فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کو کفر کی آگ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ بخاری، ابوحاتم، ترمذی، ابوداؤد اور دارقطنی

الدِّمَّةُ أَوْ قَالَ لَا دِمَّةَ لَهُ (احکام القرآن للرازی ۲: ۲۴۲)، وسندہ حسن۔

### باب للفارس سهمان وللراجل سهم

۳۹۱۵- عن : مجمع بن جارية الانصارى رضی اللہ عنہ وكان أخذ القراء الذين قرأوا القرآن - قال: شهدنا الخديجة مع رسول الله ﷺ فلما انصرفنا عنها إذا الناس يهزؤون الاباعر - فقال بعض الناس لبعض: ما للناس؟ قالوا: أوجى إلى النبي ﷺ فخرجنا مع الناس

نے مرسل صحیح کہا ہے اور طبرانی نے اسے موصولاً بھی روایت کیا ہے۔ اور عبدالباقی بن قانع نے بھی ان الفاظ کے ساتھ اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مشرکین کے ساتھ (دارالحرب میں) رہتا ہے تو ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے یا فرمایا اس کے لئے کوئی ذمہ نہیں ہوتا (یعنی اس کی حفاظت کی ضمانت ہم نہیں دے سکتے) (احکام القرآن للرازی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی جو مسلمان دارالحرب میں رہے پھر مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کریں اور وہ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جائے تو اس کے لئے کوئی دیت نہیں اور اس کے خون کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ یہ مسلمان ہے یا حربی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دارالحرب میں مسلمان ہونے والا بعض احکام میں حربیوں کی طرح ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فان كان من قوم عدو لكم﴾ (آلایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان احکام میں قضاء مسلمان نہیں بلکہ وہ اپنے مال اور نفس کے بارے میں اہل حرب کی طرح ہے) (اگر چہ وہ دیناً عند اللہ مسلمان ہے) لہذا جب اس کے خون کی قیمت نہیں تو اس کے مال کی بطریق اولیٰ قیمت نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا اس آیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ دارالحرب میں مقیم مسلمان کی ذات اس کا مال، اس کی چھوٹی اور بڑی اولاد اور اس کا گھر اور زمین سب کچھ مسلمانوں کیلئے فئی ہو لیکن حدیث من اسلم علی شی فحولہ کی بناء پر (جو اگرچہ خبر واحد ہے لیکن تلقی بالقبول حاصل ہونے کی بناء پر متواتر اور مشہور کے درجے میں ہو گئی ہے) ہم نے اس آیت میں تخصیص کی ہے اور یہ حکم لگایا گیا ہے کہ جو شے مسلمان کے قبضے میں حقیقتہً ہے وہ تو اسی کی ہے اور جس پر اس کا حقیقتاً قبضہ نہیں وہ مسلمانوں کیلئے فئی ہے۔ لہذا اس کی بیوی اور بڑی اولاد اور اس کی زمین پر اس کا حقیقتاً قبضہ نہیں ہوتا لہذا غلبہ پانے کی صورت میں یہ مسلمانوں کیلئے فئی ہو گئے نیز دوسرے صحیح آثار خصوصاً مرسل زہری اس پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

### باب - (جہاد میں) گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ یا کیلئے ایک حصہ ہے

۹۱۵- مجمع بن جارية الانصارى (جو قرآن کے قاریوں میں سے ایک قاری تھے) فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کیساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر تھے جب ہم وہاں سے لوٹے تو لوگ اپنے اونٹ تیزی سے بھگانے لگے اس پر لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (کہ اونٹوں کو تیز دوڑاتے ہیں) لوگوں نے بتایا کہ اس معاملے میں حضور ﷺ پر جی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی لوگوں

وَجِئْتُ فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا عَلَى رَاجِلَيْهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْغَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمْ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَتَّحُ هُو؟ قَالَ: نَعَمْ! وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتَحَ فَقُسِّمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَّةِ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةً، فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا أَخْرَجَهُ ابوداود (۲۸:۳) مع "العون"، وتكلم فيه، والحاكم في المستدرک (۱۳۱:۲)، وقال: هذا حديث كبير صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبي۔

۳۹۱۶۔ حدثنا: ابو اسامة وابن نمير قالا: ثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر ؓ أَن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا، أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ أَخْرَجَهُ الدارقطني (زيلعي ۱۳۶:۲)، قلت: سند صحيح على شرط الشيخين۔

۳۹۱۷۔ حدثنا: ابوبكر النيسابوري نا احمد بن منصور (الرمادی) نا نعيم بن حماد نا ابن المبارك عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ ﴿أَنَّهُ أَسْهَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾ رواه الدارقطني (۴۶۹:۲)، وهذا سند صحيح على شرط البخاري۔

کیا ساتھ بھاگتے ہوئے نکلے۔ ہم نے ایک مقام کراغ الغمیم کے پاس حضور ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار پایا جب سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ (یعنی ہم نے تم کو کھلی فتح عنایت فرمائی) پڑھی تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ بلاشبہ فتح ہے۔۔۔ پھر خیر کا مال غنیمت صلح حدیبیہ میں شریک اوگوں پر تقسیم کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مال کے اٹھارہ حصے کے اور لشکر کے لوگوں کی کل تعداد پندرہ سو تھی۔ جن میں تین سو گھڑ سوار تھیک۔ (اور پیدل لوگوں کی تعداد بارہ سو تھی) آپ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے اور پیدل مجاہد کو ایک حصہ دیا۔ (ابوداؤد) اور حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۳۹۱۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پاکیلئے ایک حصہ مقرر کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی)۔ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۱۷۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پاکیلئے ایک حصہ مقرر کیا (دارقطنی)۔ یہ سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۱۸- حدثنا: ابوبکر النیسابوری نایونس بن عبدالاعلیٰ نا ابن وهب اخبرنی  
عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُسْهِمُ لِلْخَيْلِ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ  
وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا- تابعہ ابن ابی مریم و خالد بن عبدالرحمن عن العمری رواہ الدارقطنی  
(۴۷:۲)، وسندہ صحیح علی شرط مسلم۔

۳۹۱۹- حدثنا: ابوبکر النیسابوری نا احمد بن ملاعب نا حجاج بن منہال نا حماد  
بن سلمة انا عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَسَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ،  
وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا- رواہ الدارقطنی (۴۷:۲) وسندہ صحیح علی شرط مسلم۔

۳۹۲۰- حدثنا عبدالباقی بن قانع حدثنا یعقوب بن غیلان العمائی، ثنا محمد ابن  
الحساح الجرجرائی ثنا عبداللہ بن رجا، (ہوالمکی) عن سفیان الثوری عن عبیداللہ بن ...  
عن نافع عن ابن عمر: ﷺ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا- ذکرہ  
الجبصاص فی "احکام القرآن" (۵۸:۳)۔ ورجالہ کلہم ثقات اما عبد الباقی فقد مرتوثیقہ،  
والعمائی من شیوخ الطبرانی الذین لم یضعفوا فی المیزان و ہم ثقات کما صرح بہ الہیثمی  
فی "مجمع الزوائد" (۳:۲)۔ والجرجرائی من شیوخ ابی داود و ہم ثقات ایضاً، کما ذکرناہ  
ابن المنذر۔ قال ابن معین: لیس بہ باس (وہو توثیق منہ)، وقال ابو زرعة و محمد بن عبد اللہ  
الجبصاص۔ منہ۔ قال ابن حاتم: صالح الحدیث وثقہ البخاری و ابن حبان، کذا فی

۳۹۱۸- ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کرتے تھے۔ ابن ابی مریم اور  
خالد بن عبد الرحمن سے اس کا متابع مروی ہے۔ (دارقطنی)۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۱۹- ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ نکالا۔ (دارقطنی)۔ اس کی سند  
مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۲۰- ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کیا۔ (احکام القرآن  
الجبصاص)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔



”تہذیب“ (۲۲۹:۹)، و عبد اللہ بن رجاہ المکی من رجال مسلم۔ و من شیوخ احمد و ابن سعید و ثقاہہما و غیر واحد کما فی ”التہذیب“ (۲۱۱:۵) ایضا۔ قلت: و تابع سفیان الثوری عقیف بن سالم فرواہ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر نحوه، ذکرہ الجصاص فی ”احکام القرآن“ لہ ایضا بطریق عبد اللہ بن قانع بسندہ و عقیف من الثقات۔ کان الثوری یقدمہ بکرمہ (تہذیب ۲۳۵:۷-۲۳۶)۔

۳۹۲۱- حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسحاق المروزی، و محمد بن علی ابن ابی روبة قال: حدثنا احمد بن عبد الجبار (هو العطاردي) ثنا يونس بن بكير عن عبد الرحمن بن اسين عن نافع عن ابن عمر: ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَسِّمُ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾، أخرجه الدارقطني في كتابه ”المؤتلف والمختلف“ ”زيلعي“ (۱۳۶:۲)۔

و العطاردي مختلف فيه، قال ابو عبيد: ثقة، و قال الدارقطني لا باس به۔ اثنى عليه ابو كريب و ثبته الخطيب ورد على من طعن فيه۔ و ذكر ابن حبان في الثقات و قال ابن عدی و خلیلی: لا يعرف له حديث منكر اه۔ من ”التہذیب“ (۵۱:۱-۵۲)، و عبد الرحمن بن اسين و قيل: يامين ذكره ابن حبان و تكلم فيه آخرون (لسان ۴۴۲:۳)، و بقية رجاله معروفون و لسان حسن و ذكرناه اعتضادا۔

۳۹۲۲- حدثنا: ابو حنيفة عن زكريا بن الحارث عن المنذر بن ابی خميصه نعمداني: ”أَنَّ غَابِلًا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ فِي بَعْضِ الشَّامِ لِفَرَسٍ سَهْمًا وَلِلرَّجُلِ سَهْمًا فَرَفَعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ وَأَجَّازَهُ“ رواه الامام ابو يوسف القاضي في ”كتاب

۳۹۲۱- ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ نکالتے تھے (المؤتلف والمختلف دارقطنی) اس کی سند حسن ہے ہم نے اسے بطور تائید کے بیان کیا ہے۔

۳۹۲۲- منذر بن ابی خميصہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقے میں گھوڑے کیلئے ایک حصہ اور آدمی کیلئے ایک حصہ نکالا پھر یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے اسے تسلیم کیا اور اسے نافذ کیا۔ اسے امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کر کے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے اور ایک مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا

الخراج“ (ص ۲۲) لہ قال: واحتج به ابو حنیفۃ واحتجاج المجتہد بحديث صحيح له۔  
 واخرجه الامام محمد بن الحسن في ”الآثار“ لہ (ص ۱۴۲): انا ابو حنیفۃ ثنا عبيد الله بن داود  
 عن المنذر بن ابی خميصۃ قال: بَعَثَهُ عُمَرُ فِي جَيْشٍ اِلَى بَصْرَ اَصَابُوا غَنَائِمَ فَقَسَمَ لِلْفَارِسِ  
 سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا فَرَضِي بِذَلِكَ عُمَرُ ۝ قال محمد: وهذا قول ابی حنیفۃ ۝ قال  
 الحافظ في الفتح (۵۲: ۶): ولم ينفرد ابو حنیفۃ بما قال، فقد جاء عن عمر و علی و ابی موسى  
 ۝، فهو حسن او صحيح على اصله۔

۳۹۲۳- عن ابی موسى ”أَنَّهُ لَمَّا أَخَذَ تُسْتَرٌ وَقَتْلَ مُقَاتِلَهُمْ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ  
 وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا“ اخرجه ابن جریر الطبری في ”تهذيب الآثار“، (الجواهر النقی ۶۰: ۲)۔  
 وذكره الحافظ في ”الفتح“ مختصراً فهو حسن او صحيح عنده قلت: وكل ما في ”تهذيب  
 الآثار“ ما بين حسن او صحيح وليس فيه ما اجمع على ضعفه ولا احفظ الآن من صرح به۔

۳۹۲۴- عن شريك عن ابی اسحاق قال: ”قَدِمَ قَتْمُ بْنُ الْعَبَّاسِ عَلَى سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ  
 بِخِرَاسَانَ وَقَدْ غَنِمُوا فَقَالَ: اجْعَلْ جَائِزَتَكَ اَنْ اَضْرِبَ لَكَ بِالْفِ سَهْمًا فَقَالَ: اَضْرِبْ لِي بِسَهْمِ  
 وَلِفَرَسِي بِسَهْمِ“ اخرجه الجصاص في ”احكام القرآن“ (۵۸: ۳)۔ والمحدث لا يحذف من اول

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔ اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار (باب الغنیمۃ والفضل) میں ان الفاظ کیساتھ روایت کیا ہے۔ منذر  
 بن ابومریمہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر کیساتھ مصر بھیجا وہاں انہیں مال غنیمت ملا تو انہوں نے شہسوار کو دو حصے اور پیادہ پا کو  
 ایک حصہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس تقسیم کو پسند کیا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے  
 ہیں امام ابوحنیفہؒ اپنے قول میں متفرق نہیں بلکہ یہ قول حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔ پس یہ حدیث حافظ  
 کے اصول کے مطابق حسن یا صحیح ہے۔

۳۹۲۳- ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جب ستر کا علاقہ فتح کیا اور ان کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا کیا گیا تو انہوں  
 نے شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ کیلئے ایک حصہ مقرر کیا (تہذیب الآثار للطبری) حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اسے مختصر روایت کیا  
 ہے۔ پس یہ حدیث حافظ کے نزدیک حسن یا صحیح ہے۔ اسی طرح تہذیب الآثار میں تمام حدیثیں حسن یا صحیح ہیں۔

۳۹۲۳- ابواسحاق فرماتے ہیں کہ قثم بن عباس سعید بن عثمان کے پاس خراسان میں تشریف لائے جب کہ (خراسان میں)

اسناد الا ما هو سالم عن العلة و الاسناد المذكور حسن وقد اخرجہ النسائی عن ابی اسحاق عن القثم فی مجتباه و لیس له راو غیرہ کذا فی "التہذیب" (۸: ۳۶۲)۔

۳۹۲۵- حدثنا: غندر عن شعبة عن ابی اسحاق عن ہانیء بن ہانیء عن علی قال: «فَارِسٌ سَهْمَانٌ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ»، اخرجہ ابن ابی شیبہ (عقود الجواہر ۱: ۲۲)، و هذا سند حسن صحيح و ہانیء بن ہانیء وثقه ابن حبان و النسائی (تہذیب ۱: ۲۲)۔

### باب الخيل العرب والبراذين سواء ولا يسهم الا للفرس واحد

۳۹۲۶- ابن وهب قال: اخبرني سفيان بن سعيد الثوري عن عمرو بن ميمون عن عمر بن عبد العزيز أنه قال: إِذَا بَلَغَتِ الْبِرَازِينَ مَبْلَغَ الْخَيْلِ فَالْجَفْهَةُ بِالْخَيْلِ، اخرجہ سحنون فی "المدونة" (ص ۹۲) لمالك، و هذا سند صحيح۔

تاجدین بہت سارا مال غنیمت اٹھا چکے تھے۔ تو تم نے (سعید سے) فرمایا کہ میں تیرے انعام کے طور پر تیرے لئے ہزار حصہ مقرر کرتا ہوں اس پر سعید نے فرمایا کہ میرے لئے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کیلئے ایک حصہ مقرر کرو (احکام القرآن للجصاص) اس کی سند حسن صحیح ہے۔  
۳۹۲۵- حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اسکی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے اور یہ احادیث تو لی بھی ہیں فعلی بھی ہیں خصوصاً خیبر کی تقسیم کا واقعہ اس پر صراحت دلالت کرتا ہے۔ لہذا وہ آثار جن میں ہے کہ للفرس سهمان وللراجل سهم اس میں فرس سے مراد فارس ہے اور یہ کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔ اور وہ احادیث جن میں ہے کہ بعض دفعہ آپ ﷺ نے فارس (شہسوار) کو تین حصے دیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے دلائل تو لی احادیث ہیں جو بمنزلہ قاعدہ کلیہ کے ہیں اور یہ ایک خاص واقعہ جزئیہ ہے لہذا سے تفہیل پر محمول کریں گے کہ آپ ﷺ نے بطور انعام کے اسے ایک حصہ زائد دیا اور اس کا امام کو اختیار ہوتا ہے۔

**باب - عربی گھوڑے اور ترکي گھوڑے برابر ہیں اور (شہسوار کیلئے) صرف ایک گھوڑے کا حصہ نکالا جائے گا**

۳۹۲۶- عمرو بن ميمون سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزيز نے فرمایا کہ جب ترکي گھوڑے (کام میں) عربی گھوڑوں کے برابر ہو جائیں تو انہیں عربی گھوڑوں کے ساتھ شامل کرلو۔ مدونہ لما لک میں سحنون نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** یعنی جو ترکي گھوڑا جنگ میں استعمال کئے جانے کے قابل ہو جائے تو اس کا حکم بھی عربی گھوڑے کی طرح ہوگا کہ

۳۹۲۷- ابن وهب عن سفيان الثوري عن هشام بن حسان عن الحسن "أَنَّ قَالَ: الْخَيْلُ وَالْبَرَاذِينُ سَوَاءٌ فِي السَّهْمَيْنِ" أخرجه سحنون أيضا في "المدونة" (۳۹۲:۱)، وسنده صحيح-

۳۹۲۸- ورواه محمد عن ابن عباس بلفظ "الْفَرَسُ وَالْبَرَاذِينُ سَوَاءٌ" (شرح السير الكبير ۲: ۱۷۹)، واحتج به-

۳۹۲۹- عن سعيد بن المسيب "وُسُئِلَ عَنِ الْبَرَاذِينِ هَلْ فِيهَا مِنْ صَدَقَةٍ، قَالَ: وَهَلْ فِي الْخَيْلِ مِنْ صَدَقَةٍ؟" أخرجه مالك في "الموطأ" (ص ۱۲۱) عن عبد الله بن دينار عنه وسنده صحيح-

۳۹۳۰- عن أبي موسى انه كتب الى عمر بن الخطاب إِنَّا وَجَدْنَا بِالْعِرَاقِ خَيْلًا عِرَاضًا ذُكِّنَا فَمَا تَرَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي سَهْمَانِيهَا؟ فَكَتَبَ إِلَيْهِ تِلْكَ الْبَرَاذِينُ فَمَا قَارَبَ الْبُعْتَاقُ مِنْهَا فَاجْعَلْ لَهُ سَهْمًا وَاجِدًا وَأَلْغِ مَا سِوَى ذَلِكَ رواه الجوزجاني بإسناده (المغنى) اسے عربی گھوڑے کے برابر مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا۔

۳۹۳۱- هشام بن حسان سے مروی ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ عربی اور ترکی گھوڑے مالِ غنیمت کے حصوں (کے استحقاق) میں برابر ہیں۔ اسے سخون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳۹۳۸- امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عربی گھوڑا اور ترکی گھوڑا برابر ہیں۔ (شرح سیر کبیر)۔ امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے (لہذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

۳۹۳۹- سعید بن مسیب کے بارے میں مروی ہے کہ ان سے ترکی گھوڑوں میں زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خیل (عام گھوڑے) میں زکوٰۃ ہے؟ اسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ ترکی گھوڑے بھی خیل میں شامل ہیں۔ لہذا ترکی گھوڑوں کا وہی حکم ہوگا جو دوسرے گھوڑوں کا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ﴾ میں ارحاب جنس خیل کی طرف منسوب ہے اور لفظ خیل کا اطلاق عرب و ترکی گھوڑوں پر برابر ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کا حکم استحقاقِ حتم میں برابر ہوگا۔

۳۹۳۰- ابو موسیٰ اشعریؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمیں عراق میں ایسے گھوڑے ملے جو چوڑی



(۴۴۶) و ذكره محمد في السير الكبير وقال: احتج به اهل الشام (شرح السيرج ۲)۔

۳۹۳۱۔ مالک قال: بلغنی "ان الزبير بن العوام شهد مع رسول الله ﷺ بفرسين يوم حبر فلم ينسهم له الا بسهم فرس واحد" اخرجه سحنون في "المدونة" (۱۰: ۳۹۲)۔  
 بلاغات مالک لا يكاد يسقط منها شيء۔ وفي "الموطأ" (ص ۱۷۱): وسئل مالك عمن حصر باقراب كثيرة، هل ينسّم لها كليلها؟ فقال: لم أسمع بذلك، ولا أرى أن ينسّم إلا لفرس واحد الذي يُقاتل عليه اه۔

۳۹۳۱۔ عن ابراهيم التيمي عن ابيه ان النبي ﷺ لم ينسّم لصاحب الآفراس إلا لفرس واحد يوم حنين، ذكره في "المبسوط" (۶: ۴۶۱)، وقال: استدل به ابوحنيفة و محمد احتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له وایده ما ذكره مالک بلاغا، و ابراهيم التيمي هو ابن يزيد بن شريك بن طارق ثقة من رجال الجماعة، وكذا ابوه وهو تابعي مخضرم، وارسال سندہ مقبول عندنا، و عند الاكثرين۔

تروا لے اور سیاہی مال میں۔ پس اے امیر المؤمنین! (مال غنیمت میں سے) ان کے حصوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے ہوموسیٰ کو لکھا کہ یہ ترکی گھوڑے اور ان میں سے جو (کام میں اور جنگ میں) عمدہ گھوڑوں کے قریب ہوں ان کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیجئے اور جوان کے ماسوا میں (یعنی جنگ میں عمدہ گھوڑوں کے برابر نہیں) ان کے لئے حصہ مقرر نہ کیجئے۔ اسے جواز جانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام محمد نے سیر کبیر میں اسے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ شامیوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترکی گھوڑے کا حصہ عربی گھوڑے سے کم نہیں اس لیے کہ اس سے پہلے باب میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ عربی گھوڑے کا ایک ہی حصہ ہے۔

۳۹۳۱۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ خیبر میں دو گھوڑوں کے ساتھ شریک ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک گھوڑے کا حصہ مقرر کیا اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے۔ اور موطا میں ہے کہ امام مالکؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بہت سارے گھوڑوں کیساتھ جنگ میں شریک ہوتا ہے تو کیا سب گھوڑوں کو حصہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسے تو کبھی نہیں سنا۔ میری رائے میں صرف اسی ایک گھوڑے کا حصہ ملے گا۔ جس پر سوار ہو کر وہ لڑتا ہے۔

۳۹۳۲۔ ابراہیم بن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ حنین میں کثیر گھوڑوں والے کیلئے صرف ایک

## باب من دخل دار الحرب فارسا فهو فارس

• الا اذا باع فرسه قبل القتال و من دخل راجلا فهو راجل

۳۹۳۳- عن: عمر رضی اللہ عنہ قال: "إِذَا جَاوَزَ الْفَرَسُ الدَّرْبَ ثُمَّ نَفَقَ أَسْهَمَ لَهُ" ذكره محمد

فی "السير الكبير" (۲: ۱۸۰)، واحتج به، واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له۔

۳۹۳۴- قال احمد كان سليمان بن موسى يغرصهم إذا أدرَبُوا: "الْفَارِسُ فَارِسٌ، وَالرَّاجِلُ رَاجِلٌ، فَلَا يَتَغَيَّرُ سَهْمُهُ بِذَغَابٍ دَائِبَةٍ أَوْ حُصُولٍ ذَائِبَةٍ لَهُ" اهـ ذكره الموفق في "المغنى" (۱: ۴۴۲)۔ واحمد حجة في النقل وسليمان بن موسى اعلم اهل الشام بعد مكحول، وقال عطاء بن ابي رباح: سيد شباب اهل الشام سليمان بن موسى روى عن واثلة بن الاسقع وابي امامة وارسل عن جابر و مالك بن يخام وغيرهم (تهذيب التهذيب ۴: ۲۲۶)

گھوڑے کا حصہ نکالا۔ (مبسوط) صاحب مبسوط فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام الاصفیٰ اور امام محمد نے حجت پکڑی ہے۔ اور کسی مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ بات صحیح ہے اور امام مالک کے بلاغات بھی اس کے نوید ہیں۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص جنگ میں دو یا زیادہ گھوڑوں کے ساتھ شریک ہو تو اسے صرف ایک گھوڑے کا ہی حصہ ملے گا۔ یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔ لہذا اب وہ تمام آثار جن میں دو گھوڑوں کے حصے کا ذکر ہے مذکورہ بالا مرفوع احادیث کے مقابلے میں مرجوح ہیں یا مخفیٰ پر محمول ہیں۔

باب۔ جو شخص دار الحرب میں شہسوار ہو کر داخل ہوگا تو وہ شہسوار ہی شمار ہوگا الا یہ کہ وہ جنگ سے قبل

اپنے گھوڑے کو بیچ دے اور جو شخص پیادہ یا داخل ہوگا وہ پیادہ یا ہی شمار ہوگا

۳۹۳۳- عمر فرماتے ہیں کہ جب گھوڑا بارڈر کر اس کرے پھر وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے لئے حصہ نکالا جائے گا۔ اسے امام محمد نے سیر کبیر میں روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اور اگر گھوڑا بارڈر کر اس کرنے کے بعد بیچ دیا جائے تو اس گھوڑے کیلئے پھر حصہ نہیں ہوگا۔

۳۹۳۳- امام احمد فرماتے ہیں کہ جب مجاہد بن بارڈر کر اس کرتے تو سلیمان بن موسیٰ ان کے سامنے آ کر فوج کا جائزہ لیتے (اسوقت) جو شہسوار ہوتا وہ شہسوار شمار ہوتا اور جو پیادہ یا ہوتا وہ پیادہ یا شمار ہوتا (اس کے بعد) اس کے جانور کے چلے جانے یا

## باب لا یسہم لمملوک ولا امراة ولا صبی ولا ذمی ولكن یرضخ لہم

۳۹۳۵- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ قَبَاوِينَ الْعَجْزَى وَيُخَذِّينَ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَأَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ ﴿﴾ رواه احمد وابوداود والترمذی و صححه،  
 (جل ۱۷۸:۷)

۳۹۳۶- وعنه: أَيْضًا أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى نَجْدَةَ الْخُرُورِيِّ "سَأَلْتُ عَنِ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ هَلْ كَانَ لَهَا مِنْ سَهْمٍ مَغْلُومٌ إِذَا حَضَرُوا النَّبَأَ؟ وَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَهْمٌ مَغْلُومٌ إِلَّا أَنْ يُخَذَّيَا مِنْ غَنَائِمِ الْقَوْمِ"، رواه مسلم (۱۱۷:۲)۔

اس کو جانور کے حاصل ہو جانے سے اس کی حیثیت تبدیل نہیں ہوتی تھی۔ اسے موفق نے معنی میں روایت کیا ہے۔ امام احمد احادیث میں امام الحجت ہیں اور سلیمان مکتول کے بعد شام کے سب سے بڑے عالم ہیں عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ سلیمان شامیوں کے بوجوانوں کے سردار ہیں۔

**فائدہ:** ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اصل اعتبار بارور کے کراس کرنے کا ہے۔ اس وقت مجاہد کی جو کیفیت ہوگی یہ معتبر ہوگی اس لئے کہ عین جنگ کے موقع پر جبکہ تمام مجاہدین امیر سمیت جنگ میں شریک ہوتے ہیں مجاہدین کی حالت پر واقفیت حاصل کرنا نہایت مشکل ہے۔

## باب - غلام، عورت، بچے اور ذمی کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ نہیں نکالا جائیگا ہاں ان کو عطیہ دیا جائے گا

۳۹۳۵- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ غزوہ میں عورتوں کو ساتھ لے جاتے تھے اور یہ عورتیں زنیوں کی مرہم پٹی اور حجاب کیا کرتی تھیں اور انہیں مال غنیمت میں سے بطور انعام کچھ دے دیا جاتا تھا۔ لیکن ان کے لئے کوئی خاص حصہ مقرر نہیں کیا گیا (مسند احمد، مسلم، ابوداود، ترمذی) (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر ملان، کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ عورتوں کیلئے مال غنیمت میں کوئی حصہ مقرر نہیں۔  
 ہاں انہیں بطور انعام کے کچھ دے دیا جائے۔)

۳۹۳۶- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نجد و حروری و کلکھا کہ آپ نے عورت اور غلام کے بارے میں پوچھا ہے کہ کیا ان کے لئے کوئی مقرر حصہ ہے۔ (مال غنیمت میں سے) جبکہ وہ جنگ میں شریک ہوں۔ (آپ نے فرمایا) ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ ہاں قوم کے مال غنیمت میں سے انہیں بطور انعام کے دیا جاسکتا ہے۔

**فائدہ:** امام نووی لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ غلام اور عورت کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اس

۳۹۳۷- وعن ابن عباس قال: ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي الْمَرْأَةَ وَالْمَمْلُوكَ مِنَ الْغَنَائِمِ دُونَ مَا يُعْصِبُ الْجَنْشِ﴾، رواه احمد (نیل الاوطار ۷: ۱۷۸)۔

۳۹۳۸- عن: عمير مولى ابى اللحم قال: ﴿شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَنِي فَقُلْتُ سَنُفَا فَإِذَا أَنَا أَجْرُهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوكٌ فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْبِي الْمَتَاعِ﴾۔ رواه ابوداود والترمذی و صححه (نیل الاوطار ۷: ۱۷۹)۔

۳۹۳۹- عن عمرو بن شعيب عن سعيد بن المسيب عن عمر: "لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيمَةِ شَيْءٌ"، أخرجه ابن حزم فى المحلى (۳۳۲: ۱۱) جاز ما به فهو صحيح او حسن۔

۳۹۴۰- حدثنا حفص بن غياث عن حجاج عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنه قال: لَيْسَ

حدیث کو مسلم، ابوداود اور ترمذی نے مختلف طرق اور مختلف متصل سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس لئے حشر بن زیاد کی حدیث اور خالد بن معدان کی مرسل حدیث جس میں عورتوں کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ دینے کا ذکر ہے مذکور بالا حدیث کے معارض نہیں بن سکتے اس لئے یہی تاویل کی جائے گی کہ ہم سے مراد عطیہ ہے۔

۳۹۴۱- ابن عباس رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عورت اور غلام کو مال غنیمت میں سے اس مقدار سے کم دیتے تھے جو دوسرے لشکر والوں کو دیتے۔ (مسند احمد)۔

**فائدہ:** اس حدیث میں تصریح ہے کہ عورت اور غلام کو دوسرے مجاہدین کے برابر حصہ نہیں دیا جاتا۔

۳۹۴۲- ابواللہم کے غلام عیمر فرماتے ہیں کہ میں خیبر میں اپنے آقاؤں کیساتھ شریک تھا انہوں نے میرے بارے میں حضور ﷺ سے بات کی اور بتایا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے حکم دیا اور میرے بدن پر ایک تلوار لٹکادی گئی میں (کو تاہ قد ہونے کی وجہ سے) اسے کھینچتا ہوا چلتا تھا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے میرے لئے کچھ گھر بیلوا شیاہ (بطور انعام) مجھے دینے کا حکم فرمایا۔ (ابوداود، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** امام ترمذی لکھتے ہیں کہ علماء کا اسی پر عمل ہے کہ غلام کو بطور انعام کچھ دے دیا جائے۔ علامہ موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے کہ غلام کیلئے فی میں سے کچھ نہیں۔

۳۹۴۳- سعید بن مسیب رضي الله عنه حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ غلام کیلئے مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ہے۔ ابن حزم ظاہریؒ نے اسے روایت کیا ہے اور یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

۳۹۴۴- عطاء رضي الله عنه حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مال غنیمت میں سے غلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔



تَعْبُدُ فِي الْمَغْنَمِ نَصِيبٌ، اخْرَجَهُ ابُو عُبَيْدٍ فِي "الاموال" (۳: ۴۵۰)، وسنده حسن۔

۳۹۴۱- عن : ابن وهب عن حرملة بن عمران التجيبي ان تميم بن قرع المهري حدثه "أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِي افْتَتَحُوا الإسْكَندَرِيَّةَ فِي الْمَرْءِ الْآخِرَةِ قَالَ: فَلَمْ يُقْسِمَ لِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ مِنَ الْفَيْءِ شَيْئًا۔ قَالَ: وَكُنْتُ غُلَامًا لَمْ أَحْتَلِمَ حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ قَوْسِي بَيْنَ نَاسٍ مِنْ قُرَيْشٍ فِي ذَلِكَ ثَائِرَةٌ۔ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: فَيَكُمُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلُّوهُمْ فَسَأَلُوا أَبَا بَصْرَةَ الْغَفَارِي وَعُقْبَةَ بْنَ عَابِرٍ الْجُهَنِي صَاحِبِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔ فَقَالَا: خَرُّوا فَإِنْ كَانَ أَنْبَتَ الشَّعْرَ فَأَقْسِمُوا لَهُ قَالَ: فَتَنَظَّرَ إِلَيَّ بَعْضُ الْقَوْمِ فَإِذَا أَنَا قَدْ أَنْبَتَ فَقَسَمَ عَنِّي۔" رواه سحنون في "المدونة" (۱: ۳۹۳)، وسنده صحيح و اخراجه الجوزجاني باسناده و قال: هذا من مشاهير حديث مصر و جیده، كذا في "المغنی" (۱۰: ۴۵۴) لابن قدامة، و عطف الجوزجاني "قال: فلم يقسم لي عمرو من الفئء شيئا، و قال: غلام لم يحتلم - وفيه بيا - فقالا: انظروا فان كان قد أشعر فأقسموا له" و الباقي نحوه۔

ابو عبید نے اموال میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۳۹۴۱۔ تميم بن قرع الکھری فرماتے ہیں کہ وہ (خود بھی) اس لشکر میں شریک تھے جنہوں نے اسکندریہ ملک دوسری مرتبہ فتح کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے میرے لئے فی میں سے کچھ حصہ نہ نکالا۔ تمیم فرماتے ہیں کہ نابالغ بچہ تھا اور قریب تھا کہ میری قوم اور قریش کے لوگوں کے درمیان (حصہ نہ دینے پر) بھگڑا ہو جائے۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ تم میں حضور ﷺ کے صحابہ موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو تو لوگوں نے ابولہصرہ غفاریؓ اور عقبہ بن عامر جہنیؓ سے پوچھا جو کہ حضور ﷺ کے صحابی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھو اگر تو زیر ناف بال اگے ہوئے ہیں تو ان کے لئے حصہ نہ نکالو۔ تمیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے مجھے چپک کیا تو میرے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے پس میرے لئے بھی حصہ نکالا گیا۔ اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ مھر کی مشہور اور عمدہ حدیثوں میں سے ہے۔ جوزجانی نے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں "تمیم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فی میں سے مجھے کوئی حصہ نہ دیا اور عمروؓ نے یہ وجہ بھی بیان فرمائی کہ یہ نابالغ بچہ ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں (عقبہ بن عامرؓ اور ابولہصرہ غفاریؓ) نے فرمایا کہ دیکھو اگر تو اس کے زیر ناف بال اگے ہوئے ہیں تو اس کے لئے حصہ نہ نکالو۔

۳۹۴۲- عن البراء قال: ﴿أَسْتُغْفِرُكَ أَنَا وَأَبْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَذَرٍ﴾۔ الحديث أخرجه

البخاری (فتح الباری ۷: ۲۶۲)۔

۳۹۴۳- عن نافع حدثني ابن عمر رضي الله عنهما ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ

أَحَدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعٍ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي، ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسٍ عَشْرَةَ فَاجَازَنِي﴾۔ الحديث أخرجه البخاری و مسلم (زيلعي ۲: ۱۳۷)، واللفظ للبخاری۔

۳۹۴۴- عن أبي يوسف قال: أخبرنا الحسن بن عماره عن الحكم عن مقسم عن

ابن عباس قال: ﴿اسْتَعَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمُؤَدِّ قَيْنِقَاعَ، فَرَضَخَ لَهُمْ وَلَمْ يُنْسِهِمْ﴾، أخرجه

البیهقي من رواية الشافعي عنه، وقال: تفرد به الحسن بن عماره، وهو متروك (زيلعي ۱۳۸)

قلت: يا للعجب! يحتاج بابن اسحاق ويترك ابن عماره؟ هذا لا يكون، وقد مر غير مرة انه

بـ ثبت فيه۔ حسن الحديث۔

۳۹۴۵- عن همام بن منبه حدثنا ابو هريرة عن رسول الله ﷺ، فذكر احاديث، ومنها

۳۹۴۲- حضرت براءؓ (بن عازب) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مجھے اور ابن عمرؓ کو چھوٹا قرار دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)۔

۳۹۴۳- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن انہوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا جبکہ وہ چودہ سال کے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت نہ دی اور پھر مجھے خندق کے دن پیش کیا گیا جبکہ میں پندرہ سال کا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ (بخاری باب غزوة الخندق فی المغازی و مسلم فی باب بیان سن البلوغ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ کیونکہ اگر یہ مال غنیمت میں سے مستقل حصے کے مستحق ہوتے تو حضور ﷺ انہیں قطعاً جہاد میں شرکت سے نہ روکتے۔ موافق معنی میں فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے بچے کو مکمل حصہ دیا ہو بلکہ یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بچوں کو جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔ لہذا وہ اثر جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر میں بچوں کیلئے حصہ نکالا تو اس سے مراد عطیہ ہی ہے۔

۳۹۴۴- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ایک جنگ میں) قتیہاع کے یہودیوں سے مدد لی تو ان کو آپ ﷺ نے

عطیہ تو دیا لیکن ان کو مکمل حصہ نہیں دیا۔ (بیہقی)۔ اس میں ایک راوی حسن بن عمارہ مختلف فیہ ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

۳۹۴۵- حضرت ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

قال رسول الله ﷺ: ﴿غَزَانِيَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ﴾، فذكر الحديث، وفيه ﴿فَأَقْبَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهُ فَلَمْ تَحُلْ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا- ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجَزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا﴾، رواه مسلم (۲: ۸۵)۔

### باب لا يسهم للاجير والتاجر اذا لم يقاتلا

۳۹۴۶- عن عبد الله بن الديلمي ان يعلى بن منية قال: ﴿أَذِنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْغَزْوِ وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ، فَالْتَمَسْتُ أَجِيرًا يَكْفِينِي وَأُجْرِي لَهُ سَهْمُهُ فَوَجَدْتُ رَجُلًا- لَمَّا دَنَا الرَّحِيلُ أَتَانِي فَقَالَ: مَا أَذْرِي مَا السُّهُمَانِ وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي؟ فَسَمِعْتُ ابْنَ شَيْخِنَا كَانَ سَهْمُهُ أَوْلَمُ يَكُنْ فَسَمِعْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ- فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيمَتُهُ أَرَدْتُ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمُهُ فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيرَ، فَجِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ- فَقَالَ: مَا أَجِدُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَلَا آخِرَةٍ إِلَّا دَنَانِيرُهُ الَّتِي سَمِعْتُ﴾، أخرجه ابو داود و سكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود

بخبروں میں سے ایک پیغمبر (حضرت یوشع علیہ السلام) نے جہاد کیا۔ پھر ابو ہریرہ حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ (آسمان سے) آگ آئی اور اسے کھا گئی اور غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھا اور ہمارے لئے اس لئے حلال ہوا کہ اللہ نے ہماری کمزوری اور عاجزی دیکھی تو اسے ہمارے لئے حلال کر دیا۔ (مسلم)۔

**فائدہ:** ان مرفوع احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کیلئے مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔ لہذا ابوداؤد و ترمذی میں مذکور ہے وہ مرسل زہری جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کو مسلمانوں کے برابر حصہ دیا تو اس کا اولاد جواب تو یہ ہے کہ مرسل زہری ابن عباسؓ کی حدیث کا معارض نہیں بن سکتا کیونکہ ابن عباسؓ زہریؓ سے کہیں درجے بلند مرتبہ ہیں اور حضور ﷺ کے غزوات کے زیادہ واقف و عالم ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کے قول وحدیث کو مقدم مانا جائے گا۔ اور ابن عباسؓ کی حدیث میں صراحت ہے کہ ان کو بطور عطیہ کچھ مال دیا گیا۔ اور اگر اس مرسل حدیث کو کچھ وقعت دی جائے تو پھر اس کو اس بات پر محمول کریں گے کہ چونکہ یہود بھی مشرکین کے ساتھ جنگوں میں مسلمانوں پر مال خرچ کرتے تھے اس لئے ان کے احسان کا بدلہ دینے کیلئے حضور ﷺ نے ان کو برابر حصہ دیا۔ واللہ اعلم۔

### باب مزدور اور تاجر کو مال غنیمت میں سے حصہ نہ دیا جائے جبکہ وہ جہاد نہ کریں

۳۹۴۶- عبد اللہ بن دہلیس سے مروی ہے کہ یعلیٰ بن منبہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو جہاد میں نکلنے پر ابھارا جبکہ میں بہت بوڑھا تھا اور میرے پاس کوئی خدمت گار بھی نہ تھا۔ پس میں نے مزدور کی تلاش شروع کی جو (جہاد میں خدمت کیلئے) میرے کام آئے

۳۲۳:۳-۳۲۴)۔ قلت: ورجاله کلہم ثقات معروفون، وجہل ابن حزم بعضا منهم، ولكن العارف مقدم علی من لم يعرف۔

۳۹۴۷- قال الوليد: حدثني ابن لهيعة عن ابن مسيرة عن علي بن ابي طالب انه قال في جَعِيلَةَ الْعَازِي: اِذَا جَعَلَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ غَزَا فُجِعِلَ لَهُ فِيهِ جُعْلٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَاِنْ كَانَ اِنَّمَا يَغْزُو مِنْ اَجْلِ الْجُعْلِ فَلَيْسَ لَهُ اَجْرٌ۔ اخرجه سحنون في المدونة (۴۰۵:۱) و سندہ حسن وابن مسيرة فيه تصحيح وانما عواين هبيرة عبدالله ابو هبيرة المصري ثقة من

اور میں (مال غنیمت میں سے اپنے حصے میں سے) ایک حصہ سے دو پس مجھے (خدمت کیلئے) ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت آیا تو وہ شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ دو حصے کتنے ہونگے اور میرا حصہ کتنا ہے گا؟ لہذا میرا حصہ متعین کر دو خواہ تمہیں غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے پس میں نے تین دینار اس کی اجرت مقرر کر دی۔ جب مجھے غنیمت کا مال ملا تو میں نے اس میں سے ایک حصہ اس کا بھی لگنا چاہا۔ لیکن فوراً مجھے (اس کے لئے مقرر کردہ) دیناروں کا خیال آ گیا (یعنی یہ خیال آیا کہ میں تو اس کی اجرت تین دینار مقرر کر چکا ہوں) میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اس کا سارا معاملہ بیان کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو ان طے شدہ تین دیناروں کے علاوہ دنیا و آخرت میں اس کا جہاد میں کوئی حصہ نہیں پاتا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا حدیث حدیث صحیح ہے) اور مؤلف فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدور جب خود بذات جہاد نہ کرے بلکہ صرف مجاہد کا مزدور و ملازم بن کر اس کی خدمت کرے تو اس مزدور کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۹۴۷- حضرت علیؓ سے مجاہد کی اجرت کے بارے میں مروی ہے کہ (آپؓ نے فرمایا کہ) اگر کوئی شخص جہاد کو اپنے ذمے فرض کرے (یعنی وہ جہاد کرنے کا پکا ارادہ کرے) پھر اس کیلئے جہاد کرنے میں کوئی اجرت مقرر کر دی جائے تو اس اجرت کی وجہ سے اس کے جہاد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا (یعنی جہاد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور اس کا جہاد للہ و فی اللہ ہی ہوگا) ہاں اگر کوئی شخص صرف اجرت و مزدوری کی وجہ سے ہی جہاد کرتا ہے (یعنی اگر اسے اجرت دی جائے تو جہاد کرتا ہے اور اجرت نہ دینے کی صورت میں جہاد سے کتراتا ہے اور خدمت دین فی سبیل اللہ اس کا مقصد نہیں) تو ایسے شخص کیلئے کوئی اجر نہیں۔ اسے سمجھون نے مدونہ میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اگرچہ مرسل ہے لیکن خیر القرون میں ارسال مضرب نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص صرف اجرت مقرر کر دیا کر ہی جہاد کرتا ہے اور اجرت نہ ملنے کی صورت میں وہ



ثالثہ (تقریب ۱۱۴)، وحديثه عن علي مرسل، وهو لا يضرنا في القرون الفاضلة۔

۳۹۴۸- ابن وهب عن الليث بن سعد ان قيس بن خالد المدلجي يحدث عن عبد الرحمن بن وعله الشيباني "انه قال: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّا نَتَجَاعَلُ فِي الْغَزْوِ فَكَيْفَ تَرَى؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا أَحَدُكُمْ إِذَا أَجْمَعَ عَلَى الْغَزْوِ فَعَوَّضَهُ اللَّهُ رِزْقًا فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ۔ أَمَّا أَحَدُكُمْ إِنْ أُعْطِيَ دِرْهَمًا غَزَا وَإِنْ مُنِعَ دِرْهَمًا مَكَثَ، فَلَا خَيْرَ فِي ذَلِكَ"۔ اخرجہ سنن ابن ماجہ (۱۰۵) ایضاً، رجالہ کلہم ثقات معروفون الا ابن خالد المدلجي، علیہ ارفیہ جرحاً ولا تعديلاً، ذکرہ السمعانی فی "الانساب" (۱۵۵)، ولم یجرحہ بشیء۔

۳۹۴۹- عن سلمة بن الاكوع فی حدیث طویل قال: "وَكُنْتُ تَبِيْعًا لِيُطْلَحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنْقَى فَرَسَهُ وَأَحْسَهُ وَأَخْدَمَهُ وَأَكَلَ طَعَامَهُ فَذَكَرَ قِصَّةَ الْحُدَيْبِيَّةِ ثُمَّ غَزَوْهُ ذِي قَرْدٍ قَالَ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ وَخَيْرَ رَجَالِنَا سَلْمَةُ قَالَ: ثُمَّ أَطْعَمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَهْمَيْنِ سَهْمُ الْفَارِسِ وَسَهْمُ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِي جَمِيعًا"۔ حدیث اخرجہ مسلم (۱۱۵:۲)۔

جہاد نہیں کرتا تو وہ حقیقت میں مجاہد نہیں بلکہ مزدور ہے۔ ایسا نام مجاہد آخرت میں بھی خائب و خاسر ہوگا۔

۳۹۴۸- عبد الرحمن بن وعله فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے عرض کیا کہ ہم (بھی تو) جہاد میں (مال غنیمت کی صورت میں) اجرت لیتے ہیں تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (یعنی کیا یہ لی جائے اور اس سے ثواب آخرت میں کی تو نہ ہوگی؟) آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جہاد کرنے کا معمم ارادہ کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس جہاد کے عوض (مال غنیمت کی صورت میں) رزق عطا فرماتے ہیں تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں (یعنی ثواب آخرت میں کی نہ ہوگی) البتہ تم میں سے اگر کسی شخص (کی یہ حالت ہو کہ) پیسے ملنے کی صورت میں تو جہاد کرتا ہے اور پیسے نہ ملنے کی صورت میں جہاد نہیں کرتا تو ایسے شخص کے جہاد کرنے میں کوئی خیر نہیں (یعنی اسے آخرت میں ثواب نہیں ملے گا) (مدونہ لبحون) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سوائے ابن خالد کے کہ اس کے بارے میں جرح و تعدیل مروی نہیں۔ پس یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۹۴۹- سلمہ بن الاکوعؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ "صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں طلحہؓ کا خادم و مددگار تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور ان کی پیٹھ کھجاتا اور ان کی خدمت کرتا اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا۔ پھر انہوں نے صلح حدیبیہ کا قصہ (تفصیلی طور پر) بیان کیا پھر غزوہ ذی قرد کا بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے..... پھر جب ہم نے صبح کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن

## باب اربعة اخماس الغنیمۃ للغانمین ویقسم الخمس علی ثلاثۃ اسهم

### ویقدم فقراء ذی القربی علی غیرهم من الاصناف الثلاثة

۳۹۵۰- نادعلج بن احمد ثنا العباس بن الفضل ثنا احمد بن یونس ثنا ابو شهاب

ہمارے شہسواروں میں سے بہترین سوار ابوقادہ ہیں اور ہمارے پیادہ پالوگوں میں سے بہترین سلمہ (بن الاکوع) ہیں پھر حضور ﷺ نے مجھے (مال غنیمت میں سے) دو حصے عطا فرمائے، ایک حصہ گھوڑ سوار کا اور ایک حصہ پیادہ پا کا اور دونوں حصے مجھے ہی دیے۔ الحدیث (مسلم باب غزوہ ذی قرد وغیرہ)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر سلمہؓ طلحہؓ کے خادم تھے۔ لیکن صلح حدیبیہ میں مال غنیمت ہی ہاتھ نہیں آیا تھا۔ البتہ غزوہ ذات قرد میں حضرت سلمہؓ حضرت طلحہؓ کے خادم کی حیثیت سے غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اپنی ذاتی حیثیت سے شریک تھے اس لئے ان کو حصہ دیا گیا۔ اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کسی کا ملازم اکیلا جنگ میں نکلے اور مالک کی یا اس کے گھوڑے کی خدمت نہ کرے تو وہ مستحق غنیمت ہوتا ہے۔ البتہ اس صورت میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی ملازم نوکر مالک کی معیت میں اس کی خدمت کیلئے نکلے تو کیا اس کو مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا؟ تو اگر وہ ملازم صرف مالک کی خدمت ہی کرتا رہا ہے تو اس صورت میں وہ مال غنیمت کا حقدار نہ ہوگا۔ جیسا کہ یعلنی بن منبہ، علیؓ اور ابن عمرؓ کی احادیث سے ثابت ہے اور مذکورہ بالا سلمہؓ کی حدیث سے اس بات پر استدلال کرنا کہ اجیر کو مطلقاً حصہ دیا جاتا ہے کیونکہ حضرت سلمہؓ کو حضور ﷺ نے حصہ دیا باوجودیکہ وہ اپنے مالک کے خادم تھے غلط ہے۔ کیونکہ حضرت سلمہؓ، حدیبیہ کے موقع پر یقیناً محض خادم تھے لیکن حدیبیہ کے موقعہ پر مالی غنیمت ہی نہیں تھا چہ جائیکہ تقسیم ہوتا اور غزوہ ذات قرد کے موقعہ پر مالی غنیمت سے سلمہؓ کو حصہ دیا گیا لیکن وہ اس وقت خادم محض نہ تھے بلکہ اپنی ذاتی حیثیت سے مجاہد بن کر گئے تھے اور طلحہؓ اس غزوہ میں مدینہ میں ہی رہے تو لا محالہ وہ مستحق غنیمت تھے۔ اور اگر تاجر و خادم نکلے تو خدمت مالک کیلئے ہی ہیں لیکن پھر وہاں جا کر وہ جنگ میں بھی شریک ہو گئے تو اس صورت میں بھی ان کو حصہ مال غنیمت سے ملے گا اور اس پر دلیل حضرت عمرؓ کا یہ فرمان شرعی ہے الغنیمۃ لمن شہد الوقعہ یعنی جو بھی بالفعل جنگ میں قتال میں شریک ہووے مستحق غنیمت ہے۔

### باب - مال غنیمت میں سے چار خمس (۴/۵) مجاہدین میں تقسیم ہونگے

اور ایک خمس (۱/۵) تین حصوں (یتیموں، مسکینوں اور مسافروں) پر تقسیم ہوگا۔

اور (حضور ﷺ) کے ذو قرابت فقراء کو باقی دونوں مستحقین پر مقدم کیا جائے گا

۳۹۵۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی دستہ کو (کسی جنگی مہم پر) بھیجتے اور انہیں مال غنیمت حاصل ہوتا تو

عن ورقاء عن نهشل عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا عَثَ سَرِيَّةً فَعَنَمُوا خَمْسَ الْعَيْنِيَّةِ، فَضَرَبَ ذَلِكَ الْخُمْسَ فِي خُمْسَةِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ الْآيَةَ - قَالَ: فَإِنَّ لِلَّهِ بِمِثْلِهِ كَلَامَ اللَّهِ وَمَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِلَّهِ جَعَلَ سَهْمَهُمُ اللَّهُ وَسَهْمَ رَسُولِهِ وَاحِدًا وَسَهْمَ ذِي الْقُرْبَىٰ بَيْنَهُمْ فَجَعَلَ هَذَيْنِ السَّهْمَيْنِ قُوَّةً فِي الْخَيْلِ وَالسَّلَاحِ وَجَعَلَ سَهْمَ الْيَتَامَىٰ وَسَهْمَ الْمَسَاكِينِ وَسَهْمَ ابْنِ السَّبِيلِ لَا يُعْطِيهِ غَيْرُهُمْ ثُمَّ جَعَلَ الْأَرْبَعَةَ أَسْهُمًا الْبَاقِيَّةِ، لِلْفَرَسِ سَهْمَانِ ﴿الحديث رواه ابن مردويه في تفسيره﴾ (زيلعي ۲: ۱۳۳)، وقال الحافظ: رواه الطبرانی في "الوسط"، وابن مردويه في "التفسير" وروى ابو عبيد في "الاموال" نحوه (التلخيص الحبير ۲: ۲۷۱)، وسكت عنه، وسكوته فيه دليل صحة الحديث، او حسنه عنده۔

حضرت مالک رحمہ اللہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ لے لیتے پھر اس پانچویں حصے کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ پر بھی (جس کا مطلب یہ ہے کہ (اے مسلمانو! تم جان لو اس بات کو کہ (کفار کے) مال سے تمہیں جو بھی مال غنیمت ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور گواہ اس کے رسول کیلئے ہے اور (ایک حصہ) قربت داروں کیلئے اور (ایک حصہ) یتیموں کیلئے اور (ایک حصہ) مسکینوں کیلئے اور (ایک حصہ) ابن سبیل کیلئے ہے۔ (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (غنیمت کے پانچویں حصہ میں) اللہ کا ذکر (محض برکت کے طور پر) اقتراح کلام کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے (اس لئے جس غنیمت کا اللہ کیلئے ہونے کا کیا مطلب) اور پھر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حصے کو ایک حصہ بنایا اور قربت داروں کا حصہ انہیں کے درمیان بنایا اور پھر ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور اسلحہ (یعنی جنگی سامان) کی طاقت تیار کرنے کیلئے بنایا اور یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل کے حصوں کے بارے میں کہا کہ یہ ان کے علاوہ کسی اور کو نہ دیا جائے۔ پھر باقی مال غنیمت کے چار حصے بنائے اور (ان کو اس طرح مجاہدین میں تقسیم کیا کہ) شہسوار کو دو حصے..... الحدیث (تفسیر ابن مردويه) حافظ ابن جریر فرماتے ہیں کہ طبرانی نے اوسط اور ابو نعید نے اموال میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے پھر حافظ صاحب کا اس حدیث پر کسوت اس کے صحیح ہونے یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں سے چار حصے مجاہدین کے ہیں اور وہ انہیں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ نیز آیت میں غنمتم کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ شمس کے علاوہ باقی مال غنیمت مجاہدین کی ملک ہے۔ اور موافق کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے اہل علم کا کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے جن میں سے چار حصے مجاہدین کے ہی ہیں۔

۳۹۵۱- قلت: قال ابو عبيد: حدثنا عبد الله بن صالح عن معاوية بن صالح عن علي بن ابي طلحة عنه قال: "كَانَتْ الْعَيْنِيَّةُ تُقَسَّمُ عَلَى خَمْسَةِ أَحْمَاسٍ، فَأَرْبَعَةٌ مِنْهَا لِمَنْ قَاتَلَ عَلَيْهَا وَخُمْسٌ وَاحِدٌ يُقَسَّمُ عَلَى أَرْبَعَةٍ، فَرُبْعٌ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ يَعْنِي قَرَابَةَ النَّبِيِّ ﷺ" الحديث (كتاب الاموال ص ۳۲۵)، وهذا سند كما تراه حسن-

۳۹۵۲- حدثنا سعيد بن عفیر المصری عن عبد الله بن لهیعة عن عبيد الله بن ابي جعفر عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: رَأَيْتُ الْمَغَانِمَ تُجْزَأُ خَمْسَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ يُسَهَّمُ عَلَيْهَا فَمَا صَارَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَهُوَ لَهُ لَا يَخْتَارُ- رواه ابو عبيد في الاموال (ص ۱۳) وسنده حسن و سعيد هو ابن كثير بن عفیر من رجال الشيخين صدوق عالم بالانساب وغيرها، وعبيد الله بن ابي جعفر المصری ابوبكر الفقيه ثقة من رجال الجماعة (تقريب ۷۳ و ۱۳۵)-

۳۹۵۱- علی بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ مالی غنیمت پانچ برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ان میں سے چار حصے ان لوگوں کیلئے ہوتے تھے جنہوں نے جہاد کیا ہوتا اور پھر خمس چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ جن میں سے چوتھا حصہ اللہ، رسول اور رسول ﷺ کے قربت داروں کیلئے ہوتا۔ (الحديث) (كتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور نبی ﷺ کے قربت داروں کو ملنے والا حصہ کل ایک حصہ تھا اور یہ ایک حصہ درحقیقت حضور ﷺ کا تھا اور آپ ﷺ کے واسطے سے قربت داروں کو ملتا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ حصہ آپ ﷺ ہی کا تھا۔ لہذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی حیثیت صدقہ کی سی ہوگی جو فقراء، مساکین اور یتامی وغیرہ میں تقسیم کیا جائیگا۔

۳۹۵۲- ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور پھر اس کے مطابق حصے مقرر کیے جاتے تھے۔ اور جو حصہ اللہ کے رسول ﷺ کیلئے ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل جاتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصہ خود انتخاب نہ فرماتے تھے۔ (اے ابو عبید نے اموال میں ذکر کیا ہے)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مالی غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خمس کو باقی چار حصوں سے الگ کر لیا جائے تو امیر کیلئے اب یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے لئے کسی چیز کا انتخاب کرے مگر قرعہ اندازی سے۔ اور اسکی تائید سیر کبیر میں مذکور ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں خطبہ کے دوران فرمایا کہ تم میں سے کوئی شائی بھی ہے؟ تو مالک بن عبد اللہؓ نے عرض کیا جی ہاں! میں ہوں تو آپؓ نے فرمایا کہ شام میں جا کر حضرت امیر معاویہؓ سے فرمادینا کہ غنیمت کے پانچ حصے کرنے کے بعد اپنے لئے کوئی چیز لینی ہو تو قرعہ کا استعمال کرنا الخ اور قرعہ کا استعمال لوگوں کی دل جوئی کیلئے ہے تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں اور مستحب ہے، واجب نہیں۔



۳۹۵۳- عن قیس بن محمد سالت الحسن بن محمد عن قوله تعالى: ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ حُسْنَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ الآية فقال: هَذَا مِفْتَاحُ كَلَامِ، لِلَّهِ تَعَالَى مَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ قَالَ: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي هَذَيْنِ السَّهْمَيْنِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ قَائِلُونَ: سَهْمُ الْقُرْبَى لِقَرَابَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ قَائِلُونَ لِقَرَابَةِ الْخَلِيفَةِ، وَقَالَ قَائِلُونَ: سَهْمُ النَّبِيِّ ﷺ لِلْخَلِيفَةِ مَنْ بَعْدَهُ۔ فَاجْتَمَعَ رَأْسُهُمْ عَلَى أَنْ يَجْعَلُوا هَذَيْنِ السَّهْمَيْنِ فِي الْخَيْلِ وَالْعِدَّةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَانَا عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةٍ إِلَى بَكْرِ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا“ اخرجه الحاكم في ”المستدرک“ (۲: ۱۲۸)، وسكت عنه هو والذهبي ورجاله ثقات۔ و قیس هذا هو قیس بن مسلم الجدلی العدواني من رجال جماعة، ثقة ثبت (تهذيب ۸: ۳۰۳)۔ والحديث رواه ابو يوسف الامام في ”كتاب الخراج“ له (۲۴) عن قیس بن مسلم قال: سالت الحسن بن محمد نحوه، وهذا سند صحيح والحديث عند النسائي في ”المجتبی“ له (۲: ۱۷۸)۔

۳۹۵۳- قیس بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن محمد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْبَىٰ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر (اس آیت میں) محض برکت کے طور پر افتتاح کلام کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ سب ہی اللہ کیلئے ہے (تو اس لئے وہ تمہارے غنم میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں) پھر حضرت حسن بن محمد نے فرمایا کہ ان دو حصوں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے اور قرابت داروں کے حصے) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اختلاف کرنے لگے۔ بعض کہنے والوں نے یہ کہا کہ (غنم غنیمت میں سے) قرابت داروں کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کیلئے ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ (قرابت داروں کا حصہ) خلیفہ کے قرابت داروں کیلئے ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کے لئے ہے۔ لیکن پھر صحابہ کی رائے اس بات پر مجتمع ہوئی (یعنی صحابہ کا اجماع ہو گیا) کہ یہ دونوں حصے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور قرابت داروں کا حصہ) اللہ کے راستے میں گھوڑوں اور سامان حرب کی تیاری میں لگا دیں۔ پھر یہ دونوں حصے ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں اسی کام میں استعمال ہوتے رہے۔ (مستدرک حاکم)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے اسے کتاب الخراج میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام نسائی کی تصحیح میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

**فائدہ:** یہ حدیث اس بات پر صراحت و دلالت کرتی ہے کہ صحابہ و تابعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ بدائع صنائع میں مذکور ہے کہ کتاب السیر میں امام محمدؒ نے ان الفاظ سے ایک

۳۹۵۴- حدثنی: محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما "أَنَّ الْخُمْسَ كَانَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى خَمْسَةِ أَشْهُمٍ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ سَهْمٌ، وَلِذِي الْقُرْبَى سَهْمٌ وَلِلْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ثَلَاثَةُ أَشْهُمٍ، ثُمَّ قَسَمَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى ثَلَاثَةِ أَشْهُمٍ وَسَقَطَ سَهْمُ الرَّسُولِ وَسَهْمُ ذَوِي الْقُرْبَى وَقَسَمَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الْبَاقِي، ثُمَّ قَسَمَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ مَا قَسَمَهُ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ رضی اللہ عنہما أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ أَبُو يُونُسَ فِي "كِتَابِ الْخَرَجِ" لَهُ (ص ۳۳)، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ فَانَ الْكَلْبِيُّ لَهُ أَحَادِيثٌ صَالِحَةٌ وَخَاصَّةٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ حَدَّثَ عَنْهُ ثَقَاتٌ مِنَ النَّاسِ وَرَضَوْهُ فِي "التَّفْسِيرِ" قَالَ ابْنُ عَدَى (تَهْذِيبُ ۱۸۰:۱)، وَلِحَدِيثِهِ هَذَا شَوَاهِدٌ كَثِيرَةٌ قَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا، وَيَأْتِي بَعْضُ-

۳۹۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ الْآيَةُ قَالَ: كَانَتْ الْغَنِيمَةُ تُخْمَسُ

حدیث روایت کی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ نے خمس غنیمت کو صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تین حصوں پر تقسیم فرمایا لیکن کسی صحابی نے بھی انکار نہیں کیا تو گویا اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا۔ الغرض صحابہ کے اجماع کے باوجود بھی ابن حزمؒ ظاہری اس بات پر یقین میں کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول کسی صحابی سے میل نہیں کھاتا۔ کاش ابن حزمؒ اہل حزم میں سے ہوتے۔

۳۹۵۴- عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمس غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک حصہ، قرابت داروں کیلئے ایک حصہ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کیلئے تین حصے ہوتے تھے۔ پھر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے خمس کو تین حصوں پر تقسیم فرمایا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم و قرابت داروں کا حصہ ختم ہو گیا اور خمس باقی تین حصہ داروں (یتیموں، مسکینوں اور مسافروں) پر تقسیم کیا جانے لگا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے بھی اسی طریقے پر (خمس کی) تقسیم کو جاری رکھا جس طریقے پر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تقسیم کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ اس کی سند حسن ہے اور اس حدیث کے شواہد کثیر تعداد میں ہیں جن میں سے بعض گذر گئے اور بعض آگے آ رہے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خلفاء راشدینؓ خمس کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔

۳۹۵۵- قَتَادَةُ اللَّهِ تَعَالَى كَفَرَمَانَ ﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى، فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ الْآيَةِ ﴿(یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوادے (جیسے فداک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ تعالیٰ

بِخُمْسَةِ أَخْمَاسٍ فَأَرْبَعَةُ أَخْمَاسٍ لِمَنْ قَاتَلَ عَلَيْهَا وَيُخْمَسُ الْخُمْسُ الْبَاقِي عَلَى خُمْسَةِ  
 أَخْمَاسٍ فَخُمْسٌ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَخُمْسٌ لِقَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَيَاتِهِ وَخُمْسٌ لِلْيَتَامَى  
 وَخُمْسٌ لِلْمَسَاكِينِ وَخُمْسٌ لِابْنِ السَّبِيلِ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَعَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ  
 اللَّهُ عَنْهُمَا هَذَيْنِ السَّهْمَيْنِ سَهْمَ اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَسَهْمَ قَرَابَتِهِ فَحَمَلَا عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَدَقَةً  
 عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَخْرَجَهُ الطَّبْرِيُّ فِي "تَفْسِيرِهِ" (۲۵:۲۹) (زَيْلَعِيُّ ۲: ۱۳۳)۔ قُلْتُ: رَجَالَهُ  
 كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ وَهُوَ شَاهِدٌ حَسَنٌ لِمَا رَوَاهُ الْكَلْبِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنِ بْنِ  
 مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ مِنَ الْأَجْمَاعِ۔

اللہ کا حق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قربات داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں اور مسافروں کا) کے بارے میں  
 فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ان میں سے) چار حصے ان لوگوں کیلئے ہوتے تھے جو (اسی جنگ میں) جہاد  
 کرتے تھے اور پھر (مالِ غنیمت میں سے) باقی پانچویں حصے کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ان میں سے) ایک حصہ اللہ اور رسول ﷺ  
 کیلئے اور ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربات داروں کیلئے ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں۔ اور ایک حصہ یتیموں کیلئے اور ایک حصہ غریبوں  
 کیلئے اور ایک حصہ مسافروں کیلئے تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان دونوں حصوں یعنی اللہ و  
 رسول ﷺ کے حصے اور قربات داروں کے حصے کو اللہ کی راہ میں حضور ﷺ کی طرف سے صدقہ کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ (تفسیر طبری  
 بحوالہ زبیلی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ لہذا یہ حدیث ماقبل میں مذکور کبھی کے واسطے سے ابن عباسؓ کی حدیث کیلئے  
 اور حسن بن محمد کے واسطے سے مروی اجماع کیلئے بہترین شاہد ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث اور دیگر احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ آپ کی وفات کے بعد باقی نہیں رہا بلکہ  
 غریبوں وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔

**فائدہ:** ابن حزم ظاہری کا ابویضہؒ کے قول کہ "خمس غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے"، کو خلاف سنت کہنا و خلاف  
 قرآن کہنا اور یہ کہنا کہ یہ قول ابویضہؒ سے پہلے کسی سے منقول نہیں چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ ﴿کبرت کلمۃ تخرج  
 من افواہهم﴾۔ نکاد السموات ینفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هداۃ ﴿۔ میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی خلفاء راشدین کے  
 برابر ہو سکتا ہے جو خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے یا کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ خلفاء اربعہ میں کسی نے کبھی بھی مال خمس کو تین حصوں سے  
 زائد پر تقسیم فرمایا۔ یقیناً کوئی بھی اس پر دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ مزید سنیے کہ خود ابن حزم ظاہری اور موفق کا یہ مذہب کہ "خمس غنیمت پانچ  
 حصوں میں تقسیم کیا جائے"، نص قرآنی کے صریح خلاف ہے کیونکہ نص قرآنی سے تو چھ حصے معلوم ہوتے ہیں اس لحاظ سے تو (ابوالعالیہ کے سوا

۳۹۵۶- حدثنا: ابن وکیع ثنا عمر بن عبید عن الاعمش عن ابراهیم قال: كَانَ اَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْعَلَانِ سَهْمَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْكِرَاعِ وَالسُّلَاحِ فَقُلْتُ لِابْرَاهِيمَ: مَا كَانَ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ فِيهِ؟ قَالَ: "كَانَ عَلَى أَشَدِّهِمْ فِيهِ" رواه الطبري (۶:۱۰) ایضا ورجاله کلہم ثقات، وفی ابن وکیع مقال و ذکرناہ اعتضادا، ومرسل ابراہیم کالمسند کما مر غیر مرۃ۔

۳۹۵۷- عن ابن شہاب انا یزید بن ہرمز ان نجدۃ الحروری جین حج فی فتنۃ ابن الزبیر اُرسل الی ابن عباس یسأله عن سہم ذی القربی ویقول لمن تراہ؟ قال ابن عباس:

سب مخالف قرآن ہوئے (نعوذ باللہ) اگر وہ یہ کہیں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ایک ہی ہے اور اس پر دلیل ابن عباس کا قول پیش کریں تو کیا خلفاء راشدین کے افعال و اقوال کا بطور حجت کے احناف پیش نہیں کر سکتے کہ جن کا عمل متواتر خمس کو تین حصوں پر تقسیم کرنے کا تھا تو کیا ابن عباس کا قول تو موافق قرآن و سنت ہے اور نعوذ باللہ ابو بکر و عمر کا قول قرآن و سنت کے خلاف ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ابن عباس بچے تھے جبکہ شیخین اہل جنت کے سردار ہیں۔ اور یہ بات کہ شیخین کا قول موافق قرآن و سنت نہیں وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شیخین کی قدر و منزلت کا نہیں جانتا۔ نیز خود ابن عباس سے ایک قول بواسطہ شحاک مروی ہے کہ ابن عباس نے خمس غنیمت کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں کے حصوں کو ایک حصہ قرار دیا۔ اور ابن عباس سے ہی کتاب الخراج لابی یوسف میں مروی ہے کہ خلفاء راشدین خمس غنیمت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔

الغرض خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا یہی مسلک ہے کہ خمس غنیمت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کی حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدقہ کی سی ہے جو قتیوں، مسکینوں اور ابن السبیل میں خرچ کیا جائے گا۔ اور تمام ذخیرہ احادیث پر نظر رکھنے والا شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ شیخین کا قول و عمل اور جمہور صحابہ کی رائے ہی حق ہے۔

۳۹۵۶- ابراہیم نخعی (تابعی) فرماتے ہیں کہ ابو بکر و عمر مال غنیمت میں سے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کو اسلحہ اور گھوڑوں (سامان حرب) میں خرچ کرتے تھے۔ (راوی اعش فرماتے ہیں کہ) پھر میں نے ابراہیم سے عرض کیا کہ حضرت علیؓ اس حصہ کے بارے میں کیا فرماتے تھے؟ تو ابراہیم نے عرض کیا کہ حضرت علیؓ تو اس حصے کے بارے میں ان سے بھی زیادہ سخت تھے۔ (طبری)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابراہیمؒ کی مرسل حدیث مثل مند ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے اور دیگر روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیخینؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کو اپنا حق قرار نہیں دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ کے طور پر بنی سبیل اللہ خرچ فرماتے تھے۔

۳۹۵۷- یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ جب (خارجیوں کے سردار) نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت



تَرْنِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ عَرْضًا رَأَيْنَاهُ  
ذُنُوبًا حَقْنًا فَزِدْنَاهُ عَلَيْهِ وَأَبَيْنَا أَنْ تَقْبَلَهُ۔ رواه ابوداود والنسائي وزاد: وَكَانَ الَّذِي عَرَضَ عَلَيْهِمْ  
أَنْ يُعِينَنَا كَاتِبَهُمْ، وَيَقْضِي عَنْ غَارِبِهِمْ وَيُعْطِي فَقِيرَهُمْ، وَأَبَى أَنْ يَزِيدَهُمْ عَلَى ذَلِكَ، قَالَ  
الْمَنْذَرِيُّ: وَآخِرُهُ مُسْلِمٌ (عون المعبود)، قُلْتُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ۔

۳۹۵۸- حدثنا محمد بن خزيمة نا يوسف بن عدى ثنا عبدالله بن المبارك عن  
محمد بن اسحاق قال: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ حَيْثُ وَلِيَ الْعِرَاقَ

کے موقع پر چرچ کیا تو اس نے ایک شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس قرابت داروں کے حصہ کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے بھیجا اور  
پوچھا کہ آپؓ کی رائے میں یہ حصہ کسے ملنا چاہیے؟ (جواب میں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (یہ حصہ) حضور ﷺ کے قرابت داروں  
کیلئے ہے، حضور ﷺ نے ان کو حصہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے اس میں سے ہمیں بھی پیش کیا تھا، لیکن ہم نے اپنے حق سے کم سمجھ کر اسے  
لوٹا دیا تھا اور اسے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ (ابوداؤد، نسائی) اور نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ جو حصہ انہیں پیش کیا گیا تھا وہ اس  
لئے تھا کہ ہم اس سے اقرباء میں سے نکاح کرنے والوں کی مدد کریں اور کوئی قرض دار ہو تو اس کی طرف سے قرض ادا کریں اور اپنے غریب و  
مفلس کو دیں اور عمرؓ نے اس سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ منذری کہتے ہیں کہ اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (عون المعبود) یہ  
حدیث صحیح اور اس کے تمام راوی ثقید ہیں۔

**فائدہ:** ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے تھے کہ یہ ہمارا حصہ ہے لیکن ہماری قوم (یعنی خلفاء و صحابہؓ)  
اس کا انکار کرتے تھے۔ لہذا اس حدیث کے مختلف طرق کے ماننے سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ قرابت داروں کے حصے کو ختم سمجھتے تھے اور حضرت عمرؓ  
نے جو حصہ انہیں دینا چاہا وہ بھی قرابت داروں کے غرباء اور مقروضین پر خرچ کرنے کیلئے تھا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ نیز یہ اختلاف ابن  
عباسؓ، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پیش کیا گیا جس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کی خلافت سے قبل حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت  
میں ہی قرابت داروں کے حصہ کے ساقط ہونے پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ خود ابوداؤد میں ہی جابر بن مطعم سے ایک حدیث مروی ہے کہ  
حضرت ابوبکرؓ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو مال غنیمت میں سے وہ حصہ نہ دیتے تھے جو حضور ﷺ دیتے تھے۔ (عون المعبود) اس کی سند  
صحیح ہے۔ نیز ابن عباسؓ سے ہی مروی یہ روایت کہ "ابوبکرؓ قرابت داروں کے حصے کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے اور صحابہؓ ان سے کسی نے بھی  
اس پر انکار نہیں فرمایا بلکہ ابوبکرؓ کے اس فیصلے پر متفق ہو گئے" اجماع پر دال ہے۔ اگر کسی نے انکار کیا ہو تو وہ دلیل سے پیش کرے۔

۳۹۵۸- محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفرؓ سے پوچھا کہ کیا آپؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو دیکھا جبکہ وہ  
عراق کے حاکم بنے اور لوگوں پر حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے قرابت داروں کے حصہ کا کیا کیا تھا۔ انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ قسم

وَمَا وَلِيَ مِنْ أُنُورِ النَّاسِ، كَيْفَ صَنَعَ فِي سَهْمِ ذَوِي الْقُرْبَى؟ قَالَ: بَسَلَكَ بِهِ وَاللَّهِ سَبِيلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قُلْتُ: وَكَيْفَ وَأَنْتُمْ تَقُولُونَ مَا تَقُولُونَ؟ قَالَ: إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا كَانَ أَهْلُهُ يَصْدُرُونَ إِلَّا عَنِ رَأْيِهِ قُلْتُ: فَمَا مَنَعَهُ؟ قَالَ: "كَرِهَ وَاللَّهِ أَنْ يُدْعَى عَلَيْهِ خِلَافَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ"، أخرجه الطحاوی (۱۳۶:۲) و سندہ حسن، وأخرجه أبو عیوب فی "الاموال" (ص ۳۳۲) عن ابن المبارک، وأبو یوسف الامام فی "الخراج" له (ص ۲۳) عن ابن اسحاق نحوه۔

۳۹۵۹- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد عن يحيى بن سعيد "ان ابن عباس رضي الله عنهما قال "كَانَ عُمَرُ يُعْطِينَا مِنَ الْخُمْسِ نَحْنُ أَيْمَانًا كَانَ يَرَى أَنَّهُ لَنَا فَرَعْنَانَا عَنْ ذَلِكَ، وَقُلْنَا: حَقُّ ذِي الْقُرْبَى خُمْسُ الْخُمْسِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّمَا جَعَلَ اللَّهُ الْخُمْسَ لِأَصْنَافٍ

بخدا وہ اس مسئلہ میں ابوبکر و عمرؓ کے راستے پر چلے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ تم تو ایسے ایسے کہتے ہو انہوں نے فرمایا کہ قسم بخدا ان کے ساتھی تو انہیں کی رائے پر چلتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کس چیز نے ان کو روکا۔ انہوں نے فرمایا کہ واللہ وہ ابوبکر و عمرؓ کی رائے کے برخلاف کرنے کو برا جانتے تھے۔ (طحاوی باب سہم ذوی القربی)۔ اس کی سند حسن ہے اور ابو عبید نے کتاب الاموال اور ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اسے بیان کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں اس بات پر صراحت دلالت ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی رشتہ داروں کے حصہ میں وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرات شہین نے اختیار کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شہین کا طریقہ عمل مشہور و معروف تھا۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ احادیث و آثار سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ "خلفاء اربعہ راشدین خمس غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے اور ان کی اقتداء ہی کافی ہے پھر باوجودیکہ تمام صحابہؓ اس چیز کو جانتے تھے کسی صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا تو گویا صحابہؓ کا اس پر اجماع ہو گیا کیونکہ خلفاء اربعہ اور صحابہؓ سے یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف کریں۔ الخ

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا فرمان کہ "لانو رث ماتر کنا صدقہ" بھی احناف کا منہ دہ ہے۔ اگرچہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تقسیم کی مخالفت کی لیکن صحابہؓ نے ان کی مخالفت کو اہمیت نہ دی بلکہ صحابہؓ تابعین اور مجتہدین کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ خمس غنیمت تین حصوں پر تقسیم ہوگا۔

۳۹۵۹- یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ہمیں (خمس غنیمت میں سے) اتنی مقدار دیتے تھے جو ان کی رائے میں ہمارے لئے تھی (لیکن) ہم نے اس (کے لینے) سے اعراض کیا اور ہم نے کہا کہ رشتہ داروں کا یعنی ہمارا حصہ

لَهَا فَأَسْعِدُكُمْ بِهَا أَكْثَرَهُمْ عَدُوًّا وَأَشْدُّهُمْ فَاقَةً۔ قَالَ: فَأَخَذَ ذَلِكَ مِنَّا نَاسٌ وَتَرَكَهٗ نَاسٌ“  
 أخرجه ابو عبيد في الاموال“ (ص ۳۳۵)، ورجاله ثقات، وهو مرسل، ولكن يحيى لا يأخذ الا  
 عن ثقة، كما في ”التهذيب“ (۲۱۹: ۱۱)، وارسال مثله حجة۔

۳۹۶۰۔ حدثني المثنى ثنا عبد بن صالح ثني معاوية عن علي عن ابن عباس رضي  
 عنهما قوله: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ  
 وَالْمَسَاكِينِ﴾ الآية، قال ابن عباس رضي الله عنهما: فَكَانَتْ الْغَنِيمَةُ تُقَسَّمُ عَلَى خُمُسَةِ أَخْمَاسٍ  
 أَرْبَعَةٌ بَيْنَ مَنْ قَاتَلَ عَلَيْهَا وَخُمُسٌ وَاحِدٌ يُقَسَّمُ عَلَى أَرْبَعَةٍ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ يُغْنِي  
 قُرْبَى النَّبِيِّ ﷺ فَمَا كَانَ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ فَهُوَ لِقَرَابَةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخُمُسِ  
 شَيْئًا، فَلَمَّا قَبِضَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ رَدَّ أَبُو بَكْرٍ ﷺ الْقَرَابَةَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَجَعَلَ يَحْمِلُ بِهِ فِي

تو اس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تو خمس غنیمت ان لوگوں کیلئے مقرر کیا ہے جن کو اللہ خمسہ  
 رسول لایہ کے میں بیان کیا ہے۔ تو اس خمس غنیمت کے حصول کے زیادہ حقدار وہ ہیں جو تعداد میں زیادہ اور زیادہ حاجت مند  
 ہیں۔ (الاموال لابن عبید)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس میں صراحت دلالت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ کی رائے کو قبول نہیں کیا، اس لئے کسی کیلئے ابن عباسؓ کی  
 رائے کو لینا اس وقت ہی درست ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات پر دلیل پیش کرے کہ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ میں مصارف کا بیان استحقاق و  
 حکمت کے طریق پر ہے۔ جبکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں اصناف کا بیان محض مصارف کی حیثیت سے ہے۔ ملک و استحقاق کی  
 حیثیت سے نہیں ہے۔

۳۹۶۰۔ علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے آیت ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ لَآيَةٍ﴾  
 کے بارے میں فرمایا کہ مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ان میں سے) چار حصے ان لوگوں کے درمیان بانٹے جاتے جو جنگ  
 میں شریک ہوتے اور باقی ایک حصہ (یعنی خمس) چار حصوں میں تقسیم ہوتا (جن میں سے ایک حصہ) اللہ، رسول اور حضور ﷺ کے رشتہ  
 داروں کیلئے ہوتا تھا۔ اور اللہ و رسول ﷺ کیلئے جو کچھ ہوتا وہ بھی حضور ﷺ کے رشتہ داروں کیلئے ہوتا تھا۔ اور حضور ﷺ خمس غنیمت  
 میں سے کچھ نہ لیتے۔ پھر جب حضور ﷺ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے رشتہ داروں کا حصہ مسلمانوں میں لوٹا دیا۔ اور اس  
 حصہ کو اللہ کے راستے میں (بطور صدقہ) خرچ کرنے لگے کیونکہ خود حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہم (کسی کو اپنے مال کا)

سَبِيلِ اللَّهِ - لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ﴿لَا نُورُثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً﴾ (طبری (۶:۱۰)، سندہ حسن جید۔

۳۹۶۱- حدثنا ابن بشار ثنا عبد الاعلى ثنا سعيد عن قتادة أَنَّهُ سُبِيلَ عَنْ سَهْمِ ذِي

وارث نہیں بناتے (بلکہ) ہم اپنا جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (طبری) اس کی سند حسن اور عمدہ ہے۔

**فائدہ:** ابن عباسؓ کے جو تفسیری اقوال علی بن ابی طلحہ سے مروی ہیں وہ اکثر محدثین کے نزدیک معتمد علیہ ہیں۔ علامہ سیوطی الاقان میں فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال میں سے وہ اقوال جید ہیں جو علی بن ابی طلحہ کے طریق سے مروی ہیں۔ اس حدیث میں اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمس چار حصوں پر تقسیم ہوتا تھا۔ اور حضور ﷺ کیلئے اس میں کچھ نہ ہوتا۔ کیا یہ ابن عباسؓ کا قول ظاہر کتاب کے موافق ہے؟ حالانکہ کسی مجتہد نے اس قول کو نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ خمس کے پانچ حصے کرنے والے کا مذہب نہ خلفاء اور بچے کے موافق ہے اور نہ ہی ابن عباسؓ کی رائے کے موافق اور نہ ہی ظاہر آیت کے موافق (کیونکہ آیت میں تو چھ حصے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور وہ لوگ اللہ کے حصے کو ختم کر دیتے ہیں نیز آیت میں قرابت داروں میں تقسیم ہے لیکن اہل ظاہر کے نزدیک قرابت داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں جو بغیر دلیل کے تخصیص ہے) اور ان کا مذہب مطعم بن جابرؓ کی حدیث کے بھی مناسب نہیں کیونکہ اس میں یہ تخصیص نہیں کہ انہوں نے صرف مسلمان رشتہ داروں کو دیا حالانکہ حدیث ”انا و بنو المطلب لم نفتقر فی جاهلیة والاسلام انما نحن و ہم شیء واحد“ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خمس غنیمت میں سے کافر رشتہ داروں کو بھی دیا جائے کیونکہ وہ بھی تو شعب ابی طالب میں حضور ﷺ کے ساتھ محصور ہوئے تھے۔ بہر حال جابر بن مطعمؓ کی حدیث کے باوجود صحیح ہونے کے ابن حزم اس پر عمل نہیں فرما رہے حالانکہ اس کو احناف کے خلاف بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا لیکن چونکہ رشتہ داروں کا حصہ بھی حضور ﷺ کی رائے کی طرف مغفوض تھا۔ یعنی جسے چاہتے دیتے اور جسے چاہتے نہ دیتے لہذا رشتہ داروں کا حصہ حضور ﷺ کے حصہ کے ساتھ ضم تھا اس لئے ابن عباسؓ کا قول کہ خمس کو چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا درست ہے۔ نیز عمدہ القاری (۱۶۷-۱۶۸) میں ہے کہ حضور ﷺ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو دیتے اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو نہ دیتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ اور بخاری میں تعلیقاً عمر بن عبد العزیزؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حاجت مندوں کو دیتے تھے۔ (فتح الباری ۶-۱۷۳) اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا حصہ رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے مفروض نہ تھا بلکہ حاجت مند ہونے کی حیثیت سے تھا۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ نیز اگر یہ مفروض ہوتا تو احکام میراث کی طرح اس کی تعیین ضرور کرتے کہ فلاں کو شرم، فلاں کو سدس اور ﷺ للذکر مثل حظ الانثیین وغیرہ ہے۔ لیکن کہیں بھی یہ منقول نہیں۔

۳۹۶۱- سعید فرماتے ہیں کہ قتادہؓ سے (خمس غنیمت میں سے) رشتہ داروں کے حصہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے



قُرْبَى، فَقَالَ: "كَانَ طُعْمَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا تُوَفِّيَ حَمَلَ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَذَقَهُ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَفِي لَفْظٍ: كَانَ طُعْمَةً لِرَسُولِ اللَّهِ مَا كَانَ حَيًّا فَلَمَّا تُوَفِّيَ جَعَلَ يُولِّي الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ" أخرجه الطبري (۶:۱۰) - ايضاً وسنده صحيح -

۳۹۶۲ - عن علي رضي الله عنه أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا اشْتَكَتْ مَا تَلْقَى مِنَ الرُّخَى مِمَّا تَطْعَنُ فَبَلَغَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِسِنِي فَاتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا "الحديث - وفيه - "أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِي؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَصَاجِعَكُمَا فَكَبِّرِ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ" الحديث رواه البخاري (فتح الباري ۱۵۱:۲) - قال الحافظ: وأخرجه أحمد من وجه آخر عن علي رضي الله عنه، "وَاللَّهِ لَا أُعْطِيكُمْ وَأَدْعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِي بُطُونُهُمْ مِنَ الْجُوعِ لَا أَجِدُ مَا أَنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلَكِنْ أَيْعُهُمْ وَأَنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَثْمَانَهُمْ" - ۵۱ -

فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کا رزق تھا پھر جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو ابو بکر و عمر نے اسے حضور ﷺ کی طرف سے صدقہ کے طور پر اللہ کی راہ میں لگانا شروع کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک آپ ﷺ زندہ رہے یہ آپ ﷺ کیلئے رزق تھا۔ پھر جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کیلئے کر دیا گیا۔ (طبری) اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اس بات کا اختیار ہے کہ کس غنیمت کو جسے چاہے خرچ کرے۔ رشتہ داروں کو دینا ضروری نہیں۔ اگر رشتہ داروں کو دینا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ فاطمہؓ پر کسی اور کو ترجیح نہ دیتے۔ کیونکہ سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار وہ تھیں اور رحم کے لحاظ سے زیادہ مستحق تھیں۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کو غصہ میں سے خادم عنایت نہیں فرمایا بلکہ ذکر کی طرف متوجہ فرمایا اور خلفاء راشدین کا بھی یہی طریق عمل رہا۔ (حکد اقال الطحاوی)۔

۳۹۶۲ - حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فاطمہؓ نے چکی پینے کی اپنی دشواریوں کی شکایت کی پھر انہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو وہ بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایک خادم (دینے) کی درخواست کی۔ (الحدیث) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے (حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس درخواست میں طلب کی گئی چیز سے بہتر چیز کی رہنمائی نہ کروں (وہ بہتر چیز یہ ہے کہ) جب تم اپنے بستر پر لیٹے لگو تو اللہ اکبر چونتیس مرتباً بخو۔ (بخاری باب الدلیل علی ان خمس لنواب رسول اللہ الخ) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے (مسند میں) اسے ایک اور طریق سے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ قسم بخدا میں تمہیں (اس میں سے کچھ) نہ دوں گا۔ کیا میں اہل صفہ کو جو کج کی وجہ سے اپنے پیٹوں کو اکٹھا کرتے ہوئے چھوڑ دوں؟ حالانکہ ان پر خرچ کرنے کیلئے میرے پاس کچھ نہیں۔ بلکہ میں ان غلاموں کو بیچ کر ان کی قیمت ان (اصحاب صفہ طلبہ) پر خرچ کروں گا الخ۔

۳۹۶۳- حدثنا ابن ابی داود ثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر ثنا زید بن الحباب ثنی عیاش بن عقبہ ثنی الفضل بن حسن بن عمرو بن الحکم: "أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا ذَهَبَتْ هِيَ وَأُثْمُهَا حَتَّى دَخَلْنَ عَلَى فَاطِمَةَ، فَخَرَجْنَ جَمِيعًا فَاتَيْنِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ بَعْضِ مَغَازِيهِ وَنَعَهُ رَافِقِي، فَسَأَلْنَهُ أَنْ يُخْدِمَهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سَبَّحُكُنَّ يَتَامَى بَذْرٍ" أخرجه الطحاوی (۱۳۵:۲) وسنده حسن و ذكره الحافظ فی الفتح (۱۵۱:۶) مختصرا و سكت عنه، وأخرجه ایضا ابوداود (۱۱۰:۳) مع العون، وسكت عنه هو والمنذری۔

۳۹۶۴- عن جبر بن مطعم رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نُوْفَلٍ مِنَ الْخُمْسِ شَيْئًا كَمَا قَسَمَ لِبَنِي عَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمْسَ نَحْوَ قَسَمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ، أخرجه ابوداود، وقال ابن حزم فی "المحلی" (۳۲۸:۱۱): هذا اسناد فی غاية الصحة، وقال المنذری: أخرجه

۳۹۶۳۔ فضل بن حسن فرماتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان سے بیان فرمایا کہ وہ اور اس کی والدہ حضرت فاطمہؑ کے پاس آئیں پھر یہ تینوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں یہاں تک آپ ﷺ ایک جنگ سے تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ غلام تھے۔ تب انہوں نے (یعنی حضرت فاطمہؑ وغیرہ نے) حضور ﷺ سے خادم دینے کی درخواست کی تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بدر کے (شہداء کے) -تیم بچے تیم سے سبقت لے گئے (یعنی ان کا حق مقدم ہے) (طحاوی)۔ اس کی سند حسن ہے اور ابوداؤد اور منذری نے بھی اسے ذکر کر کے سکت فرمایا ہے۔ (پس یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خمس کو تمام مصارف پر خرچ کرنا ضروری نہیں، اسی طرح رشتہ داروں کا حصہ بھی مقرر مفروض نہیں کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے کو دیا جائے بلکہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے کہ اگر احتیاج سمجھے تو دے ورنہ نہ دے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۹۶۳۔ جبر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو خمس غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو (خمس غنیمت میں سے) حصہ دیا تھا۔ جبر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ بھی (آپ ﷺ کی وفات کے بعد) حضور ﷺ کی طرح ہی خمس غنیمت کو تقسیم فرماتے تھے لیکن وہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو کچھ نہ دیتے تھے جیسا کہ حضور ﷺ ان کو دیتے

بخاری والنسائی وابن ماجہ مختصر (عون المعبود ۳: ۱۰۶)۔

۳۹۶۵- عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: "وَلَا نَبِيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَسَّ الْخُمْسِ، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ وَحَيَاةَ عُمَرَ فَأَتَيْتُ بِمَالِ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ: خُذْهُ! فَقُلْتُ لَا أُرِيدُهُ- فَقَالَ: خُذْهُ! فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ- قُلْتُ: قَدْ اسْتَعْنَيْنَا عَنْهُ، فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ"- أخرجه ابوداود وسكت عنه- قال المنذرى: فى اسناده ابوجعفر الرازى عنه ابن المدينى وابن معين ونقل عنهما خلاف ذلك، وتكلم فيه غير واحد (عون المعبود

تھے۔ حضرت عمرؓ (بھی) ان کو خمس غنیمت سے دیا کرتے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ بھی دیتے رہے۔ (ابوداؤد) ابن حزم فرماتے ہیں کہ حدیث کی سند انتہائی صحیح ہے اور منذری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے مختصر اداویت کیا ہے۔

فائدہ: عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ایک ہاشم جن کی اولاد میں حضور ﷺ ہیں۔ دوسرے مطلب، تیسرے عبد شمس جن کی میں حضرت عثمانؓ ہیں اور چوتھے نوفل جن کی اولاد میں جبیر بن مطعم ہیں۔ ابتداء اسلام میں کفار قریش نے بنو ہاشم کے خلاف ایک دستاویز کتاب کی تھی کہ سب کفار، بنو ہاشم بنو مطلب سے خرید و فروخت نہ کریں اور نہ شادی بیاہ کے رشتے استوار کریں۔ اس معاہدے میں بنو عبد شمس بنو نوفل نے کفار کا ساتھ دیا تو چونکہ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اس لئے آپ ﷺ نے خمس غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں لیکن بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو کچھ نہ دیا۔ لہذا اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ خمس سے حصہ دینے کی علت محض رشتہ داری نہیں بلکہ نصرت و تعاون ہے۔ لیکن چونکہ یہ علت نصرت حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گئی لہذا اب اس علت کے نہ ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو خمس غنیمت میں سے کچھ نہ دیا جائے گا البتہ قبیسی مسکینی اور سرخواری کی علت اگر ان میں پائی جائے تو انہیں خمس سے دیا جائے گا بلکہ مقدم رکھا جائے گا۔ پس یہ حدیث بھی احناف کی مؤید ہے کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو خمس میں سے کچھ نہ دیا جائے گا ورنہ آپ ﷺ بنو نوفل وغیرہ کو بھی دیتے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح رشتہ داروں کی تعیین مراد حضور ﷺ کی رائے کی طرف مفضول ہے اسی طرح ان کے لئے حصہ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ بھی حضور ﷺ کی طرف مفضول ہے لیکن جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو آپ ﷺ کی رائے بھی منقطع ہو گئی۔

۳۹۶۵- عبد الرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے خمس کے خمس کو ہجری ولایت میں دے دیا تو میں اسے اس کے مصارف میں خرچ کرتا رہا حضور ﷺ کی زندگی میں اور حضراتِ شہیدؓ کی زندگی میں بھی۔ ایک مرتبہ (حضرت عمرؓ کی آخر حیات میں) مال لایا گیا تو آپؐ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اسے لے لو۔ میں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا۔ انہوں نے (پھر) فرمایا کہ اسے لے لو۔ اور تم اس کے زیادہ مقدار ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے

۱۰۷:۳)۔ واحتج به ابن حزم فی "المحلی" (۳۲۹:۱۱) و قال: ابو جعفر الرازی ثقة، و قال المنذری: حدیث علی لا یصح (فتح القدیر ۵: ۲۴۵)۔

۳۹۶۶- حدثنا عفان عن عبد الواحد بن زیاد عن حجاج عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ بِالْخُمْسِ؟ فَقَالَ: كَانَ يَخْمِلُ مِنْهُ الرَّجُلُ ثُمَّ الرَّجُلُ ثُمَّ الرَّجُلُ، رواه ابو عبيد في الاموال (ص ۳۲۱) و سندہ حسن۔ قال الجصاص في "احكام القرآن" (۶۱:۳) له: روى ابو يوسف (القاضي الامام) عن اشعث بن سوار عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ فقال: كَانَ يَخْمِلُ الْخُمْسَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى وَيُعْطِي مِنْهُ نَائِبَةَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا كَثُرَ النَّمَالُ جَعَلَهُ فِي غَيْرِ ذَلِكَ، وهذا سند حسن ايضا۔ واشعث والحجاج فيهما مقال، ولكن بيت المال میں جمع کر دیا۔ (ابوداؤد)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے صراحت معلوم ہو رہا ہے کہ رشتہ دار خمس غنیمت میں سے حصہ کے حقدار فقر کی بنا پر تھے لیکن جب فقر ختم ہو گیا تو وہ اس کے حقدار نہیں رہے تھے۔ کیونکہ اگر رشتہ دار بہر صورت مستحق غنیمت ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے یہ کہنا جائز نہ تھا کہ اسے کہیں اور خرچ کروادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے بیت المال میں اسے جمع کرنا جائز ہوتا۔ فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث سے صراحت معلوم ہو رہا ہے کہ رشتہ دار ایک مصرف تھے۔ قطعی حقدار نہ تھے یعنی اگر امیر مناسب سمجھے فقر کی بنا پر تو انہیں خمس غنیمت سے دے سکتا ہے۔ اور عون المعبود میں ہے کہ اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی طرح شیخین کی زندگی میں بھی خمس پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا رہا غلط ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ایک شے کو سابقہ نام سے ذکر کیا جاتا ہے اگرچہ اس کی صفات و حالات میں تبدیلی آچکی ہوتی ہے۔ اس لئے حیات شیخین کے حیات النبی ﷺ پر عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خمس اسی طرح پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا رہا۔

۳۹۶۶- ابوالزبیر سے مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خمس غنیمت کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس سے ایک آدمی کی امداد کرتے (مثلاً جنگی سامان اور سواری فراہم کرتے) پھر ایک آدمی کی پھر ایک آدمی کی (کتاب الاموال ابی نعیم) اور اس کی سند حسن ہے۔ اور احکام القرآن میں جصاص فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خمس غنیمت کو اللہ کے راستے میں اور قوم کے حادثات میں خرچ کرتے تھے۔ پھر جب مال خمس زیادہ ہو گیا تو ان کے علاوہ میں بھی (یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں) خرچ کرتے تھے۔ اس کی سند بھی حسن ہے۔ اور متابعت کی بنا پر یہ حدیث درجہ حسن سے صحیح پہنچ گئی ہے۔

**فائدہ:** فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ضرورت مندوں اور فقراء و مساکین میں خرچ کرتے تھے۔ لہذا اس



متابعة احدهما للآخر رفعت الحديث من درجة الحسن الى الصحيح۔

## باب يجوز للامام ان يصرف الخمس الى صنف من الاصناف

اذا كان احوج من غيره ولا يجب عليه الاستيعاب

۳۹۶۷۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ۛ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهِمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

عديث سے بھی معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا کوئی معین و مفروض حصہ نہ تھا بلکہ اگر فقر کی وجہ سے مناسب سمجھتے تو خرچ کرتے تھے کیونکہ اگر ان کا کوئی حصہ مفروض و معین ہوتا تو آپ ﷺ قطعاً یہ حصہ دیگر ضرورت مندوں اور فقراء میں تقسیم نہ کرتے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تمام اصناف کا ذکر محض بیان مصارف کیلئے ہے، اس بات کیلئے نہیں کہ خمس کو ان تمام میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بعض اوقات آپ ﷺ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے اور رشتہ داروں کو بھی ایک حصہ دیتے اور بعض اوقات صرف شہداء کے تین حصوں میں ہی خمس کو تقسیم دیتے اور بعض اوقات صرف یتیموں پر ہی سارا خمس خرچ کر دیتے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوبکر کا عمل بھی حضور ﷺ کے عمل کے موافق تھا۔

الغرض امام پر ضروری نہیں کہ خمس کو پانچ یا تین حصوں میں تقسیم کرے۔ بلکہ جس ایک صنف میں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ صنف سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ ہاں اگر وہ سب برابر ہوں تو سب میں خرچ کرنا چاہیے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ **فَللّٰهُ الْحَمْد۔** باقی رہی یہ بات کہ جب صرف مسکین رشتہ داروں کو خمس میں سے حصہ دینا تھا تو رشتہ داروں کا نام مستقل طور پر آیت میں کیوں لیا گیا کہ وہ مسکین غریب رشتہ دار بھی جملہ مسکین میں شامل تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عام صدقات میں سے حضور ﷺ کے قربت داروں کا حصہ نہیں تھا جیسا کہ واضح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قوم کا دھوون ہے، میں تمہیں اس سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تو یہاں خمس کے مسئلہ میں بھی اگر قربت داروں کا مستقلاً ذکر نہ ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ عام صدقات کی طرح خمس غنیمت میں بھی رشتہ داروں کا حصہ نہیں۔ اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مستقلاً ذوی القربی کا ذکر کیا یہ بتانے کے لیے کہ خمس غنیمت میں سے ضرورت کے وقت ان کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

## باب۔ خمس غنیمت کو (مذکورہ فی الآیت) اصناف میں سے کسی ایک صنف میں خرچ کرنا

امام کیلئے جائز ہے جبکہ وہ صنف (دوسرے اصناف سے) زیادہ ضرورت مند ہو اور

### تمام اصناف میں خرچ کرنا امام پر ضروری نہیں

۳۹۶۷۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے نجد کی طرف ایک مہم روانہ کی، اس مہم میں عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ اس مہم کو تسبیت کے طور پر اونٹ کی ایک بہت بڑی تعداد ہاتھ لگی۔ اس مہم کے شرکاء کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھے۔ اور ایک ایک اونٹ (واجبی

عَمَرَ قَبْلَ نَجْدٍ، فَغَنِمُوا إِلَّا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ إِنْ نِي عَشْرَ بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشْرَ بَعِيرًا وَتَقَلُّوْا بَعِيرًا بَعِيرًا ﴿۱۶۹﴾ رواه البخاری (فتح الباری ۶: ۱۶۹)۔

۳۹۶۸- عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: ﴿إِذَا هَلَكَ كَسْرَى فَلَا كَسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرٌ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُنْفِقَنَّ كُنُوزَهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ رواه البخاری (فتح الباری ۶: ۱۵۴)۔

۳۹۶۹- عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال ناس من الأنصار حين أفاء الله على رسول الله ﷺ ما أفاء من أموال هوازن، فطبق النبي ﷺ يُعْطِي رَجُلًا مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرَكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقَطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَسَّ كَلَامِهِمْ (بطور نقل کے) بھی نہیں دیا گیا۔ (بخاری کتاب الجہاد، باب الدلیل علی ان الخس لنواب المسلمین الخ)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خس غنیمت کو جس صنف میں بھی چاہے امام کو خرچ کرنے کا اختیار ہے اور اس بات پر بھی واضح دلیل ہے کہ خس میں رشتہ داروں کا کوئی حصہ مفروض نہیں ہوتا۔ اگر حصہ مفروض ہوتا تو کسی دوسری صنف میں خرچ کرنا قطعاً جائز نہ ہوتا۔ اس حدیث میں ادنیٰ درجے کا شامل کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خس غنیمت کو پانچ حصوں پر تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ تین یا اس سے بھی کم پر تقسیم کیا گیا۔ اور جب امام کیلئے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایک صنف کو ساقط کر سکتا ہے تو دوسری صنف کو بھی ساقط کرنے کا اسے اختیار ہوگا۔

۳۹۶۸- جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسریٰ پر جب ہلاکت آئے گی تو پھر (اسکے بعد) کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا۔ اور جب قیصر پر بربادی آئے گی تو پھر کوئی دوسرا قیصر پیدا نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (بخاری باب قول النبی ﷺ احلت لی الغنائم)

**فائدہ:** اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے خزانے فی سبیل اللہ خرچ کرو گے اور فی سبیل اللہ سے مراد فقراء، غرباء اور مساکین ہوتے ہیں۔ الغرض آپ ﷺ نے کسی قوم کو مختص نہیں فرمایا۔ اس لئے قربات داروں کا بھی کوئی خاص حصہ مقرر نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی فقراء کے تحت داخل ہو سکتے۔

۳۹۶۹- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو قبیلہ ہوازن کے اموال میں سے غنیمت عطا فرمائی اور حضور ﷺ چند اصحاب کو (تالیف قلب کے طور پر) سو سو اونٹ دینے لگے تو بعض انصاری صحابہ نے عرض کیا ”اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی مغفرت فرمائیں کہ آپ قریش کو تودے رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ان کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔“ (حضرت انس فرماتے ہیں کہ) جب ان کی بات کا ذکر حضور ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو

سَقَالِبِهِمْ، الْحَدِيث - وَفِيهِ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : فَإِنِّي أُعْطِي رَجُلًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكَفْرِ أَتَأْلَفُهُمْ - أَمَا تَرْضَوْنَ أَن يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ؟ رواه البخاری وغیره (فتح الباری ۸: ۴۲)۔

۳۹۷۰ - و فی لفظ له عن عبد الله بن زيد بن عاصم قال: ﴿لَمَّا آفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمَوْلَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا﴾ الحديث۔

۳۹۷۱ - عن مروان والمصور بن مخزومه ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازَنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبِّبُهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا الْإِخْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا السَّيِّئَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ أَسْتَأْنِثُ بِكُمْ وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ السَّيِّئَ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ

دل جوئی کے طور پر دے رہا ہوں جو چند دن پہلے کا فر تھے (اور نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے)۔ کیا تم (اے انصار!) اس پر خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ مال و دولت لے کر واپس جا رہے ہوں اور تم لوگ اپنے گھروں کو حضور ﷺ کے ساتھ واپس جا رہے ہو! (بخاری وغیرہ)۔

۳۹۷۰ - اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن زید بن عاصم فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا تو آپ ﷺ نے (اس مال کو) مؤلفۃ القلوب (کمزور ایمان والوں اور نئے نئے مسلمان ہونے والوں) میں تقسیم فرمایا (ان کی دل جوئی کیلئے) اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ الحدیث۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خمسِ غنیمت امام کی رائے کی طرف موقوف ہے وہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ کسی خاص قوم اور گروہ کا کوئی حصہ مفروض نہیں ہے کیونکہ اگر کسی خاص گروہ مثلاً قرابت داروں کا حصہ مقرر ہوتا تو آپ ﷺ قطعاً ان کا حصہ کسی اور کو نہ دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے صرف مؤلفۃ القلوب کو ہی عطا فرمایا۔ اور مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام لائے اور ان کو اس لیے دیا گیا تاکہ ان کا دل اسلام پر جم جائے۔ بھلاص نے احکام القرآن میں اور حافظ نے فتح الباری میں اور اسماعیل قاضی نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

۳۹۷۱ - مروان اور مصور بن مخزومہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں (غزوہ حنین میں فتح مکہ کے بعد) جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیے جائیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یعنی مؤلفۃ القلوب ہیں) اور (فرمایا کہ)

جَاؤُنَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيَّهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيَّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ! وَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يَفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ ﴿۱﴾  
الحديث رواه البخاری وغیره (فتح الباری ۸: ۲۴)۔

۳۹۷۲- حدثنا عبدالرحمن بن مهدي عن سعيد بن عبدالرحمن الجمحي عن صالح بن محمد عن زائدة عن مكحول ﴿۱﴾ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَفَلَ يَوْمَ حُنَيْنٍ مِنَ الْخُمْسِ ﴿۲﴾ أَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ فِي "الاموال" (ص ۳۱۸)، وهذا مرسل لا بأس به، وصالح بن محمد فيه مقال اثني عليه اهل المدينة وضعفه آخرون (تهذيب ۴: ۴۰۱)۔

۳۹۷۳- عن يونس بن ابی اسحاق عن ابیہ عن المہلب بن ابی صفرة قال: "كُنْتُ عَلَى سَرِيَّةٍ فِي رَمَى عُمَرَ فَنُفِلْتُ الْخُمْسَ"، علقه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۳۲۱)

سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ تم اپنے دو مطالبوں میں سے صرف ایک بات کو اختیار کر لو یعنی یا قیدی لے لو یا مال، اور میں تمہارے بارے میں اچھی طرح غور و فکر کر چکا ہوں۔ حضور ﷺ نے انہیں (اس میں غور و فکر کر کے فیصلہ کرنے کیلئے) دس سے زیادہ دنوں کی مہلت دی تھی۔ آخر کار انہوں نے عرض کیا کہ ہم قیدیوں کا انتخاب کرتے ہیں، تب حضور ﷺ مسلمانوں میں (خطاب کیلئے) کھڑے ہوئے اور اللہ کی اس کی شایان شان تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ ابا بعد! یہ تمہارے بھائی تو بہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں۔ پس جو شخص تم میں سے اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گزرتا چاہیے (یعنی اپنے حصے کا غلام آزاد کر کے ہوازن والوں کو دیدے) اور جو تم میں سے یہ چاہے کہ اس کا حصہ باقی رہے یہاں تک کہ (اس کے بعد) اللہ کی طرف سے پہلی آنے والی غنیمت میں سے ہم اسے اس کا حصہ ادا کریں تو اسے بھی کر گزرتا چاہئے (یعنی اس کا حصہ ہمارے پاس محفوظ رہے گا اور جو نبی غنیمت کا مال آئے گا ہم اس کو اس کا عوض ادا کر دیں گے)۔ (بخاری)۔

۳۹۷۴- مکحول سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ حنین کے دن جس میں سے (لوگوں کو) نفل (عطا یا) دیے (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضور ﷺ نے خمس غنیمت کو صرف مؤلفۃ القلوب میں ہی تقسیم کر دیا۔

۳۹۷۵- مہلب بن ابی صفرة فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں، میں ایک دستہ کی قیادت کر رہا تھا (اس مہم میں حاصل ہونے والی مالی غنیمت میں سے) سبارا خمس مجھے نفل (عطیہ) میں دیدیا گیا۔ (کتاب الاموال لابی عبید) اس کی سند صحیح ہے۔



والمذکور من السند صحیح۔

۳۹۷۴- حدثنا هشيم اخبرنا مجالد عن الشعبي ان رجلا. وَجَدَ أَلْفَ دِينَارٍ مَذْفُوءَةً خَارِجًا مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَتَى بِهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَخَذَ مِنْهَا الْخُمْسَ مَا تَنَى دِينَارٌ وَدَفَعَ إِلَى رَجُلٍ يَقِيَّتَمَهَا، وَجَعَلَ عُمَرُ يَقْسِمُ الْمَائَتَيْنِ بَيْنَ مَنْ حَضَرَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى أَنْ فَضَلَ مِنْهَا ضَلَّةٌ، فَقَالَ: أَيْنَ صَاحِبُ الدَّنَانِيرِ؟ فَقَامَ إِلَيْهِ- فَقَالَ عُمَرُ: "خُذْ هَذِهِ الدَّنَانِيرَ فَهِيَ لَكَ"، أخرجہ ابو عبیدہ ایضاً (ص ۳۴۲)، وهذا مرسل حسن، ومرسل الشعبي كالمسند، كما ذكرناه في "المقدمة"۔

۳۹۷۵- حدثنا عفان عن ابى عوانة عن سماك بن حرب عن جرير بن رباح عن أبيه "أَنَّهُمْ أَصَابُوا قَبْرًا بِالْمَدَائِنِ، فِيهِ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ مَنْسُوجَةٌ بِالذَّهَبِ وَوَجَدُوا فِيهِ مَالًا، فَأَتَوْاهُ عُمَارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَكَتَبَ فِيهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَكَتَبَ أَنْ أَعْطِيَهُمْ إِيَّاهُ وَلَا تَنْزِعْهُ

فائدہ: اس میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام شمس صرف مہلب کو ہی دیدیا اور یقیناً حضرت عمرؓ نے مہلب کی حاجت و ضرورت کی بنا پر ہی ان کو تمام شمس دیا ہوگا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے کہ اگر کوئی زیادہ محتاج ہو تو اس کو شمس کی تقسیم میں مقدم رکھا جائے۔  
۳۹۷۴- شعبيؒ سے مروی ہے کہ شہر مدینہ سے باہر کی حدود میں ایک شخص کو دفن کئے ہوئے ہزار دینار ملے تو وہ شخص یہ دینار حضرت عمرؓ کے پاس لایا تو حضرت عمرؓ نے اس میں سے شمس یعنی دو سو دینار لے کر باقی دینار اسی آدمی کو واپس کر دیے۔ اور حضرت عمرؓ وہ دو سو دینار اپنے پاس (پٹھے) حاضرین کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان (دیناروں) میں سے کچھ بچ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ دیناروں والا کہاں ہے۔ (یعنی مال دھونڈنے والا کہاں ہے) اس پر وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ (بچے ہوئے) دینار لے لے۔ یہ تیرے ہیں۔ (کتاب الاموال لابن عبیدہ)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے اور شعبيؒ کی مرسل مسند کی طرح ہے۔

۳۹۷۵- جریر بن رباح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مدائن میں انہیں ایک ایسی قبر ملی جس میں ایک ایسا (مردہ) آدمی قحاجس پر سونے کے (تاروں سے) بنے ہوئے کپڑے تھے اور انہیں اس قبر میں (اور) مال بھی ملا۔ پھر وہ یہ (مال اور سونے کے بنے ہوئے کپڑے) حضرت عمار بن یاسرؓ کے پاس لائے۔ حضرت عمارؓ نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ یہ سب کچھ ان کو دیدو (جو یہ مال لائے ہیں) اور ان سے اس مال میں سے کچھ نہ لو (کتاب الاموال لابن عبیدہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے جریر بن رباح کے۔ اس کے حالات نہیں مل سکے۔ ابن حزم نے بھی یہ حدیث مٹھائی میں ذکر کی ہے اور اس میں کوئی قسم نہیں نکالا۔

مِنْهُمْ”۔ رواہ ابو عبید فی الاموال (ص ۳۴۲)۔ ورجاله کلہم ثقات الا جریر بن رباح، فلم اجد من ترجمہ والاثر ذکرہ ابن حزم فی ”المحلی“ (۱/۳۲۶)، ولم یعلم بشیء۔

۳۹۷۶- حدثنا سفیان بن عیینة عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبي أن علياً أتى برجل وجد في خربة ألفاً وخمسمائة درهم بالسواد، فذكر الحديث - فيه - قال علي رضي الله عنه فلك أربعة أخماس ولنا خمس، وسأطع بك جميعاً - أخرجه ابو عبید ایضاً (ص ۳۲۶)، وهذا سند صحيح۔

### باب سهم النبی ﷺ الصفی سقط بوفاته ﷺ

۳۹۷۷- عن مطرف عن الشعبي قال: ﴿كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيُّ، إِنْ شَاءَ

۳۹۷۶- شععی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جسے سواد کے علاقے میں ایک دیرانے سے پندرہ سو درہم ملے تھے۔ شععی نے (طویل) حدیث بیان کی اور اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے (اس آدمی سے) فرمایا کہ چار ٹیس تیرے لئے ہے اور ایک ٹیس ہمارے لئے ہے۔ اور میں یہ سب کا سب آپ کیلئے پاکیزہ بادوٹگا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ ٹیس کو کسی ایک صنف میں خرچ کرنے کا امام کو اختیار ہے۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رشتہ داروں کا ٹیس غنیمت میں سے کوئی حصہ مفروض نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی حصہ مفروض ہوتا تو امام قطعاً ان کے حصے کو کسی دوسرے میں خرچ نہ کرتے۔ نیز آخری اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹیس میں حضرت علیؑ کا طرز عمل بھی وہی تھا جو حضرات شیخین ابو بکر و عمر کا تھا۔ اب وہ کہاں گئے جن کا یہ کہنا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے قبل کسی نے ٹیس غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے یا ٹیس کو کسی ایک صنف میں تقسیم کرنے کے جواز کا نہیں کہا۔ کاش ابن حزم اہل حزم ہوتے۔

### باب۔ آپ ﷺ کا صفی حصہ آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا

**فائدہ:** صفی، مال غنیمت کا وہ حصہ ہے جو حضور ﷺ غنیمت کی تقسیم سے قبل ہی اپنے لئے منتخب فرمایا کرتے تھے اور یہ صرف آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی حاکم یا امیر کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ طریقہ یہ تھا کہ مال غنیمت میں سے تقسیم سے قبل آپ ﷺ جو چیز (باندی، زرہ، تلوار، گھوڑا، غلام وغیرہ) چاہتے چن لیتے۔ اس کے بعد ٹیس نکال کر باقی غنیمت مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا۔

۳۹۷۷- (عاصر) شععی فرماتے ہیں کہ (مال غنیمت میں) حضور ﷺ کا ایک مخصوص حصہ ہوتا تھا جو صفی کہلاتا۔ آپ ﷺ ٹیس نکالنے سے قبل جو چاہتے (اپنے لئے) منتخب فرما لیتے۔ چاہے غلام، چاہے باندی اور چاہے گھوڑا وغیرہ۔ (ابوداؤد، باب ما جاء فی سهم

عَنْدًا وَإِنْ شَاءَ أَمَةٌ وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمْسِ - رواه ابوداود في "سننه"، وهذا مرسل، وفي "النيل": رجاله ثقات (عون المعبود ۳: ۱۱۱ و ۱۱۲)۔

۳۹۷۸- عن ابن عون قال: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى قَالَ: كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمِ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ، وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمْسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ - رواه ابوداود وهذا ايضا مرسل - وفي "النيل": رجاله ثقات، (عون ۳: ۱۱۱ و ۱۱۲)۔

۳۹۷۹- عن قتادة قال: **﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَتْ صَفِيَّةٌ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يَحْزَرْ﴾**، رواه ابوداود، قال المنذرى: وهذا ايضا مرسل (عون ۳: ۱۱۱ و ۱۱۲)۔

قلت : وفيه سعيد بن بشير مختلف فيه، وثقه شعبة وابن عيينة، وقال ابن عدی: یوثقونه، وقال دحیم: ثقة وقال البزار: صالح ليس به باس، وقال ابن عدی: لا اری بما

صحی (یہ حدیث مرسل ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔) لیکن مراسل طعی حجت ہیں۔

۳۹۷۸- ابن عون فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرینؒ سے حضور ﷺ کے حصہ اور صفی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حصہ بھی نکالا جاتا تھا اگرچہ آپ ﷺ قال میں شریک نہ ہوئے ہوں اور صفی آپ ﷺ کیلئے سب سے پہلے فیس میں سے نکالا جاتا تھا۔ (ابوداؤد) یہ حدیث بھی مرسل ہے لیکن اس کے راوی تمام ثقہ ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صفی فیس سے نکالا جاتا تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ صفی فیس نکالنے سے قبل ہی تمام مال غنیمت میں سے نکالا جاتا تھا۔ جیسا کہ ابتدائی حدیث سے واضح ہے۔

۳۹۷۹- حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بذات خود جنگ میں شرکت فرماتے تو آپ ﷺ کیلئے ایک حصہ قبل اختیار ہوتا۔ آپ ﷺ جہاں سے چاہتے لیتے۔ حضرت صفیہؓ (جو بعد میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں) اسی حصہ صفی میں سے (آپ ﷺ کے حصہ میں آئی) تھیں اور جب آپ ﷺ بذات خود جنگ میں شرکت نہ فرماتے تو آپ ﷺ کیلئے ایک حصہ ہوتا مگر اس صورت میں آپ ﷺ کو انتخاب کا اختیار نہ ہوتا (کہ جو چاہیں لے لیں)۔ (ابوداؤد)۔ منذریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔ اور اس میں سعید بن بشیر مختلف فیہ ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

یرويه باسا، والغالب على حديثه الاستقامة والصدق اهـ - وضعفه آخرون (تہذیب ۴: ۱۰)۔

۳۹۸۰ - عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: "كَانَتْ

صَفِيَّةُ مِنَ الصَّغِيِّ"، رواه ابوداود، وسكت عنه المنذرى، وفي النيل: رجاله رجال الصحيح

(عون ۳: ۱۱۲)، وفي "الدرایة" (ص ۲۶۴): اخرجہ الحاکم ایضاً، واسناده قوى اهـ۔

**باب التنفیل وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾**

**فان كان قبل الاحراز فمن جميع الغنيمة وان كان بعده فمن الخمس**

۳۹۸۱ - عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ التَّقَى النَّاسُ بِبَدْرِ نَفَلَ

كُلُّ امْرَأٍ مِمَّا أَصَابَ)۔ رواه الحاكم، وهو من رواية مكحول عن ابي امامة عنه، وقيل:

لم يسمع منه۔

۳۹۸۰ - حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ حصہ صفی میں سے تھیں۔ ابوداؤد اور منذری نے اسے روایت کر کے اس پر

سکوت فرمایا ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور درایۃ میں ہے کہ حاکم نے اسے سند قوی کے ساتھ

روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ صفی آپ ﷺ کا حق تھا۔ اس لئے اس حق کا انکار کرنے والوں پر یہ احادیث

جحت ہیں۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اب کسی امام کو صفی حصہ لینے کی اجازت نہیں۔

نیز خلفاء راشدینؓ میں سے کسی سے ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے صفی حصہ لیا ہو، اگر یہ صفی حصہ لینا اب بھی ائمہ کیلئے سنت ہوتا تو

ترک سنت پر صحابہؓ اجماع نہیں کر سکتے۔

**باب - غنیمت کے سوا انعام کے طور پر کچھ دینے اور اللہ کے فرمان "اے نبی! مسلمانوں کو جہاد پر**

**ابھاریے" کے بیان میں، مال غنیمت کو محفوظ کرنے سے قبل تمام مال غنیمت سے نفل دینا جائز ہے**

**اور محفوظ کرنے کے بعد صرف خمس سے۔**

۳۹۸۱ - عبادة بن صامتؓ سے مروی ہے کہ جس دن بدر کے میدان میں لوگوں کی ٹڈ بھڑ ہوئی (یعنی مسلمانوں اور کفار میں

جنگ ہوئی) تو حضور ﷺ نے ہر مجاہد کو وہ سارا مال غنیمت بطور نفل کے دیدیا جو ان کے ہاتھ لگا تھا۔ (حاکم)۔



۳۹۸۲- وروی ابو داود والحاکم من حدیث عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: **النَّبِيُّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: ﴿مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا، وَمَنْ أَسْرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا﴾** فذكر الحديث قوله، و صححه ایضا ابوالفتح فی الاقتراح علی شرط البخاری (التلخیص الحبیر ۲: ۲۰۳)۔  
 قلت: حدیث عبادۃ صححه الحاکم علی شرط مسلم، واقره علیہ الذہبی فی "تلخیص مستدرک" (۲: ۳۲۶)، و صححا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضا۔

۳۹۸۳- عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: **يَوْمَئِذٍ يَغْنَى يَوْمَ حُنَيْنٍ: ﴿مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلْبُهُ، فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ عَشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَانَهُمْ، وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سَلِيمٍ وَمَعَهَا خَنْجَرٌ فَقَالَ: يَا أُمَّ سَلِيمُ! مَا هَذَا مَعَكَ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ وَاللَّهِ إِنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ نَجَّحَ بِهِ بَطْنَهُ، فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ﴾** أخرجه ابو داود (وقال: هذا حديث حسن (عون ۳: ۲۳)۔ وابن حبان والحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم ولم يذكرا قصة ام

۳۹۸۲- ابو داود اور حاکم مکرّمہ کے واسطے سے ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا اسے اتنا انعام دیا جائیگا اور جو شخص کسی کافر کو قید کرے گا تو اسے اتنا انعام دیا جائے گا۔ اسے ابوالفتح نے تخریج میں بخاری کی شرط صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** نفل اس مالی انعام کو کہتے ہیں جو امام مجاہدین کو دینے کا اعلان کرتا ہے مجاہدین کو جہاد پر ابھارنے کیلئے، اور نفل مالی قیمت کے مقررہ حصہ سے زائد ہوتا ہے۔ ان احادیث سے مالی نیت کے حاصل کرنے سے قبل تفہیل (انعام دینے کے اعلان) کا جواز صراحۃً معلوم ہو رہا ہے۔ اور یہ تفہیل جائز ہے کیونکہ امام کو جہاد پر مسلمانوں کو ابھارنے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ (الانفال) (اے نبی ﷺ! مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریے)۔ یہ خطاب جس طرح حضور ﷺ کو ہے اسی طرح آپ ﷺ کے بعد ہر امام اور امیر بھی اس کا مخاطب ہے۔

۳۹۸۳- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس دن یعنی غزوہ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کافر کا مال و اسباب اسی شخص کو ملے گا تو ابو طلحہؓ نے اس دن میں کافر مارے اور ان کا مال و اسباب بھی لیا۔ اور ابو طلحہؓ (اپنی بیوی) ام سلیم سے ملے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ ابو طلحہؓ نے پوچھا اے ام سلیم! یہ آپ کے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ پس ابو طلحہؓ نے اس کی خبر حضور ﷺ کو دی (ابوداؤد، ابن

سلیم (زیلعی ۲: ۱۴۲)۔

۳۹۸۴- عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده في قصة حنين ﴿ثُمَّ دَنَا يَعْنِي النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَعِيرٍ فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَابِهِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْفَنَى شَيْءٌ، وَلَا هَذَا، وَرَفَعَ اصْبِعَيْهِ إِلَّا الْخُمْسَ وَالْخُمْسَ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ فَأَذُوا الْخِيَاطَ، وَالْمَخِيْطَ- فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُتْبَةٌ مِنْ شَعْبٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ هَذِهِ لِصَلِّحَ بِهَا بَرْدَعَةَ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا مَا كَانَ لِي وَلَبَنِي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ، فَقَالَ: أَمَا إِذَا بَلَغْتَ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيْهَا، رواه ابو داود وسكت عنه هو والمنذرى وقال: واخرجه النسائي (عون المعبود ۳: ۱۵)۔

حبان، حاکم)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں صراحۃً دلالت ہے کہ حضور ﷺ کی طرف سے غزوہ حنین کے موقعہ پر انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس حدیث کی روایت میں "فقتل ابو طلحہ" میں فاء جو تعقیب پر دلالت کرتی ہے اس بات کا مقتضی ہے۔ باقی بخاری کی ایک روایت جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ سے لوٹ کر فرمایا کہ "من قتل فتيلا فله سلبه"، یعنی جو کسی کا فرقتل کرے گا۔ اس کا سامان اسے ملے گا۔ ہمارے مسلک اور مذکورہ بالا حدیث کے معارض نہیں کیونکہ دونوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قتال سے قبل بھی انعام کا اعلان فرمایا اور قتال کے بعد بھی، الغرض احناف کے نزدیک دونوں قسم کی احادیث معمول بہا ہیں۔ فلله الحمد۔ لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ قتال سے قبل انعام کا اعلان کر دیا ہے غلط ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انعام کا اعلان مالی غنیمت کو محفوظ کرنے سے قبل ہو تو جمع مال غنیمت سے انعام جاری ہو سکے گا۔

۳۹۸۳- عمرو بن شعيب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے غزوہ حنین کے قصے کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک اونٹ کے پاس گئے اور اس کے گواہان میں سے بال لے کر فرمایا کہ اے لوگو! اس فی میں سے میرے لئے کچھ نہیں اور نہ یہ (بال) اور پھر اپنی انگلیوں کے اشارے سے فرمایا مگر غم۔ اور وہ غم بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ لہذا تم دھاگہ اور سوئی بھی ادا کرو (یعنی غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا) یہ سن کر ایک ایسا آدمی جس کے ہاتھ میں بال کا ایک گچھا تھا کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں نے یہ (گچھا) اپنی پالان کے بیچ کی کھلی درست کرنے کیلئے لیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کیلئے ہے وہی تیرے لئے ہے۔ تو اس شخص نے کہا کہ جب اس (رسی) کا اتنا گناہ ہے تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور نسائی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ (عون المعبود)۔

۳۹۸۵- عن مصعب بن سعد عن ابيه قال: ﴿جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ! قَالَ: إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ: يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبَلِّ بِلَايِي، فَبَيْنَا أَنَا إِذْ جَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: أَحِبِّ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلايِي، فَجِئْتُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: تَبَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ وَلَيْسَ عُمُو لِي وَلَا لَكَ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ ثُمَّ قَرَأَ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِنْفَالِ قُلِ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ ۖ أَخْرَجَهُ ابُو دَاوُدَ وَ سَكَتَ عَنْهُ، وَقَالَ الْحَنْدَرِيُّ: أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مَطْوَلًا بِنَحْوِهِ وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ (عون المعبود ۳: ۳۱)، وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ فِي "المستدرک" (نیل ۷: ۱۷۲).

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت کے اہراز کے بعد چار خس صرف غائبین کے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ کیونکہ اگر اہراز کے بعد تمام مال غنیمت میں امام کو تصرف کا اختیار ہوتا تو لازماً حضور ﷺ یہ باتوں کی رمی اس شخص کو اس کی ضرورت کی بنا پر دیدیتے۔ البتہ ایک خس (۱/۵) یعنی خس میں امام تصرف کر سکتا ہے اور آزاد عطیہ عطا کر سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے خس میں سے بھی اس شخص کو یہ رمی عطا نہیں کی جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خس بھی صرف فقراء میں تقسیم کیا جائے گا اور وہ شخص فقیر و مسکین نہ تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس کو وہ رمی بھی عطا نہیں کی۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۹۸۵- سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن حضور ﷺ کی خدمت میں ایک تلوار لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دل کو شفا بخشی ہے۔ لہذا یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تلوار تیری ہے نہ میری (بلکہ سب کی مشترک ہے) پس میں یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ آج یہ تلوار اس شخص کو ملے گی جس کا امتحان مجھ جیسا نہیں ہوا۔ پس اسی دوران میں ایک شخص آپ ﷺ کی طرف سے (مجھے بلانے کیلئے) میرے پاس آیا اور کہا چل۔ میں سمجھا کہ شاید میرے اس کہنے پر میرے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ پس میں (آپ ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تو نے مجھ سے یہ تلوار مانگی ہے اور یہ تلوار نہ تیری ہے اور نہ ہی میری۔ لیکن اب اللہ نے یہ تلوار مجھے دیدی ہے (اور میں تجھے دیتا ہوں)۔ پس اب یہ تیری ہے پھر آپ ﷺ نے ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِنْفَالِ قُلِ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ فرمادیں کہ انفال تو اللہ اور رسول کیلئے ہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اس جیسی طویل حدیث روایت کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے (عون المعبود) مستدرک میں حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

- ۳۹۸۶- عن حبيب بن مسلمة الفهری يقول: ﴿شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَقَلَ الرُّبْعَ فِي الْبَدَأَةِ وَالثَّلْثَ فِي الرَّجْعَةِ﴾ رواه احمد و ابوداود وابن ماجه، و صححه ابن الجارود وابن حبان والحاكم، (نیل الاوطار ۷: ۷۳)۔ و فی لفظ لابی داود ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُنْقَلُ الرُّبْعُ بَعْدَ الْخُمْسِ وَالثَّلْثُ بَعْدَ الْخُمْسِ إِذَا قُفِّلَ﴾ (عون ۳: ۳۳)، و سكت عنه هو والمنذرى۔
- ۳۹۸۷- عن معن بن يزيد رضی اللہ عنہ فی حدیث ﴿سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تُقْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمْسِ﴾ رواه ابوداود (عون ۳: ۳۶) و احمد و صححه الطحاوی (نیل ۷: ۱۷۲)۔
- ۳۹۸۸- عوف و خالد ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُخْمِسِ السَّلْبَ﴾ رواه احمد و ابوداود، و ابن حبان فی "صحیحه" (نیل ۷: ۱۱۱)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ احرار کے بعد تمام غنیمت میں سے نفل دینا جائز نہیں۔

۳۹۸۶- حبيب بن مسلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے شروع جہاد میں چوتھائی مال بطور نفل دیا اور جہاد سے واپسی کے وقت تہائی مال بطور نفل کے دیا۔ (ابوداؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ)۔ ابن الجارود، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ خمس نکالنے کے بعد چوتھائی حصہ بطور انعام کے مرحمت فرماتے اور جہاد سے واپسی پر خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ بطور انعام کے مرحمت فرماتے۔

**فائدہ:** یعنی جنگ شروع ہونے سے قبل یہ طے ہو جاتا کہ اگر کوئی شخص جنگ میں غیر معمولی کارنامہ انجام دے گا تو مال غنیمت میں خمس نکالنے کے بعد باقی کا چوتھا حصہ ان کو بطور انعام دیا جائے گا اور باقی تین چوتھائی مجاہدین میں تقسیم ہوگا اور اگر واپسی میں جنگ پیش آئی اور پھر کسی نے اہم کارنامہ سرانجام دیا تو اس صورت میں خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ اسے بطور انعام دیا جائے گا۔ لہذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے شروع میں اور جہاد سے واپسی پر جنگ سے قبل لشکر و سریرہ کو ربع اور ثلث مال بطور انعام کے دینے کا اعلان کرنا جائز ہے۔ لہذا اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو قتال سے قبل تحفیل کو مقدار خمس پر نفل کے زیادہ ہونے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور ان پر بھی رد ہے جو صرف خمس یا صرف خمس میں سے ہی نفل کو جائز سمجھتے ہیں۔

۳۹۸۷- معن بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نفل (حصہ سے زائد بطور انعام کے عطیہ) خمس نکالنے کے بعد ہی درست ہے۔ (ابوداؤد، احمد)۔ طحاوی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۹۸۸- حضرت عوفؓ اور حضرت خالدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مقتول کے اسباب میں سے خمس نہیں نکالا۔ (مسند

احمد، ابوداؤد، صحیح ابن حبان)۔



۳۹۸۹- حدثنی عفان عن مسلمة بن علقمة حدثنا داود بن ابی هند عن عامر الشعبي "أَنَّ عُمَرَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ وَجَّهَ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى الْكُوفَةِ بَعْدَ قَتْلِ أَبِي عُبَيْدٍ- فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي الْكُوفَةِ، وَأَنْفَلْتَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الْخُمْسِ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَبَعَثَهُ،" أخرجه ابو عبيد في الاموال " (ص ۶۲) - و سندہ صحیح مرسل، و مراسیل الشعبي حیا۔

۳۹۹۰- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَعَزَمُوا إِثْلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سَهْمَانُهُمْ اثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا وَنَفِلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا﴾ متفق عليه (المغنی لابن قدامة ۴۰۹:۱۰)۔

**فائدہ:** حضرت معن کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس نکالنے سے قبل نفل دینا جائز نہیں۔ اور خالد و عوف کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خمس نکالنے سے قبل بھی مقتول کا اسباب و سامان بطور نفل کے دینا جائز ہے تو الحمد للہ احناف نے دونوں قسم کی احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے کہ اگر مال غنیمت حاصل کرنے سے قبل امام کی طرف سے من قتل قتیلاً للہ سلبہ جیسا حال کر دیا گیا ہو تو اس صورت میں سامان مقتول میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا جیسا کہ عوف و خالد کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور اگر مال غنیمت حاصل کرنے سے قبل اس قسم کا اعلان امام کی طرف سے نہ ہوا ہو تو پھر اس صورت میں مال غنیمت کے جمع کرنے کے بعد نفل خمس میں سے ہی دیا جائے گا اور اسی پر معن کی حدیث محمول ہے۔

۳۹۸۹- عامر شععی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ابو عبیدہ کے قتل کے بعد جریر بن عبد اللہ کو کوفہ کی طرف (کسی مہم پر) روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ کیا تجھے کوفہ جانے کی رغبت ہے اور میں تجھے خمس کے بعد (باقی غنیمت کے مال میں سے) ایک تہائی مال بطور انعام (یعنی نفل کے) دوں گا۔ جریر نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں مہم پر بھیج دیا۔ (کتاب الاموال لابن عبید)۔ اس کی سند مرسل ہے لیکن شععی کے مراسیل حجت ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتال سے قبل بھی انعام کا اعلان کرنا جائز ہے۔

۳۹۹۰- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر کسی مہم پر) روانہ کیا جس میں ابن عمرؓ بھی تھے۔ اس سریہ کو بطور غنیمت کے اونٹوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہاتھ لگی۔ اس سریہ کے شرکاء کا حصہ بارہ بارہ اونٹ تھے اور ایک ایک اونٹ انہیں زائد بطور انعام دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمس خمس سے زائد بھی نفل کے طور پر دینا درست ہے۔ لہذا اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ خمس خمس ہی بطور نفل دینا درست ہے۔

۳۹۹۱- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدي ثنا ابن المبارك عن معمر عن ايوب عن ابن سيرين "أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَاصَابُوا سَبِيًّا، فَأَرَادَ عَبْدُ اللَّهِ أَنْ يُعْطِيَ أَنَسًا مِنْ السَّبْيِ قَبْلَ أَنْ يَقْسِمَ، فَقَالَ أَنَسُ: لَا، وَلَكِنْ إِقْسِمْ ثُمَّ أَعْطِنِي مِنَ الْخُمْسِ! قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا إِلَّا مِنْ جَمِيعِ الْغَنَائِمِ فَإِنِّي أَنَسُ أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ وَأَبِي عَبْدُ اللَّهِ أَنْ يُعْطِيَهُ مِنَ الْخُمْسِ شَيْئًا" أخرجه الطحاوي في "معاني الآثار" (۱: ۱۴۱) - وهذا سند كما تراه صحيح - وأخرجه أبو عبيد في "الاموال" (۲: ۳۱۹) - عن يحيى بن سعيد عن كهمس بن الحسن عن ابن سيرين عنه "أَنَّهُ غَزَا مَعَ ابْنِ زِيَادٍ فَأَعْطَاهُ ثَلَاثِينَ رَأْسًا مِنْ سَبْيِ الْعَامَةِ" فذكر نحوه، وهذا أيضا سند صحيح -

۳۹۹۲- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدي ثنا ابن المبارك عن ابن لهيعة عن بكير بن الأشج عن سليمان بن يسار "أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ خَدِيجٍ فِي غَزْوَةٍ

۳۹۹۱- ابن سيرين سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ، عبید اللہ بن ابی بکرؓ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے۔ (جس میں) انہیں چند قیدی مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے۔ پھر عبید اللہ نے حضرت انسؓ کو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل قیدی دینا چاہا تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم (پہلے مال غنیمت) تقسیم کرو اور پھر مجھے خمس غنیمت میں سے کچھ دینا۔ ابن سيرين فرماتے ہیں کہ عبید اللہ نے فرمایا کہ نہیں، میں تمہیں سارے مال میں سے دوں گا۔ لیکن حضرت انسؓ نے اسے قبول کرنے اور لینے سے انکار کیا اور حضرت عبید اللہ نے خمس میں سے دینے کا انکار کر دیا۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابو عبید نے کتاب الاموال میں بھی صحیح سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ انسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن زیاد کے ساتھ جہاد کیا تو ابن زیاد نے اسے عام قیدیوں میں سے میں قیدی (بطور انعام و نفل کے) عطا فرمائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لڑائی سے قبل انعام دینے کا اعلان نہ ہو اور مال غنیمت اکٹھا محفوظ کر لیا جائے تو تب صرف خمس غنیمت ہی سے نفل دینا جائز ہے اور تمام مال غنیمت میں سے بطور انعام کے کچھ دینا جائز نہیں۔

۳۹۹۲- سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ ہم کئی آدمی مغرب کی جنگ میں معاویہ بن خدیج کے ساتھ تھے۔ اس نے لوگوں کو غنیمت کا مال بطور انعام دیا اور ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے صحابہ بھی تھے۔ تو جلد بن عمرو کے سوا کسی نے بھی اس کے لینے سے انکار نہ کیا۔ (طحاوی) اور طحاوی ہی میں ایک اور سند سے مروی ہے کہ خالد بن ابی عمران فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن یسار سے جنگ میں نفل

الْمَغْرِبِ، فَتَقُلُّ النَّاسَ وَمَعَنَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمْ يَرُدُّوْا ذَلِكَ غَيْرَ جَبَلَةٍ بَيْنَ عَمْرٍو“  
 اخرجہ الطحاوی (۲: ۱۴۱) و فی لفظ له بطریق خالد بن ابی عمران: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ  
 يَسَارٍ عَنِ النَّفْلِ فِي الْعَزْوِ فَقَالَ: لَمْ أَرَأَحَدًا صَنَعَهُ غَيْرَ ابْنِ خَدِيجٍ نَفَلْنَا بِأَفْرِيقِيَّةِ النِّصْفِ بَعْدَ  
 الْخُمْسِ وَمَعَنَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنَاسٌ كَثِيرٌ، فَأَبَى جَبَلَةُ بْنُ  
 عمرو أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا شَيْئًا“ و سندہ حسن۔

۳۹۹۳- عن ابن المبارك عن شعبة عن ابی الفیض عن عمر ابی حفص الحمصی  
 "ان معاویة أعطی المِقْدَادَ حِمَارًا فَقَبِلَهُ فَقَالَ لَهُ الْعُرْبَابُ: مَا كَانَ لَكَ أَنْ تَأْخُذَهُ، وَمَا كَانَ لَهُ أَنْ  
 يَعْطِيكَ فَكَأَنِّي بِكَ قَدْ جِئْتُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْمِلُهُ، قَالَ: فَرَدَّهُ الْمِقْدَادُ، قَالَ شُعْبَةُ: فَذَكَرْتُ  
 ذَلِكَ لِيَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ فَعَرَفَهُ، وَقَالَ: كَانَ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ مِنَ الْخُمْسِ“ اخرجہ ابو عبید فی  
 "الاموال" (ص ۳۲۷)، والد ولابی فی "الکنی" (۲: ۱۵۳) حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة

کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوائے ابن خدیج کے اور کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے یہ (نفل دینے کا) کام کیا ہو۔ ابن خدیج  
 نے افریقیہ میں ہمیں خمس کے بعد نصف نفل کے طور پر دیا اور ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے مہاجرین اولین صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت سے صحابہ  
 بھی تھے۔ تو جبہ بن عمرو نے اس نفل کو لینے سے انکار کر دیا۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت کے محفوظ کر لینے کے بعد صرف خمس سے ہی نفل دینا جائز ہے۔  
 جیسا کہ جبہ بن عمرو کے انکار سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۹۹۳- عمر ابو حفص الحمصی سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے مقدادؓ کو (خمس میں سے) ایک گدھا عطایت فرمایا اور انہوں نے اسے  
 نفل کر لیا۔ اس پر عربابض نے مقداد سے فرمایا کہ آپ کیلئے جائز نہیں تھا کہ آپ اسے لیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ آپ کو  
 دیں۔ (عربابض فرماتے ہیں کہ) گویا میں (قیامت کے روز) تیرے ساتھ ہوں اور تو قیامت کے دن اس گدھے کو اٹھائے ہوئے آ رہا  
 ہے۔ یعنی یہ تیرے لئے آخرت میں وبال جان بنے گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) مقداد نے وہ گدھا واپس کر دیا۔ شعبہ (راوی) فرماتے  
 ہیں کہ میں نے اس بات کا تذکرہ یزید بن جعفر سے کیا تو وہ اس بات کو پہچان گئے (یعنی واقعی ایسا واقعہ پیش آیا تھا) اور پھر یزید نے فرمایا کہ  
 حضرت معاویہؓ نے مقداد کو وہ (گدھا) خمس غنیمت سے دیا تھا۔ اسے ابو عبید نے اموال میں اور دولابی نے کنی میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی حضرت معاویہؓ نے مقداد کو خمس کا مصرف سمجھ کر گدھا خمس میں سے دیا تھا۔ لیکن وہ چونکہ خمس کا مصرف نہیں

فذكره، وابوالفیض هو موسى بن ايوب المهرى الحمصى وثقه ابن معين والعجلي وابو حاتم وابن حبان (تهذيب التهذيب ۱۰: ۳۳۷) دون يوسف بن السفر كما توهمه محشى "كتاب الاموال"، فانه ضعيف جدا لم يرو عنه شعبة، ولا يروى الا عن ثقة، وابو حفص الحمصى اسمه عمر ذكره الدولابى فى الكنى ولم يذكر فيه جرّاً ولا تعديلاً. والحديث عرفه يزيد بن خمير فدل على كونه معروفاً بينهم۔

**باب لا يستحق القاتل سلب القتل الا اذا سبق من الامام  
او نائبه تنفيل بقوله: من قتل قتيلاً فله سلبه و كان له  
عليه بينة واذا كان كذلك فلا يخمس الاسلاب**

۳۹۹۴- حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن القاسم بن محمد عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "السَّلْبُ مِنَ النَّفْلِ وَالْفَرَسُ مِنَ النَّفْلِ وَفِي النَّفْلِ الْخُمْسُ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۳۰۴)، وسنده صحيح والطحاوى فى "معانى الآثار" له (۲: ۱۳۳)۔

تھے۔ اس لئے عرب اس نے اس پر اعتراض کیا اور مقداد نے گدھا دیا پس کر دیا۔ لیکن یاد رکھیں کہ چونکہ حضرت معاویہؓ مقداد کو شمس کا مصرف سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے مقداد کو گدھا دیا اس لئے حضرت معاویہؓ پر کسی قسم کا اعتراض بھی غلط ہوگا۔

**باب۔ قاتل مقتول کے سامان کا حقدار نہیں الا یہ کہ امام یا اس کے نائب کی طرف سے ان الفاظ میں  
انعام و نفل دینے کا (جنگ سے قبل) اعلان ہو جائے کہ جو کسی دشمن کو قتل کرے گا تو اس کا سامان  
اس قاتل کو ملے گا۔ بشرطیکہ قاتل کے پاس اس قتل پر گواہ ہو۔ اور اگر یہ شرائط پائی جائیں  
تو پھر مقتولوں کے سامان میں سے شمس نہیں نکالا جائے گا۔**

۳۹۹۳- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مقتول کا سامان و اسباب مال غنیمت میں سے ہے اور گھوڑا بھی مال غنیمت میں سے ہے اور مال غنیمت میں شمس ہے۔ اسے ابو عبید نے اموال میں سند صحیح کے ساتھ اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** حالانکہ ابن عباسؓ جانتے تھے کہ حضور ﷺ نے زبیرؓ کو مقتول کا سامان دیا تھا لیکن پھر بھی آپؐ فرماتے ہیں کہ مقتول



۳۹۹۵- حدثنا فهد ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن بدیل بن میسرۃ العقیلی عن عبد اللہ بن شقیق عن رجل من بلقین "قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِوَادِي الْقُرَى فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَنِ الْمَغْنَمُ؟ قَالَ: لِلَّهِ سَهْمٌ وَلَهُوْلَاءِ أَرْبَعَةُ أَشْهُمٍ فَقُلْتُ: فَهَلْ أَحَدٌ أَحَقُّ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَغْنَمِ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا حَتَّى السَّهْمُ يَأْخُذَهُ أَحَدُكُمْ مِنْ جَنْبِهِ فَلَيْسَ هُوَ بِأَحَقُّ بِهِ مِنْ أَخِيهِ" أخرجه الطحاوی (۱۳۲:۲) وسنده صحيح وأخرجه أبو عبيد في "الاموال" (ص ۳۰۵) أطول منه، وقال المحشي: وذكره ابن كثير في "تفسيره"، وقال: رواه الامام البيهقي باسناد صحيح اه وافرط ابن حزم في تضعيفه لجهالة الصحابي وهي لا تنضر، ثم تناقض فقال: هو صحابي معروف هكذا ورجل من بلقین هو اسمه، والبسط في الحاشية۔

۳۹۹۶- عن عوف بن مالك قال: قَتَلَ رَجُلٌ بَيْنَ جَمِيرَ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ فَأَرَادَ سَلْبَهُ، فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ

کہ سامان مالِ غنیمت میں سے ہی شمار ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ بدر کے احکام یعنی مقتول کا سامان مالِ غنیمت میں سے ہی ہوگا منسوخ نہیں۔ لہذا حضور ﷺ کی طرف سے حضرت زبیرؓ کو سامانِ مقتول دینا یا تو من قتل قتیلۃ سلبہ کی وجہ سے تھا یا کسی اور وجہ سے۔

۳۹۹۵- بلقین کے رہنے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ وادی قری میں تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! غنیمت کن کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک حصہ اللہ کا ہے اور چار حصے ان لوگوں (مجاہدوں) کیلئے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کوئی شخص مالِ غنیمت کا کسی دوسرے شخص سے زیادہ حقدار بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نیزے کو مقتول (دشمن) کے جسم سے نکالے تب بھی وہ اس حصے کا اپنے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ابو عبید نے اموال میں اس سے زیادہ طویل حدیث روایت کی ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں صحابی معروف ہیں اور صحابی کا مجہول ہونا بھی مضرت نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قاتل، مقتول دشمن کے سامان کا حقدار نہیں ہوتا لہذا یہ کہ امام کی طرف سے جنگ پر ہمارے کیلئے اعلان ہو جائے۔

۳۹۹۶- عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ خبز (قبیلے) کے ایک شخص نے دشمنوں میں سے ایک شخص کو مارا اور اس مقتول کا

إِخَالِدٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلْبَهُ؟ قَالَ: اسْتَكْثَرْتُهُ يَارَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: إِدْفَعُهُ إِلَيْهِ۔ فَمَرَّ خَالِدٌ بِعُوفٍ فَجَرَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَعْصَبَ فَقَالَ: لَا تُعْطِيهِ يَا خَالِدُ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أَمْرًا؟ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أُسْتَرْعِيَ إِبِلًا أَوْ غَنَمًا ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقْيَهَا فَأَوْرَدَهَا حَوْضًا فَشَرَعَتْ فِيهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَةً وَتَرَكَتْ كَذْرَهُ، فَصَفْوَةٌ لَكُمْ وَكَذْرُهُ عَلَيْهِمْ۔ رواه مسلم في "صحيحه" (۸۸:۲)

والطحاوی ولفظه: فَعَلَاهُ (ای الحمیری) بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ، فَأَقْبَلَ بِفَرَسِهِ وَسَيْفِهِ وَسَرَّجِهِ وَلِجَابِهِ وَمِنْطَقَتِهِ وَسِلَاحِهِ، كُلُّ ذَلِكَ مَذْعَبٌ بِالذَّهَبِ وَالْجَوْهَرِ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأَخَذَ مِنْهُ خَالِدٌ طَائِفَةً وَنَفَلَهُ بَقِيَّتَهُ۔ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ! مَا هَذَا؟ أَمَا تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَفَلَ الْقَاتِلَ السَّلْبَ كُلَّهُ؟ قَالَ: بَلَى! وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ، فَقُلْتُ: أَمَّا وَاللَّهِ لَا غَرَفَنَّا كَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

الحديث ورواه ثقات كلهم - ورواه سعيد بن منصور عن اسماعيل بن عياش عن صفوان

سامان لینا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو حضور ﷺ کی طرف سے) ان پر حاکم تھے اس شخص کو (سامان مقتول) نہ دیا تو عوف بن مالکؓ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس (واقعہ) کی خبر دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپؓ نے اس (قاتل) کو اس (مقتول) کا سامان کیوں نہیں دیا؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! وہ سامان میرے خیال میں بہت زیادہ تھا، (اس لئے میں نے سب دینا مناسب نہ سمجھا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سامان اسے دیدے۔ پھر حضرت خالدؓ حضرت عوفؓ کے پاس سے گزرے تو عوف نے خالدؓ کی چادر کھینچ کر فرمایا کہ جو میں نے آپؓ سے بیان کیا تھا رسول اللہ ﷺ سے وہی ہوا نا! (یعنی خالدؓ نے شرمندہ کیا کہ آخر تم کو سامان دینا پڑا!) یہ سن کر حضور ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا اے خالد! اسے وہ (سامان) مت دے۔ کیا تم میری وجہ سے میرے مقرر کردہ سرداروں کو چھوڑنے والے ہو؟ تمہاری اور ان کی (یعنی سابقہ امتوں کی) مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹ یا بکریاں چرائیں پھر جب ان کی پیاس کا وقت آیا تو ان کو حوض پر لایا، پھر انہوں نے اس حوض میں (پینا) شروع کیا وہ اس میں سے صاف صاف پی گئیں اور تلچٹ چھوڑ دیا۔ تو صاف (یعنی اچھی باتیں) تو تمہارے لئے ہیں اور گندی (باتیں) سرداروں پر ہیں (یعنی مواخذہ اور بدنامی ان کی ہو)۔ (مسلم)۔ اور طحاوی میں یہ الفاظ ہیں کہ حمیری تلوار کے ساتھ دشمن پر چڑھ دوڑا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کے گھوڑے، تلوار، زین، لگام پٹکا اور ہتھیاروں کو جو سب کے سب سونے اور جواہرات سے جڑے ہوئے تھے خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں لے آیا، خالدؓ نے اس میں سے کچھ لے لیا اور باقی اسے دیدیا (عوف فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا اے خالدؓ یہ کیا بات ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے تو قاتل

عن عمرو عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن عوف بن مالک نحوه، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: فَلَمَّا  
 فَتَحَ اللَّهُ الْفَتْحَ أَقْبَلَ بِسَلْبِ الْقَتِيلِ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُ النَّاسُ أَنَّهُ قَاتِلُهُ۔ فَأَعْطَاهُ خَالِدٌ بَعْضَ سَلْبِهِ  
 وَمَسَكَ سَائِرَهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ اسْتَعْذَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَدَعَا خَالِدًا ۖ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ  
 (معنی ۱۳۴:۲) لابن قدامة، واسماعیل بن عیاش حجة فیما رواه عن اهل الشام و هذا منه  
 عن صفوان بن عمرو عن اهل الحمص (تہذیب ۱۰: ۴۲۱)۔

۳۹۹۷۔ عن عبد الرحمن بن عوف في قصة قتل أبي جهل قتلته غلامان من الأنصار  
 حديث أسنانهم، ثم انصرفا إلى رسول الله ﷺ فأخبراه فقال: أيكما قتله؟ فقال كل واحد  
 منهما: أنا قتلته۔ فقال: هل مسحتما سيفيكما؟ قالا: لا! فنظر في السيفين فقال: كلاكما

مقتول کا کل سامان دیدیا۔ خالد نے فرمایا کیوں نہیں (یعنی بات تو یہی ہے) لیکن میں نے اس کو زیادہ سمجھا (عوف فرماتے ہیں) میں نے  
 کہا کہ قسم بخدا میں حضور ﷺ سے تمہاری بات ضرور عرض کروں گا۔ الحدیث۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سعید بن منصور نے بھی عوف بن  
 مالک کی یہ حدیث روایت کی ہے مگر اس میں ہے کہ عوف نے فرمایا کہ جب اللہ نے فتح عنایت فرمائی تو وہ (حیمری) مقتول کا سامان لایا اور  
 میں نے گواہی دی کہ یہی اس کا قاتل ہے تو حضرت خالد نے کچھ سامان اسے دیدیا اور باقی سامان روک لیا۔ پھر جب وہ مدینہ آئے تو  
 حضور ﷺ سے اس نے فریاد چاہی تو حضور ﷺ نے خالد کو طلب فرمایا۔ الحدیث۔

فائدہ: یہ قصہ غزوہ موتہ کا ہے لہذا ان پر رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے من قتل قتیلًا فلہ سلبہ صرف غزوہ  
 حنین ہی میں فرمایا، اس سے پہلے نہیں فرمایا، دوسرا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ من قتل قتیلًا الخ والا حکم محض تحمیل کے طور پر تھا حکم شرعی  
 کے طور پر نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ مقتول کا سامان بہر صورت (خواہ امام نے من قتل قتیلًا کا اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو) قاتل کو دینا  
 عمر شرعی نہیں بلکہ من قتل قتیلًا کے اعلان کے ساتھ ہی خاص ہے یعنی اگر من قتل قتیلًا الخ کا اعلان جنگ سے قبل کیا گیا ہو گا تو مقتول  
 کا سامان قاتل کو دیا جائے گا ورنہ غنیمت میں شمار ہو گا اور اس میں تمام مجاہدین کا حصہ ہو گا۔

۳۹۹۷۔ عبد الرحمن بن عوف سے ابو جہل کے قتل کے قصے میں مروی ہے کہ اسے انصار کے دو بچوں نے جو کم عمر تھے قتل کیا پھر وہ  
 حضور ﷺ کی طرف گئے اور آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ان دونوں میں سے ہر ایک  
 نے کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں نے اپنی تلواریں صاف کر لیں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ نہیں پھر حضور  
 ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے پھر اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیدیا۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس کے باوجود کہ آپ ﷺ جان چکے تھے کہ دونوں ہی ابو جہل کے قاتل ہیں لیکن پھر بھی ایک کو ہی سامان دیدینا

قَتَلَهُ، وَقَضَى بِسَلْبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ - متفق عليه (نیل الاوطار ۷: ۱۶۸)۔

۳۹۹۸ - عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: «نَفَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ» رواه ابوداود ولاحمد معناه وَأَنَا أَذْرَكَ ابْنَ مَسْعُودٍ أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَى تَأْجَهَزَ عَلَيْهِ - روى معنى ذلك ابوداود وغيره (نیل ۷: ۱۶۸، ۷: ۱۶۴) وفيه أيضاً - قال فى "مجمع الزوائد": ان رجال احمد رجال الصحيح غير محمد بن وهب ابن ابى كريمة وهو ثقة اهـ۔

۳۹۹۹ - عن مكحول عن جنادة بن ابى اسية قال: كُنَّا مُعَسِّكِينَ بِدَايِقٍ فَذَكَرَ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْفَهْرِيُّ "أَنَّ نَبِيَةَ الْقَبْرِصَى" خَرَجَ بِتِجَارَةٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ يُرِيدُ بِهَا بِطَرِيقَ أَرْبُؤَيْنَةَ فَخَرَجَ عَلَيْهِ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَاتَلَهُ فَقَتَلَهُ فَجَاءَ بِسَلْبِهِ يَحْمِلُهُ عَلَى خُمُسَةِ انْعَالٍ مِنَ الدِّبَاجِ وَالْيَاقُوتِ وَالزَّبَرْجَدِ، فَأَرَادَ حَبِيبٌ أَنْ يَأْخُذَهُ كُلَّهُ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ» فَقَالَ أَوْعُوبُ بْنُ خُذْبَعَضَةَ: خُذْبَعَضَةُ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ ذَلِكَ لِلْأَبْدِ وَسَمِعَ بِذَلِكَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَقَالَ مُعَاذُ لِحَبِيبٍ: أَلَا تَتَقَيُّ اللَّهَ وَتَأْخُذُ مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُكَ لَكَ فَإِنَّمَا لَكَ مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل متول کے سامان کا لازمی طور پر حقدار نہیں۔

۳۹۹۸ - ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے حصہ سے زائد ابوجہل کی تلوار دی تھی، ابن مسعود نے اسے قتل کیا تھا، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور مسند احمد میں اس کا یہ معنی بیان کیا گیا ہے کہ (قتل تو دو انصاریوں نے کیا تھا لیکن) ابن مسعود نے جب ابوجہل کو دیکھا تو اس میں زندگی کی رقی باقی تھی آپ نے اس کا کام تمام کر دیا، یہ معنی ابوداؤد وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ مسند احمد کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن وہب کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل مقتول کے سامان کا ہر وقت حقدار نہیں ہوتا بلکہ اس کا استحقاق امام کی تعیین اور تفہیل پر موقوف ہے۔

۳۹۹۹ - جنادة بن ابی امیہ فرماتے ہیں کہ ہم دابق (مقام) میں جمع تھے تو اس دوران ابن مسلمہ القہری نے بیان کیا کہ نبیہ قبرصی بحرین سے تجارت کی نیت سے ارمینیا کے راستے سے نکلا تو اچانک حبیب بن مسلمہ اس کے خلاف جنگ کیلئے نکلا اور اس سے جنگ کی حتیٰ کہ حبیب نے اس قبرصی کو قتل کر ڈالا اور اس کا سامان پانچ خجروں پر لاد کر آیا جن میں ریشم، یاقوت اور زبرجد بھی تھا۔ پھر حبیب (قاتل) نے وہ سب سامان لینا چاہا اور (دلیل کے طور پر) کہا کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی دشمن کو قتل کرے گا تو اس کا سامان



إِمَابِك، وَحَدَّثَهُمْ بِذَلِكَ مُعَاذُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَاجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَأَغَطَوْهُ بَعْدَ الْخُمْسِ قَبَاعَهُ حَبِيبٌ بِالْفِ دِينَارٍ“ اخرجه اسحاق بن راهويه عن بقية بن الوليد حدثني رجل عن مكحول فذكره واعله البيهقي بالانقطاع بين مكحول ومن فوقه وبجهالة الراوى عن مكحول (زيليلى ۱۴۳:۲) و (درایة ص ۲۶۵) قلت: مكحول فى الدرجة الثانية من المدلسين فى عداد من احتمل الاثمة تدليسہ واخرجوالہ فى الصحيح لامامته كذا فى طبقات المدلسين (ص ۱۶:۲) والراوى عن مكحول هو موسى بن يسار فقد اخرجه الطبرانى فى (الكبير والاوسط) بطريق عمرو بن واقد عن موسى عن مكحول الخ (زيليلى ۱۴۳:۲)، وسيأتى الكلام على تراجم الرواة فى الحاشية۔

۴۰۰۔ عن غالب بن حجرۃ عن ام عبد اللہ بنت الملقام بن التلب عن ابیہا عن

اس قائل کا ہوگا۔ اس پر ابو عبیدہ نے فرمایا کہ کچھ سامان لے لو کیونکہ حضور ﷺ نے یہ فرمان ہمیشہ کیلئے قانون شرعی کے طور پر جاری نہیں فرمایا۔ یہ بات حضرت معاذ بن جبل نے بھی سن لی تو حضرت معاذ نے حبيب سے فرمایا کہ کیا تو اللہ سے ڈرتا نہیں ہے اور کیا تو وہ مقدار لینا چاہتا ہے کہ جس پر تیرا نفس راضی ہو۔ حالانکہ تیرے لئے تو وہ مقدار پاکیزہ ہے جس پر تیرا امام راضی ہو اور پھر معاذ نے ان لوگوں کو اس مسئلہ کے بارے میں حضور ﷺ کی طرف سے بات بیان کی تو تمام لوگوں کی رائے اسی (معاذ کے) قول پر مجتمع ہو گئی۔ پس انہوں نے نفس نکالنے کے بعد وہ (سامان مقتول) اسے دیدیا۔ جسے حبيب نے ہزار دینار کے عوض بچہ دیا (اسے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا ہے) یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے اور مکحول کے اوپر کاراوی مجہول ہے لیکن ائمہ محدثین مکحول کی امامت کی بنا پر اس کی تدلیس کو برداشت کرتے آئے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اسے بطور مستقل دلیل کے ذکر نہیں کیا بلکہ اس ضعیف حدیث کو حضور ﷺ کی مرفوع صحیح حدیث من قتل قتیلہ فلہ سلبہ کی توضیح و تفسیر میں لائے ہیں۔ کیونکہ جب حدیث کی تفسیر و تاویل قیاس و رائے سے کرنی جائز ہے تو حدیث ضعیف و مرسل حدیث سے اس کی تفسیر بالاولیٰ جائز ہوگی۔

بہر حال چونکہ حضور ﷺ کا فرمان من قتل قتیلہ فلہ سلبہ، دو معنوں کا محتمل تھا کہ آیا یہ فرمان حضور ﷺ نے ہمیشہ کیلئے شرعی حکم کے طور پر فرمایا ہے یا کہ صرف اس خاص موقعہ کیلئے عارضی طور پر صحابہ کو جنگ پر ابھارنے کیلئے یہ فرمان جاری فرمایا تو اس حدیث مکحول نے اس کی توضیح و تفسیر کر دی کہ یہ فرمان عارضی طور پر صرف اسی موقعہ کیلئے مخصوص تھا۔ اور ہمیشہ کیلئے شرعی حکم کی حیثیت اس فرمان کی نہیں ہے۔ الغرض حدیث مکحول نے فرمان نبوی ﷺ کے اہمال کو دور فرمادیا۔

۴۰۰۰۔ ملقائم بن تلب اپنے باپ تلب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پیٹھ پھیرنے والے کو پکڑ

ابیہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتَى بِمُؤَلِّ فَلَهُ سَلْبُهُ﴾ أخرجه ابن حزم في "المحلى" (۳۳۹:۷)، وأعله بجهالة هؤلاء الرواة كلهم، وغالب ذكره ابن حبان في "الثقات" (تهذيب: ۲۴۲:۸)، والملقأ من التلب ذكره البخاری وغيره في التابعین وابن قانع في الصحابة "الاصابة" (۲۱۴:۶) والتلب له صحبة واحادیث وقد استغفر له رسول الله ﷺ ثلاثاً (الاصابة ۱: ۱۹۰) وقد أخرج ابوداود لغالب بن حجره عن الملقأ عن ابیه حدیثاً فی الاطعمة، وسكت عنه وقال المنذرى: قال البيهقي: هذا اسناد غير قوى (عون المعبود: ۳: ۲۱۷)، وهذا تلیین هین، وليس فی النساء من اتهمت، ولا تركت صرح به الذهبي في "الميزان" (۳۹۵:۲) ولم نذكر الحديث احتجاجاً، بل اعتضاداً وتفسيراً لغيره من الاحادیث، ولا ريب انه صالح لذلك.

۴۰۰۱- عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ حدیث مرفوعاً ﴿وَكَانَ ﷺ يَكْرَهُ الْأَنْقَالَ وَيَقُولُ: لِيَزِدَّ قَوِيُّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى ضَعِيفِهِمْ﴾ رواه احمد وصححه ابن حبان (نیل ۷: ۱۷۳-۱۷۴).

۴۰۰۲- ويفسر ما روى سعيد عن قتادة مرسلًا وعمرو بن شعيب عن ابیه عن

الائے گا تو اس کا سامان اس (پکڑ کر لانے والے) کا ہوگا۔ (محلی ابن حزم) خیر القرون میں ارسال یا جہالت ہمارے ہاں مضرب نہیں۔ نیز یہ حدیث بطور اعتقاد لائے ہیں محض توضیح کیلئے۔

فائدہ: اس حدیث میں مذکورہ حکم بالاتفاق اسی جنگ کے ساتھ خاص ہے تو اسی طرح من قتل قتیلاً فلہ سلبہ والا حکم بھی اسی جنگ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے جس جنگ میں حضور ﷺ نے یہ قول فرمایا۔ نیز یہ قول من قتل قتیلاً مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کے فرمان من دخل دار ابی سفیان فهو آمن کی طرح ہے۔ تو جس طرح من دخل الخ صرف اسی فتح مکہ کے ساتھ خاص ہے تو اسی طرح من قتل الخ بھی اسی موقع جنگ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے۔

۴۰۰۱- حضرت عبادة بن صامت سے ایک حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ (کسی مجاہد کو) اس کے حصہ سے زائد دینے کو ناپسند فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ توئی مسلمان (مجاہد) اپنے کزور مسلمانوں کو (زائد حصے) لوٹا میں۔ (مسند احمد) اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۴۰۰۲- قتادہ سے مروی مرسل حدیث اور عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے جو حدیث روایت کرتے

جده ع أَنَّ النَّبِيَّ ص كَانَ يُنْفِلُ الرَّجُلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَلْبَ الْكَافِرِ إِذَا قَتَلَهُ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ أَى لِيَرُدَّنَّ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ﴿ أخرجه ابن حزم فى "المحلى" (۲۳۹:۷)، وقال: هذا لا شىء لانها صحيفة ومرسل اه قلت: لم يزل الائمة يحتجون بهذه الصحيفة، كما فى "التهذيب" (۸: ۴۹-۵۵) عن البخارى و عن على بن المدينى وغيرهما۔ والمرسل اذا اعتضد بموصول كان حجة عند الكل، كما ذكرناه فى المقدمة، وفى هذا الكتاب غير مرة۔

جس وہ (بھی) اس کی وضاحت کرتی ہے (وہ حدیث یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کافر کا سامان اس مسلمان قاتل کو بطور انعام کے دیتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (زائد حصہ پانے والے) مسلمانوں سے حکم کرتے کہ تم دوسرے ساتھیوں کو وہ (زائد حصہ) واپس کرو۔ اور فرماتے کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو (یعنی آپس میں اچھا برتاؤ کرو) یعنی تم میں سے بعض بعض کو زائد حصہ لوٹائیں (محلی ابن حزم) یہ حدیث صحیفہ صادقہ کی ہے اور مرسل ہے۔ اور ائمہ اس صحیفہ سے دلیل پکڑتے رہے ہیں اور جب مرسل حدیث کسی موصول حدیث سے مؤید ہو جائے تو وہ مرسل سب کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔

**فائدہ:** بدائع صنائع میں ہے کہ مال غنیمت میں سے سامانِ مقتول کو کسی کے ساتھ خاص کرنا یا کسی کو حصہء اصل سے زائد بطور انعام کچھ دینا خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ اگر سب اختصاصِ جہاد ہے تو وہ بھی سب مجاہدین میں موجود ہے۔ اور اگر سب اختصاصِ مال لینا اور لوٹنا ہے تو وہ بھی سب کی طاقت کے جمع ہونے سے ہی ممکن ہے۔ لہذا سب ہی اس مال کے مستحق ہوئے۔ لہذا کسی ایک کیلئے مقتول کے سامان کو خاص کرنا دوسروں سے اس کے حق کو ختم کرنا ہے جو خلاف قیاس ہے۔ لیکن اتھمانا قرآن کی آیت ﴿وَيَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَرِّفْ مِمَّا ظَهَرَ مِنَ الْغَنَائِمِ عَلَى الْقِتَالِ﴾ کے تحت ہم نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ جس شخص میں زیادہ طاقت ہو وہ اس وقت تک اپنی شجاعت کا مظاہرہ نہیں کرتا جب تک کہ اسے کسی چیز کا لالچ نہ دیا جائے۔ لہذا من قتل قتیلاً تحریض اور شجاعت پر ابھارنے پر محمول ہوگا اور بطور حکم شرعی ابدی کے نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث عبادۃ بھی ہمارے اس موقف کی واضح مؤید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حصہ سے زائد انعام اور سامانِ مقتول قاتل کو دینے کو ناپسند فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ بعض غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت قرآنی مذکورہ بالا کے تحت انعام یا سامانِ مقتول قاتل کو دیتے تھے۔ لہذا دونوں روایات میں تطبیق دینے سے یہی صورت نکلی ہے کہ من قتل قتیلاً تحریض شرعی ابی نہیں۔ ہاں اگر ہم مناسب سمجھتے تو قتال سے قبل یا اثناً قتال اس کا اعلان کرو۔ اور احناف کے موقف پر عمل کرنے میں ہی دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو سکتا ہے (الحمد للہ) بصورت دیگر ایک قسم کی احناف پر عمل ہوگا اور دوسری قسم کی احناف (جو احناف کی مؤید ہیں) کا ترک لازم آئے گا۔

۴۰۰۳- وکیع عن سفیان عن الاسود بن قیس العبدی "ان شبر بن علقمة قَتَلَ یَوْمَ الْقَادِسیَّةِ عَظِیمًا مِنَ الْفُرْسِ مُبَارَزَهُ وَآخَذَ سَلْبَهُ فَأَتَى بِهِ إِلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ فَقَوَّمَهُ اثْنِیْ عَشَرَ أَلْفًا فَقَتَلَهُ إِیَّاهُ سَعْدٌ" اخرجه ابن حزم (المحلی ۳۳۶:۷)، واحتج به ، ورواه سعید بن منصور باسناده عن شبر بن علقمة نحوه-وفیه- فَقَتَلْتُهُ وَآخَذْتُ سَلْبَهُ فَأَتَيْتُ بِهِ سَعْدًا فَخَطَبَ سَعْدٌ أَصْحَابَهُ وَ قَالَ: إِنَّ هَذَا سَلَبُ شِبْرِ خَيْرٍ مِنْ اثْنِیْ عَشَرَ أَلْفًا، وَأَنَا قَدْ نَقَلْنَاهُ إِیَّاهُ (المغنی لابن قدامة ۲۲۷:۱۰)

۴۰۰۴- عن اوس بن حارثة قال: لَمْ یَكُنْ أَحَدٌ أَغْدَى لِلْعَرَبِ مِنْ هُرْمُزٍ ، فَلَمَّا فَرَعْنَا مِنْ مُسَيْلَمَةَ وَأَصْحَابِهِ، أَقْبَلْنَا إِلَى نَاحِیَةِ الْبَصْرَةِ فَلَقِينَا هُرْمُزَ بِكَاطِمَةَ فِی جَمْعٍ عَظِیمٍ، فَبَرَزَ لَهُ خَالِدٌ وَدَعَا لِلْبِرَازِ فَبَرَزَ لَهُ هُرْمُزٌ فَقَتَلَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیدِ- وَكُتِبَ بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّیقِ فَنَقَلَ سَلْبَهُ، فَبَلَغَتْ قُلُسُوتُهُ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ، وَكَانَتْ الْفُرْسُ إِذَا أَشْرَفَ الرَّجُلُ جَعَلُوا قُلُسُوتَهُ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ- اخرجه الحاكم فی "المستدرک"، و

۴۰۰۳- اسود بن قیس عبدی سے مروی ہے کہ شبر بن علقمہ نے قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کے سردار کو دست بدست مقابلہ میں قتل کر کے اس کا سامان لے لیا اور وہ سامان سعد بن ابی وقاص کے پاس لائے جنہوں نے اس کی قیمت کا اندازہ بارہ ہزار (درہم یا دینار) لگایا۔ پھر سعد نے وہ سامان شہر کو انعام میں دیدیا (محمی ابن حزم) ابن حزم نے اس سے دلیل پکڑی ہے اور سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ شبر بن علقمہ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ شبر نے فرمایا کہ میں عظیم ایران کو قتل کر کے اور اس کا سامان لے کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس آیا۔ پھر انہوں نے اپنے اصحاب (لشکر) سے خطاب میں فرمایا کہ شبر کا یہ سلب بارہ ہزار سے بہتر ہے اور ہم نے یہ سامان اسے بطور نفل دیدیا ہے۔ (مغنی ابن قدامة)۔

۴۰۰۴- اوس بن حارثہ فرماتے ہیں کہ ہرمز سے بڑھ کر اہل عرب کا کوئی دشمن نہ تھا۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) پس جب ہم مسیلہ (کذاب) اور اس کے لاؤ لشکر سے فارغ ہوئے تو ہم بصرہ کی ایک جانب کو متوجہ ہوئے اور کاظم نامی جگہ پر ہمارا ہرمز سے ٹکراؤ ہوا جو ایک عظیم لشکر کے ساتھ تھا۔ حضرت خالد بن ولید اس کے مقابلے کیلئے نکلے اور اسے مقابلے کیلئے لاکار۔ ہرمز بھی ان سے مقابلے کیلئے نکلا حتیٰ کہ خالد نے اسے قتل کر دیا۔ پھر خالد نے اس قتل کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق کو لکھا تو انہوں نے ہرمز کا سامان خالد کو بطور انعام دیدیا۔ (جبکہ) ہرمز کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ اور ایرانی لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی آدمی ان کا سردار بن جاتا تو اس کیلئے ایک لاکھ درہم کی ٹوپی بنواتے (مستدرک حاکم)۔ حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث قابل احتجاج ہے)۔



سکت عنه هو والذهبی۔

۴۰۰۵ - حدثنا یونس ثنا سفیان عن ایوب عن ابن سیرین عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

البراء بن مالک اخا انس بن مالک بَارَزَ مَرْزَبَانَ الزَّازَةَ فَطَعَنَهُ طَعْنَةً فَكَسَّرَ الْقُرْبُوسَ وَخَلَصَتْ  
إِلَيْهِ فَقَتَلَهُ فَقَوْمَ سَلْبِهِ ثَلَاثِينَ أَلْفًا، فَلَمَّا صَلَّيْنَا الصُّبْحَ غَدَا عَلَيْنَا عُمَرُ فَقَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ: إِنَّا كُنَّا لَا  
نُخَمِّسُ الْأَسْلَابَ وَإِنَّ سَلْبَ الْبِرَاءِ بَلَغَ مَالًا وَلَا أَرَانَا إِلَّا خَامِيسِيهِ فَقَوْمُنَاهُ ثَلَاثِينَ أَلْفًا فَدَفَعْنَا  
إِلَى عُمَرَ سِتَّةَ آلَافٍ - أخرجه الطحاوی (۱۳۲:۲) وسنده صحيح، وابن ابی شیبہ، كما فی  
"المحلی" (۳۳۷:۷) ولم یعلہ ابن حزم بشیء، و فی لفظ للطحاوی بسند رجالہ ثقات  
طریق مکحول: وَسُئِلَ أَيْخَمَسُ السَّلْبِ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْبِرَاءَ بْنَ مَالِكٍ  
تَارَزَ رَجُلًا مِنْ عَظَمَاءِ فَارِسٍ فَكَتَبَ فِيهِ إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى الْأَمِيرِ أَنْ أَقْبِضَ إِلَيْكَ  
خُمْسَهُ وَادْفَعْ إِلَيْهِ مَا بَقِيَ فَقَبِضَ الْأَمِيرُ خُمْسَهُ اهـ۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قاتل قتل سے ہی سامانِ مقتول کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ امام کی طرف سے نقلی انعام  
سے سامانِ مقتول کا حقدار ٹھہرتا ہے کیونکہ اگر وہ محض قتل سے ہی مستحق سلب ہو جاتا تو پھر اس کا اعلان کر کے اور اس کو انعام کرنے کی ضرورت  
نہ ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ سامانِ مقتول بھی امیر کی رائے کی طرف موقوف ہے۔

۴۰۰۵۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انسؓ کے بھائی براء بن مالک نے حاکمِ ضرارہ سے جنگ کی اور اسے نیزہ مارا اور اس  
کی زمین کی موٹھ توڑ دی اور زخم اس کو پورا لگا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ اس کے سامان و اسباب کا اندازہ تیس ہزار (درہم یا دینار) لگایا گیا۔ پھر  
جب ہم نے اگلے دن صبح کی نماز پڑھی تو حضرت عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور ابوظلمہ سے فرمایا کہ ہم سامانِ مقتول کا شمس نہیں لیا کرتے  
تھے لیکن براء کا سامان بہت ہے، ہم کو شمس لینا ہی چاہیے۔ ہم نے اس کا اندازہ تیس ہزار کا لگایا تب ہم نے چھ ہزار حضرت عمرؓ کو  
دیئے۔ (طحاوی، اس کی سند صحیح ہے وابن ابی شیبہ)۔ اور محلی ابن حزم میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس نے اس پر کوئی جرح نہیں کی اور  
طحاوی میں ہی نقد راویوں کے ذریعے مکحول سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا سامانِ مقتول میں سے شمس نکالا جائے گا۔ تو انہوں نے  
فرمایا کہ مجھے انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ براء بن مالک نے فارس کے ایک سردار سے مقابلہ کیا (اور اسے قتل کر دیا پھر براء نے اس کا  
سامان لے لیا)۔ پھر اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تو جواب میں حضرت عمرؓ نے امیر کو لکھا کہ اس سامان میں سے شمس لے لو اور باقی مال  
اسے دید و پس امیر نے اس مال میں سے شمس لے لیا۔ الخ۔

۴۰۰۶- حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي (هو الحافظ المعروف بمطين ثنا جعفر بن محمد بن الحسن المعروف بابن التل ثنا احمد بن بشر عن ابن شبرمة عن الشعبي "ان جرير بن عبد الله بارز مهران فقتله - فَقَوِمَتْ مِنْطَقَتُهُ ثَلَاثِينَ لَفًا فَكَتَبُوا إِلَيَّ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ: لَيْسَ هَذَا بِنِ السَّلْبِ الَّذِي يُخَمَّسُ، وَلَمْ يُنْفَلْ وَجَعَلَهُ مَغْنَمًا"، اخرجه الطبراني في "معجمه" (زيلعي ۲: ۱۴۴)، ولم يضعف احد من رجال الاسناد في "الميزان"، فهم ثقات على ما صرح به الهيثمي في "مجمع الزوائد" (۳: ۱).

۴۰۰۷- عن "ابن قتادة" رحمہ اللہ فی حدیث طویل "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: مَنْ قَتَلَ قَبِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ" متفق عليه، وقد تقدم عن انس رضی اللہ عنہ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلْبُهُ، فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ عَشْرِينَ رَجُلًا فَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ"، رواه احمد وابوداود، ورجاله رجال الصحيح (نيل الاوطار ۲: ۲۶۱).

فائدہ: سامان مقتول میں سے ٹکس لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محض قتل سے ہی قاتل سامان مقتول کا مستحق نہیں ہو جاتا بلکہ تنفیل امام سے سامان مقتول کا حقدار ہوتا ہے۔ ورنہ ٹکس نکالنا امیر کے لئے جائز نہ ہوتا۔

۴۰۰۶- شععی سے مروی ہے کہ جریر بن عبد اللہ نے مہران سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر اس کے بچے کی قیمت کا اندازہ تیس ہزار (درہم یا دینار) کا لگایا گیا پھر انہوں نے (اس بارے میں) حضرت عمرؓ کو لکھا تو (جواب میں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ اس سلب میں سے نہیں ہے جس کا ٹکس نکالا جاتا ہے اور وہ (پٹکا) جریر کو ٹکس میں نہ دیا (بلکہ) اسے مال غنیمت میں شامل کر دیا۔ (معجم طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: چونکہ امیر نے قتل از قاتل یا اثناء جنگ سامان مقتول قاتل کو دینے کا اعلان نہیں کیا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے مہران کا سامان جریر کو نہیں دیا بلکہ غنیمت میں شامل کر دیا پس معلوم ہوا کہ محض قتل سے ہی قاتل سلب کا حقدار نہیں ہو جاتا بلکہ تنفیل امام سے حقدار ہوتا ہے۔

۴۰۰۷- ابوقتادہ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقعہ پر فرمایا کہ جو کسی کافر دشمن کو قتل کرے گا اور اس پر اس کے پاس گواہی بھی ہو تو مقتول کا سامان اس (قاتل) کا ہوگا۔ (بخاری و مسلم) اور انسؓ کی یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقعہ پر فرمایا کہ جو مسلمان کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کا سامان اس (قاتل) کا ہوگا۔ (احمد، ابوداؤد)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

## باب استیلاء الکفار علی اموال المسلمین والعیاذ باللہ

کاستیلاننا علی اموالہم اذا احرزوها بدارہم والا فلا واذا غنمہا المسلمون فان عرفہا صاحبہا قبل القسمة اخذہا بلا شیء وبعد القسمة هو احق بہا بالقیمۃ

۴۰۰۸- عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ قال: قلت: یارسول اللہ! انین تنزل غدا فی حجة؟

قال: وغل ترک لنا غلیل منزلاً؟ ثم قال: نحن نازلون غدا بخیف بنی کنانة المخصب حیث کانت قریش علی الکفر الحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہما (فتح الباری ۲۲۰۶)۔

۴۰۰۹- وصح عنه رضی اللہ عنہ ان المهاجرین طلبوا منه دوزعہم یوم الفتح بمكة، فلم یرد

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از قتال یادوران جنگ یہ اعلان فرمایا جیسا کہ فقتل کی فاء تعقیب پر دلالت کرتی ہے لہذا ابن عباس کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بعد از قتال یہ اعلان فرمایا ہے غلط ثابت ہوا۔ نیز اس کا یہ کہنا بھی باطل ثابت ہوا کہ خواہ امام اس بات کا حکم کرے یا نہ کرے وہ سامان مقتول کا حقدار ہوگا۔

کاش کہ وہ احناف کے ان مذکورہ بالا دلائل پر واقف ہوتا تو یقیناً وہ یہ نہ کہتا کہ امام ابوحنیفہ کا قول نہ کسی صحابی سے مروی و صحیح ہے اور نہ ہی کسی تابعی سے۔ کیونکہ ہمارے مذکورہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے مطابق ہے۔ والحمد للہ۔

## باب - کافروں کا مسلمانوں کے مال پر غالب ہونا مسلمانوں کے کافروں کے مال پر غالب ہونے کی

طرح ہے بشرطیکہ وہ اسے دار الحرب میں محفوظ کر لیں ورنہ نہیں۔ پھر جب اس قبضہ شدہ مال کو مسلمان

قیمت میں حاصل کر لیں اور تقسیم سے قبل مالک اس مال کو پہچان لے تو دوبارہ قیمت اسے لے سکتا ہے

## اور تقسیم کے بعد وہ قیمت اس کا زیادہ حقدار ہے

۴۰۰۸- اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج کے موقع پر آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ

نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کل خیف بنی کنانة میں قیام کریں گے قریش نے کفر کی حمایت کی تم اٹھنا تھی۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۰۰۹- اور اسامہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مہاجرین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں موجود اپنے

مال کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی اس کا گھر نہیں لوٹایا۔ (زاد المعاد)۔

علیٰ أَخَذَ ذَارَهُ ﴿۱﴾ قَالَ ابْنُ الْقِيَمِ فِي "زَادِ الْمَعَادَ" (۲: ۲۰۲)۔

۴۰۱۰۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ: كَانَتْ الْعُضْبَاءُ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرَحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا بِهِ، وَفِيهِ الْعُضْبَاءُ وَأَسْرُوا الْمَرْأَةَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَكَانُوا إِذَا نَزَلُوا يُرْسِلُونَ إِلَيْهِمْ فِي أَقْنِيَتِهِمْ فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَامَتِ الْمَرْأَةُ وَقَدْ نَوْمُوا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - وَفِيهِ - فَلَمَّا قَدِمْتُ عُرِفَتِ النَّاقَةُ فَاتَوَا بِهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَتْهُ الْمَرْأَةُ بِنَذْرِهَا، فَقَالَ: يُمْسُ مَا جَزَيْتُهَا لَوْ وَفَّيْتُهَا لَأَوْفَاءَ لِنَذْرِ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ (۲: ۱۵۳)، و سنده صحیح و اخرجه احمد و مسلم (نیل الاوطار ۷: ۱۹۱)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کفار ہماری چیزوں پر غلبہ حاصل کر کے دار الحرب میں محفوظ کر لیں تو وہ ان چیزوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور مسلمان اپنے مالوں کے مالک نہیں رہتے۔ کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے گھروں کو واپس مسلمان مالکوں کو لوٹا دیتے۔

نیز قرآن پاک کی آیت لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ (الحشر - ۸) میں مہاجرین کو فقراء کہا گیا ہے اور فقیر اسے کہتے ہیں جس کی ملک نہ ہو۔ تو اگر کفار مسلمانوں کے مالوں کے مالک نہ ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ مہاجرین کو فقراء نہ فرماتے۔ (مبسوط)۔

۴۰۱۰۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ عضباء، اونٹنی حاجیوں سے بڑھ جایا کرتی تھی۔ پھر مشرکین نے مدینہ منورہ کی چراگاہ میں لوٹ مار کی اور جانور لے گئے جن میں عضباء، اونٹنی بھی تھی اور مشرکین نے مسلمانوں کی ایک عورت کو بھی قید کر لیا۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب کہیں پڑاؤ کرتے تھے تو اپنے اونٹوں کو میدانوں میں چھوڑ دیتے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ وہ عورت انھی جبکہ وہ سب سوئے ہوئے تھے۔ (راوی حدیث مکمل بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ) جب وہ عورت (مدینہ میں) آئی تو وہ اونٹنی پہچانی گئی۔ لوگ اس عورت کو پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عورت نے اپنی نذر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کو برا بدلا دیا اگر تو نے اسے پورا کیا۔ خدا کی معصیت میں نذر کی وفاء لازم نہیں اور نہ اس چیز میں جس کا انسان مالک نہ ہو۔ (طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔ اسے احمد اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کا مال لوٹ کر دار الحرب میں محفوظ نہ کر لیں تو کفار اس مال کے مالک نہیں ہوتے۔ کیونکہ کفار یہ عضباء، اونٹنی لے کر ابھی راستے میں تھے اور دار الحرب میں نہ پہنچے تھے اس لئے وہ مالک نہیں ہوئے تھے اور پھر وہ عورت بھی اس اونٹنی کی مالک نہیں ہوئی تھی تو جب وہ مالک نہیں ہوئی تو اس اونٹنی میں اس کا نذر ماننا بھی درست نہیں ہو سکتا تھا۔



۴۰۱۱- حدثنا احمد بن داود ثنا عبيد الله بن محمد التيمي، انا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن تميم بن طرفة الطائي "أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ لَهُ الْعَدُوُّ بَعِيرًا فَأَشْتَرَاهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَبَاءَ بِهِ فَعَرَفَهُ صَاحِبُهُ فَخَاصَمَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَهُ ثَمَنَهُ الَّذِي اشْتَرَاهُ بِهِ وَهُوَ لَكَ وَإِلَّا فَهُوَ لَهُ"، أخرجه الطحاوي (۱۵۴:۲)، ورجاله ثقات- قال: وحدثنا أبو بكر نوح بن حفص الاصمهاني ثنا سفيان الثوري عن سماك عن تميم بن طرفة عن النبي ﷺ نحوه، وهو مرسل-

۴۰۱۲- عن الحسن بن عمارة عن عبد الملك بن ميسرة عن طاوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فیما أخرزه العدو فاستنقذه المسلمون: "إِنْ وَجَدَهُ صَاحِبُهُ قَبْلَ أَنْ يَنْسَمَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَإِنْ وَجَدَهُ قَدْ قُسِمَ فَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِالْثَمَنِ" أخرجه الدارقطني والبيهقي، و قال: ابن عمارة متروك (زيلعي ۱۴۵:۲)، قلت: قد مر غير مرة انه حسن الحديث كابن

۳۰۱۱- تميم بن طرفة الطائي سے مروی ہے کہ ایک شخص سے اس کے دشمنوں نے اس کا اونٹ چھین لیا پھر ایک اور شخص (عثمانؓ) اس اونٹ کو ان دشمنوں سے خرید کر لے آیا۔ اور اس کے مالک نے اس اونٹ کو پہچان لیا اور اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں چھڑا پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو اس شخص کو اس کی قیمت دیدے جس قدر اس نے دے کر خریدا ہے پھر یہ اونٹ تیرا ہو جائے گا ورنہ وہ اس کی ملک میں ہے۔ (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحۃً دلالت ہے اس بات پر کہ حربی کا فرمسلمانوں کے مال پر غلبہ پانے کی صورت میں مالک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو حضرت عثمانؓ کا ان سے خریدنا درست نہ ہوتا۔ بلکہ بلا قیمت ہی مالک کو لوٹا دیا جاتا۔

۳۰۱۲- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس مال کی بابت جو دشمن (مسلمانوں سے لوٹ کر) دارالحرب میں لے جائے اور پھر مسلمان جنگ میں اس مال کو چھڑائیں، فرمایا کہ اگر مال والا اس مال کو (غنائم میں) تقسیم کئے جانے سے قبل پالے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اور مال کے تقسیم ہو جانے کے بعد وہ اسے پالے تو وہ مالک اگر چاہے تو قیمت کے ساتھ لے سکتا ہے۔ (دارقطنی، بیہقی)۔ ابن عمارة حسن الحدیث ہے نیز مسمر اور اسماعیل بن عیاش بھی عبد الملک بن ميسرة سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں جو کہ عمدہ متابع ہیں۔ لہذا یہ حدیث حجت پکڑنے اور اس سے تفسیر کرنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ احراز کی قید ہے کہ اس مال پر کفار کا مکمل قبضہ ہو گیا ہو اور وہ دارالحرب میں

اسحاق، و قال ابن عدی: و قد روى هذا الحديث عن مسعر عن عبد الملك واسنده الطحاوی عن علی بن المدینی عن یحیی بن سعید انه سال مسعرا عن هذا الحديث، فقال: هو من حديث عبد الملك بن ميسرة (الجواهر النقي ۲: ۱۰۵)، وهذه متابعة جيدة قوية و تابعه اسماعيل بن عياش، فرواه عن عبد الملك بن ميسرة كما في "المحلى" (۷: ۳۰۳) وهو حسن الحديث في غير اهل الشام كما ذكرنا في الاستدراك۔

۴۰۱۳- عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: "ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَآخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فِي رَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأَبْقَى عَبْدٌ لَهُ فَلَجَقِيَ بِالرُّومِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ"، رواه البخاري و مالك في "الموطأ" عن نافع به، وزاد: ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُصَيَّبَهُمَا الْمُقَابِسُ ۵۔

۴۰۱۴- وروی الدارقطنی من طریق رشدين عن يونس عن الزهري عن سالم عن

یہاں کی صورت میں ہوتا ہے۔ لہذا امام ابو حنیفہؒ کا اس مسئلہ میں اہراز کی قید لگانا بھی حدیث سے ثابت ہوا۔ اس حدیث میں لفظ اہراز کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مال پر کفار کا مکمل قبضہ نہ ہوا ہو تو مالک وہ مال مطلقاً لینے کا زیادہ حقدار ہے۔

۴۰۱۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک گھوڑا چھوٹ گیا اور دشمنوں نے اسے پکڑ لیا پھر جب مسلمان دشمنوں پر غالب آئے تو وہ گھوڑا انہیں واپس کر دیا گیا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے زمانے کا ہے۔ ایسے ہی انکا ایک غلام بھاگ کر روم کے علاقے میں (جو دار الحرب تھا) چلا گیا۔ پھر مسلمان ان پر غالب آئے تو حضرت خالد بن ولید نے یہ غلام انہیں واپس کر دیا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے بعد کا ہے۔ (بخاری باب اذا غنم المشركون مال المسلم وابوداد)۔ اور موطا میں مالک نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ان کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔

فائدہ: یعنی جب غلام اور گھوڑا کی تقسیم نہ کی گئی ہو تو تب تو بلا قیمت اصل مالک کو واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور اگر تقسیم کر دی گئی ہو تو پھر یہ حکم نہ ہوگا بلکہ پھر مالک چاہے تو قیمت کے ساتھ لے سکتا ہے۔

۴۰۱۴۔ سالم اپنے باپ (ابن عمرؓ) سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنا مال تقسیم کئے جانے سے قبل مال غنیمت میں

ہ مرفوعاً: مَنْ وَجَدَ مَالَهُ الْفَيْءَ قَبْلَ أَنْ يُقَسَّمَهُ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ وَجَدَهُ بَعْدَ مَا قُسِمَ فَلَيْسَ لَهُ  
شَيْءٌ وَقَالَ: رشدین ضعیف (زلیعی ۲: ۱۴۵)۔ قلت: قد مرتوثیہ فی الكتاب، وهو  
ختلف فیہ فیہو حسن الحدیث۔

۴۰۱۵- عن الشعبي عن زغبة السحيمي قال: ﴿كَتَبَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَدِيمٍ  
حَصْرٍ فَأَخَذَ كِتَابَهُ فَرَفَعَ بِهِ دَلْوَهُ فَبَعَثَ ﷺ سَرِيَّةً فَلَمْ يَدْعُوا لَهُ رَائِحَةً وَلَا سَارِحَةً، وَلَا أَهْلًا وَلَا  
أَلًا أَخَذُوهُ، فذكر الحديث- وفيه- أَنَّهُ خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مُبَادِرًا فَأَسْلَمَ وَقَالَ لَهُ ﷺ أَمَّا  
مَا كُنْتَ مِنْ مَالِكَ بَعِينِهِ قَبْلَ أَنْ يُقَسَّمَهُ فَأَنْتَ أَحَقُّ لَهُ، أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي  
"كَبِيرٍ" (جمع الفوائد ۲: ۷۰)۔ وسكت عنه فهو صحيح، او حسن على أصله، وفي "مجمع  
الروائد" (۲۰: ۶۶)۔ فيه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس، وبقيته رجاله رجال الصحيح اهـ۔

۴۰۱۶- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدي ثنا ابن المبارك عن سعيد بن

سفيان قال: قال ابن عمر: قال رسول الله ﷺ: مَنْ وَجَدَ مَالَهُ الْفَيْءَ قَبْلَ أَنْ يُقَسَّمَهُ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ وَجَدَهُ بَعْدَ مَا قُسِمَ فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ  
وَقَالَ: رشدین ضعیف (زلیعی ۲: ۱۴۵)۔ قلت: قد مرتوثیہ فی الكتاب، وهو  
ختلف فیہ فیہو حسن الحدیث۔

فائدہ: یعنی تقسیم ہو جانے کے بعد وہ بلا قیمت نہیں لے سکتا ہاں قیمت کے ساتھ وہ زیادہ مقدار ہے۔

۴۰۱۵- زغبة بھی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کی طرف سرخ چمڑے میں ایک خط لکھا تو اس نے آپ ﷺ کا خط  
اپنے دل پر پیوند کر لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک ایسا انکڑ بیجا جس نے کوئی موشی نہ چھوڑا اور نہ اہل اور نہ ہی مال گران  
تھی وہاں پر قبضہ کر لیا۔ پھر راوی نے (مکمل) حدیث بیان کی جس میں ہے کہ پھر وہ جلدی سے حضور ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول  
کیا۔ تب حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جو تو اپنا مال یعنی پائے اور وہ تقسیم نہ ہوا ہو تو اس (کے لینے) کا زیادہ مقدار ہے۔ اسے طبرانی  
میر میں روایت کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہذا یہ حدیث اس کے قاعدہ پر صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۴۰۱۶- قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس مال کے بارے میں جو مشرکین (مسلمانوں سے چھین کر)

ابی عروبہ عن قتادہ عن رجاء بن حیوة عن قبیصۃ بن ذویب رضی اللہ عنہ "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِيمَا أَحْرَزَهُ الْمُشْرِكُونَ فَاصَابَهُ الْمُسْلِمُونَ فَعَرَفَهُ صَاحِبُهُ قَالَ: إِنَّ أَدْرَكَهُ قَبْلَ أَنْ يُقْسَمَ، فَهُوَ لَهُ وَإِنْ جَرَتْ فِيهِ السَّهْمُ فَلَا شَيْءَ لَهُ"، أخرجه الطحاوی (۱۵۵:۲)۔ ورجاله ثقات و سندہ صحیح، و رواہ الدارقطنی (۴۷۲:۲)۔ وزاد: إِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، و قال ابو سهل: هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ بِالْثَمَنِ، و قال: هذا مرسل ۱۵۔

قلت: کلا، بل هو موصول، فان قبیصۃ ولد يوم الفتح، و قيل: يوم حنین، و قيل: اول سنة من الهجرة و تعقب، أُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا وُلِدَ فَدَعَا لَهُ، و قال: هذا رجل نبیه، ذکره ابن شاعین فی الصحابة، و قال ابن قانع: له رؤیة، کذا فی "الاصابة" (۲۷۱:۵) و سماع مثله عن عمر ممکن، و ادعی مسلم ان یتفق علیہ ان یکفی للاتصال امکان اللقاء و قبیصۃ سمع عثمان بن عفان، و زید بن ثابت و ابا الدرداء رضی اللہ عنہ، و ادرك ابا بکر الصديق رضی اللہ عنہ، وله سن لا ینکر معها سماعه من عمر (الجواهر النقی ۲: ۱۳۴-۲۰۵)۔

لے گئے ہوں اور پھر مسلمانوں نے اسے ہتھ لایا ہوا اور اس کا (اصلی) مالک اسے پہچان لے یعنی اس کے تقسیم ہونے سے قبل اسے پا لے تو وہ مال (بلا قیمت) اسی کا ہے۔ اور اگر اس کی تقسیم ہو چکی ہو تو اس کے لئے (بلا قیمت) کچھ نہیں۔ (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔ اور دارقطنی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے (کہ تقسیم ہو جانے کے بعد) اب وہ (مالک) بھی ان غائبین میں سے ایک عام آدمی ہے۔ اور ابو بکر فرماتے ہیں کہ وہ مالک (تقسیم کے بعد اس چیز کو) قیمت کے عوض لینے کا غیر کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موصول ہے۔ کیونکہ قبیصۃ فتح مکہ کے روز اور ایک قول پر غزوہ حنین کے موقع پر اور ایک قول کے مطابق پہلے سن ہجری کو پیدا ہوئے پس جب وہ پیدا ہوئے تو انہیں حضور ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی۔ ابن شاہین نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اور قبیصۃ کا حضرت عمرؓ سے سماع ممکن ہے۔ کیونکہ حدیث کے متصل ہونے کیلئے امکان ملاقات ہی بالاتفاق شرط ہے۔ قبیصۃ کا عثمان بن عفانؓ، ابو الدرداءؓ اور زید بن ثابتؓ سے سماع ثابت ہے۔



۴۰۱۷- حدثنا یزید بن سنان ثنا محمد بن خزیمہ ثنا ازھر بن سعد السمان عن ابن عیون عن رجاء بن حیوة أنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَأَبَا عُبَيْدَةَ قَالََا ذَلِكَ، اُخْرَجَهُ الطَّحَاوِی (۱۵۴:۲)، وهذا مرسل صحيح والظاهر ان رجاء اخذه من قبضة فيكون موصولا-

۴۰۱۸- حدثنا محمد بن خزیمہ ثنا یوسف بن عدی ثنا ابن المبارک عن ابن لھیعة عن بکیر بن عبد اللہ بن الاشج عن سلیمان بن یسار عن زید بن ثابت مثله اخرجه الطحاوی (۱۵۴:۲)، وسنده حسن وابن لھیعة ليس بدون من ابن اسحاق بل اجل منه-

۴۰۱۹- حدثنا احمد بن داود ثنا عبيد الله بن محمد انا حماد عن ايوب وحبیب و هشام عن محمد (هو ابن سيرين - مؤلف) أَنَّ رَجُلًا ابْتَنَعَ جَارِيَةً مِنَ الْعَدُوِّ، فَوَطَّئَهَا فَوَلَدَتْ سَنَةً فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَخَاصَمَهُ إِلَى شَرِيحٍ فَقَالَ: الْمُسْلِمُ أَحَقُّ أَنْ يَرُدَّ عَلَى أَخِيهِ بِالثَّمَنِ، قَالَ: وَهِيَ قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَقَالَ: اُعْتَقَهَا، قَضَاءُ الْأَمِيرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، اُخْرَجَهُ الطَّحَاوِی (۱۵۴:۲)، ورجاله كلهم ثقات-

۴۰۱۷- رجاء بن حیوة سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے ایسے ہی (یعنی قبل القسمة بلا قیمت لینے اور بعد القسمة قیمتیں دینے کا زیادہ حقدار ہے) فرمایا۔ (طحاوی)۔ رجاء نے قبضہ سے ہی یہ حدیث لی ہوگی۔ لہذا یہ حدیث موصول صحیح ہے۔  
۴۰۱۸- سلیمان بن یسار حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی اسی قسم کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ (طحاوی) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: سلیمان بن یسار حضرت میمونؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ام سلمہؓ، فاطمہ بنت قیسؓ، حمزہ بن ثابتؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابر بن عبد اللہ، مقداد بن اسود اور ابو رافعؓ کے راوی ہیں۔ (العنزیب: ۳: ۲۲۸)

۴۰۱۹- محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دشمن سے لوٹتی خرید لی پھر اس (خریدار) نے اس سے دہلی کی، اس سے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد اس کا مالک آگیا اور یہ بھگڑا قاضی شریح کے پاس لے گیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اپنے بچہ کی کو قیمت کے ساتھ واپس کر دے۔ اس (خریدار) نے کہا کہ اس (باندی) نے تو اس سے بچہ بھی جنم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سے آزاد کر دے اور یہ فیصلہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا ہے۔ (طحاوی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یہ قاضی شریحؒ کا فیصلہ ہے جو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے کے قاضی ہیں اور ساٹھ سال تک

۴۰۲۰- عن قتادة عن خلاص ان علي بن ابي طالب "قال: مَنْ اشْتَرَى مَا أُخْرِجَ  
الْعَدُوُّ فَهُوَ جَائِزٌ"، اخرجه الطحاوی (۱۵۵:۲)، وسنده صحيح ، و قال ابن حزم في  
"المحلى" (۳۰۱:۷): رواية خلاص عن علي رضي الله عنه صحيحة اهـ۔

۴۰۲۱- عن عيسى بن يونس عن ثور عن ابي عون عن زهرة بن يزيد المرادی "أَنَّ  
أَمَةً لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَبَقَتْ إِلَى الْعَدُوِّ فَعَيَّمَهَا الْمُسْلِمُونَ فَعَرَفَهَا أَهْلُهَا فَكَتَبَ فِيهَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ  
الْجَرَّاحِ إِلَى عُمَرَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ إِنْ كَانَتْ لَمْ تُخَمَّسْ وَلَمْ تُقَسِّمْ، فَهِيَ رَدٌّ عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنْ  
كَانَتْ قَدْ خُمِّسَتْ وَ قُسِّمَتْ فَأَنْصِبْهَا لِسَبِيلِهَا"، اخرجه ابن ابي شيبه، كما في  
"المحلى" (۳۰۱:۷)۔

۴۰۲۲- عن معتمر بن سليمان التيمي عن ابيه ان علي بن ابي طالب رضي الله عنه قال: مَا

قضا کے شعبہ سے منسلک رہے۔ انہیں حضرت علی رضي الله عنه نے اقصیٰ العرب کا خطاب دیا ہے اور وہ حضرت عمر رضي الله عنه و حضرت علی رضي الله عنه کے  
قضایا سے زیادہ واقف ہیں۔ قاضی شریح کے فیصلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خریدنا صحیح ہے اور خریدنا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ وہ  
مالک ہو چکے ہوں۔ لہذا کفار کا ہمارے مال کا مالک ہونا ثابت ہوا۔

۴۰۲۰- خلاص سے مروی ہے کہ حضرت علی رضي الله عنه نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کو خریدے جس کو دشمن نے قابو کیا ہوا ہے تو یہ  
خریدنا جائز ہے۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۰۲۱- زہرہ بن یزید مرادی سے مروی ہے کہ کسی مسلمان کی باندی دشمنوں (کافروں) کی طرف بھاگ گئی پھر مسلمانوں  
نے جنگ کے ذریعے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے مالکوں نے اسے پہچان لیا۔ پس ابو عبیدہ بن الجراح رضي الله عنه نے اس کے بارے میں  
حضرت عمر رضي الله عنه کو لکھا (کہ اس کے بارے میں کیا کیا جائے) تو حضرت عمر رضي الله عنه نے انہیں (جواب میں) لکھا کہ اگر اسے خُس میں نہ  
نکالا گیا ہو اور نہ ہی اسے تقسیم کیا گیا ہو تو اسے اس کے مالکوں پر لوٹا دیا جائے۔ اور اگر اسے خُس میں نکالا گیا ہو یا اسے تقسیم کر دیا گیا ہو تو پھر  
اسے ایسے ہی رہنے دو۔ (ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن بھاگے ہوئے غلام پر قبضہ کر کے اور دار الحرب میں محفوظ کر کے مالک ہو جاتے  
ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو پھر باندی کو تقسیم سے قبل اور تقسیم کے بعد مالکوں پر رد کر دیا جاتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقسیم کے بعد اصل  
مالک بغیر قیمت ادا کئے اس کے لینے کے حقدار نہیں۔

۴۰۲۲- سلیمان بن یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضي الله عنه نے فرمایا کہ مسلمانوں کا جو مال (کافر) دشمن (قبضہ کر کے دار الحرب میں)

خَزَرَةُ الْعَدُوِّ بَيْنَ أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ أَمْوَالِهِمْ“ اخرجہ ابن ابی شیبہ، کما فی المحلی“ (۳۰۰:۷)، وهو مرسل صحیح۔

۴۰۲۳ - عن قتادة أن مكاتبًا أسرهُ الْعَدُوُّ فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ فَسَالَ بَكْرُ بْنُ قُرَاشٍ عَنْهُ عَلَى أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ: ”إِنْ أَفْتَكَهُ سَيِّدُهُ، فَهُوَ عَلَى كِتَابَتِهِ، وَإِنْ أَبَى أَنْ يُفْتِكَهُ فَهُوَ لِلَّذِي اشْتَرَاهُ“ اخرجہ ابن ابی شیبہ، کما فی ”المحلی“ (۳۰۰:۷) ایضاً، واعلہ ابن حزم بان قتادہ لم یرک علیا ۱۵۔ قلت: ولكن بکر بن قرواش ادرکہ وهو من کبار التابعین الثقات من صحاب علیؓ (تتبعہ) المنفعة ص ۵۴، وسماع قتادہ منہ ممکن لکونہ من الطیقة الرابعة سی جل روايتہم عن کبار التابعین (تقریب ص ۳)۔

۴۰۲۴ - عن معمر عن الزهري ”مَا أَخْرَزَهُ الْمُشْرِكُونَ ثُمَّ أَصَابَهُ الْمُسْلِمُونَ فَهُوَ يَمٍّ، مَا لَمْ يَكُنْ حُرًّا أَوْ مُعَاهِدًا“، اخرجہ ابن ابی شیبہ (المحلی ۳۰۰:۷)۔

۴۰۲۵ - ومن طريق عثيمين عن المغيرة ويونس قال المغيرة: عن ابراهيم، و قال

مخوط کر لیں تو وہ مال ان کے مالوں کی طرح ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: فہو بمنزلۃ اموالہم سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں کے مال کے مالک ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ اسے دارالحرب میں لے جائیں۔

۴۰۲۳ - قتادہ سے مروی ہے کہ کسی مکاتب (غلام کی ایک قسم ہے) کو کافر دشمن نے قید کر لیا پھر اسے کسی (مسلمان) مرد نے خرید لیا تو بکر بن قرواش نے اس کی بابت حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر اس کا آقا اسے مانگی ہوئی قیمت دیدے تو وہ اپنے عہد کتابت پر باقی رہے گا اور اگر آقا مانگی ہوئی قیمت دینے سے انکار کر دے تو وہ غلام خریدار کا ہو گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۴۰۲۴ - معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ (مسلمانوں کا) جو مال مشرکین، تھیلایں اور پھر مسلمان اس پر قبضہ کر لیں تو وہ مال بشرطیکہ وہ مال آزاد (مرد) یا معاہد (یعنی ذمی) نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین ہمارے آزاد مرد اور ذمیوں پر قبضہ کرنے سے ان کے مالک نہیں ہوتے۔

موفق نفی میں یہی مسئلہ بیان فرما کر کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۴۰۲۵ - ابراہیم نخعی اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ (کافر) دشمن مسلمانوں کا جو مال تھیلایں پھر مسلمان اس مال پر قبضہ کر لیں

یونس: عن الحسن قالا جميعا: مَا غَنِمَ الْعَدُوُّ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِينَ فَغَنِمَهُ الْمُسْلِمُونَ فَصَاحِبُهُ أَحَقُّ بِهِ، فَإِنْ قُسِمَ فَقَدْ مَضَى (المحلى ۳۰۱:۷)۔

۴۰۲۶- حدثنا عثمان بن مطر الشيباني حدثنا ابو حريز عن الشعبي قال: "أَغَارَ أَهْلُ مَاءٍ" وَأَهْلُ "حُلُولَاءٍ" عَلَى الْعَرَبِ فَأَصَابُوا سَبَايَا مِنَ الْعَرَبِ وَرَقِيقًا وَمَتَاعًا ثُمَّ إِنَّ السَّائِبَ بْنَ الْأَقْرَعِ غَابِلَ عُمَرَ غَزَاهُمْ فَفَتَحَ مَاءَ وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ فِي سَبَايَا الْمُسْلِمِينَ، وَرَقِيقِهِمْ وَمَتَاعِهِمْ قَدْ اشْتَرَاهُ التُّجَّارُ مِنْ أَهْلِ مَاءٍ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ أَنَّ الْمُسْلِمَ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يُخَذِّلُهُ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَصَابَ رَقِيقَةً وَمَتَاعَهُ بَعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِنْ أَصَابَهُ فِي أَيْدِي التُّجَّارِ بَعْدَ مَا اقْتَسَمَ فَلَا سَبِيلَ إِلَيْهِ- وَإِيَّامًا حَرَّاشْتَرَاهُ التُّجَّارُ فَإِنَّهُ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِهِمْ فَإِنَّ الْحُرَّ لَا يُبَاعُ وَلَا يُشْتَرَى" أخرجه سعيد بن منصور (المغنى لابن قدامة ۴۸۱:۱۰)، و عثمان بن مطر ضعفه غير واحد، و قال عبدالله بن سالم: كان حافظا للحديث (التهمذيب ۱۵۵:۷)۔ و ابو حريز قاضي سجستان مختلف فيه، وثقه ابن معين في رواية

تو اس مال کا مالک اس مال کا زیادہ حقدار ہے (بشرطیکہ وہ مال تقسیم نہ ہوا ہو) اگر وہ تقسیم کر دیا گیا ہو تو پھر یہ تقسیم نافذ ہو جائے گی۔ (مکمل ابن حزم)۔

فائدہ: یعنی تقسیم کے بعد بغیر قیمت ادا کئے مالک نہیں لے سکتا البتہ قیمت لینے کا حقدار ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے یہ تفصیل کتاب الاثر میں مروی ہے۔

۴۰۲۶- شععی (تابعی) فرماتے ہیں کہ ماہ والوں اور طولاء والوں نے عرب پر چڑھائی کی اور قیدیوں، غلاموں اور سامان کو لوٹ کر لے گئے، پھر حضرت عمرؓ کے عامل اقرع بن حابس نے ان سے جنگ کی اور ماہ کا علاقہ فتح کر لیا پھر اقرع نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے ان قیدیوں، ان کے ان غلاموں اور ان کے ان مال و اسباب کے متعلق لکھا جنہیں مسلمان تاجر حضرات ماہ والوں سے خرید چکے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے اقرع کو (جواب میں) لکھا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ پس جو مسلمان بھی اپنا غلام اور سامان بعینہ پائے تو وہ اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے اور اگر وہ اسے (مسلمان) تاجروں کے ہاتھ میں تقسیم ہو جانے کے بعد پائے تو اب مالک کے لئے اس کو (بلا قیمت) لینے کا کوئی حق اور راستہ نہیں۔ (ہاں قیمت لے سکتا ہے جیسا کہ گذرا) اور جس آزاد کو مسلمان تاجروں نے خریدا ہو تو ان تاجروں کی ادا کردہ قیمت (بیت المال سے) ان کو لوٹائی جائے گی۔ کیونکہ آزادی کی خرید و



والموزعة وابو حاتم وابن حبان والدارقطنی، وتکلم فیہ آخرون (التہذیب ۵: ۱۸۵)، وانما ذکرناه اعتضاداً به، لا احتجاجاً۔

## باب اذا اسلم عبد الحربی ثم خرج الینا او ظهر غلی الدار

### او خرج الی عسکر المسلمین فهو حر

۴۰۲۷- عن ربیع بن حراش عن علی رضی اللہ عنہ قال: خَرَجَ عَبْدَانِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُدَيْبِيَّةٍ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَقَالَ مَوَالِيهِمْ: يَا مُحَمَّدُ! وَاللَّهِ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ وَإِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! رُدُّهُمْ إِلَيْهِمْ فَعَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَمَّا أَن يَرُدُّهُمْ، وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ رواه ابو داود وسكت عنه واللفظ له والترمذی وقال: حسن صحيح غريب، والحاكم في "المستدرک"، وقال: صحيح على شرط مسلم (ربعی ۲: ۶۰)۔

روایت جائز نہیں ہے۔ سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔ اس میں عثمان بن مطر اور ابو یزید مختلف فیہ ہیں لہذا یہ حسن الحدیث ہیں۔ یہ حدیث اعتضاداً و بیان کی گئی ہے، بطور مستقل حجت کے بیان نہیں کی گئی۔

**فائدہ:** جس طرح حر (آزاد) کی بیع و اشراء جائز نہیں اسی طرح مکاتب، ام ولد اور مدبر کی بیع بھی جائز نہیں۔ لہذا استیلاء کے مسئلہ میں وہ بھی حر کے شریک ہونگے یعنی کافر اگر مکاتب یا ام ولد پر قبضہ کر لیں تو وہ ان کے مالک نہ ہونگے۔

## باب۔ جب کسی حربی کا غلام مسلمان ہو کر ہماری طرف بھاگ آئے یا دار الحرب پر ہی قبضہ کر لیا جائے

### یا وہ مسلمانوں کے لشکروں کی طرف بھاگ آئے تو وہ آزاد ہی ہوگا

۴۰۲۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے قبل (کافروں کے) غلام رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ آئے تو ان غلاموں کے مالکوں نے کہا اے محمد! قسم بخدا وہ غلام آپ ﷺ کے دین کی طلب و شوق میں تمہارے پاس نہیں آئے۔ بلکہ وہ تو صرف غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ سچ کہتے ہیں (کہ ان کا مقصد دین کا حصول نہیں بلکہ غلامی سے نجات ہے) لہذا آپ ﷺ ان کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیجئے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ غضبناک ہوئے اور پس کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ (غلام) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی) امام ابوداؤد نے اس پر

۴۰۲۸- عن الحجاج بن ارطاة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما "أَنَّ عَبْدَ بْنَ خَرَجًا مِنَ الطَّائِفِ فَاسْلَمَا فَأَعْتَقَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ أَحَدُهُمَا أَبُو بَكْرَةَ"، أخرجه احمد واسحاق بن راهويه وابن ابی شيبه والطبرانی (زيلعي ۶۰:۲)، وهذا سند حسن، وفي لفظ لابن ابی شيبه بهذا الاسناد: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعْتِقُ مَنْ آتَاهُ مِنَ الْعَبْدِ إِذَا اسْلَمُوا وَقَدْ اُغْتَقَ يَوْمَ الطَّائِفِ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُو بَكْرَةَ (زيلعي ۱۶:۱۴) ايضاً، وروى الواقدي في المغازي: حدثني موسى بن محمد بن ابراهيم التيمي عن ابيه فذكره، وقال: "وَنَادَى مُنَادِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ أَيُّمَا عَبْدٍ نَزَلَ مِنَ الْحِصْنِ إِلَيْنَا فَهُوَ حُرٌّ فَنَزَلَ أَبُو بَكْرَةَ" الحديث (زيلعي ۶۰:۲).

۴۰۲۹- عن معمر عن عاصم عن ابی عثمان عن ابی بكرة رضي الله عنه خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحَاصِرُ أَهْلِ الطَّائِفِ بِنِثْلَةٍ وَعِشْرِينَ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُمْ فَهُمْ يُقَالُ لَهُمُ: الْعَتَقَاءُ۔ رواه

سکوت فرمایا ہے۔ (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور حاکم نے اسے روایت کر کے فرمایا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۰۲۸- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ (کافروں کے) دو غلام طائف سے بھاگ کر (مسلمانوں کے پاس) آئے اور اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کو آزاد کر دیا۔ ان میں ایک ابوبکرؓ بھی تھے۔ (احمد، اسحاق بن راہویہ، طبرانی، ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ ہر اس غلام کو آزاد کر دیتے تھے جو حضور ﷺ کے پاس آتا بشرطیکہ وہ اسلام قبول کر لیتا۔ آپ ﷺ نے طائف کے دن دو غلاموں کو آزاد کیا جن میں سے ایک ابوبکرؓ تھے۔ اور واقدی نے کتاب المغازی میں روایت کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم تمیمی فرماتے ہیں کہ اس (طائف کے) دن حضور ﷺ کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ جو غلام بھی قلعہ سے بھاگ کر ہمارے پاس آئے گا وہ آزاد ہوگا۔ پس (یہ سن کر) ابوبکرؓ اترے۔ الحدیث۔

۴۰۲۹- ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ وہ ہمیں غلاموں کے ساتھ بھاگ کر حضور ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ نے طائف والوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ تب سے ان غلاموں کو "عتقاء اللہ" کہا جانے لگا۔ (مصنف عبد الرزاق)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کا غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس بھاگ آئے تو وہ آزاد ہو جائے

عبدالرزاق (درایۃ ص ۲۳۷) و سندہ حسن۔

۴۰۳۔ عن خالد بن الولید أَنَّهُ كَتَبَ لِأَهْلِ الْحَيْرَةِ كِتَابًا وَفِيهِ: وَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبِيدِهِمْ أَسْلَمَ أَقِيمَ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، فَبِيعَ بِأَعْلَى مَا يَقْدَرُ عَلَيْهِمْ فِي غَيْرِ الْوَكْسِ، وَلَا تَعْجِيلٍ وَدَفْعَ ثَمَنِهِ إِلَى صَاحِبِهِ، أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ أَبُو يُوسُفَ فِي "الْجَرَّاح" (ص ۱۷۲)، وَاحْتِجَ بِهِ فَهُوَ حُجَّةٌ۔

۴۰۳۱۔ عن معمر بن عمرو بن ميمون "قال: كَتَبَ عُمرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِيمَنْ أَسْلَمَ مِنْ رَقِيقِ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَنْ يُبَاعُوا وَلَا يُتْرَكُونَ يَسْتَرْقُونَهُمْ، وَيُدْفَعُ أَمَانَتُهُمْ إِلَيْهِمْ، فَمَنْ قَدَّرَتْ عَلَيْهِ بَعْدَ تَقْدِيمِكَ إِلَيْهِ اسْتَرْقَ شَيْئًا مِنْ سَبْيِ الْمُسْلِمِينَ يَمْنَنْ قَدْ أَسْلَمَ وَصَلَّى فَأَعْتَقَهُ" رواه عبدالرزاق (المحلى لابن حزم ۷: ۳۲۱)۔

و فی الباب قصۃ اسلام سلمان الفارسی بالمدينة و کان عَبْدَ الْيَهُودِيِّ فَأَمَرَهُ ﷺ أَنْ

کہ خواہ مسلمان دارالحرب میں ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان دارالحرب میں ہی تھے کہ ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔  
تین پھر بھی بھاگ کر آنے والے غلاموں کو آزاد کر دیا گیا۔

۴۰۳۰۔ خالد بن ولید سے مروی ہے کہ انہوں نے اہل حیرۃ کیلئے خط لکھا کہ ان کے غلاموں میں سے جو بھی مسلمان ہو جائے تو اس غلام کو مسلمانوں کے بازار میں کھڑا کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر اسے بیچا جائے بغیر اس کی قیمت میں کمی کے اور بغیر جلد بازی کے اور اس کی قیمت اس کے مالک کو ادا کی جائے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف) امام ابو یوسفؒ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث دلیل پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۰۳۱۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ذمیوں کے مسلمان ہو جانے والے غلاموں کے بارے میں کہا کہ ان کو بیچا جائے اور ذمیوں کو ان (مسلمان ہو جانے والے) غلاموں کا مالک بنانے کے نہ چھوڑ دیا جائے اور ان کی قیمتیں ان ذمیوں کو دے دی جائیں اور (آپ نے یہ بھی لکھا کہ) جس ایسے ذمی پر تجھے قدرت حاصل ہو جائے جس نے مسلمان قیدیوں میں سے کسی ایسے کو حکم بنایا ہو جو قیدی مسلمان ہے اور نمازی بھی جبکہ اس ذمی کو آپ کی طرف سے کسی مسلمان کو غلام بنانے کی عزم اجازت کا حکم بھی پہنچ چکا ہو تو اس مسلمان غلام کو آزاد کر دے (مصنف عبدالرزاق)۔ نیز اس مسئلہ میں مدینہ منورہ میں سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا قصہ بھی (احناف کا مآخذ ہے جو کہ اسلام لاتے وقت) ایک یہودی کے غلام تھے تو حضور ﷺ نے اس یہودی کو حکم دیا کہ وہ مسلمان کو مکاتب سے لے۔ (بخاری و مسلم)۔

يُكَاتِبُهُ، اخرجها الشيخان وغيرهما۔

۴۰۳۲- عن ابی سعید الاعسم قال: **قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعَبْدِ وَسَيِّدِهِ قَضِيَّتَيْنِ قَضَى أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا خَرَجَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ قَبْلَ سَيِّدِهِ أَنَّهُ حُرٌّ فَإِنْ خَرَجَ سَيِّدُهُ بَعْدَ لَمْ يُرَدَّ عَلَيْهِ وَقَضَى أَنَّ السَّيِّدَ إِذَا خَرَجَ قَبْلَ الْعَبْدِ ثُمَّ خَرَجَ الْعَبْدُ رُدَّ عَلَى سَيِّدِهِ**۔ رواه سعيد بن منصور (المغنی ۱۰: ۴۷۷)، ورواه احمد، وقال: اذهب اليه، وهو مرسل (نیل الاوطار ۷: ۲۱۳)۔

**باب الحزبی یسلم فی دار الاسلام ثم یرجع الی دار الحرب**  
**بلا امان کاتما اسلامه لجمع ماله بها من الاموال فهو له کله ولا یخمس**

۴۰۳۳- حدثنا یحییٰ بن عثمان بن صالح ثنا نعیم بن حماد ثنا ابن المبارک، و محمد

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد نہیں ہوگا بلکہ ذمی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے پیچھے اور اگر امام کی طرف سے نبی آنے کے باوجود ذمی مسلمان غلام کو غلام بنائے تو اسے آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا اس کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔

۴۰۳۲- ابو سعید اعظمؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غلام اور اس کے آقا کے بارے میں دو فیصلے صادر فرمائے (ایک یہ) فیصلہ فرمایا کہ اگر غلام اپنے آقا سے قبل دار الحرب سے (مسلمان ہو کر) نکل آئے تو وہ آزاد ہے اور پھر اس کے بعد اس کا آقا بھی (دار الحرب سے) نکل آئے تو وہ (غلام) اس مالک کو نہیں لوٹایا جائے گا۔ اور (دوسرا یہ) فیصلہ فرمایا کہ اگر آقا غلام سے قبل (مسلمان ہو کر دار الحرب سے) نکل آئے پھر اس کا غلام نکلے تو وہ غلام اس کے آقا کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے بھی اسے روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے (لیکن ایک امام مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادی اس صورت میں ہے کہ جب غلام آقا سے قبل مسلمان ہو کر دار الحرب سے نکل آئے۔

**باب - حربی دار الاسلام میں مسلمان ہو کر پھر دار الحرب میں اپنا مال لینے کیلئے بلا امان کے داخل ہو**

**تو وہ مال اسی کا ہوگا اور اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔**

۴۰۳۳- حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حجاج بن علاط سلمیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میرے اہل وعیال اور مال و اسباب ہیں اور میرا ان کو لانے کا ارادہ ہے۔ پس اگر آپ ﷺ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کے



عن ثور عن معمر عن ثابت عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ "أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ غَلَاظٍ السَّلَمِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي بِمَكَّةَ أَهْلًا وَمَالًا وَقَدْ آذَنْتُ إِيَّانَهُمْ فَإِنْ آذَنْتَ لِي أَنْ أَقُولَ فِيكَ فَعَلْتُ، فَإِنْ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَقُولَ مَا شَاءَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ قَدْ سَتَّيْحُوا وَإِنَّمَا جِئْتُ لِأَخَذِ أَهْلِي وَمَالِي فَأَشْتَرِي مِنْ غَنَائِمِهِمْ وَفَمَّا ذَلِكَ فِي أَهْلِ مَكَّةَ فَبَلَغَ ذَلِكَ الْعَبَّاسُ، فَفَتِنَ بِهِ وَاخْتَفَى مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطْهَرَ الْمُشْرِكُونَ الْفَرْخَ بِذَلِكَ، فَكَانَ الْعَبَّاسُ لَا يُمِرُّ بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِهِمْ إِلَّا قَالُوا: يَا أَبَا الْفَضْلِ! لَا يَسُوءُكَ اللَّهُ. قَالَ: فَبَعَثْتُ غُلَامًا لَهُ إِلَى الْحَجَّاجِ بْنِ غَلَاظٍ، فَقَالَ: وَذَلِكَ مَا هَذَا الَّذِي جِئْتَ بِهِ؟ فَالَّذِي وَعَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ خَيْرٌ مِمَّا جِئْتَ بِهِ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لِعُلَامِيهِ: "إِقْرَأُوا عَلَيَّ أَبِي الْفَضْلِ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ يَتَخَلَّى فِي بَعْضِ بُيُوتِهِ، فَإِنَّ الْخَبَرَ عَلَى مَا يَسْرُهُ فَلَمَّا آتَاهُ الْغُلَامُ فَأَخْبَرَهُ فَأَقَامَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مَا بَيْنَ غَيْنِيهِ، وَأَعْتَقَهُ ثُمَّ آتَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ غَلَاظٍ فَخَلَا بِهِ فِي بَعْضِ بُيُوتِهِ، وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ فَتَحَ عَلَيَّ رَسُولِهِ خَيْرٌ وَجَرَتْ فِيهَا سَهَامُ الْمُسْلِمِينَ وَأَصْطَفَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَفِيَّةً لِنَفْسِهِ. وَإِنِّي

بارے میں (کفار کے سامنے) کچھ نامناسب الفاظ کہوں تو میں ایسا کر لوں؟ پس آپ ﷺ نے اسے اس بات کی اجازت دی کہ وہ جو کچھ چاہے کہہ لے۔ پس جب وہ مکہ آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تحقیق محمد ﷺ کے ساتیوں کا خون و مال حلال سمجھ لیا گیا ہے (یعنی یہ نہ والے ان کو مارنا جائز سمجھے ہوئے ہیں) اور میں (میں) اس لئے آیا ہوں تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور مال لے جاؤں اور ان کی مالی قسمت میں سے کچھ خریدوں۔ پس یہ بات مکہ والوں میں پھیل گئی حتیٰ کہ حضرت عباسؓ کو بھی یہ بات پہنچی۔ پس اس بات کی وجہ سے ان کو پریشانی ہوئی اور مکہ میں جو بھی مسلمان تھا وہ چھپ گیا اور مشرکین مکہ نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عباسؓ جس مجلس کے پاس سے بھی گذرتے تو مشرکین ان سے (استہزاء) کہتے "اے ابوالفضل! اللہ آپ سے برا سلوک نہ کرے۔" انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عباسؓ نے اپنا ایک غلام حجاج بن غلاظ کے پاس بھیجا اور کہا کہ تو ہلاک ہو! یہ تو کسی بری خبر لایا ہے؟ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے (مسلمانوں سے) جو وعدہ کیا وہ تو تیری اس لائی ہوئی خبر سے بہتر ہے۔ پس حجاج بن غلاظ نے اس کے غلام سے کہا کہ "ابوالفضل (عباسؓ کی کنیت ہے) کو (میرا) سلام کہو اور ان سے کہو کہ وہ کسی جگہ (مجھ سے) غلطی میں ملیں۔ بے شک خبر ایسی ہے جو ان کو خوش کرے گی۔ پس جب غلام حضرت عباسؓ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو عباسؓ نے کھڑے ہو کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور اسے آزاد کر دیا پھر حجاج ان کے پاس آئے اور ایک گھر میں ان سے غلطی میں ملے اور حجاج نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خیر

اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَقُولَ فِيهِ مَا شِئْتُ فَإِنْ لِي مَالًا بِمَكَّةَ آخُذُهُ، فَأَذِنَ لِي أَنْ أَقُولَ مَا شِئْتُ فَآكَيْتُمْ عَلَيَّ ثَلَاثًا ثُمَّ قُلَ مَا بَدَأَ لَكَ۔ ثُمَّ أَتَى الْحَجَّاجُ أَهْلَهُ فَأَخَذَ مَالَهُ ثُمَّ انْشَمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ“ الحديث، رواه الطحاوی فی ”مشكله“ (۲۴۲:۴)، ورجال سنده ثقات غیر ما فی یحیی بن عثمان من المقال، وقال الحافظ فی ”الفتح“ (۱۱۱:۶): قصة الحجاج بن علاط من حديث انس رواه احمد وابن حبان والنسائي، وصححه الحاكم اهـ۔ وقال ابن سعد: قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ بِخَيْبَرَ فَأَسْلَمَ وَسَكَنَ الْمَدِينَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اخبرنا معمر عن ثابت عن انس رضي الله عنه لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ، قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ عَلَاطٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي بِمَكَّةَ أَهْلًا وَمَالًا وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ آتِيَهُمْ فَأَنَا فِي جِلٍّ إِنْ قُلْتُ فِيكَ شَيْئًا؟ فَأَذِنَ لَهُ رضي الله عنه الحديث بطوله، رواه احمد واسحاق عن عبد الرزاق و رواه النسائي عن اسحاق، كذا فی ”الاصابة“ (۳۲۷:۱)۔ قلت: وهذا سند صحيح على شرط الشيخين۔

کی فتح عطا فرمائی ہے۔ اور ان کے مالوں میں مسلمانوں کے حصے جاری ہوئے ہیں۔ (یعنی ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے) اور حضور ﷺ نے اپنے لئے حضرت صفیہؓ کو چن لیا ہے۔ اور میں نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ میں جو چاہوں آپ کے بارے میں کہہ سکوں کیونکہ میرا کہہ میں مال ہے جسے میں لینا چاہتا ہوں۔ پس حضور ﷺ نے مجھے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میں جو چاہوں کہوں۔ پس یہ بات تین دن تک چھپائے رکھنا (تاکہ میں نکل جاؤں سامان لیکر) پھر جو مناسب ہو کہہ دیتا۔ پھر حجج اپنے گھر والوں کے پاس آئے اور اپنا سامان و اسباب لے کر جلدی سے مدینہ منورہ کی طرف کھسک گئے۔ (مشکل طحاوی)۔ اس کی سند کے راوی سوائے یحییٰ بن عثمان کے ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حجج بن علاط کی یہ حدیث حضرت انسؓ سے احمد، ابن حبان، نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے۔ اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ ابن سعد رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خیبر میں تھے کہ حجج آئے اور اسلام قبول کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اور عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حجج نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ میں میرے اہل و عیال اور مال و اسباب ہیں اور میں ان کو لانا چاہتا ہوں۔ تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں آپ کے بارے میں (ان کے سامنے) جو چاہوں کہوں۔ تو حضور ﷺ نے انہیں اجازت دیدی۔ الحدیث۔ اسے احمد واسحاق نے

## ابواب الاستئمان

باب لا يجوز لمسلم دخل دار الحرب بامان ان يغدر بهم

فان اخذ مالهم غدرًا واحرزہ بدارنا فهو له ولا يخمس ولا يجبر على رده

۴۰۳۴- عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ: لَا تَغْلُوا وَلَا تُمَثِّلُوا﴾ الحديث رواه احمد، وهو حديث حسن،  
له شواهد، كما تقدم في باب من لا يجوز قتله من هذا الكتاب-

۴۰۳۵- عن ابن عمر رضى الله عنهما ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِيَوَاءَ

عبد مرزاق سے اور نسائی نے اسحاق سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ یہ قصہ مختلف کتب میں بال تفصیل مروی ہے لیکن حضور ﷺ نے اس کے مال سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا اور نہ ہی شمس لیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ مال اسی کا ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی قسم کا تعرض کیا ہوتا تو حدیث کی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ نیز اس میں یہ بھی قیم ہے کہ خواہ امام کی اجازت سے جائے یا امام کی اجازت کے بغیر۔ بہر دو صورت مال اسی کا ہوگا اور اس میں کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب تک اہل حرب اس کے مال سے تعرض نہ کریں وہ مال اس کی ملک پر باقی رہتا ہے۔

## امن طلب کرنے کے ابواب

باب - کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ امان لے کر دار الحرب میں داخل ہو کر ان سے عہد شکنی کرے

پھر اگر وہ عہد شکنی کر کے ان کا مال لے کر دار الاسلام میں لے آئے تو وہ اسی کا ہوگا۔ نہ اس میں

خمس لیا جائے گا اور نہ ہی اسے واپس کرنے پر مجبور کیا جائے گا

۴۰۳۶- ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب لشکروں کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو ان کو (مختلف) نصیحتیں فرماتے جن میں

یہ بھی ہوتا کہ خیانت اور عہد شکنی نہ کرو اور نہ ہی مثلاً کرو۔ الحدیث (مسند احمد)۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں جو باب ”امن لا يجوز قتله“ میں گزر چکے ہیں۔

فائدہ: جب جنگ کرنے والے مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اہل حرب سے کسی قسم کی خیانت اور عبد مہدی یا دھوکہ بازی کرے تو دار الحرب میں امن لے کر جانے والے مسلمان کیلئے بطریق اولیٰ جائز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ان سے کسی قسم کی خیانت کرے۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ بِنِ فُلَانٍ ﴿ رواہ ابو داود (بسنند صحیح)، و قال المنذرى: و اخرجه البخارى و مسلم و النسائى (عون المعبود ۳: ۳۷)۔

۴۰۳۶- عن المسور بن مخرمة و مروان فى قصة الحديدية: وَكَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ صَاحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَتَلَهُمْ، وَآخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَاسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَّا الْإِسْلَامُ فَاقْبَلْ وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ ﴿ الحديث بطوله اخرجه البخارى (فتح البارى ۵: ۲۴۸)۔ و لفظ ابى داود ﴿ أَمَّا الْإِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا وَأَمَّا الْمَالُ فَإِنَّهُ مَالُ غَدْرٍ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ ﴾، فذكر الحديث (عون المعبود ۳: ۴۰)۔

۴۰۳۷- ابن وهب عن ابن لهيعة عن عقيل عن ابن شهاب "أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ نَزَلَ وَأَصْحَابُ لَهُ بِأَيْلَةٍ فَشَرِبُوا خَمْرًا حَتَّى سَكِرُوا وَنَامُوا وَهُمْ يَوْمَئِذٍ كُفَّارٌ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَامَ إِلَيْهِمُ الْمُغِيرَةُ فَذَبَحَهُمْ جَمِيعًا، ثُمَّ آخَذَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنْ شَيْءٍ، فَسَارَ بِهِ حَتَّى قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاسْلَمَ الْمُغِيرَةُ وَدَفَعَ الْمَالُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَخْبَرَهُ الْخَبَرُ فَقَالَ

۴۰۳۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کیلئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ منذری فرماتے ہیں کہ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے مطلقاً عہد شکنی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور متاسن بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔

۴۰۳۶- مسور بن مخرمہ اور مروان سے حدیبیہ کے قصے میں مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ زمانہ جاہلیت میں ایک جماعت کے ساتھ (سفر میں) تھے کہ آپ نے ان ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال و اسباب لے لیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہو گئے۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہر حال تیرا اسلام لانا تو میں قبول کرتا ہوں اور لیکن تیرا یہ مال بہر حال میرا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ الحدیث۔ بخاری نے اسے طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) بہر حال (تیرا) اسلام لانا ہم نے قبول کر لیا ہے اور تیرے مال کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ یہ عہد شکنی کا مال ہے۔ الحدیث۔

۴۰۳۷- ابن شہابؓ سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ اور اس کے ساتھیوں نے ایلیہ مقام پر پڑاؤ کیا اور انہوں نے شراب پی حتیٰ کہ سب مست ہو گئے اور سو گئے اور وہ سب اس وقت کافر تھے اور یہ مغیرہ بن شعبہؓ کے اسلام لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔ پس مغیرہ بن شعبہؓ



رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اَنَا لَا نُخَمِّسُ مَالَ أَحَدٍ غَضَبًا، فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الْمَالَ فِي يَدِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، اُخْرَجَهُ سَحْنُونُ فِي الْمَدُونَةِ (۱: ۳۸۲) وَهُوَ مَرْسَلٌ حَسَنٌ۔

۴۰۳۸ - ابن وهب عن عمر بن الحارث والليث بن سعد عن بكير بن الاشج "أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَتَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ قَتَلَ أَصْحَابَهُ وَجَاءَ بِغَنَائِمِهِمْ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الْمَالَ لِلْمُغِيرَةَ وَهُوَ كَافِرٌ وَهُمْ كُفَّارٌ" (ای حین قتلہم ہو)، اخرجہ سحنون فی المدونۃ" (۱: ۳۸۲)، وهو مرسل صحيح شاهد للمرسل قبلہ۔

۴۰۳۹ - عن عبد الملك بن عمير ثنا عامر بن شداد ثنا عمرو بن الحمق رضي الله عنه قال:

ان کی طرف اٹھے اور ان سب کو قتل کر ڈالا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب ہتھیا لیا۔ پھر مغیرہ وہ سامان لے کر چلے اور حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ (لونا ہوا) مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ ﷺ سے سارا قصہ بھی بیان کر دیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم کسی کے ایسے مال میں سے خنس نہیں لیتے جو اس نے غضب کیا ہوا ہو۔ پس حضور ﷺ نے وہ مال حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس ہی رہنے دیا۔ (بحون فی المدونہ) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۳۸ - بکیر بن الاشج سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ حضور ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کو قتل کر کے ان کے مال و اسباب ہتھیا کر لائے تھے تو حضور ﷺ نے وہ مال مغیرہ کے پاس ہی رہنے دیا۔ اور قتل کرتے وقت مغیرہ اور ان کے متول ساتھی (سب) کافر تھے۔ (مدونہ بحون)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور ما قبل کی حدیث کیلئے بہترین شاہد ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالت امن میں کفار کا مال بد عہدی و خیانت سے لینا درست نہیں۔ البتہ اگر عہد شکنی سے وہ کفار کا مال لے لے تو پھر وہ مال اسی کا ہوگا کیونکہ مالی مباح پر اس کی ملکیت واقع ہوئی ہے۔ لہذا حضور ﷺ کے فرمان "مَنْ اسْلَمَ عَلَى شَيْءٍ فَهُوَ لَهُ" کے تحت وہ اس کا مالک ہوگا۔ لیکن چونکہ اس میں عہد شکنی کا دخل ہے لہذا اس میں بحث پیدا ہو گیا ہے، اس لئے اس میں سے خنس نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اس بات کا حکم کیا جائے گا کہ اس مال کو واپس لوٹا دے کیونکہ حضور ﷺ نے واپس کرنے کا مغیرہ کو حکم نہیں دیا حالانکہ حقیقت حال حضور ﷺ پر مشکف ہو چکی تھی۔ اور عہد شکنی سے قتل کرنے کی صورت میں چونکہ کافر کفارہ کا عیب بھی نہیں اس لئے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام لانا تا قبل کے تمام گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ البتہ مسلمان تاجر یا مسلمان مستامن ایسی حرکت کرے یعنی مال چھین لے عہد شکنی سے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ یہ مال صدقہ کر دے (ہدایہ)۔

﴿سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا اطْمَأَنَّ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ ثُمَّ قَتَلَهُ بَعْدَ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ نَصَبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَوَاءً غَدِرٌ﴾، اخرجہ الحاکم فی "المستدرک" (۴: ۳۵۳)، وصححه وافرہ علیہ الذہبی ورواہ النسائی وابن ماجہ من رواية رفاعۃ بن سواد عنه مرفوعا بلفظ: مَنْ اَمَنَّ رَجُلًا عَلَى ذِمِّهِ فَقَتَلَهُ، فَاَنَّا بَرِيءٌ بَيْنَ النَّاقِلِ، وَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ كَافِرًا، كَذَا فِي "الاصابة" (۴: ۲۹۴)۔

باب لا يمكن للحربى المستامن من الإقامة فى دارنا سنة فان اقام تمام

السنة وضعت عليه الجزية بعد التقدم اليه و كذا اذا اشترى ارضا خراجية

۴۰۴۰۔ حدثنا قيس بن الربيع عن مغلس عن مقاتل بن حيان عن ابى مجلز عن زياد بن حدير قال: "كُتِبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّاسٍ مِنْ أَهْلِ الْخَرْبِ يَدْخُلُونَ أَرْضَنَا أَرْضَ الْإِسْلَامِ فَيَقِيمُونَ، قَالَ: فَكُتِبَ إِلَى عُمَرَ إِنْ أَقَامُوا سِنَةً أَشْهُرٍ فَخُذْ مِنْهُمْ الْعُسْثِرَ، وَإِنْ أَقَامُوا سِنَةً فَخُذْ مِنْهُمْ نِصْفَ الْعُسْثِرِ"، اخرجہ يحيى بن آدم فى "الخراج" (ص ۱۷۲) له، وفيه مغلس لم اعرف من هو ولم اجد له ترجمة۔ قال المنحشى (ص ۲۵): وانما وجدت فى "فهرس تاريخ الطبرى" مغلس بن زياد العاسرى ومغلس بن عبد الرحمن ولا ادرى هل هو

۴۰۳۹۔ عمرو بن الحکمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو (یہ فرماتے ہوئے) سنا کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے مطمئن ہو پھر ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے جبکہ دوسرا پہلے سے مطمئن ہو چکا تھا تو قیامت کے دن اس کیلئے بد عہدی اور خیانت کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ نسائی اور ابن ماجہ نے اسے مرفوعاً رفاعۃ بن سواد سے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ جس نے کسی شخص کو اس کے خون کی امان دی اور پھر اسے قتل کر دیا تو میں قاتل سے بیزار ہوں اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

باب۔ حربى مستامن کو دار الاسلام میں ایک سال رہنے کی اجازت نہیں دی جائیگی پس اگر وہ

ایک سال تک رہے تو اس پر جزیہ مقرر کیا جائے گا اور اسی طرح اگر وہ خراجی زمین خریدے تو بھی۔

۴۰۴۰۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ میں نے ان حربیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا جو ہماری زمین یعنی دار الاسلام میں داخل ہوتے ہیں اور (یہاں) سکونت اختیار کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) مجھے لکھا کہ اگر وہ چھ ماہ (یہاں) دار الاسلام

حدهما اولا اہ۔ قلت: والاثر احتج بہ یحییٰ بن آدم واحتجاج مثله بشیء حجة۔

۴۰۴۱- اخبرنا اسماعیل بن عیاش عن عبد اللہ بن یسار السلمی، قال: سُبِّ نَاسٌ مِنْ أَشْرَافِ الرُّومِ فَخَرَجَ مَعَهُمْ نَاسٌ مِنْ قِرَابَاتِهِمْ بِأَمَانٍ فَلَمَّا وَقَفُوا بِالْشَّامِ تَفَرَّقُوا مَعَ قِرَابَاتِهِمْ، فَكَتَبُوا عَلَى ذَلِكَ لَا يُؤْذُونَ الْخَرَاجَ فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِيهِمْ، فَكَتَبَ أَنْ خَبَرَهُمْ، فَإِنْ أَحْبَبُوا أَنْ يَقِيمُوا مَعَ أَهْلِ ذِمَّتِنَا بِمِثْلِ مَا يُعْطَى مِثْلَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ فَذَلِكَ لَهُمْ، وَإِنْ أَبَوْا فَسَيَرُّوهُمْ إِلَى بِلَادِهِمْ بِأَمَانٍ، أخرجه محمد فی "السیر الکبیر" (۴: ۲۳۷)، و عبد اللہ بن یسار هو عبد اللہ بن ابی نجیح من رجال الجماعة ثقة (تهذيب ۵: ۶)، والاثر حجت بہ محمد، فهو حجة۔

۴۰۴۲- عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدْ سَتَقَالَ هِجْرَتَهُ وَمَنْ نَزَعَ صَعَارَ كَافِرٍ مِنْ غُنْفِهِ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ»، أخرجه ابوداود و سکت عنه و قال المنذرى: فی اسناده بقية بن الوليد وفيه مقال اہ۔ (عون المعبود ۳: ۱۴۸)۔

میں) کہ جس تو ان سے عشر لے لو اور وہ ایک سال قیام کرے تو ان سے نصف عشر وصول کرو۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کر کے اس سے دلیل پکڑی ہے لہذا یہ حدیث حجت بنائے جانے کے قابل ہے۔

۴۰۴۱۔ عبد اللہ بن یسار سلمیٰ فرماتے ہیں کہ روم کے سرداروں میں سے کچھ لوگ گرفتار کئے گئے تو ان کے رشتہ داروں میں سے کچھ لوگ بھی امان لے کر (دارالاسلام کی طرف) نکلے۔ پس جب وہ (گرفتار شدہ سردار) شام ملک میں ٹھہرے تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قیام کیا۔ اور وہ اس حالت میں ٹھہرے رہے کہ (مسلمانوں کو) خراج ادا نہیں کرتے تھے۔ پس میں نے عمر بن عبد العزیزؒ کو ان کے بارے میں لکھا تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ انہیں بتادو کہ اگر وہ ہمارے ذمیوں کے ساتھ اتنا ہی خراج ادا کر کے ٹھہرنا چاہیں جتنا کہ وہ (مٹل ذمہ) ادا کرتے ہیں تو پھر انہیں ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ (خراج ادا کرنے سے) انکار کر دیں تو پھر انہیں ان کے ملکوں کی طرف امان کے ساتھ روانہ کر دو۔ (سیر کبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور امام محمدؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۰۴۲۔ ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خراجی زمین لے کر اس کا جزیہ دینا قبول کیا تو اس نے جنتی ہجرت توڑ ڈالی۔ اور جس نے کافر کی ذلت کی چیز (یعنی جزیہ) اس کے گلے سے نکالی (اور اپنے گلے میں ڈالی یعنی جزیہ کی زمین خرید کر اس کا جزیہ دینا قبول کیا) تو اس نے اسلام سے اپنی پیٹھ موڑ لی۔ (ابوداؤد) امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور بقیہ بن الولید نے

قلت: ولكنه صرح بالتجديت وقال حدثني سنان بن قيس، فالحديث حسن۔

### باب ليس من الاستئمان ان يقول المسلم لاهل الحرب: انا رجل منكم

۴۰۴۳- عن عبد الله بن انيس رضي الله عنه **بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَالِدِ بْنِ سَفْيَانَ الْهَذَلِيِّ، وَكَانَ نَحْوَ عُرْتَةٍ وَعَرَفَاتٍ فَقَالَ: إِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ** فذكر الحديث - وفيه - **﴿فَلَمَّا دَنُوتُ مِنْهُ قَالَ لِي: مَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ بَلَّغَنِي أَنَّكَ تَجْمَعُ لِهَذَا الرَّجُلِ، فَجِئْتُكَ فِي ذَلِكَ- فَقَالَ: إِنِّي لَفِي ذَلِكَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً حَتَّى إِذَا امْكَنْتَنِي عِلْوَتُهُ بَسِيفِي حَتَّى** بھی تحدیث کی صراحت کی ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

**فائدہ:** یعنی اگر مسلمان کسی کافر سے خراجی زمین خریدے تو اس زمین کا خراج مسلمان سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ خراج اس کو بھی ادا کرنا پڑے گا۔ جب مسلمان سے خراج ساقط نہیں ہوتا کسی ذمی سے خراجی زمین خریدنے پر حالانکہ مسلمان اہل خراج میں سے نہیں بلکہ اہل صدقہ میں سے ہے تو حربی مسلمان سے بھی خراج بطریق اولیٰ ساقط نہیں ہونا چاہیے جب وہ خراجی زمین کسی ذمی کافر سے خریدے۔ اسی طرح اگر کوئی حربی عورت ہمارے ملک میں امان لے کر داخل ہو اور کسی ذمی سے نکاح کر لے تو وہ بھی بالتح ذمی ہو جائے گی اور کسی مسلمان سے نکاح کرنے کی صورت میں وہ بطریق اولیٰ ذمی ہوگی۔

### باب۔ اگر کوئی مسلمان اہل حرب سے یوں کہے کہ میں تم میں سے ایک آدمی ہوں

#### تو یہ امان طلب کرنا نہ ہوگا

۴۰۴۳- عبد اللہ بن انیس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان ہزلی کی طرف بھیجا جو عرنہ اور عرفات کی طرف رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جاو اور اسے قتل کر ڈال“ پھر عبد اللہ طویل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ میں نے (جواب میں) کہا کہ میں عرب کا باشندہ ہوں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اس شخص (محمد ﷺ) سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہو۔ تو میں بھی اس کام میں شرکت کی غرض سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں میں اس فکر میں ہوں۔ میں اس کے ساتھ تھوڑی دیر چلتا رہا جو نبی مجھے موقع ملا تو میں نے اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھ دی۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ (مسند احمد و سنن ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کی سند کی تحسین کی ہے۔

**فائدہ:** یعنی انا رجل منكم کہنے کے بعد موقع ملنے کی صورت میں کسی حربی کو قتل کرنا غدر اور عہد شکنی نہیں کیونکہ اس نے امان ہی طلب نہیں کیا۔ عہد شکنی تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب وہ امان لے کر پھر کسی کو قتل کرے۔ اگر مذکورہ بالا صورت میں عہد شکنی



رواہ احمد و ابوداؤد، و سکت عنه هو، والمنذری و حسن اسنادہ الحافظ فی "الفتح"  
 (نبیل الاوطار ۳: ۲۱۳)۔

### باب اذا استحلل اهل الحرب الاسير و اطلقوه على ان لا يقاتلهم

۴۰۴۴ - عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه قال: "مَا مَنَعْنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ أَنَا  
 وَأَبِي حُسَيْنٌ فَأَخَذْنَا كِفَارًا قُرَيْشِي، فَقَالُوا: إِنَّكُمْ تَرِيدُونَ مُحَمَّدًا؟ فَقُلْنَا: مَا نُرِيدُهُ وَمَا نُرِيدُ إِلَّا  
 الْمَدِينَةَ. قَالَ: فَأَخَذُوا مِنَّا عَهْدَ اللَّهِ وَبِشَاقِهِ لِنَنْطَلِقَ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَلَا تَقَاتِلُ مَعَهُ، فَاتَيْنَا رَسُولَ  
 اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: انْصَرِفَا نَفْيِي لَهُمْ بَعْدَهُمَا وَنَسْتَعِينُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ" رواه احمد و  
 مسلم (نبیل الاوطار ۷: ۲۳۷)۔

جوئی تو حضور ﷺ اس پر ضرور انکار فرماتے لیکن حضور ﷺ کا انکار کہیں بھی منقول نہیں۔

### باب - اگر اہل حرب کسی مسلمان قیدی سے قسم لیں اور اس شرط پر چھوڑیں کہ

وہ ان سے قتال نہیں کرے گا (تو کیا حکم ہے؟)

۴۰۴۴ - حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں اس لئے شریک نہ ہوسکا کہ میں اور میرے والد حسیل (کسی کام  
 سے) نکلے تو کفار قریش نے ہمیں پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو۔ سو ہم نے کہا کہ ہم ان کے پاس نہیں جانا  
 چاہتے۔ بلکہ ہمارا ارادہ تو صرف مدینہ کا ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے اللہ کا نام لے کر عہد اور اقرار لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور محمد ﷺ کے  
 ساتھ مل کر (ان سے) قتال و جنگ نہیں کریں گے۔ پھر ہم حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے سارا قصہ بیان کر دیا تو آپ ﷺ  
 نے فرمایا کہ "تم واپس (مدینہ) چلے جاؤ" ہم انکا وعدہ پورا کریں گے۔ اور ان کے خلاف اللہ سے مدد چاہیں گے۔ (مسلم، احمد)۔

فائدہ: احناف کے نزدیک شرطوں کی پابندی کرنا اور وعدہ پورا کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں  
 ارشادِ ربانی ہے وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ الْخ - وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ الْخ اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ المسلمون علی شروطہم  
 یعنی مسلمان اپنی شرائط کے اور وعدوں کے پابند ہیں۔ نیز مذکورہ بالا حدیفہ کا واقعہ بھی احناف کا مؤید ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ وہ وعدہ یا شرط  
 کسی نہیں ہونی چاہیے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔ مثلاً کسی مسلمان کو قتل کرنے یا شراب پینے کا وعدہ لیں۔ اور اگر ایسی کوئی شرط ہو تو  
 اس کی پابندی جائز نہیں۔ جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔ نیز وعدوں کی پاسداری میں مسلمان قیدیوں کا بھی فائدہ ہے کہ کفار

۴۰۴۵- عن: ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرموا: ﴿الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ﴾ رواہ ابو داود والحاکم وزاد الترمذی: ﴿إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ خَلًّا أَوْ حَلَّلَ حَرَامًا﴾ العزیزی (۳: ۳۷۸)، وقال الترمذی (۱: ۱۲۱)، هذا حدیث حسن صحیح۔

### باب يجوز للاسير ان يقتل من قدر عليه من اهل الحرب وياخذ من اموالهم ما لم يؤتمن عليه

۴۰۴۶- ابن وهب عن عقبه بن نافع عن يحيى بن سعيد "أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَسْرَهُ الْعَدُوُّ، فَاتَّمَنَوْهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِلَى مَنْ أَتَمَنَهُ، وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا يَفْقِدُ عَلَى أَنْ يَتَخَلَّصَ مِنْهُمْ وَيَأْخُذَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْتَمَنَ عَلَيْهِ فَلْيَفْعَلْ" (المدونة لمالك ۳۸۳: ۱) - وسنده صحیح۔

دیگر مسلمان قیدی بھی رہا کریں گے اور عہد شکنی کی صورت میں وہ دوسرے قیدیوں کے حلف اٹھانے پر اعتنا نہیں کریں گے اور انہیں نہیں چھوڑیں گے۔

۳۰۴۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔ (ابوداؤد، حاکم)۔ اور ترمذی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

### باب۔ مسلمان قیدی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ جس حربی پر قادر ہو اسے قتل کر دے

اور ان کا مال ہتھیالے بشرطیکہ اسے اس چیز کا امین نہ بنایا گیا ہو

۳۰۴۶- یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس مسلمان کو دشمن قید کر لیں۔ پھر اسے اپنے کسی مال کا امین بنادیں تو اس قیدی کو چاہیے کہ وہ، وہ امانت اس شخص کو ادا کرے جس نے اسے امین بنایا ہے۔ اور اگر وہ قیدی چھوڑا ہوا اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر ہو تو ایسے کرنے اور ان کے مال میں سے جتنے پر قادر ہو لے لے بشرطیکہ اسے اس پر امین نہ بنایا گیا ہو (مدونہ لمالک) اس کی سند صحیح ہے۔

## اذا غدر اهل الحرب او اهل الصلح او ملكهم بالمستامين

۴۰۴۷- حدثنا يزيد بن هارون عن هشام بن حسان عن ابن سيرين "ان عمر بن خطاب استعمل عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ أَوْ سَعْدٍ عَلَى طَائِفَةٍ مِّنَ الشَّامِ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ قَدِمَةٌ فَقَالَ: يَا سِرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الرُّومِ مَدِينَةٌ يُقَالُ لَهَا: عَرَبُ السُّوسِ، وَإِنَّهُمْ لَا يُخْفُونَ عَلَى عَرَاتِنَا شَيْئًا، وَلَا يُظْهِرُونَنَا عَلَى عَوَارِثِهِمْ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَخَيِّرْهُمْ بَيْنَ نَعْطِيهِمْ مَكَانَ كُلِّ شَأٍ شَاتَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ بَعِيرٍ بَعِيرَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ شَيْءٍ شَيْئَيْنِ، فَإِنْ سَأَلُوا بِذَلِكَ فَأَعْطِهِمْ وَخَرِبْنَهَا فَإِنْ أَبَوْا فَأَنْبِذِ إِلَيْهِمْ وَأَجْلِهِمْ سَنَةً ثُمَّ خَرِبْنَهَا فَقَالَ: اكْتُبْ لَهُ عِيْدًا، فَلَمَّا قَدِمَ عُمَيْرٌ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ فَأَبَوْا فَأَجْلَهُمْ سَنَةً ثُمَّ أَخَرَبْنَهَا"۔ رواه ابو عبید فی الاموال (ص ۱۶۹)۔ وسنده مرسل صحیح فان مراسیل ابن سیرین صحاح، کما تقدم

عبر مرة-

## باب۔ اگر حربی لوگ یا اہل صلح یا انکا بادشاہ امن لے کر دار الحرب میں آنے والے

### مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو.....؟

۴۰۴۷۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عیسٰ بن سعید یا عیسٰ بن سعد کو شام کے ایک گروہ پر عامل و والی مقرر کیا۔ پھر یہ مرتبہ وہ (حضرت عمرؓ کے پاس) تشریف لائے اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین ہمارے اور رومیوں کے علاقہ کے درمیان ایک شہر ہے جسے عرب السوس کہا جاتا ہے۔ وہاں کے لوگ ہمارا کوئی راز ہمارے دشمنوں سے نہیں چھپاتے اور ان کے راز ہم پر (بالکل) ظاہر نہیں کرتے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو تو انہیں ان دو باتوں میں سے کسی کے اختیار کرنے کا اختیار دیدو یا تو (اس بات کا کہ) ہم تمہیں یہ بکری کی جگہ دو بکری اور ایک اونٹ کی جگہ دو اونٹ اور ہر ایک چیز کے عوض دو چیزیں دیں گے (اور یہ شرط رکھنا کہ تم یہ علاقہ چھوڑ دو گے) پس گروہ اس پر راضی ہو جائیں تو ٹھیک اور تم ان کو (معاہدہ کے مطابق) وہ چیزیں دے دو اور اس شہر کو تباہ کر دو۔ اور اگر وہ یہ صورت قبول کرنے پر تیار نہ ہو تو عہد کو شکن کی طرف ڈال دو (یعنی ان سے کہہ دو کہ سابقہ تمام معاہدے منسوخ ہو چکے ہیں) اور ان کو ایک سال کی مہلت دو (تا کہ وہ یہ حوالہ انتظام کر سکیں) پھر اس علاقے کو تباہ و برباد کر دو۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ آپ اس مضمون کا معاہدہ لکھ دیں (چنانچہ آپؐ نے ان کے لئے یہ معاہدہ لکھ دیا) پھر جب عیسٰ نے ان پر یہ صورت پیش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو عیسٰ نے ان کو ایک سال کی مہلت دی جس شہر کو اس نے نہیں کر دیا۔ (الاموال لابن عبید) اس کی سند مرسل صحیح ہے اور مراسیل ابن سیرین صحیح ہیں۔

۴۰۴۸- حدثنا یزید عن هشام الحسن قال: "عَاهَدَ حُتَيْبُ بْنُ أَخْطَبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَنْ لَا يُظَاهِرَ عَلَيْهِ أَحَدًا وَجَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ كَفِيلًا، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَيَأْتِيهِ سَلَمًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَوْفَى الْكَفِيلُ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عُنُقُهُ، وَعُنُقُ ابْنِهِ" رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۶۸)، و سنده مرسل صحيح- فان مراسيل الحسن لا يكاد يسقط منها شيء، كما ذكرناه في "المقدمة"۔

## ابواب العشر والخراج

### باب جواز اخذ العشر وكون الرجل عاشرا وكرهاته

۴۰۴۹- عن عقبه بن عامر رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا يَدْرِي الْجَنَّةُ صَاحِبُ مَنْكِبٍ۔ رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۵۲۶)۔ وفي الحاشية: رواه الامام احمد

۴۰۴۸- هشام الحسن فرماتے ہیں کہ حنی بن اخطب نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا اور اس معاہدہ پر اللہ کو ضامن و گواہ بنایا۔ پھر قرظہ سے جنگ کے دن (چونکہ اس نے غداری اور وعدہ خلافی کی لہذا) اس کو اور اس کے بیٹے کو قیدی بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ضامن نے اپنی ذمہ داری پوری پوری ادا کر دی" پھر آپ ﷺ کے حکم پر اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا۔ (الاموال لابی عبید) اس کی سند مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اہل عہد عہد شکنی کریں یا عہد شکنی کا ان کی طرف سے تحقق ظاہر ہو تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر اہل حرب امن لے کر ان کے علاقوں میں جانے والے مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو اہل حرب کا بھی یہی حکم ہے کہ مستائین کو اجازت ہے کہ وہ ان کو قتل کریں۔

## ابواب العشر والخراج

### باب۔ ٹیکس کے جواز اور ٹیکس لینے والا بننے کے جواز اور اس کی کراہت کے بیان میں

۴۰۴۹- حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (جرا حق سے زائد) عشر لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (الاموال لابی عبید، مستند احمد، سنن ابوداؤد، حاکم)۔

حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔



وابوداؤد والحاکم، و صححه علی شرط مسلم، و فی "المقاصد الحسنه": صححه ابن حزمہ ایضاً ۵۱۔

۴۰۵۰۔ عن ابی الخیر قال: سمعتُ رُوَیْعَ بنَ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ یقول: "إِنَّ صَاحِبَ الْمَكْسِ هِيَ النَّارُ قَالَ: یَعْنِی الْعَاشِرَ"۔ أخرجه ابو عبیدہ باسناد حسن (کتاب الاموال ۶۲۵)۔

۴۰۵۱۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: "إِنَّ صَاحِبَ الْمَكْسِ لَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ يُؤْخَذُ كَمَا هُوَ فَيُرْمَى بِهِ فِي النَّارِ"۔ أخرجه ابو عبیدہ بسند صحیح علی شرط مسلم (کتاب الاموال ۵۲۶)۔

۴۰۵۲۔ عن کریز بن سلیمان قال: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ يَقْرَأُ، أَنْ أَزْكِبَ إِلَى النَّبِيِّ الَّذِي يَرْفَعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: "بَيْتُ الْمَكْسِ" فَأَعِدْنَهُ، ثُمَّ أَخْبِلْهُ فِي الْبَحْرِ فَأَنْبِغُهُ فِيهِ نَسْفًا، رواه ابو عبیدہ فی "الاموال" (ص ۵۲۷)، و فیہ کریز هذا لم اعرّف من ترجمه، والباقون كلهم ثقات۔

**فائدہ:** صاحب مکس وہ ہے جو قدر واجب سے زائد مال جبراً وصول کرتا ہے۔ جسے آج کل کی اصطلاح میں چگانکس کہتے ہیں۔ ۴۰۵۰۔ ابو الخیر فرماتے ہیں کہ میں نے رُوَیْعَ بن ثَابِت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صاحب مکس یعنی (جبراً حق سے زائد عشریت والا) جہنم میں ہوگا۔ اسے ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۴۰۵۱۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ صاحب مکس سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ اسے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسے بھی ابو عبیدہ نے سند صحیح کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے۔ (کتاب الاموال)۔

۴۰۵۲۔ کریز بن سلیمان فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے عبد اللہ بن عوف قاری کو لکھا کہ رفع میں موجود اس گھر کی طرف سے "بیت الیکس" (چوگی خانہ۔ ٹیکس گھر) کہتے ہیں اور اسے گرادہ اور پھر اس کا ملبہ سمندر میں بہا دو۔ (کتاب الاموال ابی عبیدہ)۔ اس میں کریز کے سوا باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور کریز کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

**فائدہ:** یاد رکھئے کہ جو عشر حضرت عمرؓ کے زمانے میں مقرر ہوا تھا وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ محض حق سے جبراً وصول کرے۔ یا جاہلیت کے طریقے پر وصول کرے اپنے دین کفر پر باقی رہتے ہوئے۔

۴۰۵۳- عن یعقوب بن عبد الرحمن القاری عن ابيه قال: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عِدَى بْنِ أَرْطَاةَ أَنْ ضَعَّ عَنِ النَّاسِ الْفِئْدِيَّةَ، وَضَعَّ عَنِ النَّاسِ الْمَائِدَةَ، وَضَعَّ عَنِ النَّاسِ الْمَكْسَ، وَلَيْسَ بِالْمَكْسِ وَلَكِنَّهُ بِالْبُخْسِ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْنُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ فَمَنْ جَاءَكَ بِصَدَقَةٍ فَأَقْبَلَهَا مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِكَ بِهَا فَاللَّهُ حَسْبُهُ“۔ رواہ ابو عبیدہ ایضاً بسند حسن (کتاب الاموال ۵۲۷)۔

۴۰۵۴- وكيع عن اسماعيل بن ابراهيم بن المهاجر عن ابيه عن زياد بن حدير "قال: بَعَثَنِي عُمَرُ عَلَى الْعُشُورِ وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَفْتَشَ أَحَدًا" رواه ابن ابى شيبة فى "المصنف" (ص ۵۰)، و فيه اسماعيل بن ابراهيم بن مهاجر، فيه مقال والباقيون ثقات۔

۴۰۵۵- وكيع عن ليث عن طائوس قال: "أَنَا كَانَ الْعَاصِرُ يُرْشِدُ ابْنَ السَّبِيلِ وَمَنْ أَتَاهُ بِشَيْ قَبْلَهُ"، رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (ص ۵۰) ايضاً، وسنده حسن۔

۴۰۵۳۔ یعقوب بن عبد الرحمن قاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ نے عدی بن ارطاة کو لکھا کہ لوگوں سے فدیہ لینا اور لوگوں سے دسترخوان (یعنی عطیہ لینا) ختم کر دو۔ اور ٹیکس لینا بھی لوگوں سے ختم کر دو۔ کیونکہ یہ مکس نہیں بلکہ ظلم ہے (اور لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے) جسے اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْنُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (الشعراء) (کہ لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سر زمین میں فساد مت پھایا کرو)۔ پس جو تمہارے پاس صدقہ لے کر آئے تو اسے قبول کر لو اور جو تمہارے پاس صدقہ نہ لائے تو اللہ ہی اس کا حساب کرنے والا ہے۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** عاشر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ذمی اور حر بنی کو عشر ونصف عشر کی وصولی میں مجبور کر سکتا ہے۔ البتہ ناحق وصولی نہ کرے۔ جیسا کہ سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے اور مذکورہ بالا حدیث کہ ”جو خوشی سے صدقہ دے جائے وہ قبول کر لو ورنہ اس کا حساب اللہ پر چھوڑ دو“۔ خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے کما هو الظاہر۔

۴۰۵۴۔ زیاد بن حیدر فرماتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھے ”عشور کی وصولی پر بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کے مال کی تفتیش نہ کروں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اسماعیل بن ابراہیم کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور اسماعیل بھی مختلف فیہ ہیں لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

۴۰۵۵۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ عشر لینے والے کا کام مسافر کو راستے کی راہنمائی کرنا ہوتا تھا۔ اور جو کوئی اس کے پاس کوئی چیز (عشر میں) لاتا تو وہ اسے بھی لے لیتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۵۶- حدثنا محمد بن عبد الله عن انس بن سيرين : " ارادوا ان يستعملوني على عُمُرِ الْاَيْلَةِ، فَابَيْتُ فَلَقِيْنِي اُنْسُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ: مَا يَمْنَعُكَ؟ فَقُلْتُ: الْعُمُورُ اخْبَثُ مَا عَمِلَ عَلَيْهِ النَّاسُ، قَالَ: فَقَالَ لِي: لَا تَفْعَلْ، عُمُرُ صِنْعَةٍ فُجِعَلْ عَلَى اَهْلِ الْاِسْلَامِ رُبْعُ الْعُمُرِ، وَعَلَى اَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفُ الْعُمُرِ، وَعَلَى الْمُشْرِكِينَ مِثْنُ اُنْسٍ لَهُ ذِمَّةٌ اِلَى الْعُمُرِ"۔ رواه الامام ابو يوسف في "كتاب الخراج" له (ص ۱۶۴)، و سندہ صحیح و محمد بن عبد اللہ هو ابن حشی القاضی ثقة من رجال الجماعة (تقریب ص ۱۸۷)۔

### باب لا ياخذ العاشر من الذمی والحربی شیئا اذا كان ما معه اقل من مائتی درهم او عشرين مثقالا.

۴۰۵۷- حدثنا عبد الرحيم عن عاصم عن الحسن قال: "كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ خُذْ مِنْ تُجَّارِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَمَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَمِنْ تُجَّارِ اَهْلِ الْخُرَاجِ نِصْفَ الْعُمُرِ، وَمِنْ تُجَّارِ الْمُشْرِكِينَ مِثْنُ لَا يُؤَدِّي الْخُرَاجَ الْعُمُرَ قَالَ: يَعْنِي اَهْلُ الْحَرْبِ"۔ رواه يحيى بن آدم

۴۰۵۸- انس بن سیرین سے مروی ہے کہ حکمرانوں نے مجھے ایلہ (مقام) کے عثمی وصولی پر عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے انکار کر دیا۔ پھر مجھے انس بن مالک ملے اور (مجھ سے) فرمایا کہ کس چیز نے (تجھے عاشر بنے سے) منع کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کام لوگ کرتے ہیں ان میں سب سے گھٹیا کام عثم لینا ہے۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ پھر انس بن مالک نے مجھ سے فرمایا کہ تو یہ کام نہیں کرتا حالانکہ حضرت عمرؓ نے اسے مقرر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر چالیسواں حصہ، ذمیوں پر بیسواں حصہ اور ان شرکین پر جو ذمی نہیں (یعنی حریوں پر) دسواں حصہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے عاشر بنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

### باب۔ اگر ذمی یا حربی کے پاس دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے سے کم ہو تو

ان سے کچھ ٹیکس نہ لیا جائے

۴۰۵۹- حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ مسلمان تاجروں کے ہر دو سو درہم پر پانچ درہم لو اور اگر دو سو درہم سے بڑھ جائیں تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم لو اور اہل خراج (یعنی ذمیوں) کے تاجروں سے نصف عشر (یعنی بیسواں

فی "الخراج" له (ص ۱۷۳)، و سندہ صحیح مرسل، و مراسیل الحسن صحاح لا یکاد یسقط منها بشیء، کما مر غیر مرۃ۔

### باب یعشر من الذمی والحربی فی السنة مرة الا بعد رجوعهما الی دار الاسلام مرة اخرى

۴۰۵۸- حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی حصین عن زیاد بن حدیر قال: اسْتَغْلِنَنِي عُمرُ عَلَى الْمَارَةِ فَكُنْتُ أَعْشُرُ مَنْ أَقْبَلَ وَأَذْبَرَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَأَعْلَمَهُ فَكَتَبَ إِلَيَّ لَا تَعْشُرْ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً يَغْنَى فِي السَّنَةِ، رواه ابن ابی شیبۃ (ص ۵۱)، و سندہ صحیح، و ابو حصین بفتح الحاء اسمہ عثمان بن عاصم، ثقة ثبت من رجال الجماعة (تقریب ص ۱۴۱) و اخرجه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۵۳۸)- حدثنا محمد بن کثیر عن حماد بن سلمة عن عطاء بن السائب عن ابن زیاد بن حدیر عن ابیہ، و ابو یوسف الامام فی "الخراج" له (ص ۱۶۲)، حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی عن جامع بن شداد عن زیاد بن حدیر "أَنَّهُ مَدَّ

حصہ) لو اور مشرکین کے تاجروں سے عشر (یعنی دسواں حصہ) لو۔ یحییٰ بن آدم نے اسے کتاب الخراج میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور حسن بصری کے مراسل صحیح ہیں۔

فائدہ: یعنی نصف عشر اور عشر کا تعلق ماتین سے ہے لہذا اگر ذمی یا حربی کے پاس دوسو درہم سے کم ہوں تو اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔

### باب۔ ذمی اور حربی سے سال میں ایک مرتبہ ٹیکس لیا جائے گا الا یہ کہ وہ (اسی سال میں)

#### دوسری مرتبہ (دار الحرب سے ہو کر) دار الاسلام میں لوٹیں

۴۰۵۸- زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف آنے جانے والے تاجروں پر عامل مقرر فرمایا تو میں ہر آنے جانے والے سے ٹیکس وصول کرتا تھا تو ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ٹیکس کی صورت حال سے آپ کو آگاہ فرمایا تو آپ نے مجھے لکھا کہ سال میں (کسی سے) صرف ایک مرتبہ ٹیکس لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔ اور کتاب الاموال لابن عبید اور کتاب الخراج لابن یوسف میں یہ حدیث یوں ہے کہ زیاد بن حدیر نے دریائے فرات پر ایک رسی کھینچ لی۔ اس دوران



حَلًا عَلَى الْفَرَاتِ فَمَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ نَضْرَانِيٌّ فَأَخَذَ مِنْهُ ثُمَّ انْطَلَقَ فَبَاعَ سِلْعَتَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ مَرَّ عَلَيْهِ  
 بِرَأْدٍ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ، فَقَالَ: كُلَّمَا مَرَرْتُ عَلَيْكَ تَأْخُذُ مِنِّي؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَرَحَلَ الرَّجُلُ إِلَى عَمَرَ  
 فِي الْخَطَابِ فَوَجَدَهُ بِهَيْكَةٍ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَهُوَ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ النَّبِيَّ مَثَابَةً فَلَا أَعْرِفَنَّ  
 مَنْ انْتَقَضَ أَحَدًا مِنْ مَثَابَةِ اللَّهِ شَيْئًا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنِّي رَجُلٌ نَضْرَانِيٌّ،  
 مَرَرْتُ عَلَى زِيَادِ بْنِ حَذِرٍ فَأَخَذَ مِنِّي ثُمَّ انْطَلَقْتُ فَبِعْتُ سِلْعَتِي، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ مِنِّي قَالَ:  
 لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لَيْسَ لَهُ عَلَيْكَ فِي مَالِكَ فِي السَّنَةِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ فَنِي،  
 مَكُنْتُ أَيَّامًا، ثُمَّ السَّنَةُ فَقَدْتُ لَهُ أَنَا الشَّيْخُ النَّضْرَانِيُّ الَّذِي كَلَّمْتُكَ فِي زِيَادٍ، فَقَالَ: وَأَنَا  
 شَيْخُ الْحَنْفِي، قَدْ قَضَيْتُ حَاجَتَكَ " وهذا سند حسن۔

۴۰۵۹۔ حدثنا يزيد عن جرير بن حازم، قال: قَرَأْتُ كِتَابَ عُمَرَيْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى  
 عَدِيِّ بْنِ ارطاةَ " أَنْ يَأْخُذَ الْعُمُورُ ثُمَّ يَكْتُبَ بِمَا يَأْخُذُ مِنْهُمْ الْبَرَاءَةَ، وَلَا يَأْخُذَ مِنْهُمْ مِنْ

یہ عیسائی شخص زیادہ کے پاس سے گذرنا تو زیادہ نے اس سے ٹیکس (مقررہ) لیا اور وہ (عیسائی) چلا گیا اور اس نے اپنا سامان بیچا۔ پھر جب  
 جس ہوا تو زیادہ کے پاس سے پھر گذرنا تو زیادہ نے اس سے دوبارہ ٹیکس لینے کا ارادہ کیا تو اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا جتنی مرتبہ بھی میں  
 تیرے پاس سے گذروں گا تو مجھ سے ٹیکس لیتا رہے گا؟ زیادہ نے کہا کہ ہاں، تو وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا اور آپؐ کو مکہ مکرمہ میں لوگوں  
 کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ جبکہ آپؐ فرما رہے تھے کہ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے جمع کرنے کی جگہ اور مرجع بنایا  
 ہے اور میں ہرگز ہر اس شخص کو پچھن نہیں جانتا جو اللہ کے مرجع میں سے کسی کو بھی کچھ روکے (یعنی اگر بار بار ٹیکس لگایا گیا تو تاجر بھی جہنم لٹ جائیں  
 گے اور میں کسی تاجر کو توڑنے کی اجازت نہیں دیتا)۔ عیسائی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! میں ایک عیسائی  
 تھی کہی ہوں۔ میں جب زیادہ بن حدیر کے پاس سے گذرنا تو اس نے مجھ سے (ٹیکس) لیا۔ پھر میں چلا گیا اور اپنا سامان بیچا (لیکن اب) وہ مجھ  
 سے (ٹیکس) لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اس کے لئے تجھ پر تیرے مال میں پورے سال  
 میں صرف ایک مرتبہ ہی (ٹیکس) واجب ہے۔ پھر آپؐ منبر سے اترے اور میرے بارے میں ان کو لکھا۔ پیغمبروں کے بعد پھر میں حضرت عمرؓ  
 کے پاس آیا اور ان سے کہا میں وہی نصرانی بوڑھا ہوں جس نے آپؐ سے زیادہ کے بارے میں بات کی تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی صرف  
 خدا کی عبادت کرنے والا بوڑھا ہوں اور میں نے تیری ضرورت کو پورا کر دیا۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۵۹۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاة کو جو خط لکھا تھا وہ میں نے پڑھا (جس میں یہ لکھا  
 تھا کہ) آپ ٹیکس لیں پھر اس چیز کے عوض جو آپ نے ان سے (ٹیکس) لیا ہے (ان کے لئے) براءت لکھ دیں (یعنی رسید بنادیں کہ اس

ذَلِكَ الْمَالِ وَلَا رِنِحَهُ زَكَاةَ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ وَيَأْخُذُ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ الْمَالِ إِنْ مَرَّ بِهِ"۔ رواہ ابو عبیدہ فی "الاموال" (ص ۵۳۸)۔ و رجالہ ثقات و یزید هو ابن عارون من رجال الجماعة ثقة متقن (تقریب ص ۲۴۱)۔

## باب هل يحلف المسلم او الذمی اذا ادعی انه لم يحل الحول او انه اداها الى عاشر آخر و نحوه؟

۴۰۶۰۔ حدثنی احمد بن عثمان عن عبد الله بن المبارك عن قرة بن خالد عن رجل من بني خزيمة قال: "مررت بجميد بن عبد الرحمن الحميري وثقو على التسلسلة، وذلك في رمضان فامر بسفنتي فحسنت ثم انسخلتني انه ما في سفنتي إلا ما سميت من

اس مال کا ٹیکس اور شراد کر دیا ہے) اور ان سے اسی مال میں سے اور یا اس مال کے نفع میں سے (دوسری مرتبہ) اسی سال (دوسرا ٹیکس) نہ لیں۔ ہاں اگر وہ دوسرا مال لے کر آپ کے پاس سے گزرے تو آپ (دوسرا ٹیکس اس سے) لیں۔ (الاموال الاثنی عشر)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:** یعنی وہی امر ایک ہی (پہلے والا) مال لے کر دوبارہ چوگی والے کے پاس سے گزرے تو اس سے اس سال دوبارہ ٹیکس نہیں لینا پڑتا۔ جیسا کہ ایک ہی مال کو زکوٰۃ اسی سال میں دوبارہ ٹیکس لی جاتی۔ ہاں اگر وہ اس پہلے مال کے علاوہ دوسرا مال لے کر عاشر کے پاس سے گزرے تو اس سے دوبارہ ٹیکس لینا پڑے جیسا کہ امر ایک ہی مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور پھر وہ اس کے علاوہ دوسرا مال لے کر اسی سال گزرے تو اس سے دوبارہ زکوٰۃ لی جائے گی۔ یہ کہ پہلے مال کا صدقہ دوسرے مال کی طرف سے کافی نہیں ہوتا۔

یہ یہ سنتے ہیں کہ یہ مذکورہ بالا احوال اس ذمہ کے بارے میں ہیں اور اہل حرب کے بارے میں تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ واپس واپس رہا سب بچا جائے۔ پھر اسی مال سابق یا اس کے ساتھ یا اس کے علاوہ لوگ تو اس سے دوبارہ ٹیکس لیا جائے گا کیونکہ دار الحرب میں داخل ہونے سے مابین مسلمان کے احکام باطل ہو جاتے ہیں اور جب دوبارہ دارالاسلام میں داخل ہوگا تو وہ مستأنف ہوگا گویا کہ وہ پہلے داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ جہاد کی طرف سے جہاد نہیں ہے جس سے باب کا بڑا اخیر ثابت ہو رہا ہے۔

**باب۔ اگر مسلمان یا ذمی یہ دعویٰ کریں کہ ان پر ایک سال نہیں گذرا یا یہ کہ وہ دوسرے عاشر کو زکوٰۃ**

**یا شر و غیرہ ادا کر چکے ہیں یا اس جیسا کوئی اور دعویٰ کریں تو کیا ان سے حلف لیا جائے گا؟**

۴۰۶۰۔ بخوبی کے ایک آدمی فرماتے ہیں کہ میں رمضان المبارک میں جمید بن عبد الرحمن کے پاس سے گزرا جو کہ سلسلہ (مقام پر مقرر) تھے۔ پس جمید نے میری کشتی کے رونے کا قسم لیا پس وہ روک دی گئی اور انہوں نے مجھ سے اس بات پر قسم لی کہ

طعام۔“ رواہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۵۴۰) وابن ابی شیبہ فی ”المصنف“ (ص ۵۰) عن معتمر عن فرقة عن حدثہ ورجاله ثقات وفيہ رجل لم یسم۔

۴۰۶۱۔ حدثنی یحییٰ بن سعید عن ابی بکر السراج حدثنی ابو زئیل فلان: مررت عند الله بن مغلل بالمسلمة وهو على العُشور بالنظرة وهو يخلف الناس فقلت: يا ابن مغلل! لا تخلف الناس لتقتلهم في النار عدلت، واخذت فقال: ان لم افعل لم يخطوني شيئا فقلت: ما عليك؟ خذنا أعطوك۔ رواہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۵۴۰) وابن ابی شیبہ فی ”المصنف“ (ص ۵۰) عن عباد بن العوام عن الزرقان عن عبد الله بن مغلل۔ وابوبکر السراج لا اعرف من ترجمہ، ولكن یحییٰ بن سعید لا یحدث الا عن ثقة وسند ابن ابی شیبہ قد صحفه الناسخون، ولم اقدر على تعبس الزرقان بخدا۔

یہ ہی کشتی میں صرف وہی خدا تھی ہی مقدار میں ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ (کتاب الاموال ابی حبیہ)۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی ایک دوسری سند سے اسے روایت کیا ہے۔

۴۰۶۱۔ ابو بکر السراج فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوالاٹل نے فرمایا کہ میں سلسلہ مقام پر عبد اللہ بن مغلل کے پاس سے گذرا جو میں پر یکسو کی وصولی پر مقرر تھے اور دو لوگوں سے قسم لے رہے تھے۔ پس میں نے کہا: ابن مغلل! تو کیوں لوگوں سے حلف اٹھا کر جہنم میں داخل رہا ہے۔ تو مجھے ہلکے ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلکے کرتا ہے۔ پس ابن مغلل نے فرمایا کہ اگر میں ایسے نہ کروں تو لوگ مجھے پتھر پھینک دیں گے۔ اس پر میں نے کہا (کہ ان کے نہ ہونے پر) تجھ پر تو کوئی گناہ نہیں پس وہ جو تجھے دینا اسے لے لو۔ (یعنی حلف نہ کرو)۔ (کتاب الاموال) اور ابن ابی شیبہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حمید بن عبد الرحمن حمیدی اور عبد اللہ بن مغلل استخفاف کے جواز کے قائل ہیں اور عام اصول کے قائل ہیں۔ اور قیاس جواز استخفاف کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص تمام حوال وغیرہ کا اقرار کرتا ہے وہ فی الحقیقت منکر جہاد ہے۔ اور عام اصول کے تحت قول منکر کا معتبر ہوتا ہے لیکن اس کی قسم کے ساتھ۔ نیز چونکہ یہ صدقہ و عشر عبادت محض نہیں بلکہ ان سے حقوق العباد بھی منسلک ہیں لہذا بغیر قسم کے اس کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

بہر حال احادیث باب سے دونوں مذاہب کی تائید ہوتی ہے۔

## باب هل یعشر الخمر والخزیر اذا مر بهما الذمی او الحربی علی العاشر؟

۴۰۶۲- حدثنا عبدالرحمن عن سفيان بن سعيد عن ابراهيم بن عبد الاعلى الجعفی عن سويد بن غفلة قال: بَلَغَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَاسًا يَأْخُذُونَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْخَنَازِيرِ وَقَامَ بِالْأَلِّ فَقَالَ: أَنَّهُمْ لَيَفْعَلُونَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلُوا، وَلَوْ هُمْ يَبِيعُهَا- وحدثنا الانصاری محمد بن عبد الله عن اسرائيل عن ابراهيم بن عبد الاعلى عن سويد بن غفلة ان بلالا رضی اللہ عنہ قال لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انَّ عَمَّاكَ يَأْخُذُونَ الْخَمْرَ وَالْخَنَازِيرَ فِي الْخَرَجِ، فَقَالَ: لَا تَأْخُذُوهَا مِنْهُمْ، وَلَكِنْ وَلَوْ هُمْ يَبِيعُهَا، وَخَذُوا انْتُمْ مِنَ الثَّمَنِ“ اخرجه ابو عبيد في “الاموال” (ص ۵۰) والسندان مسيحجان كلاهما وروى احمد باسناده عن سويد بن غفلة في قول عمر رضی اللہ عنہ “وَلَوْ هُمْ يَبِيعُ الْخَمْرَ وَالْخَنَازِيرَ بَعْضُهُمَا” قال احمد: اسناد جيد كذا في “المغنی” (۱۰: ۶۰۰).

۴۰۶۳- حدثنا اسرائيل بن يونس عن ابراهيم بن عبد الاعلى، قال: “سَمِعْتُ سُؤْيِدَ بْنَ غَفْلَةَ يَقُولُ: حَضَرْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَقَدْ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ عَمَّاكَ، فَقَالَ: يَا هَؤُلَاءِ! بَلَّغْنِي أَنْتُمْ

## باب اگر ذمی یا حربی شراب یا خنزیر لے کر عاشر کے پاس سے گزرے تو کیا ان کا عشر بھی لیا جائے گا؟

۴۰۶۲- سويد بن غفلة فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ جزیہ میں خنزیر لیتے ہیں اور بال بھی کھڑے ہو کر (حضرت عمرؓ سے) فرمانے لگے کہ واقعی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (اے مسلمانو!) تم ایسا نہ کرو بلکہ ان کی بیع ان (ذمیوں) کے ہی سپرد کرو۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ سويد بن غفلة فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپؓ کے عامل (جزیہ وغیرہ وصول کرنے والے) شراب اور خنزیر بھی خزانہ میں وصول کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ چیزیں ان سے نہ لو۔ بلکہ ان کی بیع ان کے ہی سپرد کرو۔ اور تم (جزیہ کے طور پر) ان کی قیمتوں میں سے لے لو۔ (کتاب الاموال)۔ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ اور مسند احمد میں بھی ایک سند جدید کے ساتھ مروی ہے کہ سويد بن غفلة فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شراب و خنزیر کی بیع ان (ذمیوں) کے ہی سپرد کرو (لیکن) ان کے عشر کے ساتھ (یعنی قیمتوں میں سے ان کا عشر لے لیا کرو)۔

۴۰۶۳- ابراہیم بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سويد بن غفلة کو یہ فرمایا کہ اے عاملو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم جزیہ میں مردار، خنزیر اور شراب لیتے ہو۔ اس پر حضرت بلالؓ بولے کہ ہاں! یہ عامل ایسا کرتے ہیں۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ ان کی بیع ان کے



حَدَّثُونِ فِي الْجِزْيَةِ الْمَيْتَةِ وَالْخِزْيِرِ وَالْخَمْرِ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: أَجَلُ! إِنَّهُمْ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلُوا، وَلَكِنْ وَلَوْ أَرْبَابُهَا بَيَعْنَاهَا، ثُمَّ خَذُوا الثَّمَنَ مِنْهُمْ، رواه الامام ابو يوسف في حراج له (ص ۱۵۱)، وسنده صحيح۔

## باب يؤخذ من التغلبي اذا مر على العاشر نصف العشر كسائر اهل الذمة لا العشر

۴۰۶۴۔ حدثنا شريك عن ابراهيم بن المهاجر عن زياد بن حدير قال: "بَعَثَنِي عُمَرُ فِي نَصَارَى بَنِي تَغْلَبَ وَأَمَرَنِي أَنْ أَخْذَ نِصْفَ عَشْرِ أَمْوَالِهِمْ"، رواه ابن ابی شیبہ فی مصنف (ص ۵۰)، وسنده حسن۔

۴۰۶۵۔ حدثنا اسرائيل عن ابراهيم بن المهاجر حدثني زياد بن حدير قال: "كُتِبَ

عمر (یعنی کافروں) کے سپرد کردو پھر (جزیہ میں) ان سے قیمت وصول کرو۔ (کتاب الحراج لابن یوسف)۔ اس کی سند صحیح ہے۔  
فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بعینہ شراب اور خنزیر کو جزیہ کے طور پر لینا درست نہیں۔ بلکہ ان کی قیمتوں کو جزیہ کے طور پر لیا جائے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باقی دو حدیث جس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چیز حرام کرتے ہیں تو اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کا سبب بھی حرام کر دیتے ہیں تو یہ حدیث مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ اور کفار کے بارے میں ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ جو ان کے مال ہے ہم ان کی قیمت ان سے وصول کر لیں۔ کیونکہ یہ حدیث مسلمان اور غیر مسلم سب کو شامل ہوتی تو حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ دیگر صحابی کی معیت میں قطعاً یہ نہ کہتے کہ ان کی بیع کفار خود کریں اور ان کی قیمتوں میں سے جزیہ لے لو۔

## باب۔ دیگر میوز کی طرح تغلبی جب عاشر کے پاس سے گزریں تو

ان سے بھی نصف عشر لیا جائے گا نہ کہ عشر

۴۰۶۴۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کے نصاریٰ کی طرف (عاشر) بنا کر بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ مسلمان کے مالوں میں سے نصف عشر وصول کروں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۶۵۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے لکھا کہ میں بنو تغلب کے نصاریٰ سے نصف عشر (بیسواں حصہ)

إِلَىٰ عُمَرَ أَنْ أَخَذَ مِنْ نَصَارَىٰ بَنِي تَغْلَبَ نِصْفَ الْعَشْرِ وَلَا أَخَذَ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُعَاهِدٍ شَيْئًا  
اخرجه يحيى بن آدم في "الخراج" له (ص ۶۵)، وسنده حسن ايضا۔

۴۰۶۶۔ حدثنا سفیان بن سعید عن ابراهيم بن المهاجر قال: سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ حُدَيْرٍ يَقُولُ: "أَنَا أَوَّلُ مَنْ عَشَرَ فِي الْإِسْلَامِ۔ قَالَ: وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْهُ أَنَّكَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ بَنِي تَغْلَبَ نِصْفَ الْعَشْرِ"، اخرجه يحيى بن آدم (ص ۶۶)، وسنده حسن۔

۴۰۶۷۔ حدثنا ابو معاوية حدثنا ابو اسحاق الشيباني عن السنفاح عن داود بن كردوس "قال صَلَّحْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ بَنِي تَغْلَبَ بَعْدَمَا قَطَعُوا الْفُرَاتَ وَأَرَادُوا الْحُقُوقَ بِالرُّومِ عَلَى أَنْ لَا يَصْبَغُوا صَبِغَانَهُمْ وَلَا يُكْرِهُوا عَلَى دِينٍ غَيْرِ دِينِهِمْ، وَعَلَى أَنْ عَلَيْهِمُ الْعَشْرُ مُضَاعَفًا مِنْ كُلِّ عَشْرَيْنِ دَرَعِمًا دِرْعَمًا"، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۲۸) وسنده حسن والسنفاح هو ابن مطرف الشيباني، كما في "المحلى" لابن حرم (۱۱۱: ۶) و"المصنف" لابن ابي شيبة (ص ۵۰)، والسنفاح و داود بن كردوس، ذكرهما ابن

لوں۔ اور (یہ بھی لکھا کہ) کسی مسلمان یا معاہدہ سے کچھ نہ لوں۔

۴۰۶۶۔ ابراہیم بن مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے زیاد بن حدیر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسلام میں عشر وصول کیا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ زیاد بن حدیر بنو تغلب سے نصف عشر لیا کرتے تھے۔ (یعنی بن آدم) اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۶۷۔ داؤد بن کردوس فرماتے ہیں کہ جب بنو تغلب دریائے فرات کو پار کر کے روم کے ساتھ مل جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو میں نے بنو تغلب کی طرف سے عمرؓ سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے بچوں کو رنگ نہیں لگائیں گے (یعنی وہ اپنے بچوں کو ہتھمہ نہیں دیں گے) اور ان کو ان کے دین کے علاوہ کسی اور دین کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اس شرط پر کہ ان (تغلبیوں) پر دو چند عشر ہوگا یعنی ہر بیس درہم میں ایک درہم۔ (کتاب الاموال لابن عبید)۔ اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** ان آثار و روایات سے صراحتہ معلوم ہو رہا ہے کہ بنو تغلب کے نصاریٰ سے نصف عشر لیا جائے گا اور بچوں کو رنگنے سے مراد یہ ہے کہ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا یا کوئی ان

حسان فی "الثقات"، كما فی "التہذیب" (۱۰۶:۴) و (۴۲۵:۲) و "اللسان"۔

## باب اخذ العشر من اهل الحرب بمثل ما ياخذون منا

### وعدم الاخذ منهم عند عدمه منا

۴۰۶۸۔ عن ابی اسامة عن سعید عن قتادة عن ابی مجلز "أَنَّ عُمَرَ بَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حَنْفَلَةَ فَجَعَلَ عَلَى أَهْلِ الدِّمَةِ فِي أَمْوَالِهِمُ الَّتِي يَخْتَلِفُونَ بِهَا فِي كُلِّ عَشْرَيْنَ دَرْعِمًا دَرْعِمًا كَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى عُمَرَ فَرَضِي وَأَجَازُهُ وَقَالَ لِعُمَرَ: كَمْ تَأْمُرُنَا أَنْ نَأْخُذَ مِنْ تُجَّارِ أَهْلِ الْحَرْبِ؟" كَمْ يَأْخُذُونَ مِنْكُمْ إِذَا اتَيْنَهُمْ بِدَارِعِهِمْ؟ قَالُوا: الْعُشْرُ قَالَ: فَكَذَلِكَ فَخُذُوا مِنْهُمْ"۔ رواه ابی شیبہ فی "المصنف" (ص ۵۱)۔ ورجاله ثقات، مع ما فیہ من الانقطاع بین ابی مجلز و عمر رضی اللہ عنہما

۴۰۶۹۔ حدثنا عاصم بن سلیمان عن الحسن "قَالَ: كَتَبَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ

کہ دین میں آتا تو اس کو رنگ میں غوطہ دے کر کہتے کہ خاندان پاکیزہ نصرانی ہو گیا تو بغول غلب کو اس کام سے روکا گیا کہ آئندہ وہ ان کو اس چیز کی اجازت نہ دے۔

## باب۔ اہل حرب سے اتنا ہی ٹیکس لیا جائے گا جتنا وہ ہم سے لیتے ہیں

### اور ان کے نہ لینے کی صورت میں ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔

۴۰۶۸۔ ابویجز سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو (عاشر بنا کر) بھیجا اور عثمان نے ذمیوں پر ان کے اس مال میں جو وہ لے جاتے اور لے آتے (یعنی جن سے وہ کاروبار کرتے) ہر بیس درہم میں ایک درہم مقرر کیا اور اس بارے میں عثمان نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو وہ (اس مقدار پر) رضی ہو گئے اور اس کی اجازت دیدی پھر حضرت عثمان نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ خریوں سے کتنا لینا چاہیے؟ آپ ہمیں حکم فرماتے ہیں؟ تو (جواب میں) حضرت عمرؓ فرمایا کہ جب تم درہم لے آؤ تو وہ تم سے کتنا لیتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ سو اونس حصہ۔ آپ نے فرمایا کہ تم بھی ان سے اتنی مقدار لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۴۰۶۹۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؒ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہماری طرف سے مسلمان تاجر راجح رہ جاتے ہیں تو وہ (اہل حرب) ان (مسلمانوں) سے عشر (یعنی سو اونس حصہ) لیتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کی یعنی ابوموسیٰ اشعریؒ کی طرف لکھا کہ آپ بھی ان (اہل حرب) سے اتنا ہی وصول کریں جتنا کہ وہ مسلمان تاجروں سے لیتے ہیں۔ اور

(ﷺ) اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رضی اللہ عنہ) اَنَّ تُجَارًا مِنْ قَبِيلِنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَأْتُونَ اَرْضَ الْحَرْبِ فَيَأْخُذُونَ مِنْهُمْ الْعُشْرَ قَالَ: فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ: خُذْنَتْ مِنْهُمْ كَمَا يَأْخُذُونَ مِنْ تُجَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَخُذْ مِنْ اَهْلِ الدِّمَةِ نِصْفَ الْعُشْرِ وَمِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُلِّ اَرْبَعَيْنِ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِيْهَا دُونَ الْمِائَتَيْنِ شَيْءٌ، فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خُمْسَةُ دَرَاهِمٍ، وَمَا زَادَ فَبِحِسَابِهِ، رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" له (ص ۱۶۱)، وهو مرسل صحيح، و مراسيل الحسن لا يكاد يستقط منها شىء، و عاصم هذا هو الاحول من رجال الجماعة ثقة (تقريب ص ۹۳)۔

۴۰۷۔ حدثنا عبد الملك بن جريج، عن عمرو بن شعيب "أَنَّ أَهْلَ مَبْنَج، قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَرَاءَ الْبَحْرِ، كَتَبُوا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رضی اللہ عنہ) نَدْخُلُ أَرْضَكَ تُجَارًا وَتَعْشُرُنَا قَالَ: فَشَاوَرُ عُمَرُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ، فَأَشَارُوا عَلَيْهِ بِهِ فَكَانُوا أَوَّلَ مَنْ عُشِرَ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ"، رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" له (ص ۱۶۱)، وهو مرسل صحيح فابن جريج لا يسال عنه، و عمرو بن شعيب ثقة۔

زیوں سے بیسواں حصہ اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں ایک درہم وصول کریں۔ اور دوسو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں۔ پس جب دوسو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں اور پھر جو دوسو سے زیادہ ہوں تو ان میں اسی (چالیسواں حصہ) کے حساب سے (واجب) ہے (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور مراسیل من قبول ہیں۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حربیوں سے مجازا کے طریقے پر ٹیکس لیں گے۔ یعنی جتنا وہ مسلمان تاجروں سے لیں گے اتنا ہی ہم ان کے تاجروں سے لیں گے۔ ہاں اگر وہ ہم سے کچھ نہ لیں تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔

۴۰۸۔ عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ اہل مبنج نے جو دریا کے پار ایک حربی قوم ہے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ ہمیں اپنے ملک (دارالاسلام) میں تجارت کی غرض سے داخل ہونے کی اجازت دیں اور ہم سے عشر لے لیا کریں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے صحابہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپؐ کو اس طرح کرنے کا مشورہ دے دیا (یعنی اہل حرب کی تجویز اور درخواست منظور کر لی جائے) تو اہل مبنج وہ پہلے حربی ہیں جن سے (اسلام میں) عشر لیا گیا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل حرب سے عشر لینا امر تعبدی نہیں کہ جس میں کمی یا زیادتی نہ کی جاسکے۔



## باب یؤخذ العشر من المراه اذا مرت علی العاشر بتجارة لا من العبد ولو مکاتباً وكذلك الامة

۴۰۷۱- حدثنا عمرو بن ميمون بن مهران عن ابيه عن جدته قالت: ”مَرَرْتُ عَلَى مَسْرُوقٍ بِالْبَيْلَسَلَةِ (مَوْضِعٌ عَلَى اَشْطٍ)، وَهِيَ مَكَاتِبَةٌ بِتِجَارَةٍ عَظِيمَةٍ، فَقَالَ لَهَا: مَا أَنْتِ؟ قُلْتُ: مُكَاتِبَةٌ، وَكَأَنْتِ أَعْجَمِيَّةٌ - وَكَلَّمَهَا التُّرْجَمَانُ فَقَالَتْ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ: مُكَاتِبَةٌ فَأَخْبَرَهُ قَالَ: لَيْسَ عَلَى مَالٍ مَمْلُوكٍ زَكَاةٌ، فَخَلَّى سَبِيلَهَا“ اخرجہ الامام ابو یوسف فی ”الخراج“ (ص ۱۶۳) و عمرو بن ميمون من رجال الجماعة ثقة، وابوه من رجال مسلم والاربعة ثقة، وجده مهران صحابی، كما فی ”الاصابة“ (۶-۱۴۷) ذكره البخاری فی ”الصحابه“ طاهران جدته صحابية ايضاً ولا اقل من ان تكون تابعة ثقة فالانثر حسن الاسناد واخرجه ابو عبيد فی الاموال (ص ۴۶۲)، حدثنا ابن ابی زائدة و يزيد بن هارون عن عمرو بن ميمون

باب۔ اگر آزاد عورت تجارت کی نیت سے عاشر کے پاس سے گزرے تو اس سے بھی ٹیکس لیا جائے گا

لیکن باندی اور غلام سے (خواہ وہ مکاتب ہو) ٹیکس نہیں لیا جائے گا

۴۰۷۱- عمرو بن ميمون اپنی وادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ (خود) سلسلہ مقام پر مسروق (محصل) کے پاس سے ایک بڑی تجارت کے ساتھ گزری جبکہ وہ مکاتبہ تھی تو مسروق نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ مکاتبہ ہوں اور عمرو کی والدہ فرماتی ہیں کہ وہ عجمی تھیں اس لئے ترجمان نے اس سے بات کی۔ میں نے اس سے فارسی میں کہا کہ مکاتبہ ہوں تو ترجمان نے اسے خبر دی تو مسروق نے کہا کہ مملوک کے مال پر زکوٰۃ نہیں پس اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ اس کے تمام اہل ثقہ ہیں لہذا یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔ اور ابو عبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ عمرو بن ميمون سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے فرمایا سلسلہ مقام پر ایک عورت، مسروق (جو کہ محصل تھے) کے پاس سے گزری۔ الحدیث اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مسروق کا ”مَکَاتِبٌ؟“ کہنا اور یہ کہنا کہ ”مملوک کے مال میں زکوٰۃ نہیں“ اس بات دلالت کرتا ہے کہ عورت سے لیا جائے گا بشرطیکہ وہ مکاتبہ یا مملوکہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر مَکَاتِبٌ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ اور مسروق کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان جیسوں کے اقوال ہمارے نزدیک حجت ہیں بشرطیکہ اپنے مافوق (یعنی صحابی) کے قول سے معارض اور متضاد نہ ہوں۔

بن مہران عن ابيه قال: مَرَّتْ امْرَأَةٌ عَلَى مَنْزِلِي بِالسَّنَدَةِ فَقَدْ كَرِهْتُ، وَهَذَا اسناد صحيح۔

### باب ارض العرب كلها عُشرية لا خراجية

۴۰۷۲- عن ابن عباس رضى الله عنهما اشْتَدَّ الْوَجْعُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: ﴿أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ﴾، الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (التلخيص الحبير ۱: ۳۷۹)۔

۴۰۷۳- عن عائشة رضى الله عنها قالت: ﴿أَخْرَ مَا عَهَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا يُتْرَكَ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَارٌ﴾۔ اخرجہ احمد من طریق ابن اسحاق حدثني صالح بن كيسان عن

الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن عائشة و رواه مالك في "الموطأ" عن ابن شهاب مرسلاً، وعن عمر بن عبد العزيز انه قال: "بَلَّغْنِي أَنَّهُ كَانَ مِنْ أَخْرِمَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ (۱: ۳۷۸)، ووصله صالح بن ابى الاخضر عن الزهري عن سعيد عن ابى هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اخرجہ اسحاق في "مسنده" (التلخيص الحبير ۱۰: ۳۷۸)۔

۴۰۷۴- وقال الامام ابو يوسف: قَدْ بَلَّغْنَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ افْتَتَحَ فُتُوْحًا بَيْنَ الْأَرْضِ

فَاكْمَدَ: ہمارے نزدیک حربی بچے سے اس صورت میں ٹکس لیا جائے گا جبکہ وہ بھی ہمارے بچوں سے ٹکس لیتے ہوں اور اگر وہ ہمارے بچوں سے کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی ان کے بچوں سے کچھ نہیں لیں گے۔ کیونکہ اہل حرب کا معاملہ ٹکس میں مجازات کے طریق پر ہے۔

### باب - عرب کی تمام زمین عشری ہے، خراجی نہیں

۴۰۷۲- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کو تکلیف سخت ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت کی (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۰۷۳- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری نصیحت حضور ﷺ نے یہ فرمائی کہ جزیرہ عرب میں دودین (اسلام و کفر) نہ چھوڑے جائیں۔ (یعنی جزیرہ عرب میں کفر کا نام نہیں رہنا چاہیے)۔ (مسند احمد)۔ اور موطا مالک میں ابن شہاب سے مرسل اور عمر بن عبد العزیز سے موقوفہ مروی ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ (مذکورہ بالا حدیث) آخری بات ہے جس کا حضور ﷺ نے تکلم فرمایا۔ اور مسند

اسحاق میں ہے کہ صالح بن ابی الاخضر، زہری سے بواسطہ سعید بن عبد الرحمن اور ابو ہریرہؓ اس حدیث کو متصل بھی روایت کرتے ہیں۔

۴۰۷۴- امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے عرب زمین میں فتوحات حاصل کیں تو ان تمام زمینوں

عَرَبِيَّةٌ فَوْضَعَ عَلَيْهَا الْعُشْمَرُ، وَلَمْ يَجْعَلْ عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا خَرَجًا (كتاب الخراج ص ۶۹۸)۔  
قلت: وبلاغاته حجة عندنا، كما مر في الأصول۔

## باب ارض السواد وارض الشام و مصر۔

كلها خراجية دون ما اختطه المسلمون او اقطعه الامام احدا منهم

۴۰۷۵۔ عن مالك عن زيد بن اسلم عن ابيه قال: قال عمر رضي الله عنه: "لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ فَتَحَتْ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ"۔ رواه البخاري و لفظ ابن

عمر مقرر کیا اور ان میں سے کسی زمین پر بھی خراج مقرر نہیں فرمایا۔ (كتاب الخراج) امام ابو یوسفؒ کے بلاغات ہمارے نزدیک حجت ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عرب کی تمام زمین عشری ہے۔ ان میں سے کچھ حصہ بھی خراجی نہیں۔ کیونکہ جب عرب کی زمین پر کفر و شرک باقی نہیں رہ سکتا تو خراج بھی مقرر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خراج کے مقرر کرنے کی شرط میں سے ہے کہ اس زمین والے کفر پر باقی رکھے جائیں گے جیسا کہ سواد عراق میں خراج مقرر کیا گیا اور ان کے مالکوں کو کفر پر رہنے کی اجازت دی گئی۔ لیکن مشرکین عرب کو صرف دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے یا تو اسلام قبول کر لیں یا جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور کفر پر باقی رہنے کی (جو کہ شرط ہے خراج کے مقرر کرنے کی) اجازت نہیں۔ اور کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے جس میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے۔ گویا عرب کی زمین کے عشری ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے جو بطور حجت کافی ہے۔ اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں بھی اس کی صراحت ہے کہ عرب کی تمام زمین عشری ہے۔

فائدہ: یعقوب بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن عبد الرحمن سے جزیرہ عرب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حجاز، مکہ، مدینہ، نجران، طائف، یمامہ اور یمن کا نام جزیرہ عرب ہے۔ (بخاری و کتاب الخراج لابن یوسف)۔

باب۔ سوادِ شام اور مصر کی تمام زمین خراجی ہے۔ سوائے اس حصے کے جس کی مسلمان حد بندی کر لیں

یا جس حصے کو امام مسلمانوں میں سے کسی کو جاگیر کے طور پر دیدے

۴۰۷۵۔ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے (شام کے علاقہ میں فتح کے موقع پر) فرمایا کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جتنے شہر بھی فتح ہوتے جاتے ہیں انہیں غازیوں میں تقسیم کرتا جاتا۔ جیسا کہ حضور

ادریس عن مالک عند الاسماعیلی: ”مَا افْتَتَحَ الْمُسْلِمُونَ قَرْيَةً مِنْ قُرَى الْكُفَّارِ إِلَّا قَسَمَتْهُ سَهْمَانًا لَكِنْ اَرَدْتُ اَنْ يَكُونَ جِزْيَةٌ تُجْرَى عَلَيْهِمْ“ وروی البیهقی من وجہ آخر عن ابن وہب عن مالک فی هذه القصة بلفظ: لَمَّا افْتَتَحَ عُمَرُ السَّامَ قَامَ اِلَيْهِ بِلَالٌ فَقَالَ: لِنَقْسِمَنَّهَا اَوْ لِنُخَارِبَنَّ عَلَيْهِمَا السَّيْفَ فَقَالَ عُمَرُ: فَذَكَرَهُ (فتح الباری ۱۴:۵)۔

۴۰۷۶- قال محمد بن اسحاق عن الزهري، ”قال: افْتَتَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْعِرَاقَ كُلَّهُ إِلَّا خَرَّاسَانَ وَالسِّنْدَ، وَافْتَتَحَ السَّامَ كُلَّهُ وَبُضَرَ إِلَّا اَفْرِيقِيَّةَ فَافْتَتَحْتَنَا فِي زَمَنِ“

علیہ السلام نے خیبر کو (غازیوں میں) تقسیم فرمایا (بخاری) اور اسماعیلی کے پاس ایک سند سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ کفار کے جو شہر بھی مسلمانوں نے فتح کئے وہ میں نے ان غازیوں میں ہی تقسیم کر دیے لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ ان پر خراج جاری کیا جائے اور بیہقی نے ایک دوسری سند سے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے شام کا علاقہ فتح کیا تو حضرت بلالؓ لکھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یا تو آپؓ اسے غازیوں میں تقسیم فرمائیں یا پھر ہم اس پر ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑیں گے۔ اس پر حضرت نے (مذکورہ بالا ارشاد) ارشاد فرمایا (الحدیث)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارض شام خراجی ہے۔ نیز صحابہؓ کا شام کی زمین کے خراجی ہونے پر اجماع بھی ہے۔  
**فائدہ:** زمینوں کے فتح کرنے پر صحابہؓ نے اس زمین پر جو احکام نافذ فرمائے وہ کچھ اس قسم کے ہیں۔ (۱) وہ زمین جس کے مالک لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے تو وہ صرف عشری ہوگی۔ (۲) وہ زمین جو صلح سے فتح کی گئی تو جس مقدار پر صلح ہوگی بس وہی مقدار ہی ان سے لی جائے گی۔ (۳) جو زمین غلبہ کے ساتھ فتح کی گئی ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ زمین غازیوں میں تقسیم کر دی جائے تو اس صورت میں وہ عشری ہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ زمین وہاں کے کافروں میں ہی تقسیم کر دی جائے تو اس صورت میں یہ زمین خراجی ہوگی۔ یہ تمام تفصیل انشاء اللہ احادیث سے مختلف ابواب میں ثابت ہو جائے گی۔

۴۰۷۶- زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عراق تمام کا تمام فتح کیا سوائے خراسان اور سند کے۔ اور شام اور مصر تمام کا تمام فتح کیا سوائے افریقہ کے۔ اور یہ دونوں (خراسان، سند اور افریقہ) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح کئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوازا اور سوا کا علاقہ بھی فتح کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ سوا اور ابوازا کے علاقے اور مدین کے مفتوحہ علاقے (غازیوں میں) تقسیم کر دیے جائیں تو اس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا ہوگا۔



عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وافتتح عمر السَّوَادَ وَالْأَهْوَاذَ فَأَشَارَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُقَسِّمَ السَّوَادَ وَتُحْلَ الْأَهْوَاذَ وَافْتَتَحَ بَيْنَ الْمُدُنِ فَقَالَ لَهُمْ: فَمَا يَكُونُ لِمَنْ جَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؟ فَتَرَكَ الْأَرْضَ وَأَهْلَهَا وَضَرَبَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ وَأَخَذَ الْخَرَاجَ مِنَ الْأَرْضِ، رواه الامام ابو يوسف في "خراج" له (ص ۳۳)، وهو مرسل حسن وله شواهد۔

۴۰۷۷- حدثني محمد بن اسحاق عن حارثة بن مضرب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رَأَى أَنْ يُقَسِّمَ السَّوَادَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وفيه: فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ يَكُونُوا مَادَّةً لِلْمُسْلِمِينَ۔  
خرجه الامام ابو يوسف في "الخراج" له (ص ۴۳۰)، وابو عبيد في "الاموال" (ص ۵۹) عن اسماعيل بن جعفر عن اسرائيل عن ابي اسحاق عن حارثة عن عمر رضی اللہ عنہ وهذا سند صحيح موصول، واسماعيل بن جعفر هو الانصارى الزرقى من رجال الجماعة ثقة (تهذيب ۱: ۲۸۷)۔

۴۰۷۸- حدثني المجالد بن سعيد عن عامر الشعبي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ غَزْوَانَ إِلَى الْبَصْرَةِ، وَكَانَتْ تُسَمَّى أَرْضَ الْهِنْدِ فَدَخَلَهَا وَنَزَلَهَا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ سَعْدُ تَبِ آيٍ نَ فِي زَمِينِ وَهَانَ كَ لُوكِ كَ پَاسِ نِ چھوڑ دی اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور زمین پر خراج لینے گئے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے اور اس کی تائید میں کئی شواہد ہیں۔

۴۰۷۹- حارث بن مضرب سے حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کا علاقہ (فتح کر کے) مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہا، اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، یہ مسلمانوں کے لئے ذخیرہ ہے گا (یعنی اسے مسلمان غازیوں کے مابین تقسیم نہ کرو بلکہ کفار کے پاس ہی رہنے دو تاکہ ان سے خراج لے کر مسلمانوں کے کاموں میں لایا جائے)۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ اور ابو عبید نے کتاب الاموال میں یہی روایت صحیح موصول کے ساتھ نقل کی ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عراق، سواد، اہواز کی زمینیں خراجی ہیں۔ اور ترك الارض و اهلها (کہ زمینوں اور ان کے باشندوں) کا فروں (کو چھوڑو) سے معلوم ہوتا ہے کہ خراجی زمینیں کفار کی ہی ملک ہو گئی۔ اور جو اس کے علاوہ کا قائل ہو تو فعلیہ البیان۔  
۴۰۸۰- عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوہ کو بصرہ کی طرف بھیجا اور بصرہ کو ارض الہند کے نام سے لایا جاتا تھا۔ پس عتبہ بصرہ میں داخل ہوئے اور وہاں پڑاؤ کیا قبل اس کے کہ وہ بن ابی وقاصؓ کو فہ میں آتے۔ اور تحقیق زیادہ ہی وہ شخص ہیں

بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْكُوفِيُّ، وَأَنَّ زِيَادَ ابْنِ أَبِيهِ هُوَ الَّذِي بَنَى مَسْجِدَهَا وَقَصَرَهَا، وَهُوَ الْيَوْمَ فِي مَوْضِعِهِ، وَأَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَتَتَحَّ تَسْتَرُ وَأَصْبِهَانَ، وَمَهْرَجَانَ قَذَقَ، وَمَاهَ ذَبَانَ، وَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ مَخَاصِرُ الْمَدَائِنِ، أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ أَبُو يُوسُفَ (ص ۷۱)، وَهُوَ مَرْسَلٌ حَسَنٌ وَ مُجَالِدٌ فِيهِ مَقَالٌ۔

۴۰۷۹- عن ابی ہریرۃ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ﴿قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيزَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدِّيَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنَعَتِ بَصْرُ أَرْدُنْبَهَا وَدِينَارَهَا، وَ غَدُثُ مِّنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَ غَدُثُ مِّنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَ غَدُثُ مِّنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ۔ شَهِدَ عَلَى ذَٰلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ﴾۔ رواہ احمد و مسلم و ابوداود (نیل الاوطار ۷: ۲۱۸)۔ و اخرجه یحیی بن آدم فی "الخروج" له ثم قال یرید من هذا الحدیث ان رسول الله ﷺ ذکر التفتیز والدرهم قبل ان یضعه عمرُ علی الارض اه۔

جس نے بصرہ کی مسجد اور وہاں کا محل بنوایا اور وہ آج بھی اسی جگہ ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعرئ نے تستر، اصہبان، مہرجان، قذق اور ماہ ذبیان کے علاقے اس حال میں فتح کئے، جب سعد بن ابی وقاصؓ مدائن کا محاصرہ کرنے والے تھے (لہذا یہ علاقے خراجی ہیں)۔ (کتاب الخراج لابن یوسف) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۷۹- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ عراق والے اپنے پیانوں اور دولت کو روک لیں گے۔ اور اہل شام اپنے پیانوں اور دیناروں کو روک لیں گے اور اہل مصر (بھی) اپنے پیانوں اور دیناروں کو روک لیں گے (یعنی ان ملکوں کی دولت سے ان کے باشندے محروم ہونگے اور وہ سب تمہارے تصرف میں ہوگا لیکن پھر ایک وقت آئے گا کہ) تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ اس حدیث پر ابو ہریرہؓ کا گوشت اور خون گواہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد، مسلم) یحییٰ بن آدم یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمینوں پر خراج مقرر کرنے سے قبل ہی حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ فرمایا تھا۔ (یعنی جزیہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے مقرر کر رہے، کوئی نئی چیز نہیں)۔

فائدہ: یہ نبوت کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے بذریعہ وحی یہ اطلاع کر دی کہ یہ علاقے

۴۰۸۰- حدثنی ابو النضر عن شعبۃ، ولا اعلم الحجاج الا قد حدثنیہ ایضاً عن شعبۃ قال: انبأنی الحكم قال: سمعت عمرو بن ميمون يقول: شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَأَتَاهُ ابْنُ حَنْظَلٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُهُ فَمَسِغَتُهُ يَقُولُ لَهُ: وَاللَّهِ لَئِنْ وَضَعْتَ عَلَى كُلِّ جَرِيْبٍ مِنَ الْأَرْضِ دِرْهَمًا وَقَبِيْزًا مِنْ طَعَامٍ لَا يَشْقُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَجْهَدُهُمْ“، رواه ابو عبيد في ”الاموال“ (ص ۷۱)، وسنده صحيح حسن۔

۴۰۸۱- حدثنا الصلت بن عبد الرحمن الزبيدي عن محمد بن قيس الاسدي عن شعبي ”أَنَّهُ سُئِلَ فِي رَمَنٍ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَهْلِ السُّوَادِ أَلَهُمْ عَهْدٌ؟ فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَهْدٌ، فَلَمَّا رَضِيَ مِنْهُمْ بِالْخُرَاجِ صَارَ لَهُمْ عَهْدٌ“ وحدثنا حاتم بن اسماعيل وغيره من اصحابنا عن محمد بن قيس عن الشعبي مثله۔ رواه يحيى بن آدم في ”الخراج“ (ص ۴۹)۔ والاسناد الثاني صحيح الى الشعبي و مراسيله حجة كما مر في الاصول، وقال يحيى بن آدم: قال شريك: وكان عامر من اخبر الناس بتلك الامور۔ ورواه ابو عبيد في الاموال (ص ۱۴۰) حدثنا هشيم عن محمد بن قيس عن الشعبي: قال: لَمْ يَكُنْ لِأَهْلِ السُّوَادِ عَهْدٌ

۴۰۸۰۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ مجھے حکم نے کہا کہ میں نے عمرو بن میمون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس موجود تھا کہ آپؓ کے پاس عثمان بن حنیفؓ آئے اور آپ سے بات چیت کرنے لگے۔ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم اگر میں ان کے ایک جریب پر ایک درہم اور ایک قفیر مقرر کر دوں تو یہ ان پر گراں نہیں گذرے گا اور نہ ہی ان کو مشقت میں ڈالے گا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند صحیح حسن ہے۔

فائدہ: جریب ایک سو چوالیس مربع گز کی مقدار زمین کو کہا جاتا ہے۔

۴۰۸۱۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے میں اہل سواد کی بابت پوچھا گیا کہ کیا ان کے لئے کوئی معاہدہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے لئے (پہلے سے) تو کوئی معاہدہ نہیں تھا لیکن جب وہ ان سے خراج لینے پر رضامند ہو گئے تو یہی ان کے لئے معاہدہ ہو گیا۔ اور ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے (تسکین بن آدم فی الخراج) دوسری سند صحیح ہے اور شعبی کے مراسیل حجت ہیں۔ اور کتاب الاموال لابی عبید میں ایک اور سند سے مروی ہے کہ عامر شعبیؒ نے فرمایا کہ اہل سواد کے لئے کوئی معاہدہ نہ تھا لیکن جب ان سے جزیہ لیا جانے لگا تو یہی ان کے لئے معاہدہ ہو گیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل سواد آزاد اور ذمی تھے۔ کیونکہ جزیہ غلاموں سے نہیں لیا جاتا۔ اس لئے ان کے

فَلَمَّا أُخِذَتْ مِنْهُمْ الْجِزْيَةُ صَارَ لَهُمْ عَهْدٌ ۝ - وهذا سند صحيح۔

۴۰۸۲ - حدثنا حسن بن صالح عن ابن ابی لیلی "قَالَ: قَدْ رَدَّ إِلَيْهِمْ عَمْرُو بْنُ

الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَرْضَهُمْ وَصَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ" رواه يحيى بن آدم في "الخراج" (۴۹)۔

۴۰۸۳ - حدثنا عبد الله بن صالح عن عبد الله بن لهيعة عن الحارث بن يزيد - هو ثقة

من رجال المسلم، تق - الحضرمي عن علي بن رباح أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ نَعَتْ حَاطِبَ ابْنَ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُقَوْسِ بِمِصْرَ، فَمَرَّ عَلَى نَاحِيَةِ قَرْنِ الشَّرْقِيَّةِ فَهَادَنَهُمْ، وَأَعْطَوْهُ فَلَمْ يَزَالُوا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى دَخَلَهَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فَقَاتَلَهُمْ، وَانْتَقَضَ ذَلِكَ الصُّلْحُ - رواه ابو عبيد في "الاموال" (۴۲)، هو مرسل حسن۔

۴۰۸۴ - حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب: "ان

الْمُقَوْسَ الَّذِي كَانَ عَلَى مِصْرَ كَانَ صَالِحَ عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ عَلَى أَنْ يَفْرِضَ عَلَى الْقَبِيطِ

غلام ہونے کے قائل غلط فہمی میں ہیں۔

۴۰۸۲ - ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو ان کی زمینیں لوٹا دیں اور خراج پر ان سے صلح کر لی۔ (کتاب

الخراج الجہی)۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ ارض سوادِ عشری نہیں بلکہ خراجی ہے اور اپنے اہل کی مملوک ہے۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ

ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ سفیان بن سعید نے فرمایا کہ اگر بادشاہِ غلبہ سے فتح کی ہوئی زمین وہاں کے باشندوں پر ہی لوٹا دیں تو وہ لوگ مسلمانوں کے ذمی ہو گئے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اہل سواد سے کیا تھا اور وہ معاہدہ بن جائیں گے اور زمین ان کی ملک ہو جائے گی اور وہ اسے بیچنے، اس کے ذریعے قرض ادا کرنے کے حقدار ہو گئے اور دوزخ میں وراثت میں بھی چلے گی الخ۔

۴۰۸۳ - علی بن رباح سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مصر کے حاکم مقوقس کی طرف بھیجا تو

حاطب قرن کے مشرقی علاقے پر سے گذرے اور ان سے صلح کر لی اور قرنِ شرقیہ والوں نے ان کو جزیہ دیا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضرت عمرو بن العاصؓ وہاں داخل ہوئے اور ان سے جنگ کی اور اس طرح یہ صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ (کتاب الاموال لابن عبید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۸۴ - یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ مصر کا بادشاہ (گورنر) مقوقس نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے اس شرط پر صلح کی



دِيْنَارَيْنِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ هِرْقَلُ صَاحِبَ الرُّومِ فَتَسَخَّطَهُ أَشَدَّ التَّسَخُّطِ، وَبَعَثَ الْجِيُوشَ، وَغَلَقُوا الْأَسْكَندَرِيَّةَ، وَأَذْنُوا عُمَرُو بْنَ الْعَاصِ بِالْحَرْبِ فَقَاتَلَهُمْ، وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَا بَعْدُ! فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَحَ عَلَيْنَا الْأَسْكَندَرِيَّةَ غَنَوَةً قَمَرًا بِلَا عَهْدٍ وَلَا عَقْدٍ، أَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ هِيَ "الاموال" (ص ۷۴۲)، وهو مرسل حسن۔

۴۰۸۵۔ حدثنا ابن ابی مریم (هو سعيد بن ابی مریم المصری) عن ابن لهيعة اخبرني يزيد بن ابی حبيب عن سمع عبد الله بن المغيرة بن ابی نردة يقول: "سمعت سفیان بن وهب الخولاني يقول: لَمَّا افْتَتِحَتْ مِصْرُ بَغَيْرِ عَهْدٍ قَامَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ: يَا عُمَرُو بْنَ الْعَاصِ! اقْسِمْنَهَا عَلَى عُمَرُو: لَا اقْسِمُهَا فَقَالَ الزُّبَيْرُ: لَتَقْسِمَنَّهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرَ فَقَالَ عُمَرُو: لَا سَمُهَا حَتَّى أَكْتُبَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُو أَنْ دَعَا حَتَّى يَغْزُوا بِهَا حَبْلُ الْحَبْلَةِ"، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۵۸) ايضا ورجاله ثقات الا انه منقطع۔

وہ ہز قبطی پردودودینا مقرر کر دیں۔ جب یہ بات (صلح کی اطلاع) بادشاہ روم ہرقل کو پہنچی تو وہ مقتوس پر بہت ناراض ہوا۔ اور لشکروں کو لے کر دیا جنہوں نے اسکندریہ کے راستے بند کر دیئے اور حضرت عمرو بن العاصؓ سے اعلان جنگ کر دیا تو اس پر حضرت عمروؓ نے ان سے جنگ کی اور حضرت عمروؓ کو لکھا کہ حمد و صلوة کے بعد، اللہ نے اسکندریہ کا علاقہ غلبہ اور طاقت کے بل بوتے پر ہمیں فتح کر دیا ہے بغیر کسی سبب سے اور خان کے۔ (کتاب الاموال ابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے۔ (یعنی اولاً حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ پر صلحاً فتح ہوا اور پھر حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ پر تہاً فتح ہوا)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ ارض مصر خراجی ہے۔ ۴۰۸۵۔ یزید بن ابی حبيب اس شخص سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے عبد اللہ بن المغیرہ بن ابی بردہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب بغیر کسی معاہدہ کے (بزدور قوت) مصر فتح ہوا تو (ابن العوام) نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے عمرو بن العاصؓ! اسے (غازیوں کے مابین) خورو تقسیم فرمائیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ میں اسے تقسیم نہیں کروں گا، نیز میرے کہنا کہ تمہیں اس علاقہ کو بالضرور تقسیم کرنا ہوگا جس طرح کہ حضور ﷺ نے خیر کا حکم (غنائم میں) تقسیم فرمایا تھا۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ میں جب تک امیر المؤمنین کو (اس بارے میں) نہ لکھوں میں اسے تقسیم نہ کروں گا۔ آخرا انہوں نے حضرت عمروؓ کو لکھا تو حضرت عمروؓ نے (جواب میں) انہیں لکھا کہ یہ زمین ایسے ہی چھوڑ دو تا کہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل

۴۰۸۶ - حدثنا هشيم بن بشير قال: اخبرنا العوام بن حوشب عن ابراهيم التيمي قال: "لَمَّا افْتَتَحَ الْمُسْلِمُونَ السَّوَادَ قَالُوا لِعُمَرَ: اَقْسِمُهُ بَيْنَنَا فَلَانَا افْتَتَحْنَاهُ عَنْوَةً قَالَ: قَالِي وَقَالَ: فَمَا لِمَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؟ وَاَخَافُ اِنْ قَسَمْتُهُ اَنْ تُفَاسِدُوا بَيْنَكُمْ فِي الْمِيَاهِ - قَالَ: فَافَرَّ اَهْلُ السَّوَادِ فِي اَرَاضِيهِمْ وَضَرَبَ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الْجِزْيَةَ وَعَلَى اَرَاضِيهِمُ الطُّسُقَ وَلَمْ يَقْسِمِ بَيْنَهُمْ"، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۵۷)، وهذا مرسل صحيح قال ابو عبيد: يعني الخراج.

۴۰۸۷ - حدثنا ابو الاسود (المصري) عن ابن الهيثبة عن يزيد بن ابی حبيب ان عمر رضي الله عنه كتب الى سعد بن ابی وقاص يوم افتتح العراق اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ، اَنْ النَّاسَ قَدْ سَأَلُوا اَنْ تَقْسِمَ بَيْنَهُمْ غَنَائِمَهُمْ وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ، فَاَنْظُرْ مَا اَجْلَبُوا بِهِ عَلَيْكَ فِي الْعَسْكَرِ مِنْ كِرَاعٍ اَوْ مَالٍ فَاقْسِمْهُ بَيْنَ مَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَاتْرِكِ الْاَرْضَيْنِ وَالْاَنْهَارَ

سے پیدا ہونے والے بھی جبا کرے۔ (یعنی مسلمانوں کی نسلوں کے لئے فئی بنی رہے اور اس کے ٹکس اور خراج سے مسلمان زمانوں تک فائدہ اٹھاتے رہیں اور بہ زمین مسلمانوں کے لئے باعث قوت بنی رہے)۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور انقطاع مضربیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مصر کی زمین خراجی ہے۔

۴۰۸۶ - ابراہیم تمیمی فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے سواد کا علاقہ (عراق) فتح کیا تو انہوں نے (اس بارے میں) حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ یہ علاقہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں کیونکہ ہم نے اسے غلبہ و قہراً (بزرگوں کو) فتح کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ لیکن حضرت عمرؓ نے (تقسیم کرنے سے) انکار کر دیا اور فرمایا کہ (تقسیم کی صورت میں) تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا ہوگا؟ اور مجھے اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ اگر میں اسے تقسیم کر دوں تو تم آپس میں پانی پر جھگڑتے رہو گے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے اہل سواد کو یہی ان کی زمینوں پر بحال رکھا اور ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دیا۔ اور غامنین کے درمیان اس زمین کو تقسیم نہ فرمایا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواد کی زمین اہل سواد کی ملک ہے اور خراجی ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۰۸۷ - یزید بن ابی حبيب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے موقع پر سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا۔ ابا بعد! مجھے آپ کا

عَمَّالَهَا لِيَكُونَ ذَلِكَ فِي أَعْطِيَابِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّا لَوْ قَسَمْنَا بَيْنَ مَنْ حَضَرَ لَمْ يَكُنْ لِمَنْ يَغْذِيهِمْ شَيْءٌ“ رواه ابو عبیدہ ایضاً فی ”الاموال“ (ص ۱۵۹)، وهو مرسل صحیح۔

۴۰۸۸- حدثنا قيس بن الربيع عن ابراهيم بن مهاجر عن شيخ من بني زهرة عن عمر رضى الله عنه: أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى سَعْدِ يَقْطَعُ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ أَرْضًا فَأَقْطَعَهُ أَرْضًا لِبَنِي الرَّفِئِلِ فَاتَى ابْنُ الرَّفِئِلِ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! عَلَى مَا صَالَحْتُمُونَا؟ قَالَ: عَلَى أَنْ تُؤَدُّوا لَنَا جِزْيَةً، وَلَكُمْ أَرْضُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَقْطَعْتَ أَرْضِي لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ؟ قَالَ: فَكَتَبْتُ إِلَى سَعْدٍ تَرُدُّ عَلَيْهِ أَرْضَهُ ثُمَّ دَعَا إِلَى الْإِسْلَامِ، فَاسْلَمَ فَفَرَضَ لَهُ عُمَرُ سَعْيَانَةً وَجَعَلَ عَطَائَهُ فِي خَنْعِهِ (ص ۵۹)، وقال: إِنْ أَقَمْتَ فِي أَرْضِكَ أَذَيْتَ غَنَمَهَا مَا كُنْتَ تُؤَدِّي“۔ رواه يحيى بن آدم في ”الخراج“ له (ص ۶۸)، و سنده حسن الا ان فيه رجلا لا يسم قال يحيى: وحدثنا شريك و قيس عن جابر عن عامر قال: ”اسلم الرفيل فأعطاه عمر“

موسول ہو چکا ہے اور یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ لوگوں نے (یعنی مجاہدین نے) آپ سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ آپ ان کے مابین تمام مال قیمت کو اور جو کچھ اللہ نے انہیں اس جنگ میں بطور فنی دیا ہے اسے تقسیم فرمائیں۔

لہذا آپ یہ دیکھیں کہ فکر میں جو کچھ انہوں نے مال و جانور جمع کئے ہیں وہ تو ان مسلمانوں میں تقسیم کر دیں جو حاضر ہیں (یعنی جو جانیوا ان مسلمانوں میں تقسیم کر دیں جو اس جہاد میں شریک ہوئے) لیکن زمینیں اور نہریں وہاں کے کام کرنے والے (کاشتکاروں کافروں) کے لئے چھوڑ دیں تاکہ یہ زمینیں (بعد میں آنے والے) مسلمانوں کے لئے ذخیرہ ہی رہیں۔ کیونکہ اگر یہ زمینیں بھی ان حاضرین مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیں تو پھر بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ (کتاب الاموال بابہ میں)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عراقی زمین خرابی ہے اور وہاں کے کافروں کی ملک ہے۔

۴۰۸۸- حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خط لکھا کہ سعید بن زید کو کچھ زمین جاگیر کے طور پر دے دو۔ پس سعد نے بنو رفیل کی زمین سعید کو جاگیر کے طور پر دے دی۔ تو اس پر رفیل کا بیٹا حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا عرض کیا یا امیر المؤمنین! کس شرط پر آپ نے ہم سے صلح کی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ تم لوگ ہمیں جزیہ دو گے اور تمہاری زمین تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری ہی ہوگی۔ اس نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! میری زمین تو سعید بن زید کو جاگیر کے طور پر دے

أَرْضَهُ بِخَرَاجِهَا وَفَرَضَ لَهُ الْفَيْنِ“۔ وھذا شاهد حسن وللأثر طرق عديدة عند يحيى و عند ابی عیید فی ”الاموال“، و عند ابی یوسف فی الخراج لہ۔

۴۰۸۹- عن الاحوص بن حکیم ”أَنَّ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ فَتَحُوا جَمْعَ لَمْ يَدْخُلُوهَا بَلْ عَسَكُرُوا عَلَى نَهْرِ الْأَرْبَدِ فَأَحْيَوْهُ فَأَنْصَاهُ لَهُمْ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، وَقَدْ كَانَ مِنْهُمْ نَاسٌ تَعَدُّوا إِذْ ذَاكَ إِلَى خَيْسَرِ الْأَرْبَدِ الَّذِي عَلَى بَابِ الرِّسْتِ فَعَسَكُرُوا فِي مَرْجِهِ مُسْلِحَةً لِمَنْ خَلَفَهُهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُمْ مَا أَنْصَاهُ عُمَرُ لِلْعَسَاكِرِينَ عَلَى نَهْرِ الْأَرْبَدِ سَأَلُوا أَنْ يُنْشِرَ كُوْنُغُهُ فِي تِلْكَ الْقَطَائِعِ، وَكُتِبُوا إِلَى عُمَرَ فِيهِ، فَكَتَبَ أَنْ يُعَوِّضُوا بِثَلَاثَةِ مِائَةِ مِائَةِ كَانُوا عَسَكُرُوا فِيهَا عَلَى بَابِ الرِّسْتِ، فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ الْقَطَائِعُ عَلَى شَاطِئِ الْأَرْبَدِ، وَعَلَى بَابِ جَمْعَ، وَعَلَى بَابِ الرِّسْتِ مَاضِيَةً لِأَهْلِهَا لِأَخْرَاجِ عَلَيْهَا تُؤَدَّى الْعُشْمُ“، رواه ابن عائد فی ”كتابه“ باسناده قاله الموفق فی ”المعنى“ (ص ۵۸۹)۔

دی گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر آپؐ نے سعد کو لکھا کہ اس کی زمین اسے لوٹادی جائے پھر آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لئے سات سو مقرر کر دیے۔ اور اس کے عطیہ کو ختم میں مقرر کر دیا۔ (ص ۵۹) اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپؐ اپنی زمین میں رہنا چاہیں تو آپؐ وہی ادا کرتے رہیں گے جو آپؐ ادا کرتے تھے۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ یحییٰ ہی اپنی سند سے جابر بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص رقیل اسلام لے آیا تو حضرت عمرؓ نے خراج کے ساتھ ہی اس کی زمین اس کو دے دی اور اس کے لئے دو ہزار مقرر کئے۔ اس اثر کے کئی طرق اور سندیں ہیں کتاب الخراج الابی یوسف اور کتاب الاموال الابی عیید میں۔

**فائدہ:** حضرت عمرؓ کے فرمان کہ ”تم جزیہ دو اور زمین وغیرہ تمہارے ہیں“ سے معلوم ہوا کہ زمین ان کی ملکیت ہے۔ اور آپؐ کے فرمان کہ ”اگر آپؐ اس زمین میں رہیں تو آپؐ وہی دیتے رہیں گے جو آپؐ دیتے تھے“ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا خراج مالک کے اسلام لانے سے ساقط نہیں ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

۴۰۸۹- احوص بن حکیم سے مروی ہے کہ جن مسلمانوں نے حمص کا علاقہ فتح کیا وہ حمص میں داخل نہ ہوئے بلکہ نہراہر بد پرودہ جمع ہوئے اور اس (بخر علاقے) کو آباد کیا اس لئے حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے یہ علاقہ ان کو دے دیا۔ ان (فاحشین حمص) میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نہراہر بد سے اربد کے ٹیل تک تجاوز کر گئے جو باب رستن پر تھی اور وہ اپنے پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کے لئے ایک چراگاہ میں مسلح



۴۰۹۔ حدثنا الحسين بن جنيد الدماغاني ثنا عتاب بن زياد المروزي ثنا ابو حمزة (السكري ثقة - مؤلف) سمعت مغيرة الازدي يحدث عن محمد بن زيد عن حيان عرج عن العلاء بن الحضرمي رضي الله عنه قال: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْبَحْرَيْنِ أَوْ إِلَى عَجْرٍ كُنْتُ آتِي الْحَايِطُ يَكُونُ بَيْنَ الْإِخْوَةِ يُسْلِمُ أَخَذَهُمْ فَأَخَذَ بِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشَيْرَ، وَالْمُشْرِكِ حَرَجَ۔ رواه ابن ماجة (ص ۱۳۳)؛ و فيه انقطاع بين حيان الاعرج و بين العلاء، فان عرج هذا من اتباع التابعين، كما في "التهذيب" (۳: ۶۸)، وهذا مرسل لا باس به، فانه في فيه من اجمع على تركه۔

جمع ہوئے۔ جب ان کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عمرؓ نے نیر اربد پر جمع ہوجانے والوں کے لئے وہ زمین الاٹ کر دی ہے تو انہوں نے نیر اربد سے درخواست کی کہ وہ انہیں بھی ان جاگیروں میں شریک کریں۔ جب انہوں نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کو اس کے عوض اس جیسی اور چراگاہیں باب رستن میں دے دو جہاں یہ جمع ہوئے تھے۔ اور یہ زمین کے کٹڑے کے کنارے باب حص اور باب رستن پر دہاں والوں کی ملکیت کے طور پر رہے اور ان پر کسی قسم کا خراج نہیں تھا بلکہ وہ عشر دیتے تھے۔ اے ابن عائد نے اپنی کتاب میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا آخری جزء ثابت ہوا کہ اگر تہران کی ہوئی زمین میں سے کچھ حصہ امیر کی مسلمان کو عطا ہوا ہے کہ جاگیر کے طور پر دے دے یا مسلمان اس کی حد بندی کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لیں تو اس میں عشری ہوتا ہے اور خراج نہیں ہوتا۔ یہ کہ یہ صورت بھی مثل تقسیم کے ہے اور اگر تہران حاصل کی ہوئی زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ عشری ہوتی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر ابتدائے مسلمانوں پر عشر کا وظیفہ ہی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اور ابتداء وظیفہ مقرر کرنا ہو تو کافروں پر خراج کا وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔

۴۰۹۔ علاء بن حضری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بحرین یا بصرہ کے مقام کی طرف (عشر و خراج کی وصولی کے لئے) بھیجا تو جب میں کسی ایسے باغ پر پہنچتا جو ایسے بھائیوں کے درمیان مشترک ہوتا جن میں بعض مسلمان (اور بعض مشرک) ہوتے تو میں مسلمان (بھائی) سے عشر اور مشرک سے خراج وصول کرتا (ابن ماجة) یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے لیکن انقطاع خیر القرون میں مضنی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی بطیب نفس مسلمان ہو جائے بغیر کسی قہر کے تو اس کی زمین عشری ہوتی ہے، جبکہ یہ قبضہ ابتداء مقرر کیا جا رہا ہو، اور خراجی نہیں ہوتی۔ البتہ کافر کی زمین خراجی رہے گی۔ ہدایہ میں ہے کہ ہر وہ زمین جس کے مالک مسلمان ہیں یا جو تہران کی گئی ہو اور پھر اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا ہو تو وہ عشری ہوگی کیونکہ مسلمان پر ابتداء وظیفہ مقرر کرتے وقت عشر اس

## باب من احیا ارضا مواتا بماء الخراج فخر اجية والا فعشرية

۴۰۹۱- حدثنا ابو معاوية عن الشيباني، عن محمد بن عبيد الله الثقفي، قال: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنْ تَقِيفٍ يُقَالُ لَهُ: نَافِعٌ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ افْتَلَا الْفَلَا، فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: "إِنَّ قَبْلَنَا أَرْضًا بِالْبَصْرَةِ، لَيْسَتْ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ، وَلَا تَضُرُّ بِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُقْطِعَ نَهْيَهَا اتَّخِذْ فِيهَا قَضْبًا لِيُخْلِي فَاذْعَلْ". قَالَ: فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: إِنْ كَانَتْ كَمَا يَقُولُ فَاقْطَعْهَا إِثًّا". قَالَ: وَحَدَّثَنَا عِبَادُ بْنُ الْعَوَامِ عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ كِتَابَ عُمَرَ إِلَى أَبِي مُوسَى "أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ سَأَلَنِي أَرْضًا عَلَى شَاطِئِ دِجْلَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ أَرْضٌ جَزِيَّةٌ وَلَا أَرْضًا يَجْرِي إِلَيْهَا مَاءٌ جَزِيَّةٌ فَاعْطِهَا إِثًّا". رَوَاهُ أَبُو عُبَيْدٍ فِي "الْأَمْوَالِ" (ص ۲۷۷)- وَرَجَّاهُ ثِقَاتٌ-

کے مناسب ہے اور اگر زمین تہرائج کر کے وہاں کے کافر لوگوں کو دے دی گئی ہو تو وہ خراجی ہے یا کافروں سے صلح کی گئی ہو تو بھی خراجی ہے کیونکہ کافر پر ابتداء وظیفہ مقرر کرتے وقت خراج اس کے لائق ہے۔

الفرض چار قسم کی زمینیں عشری ہیں (۱) ہر وہ زمین جس کا مالک خود بطیب نفس مسلمان ہو جائے اور وہ اپنی گردن کا مالک ہو، جیسے مدینہ، طائف وغیرہ۔ (۲) ہر وہ زمین اور علاقہ جو غلط فتح کیا گیا ہو اور پھر وہ علاقہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا ہو جیسے خیبر میں حضور ﷺ نے کیا۔ (۳) ہر وہ پرانی بنجر زمین جس کا نہ کوئی مالک ہو اور نہ ہی آباد کرنے والا۔ اور امام وہ زمین کسی کو جاگیر کے طور پر دے دے۔ جیسے حضور ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بلا یمن اور یمامہ میں ایسے کیا۔ (۴) ہر وہ بے آباد زمین جسے کوئی مسلمان امام کی اجازت سے پانی اور پیداوار کے ساتھ آباد کرے۔ ان تمام زمینوں کا عشری ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

## باب - جو کسی بے آباد زمین کو خراجی پانی سے آباد کرے تو وہ خراجی ہے ورنہ عشری

۴۰۹۱- محمد بن عبيد الله الثقفي فرماتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے ایک ثقفی نافع ابو عبد اللہ نامی شخص نکلا اور وہ پہلا شخص تھا جو جنگل میں داخل ہوا (اسے آباد کرنے کیلئے)۔ اس نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ بصرہ میں ہمارے قریب میں ایک زمین ہے جو خراجی بھی نہیں اور نہ ہی (اس کا آباد کرنا) کسی مسلمان کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ مکڑا مجھے جاگیر کے طور پر دیدیں تاکہ میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے گھاس وغیرہ لگاؤں۔ آپؐ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اگر حالات ایسے ہی ہیں جیسا کہ یہ کہتا ہے تو وہ مکڑا اسے الگ کر کے دے دو۔ اور ایک اور روایت میں ہے، عوف بن ابی جمیل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ خط جو انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ

## باب الخراج الذی وضعہ عمرؓ علی ارض السواد

۴۰۹۲ - حدثني السري عن اسماعيل عن عامر الشعبي "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ

كساحا بڑھا (جس میں یہ لکھا تھا کہ) ابو عبد اللہ (نافع) نے جلد کے کنارے مجھ سے زمین کا مطالبہ کیا ہے۔ پس اگر وہ خراجی زمین نہ ہو تو یہی اس کی طرف خراجی پانی جاری ہوتا ہو تو وہ زمین اسے دے دو۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے آباد جنگل کی زمین کو آباد کرنے کی صورت میں پانی کا اعتبار ہے کہ اگر وہ پانی خراجی سے تو زمین خراجی ہوگی اور اگر پانی خراجی نہیں تو عشری ہوگی۔ لیکن یاد رکھیں کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ حنفیہ کے ہاں خراجی زمین صرف وہ ہے جس کو خراجی پانی سے آباد کیا گیا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ پانی کا تعلق صرف جنگل کی غیر مزروعہ زمین کے خراجی یا عشری ہونے سے ہے۔ مطلق خراجی زمین سے نہیں کیونکہ اس کے علاوہ اور زمین جسے خراجی پانی نہ بھی پہنچے وہ بھی خراجی ہو سکتی ہے مثلاً ہر وہ زمین جسے قہر آفتاب کے وہاں کے باشندوں کا فروں کو دیدی گئی تو وہ بھی خراجی ہے وغیر ذلک۔

**فائدہ:** نیز مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی بے آباد زمین کو آباد کرے تو محض آباد کرنے سے ہی وہ زمین کا مالک نہیں بن جائے گا بلکہ امام کے حکم اور اجازت سے ہی وہ اس بے آباد زمین کا مالک بنے گا۔ کیونکہ اگر وہ محض آباد کرنے سے مالک بن جاتا تو حضرت عمرؓ خلیفہ کو حکم نہ دیتے کہ اسے یہ زمین کاٹ کر دے دو۔ بلکہ یوں فرماتے کہ بھائی آپ اس مسئلہ میں میرے حکم کر دینے کے محتاج نہیں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میری اجازت کے بغیر بھی اس کو آباد کر کے مالک بن سکتے ہیں۔ الغرض اگر امام یا اس کے خلیفہ کی اجازت ضروری نہ ہو تو قطعاً ایاہ یا اعطھا ایاہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا یہ فرمان "لنراقب ارضاً" (طحاوی ج ۲ ص ۱۵۸) بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسی بے آباد زمینیں ائمہ المسلمین کی ملکیت میں ہوتی ہیں اور ان کے لئے سے ہی کوئی دوسرا اس کا مالک بن سکتا ہے۔ باقی دوسرے فریق کا یہ استدلال کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "من احبني ارضاً مواتا فهي له" کہ جو کسی غیر مزروعہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کی ملک ہے چاہے امام کی اجازت ہو یا نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ حضور ﷺ سے جو حکم شرعی کے نہیں فرمایا بلکہ بطور تحریض فرمایا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا "من اغلق بابہ من آمن ومن دخل المسجد الحرام فهو آمن ومن القى السلاح فهو آمن" تو جس طرح یہ کلمے بالاتفاق حکم شرعی مستقلہ ہیں بلکہ تحریض کے لئے ہیں اور اسی وقت کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح مذکورہ بالا آپ ﷺ کا جملہ بھی بطور تحریض کے ہے اور کسی جگہ اور کسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔

## باب اس خراج کے بیان میں جو حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر مقرر فرمایا

۴۰۹۳ - عامر شعی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد کے علاقے کی پیمائش کی تو وہ چھ کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ہوا (ایک

مَسَحَ السَّوَادَ فَبَلَغَ سِتَّةَ ثَلَاثِينَ أَلْفَ جَرِيبٍ وَأَنَّهُ وَضَعَ عَلَى جَرِيبِ الزَّرْعِ دِرْهَمًا وَقَفِيزًا وَعَلَى الْكَرْمِ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى الرُّطْبَةِ خُمُسَةَ دَرَاهِمَ وَعَلَى الرَّجُلِ اثْنِي عَشَرَ دِرْهَمًا، وَأَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَثَمَانِيَةَ وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا۔ اخرجہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" له (ص ۴۲) ثم اخرجہ ثانيا (ص ۴۴) بهذا السند بعينه بلفظ: وَعَلَى كُلِّ أَرْضٍ يَبْلُغُهَا الْمَاءُ غُمْلَتٌ، أَوْلَمْ تُعْمَلْ دِرْهَمًا، وَمَسَحْتُمَا قَالِ غَابِرٌ (هو الشعبي) هو الحجاجي وهو الصاع ۵۔ قلت: "السرى" ضعيف عند المحدثين، ولكن ابا يوسف احتج به، واحتجاج مثله بحديث تصحيح له، ومراسيل الشعبي صحاح، كما مر غير مرة وله شاهد۔

۴۰۹۳۔ عن وكيع عن ابن ابى لیلی عن الحكم عن عمر رضی اللہ عنہ "أَنَّ بَعَثَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْنٍ عَلَى السَّوَادِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ جَرِيبٍ غَابِرٌ أَوْ غَابِرٌ يَنَالُهُ الْمَاءُ دِرْهَمًا وَقَفِيزًا يَبْنِي الْجَنْطَةَ وَالشَّعِيرَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبِ الْكَرْمِ عَشْرَةَ وَعَلَى كُلِّ جَرِيبِ الرُّطْبَةِ خُمُسَةَ۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ فی "مصنفه" (ص ۶۲)، وهو مرسل حسن۔

جریب ایک سو چالیس مربع گز کے علاقے کو کہتے ہیں) اور آپ نے غلہ (گندم وغیرہ) کے ایک جریب پر ایک درہم اور ایک قفیر اور انگور کی ایک جریب پر دس درہم اور ترکاری (پھل وغیرہ) کی ایک جریب پر پانچ درہم خراج مقرر فرمایا۔ اور ہر ذی (جریب) پر بارہ درہم اور متوسط ذی پر چوبیس درہم اور امیر ذی پر اڑتالیس درہم (سالانہ) جزیہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ اور پھر ایک دوسری سند سے یہ بھی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ زمین جس تک (نہری) پانی پہنچے اس میں ایک درہم اور ایک قفیز ہے خواہ اس میں کھیتی باڑی کی جائے یا نہ کی جائے۔ امام ابو یوسف مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور مراسیل شعبی صحیح ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے پس یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۰۹۳۔ حکم سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد پر (محصل یا کر) بھیجا اور ہر جریب پر خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد بشرطیکہ اس تک پانی (نہری) پہنچتا ہو ایک درہم اور ایک قفیر (بطور خراج) مقرر فرمایا۔ یعنی گندم اور جو کی پیداوار میں اور انگور کے ہر جریب پر دس درہم اور پھلوں کے ہر جریب پر پانچ درہم مقرر فرمائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر مالک کے پاس اس کو آباد کرنے کی طاقت اور قدرت اور اسباب مہیا ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اسے آباد نہیں کرتا تو اس پر خراج ہوگا۔ ہاں اگر پانی نہری وہاں تک نہ پہنچے تو پھر اس پر خراج نہیں۔



۴۰۹۴- حدثنا المجالد بن سعيد عن عامر الشعبي "قال: لَمَّا أَرَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يَمْسَحَ السَّوَادَ فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا- وفيه- وَوَضَعَ عَلَى كُلِّ جَرِيبٍ غَابِرٍ أَوْ غَابِرٍ يَنَالُهُ حَاءٌ قَفِيرًا مِّنْ جَنْطَةٍ أَوْ قَفِيرًا مِّنْ شَعِيرٍ وَدِرْهَمًا" رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص ۵۵) ايضا ومجالد ضعيف ولكن الامام احتج به ولما رواه شواهد واحتج به ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۶۹) ايضا-

۴۰۹۵- حدثنا ابو معاوية عن الشيبانى عن محمد بن عبيد الله الثقفى "قال: وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه عَلَى أَهْلِ السَّوَادِ عَلَى كُلِّ جَرِيبٍ غَابِرٍ أَوْ غَابِرٍ دِرْهَمًا وَ قَفِيرًا وَعَلَى جَرِيبِ الرُّطْبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَخَمْسَةَ أَفْئِزَةٍ، وَعَلَى جَرِيبِ الشَّجَرَةِ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ وَعَشْرَةَ حَمْرَةٍ، وَعَلَى جَرِيبِ الْكُرْمِ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ وَعَشْرَةَ أَفْئِزَةٍ- قَالَ: وَلَمْ يَذْكُرِ النَّخْلَ، وَعَلَى رُؤُوسِ رَجَالٍ ثَمَانِيَةَ وَأَرْبَعِينَ وَأَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ وَاثْنَى عَشَرَ- رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۶۹)، وهو مرسل صحيح-

۴۰۹۳- عامر شعبی فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے سواد علاقے کی پیمائش کرنے کا ارادہ فرمایا..... راوی نے پھر ایک حدیث مذکور کی جس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (زمین کے) ہر جریب پر خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد بشرطیکہ اس تک (نہری) پانی پہنچتا ہو کہ یہ یا جو کا ایک قفیز اور ایک درہم مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ امام ابو یوسفؒ کا اس سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ جبکہ اس کے شواہد بھی ہیں اور ابو عبید نے بھی کتاب الاموال میں اس سے دلیل پکڑی ہے۔

فائدہ: کتاب الخراج میں مذکور اس طویل حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بطریق اجارہ نہیں بلکہ بطریق جزیہ میں وضع مقرر کیا تھا۔

۴۰۹۵- محمد بن عبید اللہ ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سواد والوں پر (غلہ وغیرہ کے) ہر جریب میں خواہ وہ آباد ہو یا نہ بشرطیکہ اس تک نہری پانی پہنچتا ہو) ایک درہم اور ایک قفیز اور پھلوں کے ہر جریب میں پانچ درہم اور پانچ قفیز جبکہ انگور کے ہر قفیز میں ایک درہم اور دس قفیز مقرر فرمائے۔ راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے کھجور کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور ہر امیر ذی پرازتالیس اور متوسط ذی پر چوئیس قریب ذی پر بارہ درہم بطور جزیہ مقرر فرمائے۔ (کتاب الاموال لابن عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں انگور اور ترکاری وغیرہ میں درہموں کے ساتھ قفیزوں کا ذکر بھی ہے جو کہ شاذ ہے کیونکہ اس حدیث

۴۰۹۶ - حدثنا ابو النضر عن شعبۃ ولا اعلم الحجاج الا قد حدثنيه ايضا عن شعبۃ

قال: انبانی الحكم قال: سمعت عمرو بن ميمون يقول: "شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَاتَّاهُ ابْنُ حُنَيْفٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُهُ فَمَسْمِعُهُ يَقُولُ لَهُ: وَاللَّهِ لَئِنْ وَضَعْتَ عَلَى كُلِّ جَرِيْبٍ مِنَ الْأَرْضِ دِرْهَمًا وَقَفِيْزًا مِنْ طَعَامٍ لَا يَشْقُ عَلَيْهِمْ وَلَا يَجْهَدُهُمْ" - رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۷۱) ايضاً وسنده صحيح موصول۔

### باب هل يجوز النقصان عما وضع الامام على ارض الخراج والزيادة عليه؟

۴۰۹۷ - عن عمرو بن ميمون "قال: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ أَنْ يُصَابَ بِالسَّيْفِ

کے علاوہ اور کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اس لئے متروک ہے۔

۴۰۹۶ - حکم فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن ميمون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھا کہ اس دوران (عثمان) بن حنیف آپ کے پاس آئے اور آپ سے باتیں کرنے لگے۔ (اس دوران) میں نے آپؓ کو اس سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم بخدا! اگر آپ زمین کے ہر جریب پر ایک درہم اور غلہ کا ایک قفیز مقرر فرمادیں تو یہ ان پر گراں نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں مشقت میں ڈالے گا۔ (کتاب الاموال لابن عبید) اس کی سند موصول صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس مقدار کی تاخیر ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "منعت العراق درهمها وقفيْزها" اور یہ حدیث پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

**فائدہ:** حضرت عمرؓ سے خراج کی مقدار کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں جو کہ سب صحیح ہیں اور جگہ جگہ کی پیداواری طاقت کے فرق کی بنا پر ان میں تفاوت ہے۔ یعنی جہاں پیداوار زیادہ ہوتی وہاں آپ خراج زیادہ مقرر فرماتے اور جہاں پیداوار کم ہوتی وہاں خراج بھی کم ہوتا۔ اور احناف نے جو مقدار اختیار کی ہے یہ زیادہ مشہور اور رعیت کے لئے اس میں مہربانی کا برتاؤ زیادہ ہے۔ اور باقی وہ اجناس جن میں حضرت عمرؓ کی طرف سے خراج کی مقدار کا مقرر کرنا ثابت نہیں۔ مثلاً زعفران وغیرہ تو ان میں بقدر طاقت ارض مقرر کی جائے گی جو کہ پیداوار کے نصف سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور نصف پیداوار سے کم ہو سکتی ہے۔ طاقت کا اعتبار خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہے۔ آپؓ نے عثمان بن حنیف اور خذیفہ سے فرمایا کہ دیکھنا کہیں زمین کی طاقت سے زیادہ خراج کا بوجھان پر نہ ڈال دینا۔ اور پچھلی حدیث میں بھی طاقت کے معتبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

### باب - جو مقدار خراج کی امام نے مقرر کی ہو تو کیا اس میں کمی بیشی کرنا جائز ہے؟

۴۰۹۷ - عمرو بن ميمون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو شہادت سے چند روز قبل مدینہ میں دیکھا کہ آپؓ حضرت خذیفہ

مَدِينَةٍ، وَوَقَفْتُ عَلَى حَذِيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: كَيْفَ فَعَلْتُمَا؟ أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُونَا قَدْ حَمَلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ؟ قَالَا: حَمَلْنَاهَا أَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيقَةٌ مَا فِيهَا كَبِيرُ فَضْلٍ۔  
قَالَ: انظُرَا أَنْ تَكُونَا حَمَلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ قَالَ: قَالَا: لَا۔“ فذكر الحديث بطوله رواه البخاری۔ و فی روایۃ ابن ابی شیبۃ عن محمد بن فضیل عن حصین بهذا الاسناد ”فقال حذیفۃ: لَوْ شِئْتُ لَأَضَعْتُ أَرْضِي أَى جَعَلْتُ خَرَاجَهَا ضِعْفَيْنِ، وَلَهُ مِنْ طَرِيقِ الْحَكَمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سِمُونٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ: لَئِنْ زِدْتُ عَلَى كُلِّ رَأْسٍ دِرْهَمَيْنِ وَعَلَى كُلِّ خَرِيبٍ دِرْهَمًا وَقَفِيزًا مِنْ طَعَامٍ لَأَطَاقُوا ذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ (فتح الباری ۷: ۴۹)۔

۴۰۹۸۔ حدثنا ابن المبارك عن معمر عن علي بن الحكم عن محمد بن زيد "قال: سمعت ابراهيم النخعي قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: إِنَّ أَرْضَ كَذَا وَكَذَا

عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ کے ساتھ کھڑے تھے اور ان سے فرما رہے تھے کہ (عراق کی اراضی کے لئے جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان حضرات کے سپرد تھا) آپ نے کیا کیا؟ کیا آپ لوگوں کو اس بات کا خوف ہے کہ اس زمین والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا ہے جسے برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہیں؟ ان حضرات نے (جواب میں) فرمایا کہ ہم نے اس پر (جزیہ و خراج کا) اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے کہ جسے ادا کرنے کی اس میں طاقت ہے۔ اس میں بہت زیادہ پیداوار اور آمدنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہر حال ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ اس زمین پر خراج کا تناسب پڑے جو زمین والوں کی طاقت سے باہر ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ الحدیث (بخاری) اور مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیف سے فرمایا کہ اگر آپ ہر ذی پر دو درہم اور ہر جریب پر ایک درہم اور ایک قفیز زیادہ کر دیں تو بھی وہ اس کے ادا کرنے کی کیا طاقت رکھتے ہیں؟ عثمان نے فرمایا ہاں۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور اس کے نائب نے جو خراج مقرر کر دیا ہے اس میں زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیداوار کم ہونے کی صورت میں خراج کم کرنا بھی جائز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ پیداوار کم ہونے کی صورت میں خراج کم کرنا جائز ہے۔ البتہ پیداوار زیادہ ہونے کی صورت میں راجح قول یہ ہے کہ خراج میں زیادتی جائز نہیں کیونکہ یہ خراج ایک صورت میں سچے جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہوگا اور صلح میں متعین مقدار پر زیادتی بالاتفاق جائز نہیں۔

۳۰۹۸۔ محمد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر

يُطِيقُونَ مِنَ الْخَرَاجِ أَكْثَرَ بِمَا عَلَيْهِمْ- فَقَالَ: لَا سَبِيلَ عَلَيْهِمْ إِنَّا قَدْ صَالَحْنَاهُمْ صَلَاحًا-  
 مختصر رواہ یحیی بن آدم فی "الخراج" (ص ۵۴۹ رقم ۱۴۹)- و عبد الرزاق فی "المصنف"  
 فرواہ عن معمر بہ (زیلعی ۱۴۹:۲)- وابوعبید فی "الاموال" (ص ۱۴۳ رقم ۳۹۰)- عن یحیی  
 بن سعید عن سفیان عن معمر عن علی بن الحکم عن رجل عن ابراهیم ولم یسم الرجل  
 وهو ابن زید وهذا مرسل حسن صحیح فان علی بن الحکم البنانی ثقة من رجال البخاری  
 والاربعة ضعفه الازدی بلا حجة (تقریب ص ۱۴۹) و محمد بن زید بن علی الکندی قال لی  
 حاتم: صالح لا باس به، وذكره ابن حبان فی "الثقات" (تهذیب التهذیب ۱۷۳:۹)-

۴۰۹۹- حدثنا الحسن بن صالح عن ابن ابی لیلی "أَنَّهُ كَانَ قَدَرْدًا إِلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ  
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرَاضِيَهُمْ وَتَرَكَهَا لَهُمْ وَصَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ قَالَ: فَكَانَ لَا يَرَى  
 بِشِرَاءٍ هَا بَأْسًا"، أخرجه یحیی بن آدم فی "الخراج" (ص ۲۳)-

۴۱۰۰- قال یحیی: قال حسن: "وَأَمَّا أَرَاضِيَهُمْ فَعَلَيْهَا الْخَرَاجُ الَّذِي وَضَعَهُ عُمَرُ بْنُ  
 الْخَطَّابِ، فَإِنْ احْتَمَلُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِمْ، وَإِنْ عَجَزُوا عَنْ ذَلِكَ خُفِّفَ عَنْهُمْ-"

ہو کر کہنے لگا کہ فلاں فلاں زمین اس متعینہ خراج سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہے جو کہ ان زمین والوں پر مقرر ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا  
 کہ خراج کو ان پر زیادہ کرنے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ ہم نے ایک طرح سے (اس مقررہ خراج پر) ان سے صلح کی ہے۔ (اور صلح میں متعین  
 مقدار سے زیادتی جائز نہیں)۔ (کتاب الخراج لیحیی بن آدم و مصنف عبد الرزاق)۔ اور کتاب الاموال لابی عبید میں ہے کہ علی بن حکم ایک  
 آدمی کے واسطے ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور نامعلوم آدمی ابن زید ہے۔ لہذا یہ حدیث مرسل حسن صحیح ہے۔

نکدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ خراج میں زیادتی کرنا جائز نہیں۔

۴۰۹۹- ابن ابی لیلی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کافروں کو ان کی زمین لوٹادی اور ان زمینوں کو ان کی ملکیت میں  
 چھوڑ دیا۔ اور ان سے خراج پر صلح کر لی۔ ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایسی خراجی زمین کی خرید میں کوئی خرابی نہیں سمجھتے تھے۔ اسے  
 یحیی بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔

۴۱۰۰- حسن فرماتے ہیں کہ ان کی زمینوں پر اتنا ہی خراج ہے جتنا کہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا ہے اور اگر وہ اس مقدار سے  
 زیادہ ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تب بھی ان پر خراج کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں البتہ وہ اس مقدار کے ادا کرنے سے بھی عاجز



وَلَا يَكْفُلُونَ فَوْقَ طَاقَتِهِمْ كَمَا قَالَ عُمَرُ- قَالَ يَحْيَى قَالَ حَسَن: "وَلَا نَعْلَمُ عَلِيًّا (رضي الله عنه) خَالَفَ عُمَرَ وَلَا غَيْرَ شَيْئًا بِمَا صَنَعَ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ"- رواه يحيى ايضا (ص ۳۳ رقم ۲۸)-

۴۱۰۱- حدثنا عبد الرحمن بن مهدي عن طلحة عن داود بن سليمان الجعفي، قال: كتب عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: "سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَا بَعْدُ! فَإِنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ قَدْ أَصَابَهُمْ بَلَاءٌ وَشِدَّةٌ وَجَوْرٌ فِي أَحْكَامٍ وَسُنَنٍ خَبِيثَةٍ، سَنَتَهَا عَلَيْهِمْ عُمَالُ السُّوءِ- وَإِنَّ أَقْوَمَ الدِّينِ الْعَدْلُ وَالْإِحْسَانُ، فَلَا يَكُونَنَّ شَيْءٌ أَهَمُّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ أَنْ تُوَطِّنَهَا لِبَاعِثَةٍ، فَإِنَّهُ لَا قَلِيلَ مِنَ الْإِثْمِ وَأَمْرُكَ أَنْ تَطْرُقَ عَلَيْهِمْ (أَي تُمَيِّزَهَا عَلَيْهِمْ) أَرْضَهُمْ وَأَنْ لَا تَحْمِلَ خَرَابًا عَلَى غَايِرٍ وَلَا غَايِرًا عَلَى خَرَابٍ، وَلَا تَأْخُذَ مِنَ الْخَرَابِ إِلَّا مَا يُطِيقُ وَلَا يَنْعَابِرُ إِلَّا وَظِيفَةَ الْخَرَاجِ فِي رِفْقٍ وَتَسْكِينٍ لِأَهْلِ الْأَرْضِ، وَأَمْرُكَ أَنْ لَا تَأْخُذَ فِي الْخَرَاجِ إِلَّا بِدَنٍ سَبْعَةٍ لَيْسَ لَهَا آسٌ وَلَا أَجُورُ الْفَرَايِصِ وَلَا إِذَا بَةِ الْفِضَّةِ وَلَا هَدْيَةِ النِّيروزِ وَالْمَهْرَجَانِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمُضْضَعِفَ وَلَا أَجُورَ الْبُيُوتِ وَلَا ذَرَاهِمَ الْبَنَكَاحِ"- الحديث، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۴۶ رقم ۱۲۰)، وفيه داود بن سليمان الجعفي لم اعرف من ترجمه، واخرجه الامام ابو

جائیں تو ان سے تخفیف کر دی جائے گی۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ حضرت حسنؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں کی اور جب حضرت علیؓ کو تشریف لائے تو اس مقدار میں کسی قسم کی بھی تبدیلی نہیں کی جو حضرت عمرؓ نے مقرر کی تھی۔ (کتاب الخراج للنجاشی بن آدم) **فائدہ:** اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ کے بعد آنے والے ائمہ نے ارض نواد وغیرہ میں مقررہ خراج میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ وہ زمینیں جو حضرت عمرؓ کے بعد فتح ہوئی ہیں ان میں پچھلے باب میں مذکورہ خراج کی مقدار سے زیادتی کرنا جائز ہے۔ یہی امام محمد اور جہور کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کا بھی غالباً آخری قول یہی ہے۔

۴۱۰۱- سلیمان جعفی کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے عبد الحمید بن عبد الرحمن کے نام ایک خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے۔ السلام علیکم! اما بعد مجھے معلوم ہے کہ اہل کوفہ کو نا اہل و بدکار عاملین کی بد نظمی نیز غلط اور گندے قوانین کی تنفیذ کے باعث ظلم و جور اور تشدد سے گزرنا پڑا ہے حالانکہ دین کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول عدل و احسان ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ فکر یہ ہونی چاہیے کہ اپنے رب و اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتے رہو اور جان و لو کہ گناہ میں سے کچھ بھی تھوڑا نہیں، ہوتا اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ ان کی زمین کی

یوسف فی "الخراج" (ص ۱۰۲) عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابيه، و سنده حسن۔

### باب من اسلم من اهل الخراج اخذ منه الخراج على حاله

۴۱۰۲ - حدثنا ابن المبارك عن معمر عن علي بن الحكم عن محمد بن زيد، "قال: سمعت ابراهيم النخعي يقول: جاء رجل الى عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال: اِنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ فَخُذْ عَنِّي اَرْضِي اَلْخَرَجَ قَالَ: لَا اِنَّ اَرْضَكَ اُخِذَتْ عَنْوَةً"۔ الحديث ، وهو مرسل حسن صحيح، فان مراسيل النخعي صحاح عند القوم۔

۴۱۰۳ - حدثنا قيس بن الربيع عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب "قال:

پائش اور ان کی پیداوار کا اندازہ لگا لو اور (میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ) بنجر زمین کا بار بار پاد پر اور آباد کا بنجر پر نہ ڈالو اور یہ کہ غیر آباد زمین سے اتنا ہی لو جتنے کی وہ قمتل ہو سکے اور اسی طرح آباد زمین سے صرف مقررہ خراج لو اور یہ سب کچھ نرمی سے اور زمین کے مالکوں کی آباد کاری کا لحاظ رکھتے ہوئے ہونا چاہیے۔ اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ خراج میں وہی دراہم لو جن (کے دس درہم) کا وزن سات (مثقال) ہو، ان میں کوئی خرابی نہ ہو، اس (خراج) میں نہ ٹھپے لگائے والوں کی اجرتیں شامل ہوں نہ چاندی کے پگھلانے کا معاوضہ اور نہ بیروز و میر جان کا ہدیہ، نہ مصحف (قرآن) کی قیمت، نہ مکانات کے کرائے، نہ دراہم نکاح (دراہم نکاح سے مراد طوائفوں کی کمائی ہے ان طوائفوں سے خران لیا جاتا تھا) الحدیث۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند میں داؤد بخفی ہیں جس کے حالات مجھے نہیں ملے لیکن یہی حدیث امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کی ہے۔ جس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالات کی تبدیلی اور قلت پیداوار کے وقت خراج میں کمی کرنا جائز ہے۔

### باب۔ اہل خراج میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے بدستور خراج لیا جائے گا

۴۱۰۲ - محمد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں لہذا میری زمین پر سے خران ختم کر دیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؓ کی زمین غلبہ اور تہر سے فتح کی گئی ہے (اور پھر خران مقرر کر کے تم پر اس زمین کو لوٹا دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے لئے ذخیرہ رہے) الحدیث۔ یہ حدیث مرسل حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کافر کی زمین پر خران مقرر ہو جائے اور پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی زمین خراجی ہی رہتی ہے۔ خراج اس سے ساقط نہیں ہوتا۔ باقی آیت قرآنی ﴿حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ میں جزیہ سے جزیہ علی الروس مراد ہے جو مسلمان پر کسی صورت مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں ذلت ہے اور مسلمان ذلت سے محفوظ ہے۔ اور اس سے جزیہ علی الارض مراد نہیں۔ وہ اپنے حال پر باقی رہے گا چاہے مالک مسلمان ہو جائے یا مسلمان کسی کافر سے خراجی زمین خرید لے۔

۴۱۰۳ - طارق بن شهاب فرماتے ہیں کہ شہر ملک والوں میں سے ایک زمین کی مالک مسلمان ہوئی تو عمرؓ نے سعد یا وہاب کے

تَسَلَّمَ دِهْقَانَةً مِنْ أَهْلِ نَهْرِ الْمَلِكِ فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى سَعْدٍ أَوْ إِلَى عَامِلِهِ أَنْ إِذْفَعُ إِلَيْهَا أَرْضَهَا  
تُرَدِّي عَنْهَا“ وَاخْرَجَهُ بِطَرِيقِ الْحَسَنِ بْنِ مَسَالِحٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مَسْلَمٍ عَنْ طَارِقٍ بَلَفْظُ: ”إِنْ  
خَتَارَتْ أَرْضَهَا وَأَذَتْ مَا عَلَى أَرْضِهَا فَخَلُّوا بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَرْضِهَا وَإِلَّا فَخَلُّوا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ  
وَأَرْضِهِمْ“۔ رواہ یحییٰ بن آدم فی ”الخروج“ لہ (ص ۵۹ و ۶۰ رقم ۱۸۱ و ۱۸۲)، و هذا سند  
صحیح۔ و اخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبہ ایضاً (درایۃ)۔

۴۱۰۴۔ حدثنا شريك و قيس عن جابر عن عامر "قال: أسلمَ الرَّفِئِلُ فَأَعْطَاهُ عُمَرُ  
أَرْضَهُ بِخَرَاجِهَا، وَفَرَضَ لَهُ الْفَنَيْنِ"۔ حدثنا قيس بن الربيع عن ابراهيم بن مهاجر عن شيخ  
من بني زهرة عن عمر بن الخطاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَرَقِصَةَ إِسْلَامَ ابْنِ الرَّفِئِلِ، وَأَنَّ عُمَرَ قَالَ لَهُ: إِنْ  
قَمِيتَ فِي أَرْضِكَ أَذِيَّتَ عَنْهَا مَا كُنْتَ تُؤَدِّي"۔

۴۱۰۵۔ حدثنا عبد السلام بن حرب عن أشعث بن سوار عن رجل عن ربيع بن

مقرر کردہ عامل کو لکھا کہ اس کی زمین اس کو لوٹا دو اس حال میں کہ یہ اس زمین کا خراج ادا کرتی رہے گی۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ طارق  
(بن شہاب) سے مروی ہے کہ اگر وہ اپنی زمین کو پسند کرے اور جو اس زمین پر خراج مقرر ہے وہ بھی ادا کرتی رہے تو اس کی زمین اس کے  
خواریہ کر دو ورنہ مسلمانوں اور ان کی زمینوں کے درمیان رکاوٹ نہ ہو۔ (کتاب الخراج لہجی)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وہ حسب سابق خراج ادا کرتی رہے گی اور فخلوا بین المسلمین وارضہم کا  
یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کی ملک ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر خراجی زمین کا مالک خراج ادا کرنے سے یا کھیتی باڑی کرنے سے  
متنازعہ آجائے تو امام وہ زمین کسی اور کے حوالے کر دے اور مالک کے حصے سے خراج نکال کر باقی اس کے لئے محفوظ کر لے یا اس کے علاوہ  
کوئی اور صورت اختیار کرے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

۴۱۰۳۔ عامر شعفیؒ فرماتے ہیں کہ رفیل مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کو اس کی زمین خراج کے ساتھ حوالہ کی (یعنی  
خراج کی ادائیگی اس پر برقرار رکھی) اور دو ہزار اس کے لئے مقرر فرمائے۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ بخزیرہ سے ابن الرقیل کے  
اسلام لانے کے قصہ میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی زمین میں رہے گا تو تجھے وہ خراج ادا کرنا پڑے گا جو کہ تو  
اسلام سے قبل ادا کرتا تھا۔

۴۱۰۵۔ ربیع بن عمیلۃ الغزالی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رفیل مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کے لئے

عميلة الفزاری "قال: أَسْلَمَ الرَّفِیْلُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَرَضَ لَهُ عُمَرُ فِي الْقِيَمَةِ وَقَالَ لِعُمَرَ: دَعْ أَرْضِي فِي يَدَيَّ أَعْمَرُهَا وَأُعَالِجُهَا وَأُوْدِي عَنْهَا مَا كَانَتْ تُؤْدِي فَقَعَلَ"۔ روى الآثار كلها يتيبي في آدم في "الخراج" له (ص ۶۰ و ۶۱)، وهذه اسانيد يشد بعضها بعضها و ربيع ابن عميلة من رجال مسلم والاربعة وثقة ابن معين وابن حبان وابن سعد والعجلي (تهذيب ۳: ۲۵۰)۔

۴۱۰۶ - حدثنا حفص بن غياث عن محمد بن قيس الاسدي عن ابي عون الثقفي "قال: كان عمر و علي (رضي الله عنهما) اذا أسلم الرجل من أهل السواد تركاه يقوّم بخراجه في أرضه"۔ رواه ابن آدم في "الخراج" (ص ۱۸۷ رقم ۷۶۱) ايضاً، وهو مرسل صحيح و اخرجه ابن ابي شيبة و عبدالرزاق بلفظ قالوا: "اذا أسلم وله أرض وضعتنا عنه الجزية وأخذنا خراجها" (درایة ص ۲۶۸)۔

۴۱۰۷ - حدثنا هشيم عن سيار ابي الحكم عن الزبير بن عدی "قال: أسلم دھقان من أهل السواد في عهد علي رضی اللہ عنہ فقال له علي: ان أقمت في أرضك رفعت الجزية عن

دو ہزار مقرر فرمائے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میری زمین میرے حوالے کر دو میں اسے آباد کروں گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ اور جو خراج میں (اسلام لانے سے قبل) ادا کرتا تھا وہ بھی ادا کرتا رہوں گا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس طرح کر دیا۔ یہ تمام آثار یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں ذکر کئے ہیں۔ جن کی سندیں ایک دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہیں۔

۴۱۰۶ - ابو عون ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کا یہ معمول تھا کہ جب اہل سواد میں سے کوئی مسلمان ہو جاتا تو زمین اس کے حوالے کئے رکھتے جو زمین میں کبھی باڑی کرتا رہتا اور اس کا خراج ادا کرتا رہتا۔ یحییٰ بن آدم نے اسے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ ہیں کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو جاتا اور اس کے پاس (خراجی) زمین ہوتی تو ہم اس سے جزیہ کو تو ختم کر دیتے لیکن زمین کا خراج لیتے رہتے۔ (درایہ)

۴۱۰۷ - زبیر بن عدی فرماتے ہیں کہ اہل سواد کا ایک کاشتکار حضرت علیؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی زمین میں قیام کرے گا تو میں تیرے سر پر سے جزیہ ختم کر دوں گا (لیکن) تیری زمین سے (خراج) لیتا رہوں گا۔ اور اگر تو اس سے اعراض کرے گا تو ہم اس زمین کے زیادہ ہقدار ہیں۔ (کتاب الخراج للحمی) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ روایت ہے۔



وَأَمَّا بَيْنَ أَرْضِكَ وَإِنْ تَحَوَّلَتْ عَنْهَا فَتَنْحُنْ أَحَقُّ بِهَا"۔ اخرجه ابن آدم فی "الخراج" (ص ۶۱ رقم ۱۸۸) ایضاً، وهو مرسل صحيح، واخرجه عبد الرزاق وابن شعبة (درایة ص ۲۶۸)۔

۴۱۰۸- حدثنا الاشجعی عن سفیان عن حماد بن عمار عن ابن سيرين "أَنَّهُ وَرِثَ مِنْ أَبِيهِ أَرْضًا فَكَانَ يُؤَدِّي عَنْهَا الْخَرَاجَ"۔ رواه ابن آدم (ص ۵۹ رقم ۱۷۹) ایضاً، وفيه رجل لم يسم وضمن انه عبد العزيز بن قدير، وهو ثقة۔ فان ابا عبيد (ص ۸۴ رقم ۲۲۲) اخرج معناه عن قبيصة عن سفیان عنه عن ابن سيرين۔ وذكرناه اعتضاداً، والاشجعی هو عبيد الرحمن مصغراً، كلاهما ثقة مأمون اثبت الناس كتاباً فی الثوری من كبار التاسعة (تقريب ص ۱۳۶)۔

۴۱۰۹- حدثنا مجالد بن سعيد عن عامر (هو الشعبي) عن عتبة بن فرقد "انه قال: شَرَرْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ السَّوَادِ فَقَالَ عُمَرُ: أَنْتَ فِيهَا بِمِثْلِ صَاحِبِهَا"۔ اخرجه ابو يوسف فی "الخراج" (درایة ص ۲۶۸)۔ قلت: ومجالد فيه مقال وسنده حسن على اصلنا، وعزاه

۴۱۰۸- ابن سيرين کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے باپ کی ایک زمین کے وارث بنے پھر بھی وہ اس زمین کا خراج ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:** اگر مسلمان کی زمین سے خراج ساقط ہو جایا کرنا اور اس کی زمین پر عثر مقرر کر دیا جاتا تو ابن سيرين اس کے زیادہ ہتھکڑ تھے۔ لیکن ائمہ نے اس پر سے خراج کو ساقط نہ کیا۔ الغرض ابن سيرين سے خراج ساقط نہ کیا گیا اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے دھقانہ سے اور نہ رقیل اور اس کے بیٹے سے خراج ساقط کیا اور نہ ہی حضرت علیؓ نے دھقان سے خراج ساقط کیا اور یہ بطور اقتداء کے کافی ہے۔ باقی یہ بات یاد رہے کہ خراج اس تقسیم کے مطالبے کے عوض مقرر کیا گیا ہے جس کا مسلمان مجاہدین نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی طرف نظر کرتے ہوئے زمینیں کفار میں لوٹا کر ان پر خراج مقرر کر دیا۔ اگر یہی سبب ہے خراج کا اور یقیناً یہی ہے تو پھر کسی زمین کے مالک کے مسلمان ہونے سے یا خرید و فروخت اور وراثت کی وجہ سے کسی مسلمان کی ملک میں آنے سے خراج کسی حال میں ساقط نہیں ہونا چاہیے۔

۴۱۰۹- عامر شعبي سے مروی ہے کہ عتبہ بن فرقد فرماتے ہیں کہ میں نے سواد والوں سے (جو خراجی زمین کے مالک تھے) زمین خریدی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس زمین کے بارے میں تیری وہی حیثیت ہے جو اس کے سابقہ (کافر) مالک کی تھی (یعنی خراج برقرار رہے گا) (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ ہمارے اصول پر یہ حدیث مسند حسن ہے۔ اور یطیعی نے اس کی نسبت نصب الراية میں بیہقی کی طرف کی ہے۔ اور بیہقی بن آدم نے کتاب الخراج میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ سے جب انہوں نے خراجی زمین خریدی، فرمایا کہ تو

الزلیعی فی "نصب الرایۃ" (۴۹:۲) الی السیہتی فی "کتاب المعرفة"، وقال یحیی بن آدم فی "الخراج" له (ص ۳۴ رقم ۳۵): قَالَ غُمَرُ لِعُتْبَةَ بْنِ قَرْقَدٍ حِینَ اشْتَرَى اَرْضَ خَرَجٍ فَقَالَ غُمَرُ: اِدْعْنَهَا مَا كُنْتَ تُؤَدِّي، ذكره معلقا وجزم مثله بشیء حجة، كما مر فی الاصول۔

۴۱۱۰ - حدثنا اسرائیل عن منصور عن ابراهیم فی الرجل من اهل السواد یسلم قال: ان اسلم واقام بأرضه أخذ منه الخراج۔ قال یحیی: حدثنا قیس عن منصور عن ابراهیم مثله واخرجه بطریق حسن بن صالح عن منصور ایضا (کتاب الخراج لابن آدم ص ۶۲ رقم ۱۹۱)، قلت: وهذه اسانید حسان صحاح۔

### باب يجوز للمسلم ان يشتري ارض الخراج من الذمی و یؤخذ منه الخراج

۴۱۱۱ - حدثنا ابو معاویة و یزید بن عبد العزیز عن الاعمش عن شقیق بن سلمة عن مسروق قال: وقال عبد الله: یُنَمَّا رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَائِمٌ فِی اَرْضِهِ یَسْقِیْهَا اِذَا ارْتَفَعَتْ غَنَاتُهُ تَرْتَهَبَاءَ (تَهَبَاتٌ لِلْمَطَرِ) فَقَالَ: هَذِهِ تَسْقِیْ اَرْضِی قَالَ: فَسَمِعَ فِیْهَا صَوْتًا اَنْ اسْقِیْ اَرْضَ فُلَانٍ - فذكر حدیثا طویلا قال مسروق: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ یَبْعَثُنِیْ اِلَیْ اَرْضِهِ بِزَبَازَا وَقَالَ الْاَخَرُ بِالسَّالِحِیْنِ فَاصْنَعُ بِمِثْلِ ذَلِكَ كُلِّ غَایِرٍ رواه ابن آدم فی "الخراج" (ص ۸۹ رقم ۲۵۲)، وسنده صحیح۔

بھی اس زمین سے وہی ادا کرتا رہے جو کہ پہلے ادا کرتا تھا۔ بکئی نے اسے معلقا روایت کیا ہے اور اس کا اس پر جزم کرنا حجت ہے۔  
۳۱۱۰ - ابراہیم نے اہل سواد میں سے ایک آدمی کے مسلمان ہونے پر فرمایا کہ اگر وہ اسلام لے آئے اور اپنی زمین پر ٹھہرا رہے تو اس سے خراج لیا جائے گا۔ بکئی بن آدم نے یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی ہے جو کہ سب صحیح اور حسن ہیں۔  
فائدہ: ابراہیم بخاری کا قول کافی حجت ہے۔

### باب - مسلمان کیلئے ذمی سے خراجی زمین خریدنا جائز ہے اور اس (مسلمان) سے خراج ہی وصول کیا جائے گا۔

۳۱۱۱ - مسروق فرماتے ہیں کہ عبد اللہ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی اپنی زمین میں کھڑا سے سیراب کر رہا تھا کہ اچانک ایک بادل برسنے کیلئے تیار ہو کر اٹھا۔ تو اس نے کہا کہ یہ میری زمین کو سیراب کرے گا۔ عبد اللہ (بن مسعود) نے فرمایا کہ پھر اس آدمی نے اس میں یہ آواز سنی کہ فلاں کی زمین کو سیراب کر۔ لہٰذا حدیث بیان کرتے ہوئے مسروق فرماتے ہیں کہ عبد اللہ مجھے اپنی اس زمین کی طرف بھیجا کرتے تھے جو بار بار میں تھی اور دوسرے کہتے ہیں کہ مجھے اپنی اس زمین کی طرف بھیجا کرتے تھے جو سالین میں تھی اور میں ہر سال اسی طرح کرتا تھا۔ (کتاب الخراج لکھنؤ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۱۱۲- حدثنا عبد السلام بن حرب عن حجاج عن القاسم بن عبد الرحمن قال: جاء دُعْتَانُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه فَقَالَ: اشْتَرِ أَرْضِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: عَلَى أَنْ تَكْفِيَنِي خَرَاجَهَا قَالَ: نَعَمْ فَأَشْتَرَاَهَا مِنْهُ- أخرجه يحيى بن آدم و سنده حسن، ثم أخرجه بطريق حفص بن غياث عن مجالد عن الشعبي وهو شاهد له (كتاب الخراج ص ۵۶ رقم ۱۶۶)-

۴۱۱۳- حدثنا حسن بن صالح عن ابن أبي ليلى قال: اشْتَرَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بِلْحَةٍ وَ مَلْحًا وَ اشْتَرَى الْحَسَنِ سُؤْيَدَيْنِ بِنِ أَرْضِ الْخَرَاجِ، وَقَالَ: قَدَرَدُ إِلَيْهِمْ عَمْرُ أَرْضِهِمْ وَ صَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ الَّذِي وَضَعَهُ عَلَيْهِمْ- قَالَ: وَ كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَا يَرَى بِشِرَاءِهَا بَأْسًا- ۴۱۱۴- حدثنا عبد الرحيم عن اشعث عن الحكم عن شريح أنه اشْتَرَى أَرْضًا مِنْ أَرْضِ الْحَبَرَةِ يَكُنْ لَهُ "رَبَا" أخرجه الاثرين يحيى بن آدم في "الخراج" (ص ۵۷ و ۵۸)- والاول مرسل والثاني سنده حسن-

۴۱۱۵- حدثنا عبد الرحمن بن مهدي عن حماد بن سلمة عن رجاء أبي المقدم (ثقة قريب) عن نعيم بن عبد الله "أَنَّ عَمْرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَعْطَاهُ أَرْضَهُ بِجَزَيْتَيْهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: يَعْنِي مِنْ أَرْضِ السَّوَادِ"-

۳۱۱۲- قاسم بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ ایک زمیندار عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زمین خرید لو۔ اس پر عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر خریدتا ہوں کہ اس کا خراج میری طرف سے تو ادا کرے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ نے وہ زمین اس سے خرید لی۔ اسے یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ پھر ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے جو کہ اس کے لئے شاہد ہے۔ (کتاب الخراج)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کیلئے خراجی زمین کا مالک بننا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کی طرف زمین کے منتقل ہونے سے زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا۔

۳۱۱۳- ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ نے خراجی زمین میں سے شوریلے زمین خریدی اور حسینؓ نے کالے سگریزوں والی زمین خریدی۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کفار کو ان کی زمین لوٹا کر ان سے اس خراج پر صلح کر لی تھی، جو خراج آپؐ نے ان پر مقرر فرمایا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ خراجی زمین کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۳۱۱۴- حکم سے مروی ہے کہ شریحؒ نے حیرہ کی زمین میں سے کچھ حصہ زمین کا خریداج سے زبا کہتے تھے۔ ان دونوں اثروں کو یحییٰ نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اول مرسل ہے اور ثانی کی سند حسن ہے۔

۳۱۱۵- نعيم بن عبد الله سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اسے اس کی زمین اس کے خراج کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ عطا فرمائی۔ عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ وہ زمین ارض سواد (خرابی) سے تھی۔

۴۱۱۶- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد عن عمر بن عبد العزيز قال: **إِنَّمَا الْجَزْيَةُ عَلَى الرُّؤُوسِ، وَلَيْسَ عَلَى الْأَرْضِ جَزْيَةٌ** رواه ابو عبيد الله في الأموال (ص ۸۴ رقم ۲۲۳) ایضا، وهو مرسل حسن۔

۴۱۱۷- حدثنا قيس بن الربيع عن شمر بن عطية عن المغيرة بن سعد بن الاخرم عن ابيه، قال: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ: **وَبِالْمَدِينَةِ مَابِلَ الْمَدِينَةِ، وَبِرِاذَانَ مَابِرِاذَانَ**۔ اخرجه ابن آدم في "الخراج" (ص ۸۰ رقم ۲۵۴)، وابو عبيد في "الاموال" (ص ۸۴ رقم ۲۲۱) عن حجاج عن شعبة عن ابي التياح عن رجل من طي حسيته قال: عن ابيه عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ التَّبَعْرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ، ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَكَيْفَ بِمَالِ بَرَادَانَ وَبِكَذَا؟ و روى الترمذی (۵۶:۲) المرفوع منه بلفظ ابن آدم وسنده۔ وقال: هذا حديث حسن۔

۳۱۱۶- حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جزیہ انسانوں پر (نی کس) ہوتا ہے اور زمین پر جزیہ نہیں۔ (کتاب الاموال لابن عیید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

**فائدہ:** یعنی قرآن میں **يُعْطَوُا الْجَزْيَةَ** عن يدوهم صاغروں میں جزیہ سے مراد جزیہ علی الرؤوس ہے جو کہ ذلت پر مبنی ہے لہذا کافر کے مسلمان ہونے سے وہ جزیہ بھی ختم ہو جائے گا۔ لیکن زمین کا خراج اس قرآنی جزیہ میں داخل نہیں یعنی زمین کا خراج ذلت کے مدار پر نہیں بلکہ وہ مسلمان مجاہدین کی طرف سے تقسیم کے عوض ہے جسکا انہوں نے مطالبہ کیا تھا۔ لہذا مالک کے اسلام لانے سے یا زمین کے مسلمان کی ملک میں جانے سے خراج ساقط نہ ہوگا۔

۳۱۱۷- مغیرہ بن سعد بن اخرم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ (بن مسعود) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سامان اور کھیتی وغیرہ کو انہماک کے ساتھ اختیار نہ کرو ورنہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگ جاؤ گے۔ پھر عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ مدینہ میں ہے جو کچھ مدینہ میں ہے اور رازان میں ہے جو کچھ رازان میں ہے (یعنی میری اتنی اتنی زمین تو مدینہ اور رازان میں ہے تو پھر اس کا کیا ہوگا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے زیادہ مال اور زمینیں وغیرہ بنانے سے منع فرمایا ہے)۔ (کتاب الخراج لابن آدم) اور ابو عبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے گھریار اور مال و دولت میں وسوسہ پیمانہ پر انہماک سے منع فرمایا ہے۔ پھر عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو رازان میں اور فلاں فلاں جگہ میں جائیداد بناتے رہتے ہیں۔ اور امام ترمذی، کتاب الخراج لابن آدم میں مذکور حدیث کو مرفوعاً ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

**فائدہ:** ابو عبید فرماتے ہیں کہ شاید ابن مسعود یہ فرما رہے ہیں کہ رازان میں خود ان کی جائیداد ہے۔



۴۱۱۸- حدثنی الاعمش عن ابراهیم بن المهاجر عن موسی بن طلحة "قال: أَقْطَعَ  
عَثْمَانُ بْنُ عَفَانَ رضی اللہ عنہ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ النَّهْرِينَ وَلِعِمَارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی اللہ عنہ اِسْتَبَيْنَا وَأَقْطَعَ  
حَبَابًا صَنْعَاءَ وَأَقْطَعَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ هَرَمَزَانَ قَالَ: فَكُلُّ جَارٍ قَالَ: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
مَسْعُودٍ وَسَعْدُ يُعْطِيَانِ أَرْضَهُمَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبْعِ"۔ رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" له  
(ص ۷۴)، و ابو عبيد في "الاموال" (ص ۲۷۸ رقم ۲۸۹) نحوه وابن آدم في "الخراج" (ص ۷۸  
رقم ۲۴۸) بطريق قيس بن الربيع عن ابراهيم عنه "قال: أَقْطَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہ كَرَّ الزُّبَيْرِ مَكَانَ  
عِمَارِ بْنِ يَاسِرٍ، وَزَادَ أَسَامَةَ وَفِي لَفْظِ ابْنِ آدَمَ: فَأَمَّا أَسَامَةُ فَبَاعَ أَرْضَهُ، وَتَفَرَّدَ قَيْسُ بْنُ كَرَّ عُمَرَ،  
وَأَمَّا أَقْطَعَهُمْ عَثْمَانُ"۔ كما قاله الاعمش، و تابعه سفيان عند ابی عبيد، و سند ابی يوسف  
و ابی عبيد سند صحيح۔

**فائدہ:** رازان خراجی زمین میں سے ہے اور ابن مسعود اس کے مالک ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ خراجی زمین کا مالک بننا  
مسلمان کے لئے جائز ہے۔

۳۱۱۸- موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے عبد اللہ بن مسعود کو نہرین کے علاقے میں اور عمار بن یاسر کو استبیا میں  
خواب کو صناعاء میں زمین (بطور جاگیر کے الاٹ کر دی) اور سعد بن مالک کو ہرمزان کی بستی میں زمین (بطور جاگیر) الاٹ کی۔ راوی  
کہتے ہیں کہ یہ تمام احکام نافذ ہوئے۔ اور راوی (یہ بھی) کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود اور سعد اپنی زمین میں سے ایک تہائی اور ایک چوتھائی  
خراج کے طور پر ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف و کتاب الاموال لابن عبيد)۔

اور ابن آدم نے قیس کے واسطے سے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی زمین جاگیر کے طور پر دی۔ اور انہوں نے عمار بن  
یاسر کی جگہ زبیرؓ کا نام لیا ہے اور اسامہؓ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور ابن آدم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اسامہؓ نے اپنی زمین فروخت  
کر دی۔ قیس اس مسئلہ میں متفرد ہیں اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کو زمین بطور جاگیر کے دی تھی۔ اسی طرح اعمش نے کہا ہے۔ اور  
کتاب الاموال لابن عبيد میں سفيان اس کا متابع بھی ہے اور نیز ابو یوسف اور ابو عبيد کی سند بھی صحیح ہے۔

**فائدہ:** یہ تمام زمینیں جو حضرت عثمان نے صحابہ کو عنایت فرمائیں خراجی تھیں۔

**فائدہ:** ہر عادی زمین اور موات کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ وہ یہ زمین کسی کو الاٹ کر دے۔ یعنی وہ زمین جس کا

کوئی مسلم یا معابد مالک نہ ہو اور وہ زمانہ قدیم سے آباد چلی آ رہی ہو۔

۴۱۱۹- حدثنا قیس عن برد ابی العلاء عن مکحول، "قال: قال رسول الله ﷺ جُعِلَ رِزْقُ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي سَنَابِلِكَ خَيْلَهَا وَأَرْجَئَةِ رِمَاحِهَا مَا لَمْ يَزَرْعُوا فَإِذَا زَرْعُوا كَانُوا مِنَ النَّاسِ" رواه ابن آدم في "الخروج" (ص ۸۰ رقم ۲۵۵)، وهو مرسل حسن وبرد ابو العلاء صدوق من الخامسة (تقريب ص ۲۲)۔

۴۱۲۰- حدثنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ عن حدثہ قال: "كَانَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَرْضٌ خَرَجٌ، وَكَانَ لِيَحْبَابٍ أَرْضٌ خَرَجٌ، وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنه أَرْضٌ خَرَجٌ وَلِغَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ رضي الله عنهم كَانَ لِشُرَيْحٍ أَرْضٌ خَرَجٌ، فَكَانُوا يُؤَدُّونَ عَنْهَا الْخَرَجَ"۔ رواه الامام ابو يوسف في "الخروج" (ص ۷۴)، وهذا مرسل، فان شيوخ الامام ثقات عندنا لا يحدث الا عن ثقة عنده۔

۳۱۱۹۔ مکحول فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کا رزق اس کے گھوڑوں کے گھروں میں اور اس کے نیزوں کے نچلے حصوں میں رکھا گیا ہے (یعنی جہاد میں رکھا گیا ہے) جب تک کہ وہ کھیتی باڑی نہ کریں۔ اور جب وہ کھیتی باڑی کریں گے تو وہ بھی عام لوگوں میں سے ہو جائیں گے (کتاب الخراج لابن آدم) اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں خراجی زمین میں داخل ہونے اور اس کے خریدنے سے جو ممانعت وارد ہے اس کا یہی محمل ہے کہ جب مسلمان بھی زمینیں خرید کر کھیتی باڑی شروع کر دیں گے تو جہاد سے رک جائیں گے اور اس طرح اسلام کا پھیلاؤ بند ہو جائے گا حالانکہ اسلام کے پھیلنے میں ہی ان کی دنیاوی، و اخروی اور معاشی ترقی ہے۔ خصوصاً خراجی زمین کے خریدنے سے کیونکہ اس صورت میں ہم علم و ہنر اور صنعت سے محروم ہو جائیں گے اور کفار لوگ زمینیں چھوڑ کر علم و ہنر میں لگ کر ترقی کر جائیں گے (فتح الباری)۔ نیز مسلمانوں پر عشر واجب ہے تو وہ کیونکر خواہ مخواہ اپنے اوپر خراج کو واجب کر کے زیادہ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی وجوہات ہیں اس کے مکروہ ہونے کی لیکن مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ خراجی زمین خریدنا یا کسی اور صورت سے اس کا مالک ہونا جائز ہے البتہ دوسری خرابیوں کی بنا پر اس میں کسی حد تک کراہت ضرور ہے۔

۳۱۲۰۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کسی سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود، جناب حسین بن علی اور دیگر صحابہ کرام کی اور شریح کی خراجی زمین تھی۔ اور یہ سب اپنی زمین کا خراج ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف)۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن امام ابو حنیفہ تمام شیوخ ثقہ ہیں اور وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

## باب لا عشر فی الخارج من ارض الخراج ولا زکاة

۴۱۲۱- حدثنا یحییٰ بن بکیر عن اللیث بن سعد عن عبید اللہ بن ابی جعفر، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا أَحْبَبْتُ أَنْ يُجْمَعَ أَوْ قَالَ يَجْتَمَعَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةُ الْمُسْلِمِ وَحَزَنَةُ الْكَافِرِ۔ رواه ابو عبید، وهو مرسل صحیح، وعبید اللہ بن ابی جعفر من رجال جماعة ثقة فقیہ وهو مثل یزید بن حبیب من الخامسة (تقریب ص ۱۳۵)۔

۴۱۲۲- حدثنی حسن بن ثابت عن ابی طلق عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ إِلَّا الْخَرَاجَ۔ هذا معنی ما اخرجه یحییٰ بن آدم فی "الخراج" له۔ حسن بن ثابت شیخ یحییٰ من رجال "التمهید" ثقة۔

۴۱۲۳- حدثنا ابراہیم بن المغیرة، ختن لعبد اللہ بن المبارک عن ابی حمزة سکری، عن الشعبي "قال: لَا يَجْتَمِعُ خَرَاجٌ وَعُشْرٌ فِي أَرْضٍ"۔ اخرجه ابن ابی شیبہ فی "مصنف" (ص ۵۳) و صححه الحافظ فی "الدرایة" (ص ۲۶۸)۔

## باب - خراجی زمین کی پیداوار میں نہ عشر ہے اور نہ ہی زکوة

۳۱۲۱- عبید اللہ بن ابی جعفر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مسلمان پر مسلمان کا صدقہ (یعنی عشر) اور کافر کا جز یہ جمع کیا جائے۔ (کتاب الاموال) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** احناف کے نزدیک اگر خراجی زمین کسی مسلمان کے پاس ہو تو اس سے صرف خراج ہی وصول کیا جائے گا اور خراج و عشر کو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ خراج جبراً لیا ہے اور عشر طوعاً۔ لہذا یہ ایک دوسرے کے منافی ہیں جو کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور اس مسئلہ میں ابو حنیفہ متفرق نہیں بلکہ اجلہ صحابہؓ و تابعینؓ کی بھی یہی رائے ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوگا لہذا اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ پر طعن کرنا جرات ہے۔ نیز ائمہ جور و عدل میں سے کسی نے بھی دونوں کو جمع نہیں کیا تو گویا کہ اس پر اجماع ہے کہ خراجی زمین سے صرف خراج ہی لینا ہے گا اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا اختلاف اختلاف لاحق ہے جس سے اجماع سابق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۳۱۲۲- حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خراجی زمین سے صرف خراج ہی لیتے تھے۔ (کتاب الخراج للحنی)۔

۳۱۲۳- شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک زمین میں عشر و خراج جمع نہیں ہو سکتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسے حافظ نے درایہ میں

۴۱۲۴- حدثنا ابو تمیلة یحیی بن واضح عن ابی المنیب عن عکرمه، قال: "لَا یَجْتَمِعُ خَرَّاجٌ وَعُشْرٌ فِی مَالٍ"، اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی "المصنف" (ص ۵۳)، و صححہ الحافظ فی "الدراية" (ص ۲۶۸)۔

۴۱۲۵- وکیع قال: کان ابوحنیفۃ رحمہ اللہ یقول: "لَا یَجْتَمِعُ خَرَّاجٌ وَزَكَاةٌ عَلٰی رَجُلٍ" اخرجہ ابن ابی شیبہ فی "المصنف" (ص ۵۳)۔

۴۱۲۶- قال یحیی بن آدم: وَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ بَنَ عِيَّاشٍ عَنْ مُسْلِمٍ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا بَيْضَاءَ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَقَالَ الْخَرَاجُ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ الْمُسْتَأْجِرِ شَيْءٌ فِي زَرْعِهِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ: إِنَّمَا الْمُسْتَأْجِرُ تَاجِرٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ عُشْرٌ۔ قلت لابی بکر: مَنْ ذَكَرَهُ عَنِ الْحَسَنِ؟ قَالَ: بَعْضُ أَصْحَابِنَا مِنَ الْبَصْرِيِّينَ (الخروج لابن آدم ص ۱۶۷)۔

۴۱۲۷- ابو اسامہ عن الشعث عن الحسن، "قال: كَانَ يَقُولُ: لَيْسَ فِي التَّمْرِ زَكَاةٌ إِذَا كَانَ يُؤْخَذُ مِنْهُ الْعُشْرُ، وَإِنْ كَانَ بِمِائَةِ أَلْفٍ"، اخرجہ ابن ابی شیبہ فی "المصنف"

۴۱۲۸- عکرمہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی مال میں خراج و عشر جمع نہیں ہو سکتے (مصنف ابن ابی شیبہ) اسے بھی حافظ نے درجہ میں صحیح کہا ہے۔

۴۱۲۵- وکیع فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ ایک ہی آدمی پر (ایک ہی سال میں) خراج و عشر جمع نہیں ہو سکتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۴۱۲۶- یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے اس مسلمان کی بابت پوچھا جو خراجی زمین میں سے ایک خالی زمین اجرت پر لے (تو کیا حکم ہے؟) انہوں نے فرمایا خراج تو زمین کے مالک پر ہے اور مستاجر مسلمان پر اس کی کاشتکاری میں کچھ واجب نہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مستاجر تو تاجر ہے۔ لہذا اس پر عشر نہیں۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر سے کہ حسن کا یہ قول آپ سے کس نے بیان کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے کسی بصری استاد نے۔ (کتاب الخراج)۔

**فائدہ:** امام حسن بصریؒ فقہ وحدیث میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور شععی وعکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہ تینوں مرتبہ میں زہری اور عمر بن عبدالعزیز سے بڑے ہیں۔

۴۱۲۷- شعف سے مراد ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ کھجور میں زکوٰۃ نہیں جبکہ اس میں سے عشر لے لیا جاتا ہے۔ اگرچہ



ص ۵۲)، و سندہ صحیح۔

## باب لا یؤخذ الخراج فی السنة الا مرة و ان تكرر الخارج

۴۱۲۸- حدثنا معن بن عيسى عن ابن ابي ذئب عن الزهري "قال: لَمْ يَبْلُغْنَا أَنَّ حَدًّا مِنْ وَلَاةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتُونَ عَشُورَ، وَلَكِنْ يَنْعَثُونَ عَلَيْهَا كُلَّ عَامٍ فِي الْخُصْبِ وَالْجَذْبِ - نَأْخُذُهَا سَنَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ -". رواه ابن ابي شيبة في "المصنف" (ص ۶۲) - وهو رسل صحيح، و سقط اسم الزهري عن نسخة المصنف الموجودة عندنا، وهو ثابت عند الزيلعي في "نصب الرائي" (ص ۲۵۰)، واخرج ابو عبيد معناه عن عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن يونس عن شهاب مختصراً (كتاب الاموال ص ۳۷۵ رقم ۹۸۲)۔

## باب يسقط الخراج بالتدخل دون العشر

ایک لاکھ کی ہی کیوں نہ ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص تجارت کی غرض سے عشری یا خارجی زمین خریدے تو اس پر عشر یا خراج ہی ہوگا اور پیداوار میں زکوٰۃ کس ہوگی۔ اور حسن بصری کا قول احناف کے موافق ہے و کافی بہ قدوة۔

## باب - خراج سال میں صرف ایک مرتبہ ہی لیا جائے گا اگرچہ پیداوار کئی مرتبہ ہوتی ہو

۳۱۲۸- زہری فرماتے ہیں کہ اس امت کے جتنے بھی والی مدینہ میں ہو گذرے ہیں جیسے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ وغیرہ ان میں سے کسی کے بازے میں بھی ہمیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ وہ خراج (سال میں) دو مرتبہ لیتے ہوں (کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور نقل کیا جاتا) لیکن وہ سب والی ہر سال میں عامل بھیجا کرتے تھے خواہ خشک سالی ہوتی یا سرسبز و شادابی و ہریالی۔ کیونکہ خراج لینا حضور ﷺ کی سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور ابو عبید نے بھی کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ اس کا معنی مختصر روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خراج سال میں ایک ہی مرتبہ لیا جائے گا چاہے پیداوار کئی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

## باب خراج تدخل سے ساقط ہو جاتا ہے اور عشر نہیں

۴۱۲۹- ثنا محمد بن بکر عن ابن جریج، اخبرنی سلیمان الاحول عن طاوس أنه قال: إِذَا تَدَارَكْتَ الصَّدَقَتَيْنِ، فَلَا تُؤْخِذْ الْأُولَى كَالْجِزْيَةِ- رواه ابن ابی شیبہ فی "المصنف" (ص ۶۲) ورجاله ثقات۔

۴۱۳۰- حدثنا عباد بن العوام عن محمد بن اسحاق عن یزید بن ابی حبیب، او یعقوب بن عتبہ (قال ابو عبید: والمحمفوظ عندی انه یعقوب بن عتبہ) عن یزید بن هرمز عن ابن ابی ذباب "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الصَّدَقَةَ عَامَ الرَّمَادَةِ قَالَ: فَلَمَّا أَحْيَا النَّاسُ بَعْثَيْنِ، فَقَالَ: إِعْقِلْ عَلَيْهِمْ عِقَالَيْنِ فَاقْسِمْ فِيهِمْ عِقَالًا وَائْتِنِنِي بِالْأَخْرِ"۔ رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۳۷۴) رقمه ۹۸۰، ورجاله ثقات و فی ابن اسحاق مقال، ولكنه حسن الحديث۔

### باب وقت اخذ العشر والخراج الذي لا يؤخر عنه

۴۱۳۱- حدثنا ابو مسهر حدثنا سعید بن عبد العزیز قال: قَدِمَ سَعِيدُ بْنُ غَابِرٍ يُنِ

۴۱۲۹- طاوس فرماتے ہیں کہ جب دو خراج متداخل ہو جائیں تو پہلا خراج نہیں لیا جائے گا، جزیہ کی طرح۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث میں صدقہ سے مراد خراج ہے کیونکہ اس کو جزیہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ایک سال کا خراج لینا نہ جائے اور دوسرے سال عامل جائے تو پہلے سال کا خراج نہیں لے گا اور دوسرے سال کا خراج لے گا۔

۴۱۳۰- ابن ابی ذباب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رمادۃ کے سال (جو اٹھارہ ہجری ہے اس سال حجاز میں قحط پڑا تھا اور طاعون عمواس بھی شام میں پھیلنا تھا) عشر لینا مؤخر کر دیا۔ ابن ابی ذباب فرماتے ہیں کہ (جب پھر بارشیں ہوئیں) اور لوگوں نے کاشتکاری کی (اور فصلیں ہوئیں) تو حضرت عمرؓ نے مجھے بھیجا اور فرمایا کہ ان سے دو سال کا عشر لینا اور ایک سال کا عشر ان میں ہی تقسیم کر دینا اور دوسرے سال کا عشر میرے پاس لے آنا۔ (کتاب الاموال)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشر متاخر سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

### باب - خراج اور عشر لینے کا آخری وقت کیا ہے کہ جس سے مؤخر نہ ہو

۴۱۳۱- سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ سعید بن عامر، حضرت عمرؓ کے پاس آئے، پس جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ان پر کھرا لہرایا، اس پر سعید بن عامر نے کہا کہ بارش آنے سے پہلے ہی سیلاب آ گیا (یعنی آپ سزا دینے میں جلدی کر رہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ غُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَهُ غَلَا بِالذُّرَّةِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: سَبَقَ سَيْلُكَ مَطَرُكَ - إِنْ عَاقَبَ نَضِيرٌ، وَإِنْ تَغَفُّ نَشْكُرُ، وَإِنْ تَسْتَعْتِبُ نَعْتِبُ - فَقَالَ: مَا عَلَى الْمُسْلِمِ إِلَّا هَذَا، مَا لَكَ شَيْءٌ بِالْخَرَجِ؟ قَالَ: أَمَرْتَنَا أَنْ لَا نَزِيدَ الْفُلَاحِينَ عَلَى أَرْبَعَةِ دِينَارٍ، أَرْبَعَةَ دِينَارٍ، فَلَسْنَا بِإِدْخُلِهِمْ عَلَى ذَلِكَ وَلَكِنَّا نُوْخِرُهُمْ إِلَى غَلَاتِهِمْ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَغْزِلُكَ مَا حَبِيتُ أَخْرَجَهُ أَبُو سَعِيدٍ فِي الْأَمْوَالِ (ص ۴۴ رقم ۱۱۵)، وقال: وقال أبو مسهر: "ليس لأهل الشام حديث خراج غير هذا" - وهذا مرسل صحيح فان أبا مسهر عبد الأعلى بن مسهر الغساني دمشقي، ثقة فاضل من كبار العاشرة روى له الجماعة - (تقریب ص ۷۱)، و سعید بن عمر بن خذیم صحابی قرشی شہد خیر، و مات سنة عشرين في خلافة عمر و كان والياً على حمص، و كان مشهوراً بالزهد والخبر (الاصابة ۹۹:۳)۔

### ابواب الجزية

#### باب الجزية التي توضع لتراضی و الصلح تتقدر بما يقع عليه الاتفاق

یہ پہلے حالات سنیں (بہر حال اگر آپ نے مزاد کیجئے تو ہم صبر کریں گے اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم شکر گزار ہوں گے اور اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت ہو جائے تو ہم سب شکایت دور کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمان کے ذمے صرف یہی طریقہ ہے۔ (پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) تم خراج دیر سے کیوں لائے۔ انہوں نے (جواب میں) کہا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم کاشتکاروں سے چار چار دینار سے وصول نہ کریں۔ لہذا ہم نے ان پر اس مقدار سے زیادہ نہ کیا لیکن فصلوں کے کٹنے تک ہم نے ان کو مہلت دی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں تجھے (اس عہدہ سے) معزول نہیں کروں گا (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلہ کے وقت تک تاخیر صرف ذمیوں پر نرمی کی وجہ سے کی تھی۔ کیونکہ اگر اس وقت تک تاخیر واجب ہوتی تو حضرت عمرؓ ان پر دورہ نہ لہراتے مارنے کیلئے۔ البتہ عشر میں کٹائی اور گہائی کا وقت تحصیل عشر کا وقت ہے۔

### ابواب الجزية

**باب۔** جزية اگر باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے تو وہی مقدار واجب ہوگی جس پر اتفاق ہوا ہے

**فائدہ:** یعنی جس مقدار پر باہمی رضامندی اور صلح ہوئی ہے اس مقدار سے زائد جزیہ لینا جائز نہیں۔

۴۱۳۲- حدثنا محمد بن كثير عن زائدة بن قدامة عن منصور بن المعتمر عن هلال بن يساف عن رجل من ثقيف عن رجل من جهينة من اصحاب النبي ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: **﴿إِنَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَقَاتِلُونَ قَوْمًا فَيَقْتُلُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُمْ فَوْقَ ذَلِكَ، فَإِنَّهُ لَا يَجِلُّ لَكُمْ﴾** قال: وحديث يزيد عن شعبة عن منصور عن هلال عن رجل من ثقيف عن رجل من جهينة عن النبي ﷺ رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۴۵ رقم ۳۲۸)- وفيه من لم يسم و جهالة الصحابي لا تضر وكذا المجهول في القرون الفاضلة، لا سيما و شعبة لا يحمل عن مشايخه الا ما صح من حديثهم كما مر في "المقدمة"- والحديث اخرجه ابوداود (۱۳۶:۳ مع "العون") في "سننه"، و سكت عنه، فهو صالح عنده-

۴۱۳۳- حدثني سعيد بن عفير حدثني يحيى بن ايوب عن يونس بن يزيد الايلي عن ابن شهاب ان عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه كَانَ يَأْخُذُ بِمَنْ صَالَحَهُ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مَا صَالَحَهُ عَلَيْهِ، لَا يَضَعُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَلَا يَزِيدُ عَلَيْهِمْ، وَمَنْ نَزَلَ مِنْهُمْ عَلَى الْجِزْيَةِ وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا نَظَرَ فِيهِمْ- قبيلہ جہینہ کے شخص سے (جو صحابی ہیں) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم ایک ایسی قوم سے لڑو گے جس وہ تم سے اپنی جانوں اور اولادوں کو اپنے مالوں کے بدلے بچائیں گے پس وہ تم سے مال کے بدلے صلح کریں گے تو تم ان سے اس مال سے زیادہ نہ لینا کیونکہ یہ زائد لینا تمہارے لئے حلال نہیں۔ (کتاب الاموال لابن عبيد)- اس میں صحابی کا غیر معلوم ہونا کچھ مضرتیں۔ نیز ابوداود نے بھی اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ پس یہ حدیث ابوداود کے نزدیک بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۱۳۴- ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جن سے صلح کی تھی یعنی اہل ذمہ سے، ان سے صرف وہی مقدار لینے تھے جس پر ان سے صلح کی تھی، نہ ان سے کچھ کم لیتے تھے اور نہ ہی ان سے کچھ زیادہ۔ اور جو لوگ جزیہ دینے پر رضامند ہو جاتے اور (ان پر) کسی مقدار کو مقرر نہ کیا جاتا (یعنی ان سے پہلے معاہدہ نہ ہوا ہوتا) تو حضرت عمرؓ ان کے حالات پر غور کرتے۔ اگر وہ محتاج ہوتے تو ان سے تخفیف کر دیتے اور اگر نہ ہوتا تو ان پر ان کے مالدار کے بقدر اضافہ فرما دیتے (کتاب الاموال) اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔ البتہ اس میں انقطاع ہے۔ (اور انقطاع خیر القرون میں مضرتیں)۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحت ہے کہ جس قدر معاہدہ ہو جائے اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی سے کوئی نیا



عمرُ فی اُمورِہم فَاِنْ اَحْتَاجُوا خَفَّتْ عَنْہُمْ، وَاِنْ اِسْتَعْنَوْا زَادَ عَلَیْہِم بِقَدْرِ اِسْتِغْنَاءِ ہِم۔“ رواہ  
عہ عبید فی ”الاموال“ (ص ۴۴ رقم ۳۹)۔ ورجالہ ثقات من رجال الصحیح، الا انه منقطع، و  
عبید ہو ابن کثیر بن عفیر قد ینسب الی جدہ قال الحاکم: یقال: ان مصر لم تخرج اجمع  
للعلم منہ (تقریب ص ۷۲)۔ ویحیی بن ایوب: ہو الغافقی المصری من رجال الجماعة،  
سدوق۔ والباقون لا یسال عنہم۔

۴۱۳۴- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: صَاحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَى حُلَّةٍ،  
خُصِفَتْ فِي صَفَرٍ وَالتَّبَقُّةُ فِي رَجَبٍ يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَعَارِيَةً ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ  
مِرْسًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صَنْعٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ يَغُرُّونَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُونَ  
عَامِلُونَ لَهَا حَتَّى يَرُدُّوَهَا عَلَیْہِم، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ ذَاتُ غَدَرٍ، عَلَى أَنْ لَا يَهْدِمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ  
وَلَا يُخْرِجَ لَهُمْ قَسٌّ وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِہِم، مَا لَمْ يُخْدِعُوا حَدًّا أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا۔ اخرجہ  
ابن داود و سکت عنه وهو من رواية السدي عن ابن عباس رضي الله عنہما۔ قال المنذرى:  
في سماعه منه نظر، وانما قيل: انه رآه ورأى ابن عمر وسمع من انس بن مالك رضی اللہ عنہما ولكن له  
سواحد، ذكرها في ”النيل“ (۲۸۶:۷)۔

سیدہ طے پارہا ہو تو اس میں امام کو اختیار ہے کہ جو مقدار چاہے مقرر کر لے۔

۴۱۳۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اہل نجران سے دو ہزار جوڑوں پر صلح کی، بایں صورت کہ آدھے وہ صفر  
میں مسلمانوں کو دیں گے اور باقی رجب کے مہینے میں اوتیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے اسلحہ میں سے جس سے وہ جنگ  
کرتے ہیں تیس تیس ہتھیار وہ مسلمانوں کو عاریہ دیں گے۔ اور مسلمان ان چیزوں کے ضامن ہونگے اور انہیں (استعمال کے بعد) واپس  
کریں گے۔ اور یہ عاریہ وینا اس وقت ہوگا جبکہ یمن میں کوئی بغاوت ہوگی اور یہ اس شرط پر ہوگا کہ ان کا کوئی گرجا گھر نہ گرایا جائے گا اور نہ  
کوئی پادری نکالا جائے گا اور نہ ہی ان کو ان کے دین سے پھیرا جائے گا (یعنی ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی) اور یہ اس وقت  
تک ہوگا جب تک کہ وہ کوئی نئی بات پیدا نہ کر دیں یا جب تک کہ سو خوری نہ کریں۔ ابو داؤد نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور  
کے کئی شاہد بھی ہیں۔ جو نیل الاوطار میں مذکور ہیں۔

## باب مقدار الجزیۃ الّتی یضعها الامام علی الکفار ابتداء

### انہا تؤخذ منهم علی الطبقات

۴۱۳۵- حدثنا علی بن مسہر عن الشیبانی عن ابی عون محمد بن عبید اللہ الثقفی، قال: "وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ الْجَزِيَّةَ عَلَى رُؤُوسِ الرِّجَالِ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَارْبَعِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ اِثْنَةَ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْفَقِيرِ اِثْنَى عَشَرَ دِرْهَمًا". رواه ابن شیبہ فی "المصنف"، وهو مرسل، ورواه ابن زنجويه فی "كتاب الاموال"، حدثنا ابو نعیم ثنا مندل عن الشیبانی عن ابی عون عن السغیرۃ بن شعبۃ ان عمر وضع الی آخرہ (زیلعی ۲: ۱۵۲)۔

قلت: ومندل فیہ مقال، وثقہ ابن معین وابو حاتم والمرسل اذا اسند ولو من طریق ضعیفۃ کان حجة عند الكل كما ذكرناه فی المقدمة۔

## باب۔ جزیرہ کی وہ مقدار جو امام ابتداء کفار پر مقرر کرے گا وہ جزیرہ کفار سے مختلف شرح سے لیا جائے گا

۳۱۳۵۔ محمد بن عبید اللہ ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (کافر) مردوں پر اس شرح سے جزیرہ مقرر فرمایا کہ مالداروں پر اڑتالیس درہم (سالانہ) اور متوسط درجہ کے آدمی پر چوبیس درہم (سالانہ) اور غریب پر بارہ درہم (سالانہ) (مصنف ابن ابی شیبہ) یہ مرسل ہے۔ لیکن کتاب الاموال میں یہ حدیث متصل بھی مروی ہے۔ اور قانون مسلم ہے کہ اگر مرسل حدیث کی تائید کسی ضعیف مسند سے ہو جائے تو وہ سب کے نزدیک حجت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: جزیرہ وہ وظیفہ ہے جو کافر سے دارالاسلام میں رہنے کے عوض لیا جاتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اجماع میں ہے۔ قرآن میں ہے کہ ﴿وَحَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ اور بخاری میں حضرت مغیرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم کافروں سے قتال کریں حتیٰ کہ یا تم مسلمان ہو جاؤ یا جزیرہ ادا کرو۔ اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جزیرہ جائز ہے۔

باقی محدین کا یہ اعتراض کرنا کہ کیسے کسی کافر کو جزیرہ کے عوض کفر پر برقرار رکھنا درست ہے تو گویا یہ جزیرہ اسلام کا بدلہ اور عوض سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جزیرہ اسلام کا عوض نہیں، بلکہ ان کی حفاظت کا عوض ہے کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے اور ان کا کفر ہوئے ہوئے بلاو اسلام میں رہنا اس لئے روار کھا گیا ہے کہ شاید وہ محاسن اسلام دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔

۴۱۳۶- حدثنا اسماعیل بن جعفر عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن حارثہ بن مضرب عن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ بَعَثَ عُمَانُ بْنُ حُنَيْنٍ قَوْصَعٌ عَلَيْهِمْ ثُمَانِيَّةً وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ وَائْتْنَى عَشَرَ- رواه ابوعمید فی "الاسوال" (زیلعی ۱۵۲:۲)- قلت: سند صحیح موصول واخرجه یحیی بن آدم فی الخراج (ص ۴۲) فرواۃ عن اسرائیل بسندہ-

۴۱۳۷- اخبرنا عارم بن الفضل ثنا حماد بن سلمة عن سعید الجریری عن ابی خضر: "أَنَّ عُمَرَ وَضَعَ الْجَزِيَّةَ عَلَى أَهْلِ الدَّمَةِ فِيمَا فَتَحَ مِنَ الْبِلَادِ قَوْصَعٌ عَلَى الْغَنِيِّ ثُمَانِيَّةً وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْوَسْطِ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْفَقِيرِ اثْنَى عَشَرَ دِرْهَمًا، مختصر من حديث طويل رواه ابن سعد في "الطبقات" (زیلعی ۱۵۲:۲۰)- وهو مرسل صحیح، وابو نضرة هو المنذر بن مالك بن قطعة راي عدة من الصحابة، ادرك طلحة وروى عن علي بن ابی طالب وابی موسى الاشعري وابی ذر الغفاري وابی هريرة وابی سعید وغيرهم رضی اللہ عنہم تهذيب (۳۰۲:۱۰) وارسل مثله حجة عندنا وعند الاكثري-

۴۱۳۸- حدثني السري بن اسماعيل عن عامر الشعبي "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَخَّ السَّوَادَ وَأَنَّهُ وَضَعَ عَلَى الرَّجُلِ اثْنَى عَشَرَ دِرْهَمًا، وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا وَثُمَانِيَّةً

۴۱۳۶- حارثہ بن مضرب سے حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے عثمان بن حنیف کو بھیجا (عال بنا کر) تو میں نے (امیر ذمیوں پر) ازتالیس درہم اور (متوسط ذمیوں پر) چوبیس درہم اور (غریب ذمیوں پر) بارہ درہم مقرر فرمائے۔ (کتاب السنن)

اس کی سند صحیح موصول ہے اور تمیمی بن آدم نے بھی اپنی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

۴۱۳۷- ابو نضرة سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں ذمیوں پر جزیہ مقرر فرمایا اور آپؓ نے امیر (کافر) پر تالیس درہم اور متوسط پر چوبیس درہم اور غریب پر بارہ درہم (کی شرح سے) مقرر فرمایا۔ (طبقات ابن سعد)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ بخبرۃ نے کئی صحابیوں کا ذکر کیا ہے اور ان جیسوں کا ارسال جمہور کے ہاں حجت ہے۔

۴۱۳۸- عامر شعبیؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے سواد کے علاقے کی پٹائش کرائی اور انہوں نے ذمیوں پر بارہ، چوبیس اور تالیس درہم کے حساب سے جزیہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج)۔

وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا“ مختصر رواہ الامام ابو یوسف فی ”الخراج“ لہ (ص ۴۲)، والسری ضعیف  
کما مر۔

۴۱۳۹- حدثنی سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن ابی مجلز ”قال: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ  
الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ ثَمَانِينَ دِرْهَمًا وَارْبَعِينَ دِرْهَمًا وَارْبَعَةَ  
وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا وَثَمَانِيَةَ دِرْهَمَيْنِ دِرْهَمًا، وَعَطَّلَ مِنْ ذَلِكَ النِّسَاءَ وَالصَّبِيَّانَ“ مختصراً، رواہ  
الامام ابو یوسف فی ”الخراج“ (ص ۴۳) ایضاً، وهو مرسل صحیح۔

۴۱۴۰- حدثنی الحجاج بن ارطاة عن ابن عون ”أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ  
السَّوَادَ مَادُونُ جَبَلِ حُلَوَانَ، وَفِيهِ: وَأَخَذَ مِنْ كُلِّ رَأْسٍ مُوسِيرَ ثَمَانِيَةَ وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، وَمِنْ  
الْوَسْطِ أَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمِنْ الْفَقِيرِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا“ مختصراً، رواہ الامام ابو  
یوسف فی ”الخراج“ (ص ۴۵)، ایضاً، وهو مرسل۔

۴۱۴۱- عن عمر رضی اللہ عنہ ضَرَبَ الْحِزْبِيَّةَ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةَ وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى  
الْمَتَوَسِّطِ أَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْفَقِيرِ الْمُكْتَسِبِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا، رواہ البيهقي بطريق  
مرسلة (التلخيص الحبير ۲: ۳۸۰)، وسكوت الحافظ عنه يدل على ان لاعلة له سوى الارسل

۳۱۳۹۔ الوجلو سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو عامل بنا کر بھیجا اور انہوں نے مختلف (علاقوں کی) زمینوں  
کی پیمائش کی۔ اور ہر ذمی مرد پر بارہ، چوبیس اور اڑتالیس درہم (سالانہ) کی شرح سے جزیہ مقرر فرمایا۔ اور عورتوں اور بچوں پر جزیہ لاگو نہیں  
کیا۔ مختصراً۔ (کتاب الخراج)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۳۱۴۰۔ ابن عون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے طوان پہاڑ کے ورے سواد علاقے کی پیمائش کرائی اور اس حدیث میں یہ  
بھی ہے کہ انہوں نے ہر غنی ذمی سے اڑتالیس درہم اور متوسط سے چوبیس درہم اور غریب سے بارہ درہم (بطور جزیہ) لئے۔ مختصراً (کتاب  
الخراج)۔ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔

۳۱۴۱۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مالدار پر اڑتالیس درہم اور متوسط پر چوبیس اور کمائی کرنے  
والے غریب پر بارہ درہم جزیہ مقرر فرمایا۔ اسے بیہقی نے ارسال کے ساتھ روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر کا اس پر سکوت کرنا اس بات کی  
دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مرسل صحیح ہمارے ہاں حجت ہے۔ اور جب مرسل کے کئی طرق ہوں (جیسا کہ یہاں ہیں) تو سب کے



وہو حجة عندنا، واذا تعددت الطرق فینو حجة عند الكل، كما مر فی "المقدمة"۔

۴۱۴۲- حدثنا کامل بن العلاء عن حبيب بن ابی ثابت أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعث عثمان بن حنیف علی مساحة أرض السواد، فذكر الحديث، وفيه: ﴿فَخَتَمَ خُمْسَ بَائَةِ الْغُبِ عَلَيَّ عَلَى الطَّبَقَاتِ ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِينَ وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ وَاثْنَيْ عَشَرَ﴾ الحديث، رواه الامام ابو يوسف فی "الخراج" (ص ۱۹۳)، وهو مرسل صحيح۔

۴۱۴۳- حدثني عفان عن مسلمة بن علقمة عن داود بن ابی هند عن الشعبي "ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعث عثمان بن حنیف إلى السواد فطرز الخراج - فذكر الحديث وفيه- وَوَضَعَ عَلَى الرَّجُلِ الدِّرْهَمَ فِي الشَّهْرِ وَالْذِرْهَمَيْنِ فِي الشَّهْرِ"، رواه ابو عبيد فی "الاموال" (ص ۶۹)، وهو مرسل صحيح، و مراسيل الشعبي لا يكاد يستقط منها شيء۔

نزدیک حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے فقیر پر جو کما نہ سکتا ہو جزیرہ لاگو نہیں ہوگا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ نیز حضرت عمرؓ نے صحابہ کی موجودگی میں نہ کما سکنے والے فقیر پر جزیرہ لاگو نہیں فرمایا۔ اور معاویہ کی وہ حدیث جس سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں اس میں فقیر سے مراد کما سکنے والا فقیر ہے۔

۴۱۴۲- حبيب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد کی زمین کی پیمائش کے لئے بھیجا پھر وہ عویل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے پانچ لاکھ طاقور کافروں کو رجز دیا مختلف طبقات میں یعنی اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درہم کی شرح سے رجز دفرمایا۔ (کتاب الخراج) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۴۳- شععیؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو (عامل بنا کر) سواد کی طرف بھیجا اور انہوں نے (وہاں کی زمینوں پر) خراج مقرر فرمایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے (فقیر) ذی پر ایک ماہ میں ایک درہم اور (متوسط بالغ مرد) ذی پر ایک ماہ میں دو درہم جزیرہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الاموال)۔ یہ مرسل صحیح ہے اور شععیؓ کے مراسیل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جزیرہ وصول کرنے کا وقت معلوم ہوا کہ ہر ماہ ایک شرح سے لیا جائے گا۔ لیکن غلہ کے وقت تک تاخیر کر تارق کی وجہ سے اچھا ہے۔ الغرض وجوب جزیرہ اول سال میں ہی ہو جاتا ہے کیونکہ اگر آ خر سال میں وجوب ہو تو سال کے اختتام سے قبل جزیرہ لینا درست نہ ہوگا۔ حالانکہ سال کے اختتام سے قبل جزیرہ لینا بہت سے ثابت ہے۔

۴۱۴۴- وَاُخْرِجَ يَحْيَىٰ بْنُ آدَمَ فِي "الْخُرَاجِ" لَهُ (ص ۷۷ رقم ۱۴۱) حَدَّثَنَا مُنْدَلُ الْعَنْزِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَهَاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، "قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حَدِيثَهُ بَيْنَ الْيَمَانِ، وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ فَأَتَيْاهُ فَسَأَلَهُمَا كَيْفَ وَضَعْتُمَا عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ؟ فَقَالَا: وَضَعْنَاهُ عَلَى كُلِّ رَجُلٍ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمٍ كُلِّ شَهْرٍ" الْحَدِيثُ - مُخْتَصَرٌ وَمُنْدَلٌ ضَعِيفٌ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ وَمِشَاهُ بَعْضُهُمْ، فَالْحَدِيثُ حَسَنٌ الْإِسْنَادُ عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي أَصْلَاهُ فِي "الْمَقْدَمَةِ" -

## باب توضع الجزية على اهل الكتاب والمجوس مطلقا

### وعلى عبدة الاوثان من العجم

۴۱۴۵- عَنْ بَجَالَةَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِةٍ قَالَ: "أَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةِ

۳۱۳۲ - یحییٰ بن آدم کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن میمون نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کو (عامل بنا کر) بھیجا پھر جب وہ (کام کر کے) حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے زمینداروں پر کس شرح سے جزیہ مقرر کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر (غنی) ذمی پر ہر ماہ میں چار درہم - یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ غنی ذمی پر سالانہ اڑتالیس درہم اور متوسط ذمی پر چوبیس اور غریب پر بارہ درہم ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ ہماری واضح دلیل حضرت عمرؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کی صحت و شہرت میں کوئی شک نہیں۔ اور صحابہؓ کے درمیان مشہور حدیث ہے اور کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا اور بعد کے آنے والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے بھی باوجود اس حدیث کے انکار نہیں کیا تو گویا کہ اس حدیث پر اجماع ہے۔ اور امام شافعیؒ نے بھی اس حدیث پر عمل کرنے کو مستحب کہا ہے۔ باقی امام شافعیؒ کی حدیث جس میں مطلقاً ایک دینار کا ذکر ہے خواہ امیر ہو یا غریب تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صلحا مقرر کیا گیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں غورتوں سے بھی دینار لینے کا ذکر ہے۔ حالانکہ جب صلح کے بغیر امام ابتداء جزیہ مقرر کرے تو ان کے نزدیک بھی عورت پر جزیہ نہیں یا یہ حدیث صرف فقراء ذمیوں کے بارے میں ہے اور ہم بھی ان کے بارے میں ایک دینار (بارہ درہم) کے قائل ہیں۔ اور امام مالک کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ چالیس درہم اور تین دن کی ضیافت اڑتالیس درہموں کے برابر ہو جاتی ہے۔

باب - اہل کتاب اور مجوسیوں پر مطلقاً (خواہ عرب ہوں یا عجم) جزیہ لاگو کیا جائے گا

### اور بت پرستوں میں سے صرف عجمیوں پر

۳۱۳۵ - بجالہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمرؓ کا خط ان کی وفات سے ایک سال قبل ملا (جس میں آپؓ نے فرمایا کہ

فَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجَزِيَّةَ مِنَ الْمَجُوسِ، حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَ الْجَزِيَّةَ مِنَ مَجُوسِ هَجَرَ، رواه البخاری (فتح الباری ۶: ۱۸۵)

۴۱۴۶- عن جبير بن حية قال المغيرة بن شعبة لعند كسرى يوم نهاوند، ﴿أَمَرْنَا سَيِّئًا رَسُولَ رَبِّنَا أَنْ تَقَاتِلَكُم حَتَّى تَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ أَوْ تُؤَدُّوا الْجَزِيَّةَ﴾ - أخرجه الامام البخاری فی صحیحہ فی حدیث طویل (فتح الباری)

۴۱۴۷- عن جعفر بن محمد عن ابیه ان عمر بن الخطاب "قَالَ: لَا أَذْرِي مَا أَصْنَعُ الْمَجُوسَ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: سَيُؤَابِهُهُمْ بَيْتُهُ عَلَى الْكِتَابِ" - رواه مالك فی الموطأ وهذا منقطع مع ثقة رجاله - ورواه ابن المنذر ودارقطني فی "الغرائب" من طریق ابی علی الحنفی عن مالك فزاد فیہ عن جده و فی آخره قال مالك فی الجزية وهو منقطع ايضا - الا ان يكون الضمير فی عن جده علی محمد بن علی فیکون متصلا لان جده الحسين بن علی سمع من عمر بن الخطاب ومن

مجوسیوں کے ہر ذی محرم میں (اگرچہ انہوں نے اس کے باوجود آپس میں شادی کر لی ہو) جدائی کرادو۔ اور حضرت عمرؓ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس بات کی گواہی دی کہ حضور ﷺ نے ہجر کے علاقہ کے مجوسیوں سے جزیہ لیتے تھے (تو حضرت عمرؓ بھی لینے لگے) (بخاری) (باب الجزیہ والمواذع)۔

۴۱۴۶ - جبیر بن حیا سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے نہاد کی جنگ کے روز کسریٰ کے لشکر سے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ یا تو تم اللہ وحدہ کی عبادت کرو یا اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تم جزیہ - (بخاری)۔

۴۱۴۷ - جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوسیوں کے ساتھ (جزیہ کی بابت) کیا معاملہ کروں۔ (اس پر) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجوسیوں سے (جزیہ کے معاملہ میں) اہل کتاب کا سا معاملہ کرو (یعنی جس طرح اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے اسی طرح مجوسیوں سے بھی)۔ (موطا مالک)۔ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ اور ابن منذر اور دارقطني نے غرائب میں

عبدالرحمن بن عوف ولہ شاهد من حدیث مسلم بن العلاء بن الحضرمی اخرجہ الطبرانی فی آخر حدیث بلفظ سنوا بالمجوس سنة اهل الكتاب (فتح الباری)۔

قلت: وابو علی الحنفی وثقہ الدارقطنی وابن عبدالبر، وقال: هذا حدیث منقطع ولكن معناه يتصل من وجود حسان اه (زیلعی)، واخرجہ ابو عبیدہ فی "الاموال" عن یحییٰ بن سعید عن جعفر بن محمد عن ابيه قال: قال عُمر: "مَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ بِالْمَجُوسِ؟ وَلَيْسُوا أَهْلَ كِتَابٍ" فذكر نحوه ورجاله ثقات۔

۴۱۴۸- عن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجَزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَالِحَ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضْرَمِيِّ رضی اللہ عنہ متفق عليه۔

۴۱۴۹- وعن الزهري قال: ﴿قَبِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجِزْيَةَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَكَانُوا مَجُوسًا﴾ رواه ابو عبیدہ فی "الاموال" (نیل الاوطار)، ولم يعمل حدیث الزهري الا بالارسال

اس کی سند میں عن جدہ کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور ممکن ہے کہ جدہ کی ضمیر محمد کی طرف لوٹے تو اس صورت میں یہ حدیث متصل ہوگی اور مسلم کی حدیث سے ابن علاء حضری اس کا شاہد بھی ہے۔ اور طبرانی میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ (جزیہ میں) مجوس سے اہل کتاب کا سامعہ کر دیا۔ یہ حدیث اگر منقطع بھی ہو تب بھی دوسرے حسن طرق کی وجہ سے اس کا معنی متصل ہو جاتا ہے۔ اور ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ یوں حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوس سے (جزیہ کی بابت) کیا معاملہ کروں کیونکہ یہ اہل کتاب نہیں۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:** (۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مجوس عرب سے بھی جزیہ لیا جائے گا۔ (۲) اور حضرت عمرؓ کے قول "کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں" سے معلوم ہوا کہ مجوس اہل کتاب نہیں۔ لہذا "سنوا بہم سنة اهل الكتاب" کا مطلب یہ ہے کہ محض جزیہ کی بابت ان سے اہل کتاب والا معاملہ کرو کہ خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے جزیہ لیا جائے گا۔

۴۱۴۸- عمرو بن عوفؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بحرین کی طرف جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضور ﷺ نے اہل بحرین سے صلہ کی۔ ان پر علاء حضری کو امیر بنایا تھا۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۱۴۹- زمری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ابن مالک سے جزیہ وصول کیا اور وہ مجوسی تھے (کتاب الاموال لابن عبیدہ)



قال: وقد تقدم له شاهد اول الباب۔

۴۱۵۰۔ حدثنا الاشجعی و عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان عن قیس بن مسلم

عن الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: ﴿كُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَجُوسِ هَجَرَ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَمَنْ أَسْلَمَ قَبْلَ مِنْهُ وَمَنْ لَا ضَرْبَتْ عَلَيْهِ الْجِزْيَةُ فِي أَنْ لَا تُؤْكَلَ لَهُ ذَبِيحَةٌ وَلَا تُنَكَّحَ لَهُ امْرَأَةٌ﴾۔ رواه ابو عبيد في "الاموال"، وهو مرسل صحيح، واخرجه ابو يوسف في "الخراج" بلفظ ﴿صَالَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَجُوسَ أَهْلِ هَجَرَ عَلَى أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُمْ جِزْيَةً غَيْرَ مُسْتَجَلٍ مُنَاكَحَةً نِسَائِهِمْ وَلَا أَكَلَ ذَبَائِحِهِمْ﴾۔ رواه عن قيس بن الربيع الاسدي عن قيس بن مسلم الجدلي عنه، وهذا حسن مع ارساله۔

۴۱۵۱۔ مالک عن ابن شهاب رضی اللہ عنہ قال: ﴿بَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ

یہ حدیث مرسل ہے (اور مرسل زہری حجت ہیں)۔ نیز اول باب میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

۴۱۵۰۔ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالبؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے لکھا

کہ تم میں سے جو مسلمان ہو جائے گا تو اس کا اسلام لانا قبول کر لیا جائے گا اور جو اسلام قبول نہیں کرے گا اس پر جزیہ لاگو کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا اور نہ اس کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور کتاب الخراج میں ابو یوسفؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کو کھانا حلال نہیں۔ یہ حدیث بھی مرسل حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوسیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کا کھانا حلال نہیں۔ اور موثق مغنی

میں فرماتے ہیں کہ مجوس کے لئے کوئی آسانی کتاب نہیں اور امام احمد نے ان کے لئے کتاب ماننے کو باطل کہا ہے اور یہی عام علماء کی رائے ہے۔ لہذا مجوس مشرکین کے حکم میں ہیں لہذا ﴿وَلَا تُنَكَّحُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ کے تحت بھی ان سے نکاح جائز نہیں۔ لیکن جزیہ کے معاملہ میں ان کا معاملہ اہل کتاب کا سا ہے لہذا ان سے جزیہ لیا جائے گا خواہ عرب کے ہوں جیسا کہ گذشتہ احادیث اس پر دال ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ حضرت حذیفہؓ نے مجوسیہ سے شادی کی ہے غلط ہے بلکہ وہ یہودیہ تھی اور اسے بھی احتیاط کی بنا پر حضرت عمرؓ نے طلاق دینے کا فرمایا۔

۴۱۵۱۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے اور حضرت عمرؓ نے

قاس کے مجوسیوں سے جزیہ لیا اور حضرت عثمانؓ نے بربر سے جزیہ لیا۔ (مؤطا مالک)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور معجم طبرانی اور غرائب دارقطنی

الْبَحْرَيْنِ وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسٍ فَارِسٍ وَأَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ أَخَذَهَا مِنَ النَّزْبِيِّ، رواه مالك في "الموطأ"، وهو مرسل صحيح، ووصله الحسين بن ابی كبشة، عن عبد الرحمن بن مهدي عن مالك عن الزهري عن السائب بن يزيد ان النبي ﷺ فذكره رواه الدارقطني في "غرائب مالك"، والطبرانی في "معجمه" (زيلعي)، وابن ابی كبشة هو الحسين بن سلمة بن اسماعيل بن يزيد بن ابی كبشة، روى عنه الترمذی وابن ماجه وابن خزيمة وابن صاعد وغيرهم، قال ابو حاتم: صدوق، وقال الدارقطني: ثقة، وذكره ابن حبان في "الثقات" (تهذيب) - والحكم للمرافع والواصل، كما مر في "المقدمة"۔

۴۱۵۲ - حدثنا قبيصة عن سفيان عن منصور عن ابی رزين عن ابی موسى الاشعري قال: "لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَأْخُذُونَ مِنْهُمْ الْجِزْيَةَ مَا أَخَذْتُهَا يَغْنَبِي الْمَجُوسَ"۔ رواه ابو عبيد في الاموال، وسنده صحيح، وابورزين هو مسعود بن مالك الاسدي الكوفي ثقة من الثانية، روى له الخمسة (تقريب)۔

۴۱۵۳ - حدثنا يحيى بن زكريا بن ابی زائدة عن مجالد بن سعيد عن الشعبي، قال:

میں یہ حدیث موصولاً بھی مروی ہے اور اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔ اور حکم مرفوع اور متصل بیان کرنے والے کا ہوتا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عجم کے تمام کافروں سے جزیہ لینا جائز ہے خواہ اہل کتاب ہوں یا بت پرست یا مجوس۔ اور برابر اہل کتاب ہیں اور نہ اس سے ملحق بلکہ محض بت پرست ہیں اور حضرت عثمانؓ کا ان سے جزیہ لینا اور کسی کا ان پر انکار نہ کرنا اجماع کی دلیل ہے۔

۴۱۵۴ - ابورزین سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے ساتھیوں (صحابہؓ) کو مجوس سے جزیہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں ان سے جزیہ نہ لیتا۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے گا اور وہ اہل کتاب بھی نہیں۔ کیونکہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس سے جزیہ اپنے ساتھیوں کی اتباع میں لیا ہے اور اگر وہ اہل کتاب ہوتے تو پھر تو نص قرآنی کی اتباع میں جزیہ لیتے نہ کہ ساتھیوں کی اتباع میں۔

۴۱۵۵ - شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو (کسی مہم پر لشکر کے ساتھ) بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ

تَا بُكَرٍ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَسِيرَ حَتَّى يَنْزِلَ الْحَيْرَةَ، ثُمَّ يَمْضِيَ إِلَى الشَّامِ فَسَارَ خَالِدٌ حَتَّى نَزَلَ الْحَيْرَةَ قَالَ الشَّعْبِيُّ: فَأَخْرَجَ إِلَيَّ ابْنُ بَقِيلَةَ كِتَابَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ: "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى مَرَازِبَةِ فَارِسِ السَّلَامِ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى، فَإِنِّي حَمَدُ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَّا بَعْدُ، فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّ خِدْمَتَكُمْ وَفَرَّقَ كَلِمَتَكُمْ وَوَهَّنَ نَسْكَكُمْ وَسَلَبَ مُلْكَكُمْ، فَإِذَا أَنَاكُمْ كِتَابِي هَذَا فَاعْتَقِدُوا بَيْنِي الدِّمَّةَ، وَاجْبُوا إِلَيَّ الْجِزْيَةَ، وَبَعُثُوا إِلَيَّ بِالرَّهْنِ، وَإِلَّا فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا لَقَيْنَكُمْ بِقَوْمٍ يُجْبُونَ الْمَوْتَ كَمَا تُجْبُونَ الْحَيَاةَ، وَالسَّلَامُ"۔ رواه ابو عبيد في "الاموال"۔ وسنده حسن فان مجالدا قد وثقه بعضهم۔  
 وخرجه ابو يوسف في "الخراج" له عن محمد بن اسحاق وغيره من اهل العلم بالفتوح وطبري في "التاريخ" عن السري عن شعيب عن سيف عن محمد بن عبدالله عن ابي عثمان عن ابن مكنف، وطلحة عن المغيرة وسفيان عن ماهان، وعن شعيب عن سيف عن مجالدا بمثله، و تعدد الطرق يفيد قوة۔

ہاتے ہوئے (راستہ میں) حیرہ مقام پر پڑاؤ کریں اور پھر شام کی طرف روانہ ہوں۔ پس خالد بن ولیدؓ چلے یہاں تک کہ وہ حیرہ مقام پر آئے۔ شعبیؓ کہتے ہیں کہ ابن بقیلہ نے مجھے خالد بن ولیدؓ کا (وہ) خط نکال کر دکھایا (جو انہوں نے فارس کے سرداروں کو لکھا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ) "اللہ کے نام سے لکھتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط خالد بن ولیدؓ کی طرف سے ہے فارس کے سرداروں کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت (اسلام) کی اتباع کرے۔ میں اس ذات خداوندی کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حمد و صلوة کے بعد تمام تعریفیں اس ذات خداوندی کے لئے خاص ہیں جس نے تمہاری جمیعت کو پاش پاش کر دیا۔ جس نے تمہاری بات اور حکم کو ٹکڑے کر دیا۔ اور تمہاری قوت کو کمزور کر دیا اور تمہارا ملک تم سے چھین لیا۔ پس جب یہ میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو تم مجھے سے عقدہ نہ کرلو۔ اور تم مجھے جزیہ بھیجتے رہو اور یرغمال بھیج دو۔ ورنہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ضرور تم سے ایک ایسی قوم کے ساتھ جنگ کروں گا جو ایسے ہی موت کو محبوب رکھتی ہے جیسے کہ تم زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن ہے اور اسے کتاب الخراج میں ابو یوسف اور تاریخ میں طبری نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے اور تعدد طرق حدیث میں قوت پیدا کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی مجوس سے جزیہ لینے کا ثبوت ہوا اور یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔

۴۱۵۴- عن انس رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أَكْبَدِرَ دُومَةَ فَأَخَذُوهُ فَأَتَوْا بِهِ فَحَقَّنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ۔ رواه ابو داود، و سکت عنه هو والمنذرى ورجال اسنادہ ثقات، وفيه عننة محمد بن اسحاق (نیل)۔

۴۱۵۵- حدثني سعيد بن ابى مريم حدثنا السرى بن يحيى عن حميد بن هلال قال قال خالد بن الوليد غزا أهل الحيرة بعد وفاة رسول الله ﷺ فصالح أهل الحيرة، ولم يقاتلوا۔ رواه ابو عبيد في "الاموال"، وسنده مرسل صحيح۔

۴۱۵۶- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: "كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَكُونُ مِقْلَاةً فَتَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهَا غَاشَ لَهَا وَلَدَانِ تُمَوِّدُهُ، فَلَمَّا أُجْلِبَتِ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، فَقَالُوا: لَا نَدَعِ أَبْنَاءَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ غَزْوَ جَلٍّ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"۔ رواه ابو داود من ثلاث طرق، والنسائي من طريقين، وجميع رجاله لا مطعن فيهم (نیل الاوطار)۔

۳۱۵۳- انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو (شکر کے ساتھ) دومہ شہر کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا جس لشکر والوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ ﷺ نے اس کا خون معاف کر دیا اور جزیہ پر اس سے صلح کر لی۔ (ابوداؤد) (ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۱۵۵- حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ خالد بن ولیدؓ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حیرہ والوں سے جنگ کے لئے نکلے حیرہ والوں نے صلح کر لی اور جنگ نہ کی (کتاب الاموال) اس کی سند مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے جزیہ لینا جائز ہے اور یہی حنفیہ مسلک ہے۔

۳۱۵۶- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں اوس و خزرج کی عورتوں میں یہ دستور تھا کہ) جس عورت کا بچہ زندہ رہتا تو وہ یہ نذر مان لیتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنائے گی۔ جب بنو نضیر کے یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا تو ان میں انصار کے وہ بچے بھی تھے (جو نذر کے طور پر یہودی بنائے گئے تھے) انصار کہنے لگے کہ ہم اپنے لڑکوں کو نہیں جانے دیں گے۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ لا یہ کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں (یعنی اگر تمہارے یہ بچے بخوشی اسلام قبول کر لیں تو تمہارے ساتھ رہ سکتے ہیں ورنہ ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو یہودیوں کے ساتھ ہوگا) (ابوداؤد، نسائی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔



۴۱۵۷- حدثنا سعد بن عفیر حدثنا ابن ایوب عن یونس بن یزید الایلی، قال: سألت  
عن شهاب هل قبل رسول الله ﷺ من أحد من أهل الأوثان من العرب الجزية؟ فقال: مضت  
سنة أن يقبل ممن كان من أهل الكتاب من اليهود والنصارى من العرب الجزية، وذلك  
منهم بنهم والنهمهم۔ رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۲۶ رقم ۲۳)۔

باب لا توضع الجزية على عبدة الاوثان من العرب ولا  
على اهل الردة ولا يسترقون الا الذراری والنساء  
ولا يقبل منهم الا الاسلام او السيف

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بت پرست کسی وقت بھی خواہ قرآن کے نازل ہونے کے بعد یہودی یا نصرانی  
من جائے تو اس پر اہل کتاب کے احکام لاگو ہونگے اور اسے جزیہ دینا پڑے گا۔ اور اس کا ذبیحہ بھی حلال ہوگا۔  
۳۱۵۷۔ یونس بن یزید ایلی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے دریافت کیا کہ کیا حضور ﷺ نے عرب کے کسی  
بت پرست سے جزیہ قبول کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ عرب میں سے اہل کتاب یہودیوں اور نصاریٰ سے جزیہ قبول  
یہ جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ یہ عرب کے یہود و نصاریٰ بہر حال انہی یہود و نصاریٰ میں سے ہیں اور اپنے معاملات میں انہیں کی طرف  
رجوع کرتے ہیں۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ قبول کیا جائے گا لیکن عرب کے بت پرستوں سے نہیں۔  
فرض عرب کے بت پرستوں اور ہر قسم کے مرتدین سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان دونوں کے لئے یا اسلام ہے یا تلوار۔ اور چونکہ عجم  
کے مشرک بت پرست کو بالاتفاق غلام بنانا جائز ہے لہذا اس سے جزیہ لینا بھی جائز ہونا چاہیے۔ اس لئے ﴿فاقبضوا المشركين حيث  
وجدتموهم﴾ مشرکین عرب کیساتھ خاص ہے اور امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله سے جس طرح اہل کتاب اور  
توس مستثنیٰ ہیں اسی طرح بت پرست عجم بھی مستثنیٰ ہے۔

نیز اذ لقيت عدوك من المشركين فان ابوا فادعهم الى اعطاء الجزية میں مشرکین ہر مشرک کو شامل ہے لیکن  
یہ باب کے دلائل کی روشنی میں مشرکین عرب اس سے مستثنیٰ ہیں کہ ان سے جزیہ لینا درست نہیں۔

باب۔ عرب کے بت پرستوں اور ہر مرتد پر جزیہ لاگو نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں غلام بنایا  
جائے گا بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار مگر ان کی اولاد اور عورتوں کو غلام بنانا درست ہے۔

۳۱۵۹۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اہل عرب سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ

لَا يُقَاتِلُ الْعَرَبَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَا يَقْبَلُ مِنْهُمْ غَيْرَهُ وَأَمَرَ أَنْ يُقَاتِلَ أَهْلَ الْكِتَابِ حَتَّى يَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۶۶﴾ رواہ ابو عبیدہ فی "الاموال" (ص ۲۶ رقم ۶۲)، وهو مرسل صحیح۔

۴۱۶۰۔ حدثنا عمرو الناقد اخبرنا عن عبد الله بن وهب المصري عن يونس بن يزيد عن ابن شهاب الزهري قال: أُنزِلَتْ فِي كُفَّارِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيُكَفِّرَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ وَأُنزِلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾۔ الى قوله: ﴿صَاغِرُونَ﴾ الحديث، رواه البلاذري في "فتوح البلدان" (ص ۷۵)، وهذا مرسل صحیح۔

۴۱۶۱۔ حدثنا حجاج عن ابن جريج، في قوله تعالى: ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَسَبِّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ جَمِيعًا خَالِدِينَ﴾ (الأنفال - ۳۹) (یعنی تم ان کفار عرب سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد و عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔ روین خالص اللہ کا ہو جائے) اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آیہ ۲۹) کہ اس کتاب جو کہ نہ اللہ پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے۔ اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا قبول کر لیں۔ (الحديث) اسے بلاذری نے فتوح البلدان میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

۴۱۶۰۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (آیہ ۳۹) (یعنی تم ان کفار عرب سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد و عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔ روین خالص اللہ کا ہو جائے) اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آیہ ۲۹) کہ اس کتاب جو کہ نہ اللہ پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے۔ اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا قبول کر لیں۔ (الحديث) اسے بلاذری نے فتوح البلدان میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: یہ دونوں حدیثیں پچھلی حدیث کی تفسیر ہیں کہ جن مشرکین سے حضور ﷺ کو قتال کا حکم تھا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں وہ مشرکین عرب ہیں۔ اور عرب کی تخصیص سے عجمی بت پرست خارج ہو گئے لہذا ان کا حکم بھی اہل کتاب کا سا ہو گا کہ ان سے اسلام لانے یا جزیہ دینے تک قتال کیا جائے گا۔ اور اہل کتاب خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیں۔

۴۱۶۱۔ ابن جریج اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ (کہ جب کفار سے تہار انکار و

فَضْرَبَ الرِّقَابَ ۖ قَالَ: مُشْرِكِي الْعَرَبِ، يَقُولُ: فَضْرَبَ الرِّقَابَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ فَادَّ فَعَلُوا ذَلِكَ أَحْرَزُوا دِمَائَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَاتِلُ مُشْرِكِي الْأَعَاجِمِ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَبَوْا فَحَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ فَيُخْرِزُوا دِمَائَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ ۖ قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: وَقَالَ آخَرُونَ: إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي مُشْرِكِي الْعَرَبِ، خَاصَّةً ذُوْنَ الْمِلَلِ ثُمَّ نَسَخَتْهَا ۖ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾، رواه ابو عبيد ايضا (ص ۳۱ رقم ۷۷)، وسنده حسن مع ارساله۔

۴۱۶۲- عن سلمة بن الأكوع رضی اللہ عنہ قال: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَمْرَةً عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَعَزَّوْنَا فَرَاةً، وذكر الحديث بطوله - وفيه - ثم نَظَرْتُ إِلَى عُتْقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِمْ الذَّرَارِيُّ بَوْتَانُ كِي گِردنیں مارو (محمد - ۴) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کفار سے مراد مشرکین عرب ہیں (کیونکہ مشرکین عرب سے جزیہ لینا درست نہیں) پس تم ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں) پس جب وہ ایسا کر لیں (یعنی مسلمان ہو جائیں) تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں مگر اس کے حق کے ساتھ (یعنی کسی کو ناحق قتل کیا یا مرتد ہو گیا یا شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کیا تو اس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا جائے گا یا کسی کا مال ضائع کیا تو اس کے عوض اس کا مال لیا جائے گا) (مزید ابن جریج) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عجم کے مشرکین سے قتال کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں۔ اگر وہ ان دو کاموں میں سے کوئی کام کر لیں تو وہ اپنے جانوں کو اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے (مگر کسی دوسرے حق کے بدلے میں) ابن جریج یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ (مذکورہ بالا) آیت خاص عرب کے مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہے دوسری ملتوں کے بارے میں نہیں۔ لیکن پھر اس کو آیت ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ (یعنی پہلے مشرکین عرب کے بارے میں یہ حکم تھا کہ ان کو فدیہ لے کر یا دیے احساناً چھوڑ دو لیکن پھر آیت ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے کہ اب صرف جنگ ہے یا اسلام ہے۔ کوئی تیسری صورت فدیہ وغیرہ لے کر چھوڑنے یا جزیہ لینے کی جائز نہیں۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن مرسل ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین عجم سے جزیہ لیا جانا درست ہے اور آیت ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ صرف مشرکین عرب کے بارے میں ہے کہ ان سے صرف اسلام ہی قبول کیا جائے گا اور یہی مذہب خفیہ کا ہے۔

۴۱۶۲- سلمہ بن الأكوع فرماتے ہیں کہ ہم نے ابو بکرؓ کی معیت میں فزارہ قبیلے سے جہاد کیا۔ ابو بکرؓ کو حضور ﷺ نے ہمارا امیر مقرر کیا تھا۔ پھر انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ پھر میں نے کچھ لوگوں کی طرف دیکھا کہ جن میں بچے تھے۔



وَرَمَيْتُ بِهِمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَوَقَفُوا فَجِئْتُ بِهِمْ أَسْوَقُهُمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَفِيهِمْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي قَزَاةَ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَقَلَّبْنِي ابْنَتَهَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ (زَيْلَعِي ۲: ۱۲۸)۔

۴۱۶۳- عن الواقدي بسنده من حديث خالد بن الوليد رضي الله عنه قَسَمَ سَهْمَ بَنِي حَنِيفَةَ خَمْسَةَ أَجْزَاءٍ وَقَسَمَ عَلَى النَّاسِ أَرْبَعَةً، وَعَزَلَ الْخُمْسَ حَتَّى قَدِمَ بِهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ عِدَّةٍ طَرِيقَ أَنَّ الْحَنْفِيَّةَ (أُمَ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ) كَانَتْ مِنْ ذَلِكَ السَّيِّ - ذكره الحافظ في "التلخيص الحبير" (۲: ۳۵۰) وسكت عنه والواقدي مقبول في المغازي كما صرح به الحافظ في التلخيص (۱: ۲۳۱) ايضاً وساق الزيلعي (۲: ۱۵۳)، اسانيدہ بابتسط وجه۔

۴۱۶۴- حدثنا فضيل بن عياض عن ليث عن مجاهد "قال: يُقَاتِلُ أَهْلُ الْأَوْتَانِ عَلَى السَّلَامِ وَيُقَاتِلُ أَهْلُ الْكِتَابِ عَلَى الْجَزْيَةِ"۔ رواه يحيى بن آدم في "الخروج" (ص ۲۶) رقم (۴۱۶) ورجاله ثقات وليث حسن الحديث، كما مر غير مرة۔

میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان میں ایک تیر مارا (تیر کو دیکھ کر) وہ پھڑپھڑ گئے پس میں ان کو ہانکتا ہوا حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں لایا۔ اور ان (قیدیوں) میں بنو فزارہ کے ایک عورت بھی تھی، اس کے ساتھ اس کی ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی بھی تھی۔ پس ابوبکرؓ نے اس کی بیٹی کو عہد کے طور پر بچھ دے دی۔ (مسلم)

۴۱۶۳- واقدي اپنی سند کے ساتھ خالد بن ولیدؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بنو حنیفہ سے جنگ میں صلہ ہونے والے مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا (ان میں سے) چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے اور پانچواں حصہ الگ کر کے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے۔ پھر واقدي نے متعدد طرق سے یہ بات روایت کی ہے کہ حنفیہ (ام محمد بن الحنفیہ) بھی انہی قیدیوں میں سے تھیں۔ حافظ نے تلیخیص میں اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث قابل استدلال ہے) اور واقدي مغازی میں مقبول ہیں۔ مزید یہی اس کی سندیں تفصیل سے بیان کی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے بت پرستوں کی اولاد اور ان کی عورتوں کو غلام بنانا جائز ہے، اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۱۶۴- مجاہد فرماتے ہیں کہ (عرب کے) بت پرستوں سے (ان کے) اسلام لانے تک جہاد کیا جائے گا اور اہل کتاب سے ان کے جزیرہ دینے پر رضامندی تک جہاد کیا جائے گا۔ (کتاب الخراج)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور لیث بھی حسن الحدیث ہے۔

۴۱۶۵- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: مَرَضَ أَبُو طَالِبٍ فَجَاءَهُ تَهَ قُرَيْشٌ، وَحَدَّثَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَشَكَّوهُ إِلَى أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! مَا تُرِيدُ مِنْ قَوْمِكَ؟ قَالَ: أُرِيدُ مِنْهُمْ كَسْبَ تَدِينٍ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُوَدِّعِي إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمَ الْجَزْيَةَ. قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً، فَوَلُّوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالُوا: اللَّهُ وَاحِدًا! مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ. قَالَ: فَنَزَلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ﴿ص وَالْقُرْآنُ ذِي الذِّكْرِ﴾- الی قولہ - ﴿إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾۔ رواہ احمد والترمذی وقال: حدیث حسن (المنتقى) و فی نیل الاوطار (۷: ۲۶۶) أخرجه النسائي ايضا، وصححه الترمذی والحاكم اه۔

**فائدہ:** گذشتہ اور آئندہ آثار کی روشنی میں عہدہ الاوثان سے مراد عرب بت پرست ہیں اور اہل کتاب سے مراد عام تہ خواہ عرب ہوں یا عجم۔ اور ابو عبیدہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم متواتر نقل ہوتی آئی ہے کہ عرب مشرکین (جو اہل کتاب نہ ہوں) کے لئے اسلام ہے یا قتل (جزیہ کی صورت جائز نہیں) البتہ عجمیوں کے لئے اسلام جزیرہ میں سے ایک کی گنجائش ہے۔ خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب۔

۴۱۶۵- ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابوطالب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ اور قریش ان کے پاس (عیادت کے لئے) آئے۔ اس وقت قریش نے ابوطالب سے آپ ﷺ کی شکایت کی (کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے) اس پر ابوطالب نے کہا کہ اے بیٹے! تو اپنی قوم سے کس چیز کی خواہش رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک کلمہ کہہ دیں تو سارا عرب اس کلمہ برکت سے ان کا فرمانبردار اور ماتحت ہو جائے گا اور سارا عرب اس کلمہ کی برکت سے ان کو جزیرہ ادا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہی کلمہ۔ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) کہو لا الہ الا اللہ۔ اس پر قریش نے کہا کہ کیا صرف ایک خدا! (یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ سارا کلمہ صرف ایک خدا چلائے)۔ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہونہ ہو یہ تو اس شخص کی من گھڑت بات ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ (اس موقع پر) انہی قریش کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ﴿ص وَالْقُرْآنُ ذِي الذِّكْرِ.....﴾ الی قولہ تعالیٰ .. ان هذا الاختلاف ﴿ترجمہ: ص، قسم ہے قرآن کی جو فصاحت سے پُر ہے۔ بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی مخالفت میں ہیں۔ ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں۔ سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکاریں اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے آ گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور (دعوائے نبوت میں) مجبوبا ہے۔ (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے ان معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بننے یا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار کے رئیس یہ کہتے ہوئے ہیں

۴۱۶۶- عن مُعَاذِ بْنِ النِّسِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: «لَوْ كَانَ الْإِسْتِرْقَاقُ جَائِزًا عَلَى الْغَرْبِ لَكَانَ الْيَوْمُ إِنَّمَا هُوَ أَسْرٌ أَوْ فِدَا». وذكره الشافعي في القديم عن الواقدي عن موسى بن محمد بن ابراهيم التيمي عن ابيه عن السلولي عن معاذ واخرجه البيهقي من حريق الواقدي ايضا۔ رواه الطبراني في الكبير من طريق اخرى فيها يزيد بن عياض وهو اشد ضعفا من الواقدي، كذا في "التلخيص الحبير" (۲: ۳۷۳)۔ قلت: الواقدي عندنا كابن السحاق سواء كما ذكرنا في المقدمة فالحديث حسن وله شواهد۔

۴۱۶۷- اخبرنا معمر بن الزهري: رضی اللہ عنہ ان النبي ﷺ صَلَّى صَلَاحَ عَبْدَةَ الْأَوْثَانِ عَلَى الْجَزْيَةِ إِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمْ الْعَرَبُ۔ اخرجہ عبدالرزاق (الجوهر النقي ۲: ۲۰۹)، وهو مرسل صحيح۔

کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے۔ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہونہ بویہ (اس شخص کی) من گھڑت بات ہے۔ (مسند احمد ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ اسے سائی نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً عجم سے جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو یا بت پرست کیونکہ لفظ عجم کو لفظ عرب کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے لہذا ابن حزم کا یہ کہنا کہ اس سے بعض عجم مراد میں غلط ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب پر جزیہ نہیں۔ لیکن عرب سے مراد اصل عرب ہیں اور وہ بت پرست ہی ہیں باقی یہود و نصاریٰ اور مجوس، عرب نہیں بلکہ متصرہ ہیں۔ لہذا ان سے جزیہ لینا جائز ہوگا۔

۴۱۶۸- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حنین کی جنگ کے روز فرمایا کہ اگر عرب کو غلام بنانا جائز ہوتا تو آج عرب یا قیدی ہوتا یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا اور اسے شامی نے قدیم میں واقدی کے طریق سے اور بیہقی نے بھی واقدی کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور واقدی ہمارے نزدیک حسن الحدیث ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے اور جبکہ اس کے کئی شواہد بھی ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب اصل کو غلام بنانا جائز نہیں اور جب غلام بنانا جائز نہیں تو اس سے جزیہ لینا بھی جائز نہ ہوا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۱۶۹- زہری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کی مگر وہ بت پرست جو عربی ہو (تو اس سے جزیہ لینا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے اسلام ہے یا تلوار) (مسند عبدالرزاق)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۶۸- حدثنا ابو بکر بن عیاش حدثنا ابو حصین عن الشعبي، قال: لَمَّا قَامَ عُمَرُ، قَالَ: لَيْسَ عَلَى عَرَبِيْ مِلْكٌ، وَلَسْنَا بِنَارِعِيْ مِنْ يَدِ رَجُلٍ شَيْئًا اَسْلَمَ عَلَيْهِ، وَلَكِنَّا نَقُوْمُهُمْ الْمِلَّةَ خَمْسًا مِنَ الْاِيَالِ- رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۳۳ رقم ۲۵۸).

۴۱۶۹- حدثنا معاذ عن ابن عون قال: اُنْبَاَنَا غَاضِرَةُ الْعَنْبَرِي، "قال: اَتَيْنَا عُمَرَ فِيْ نِسَاءٍ اَوْ اِمَاءٍ مُّبَاعِيْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَمَرَ بِالْوَلَدِيْنَ اَنْ يَقُوْمُوا عَلَى اَبَائِهِمْ، وَاَنْ لَا يُسْتَرْقَوْا"- رواه ابو عبيد (ص ۱۲۴ رقم ۳۶۰)، وسنده صحيح موصول وغاضرة العنبري ثقة، كما في "تعجيل المنفعة" (ص ۳۲۹).

۴۱۷۰- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن عقيل عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب "اَنَّ عُمَرَ قَرَضَ عَلَى كُلِّ اِنْسَانٍ فُودِيٍّ مِنَ الْعَرَبِ بِسِتِّ قَلَابِصَ وَ كَانَ يَقْضِيْ بِذَلِكَ فِي مَنْ تَزَوَّجَ الْوَلِيْدَةَ مِنَ الْعَرَبِ اَنْ يُفَادِيَ كُلَّ اِنْسَانٍ بِسِتِّ قَلَابِصَ قَالَ

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عرب کے بت پرستوں سے جزیہ لینا جائز نہیں یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جزیہ کے احکام نازل ہونے کے بعد بھی عرب میں بت پرست موجود تھے۔

۳۱۶۸- شععی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کسی عربی پر مالکانہ حقوق (غلام یا مملوک بنا کر) حاصل نہ ہونگے۔ اور ہم کسی شخص سے جو اسلام قبول کر چکا ہو اس کی ملکیت سے کوئی چیز نہیں چھینیں گے۔ لیکن ہم (عرب غلاموں کی آزادی کے عوض) پانچ اونٹ بطور دیت مقرر کر دیتے تھے (کتاب الاموال لابن عبید)۔

فائدہ: نھیۃ میں ہے "لَسْنَا بِنَارِعِيْنَ اِلْحَ" اور نھیۃ ہی میں ہے ملتہ کا معنی دیتہ ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عرب مشرکین کو غلام نہیں بنایا جاسکتا لہذا ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ جزیہ استرقاق کے تابع ہے۔

۳۱۶۹- غاضرہ عنبری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس ان عورتوں اور لونڈیوں کا مسئلہ لے کر آئے جنہیں زمانہ جاہلیت میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ تو انہوں نے ان عورتوں کی اولاد کی بابت یہ حکم فرمایا کہ ان کے باپوں کے لئے ان کی قیمت مقرر کر دی جائے اور یہ (حکم فرمایا) کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے (ایضاً) اس کی سند صحیح موصول ہے اور غاضرہ ثقہ ہیں۔

۳۱۷۰- سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہر اس انسان پر جس کا اہل عرب سے چھ اونٹیاں فدیہ دیا جاتا ہو مقرر کیا کہ ہر انسان چھ اونٹیاں فدیہ دے یعنی سابقہ دستور کو باقی رکھا، فردی کا فدیہ چھ جوان اونٹیاں مقرر فرمایا۔ اور آپؐ کا ان لوگوں



ابُو عُبَيْدٍ: يُعْنَى أَوْلَادُهُمْ مِنَ الْإِمَاءِ“ (کتاب الاموال ص ۱۲۴ رقم ۳۶۲)، وهذا مرسل صحيح۔

۴۱۷۱- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث عن سعد عن عمرو بن الحارث قال: كَتَبْتُ إِلَى رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَجُوسِ كَيْفَ ثَبَّتَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةُ؟ وَكَيْفَ تَرَكُوا مُشْرِكِي الْعَرَبِ؟ فَكَتَبَ إِلَيَّ رَبِيعَةُ: قَدْ كَانَ لَكَ فِي أَمْرِ مَنْ قَدْ مَضَى مَا يُغْنِيكَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ مِثْلِ هَذَا“ رواه ابو عبيد في الاموال (ص ۳۶ رقم ۹۲) ايضا، وسنده حسن و عمرو بن الحارث هو ابن ايوب المصري ثقة فقيه من السابعة (تقريب ص ۱۵۷)۔

۴۱۷۲- عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن ابيه عن جده انه سمع عمر رضي الله عنه يقول: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ”إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى سَمِعَ الدِّينَ بِنَصَارَى مِنْ رَبِيعَةَ عَلَى شَاطِئِ الْفُرَاتِ مَا تَرَكْتُ عَرَبِيًّا إِلَّا قَتَلْتُهُ أَوْ يُسْلِمَ“ رواه ابو عبيد في ”الاموال“ کے لئے بھی یہی فیصلہ تھا جو عرب کی لونڈی سے شادی کر لے (یعنی ہر ایسے انسان کا فدیہ چھ جوان اونٹنیاں دیا جائے)۔ ابو عبيد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی وہ اولاد ہیں جو باندیوں سے ہے۔ (ایضاً)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۷۱- عمرو بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن کو مجوسیوں کی بابت دریافت کرتے ہوئے لکھا کہ (آخر) ان پر جزیہ کیسے واجب ہو گیا؟ اور عرب کے مشرکین کو کیوں چھوڑ دیا؟ (یعنی ان سے جزیہ کیوں نہیں لیا گیا؟) تو ربیعہ نے مجھے (جواب میں) لکھا کہ سلف کے عمل اور ان کے فیصلوں کی موجودگی میں تمہارے اس قسم کے سوالات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (ایضاً) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے مشرکین کو غلام بنانا جائز نہیں پس ان سے جزیہ لینا بھی درست نہ ہوگا۔  
فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور ان کے بعد کے خلفاء مجوس سے جزیہ لیتے تھے اور مشرکین عرب سے نہیں لیتے تھے۔ وکفی بہ قدوة اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۱۷۲- سعید بن العاص کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا ”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس دین کی حفاظت ساحل فرات پر (خاندان) ربیعہ کے نصاریٰ سے کرائے گا تو میں کسی عرب کو اسلام قبول کئے یا چھوڑنے بغیر نہ چھوڑتا (کتاب الاموال) ابو عبيد نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے، یقیناً یہ حدیث ان کے نزدیک ہر قسم کی علت سے پاک ہوگی، نیز ان کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور مذکورہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۵۴۲ رقم ۱۶۹۸) ہکذا معلقا واحتج به، والمحدث لا یحذف من اول الاسناد الا ما کان سالما من العلة، ولا یحتج الا بما هو صحیح صالح عنده، والمذکور من السند صحیح علی شرط مسلم۔

۴۱۷۳- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه علیہ الصلاۃ والسلام قال: ﴿لَا یُثْبَلُ مِنْ بُشْرِ كِي الْعَرَبِ إِلَّا الْإِسْلَامُ أَوِ السَّيْفُ﴾۔ و ذکرہ محمد بن الحسن عن یعقوب عن الحسن عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و قال: او القتل مکان او السیف۔ ذکرہ المحقق فی "فتح القدیر" (۵: ۲۹۳)۔ و یعقوب هو الامام ابو یوسف القاضی والحسن هو ابن عمارۃ وهو یروی عن مقسم بواسطۃ الحکم عنہ فلعل فی الاسناد سقطا من الناسخین، او رواہ الحسن عن مقسم مرسلًا، وانما ذکرناه اعتضادا لا احتجاجاً بہ وان کان احتجاج المجتہد تصحیحاً لہ، کما ذکرناه فی "المقدمۃ"۔

۴۱۷۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے مشرکین سے صرف اسلام یا تلوار (جنگ) قبول ہے اور ایک روایت میں تلوار کی جگہ قتل کا لفظ ہے (فتح القدیر) اس حدیث کی سند میں حسن بن عمارہ ہیں جو مقسم سے حکم کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، شاید یہاں سند میں حکم کا واسطہ کا تب کی غلطی سے رہ گیا ہے اور ممکن ہے یہ حدیث مرسل ہی ہو اور ہم نے اسے محض تائید کے لئے ذکر کیا ہے، نیز ایک مجتہد کا اس سے حجت پزیرنا بھی اس کی تصحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عرب کے مشرکین سے جزیہ لینا ٹھیک نہیں ان کے لئے اسلام ہے یا جنگ البتہ عرب کے نصاریٰ یعنی بنو تنوخ سے جزیہ حضرت عمرؓ نے صرف حضور ﷺ کے فرمان کی اتباع میں لیا اور اگر حضور ﷺ کا یہ فرمان نہ ہوتا تو ان کی حالت بھی مشرکین عرب کی ہی ہوتی۔ یعنی جزیہ لینا جائز نہ ہوتا اور یہی احناف کا قول ہے۔

فائدہ: بالغ مرتدین سے بھی جزیہ لینا اور ان کو غلام بنانا جائز نہیں کیونکہ ان کے لئے بھی یا اسلام کی طرف مراجعت ہے یا قتل البتہ ان کی ذریت میں ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے گا جیسا کہ ابو بکرؓ نے بنو حنیفہ کی عورتوں اور ان کے بچوں کو غنمیں میں تقسیم فرمادیا۔

## باب لا جزية على صبي ولا امرأة ولا على زمن واعمى

### وشیخ کبیر ولا علی فقیر غیر معتمل

۴۱۷۴- حدثنا اسماعیل بن ابراهيم حدثنا ايوب السختياني، عن نافع عن اسلم بن عمر رضي الله عنه كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ أَنْ يَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلَا يَقَاتِلُوا إِلَّا مَنْ قَاتِلُهُمْ وَلَا يَقْتُلُوا النِّسَاءَ وَلَا الصَّبِيَّانَ، وَلَا يَقْتُلُوا إِلَّا مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمَوَاسِي، وَكَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ أَنْ يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ، وَلَا يَضْرِبُوهَا عَلَى النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ وَلَا يَضْرِبُوهَا إِلَّا عَلَى مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمَوَاسِي، رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۳۶ رقم ۹۳)- واسماعیل بن ابراهيم هو ابن عليّة ثقة من رجال الصحيح، والجماعة والباقيون لا يسال عنهم، فالسند صحيح موصول-

۴۱۷۵- حدثنا الهيثم بن عدي عن عمر بن نافع حدثني ابو بكر العباسي صلة بن رضي الله عنه قَالَ: أَبْصَرَ عُمَرُ رضي الله عنه كَبِيرًا مِنْ أَهْلِ الدِّمَةِ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ؟ قَالَ: لَيْسَ لِي مَالٌ مِنَ الْجِزْيَةِ تُوْخَذُ مِنِّي، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَا أَنْصَنَّاكَ، أَكَلْنَا شَبِيبَتَكَ ثُمَّ نَأْخُذُ مِنْكَ الْجِزْيَةَ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ عُمَالِيهِ - أَنْ لَا يَأْخُذُوا الْجِزْيَةَ مِنْ شَيْخٍ كَبِيرٍ - رواه ابن زنجويه في "الاموال" له

## باب - بچے، عورت، لہجاء، اندھے، بہت بوڑھے اور نہ کماسکنے والے فقیر پر جزیہ نہیں

۴۱۷۴- حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے لشکروں کے کمانڈروں کے نام پر (ہدایات) بھیجیں کہ وہ فی سبیل اللہ جنگ کریں اور صرف انہیں سے جنگ کریں جو ان سے جنگ کریں اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں اور صرف جس بچے کو قتل کریں جو بالغ ہو اور انہوں نے لشکروں کے کمانڈروں کو یہ ہدایات بھی لکھیں کہ (ذمیوں) پر جزیہ عائد کرو لیکن عورتوں اور بچوں پر یہ نہ لگاؤ اور صرف انہیں پر جزیہ عائد کرو جو صرف بالغ ہوں (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح موصول ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہیں۔ باقی جس حدیث میں عورتوں سے جزیہ لینے کا ذکر ہے تو جزیہ صلح پر محمول ہے، مزید تفصیل کے لئے احکام القرآن للکھصاص ج ۳ صفحہ ۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۱۷۵- ابو بکر عسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک نہایت بوڑھے ذمی شخص کو سوال کرتے ہوئے (گداگری کرتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا تجھے کیا ہوا؟ (کیوں مانگتا ہے؟) اس نے عرض کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور لیکن جزیہ مجھ سے لیا جاتا ہے (اس

(فتح القدیر: ۲۹۴: ۵ و الزیلعی: ۱۵۵: ۲)۔ وَاخْرَجَهُ أَبُو يُوسُفَ الْإِمَامُ فِي "الْخَرَجِ" (ص ۱۵۰) قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ فَذَكَرَهُ أَطْوَلَ مِنْهُ وَفِيهِ شَيْخٌ كَبِيرٌ ضَرَبَ النَّبْصَ، وَزَادَ: وَوَضَعَ الْجِزْيَةَ عَنْهُ وَعَنْ ضُرَبَائِهِ قَالَ: وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا شَهِدْتُ ذَلِكَ مِنْ عَمَلِهِ وَرَأَيْتُ ذَلِكَ الشَّيْخَ ۱۵" و عمر بن نافع هذا ذكره ابن حبان في الثقات والساجي والجارود في "الضعفاء" (تهذيب ۷: ۵۰۰)، فالأثر حسن الاسناد، وله شاهد۔

۴۱۷۶- حدثنا محمد بن كثير عن أبي رجاء الخراساني عن جسر أبي جعفر "قَالَ شَهِدْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَبْدِ بْنِ اِرطاة قُرِئَ عَلَيْنَا بِالْبَصْرَةِ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّكَ سُبْحَانَهُ إِنَّمَا أَمَرَ أَنْ تُؤْخَذَ الْجِزْيَةُ مِنْ رِغَبِ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَاخْتَارَ الْكُفْرَ عُتْبِيًّا وَخُسْرَانًا تَبِيًّا فَضَعَ الْجِزْيَةَ عَلَى مَنْ أَطَاعَ حَمَلَهَا وَخَلَّ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَمَارَةَ الْأَرْضِ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ صَلَاحًا لِمَعَاشِ الْمُسْلِمِينَ وَقُوَّةً عَلَى عَدُوِّهِمْ وَانْظُرْ مَنْ قَبْلَكَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ قَدْ كَثُرَتْ بَيْنَهُمْ

لے مانگتا ہوں) اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ ہم نے آپ سے انصاف نہیں کیا۔ آپ کی جوانی کو تو ہم کھا گئے (یعنی آپ سے جزیہ جوانی میں لیتے رہے) اور اب (بڑھاپے میں) بھی آپ سے جزیہ لے رہے ہیں۔ پھر آپؓ نے اپنے مخلصین کو لکھا کہ نہایت بوڑھے ذلیل سے جزیہ نہ لو۔ (الاموال لابن زنجویہ)۔ اور ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اپنی سند کے ساتھ اس حدیث سے زیادہ طویل حدیث روایت کی ہے اور اس میں "نہایت بوڑھا، اندھا یا کمزور نظر والا" کے الفاظ ہیں اور درج ذیل الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے اور اس جیسے دوسروں سے جزیہ ختم کر دیا۔ ابو بکر (راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت عمرؓ کو جزیہ ختم کرتے دیکھا اور اس بوڑھے کو دیکھا۔ یہ حدیث حسن الاسناد ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔

**فائدہ:** جب شیخ کبیر سے جزیہ معاف ہے تو اندھے اور لہجے سے بطریق اولیٰ معاف ہوگا کیونکہ وہ بوڑھے سے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

۳۱۷۶- ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیزؒ کا وہ خط دیکھا جو انہوں نے عدی بن اِرطاة کو بھیجا تھا یہ خط بصرہ میں ہمیں پڑھ کر سنایا گیا۔ (اسکی یہ عبارت تھی) اما بعد! اللہ تعالیٰ نے جزیہ لینے کا جو حکم فرمایا ہے وہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام قبول کرنے سے گریز کر کے سرکشی اور کھلے خسارہ کو منظور کرتے ہوئے کفر اختیار کریں۔ لہذا تم ان میں سے اس پر جزیہ عائد کر دو جو جزیہ کا پابندی اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہے۔ انہیں زمین آباد کرنے میں آزاد چھوڑ دو۔ کیونکہ اس میں (ایک طرف تو) مسلمانوں کا معاشی فائدہ ہے



وَضَعُفَتْ قُوَّتُهُ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ، فَأَجْرٌ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ مَا يَصْلَحُهُ، فَلَوَّانَ جُلَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ كَانَ لَهُ مَمْلُوكٌ كَثُرَتْ سِنُّهُ وَضَعُفَتْ قُوَّتُهُ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ كَانَ مِنَ الْحَقِّ لَهُ عَلَيْهِ أَنْ يَقُوَّتَهُ حَتَّى يَفْرَقَ بَيْنَهُمَا مَوْتُ أَوْ عِنَقٌ، وَذَلِكَ أَنَّهُ بَلَّغُنِي أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ مَرَّ بِشَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ يَسْأَلُ عَلَى أَبْوَابِ النَّاسِ - فَقَالَ: مَا أَنْصَفْنَاكَ أَنْ كُنَّا نَخْذَنَا مِنْكَ الْجَزِيَّةَ فِي شَبَبِكَ ثُمَّ ضَيَعْنَاكَ فِي كِبَرِكَ - قَالَ: ثُمَّ أَجْرِي عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ مَالِ مَا يَصْلَحُهُ - رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۴۵ رقم ۱۱۹) - وسنده حسن، و ذكرنا ترجمه رجاله في الحاشية -

۴۱۷۷ - عن عمر رضي الله عنه أَنَّهُ ضَرَبَ الْجَزِيَّةَ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَّةً وَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ أَرْبَعَةً وَعَشْرِينَ وَعَلَى الْفَقِيرِ الْمَكْتَسِبِ اثْنَيْ عَشَرَ - رواه البيهقي بطرق مرسله وسكت الحافظ عنه في "التلخيص الحبير" (۲: ۳۸۰)، فهو مرسل حسن، او صحيح، و قد

اور (دوسری طرف) انہیں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں قوت حاصل ہوگی اور دیکھو تمہارے علاقے میں جو عمر رسیدہ کمزور اور کمائی سے لاچار ہیں ان کا بیت المال سے مناسب وظیفہ مقرر کر دو۔ اور اگر کسی مسلمان کا غلام بوڑھا ہو گیا ہو اور اس کی ہتھیں جواب دے چکی ہوں اور کمائی سے لاچار ہو تو اس کے مسلمان آقا کا فرض ہے کہ وہ اس کی گذر بسر کا بندوبست کر دے۔ حتیٰ کہ موت یا آزادی ان دونوں کے مابین بدائی ڈال دے۔ (اور میں نے یہ فیصلہ اس واسطے کیا ہے کہ) مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ کا کسی عمر رسیدہ ذمی پر سے گذر ہوا جو در بدر لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا تو آپؐ نے (اس سے) فرمایا کہ ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ تیری جوانی میں تو ہم تجھ سے جزیہ وصول کرتے رہے پھر بڑھاپے میں تجھے اس طرح (در در کا بھکاری بنا کر) ضائع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اس کے لئے اس کی ضرورت کے مطابق وظیفہ جاری کر دیا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خراج زمین صرف اسی زمین پر عائد ہوگا جو اس کی طاقت رکھے اور اسی طرح خراج (جزیہ) بھی صرف اسی ذمی مرد پر ہوگا جو اس کا بار اٹھانے کی استطاعت رکھے۔ (ہدایہ مع الفتح) اور وانظر من قبلک الخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ عمر رسیدہ پر جزیہ نہیں۔

۴۱۷۷ - حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مالدار ذمی پر اڑتالیس درہم اور متوسط درجہ کے ذمی پر چوبیس درہم اور کمائے والے فقیر پر بارہ درہم جزیہ مقرر فرمایا۔ (تہذیبی نے مرسل طرق سے روایت کیا ہے) اور تلخیص میں حافظ نے اس پر سکوت

تقدم فی باب مقدار الجزية۔

## باب لا توضع الجزية على الرهبان الذين لا يخالطون الناس

۴۱۷۸- حدثنا ابو اليمان عن صفوان بن عمرو عن عمر بن عبدالعزيز رضي الله عنه فرض

على رُهبان الديارات على كل رَاهِبٍ دِينَارَيْنِ-“ اخرجہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۲۶ رقم ۱۰۹) قلت: وهذا سند صحيح على شرط مسلم، فان ابا اليمان هو الحكم بن نافع من رجال الجماعة، وصفوان بن عمر وابو عمرو الحمصي من رجال مسلم، والاربعة ثقة من الخامسة (تقريب ص ۴۵ و ۸۹)۔

۴۱۷۹- عن خالد بن الوليد رضي الله عنه ”أَنَّه صَلَّحَ أَهْلَ الْحَيْرَةِ عَلَى تِسْعِينَ وَبِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ تُقْبَلُ فِي كُلِّ سَنَةٍ جَزَاءً عَنْ أَيْدِيهِمْ فِي الدُّنْيَا رُهْبَانُهُمْ وَقَسِيمُ سُهُمٍ إِلَّا مَنْ كَانَ غَيْرَ ذِي يَدٍ حَبِيسًا عَنِ الدُّنْيَا تَارِكًا لَهَا وَسَائِحًا تَارِكًا لِلدُّنْيَا“۔ مختصر رواء الطبري في

کر کے اس کے حسن بلکہ صحیح ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ کمائی سے لاچار فقیر پر جزیہ نہیں۔

## باب۔ ان راہبوں پر جزیہ نہیں جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے

۴۱۷۸- صفوان بن عمرو سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے الدیارات (شہروں) کے راہبوں پر فی دینار جزیہ

مقرر فرمایا۔ (کتاب الاموال)۔

فائدہ: چونکہ شہروں کے راہب لوگوں سے اختلاط کرتے ہیں اس لئے ان پر جزیہ عائد کیا اور اس کے مفہوم سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ دیہاتوں اور پہاڑی علاقوں کے راہب پر جزیہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مختلط بالناس نہیں ہوتا۔

۴۱۷۹- خالد بن ولید کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اہل حیرہ سے ان کے راہبوں اور عالموں سے ایک لاکھ نوے

ہزار درہموں پر صلح کی۔ جو ہر سال ان سے وصول کیا جاتا ان کی وسعت و غناء کے بدلہ میں۔ مگر جو راہب غنی نہ ہوتا اور دنیا سے بالکل الگ تھلگ زاہد ہوتا اور دنیا سے بے نیاز جنگلوں میں بسیرا کئے پھرتا اس سے جزیہ نہ لیا جاتا۔ (طبری)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو راہب یا اہل کتاب عالم و وسعت رکھتا ہو اور مالدار ہو اس سے جزیہ لیا جائے گا اور جو دنیا سے بالکل

الگ تھلک ہو اور جنگلوں میں بسیرا کرنے والا ہو اس پر جزیہ نہیں۔

تاریخہ (۱۰۴:۴)۔

### باب من اسلم و علیہ جزية سقطت عنه

۴۱۸۰۔ عن جریر عن قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال قال رسول اللہ ﷺ: ﴿لَيْسَ عَلَى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ﴾ أخرجه ابوداود والترمذی وزیلعی (۱۵۵:۲) قلت: وسکت عنه ابوداود۔

۴۱۸۱۔ وقال: حدثنا محمد بن کثیر قال: سُئِلَ سَفْيَانُ يَغْنَى الثَّوْرِيَّ عَنْ هَذَا فَقَالَ: مَنْ أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ اهـ۔ واعله المنذرى بقابوس فقال: لا يحتج بحديثه (عون معبود: ۱۳۶:۳)۔ قلت: الرجل مختلف فيه، وثقه ابن معين و يعقوب بن سفيان، و قال عجلي: كوفي لا باس به، وهو قول ابن عدى، وتكلم فيه آخرون (تهذيب: ۳۰۶:۷)۔

۴۱۸۲۔ حدثنا محمد بن يعقوب الخطيب ثنا عيسى بن ابی حرب الصنفار ثنا يحيى بن ابی بكير ثنا عمرو بن يزيد عن محارب بن دثار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ: ﴿مَنْ أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ﴾۔ رواه الطبرانی في "الاوسط" (زیلعی ۱۵۵:۲) ، وسکت عنه حافظ في "الدراية"، وفيه عمرو بن يزيد التميمي ضعفه ابن معين وغيره، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال ابن عدى: هو ممن يكتب حديثه من الضعفاء (تهذيب: ۱۱۹:۸-۱۲۰)۔

### باب۔ جو شخص اسلام قبول کرے در انحالیکہ اس پر جزیہ باقی ہو تو وہ اس کے ذمہ نہ رہے گا

۳۱۸۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر جزیہ نہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)۔

۳۱۸۱۔ محمد بن کثیر فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو مسلمان ہو جائے اس

پر جزیہ نہیں۔ قابوس راوی مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہے۔

۳۱۸۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے تو اس پر جزیہ نہیں۔ (طبرانی فی

الوسط)۔ حافظ نے درایہ میں اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی ذمی سال پورا ہونے کے بعد جبکہ اس پر جزیہ گذشتہ سال کا لازم ہو چکا ہے، مسلمان ہو جائے تو اس سے

جزیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ الاسلام بھدم ماکان قبلہ۔

۴۱۸۳- حدثنا عبدالرحمن عن حماد بن سلمة عن عبيد الله بن راحة قال: كُتِبَ  
مَعَ مَسْرُوقٍ بِالسُّلْسَلَةِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الشُّعُوبِ أَسْلَمَ فَكَانَتْ تُؤْخَذُ مِنْهُ الْجِزْيَةُ فَتُرَى  
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنِّي أَسْلَمْتُ وَالْجِزْيَةُ تُؤْخَذُ مِنِّي- قَالَ: لَعَنَ  
أَسْلَمْتُ مُتَعَوِّذًا؟ فَقَالَ: أَمَا فِي الْإِسْلَامِ مَا يُعِيدُنِي؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَكَتَبَ عُمَرُ أَنْ لَا تُؤْخَذَ  
مِنْهُ الْجِزْيَةُ“ اخرجہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۴۸ رقم ۱۲۲)۔ و قال: الشعوب الاعاد  
قلت: عبدالرحمن هو ابن مهدي و عبید الله بن راحة بصری ثقة له ترجمة فی ”تعليق  
المنفعة“ (ص ۲۷۰)، فالحدیث حسن صحیح۔

۴۱۸۴- حدثنا حجاج عن حماد بن سلمة عن حميد قال: كُتِبَ عُمَرُ بْنُ  
عَبْدِ الْعَزِيزِ ”مَنْ شَهِدَ شَهَادَتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبَلَتَنَا وَاخْتَنَى فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ الْجِزْيَةَ“۔ رواه ابو عبد  
(ص ۴۸ رقم ۱۲۵) ايضاً۔ قلت: حميد- هو الطويل- وحماد بن سلمة ابن اخته كلاهما من  
رجال الجماعة و حجاج هو ابن اوطاة حسن الحديث كما مر غير مرة، فالاثر حسن الاسناد۔

۴۱۸۳- عبید الله بن راحة کہتے ہیں کہ میں سلسلہ مقام پر مسروق (تابعی) کے ساتھ تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ عجمیوں  
سے ایک شخص نے اسلام قبول کیا اور اس سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا پس وہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا ”اے امیر المؤمنین  
میں مسلمان ہو چکا ہوں پھر بھی مجھ سے جزیہ لیا جا رہا ہے“۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے تو نے جزیہ سے بچنے کے لئے اسلام قبول  
ہو؟ اس نے عرض کیا تو کیا اسلام مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتا؟ آپؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے اسے  
پروانہ لکھ دیا کہ اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: صاحب مغنی فرماتے ہیں کہ اگر ذی دوران سال مسلمان ہو تو اس پر جزیہ واجب ہی نہیں اور اگر سال کے مکمل ہو  
پر مسلمان ہو تو جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (یعنی کفار  
سے کہو کہ اگر وہ کفر سے توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو جو کچھ ہو چکا انہیں معاف ہو جائے گا)۔  
اور اسی طرح حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جزیہ دینے کے لئے رقم ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اسی وقت وہ مسلمان ہو جائے تو بھی جزیہ  
ہو جائے گا۔ نیز جزیہ ذلت ہے لہذا سال پورا ہونے پر بھی نہیں لیا جائے گا۔

۴۱۸۳- حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تحریر فرمایا کہ جو ہماری طرح کلمہ شہادت کی گواہی دے۔ ہمارے قبیلہ  
طرف رخ کرے اور غنہ کرائے تو اس سے جزیہ وصول نہ کرو۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔



۴۱۸۵- حدثنی شیخ من علماء الکوفة قَالَ: جَاءَ كِتَابٌ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: كَتَبْتُ إِلَيْكَ تَسْأَلُنِي عَنْ أَنَسٍ مِّنْ أَهْلِ الْخِزْيَةِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ جِزْيَةً عَظِيمَةً وَتَسْتَأْذِنُنِي فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنْهُمْ، وَإِنَّ اللَّهَ جَلَّ ثَنَاءُهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ رَّسُولًا إِلَى الْإِسْلَامِ وَلَمْ يَبْعَثْهُ جَابِيًا، فَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ تِلْكَ الْمَلِكِ فَعَلَيْهِ فِي مَالِهِ الصَّدَقَةُ وَلَا جِزْيَةٌ عَلَيْهِ۔ رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" له (ص ۱۵۷)، وفيه راو لم يسم، ولكن يحتاج المجتهد بحديث تصحيح له، وايضا فقوله: "شيخ" من الفاظ التعديل۔

### باب اذا اجتمعت على الذمی الحولان تداخلت الجزيتان

۴۱۸۶- ثنا محمد بن بكر عن ابن جريج اخبرني سليمان الاحول عن طائوس انه قال:

**فائدہ:** "من شهد شهادتنا" سال کی ابتداء، وسط اور انتہاء سب کو عام ہے۔ لہذا ختم سال پر مسلمان ہونے کی صورت میں بھی یہ ساقط ہو جائے گا۔ ختم اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اس سے اسلام مضبوط ہوتا ہے اور اسلام کی صحت کا دوسروں کو یقین ہو جاتا ہے۔  
۳۱۸۵- علماء کوفہ میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کا خط عبدالحمید بن عبدالرحمن کے پاس آیا (جس میں لکھا تھا کہ اتنے مجھ سے اہل حیرہ کے ایسے لوگوں کی بابت سوال کیا ہے جن کے ذمے ایک برا جزیرہ واجب ہے۔ اور تو مجھ سے ان سے جزیرہ لینے کی اجازت لینا چاہتا ہے۔ (سن لو!) اللہ جل جلالہ نے حضور ﷺ کو اسلام کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے نہ کہ جزیرہ جمع کرنے۔ پس ان قوموں میں جو بھی مسلمان ہو جائے تو اس کے مال میں زکوٰۃ ہے، اور اس پر جزیرہ نہیں۔ (کتاب الخراج)۔ اس حدیث سے یہ حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز شیخ کا لفظ بھی الفاظ تعدیل میں سے ہے۔

**فائدہ:** "وعلیہم جزية عظيمة" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال مکمل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ان کے باوجود حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے جزیرہ لینے سے منع کر دیا اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

**فائدہ:** اسی طرح سال کے بعد ذی کے مرنے سے بھی جزیرہ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جو جزیرہ اس پر جزیرہ نہیں۔ نیز جزیرہ ہمارے نزدیک جنگ کی نصرت کا بدل اور دفع شرکی وجہ سے شروع ہے اور اس پر ذلت ٹھونسنے کے لئے ہے اور اب اس کی موت کے بعد نہ محل ذلت ہے اور نہ ہی شر کا خوف اور نہ ہی اس کے لئے نصرت کا مقابلہ لہذا جزیرہ بھی ساقط ہو جانا چاہیے۔

### باب۔ جب ذمی پر دو سال کے جزیرہ جمع ہو جائیں تو وہ متداخل ہو جائیں گے

**فائدہ:** یعنی اگر کسی وجہ سے پہلے سال کا جزیرہ لیٹا رہ جائے اور دوسرا سال مکمل ہو جائے تو ایک سال کا جزیرہ ساقط ہو جائے

”إِذَا تَذَارَكْتَ الصَّدَقَتَيْنِ فَلَا تُؤْخِذُ الْأُولَى كَالْجَزْيَةِ“۔ رواہ ابن ابی شیبہ فی ”المصنف“ (ص ۶۲)، ورجاله ثقات کلہم، وقد تقدم فی باب یسقط الخراج بالتداخل۔

### باب کیف تجتبی الجزیة وما یؤمر به من الرفق باهلها

۴۱۸۷- حدثنا علی بن معبد عن عبيد الله بن عمرو الرقي عن عبد الكريم الجزري عن سعيد بن المسيب أنه كان يستحب أن يُتَعَبَ الْأَنْبَاطُ فِي الْجِزْيَةِ إِذَا أُخِذَتْ مِنْهُمْ۔ رواہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۵۳ رقم ۱۴۰)۔ قلت: سند حسن صحیح۔

۴۱۸۸- حدثني عبد الرحمن بن بشر النيسابوري ثنا سفيان عن ابن سعد عن عكرمة رضي الله عنه حتى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ رضي الله عنه قَالَ: أَيْ تَأْخُذُهَا وَأَنْتَ جَالِسٌ وَهُمْ قَائِمٌ۔ رواہ الطبری فی ”التفسير“ (۷۸:۱۰)۔ وعبد الرحمن من رجال الشيخين، ثقة۔

گاہ اور ایک سال کا جزیہ ہی لینا ہوگا۔

۳۱۸۶۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ جب دخراج جمع ہو جائیں تو جزیہ کی طرح پہلے سال کا خراج نہیں لیا جائے گا (مصنف ابن شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ”جزیوں کا تذلل لوگوں اور عمال کے ہاں مشہور و معروف تھا۔

### باب - جزیہ (ذمیوں سے) کیسے لیا جائے اور ان کے ساتھ کس طرح کی نرمی کرنے کا حکم کیا گیا ہے

۳۱۸۷۔ عبد اکرم جزری فرماتے ہیں کہ سعید بن المسيب اس بات کو اچھا سمجھتے تھے کہ جب مبطیوں سے جزیہ لیا جائے انہیں کچھ تھکا یا جائے۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: تھکانے سے سعید کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی وصولی کے وقت ان کا احترام نہ کیا جائے اور ان کو کسی قدر کمی ہو۔ وہ خود آکر جزیہ دیں۔ اگر وہ کسی نوکر یا نائب کو بھیجیں تو وصول نہ کیا جائے۔ لیکن ان کو تکلیف شدید دینا مراد نہیں جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہوگا۔

۳۱۸۸۔ عکرمہ آیت حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون (یعنی یہاں تک کہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہو۔ خود آکر جزیہ دیں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ (اے عامل!) تو جزیہ اس حالت میں وصول کرے کہ تو بیٹھا ہو اور وہ (ذمی) کھڑا ہو۔ (تحریر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

وسنان عن ابن عیینہ، وابن سعد عن عثمان الكاتب مختلف فیہ وثقہ ابو نعیم و ابو جعفر  
سسی، وقال ابن عدی: هو حسن الحديث، ومع ضعفه يكتب حديثه. وقال الحاكم:  
عزى ثقة عزيز الحديث وليه ابو زرعة وقال ابو حاتم: شيخ. وتكلم فيه يحيى بن سعيد  
من قبل حفظه اذ - ملخصا من التهذيب (۷: ۱۱۷ و ۱۱۸) - فالاسناد حسن -

۴۱۸۹ - حدثنا ابو معاوية عن هشام بن عروة عن ابيه عن هشام بن حكيم بن حزام  
انه مر على قوم يعدون في الجزيرة بفلسطين فقال هشام: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان  
له يعدب يوم القيامة الذين يعدون الناس في الدنيا. رواه ابو عبيد (ص ۴۲ رقم ۱۱۰)،  
سندہ صحیح والحديث اخرجه مسلم في "صحیحه" (۲: ۳۲۷) - بطرق عديدة، واحمد في  
مسندہ (۳: ۴۰۳ و ۴۶۸) -

۴۱۹۰ - حدثنا نعيم حدثنا بقیة بن الوليد عن صفوان بن عمرو عن عبد الرحمن بن  
حسیر بن نفیر عن ابيه "ان عمر بن الخطاب، اتى بمال كثير قال أبو عبيد: أحسبه قال من  
جزية. فقال: انى لأظنكم قد أهلكتم الناس، قالوا: لا والله ما أخذنا إلا عفوا صفوا قال: بلا  
سوط ونوط؟ قالوا: نعم، قال: الحمد لله الذى لم يجعل ذلك على يدى، ولا فى سلطانى" -  
خرجه ابو عبيد ايضا (ص ۴۳ رقم ۱۱۴)، ورجاله كلهم ثقات من رجال مسلم غير نعيم فانه

۳۱۸۹ - هشام بن حكيم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فلسطین میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن سے جزیہ  
مسل کرنے میں سختی کی جارہی تھی۔ تو اس پر ہشام نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو  
حیثیف و سزا دے گا جو دنیا میں لوگوں کو سخت سزائیں دیتے ہیں۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند صحیح ہے اور مسلم نے صحیح میں متعدد طرق  
سے اور احمد نے مسند میں اسے روایت کیا ہے۔

۳۱۹۰ - جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس کثیر مال لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ (اتنا کثیر مال  
میں عمل کرنے میں) تم نے لوگوں پر بے جا دباؤ ڈال کر انہیں تباہ کر دیا ہوگا۔ اس پر وہ (مال لانے والے) بولے نہیں: قسم بخدا ہم نے ان کی  
سات اور خوش دلی کے ساتھ ان سے یہ وصول کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ بغیر کوڑے مارے اور بغیر لٹکائے انہوں نے کہا جی ہاں، اس  
پے نے فرمایا کہ الحمد للہ جس نے مجھ اور میرے دور حکومت کو نمایاں ظلم سے محفوظ رکھا۔ (کتاب الاموال) یہ اثر حسن ہے۔

من رجال البخاری - وفيه عن عنة بقية بن الوليد فالأثر حسن -

۴۱۹۱ - حدثني اسماعيل بن المهاجر البجلي عن عبد الملك بن عمير قال حدثني رجل من ثقيف قال استعملني علي بن أبي طالب رضي الله عنه على عكبري، فقال لي وأهل الأرض معي يسمعون: أنظر أن تستوفي ماعليهم من الخراج وإياك أن ترخص لهم في شيء وإياك أن يروا منك ضعفا ثم قال إني عند الظهر، فرحمت إليه عند الظهر فقال لي إنما أوصيتك بالذي أوصيتك به فقام أهل عملي، لأنهم قوم خدع، أنظر إذا قدمت عليهم، فلا تبعن لهم كنسوة شتاء ولا صيفا، ولا رزقا يأكلونه، ولا ذبابة يعملون عليها، ولا تضرين أحدا منهم سوطا واحدا في درهم، ولا تقمه على رجله في طلب درهم ولا تبع لأحد منهم عرضا في شيء من الخراج، فإنما أبرنا أن نأخذ منهم العفو، فإن أنت خالفت - أمرتك به يأخذك به دوني، وإن بلغتني عنك خلافت ذلك عزلتك - قال: قلت: إذن أرح إليك كما خرجت من عندك قال: وإن رجعت كما خرجت، قال فانطلقت بالذي أمرني

۳۱۹۱ - بنو ثقیف کے ایک شخص فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے مجھے عکبراء (بغداد کے مضافات میں ہے) کا عامل بنادیا تو انہوں نے برسرِ مجمع مجھے ہدایت کی کہ دیکھ ان سے پورا پورا خراج وصول کرنا اور ان سے کسی قسم کی نرمی نہ کرنا اور ہر اس چیز سے بھی احتراز کرنا جس کی وجہ سے وہ تیرے اندر کمزوری دیکھیں۔ پھر فرمایا کہ مجھے ظہر کے وقت ملنا۔ (وہ ثقیفی فرماتے ہیں کہ) میں ظہر کے وقت ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تجھے تیرے کام والے لوگوں کے سامنے اس لئے وصیت کی ہے کہ وہ دھوکہ باز قوم ہے (اور مزید یہ ہدایات بھی دیں کہ) دیکھو جب تم ان کے پاس پہنچو تو ان کی سردی کی پوشاک پہننا نہ گرمی کی اور نہ وہ رزق پہنچانا جو وہ کھاتے ہیں اور نہ جانور پہنچانا جس پر وہ کام کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کو ایک درهم کی وجہ سے ایک کوڑا بھی نہ مارنا اور ایک درهم کے طلب میں ذی کو ایک پاؤں پر کھڑا بھی نہ کرنا۔ اور خراج کے عوض ان میں سے کسی کا سامان نہ پہنچانا اس لیے کہ ہمیں تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے (ضروریات زندگی سے) زائد مال وصول کر سکیں (یعنی ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز خراج میں نہ لینا۔ بلکہ اگر ان کے پاس ضروریات زندگی سے کچھ زائد ہو تو خراج میں وہ لینا)۔ اور اگر تو نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو تجھے میرے علاوہ کوئی اور اس کی پاداش میں لے گا اور اگر مجھے تیری سرف سے نافرمانی کرنے کی اطلاع ملی تو میں تجھے معزول کر دوں گا۔ ثقیفی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ تب تو میرے آپ کے پاس اسی حالت میں لوٹوں گا جس طرح کہ آپ کے پاس سے جا رہا ہوں (یعنی مجھے کوئی کچھ نہ دے گا) آپ نے فرمایا کہ اگرچہ



یہ فرجعت وَلَمْ أَنْتَقِصْ مِنَ الْخُرَاجِ شَيْئًا۔ رواہ الامام ابو یوسف فی ”الخراج“ (ص ۱۸)،  
وسندہ لا باس بہ، ورواہ ابو عبید فی ”الاموال“ (ص ۴۴) بسند آخر سواہ، فتقویٰ احدهما  
بآخر۔

۴۱۹۲- عن صفوان بن سليم عن عدة من ابناء اصحاب رسول الله ﷺ عن آبائهم  
حُتَيْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ﴿أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ  
شَيْئًا بِغَيْرِ طِبِّ نَفْسٍ فَلَنَأْخِذَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾۔ رواہ ابو داود و سکت عنه و قال المنذرى:  
فيه مجهولون (عون المعبود: ۳: ۱۳۶)۔ و قال العراقي: ”سند جيد ولا يضر الجهل بحال  
البناء فانهم يبلغون حد التواتر الذى لا يشترط فيه العدالة، فقد اخرج البيهقي فى سننه،  
عن فى رواية: عن ثلاثين من ابناء اصحاب رسول الله ﷺ، (التعقبات للسيوطى ص ۴۱)۔

۴۱۹۳- عن عمرو بن ميمون ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال جُنِبَ أُصَيْبُ: أَوْصَى  
الْحَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ وَبِالْأَنْصَارِ وَبِأَهْلِ الْأَنْصَارِ، وَبِالْأَعْرَابِ خَيْرًا۔ إِلَى أَنْ  
اس طرح (بے مال) لوئے جس طرح کہ تو جارہا ہے (یعنی حتی الامکان نرمی برتیں) ثقفی فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے دئے  
گئے احکامات کے ساتھ گیا اور لوٹا (لیکن) میں نے خراج سے کوئی شئی کم نہیں کی۔ (یعنی پورا پورا خراج بھی وصول ہو گیا)۔ (کتاب الخراج  
بیسف۔ کتاب الاموال)۔

۳۱۹۲- چند اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں سے روایت ہے وہ اپنے باپوں سے روایت کرتے ہیں جو کہ ایک دوسرے  
کے عزیز تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار! جو شخص کسی معاہدہ (ذمی) پر ظلم کرے گا اور اس کا حق کم کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ  
سے تکلیف دے گا یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جہت کرونگا۔ ابو داؤد نے  
سے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ بیہقی نے سنن میں ایک روایت میں کہا ہے کہ یہ تیس اصحاب  
رسول سے مروی ہے (یعنی حدو تواتر کو پہنچی ہوئی ہے)۔ لہذا اس میں عدالت شرط نہیں)۔

۳۱۹۳- عمرو بن ميمون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت  
کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین، انصار اور شہر والوں اور دیہاتیوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے..... پھر فرمایا کہ میں اسے اس بات  
(بھی) وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری کو پورا کرے (یعنی ان غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی

قَالَ - وَأَوْصِيَهُ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُوفِيَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَاءِ هِمٍّ، وَلَا يَكْلَفُوا إِلَّا طَاعَتَهُمْ - مختصر رواہ البخاری فی باب قصة البيعة والاتفاق علی عثمان بن عفان مطولا (فتح الباری ۷: ۴۹۶)۔

### باب لا یؤخذ الخمر والخنزیر والمیتة فی الجزية

بل یولی اربابها بیعها ثم یؤخذ من اثمانها

۴۱۹۴ - حدثنا اسرائیل بن یونس عن ابراهیم بن عبد الاعلیٰ قال: سمعت سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ یقول: حَضَرْتُ عَمْرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَقَدْ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ عُمَالُهُ فَقَالَ: يَا هَؤُلَاءِ! إِنَّهُ أَبْلَغُنِي أَنْتُمْ تَأْخُذُونَ فِي الْجِزْيَةِ الْمَيِّتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْخَمْرِ فَقَالَ بِلَالٌ - أَجَلُ إِنَّهُمْ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: فَلَا تَفْعَلُوا، وَلَكِنْ وَلَوْ أَرَبْنَا بِهَا بَيْعَهَا، ثُمَّ خُذُوا الثَّمَنَ مِنْهُمْ، رواه الامام ابو يوسف فی "الخراج" (ص ۱۵۱)، وسنده صحيح موصول۔

گزارتے ہیں) ان سے کئے گئے وعدے پورے کرے۔ ان سے بچا کر لڑا جائے اور ان کی طاعت سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے۔ مختصراً (بخاری)۔

فائدہ: آثار میں ذمیوں سے زنی کرنے اور ان سے کئے گئے وعدے پورے کرنے کا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں ان کی تعظیم نہ کرنے اور ان پر ظلم شدید نہ کرنے اور برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی عدل اسلامی ہے جس کی دوسری شرائع میں مثال نہیں ملتی۔

باب۔ جزیہ میں شراب، خنزیر اور مردار نہ لیا جائے بلکہ ان کی بیع ان کے مالکوں کے سپرد کی جائے

اور پھر ان کی قیمتوں سے جزیہ نکالا جائے

۴۱۹۴ - ابراہیم بن عبد اللہ اعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سويد بن غفلة کو یہ فرماتے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھا آپ کے عمال بھی آپ کے پاس جمع تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم جزیہ میں مردار، مور اور شراب لیتے ہو۔ اس پر حضرت بلالؓ نے فرمایا ہاں! یہ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ ان کی فروخت ان کے مالکوں کے سپرد کرو پھر (جزیہ میں) ان سے قیمت لو۔ (کتاب الخراج)۔

## باب شروط اهل الذمة وما يجوز لهم فعله في دارنا وما لا يجوز

۴۱۹۵- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد حدثني توبة بن النمر حضرمي قاضي مصر عن اخبره قال: قال رسول الله ﷺ: «لَا خِصَاءَ فِي الْإِسْلَامِ وَلَا كِنِيسَةٌ»- رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۹۴ رقم ۲۵۹) و توبة بن النمر قال الدارقطني كان فاضلا عابداً (تعجيل المنفعة ص ۴۱)، فالحديث حسن الاسناد مرسل وجهالة صحابي لا تضر- واخرجه البيهقي في "سننه" عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً و ضعفه واخرجه ابن عدی فی الكامل عن عمر رضي الله عنه رضي الله عنه فوعا عباسناد ضعيف (زيلعي ۱۵۶: ۲)، وتعدد الطرق يفيد الحديث قوة-

۴۱۹۶- حدثني ابو الاسود عن ابن لهيعة عن يزيد بن ابی حبيب عن ابی الخير، قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه "لَا كِنِيسَةٌ فِي الْإِسْلَامِ وَلَا خِصَاءٌ"- رواه ابو عبيد ايضا (ص ۱۹۴) و سنده حسن وابوالخير- هو مرثد بن عبدالله اليزني المصري - ثقة فقيه من

## باب- ذمیوں کے لئے شرائط کا بیان اور دارالاسلام میں ذمیوں کے لئے کیا کرنا جائز

### اور کیا کرنا ناجائز ہے

۴۱۹۵- توبہ بن نمر (قاضی مصر) اپنی سند سے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں خُصی کرنے کی اور کنیسہ کی (تعمیر کی) اجازت نہیں۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث حسن الاسناد ہے اور صحابی کی عدم معرفت مضرب نہیں۔ اور بیہقی میں یہ حدیث ابن عباس سے مرفوعاً اور کامل ابن عدی میں مرثی سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور تعدد طرق سے حدیث کم از کم حسن ہو گئی ہے۔

فائدہ: یعنی نیا عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں اور جو منہدم ہو چکے ان کی تعمیر بھی نہ کی جائے اور خُصی کرنے سے مراد خُصمتیں کا ٹکھوانا ہے یا عورتوں کے پاس نہ جانا مراد ہے۔

۴۱۹۶- ابو الخیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام میں نہ (تعمیر) کنیسہ کی اجازت ہے اور نہ خُصی کرنے کی۔ (ایضاً) اس کی سند حسن ہے۔ اور ابن عدی نے عمرؓ سے مرفوعاً بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ اسلام میں کنیسہ نہ بنایا جائے اور نہ منہدم ہوجانے والے کنیسہ کی مرمت کی جائے۔ (تفہیم الخیر) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

الثالثة (تقریب ص ۲۰۴) و رواه ابن عدی عن عمر مرفوعاً بلفظ: لَا يُبْنَى كَنِيسَةٌ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا يُجَدَّدُ مَا خَرَبَ مِنْهَا (التلخیص الحبیر ۲: ۳۸۰)، وسکت الحافظ عنہ۔

۴۱۹۷- حدثنا سليمان حدثنا حنش عن ابن عباس رضى الله عنهما "أَنَّ سُبُلَ عَنِ الْعَجَمِ أَلَهُمْ أَنْ يُحْدِثُوا بَيْعَةً أَوْ كَنِيسَةً فِي أَنْصَارِ الْمُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ: أَمَّا بِصُرٍّ مَصْرَتُهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُحْدِثُوا فِيهِ بِنَاءَ بَيْعَةٍ، وَلَا كَنِيسَةٍ وَلَا يَضْرِبُوا فِيهِ بِنَاقُوسٍ وَلَا يُظْهِرُوا فِيهِ خَمْرًا وَلَا يَتَّخِذُوا فِيهِ خَنْزِيرًا، وَكُلُّ بِصُرٍّ كَانَتْ الْعَجَمُ مَصْرَتُهُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَلَى الْعَرَبِ فَتَزَلُّوا عَلَى حُكْمِهِمْ، فَلِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوقُوا لَهُمْ بِذَلِكَ"۔ رواه الامام ابو يوسف في الخراج (ص ۱۷۷-۱۷۸) وابو عبيد في "الاموال" (ص ۹۷ رقم ۲۶۹)، والبيهقي في السنن وفيه حنش، وهو ضعيف (التلخیص الحبیر ۲: ۳۸۰)۔ قلت: قال الحاكم في "المستدرک" (۲۷۵: ۱): ثقة، وقال ابو محسن: انه شيخ صدوق، و قال البزار: لين الحديث (التهذيب ۲: ۳۶۵) فالحديث صالح للاحتجاج به رواه الامام احمد، واحتج به (المغنی ۱: ۶۱)۔

۳۱۹۷- حنش فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے عجیموں (یعنی ذمیوں) کی بابت پوچھا گیا کہ کیا انہیں مسلمانوں کے شہروں میں گرجا اور یہودیوں کا عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ شہر جنہیں عرب نے آباد کیا ہے (جیسے کوفہ، بصرہ، بغداد، واسط وغیرہ) ان میں انہیں کسی قسم کے گرجا و عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ انہیں ان میں ناقوس بجانے کی اجازت ہے۔ نہ شراب کھلے عام استعمال کرنے (مثلاً بیچنے یا پینے) کی اجازت ہے۔ اور نہ ہی سوار پالنے کی اور ہر وہ شہر جنہیں عجیموں (ذمیوں) نے آباد کیا ہو پھر اللہ نے مسلمانوں کو اس پر فتح عطا فرمائی ہو اور وہ عجم مسلمانوں کے حکم کی فرمانبرداری پر راضی ہو گئے ہوں تو عجم کو ہر وہ کام کرنے کی اجازت ہوگی جس کا معاہدہ میں ذکر ہے اور عرب (مسلمانوں) پر یہ لازم ہے کہ وہ ان سے کئے گئے وعدہ کو پورا کریں۔ (کتاب الاخراج، کتاب الاموال، بیہقی فی السنن) یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ اور امام احمد نے اسے روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے (اور مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے)۔

فائدہ: ان کے قول "جو شہر آباد کریں" میں وہ شہر بھی شامل ہیں جہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے جیسے مدینہ، طائف اور وہ شہر بھی شامل ہیں جن کو مسلمانوں نے فتح کر کے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جیسے خیبر یعنی ان شہروں میں بھی عبادت خانے تعمیر کرنے اور دوسرے مذکورہ بالا امور کی ان کو اجازت نہ ہوگی۔ (کتاب الاموال)۔



۴۱۹۸- اَنْ "امیر المؤمنین عمرؓ فی الصحابةؓ، ثم عامة الائمة بعده، وسائر الفقهاء جعلوا فی الشرط المنشروط علی اهل الذمة من النصارى وغيرهم فیما شرطوه علی انفسهم، ان یؤقر المسلمین وتقوم لهم من مجالینا، ان اراذوا الجلوس، ولا تنسبه بهم فی شیء من ملامیهم قلنسوة او عمامة، او نعلین او فرق شعر ولا نتکلم بکلامهم۔ ولا نتکئی بکنائهم ولا نرکب السروج ولا نتقلد السيوف، ولا نتخذ شیئا من السلاح ولا نعمله ولا ننقش خواتیمنا بالعربیة۔ ولا نبیع الخمر وأن نجز مقادیر رؤوسنا، وأن نلزم زینا حیثما کنا، وأن نشد الزانییر علی او ساطنا وأن لا نظهر الصلیب علی کنائسنا ولا نظهر صلیبنا، ولا کتبا فی شیء من طرق المسلمین ولا أسواقهم، ولا نضرب بنواقیسنا فی کنائسنا الا ضربا خفیفاً ولا نرفع أصواتنا مع موتانا ولا نظهر النیران معهم فی شیء من طرق المسلمین"۔ رواه حرب باسناد جید، کذا فی "اقتضاء الصراط المستقیم" للعلامة ابن تیمیة (ص ۴۸)۔

۴۱۹۸۔ صحابہ میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور آپؓ کے بعد تمام ائمہ اور تمام فقہاء نے ان شرائط میں جو اہل نصاریٰ اور دیگر ذمیوں نے اپنے اوپر عائد کیں، ان شرائط کو بھی عائد کیا کہ ہم یعنی ذمی لوگ مسلمانوں کی عزت کریں گے اور اگر وہ بیٹھے کا ارادہ کریں گے تو ہم اپنی بیٹھنے کی جگہوں سے اٹھ جائیں گے، ہم لباس میں ان (مسلمانوں) کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ ٹوپی میں نہ کپڑی میں نہ جوتوں میں اور نہ ہی سر کے بالوں کی مانگھ نکالنے میں۔ ہم ان جیسا کلام نہیں بولیں گے، نہ ان کی کنہیں اپنے لئے استعمال کریں گے، ہم زینوں پر سواری نہیں کریں گے، نہ ہم کتواروں کا پر تلہ لکائیں گے، ہم کسی قسم کا اسلحہ نہیں بنائیں گے، اور نہ ہی اسے اٹھائیں گے، اپنی انگوٹھیوں کو عربی میں منقش نہیں کریں گے۔ نہ شراب پیئیں گے، ہم اپنی پیشانی کے بالوں کو کٹوائیں گے۔ ہم جہاں بھی ہو گئے کلفی والی ٹوپی کا التزام کریں گے، ہم اپنی کمروں پر زقار (پٹیاں) باندھیں گے، ہم اپنے عبادت خانوں پر صلیب ظاہر نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی راستے اور بازار میں صلیب اور کتابیں ظاہر کریں گے (یعنی ان چیزوں کی نمائش نہیں کریں گے)۔ ہم اپنے عبادت خانوں میں ناقوس نہیں بجائیں گے مگر آہستہ آواز میں، ہم اپنے مردوں کے ساتھ اپنی آواز بلند نہیں کریں گے اور نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے کسی راستے میں آگ جلائیں گے۔ اسے حرب نے جید اور عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں بھی ایسے ہی ہے۔

۴۱۹۹- عن اسماعیل بن عیاش قال: حدثنا غیر واحد من اهل العلم قالوا: کتب  
 اَهلُ الْجَزِیرَةِ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ: إِنَّا حِینَ قَدِمْنَا مِنْ بِلَادِنَا طَلَبْنَا إِلَيْكَ الْإِمَانُ لَأَنْفُسِنَا  
 وَأَهْلِ بِلَدِنَا، عَلَى أَنَّا شَرَطْنَا لَكَ عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ لَا نُحَدِّثَ فِي مَدِیْنَتِنَا كِیْسَةَ، وَلَا فِتْنَةً  
 حَوْلَهَا دِیْرًا وَلَا صَوْمَعَةً رَاهِبٍ، وَلَا نَجِدَ مَا خَرَبَ مِنْ كِنَائِسِنَا وَلَا مَا كَانَ مِنْهَا فِي خَطِّ  
 الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا نَمْنَعُ كِنَائِسِنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ أَنْ یَنْزِلُوَهَا فِي اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنْ تُوسَّعَ أَبْوَابُهَا  
 لِلْمَارَةِ وَابْنِ النَّسِیْلِ، وَلَا نُؤْوِیَ فِیْهَا وَلَا فِي مَنَازِلِنَا جَاسُوسًا وَلَا نَكْتُمُ أَمْرَ مَنْ غَشَرَ  
 الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا نُضْرِبَ نَوَاقِیْسِنَا إِلَّا ضَرْبًا خَفِیًّا فِي حَوْفِ كِنَائِسِنَا وَلَا نُظْهِرَ عَلَیْهَا صَلِیةَ  
 وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتِنَا فِي الصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي كِنَائِسِنَا فِیْمَا یَحْضُرُهُ الْمُسْلِمُونَ- وَلَا نُخْرِجُ  
 صَلِیَّتِنَا وَلَا كِتَابِنَا فِي سُوقِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا نُخْرِجُ بَاعُوثًا وَلَا شَعَانِیْنَ، وَلَا نَرْفَعُ أَصْوَاتِنَا مَعَ  
 أَمْوَاتِنَا وَلَا نُظْهِرَ النِّیْرَانَ مَعَهُمْ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا نُجَاوِرُغُمْ بِالْخَنَازِیْرِ وَلَا نَبِیعَ  
 الْحُمُورِ، وَلَا نُظْهِرَ شُرَكَاءَ وَلَا نُرْغَبَ فِي دِیْنِنَا وَلَا نَدْعُو إِلَیْهِ أَحَدًا وَلَا نَتَّخِذَ شَیْئًا مِنَ الرِّقَیْقِ

۴۱۹۹۔ اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں کہ ہم سے بہت سے اہل علم حضرات نے بیان کیا، وہ فرماتے تھے کہ اہل جزیرہ  
 عبدالرحمن بن غنم کو لکھا کہ جب ہم اپنے شہروں سے آئے تو ہم نے آپ سے اپنے لئے اور اپنے مذہب والوں کے لئے امان طلب کیا اس  
 بنا پر کہ ہم نے آپ کے لئے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ ہم اپنے شہر میں کوئی نیا عبادت خانہ نہیں بنائیں گے، اور نہ اس کے ارد گرد کسی راہب  
 خاص عبادت خانہ بنائیں گے اور نہ ہی اپنے خراب ہو جانے والے کسی عبادت خانہ کی نئی تعمیر کریں گے اور نہ ہی کسی ایسے خراب ہو جانے  
 والے عبادت خانوں کی مرمت کریں گے جو مسلمانوں کے علاقوں میں ہو چکے۔ اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اپنے عبادت خانوں میں رات اور  
 دن میں اترنے سے روکیں گے۔ اور (اس شرط پر کہ) ہم عبادت خانوں کے دروازے راہروں اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے۔  
 ہم عبادت خانوں میں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے۔ اور یہ کہ ہم مسلمانوں سے دھوکہ کرنے والے کسی شخص کا معاملہ  
 نہیں چھپائیں گے۔ اور یہ کہ ہم اپنے ناقوس نہیں بجائیں گے مگر اپنے عبادت خانوں کے بالکل اندر ہلکی آواز میں اور یہ کہ ہم عبادت  
 خانوں پر صلیب ظاہر نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی ہم اپنے ان عبادت خانوں میں نماز اور قراءۃ میں اپنی آواز بلند کریں گے جن میں مسلمان  
 حاضر ہوتے ہیں اور ہم مسلمانوں کے بازار میں اپنی صلیب اور اپنی کتاب نہیں نکالیں گے اور نہ ہی ہم نماز استسقاء اور اپنا شعا من حیوان  
 اعلانیہ کریں گے۔ ہم اپنے مردوں کے ساتھ اپنی آواز بلند نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے بازاروں میں ان مردوں کے ساتھ آگ

الَّذِينَ جَرَتْ عَلَيْهِمْ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا نَمْنَعُ أَحَدًا مِنْ أَقْرَبَائِنَا إِذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي  
 الْإِسْلَامِ، وَأَنْ نَلْزِمَ زَيْنًا حَيْثُمَا كُنَّا، وَأَنْ لَا نَتَّشِبَهُ بِالْمُسْلِمِينَ فِي لُبْسٍ قَلَنْسُوَّةٍ وَلَا عِمَامَةٍ، وَلَا  
 نَعْلَيْنِ وَلَا فَرْقِ شَعْرٍ، وَلَا فِي مَرَافِقِهِمْ وَلَا نَتَكَلَّمُ بِكَلَامِهِمْ - وَأَنْ لَا نَتَكَلَّمَ بِكُنَاخِهِمْ، وَأَنْ نَجْزِيَ  
 نَقَادِمَ رُؤُوسِنَا وَلَا نَفْرُقَ نَوَاصِينَا - وَنَشُدُّ الزَّانِئِينَ عَلَى أَوْسَاطِنَا وَلَا نَنْقُشَ خَوَاتِمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ،  
 وَلَا نَرْكَبَ السُّرُوجَ وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلَاحِ وَلَا نَحْمِلَهُ وَلَا نُقَلِّدَ السُّيُوفَ وَأَنْ نُوقِرَ  
 الْمُسْلِمِينَ فِي مَجَالِسِهِمْ، وَنُرْشِدَ الطَّرِيقَ وَنَقُومَ لَهُمْ عَنِ الْمَجَالِسِ إِذَا أَرَادُوا الْمَجَالِسَ وَلَا  
 نَطْلُعَ عَلَيْهِمْ فِي مَنَازِلِهِمْ، وَلَا نَعْلِمَ أَوْلَادَنَا الْقُرَانَ وَلَا يُشَارِكُ أَحَدٌ مِنَّا مُسْلِمًا فِي تِجَارَةٍ إِلَّا  
 أَنْ يَكُونَ إِلَى الْمُسْلِمِ أَمْرُ التِّجَارَةِ، وَأَنْ نُضَيِّفَ كُلَّ مُسْلِمٍ غَائِرٍ سَبِيلِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَنُعْطِيَهُ مِنْ  
 أَوْسَطِ مَا نَجِدُ، ضَمِنًا ذَلِكَ عَلَى أَنْفُسِنَا وَذُرَارِينَا وَأَزْوَاجِنَا وَمَسَاكِينِنَا، وَإِنْ نَخُنْ غَيْرِنَا  
 أَوْ خَالَفْنَا عَمَّا شَرَطْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَقَبَلْنَا الْأَمَانَ عَلَيْهِ فَلَا ذِمَّةَ لَنَا، وَقَدْ حَلَّ لَكَ بِشَانَا يَجُلُّ  
 لِأَعْمَلِ الْمُعَانَدَةِ وَالشِّقَاقِ، فَكَتَبَ بِذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَنَمٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

خاہر کریں گے۔ اور ہم مسلمانوں کے پردوس میں خنزیر نہیں رکھیں گے۔ اور نہ ہی ہم شراب پیئیں گے، اور نہ ہی ہم شرکاء ظاہر کریں گے۔ اور نہ  
 ہی ہم اپنے دین کی کسی کو ترغیب دیں گے اور نہ ہی اس کی طرف کسی کو دعوت دیں گے۔ اور نہ ہی ایسے غلاموں کو ہم نام بنائیں گے جن پر  
 مسلمانوں کے حصے جاری ہو چکے ہوں گے۔ اور ہم اپنے رشتہ داروں میں کسی کو نہیں روکیں گے جب وہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ  
 کرے۔ اور ہم جہاں بھی ہو گئے کفنی والی ٹوپی پہننے کا التزام کریں گے۔ اور یہ کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ٹوپی، پجڑی، جوتے پہننے اور مانگ  
 ٹیکالے میں اور نہ ان کی سواریوں میں مشابہت اختیار کریں گے۔ ہم ان جیسی کلام نہیں کریں گے، اور نہ ان کی کینت کو اپنی کینت بنائیں گے  
 اور یہ کہ ہم اپنے اپنے سروں کے اگلے حصے کے بال کٹوائیں گے اور اپنی پیشانی کے بالوں کی مانگ نہیں نکالیں گے اور اپنی سروں پر  
 زمار (خنجو) باندھیں گے۔ اور اپنی انگوٹھیوں کو عربی میں مقش نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی ہم زین پر سوار ہونگے اور نہ ہی کوئی اسلحہ بنائیں گے  
 اور نہ ہی اسے اٹھائیں گے اور نہ ہم کھواروں کو لٹکانیں گے۔ اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی عزت کریں گے، ان کی میٹھنے کی جگہوں میں اور ہم راستہ  
 کی راہنمائی کریں گے، اور ان کے لئے ہم مجالس سے اٹھ کھڑے ہو گئے جبکہ مسلمان بیٹھنے کا ارادہ کریں گے۔ اور ہم ان پر ان کے گھروں  
 میں نہیں جھانکیں گے۔ اور ہم اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے۔ اور ہم میں سے کوئی کسی مسلمان کے ساتھ تجارت میں شریک نہیں ہوگا  
 الا یہ کہ تجارت کا معاملہ مسلمان کے ہاتھ میں ہو (یعنی تجارت میں مسلمان بڑا ہو) اور ہم ہر راہ گزر مسلمان کی تین دن مہمانی کریں گے اور

﴿فَكَتَبَ لَهُمْ عَمْرٌ أَنْ أَمُضَ لَهُمْ مَا سَأَلُوهُ، وَالْحَقُّ فِيهِ حَرْفَيْنِ﴾- اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ مَعَ تَشَرُّطُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنْ لَا يَشْتَرُوا مِنْ سَبَايَانَا شَيْئًا، وَمَنْ ضَرَبَ مُسْلِمًا عَمْدًا فَقَدْ خَلَعَ عَهْدَهُ- فَأَنفَذَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنَمٍ ذَلِكَ، وَأَقْرَأَ مَنْ أَقَامَ مِنَ الرُّومِ فِي مَدَائِنِ الشَّامِ عَلَى هَذَا الشَّرْطِ- رواه الخلال باسناده، كذا في "المغني" لابن قدامة (۱۰: ۶۰۶)۔

وذكر ابن تيمية رواية الخلال هذه مختصرة في "اقتضاء الصراط المستقيم (ص ۵۱)"، وقال: هذه الشروط اشهر شيء في كتب العلم والفقه، وهي مجمع عليها في الجملة بين العلماء من الائمة المتبوعين واصحابهم وسائر الامة اهـ۔ ورواه ابن مندة في "غرائب شعبة" وابن زبير في شروط النصارى (كنز العمال ۲: ۳۰۲ و ۳۰۳)۔ واخرجه ابن حزم في "المحلى" (۷: ۳۴۶) من طريق سفيان الثوري عن طلحة بن مصرف عن مسروق عن عبد الرحمن بن غنم ولم يعله بشيء وقال: وعن عمر ايضا ان لا يجاورونا بخنزير اهـ۔ ۴۲۰۰- حدثني بعض اهل العلم عن مكحول الشامي، "أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ

ابن دسعت کے مطابق درمیانہ کھانا اسے کھلائیں گے۔ ہم ان شرائط میں اپنے، اپنی اولاد کے، اپنی بیویوں کے اور اپنی رہائش گاہوں کے ضامن ہیں۔ اگر ہم تبدیل کر دیں یا ان شرائط کی مخالفت کریں جو ہم نے اپنے اوپر عائد کی ہیں اور جن پر ہم نے امان قبول کیا ہے تو ہمارا کوئی ذمہ اور معاہدہ نہ ہوگا۔ اور ہماری طرف سے آپ کے لئے وہ (سب کچھ) حلال ہوگا جو معاندین اور مخالفین کے لئے حلال ہوتا ہے (یعنی ہم مباح الدم ہونگے) حضرت عبد الرحمن بن غنم نے یہ شرائط ناٹھ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) لکھا کہ جس کا انہوں نے آپ سے سوال کیا ہے (یعنی جو معاہدہ میں حقوق مانگتے ہیں) اسے نافذ کر دو، اور اس میں دو باتیں اور شامل کر دو۔ جو انہوں نے اپنے اوپر شرائط عائد کی ہیں ان کے ساتھ ان پر یہ شرط بھی لگاؤ کہ وہ ہمارے قیدیوں سے کوئی چیز نہیں خریدیں گے۔ اور (یہ کہ) جس کسی نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مارا تو گویا اس نے معاہدہ ختم کر دیا۔ پس عبد الرحمن بن غنم نے یہ شرائط نامہ اور معاہدہ نامہ نافذ کر دیا۔ اور روم میں سے جو شخص ان شرائط پر رہنا چاہا اس کو مدائن شام میں آپ نے برقرار رکھا اور ٹھہرائے رکھا۔ اسے خلال نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور مغنی ابن قدامة میں اسی طرح ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ شرط کتب علم و کتب فقہ میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان شرائط پر علماء اور ائمہ متبوعین اور ان کے اصحاب اور تمام ائمہ کا اجماع ہے۔

۴۲۰۰۔ مکحول شامی سے مروی ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے شام میں ذمیوں سے صلح کی اور جب وہ شام میں داخل



صَالَحَهُمْ بِالشَّامِ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ حِينَ دَخَلَهَا أَنْ تَتْرَكَ كَنَائِسَهُمْ وَيَبْعَهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُخْدِتُوا  
بِنَاءَ بَيْعَةٍ وَلَا كَنِيسَةٍ، وَعَلَى أَنْ عَلَيْهِمْ إِرْشَادَ الضَّالِّ وَبِنَاءَ الْقَنَاطِرِ عَلَى الْأَنْهَارِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ،  
وَأَنْ يُضَيِّقُوا مَنْ مَرَّ بِهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَعَلَى أَنْ لَا يَشْتَمُوا مُسْلِمًا وَلَا يَضْرِبُوهُ،  
وَلَا يَرْفَعُوا فِي نَادَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ صَلِيْبًا، وَلَا يُخْرِجُوا خَنْزِيرًا مِنْ مَنْزِلِهِمْ إِلَى أَقْنِيَةِ  
الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ يُوقِدُوا النَّيْرَانَ لِلْعَزَاةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلَا يَذْلُوا لِلْمُسْلِمِينَ عَلَى عَوْرَةٍ، وَلَا  
يَضْرِبُوا نَوَاقِيسَهُمْ قَبْلَ أَذَانِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا فِي أَوْقَاتِ أَذَانِهِمْ، وَلَا يُخْرِجُوا الرَّاياتِ فِي أَيَّامِ  
عِيدِهِمْ، وَلَا يَلْبَسُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيدِهِمْ، وَلَا يَتَخَذُوهُ فِي بَيُوتِهِمْ۔ فَإِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ عُوقِبُوا،  
وَأُخِذَ مِنْهُ، فَقَالُوا لِأَبِي عُبَيْدَةَ: اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فِي السَّنَةِ نُخْرِجُ فِيهِ صِلْبَانَنَا بِلَا رَاياتٍ، وَهُوَ يَوْمُ  
عَبِيدِنَا الْأَكْبَرِ فَكَتَبَ أَبُو عُبَيْدَةَ إِلَى عُمَرَ رضي الله عنه فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ رضي الله عنه لَهُمْ بِشَرَطِهِمُ الَّذِي  
شَرَطْتُ لَهُمْ، فِي جَمِيعِ مَا أُعْطِيَتْهُمْ۔ وَأَمَّا إِخْرَاجُ الصِّلْبَانِ فِي أَيَّامِ عِيدِهِمْ فَلَا تَمْنَعُهُمْ مِنْ  
ذَلِكَ خَارِجَ الْمَدِينَةِ بِلَا رَاياتٍ وَلَا بَنُوْدٍ عَلَى مَا طَلَبُوا مِنْكَ يَوْمًا فِي السَّنَةِ فَأَمَّا ذَاخِلُ

ہوئے تو ان پر یہ شرائط عائد کیں کہ ان کے عبادت خانوں کو اس شرط پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ عبادت خانہ کی نئی تعمیر نہیں کریں گے اور ہتکے  
ہوئے گوراستہ دکھانا اور نہروں پر اپنے مالوں سے پل تعمیر کرانا ان کے ذمہ ہوگا۔ وہ (ذمی) گزرنے والے مسلمان کی تین دن مہمانداری  
کریں گے۔ اور اس شرط پر کہ نہ وہ کسی مسلمان کو گالی دیں گے اور نہ اسے ماریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی مجالس میں صلیب بلند اور ظاہر  
کریں گے۔ اور اپنے گھروں سے مسلمانوں کے میدانوں اور محضوں کی طرف خنزیر بھی نہیں نکالیں گے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں  
کے لئے آگ روشن کریں گے۔ اور مسلمانوں کے کسی عیب کو بیان نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کی اذان سے قبل اور اذان کے اوقات میں  
تخت نہیں بنائیں گے اور اپنے عید کے دنوں میں جھنڈے نہیں نکالیں گے اور نہ ہی اپنے عید کے دن اسلحہ پہنیں گے اور نہ اسلحہ اپنے گھروں  
میں رکھیں گے۔ اگر انہوں نے ان (منوعات) میں سے کچھ بھی کیا (یعنی اسلحہ گھروں میں رکھا یا نمائش کی) تو انہیں سزا دی جائے گی۔ اور  
محضوں سے لے لیا جائے گا، اس پر انہوں نے ابو عبیدہ سے کہا کہ سال میں ایک دن ہمارے لئے مقرر کر دیجئے کہ جس میں ہم بغیر جھنڈوں  
کے پنے صلیب نکال سکیں اور وہ دن ہماری بڑی عید کا دن ہو۔ ابو عبیدہ نے (اس بارے) حضرت عمر کو لکھا تو حضرت عمر نے (جواب میں)  
ابو عبیدہ کو لکھا کہ جو شرط آپ ان سے طے کریں وہ آپ ان کے لئے پوری کریں ان تمام حقوق میں جو آپ نے انہیں دیے ہیں۔ باقی رہا  
یہ عید کے دن صلیبوں کو باہر نکالنا تو شہر کے باہر آپ اس سے ان کو نہ روکیں بشرطیکہ وہ چھوٹے اور بڑے جھنڈے کے بغیر ہو۔ اس شرط

الْبَلَدَيْنِ الْمُسْلِمِينَ وَمَسَاجِدَهُمْ فَلَا تُظْهَرُ الصَّلَاتَانِ، فَإِذَا لَهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ فِي يَوْمٍ مِنَ السَّنَةِ وَهُوَ يَوْمٌ عِيدُهُمُ الَّذِي فِي صَوْمِهِمْ - فَأَمَّا فِي غَيْرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ فَلَمْ يَكُونُوا يُخْرَجُونَ صَلَاتَانَهُمْ - اخرجہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ۱۶۵ و ۱۶۹) مطولا، وهذا مختصر منه وفيه من لم يسم مع ارساله، ولكن احتجاج المجتهد، واشتہار هذه الشروط يغني عن الاسناد۔

۴۲۰۱ - وحدثنی محمد بن اسحاق وغيره من اهل العلم بالفتوح والسير بَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلَى بَعْضٍ قَالُوا: "لَمَّا قَدِمَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رضی اللہ عنہ مِنَ الْيَمَامَةِ دَخَلَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضی اللہ عنہ، فَأَقَامَ أَيَّامًا ثُمَّ قَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: تَهَيَّأْ حَتَّى تَخْرُجَ إِلَى الْعِرَاقِ - فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا فِي فَتْحِهِ حُصُونًا وَبِلَادًا مِنَ الْعِرَاقِ - وفيه: ثُمَّ مَضَى إِلَى الْحِيرَةِ فَتَحَصَّنَ مِنْهُ أَهْلُهَا فِي قُصُورِهَا الثَّلَاثَةِ، ثُمَّ نَزَلَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَسِيحِ بْنُ حَيَّانَ بْنِ بَقِيلَةَ وَأَيَّاسُ بْنُ قَبِيصَةَ الطَّائِي - وَكَانَ وَالِي الْحِيرَةِ مِنْ قَبْلِ كِسْرَى - فَقَالَ لَهُمْ: أَدْعُواكُمْ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَنْتُمْ فَعَلْتُمْ

پر جو انہوں نے آپؐ سے سال میں ایک دن طلب کیا ہے۔ اور لیکن شہر کے اندر مسلمانوں اور ان کی مسجدوں کے سامنے تو صلیبیں مت بھیجیں جائیں۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے سال میں ایک دن کیلئے انہیں اجازت دیدی اور وہ دن روزوں کے بعد والی ان کی عید کا دن تھا۔ لیکن ان دن کے علاوہ میں وہ اپنے صلیبوں کو نہیں نکالتے تھے۔ (کتاب الخراج ابو یوسف)۔ اس حدیث سے ایک مجتہد کا اجتہاد کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز یہ شرائط درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جو سند سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

۳۲۰۱ - محمد بن اسحاق وغیرہ، فتوح و سیر کے عالموں سے روایت کرتے ہیں اور بعض بعض پر کچھ الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جب خالد بن ولیدؓ یمامہ سے تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خالدؓ سے فرمایا جنگ کی تیاری کیجئے تاکہ آپ عراق کی طرف نکلیں۔ پھر راوی نے عراق کے بہت قلعوں اور شہروں کو خالدؓ کے فتح کرنے کے بارے میں ایک طویل حدیث بیان کی۔ جس میں یہ بھی تھا کہ پھر حضرت خالدؓ حیرہ مقام کی طرف گئے تو وہاں والے آپؐ سے ڈر کر اپنے تین قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے پھر عبدالکح بن حیان بن بقیلہ اور ایاس بن قبیصہ طائی آپؐ کے پاس آئے دونوں کسریٰ کی طرف سے حیرہ کا والی تھا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم نے یہ کر لیا تو اسلام لے آئے تو تمہیں وہ حقوق حاصل ہو گئے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اور تمہاری وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو دوسرے مسلمانوں

فَلَكُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ، وَإِنْ أَيْتُمْ فَاعْطُوا الْجِزْيَةَ فَإِنْ أَيْتُمْ فَقَدْ أَتَيْتُمْ بِقَوْمٍ  
نَحْمُ أَحْرَصَ عَلَى الْمَوْتِ مِنْكُمْ عَلَى الْحَيَاةِ، فَقَالَ لَهُ إِيَّاسُ بْنُ قَبِيصَةَ: مَا لَنَا فِي حَرْبِكَ مِنْ  
حَاجَةٍ، وَمَا نُرِيدُ أَنْ نَدْخُلَ مَعَكَ فِي دِينِكَ، نُقِيمُ عَلَى دِينِنَا وَنُعْطِيكَ الْجِزْيَةَ فَصَالِحُهُ عَلَى  
سِتِّينَ أَلْفًا وَرَحْلٍ، عَلَى أَنْ لَا يَهْدِمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ وَلَا كَنْيَسَةٌ وَلَا قَصْرًا مِنْ قُصُورِهِمْ الَّتِي كَانُوا  
يَتَحَصَّنُونَ فِيهَا إِذَا نَزَلَ بِهِمْ عَدُوُّهُمْ وَلَا يُمْنَعُونَ مِنْ ضَرْبِ النَّوَاقِيسِ، وَلَا مِنْ إِخْرَاجِ  
حَبْلَانٍ فِي يَوْمٍ عِيدِهِمْ، وَعَلَى أَنْ لَا يَسْتَمْلُوا عَلَى نَعْبَةٍ، وَعَلَى أَنْ يُضَيِّفُوا مَنْ مَرَّ بِهِمْ مِنْ  
مُسْلِمِينَ بِمَا يَجُلُّ لَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ وَكَتَبَ بَيْنَهُمْ هَذَا الْكِتَابَ: "بِسْمِ  
اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا كِتَابٌ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ لِأَهْلِ الْحَيْرَةِ، إِنَّ خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
بِأَكْبَرِ الصِّدِّيقِ ﷺ أَمَرَنِي أَنْ أَسِيرَ بَعْدَ مُنْصَرَفِي مِنْ أَهْلِ الْيَمَامَةِ إِلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنَ الْعَرَبِ  
وَالْعَجَمِ بِأَنْ أَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ وَأُبَشِّرَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَأَنْذِرَهُمْ مِنَ النَّارِ،  
فَإِنْ أَجَابُوا فَلَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَإِنِّي أَنْتَهَيْتُ إِلَى الْحَيْرَةِ فَخَرَجَ  
عَنِّي إِيَّاسُ بْنُ قَبِيصَةَ الطَّائِيُّ فِي أَنْاسٍ مِنْ أَهْلِ الْحَيْرَةِ مِنْ رُؤَسَائِهِمْ، وَإِنِّي دَعَوْتُهُمْ إِلَى اللَّهِ

ہو جیں۔ اور اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو پھر تم جزیہ دو۔ اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرو گے تو (جان رکھو کہ) میں تمہارے پاس ایسی قوم لایا ہوں جو موت پر زیادہ حریص ہے نسبت تمہارے زندگی پر حریص ہونے کے۔ اس پر ایاس بن قبیصہ نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں آپ سے جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہونا (بھی) نہیں چاہتے۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو جزیہ دیں گے۔ پس حضرت خالد نے اس سے ساٹھ ہزار اور کجاووں پر صلح کر لی۔ اس شرط پر کہ ان کے حبوت خانوں کو نہیں گرایا جائے گا اور نہ ہی ان کے ان محلوں میں سے کسی محل کو گرایا جائے گا جن میں وہ دشمن کے حملہ کرنے کے وقت قلعہ بند ہوتے تھے۔ اور نہ ہی ان کو ناقوس کے بجانے سے روکا جائے گا اور نہ ہی ان کے عید کے دن میں صلیبوں کے نکالنے سے روکا جائے گا اور اس شرط پر کہ وہ فساد کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس شرط پر کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے کسی مسلمان کی ضیافت کریں گے ایسی اشیاء کے ساتھ جن کا مسلمانوں کے لئے کھانا پینا حلال ہے۔ اور خالد بن ولید نے ان کے درمیان یہ خط لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خالد بن ولید کی طرف سے حیرہ والوں کے لئے خط ہے، تحقیق رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اہل حیرہ سے لوٹنے کے بعد عراق کے عرب و عجم کی طرف جاؤں اور ان کو اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دوں اور ان کو

وَالِی رَسُوْلِهِ فَاَبُوْا اَنْ یَّجِیْبُوْا، فَعَرَضْتُ عَلَیْهِمُ الْجِزْیَةَ اَوْ الْحَرْبَ فَقَالُوْا: لَا حَاجَةَ لَنَا بِحَرْبِكَ، وَلٰكِنْ صَلِّحْنَا عَلٰی مَا صَلَّحْتَ عَلَیْهِ غَمْرَنَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ، وَاِنِّی نَنْظُرْتُ فِیْ عِدَّتِهِمْ فَوَجَدْتُ عِدَّتَهُمْ سَبْعَةَ اَلَاَفِ رَجُلٍ، ثُمَّ مَیْزْتُهُمْ فَوَجَدْتُ مِنْ کَانَتْ بِهٖ زَمَانَةُ اَلْفِ رَجُلٍ فَاَخْرَجْتُهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ، فَصَارَ مِنْ وَقَعَتْ عَلَیْهِ الْجِزْیَةُ سِتَّةَ اَلَاَفِ فَصَالَحُوْنِیْ عَلٰی سِتِّیْنَ اَلْفًا وَشَرَطْتُ عَلَیْهِمْ اَنْ عَلَیْهِمْ عَهْدُ اللّٰهِ وَمِیثَاقُهُ الَّذِیْ اَخَذَ عَلٰی اَهْلِ التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِلِ اَنْ لَا یُخَالِفُوْا وَلَا یُعِیْنُوْا کَافِرًا عَلٰی مُسْلِمٍ مِنَ الْعَرَبِ، وَلَا مِنْ الْعَجَمِ وَلَا یَذْلُوْهُمْ عَلٰی غَوَرَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنْ هُمْ خَالَفُوْا، فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا اَمَانَ، وَاِنْ هُمْ حَفِظُوْا ذٰلِکَ وَرَعَوْهُ وَاَدَّوْهُ اِلٰی الْمُسْلِمِیْنَ فَلَهُمْ مَا یَلْمَعُ اَیْدِیْهِمْ وَعَلٰیئِنَّا مَنَعُ لَهُمْ۔ فَاِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْنَا فَهُمْ عَلٰی ذِمَّتِهِمْ، لَیْسَ بِذٰلِکَ عَهْدُ اللّٰهِ وَمِیثَاقُهُ اَشَدُّ مَا اَخَذَ عَلٰی نَبِیٍّ مِنْ عَهْدٍ اَوْ مِیثَاقٍ، وَعَلَیْهِمْ مِثْلُ ذٰلِکَ لَا یُخَالِفُوْا، فَاِنْ غَلَبُوْا فَهُمْ فِیْ سِیْعَةٍ یَسْعُهُمْ مَا وَسَّعَ اَهْلُ الذِّمَّةِ وَلَا یَحِلُّ فِیْمَا اُبْرُوا بِهٖ اَنْ یُخَالِفُوْا، وَجَعَلْتُ لَهُمْ اَیْمًا شَیْخَ ضَعُفَ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ اَصَابَتْهُ اَفَةٌ مِنَ الْاَقَابِ اَوْ کَانَ غَیْبٌ

جنت کی بشارت دوں اور ان کو آگ سے ڈراؤں۔ پس اگر وہ میری دعوت کو قبول کر لیں تو ان کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہونگی جو دوسرے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ پس میں (جب) حیرہ مقام پر پہنچا تو ایاس بن قبیضہ اہل حیرہ کے بڑے رؤساء اور سرداروں کی معیت میں میری طرف آیا۔ پس میں نے ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا، لیکن انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے ان پر جزیہ یا جگ کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے جنگ کی ضرورت نہیں۔ لیکن آپ ہم سے ان شرائط پر صلح کریں جن پر ہمارے علاوہ دوسرے اہل کتاب سے آپ نے صلح کی ہے۔ اور (پھر) میں نے ان کی تعداد کی طرف نظر کی تو میں نے ان کی تعداد کو سات ہزار مرد پایا۔ پھر میں نے ان کو جدا جدا کیا تو میں نے ایک ہزار آدمی ایسے پائے جن میں کوئی پانچ پن تھا۔ تو میں نے ان کو گنتی سے نکال دیا تو جن پر جزیہ واقع ہوا وہ چھ ہزار تھے۔ پس انہوں نے ہم سے ساٹھ ہزار پر صلح کی اور میں نے ان پر یہ شرط لگائی کہ ان پر اللہ کا عہد و پیمان ہے جو اہل تورات و اہل انجیل سے لیا گیا وہ یہ کہ کسی عربی اور عجمی مسلمان کی مخالفت کریں گے نہ ان کے خلاف کسی کافر کی مدد کریں گے، اور نہ ہی کافروں کی راہنمائی کریں گے مسلمانوں کے عیسائی کمزوریوں پر۔ پس اگر انہوں نے مخالفت کی تو ان کے لئے نہ کوئی معاہدہ ہوگا اور نہ امن، اور اگر انہوں نے اس شرط کی رعایت اور پابندی کی اور مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو کسی دوسرے معاہدہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ ہوگا



وَقَتَّرَ وَصَارَ أَهْلُ دِينِهِ يَتَصَدَّقُونَ عَلَيْهِ طَرَحَتْ جِرَّتُهُ، وَعَيْلٌ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ، وَغِيَابُهُ مَا قَامَ بِدَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ خَرَجُوا إِلَى غَيْرِ دَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الْإِسْلَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ النَّفَقَةُ عَلَى غِيَابِهِمْ، وَإِنَّمَا عَبْدٌ مِنْ عِبِيدِهِمْ أَسْلَمَ أَقِيمَ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، فَبِيعَ بِأَعْلَى مَا يَقْدَرُ عَلَيْهِمْ فِي غَيْرِ الْوَكْسِ وَلَا تَعَجِيلٍ - وَدُفِعَ ثَمَنُهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ كُلُّ مَالٍ بَسُوا مِنَ الزَّيِّ إِلَّا زَيَّْ الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَشَبَّهُوا بِالْمُسْلِمِينَ فِي لِبَاسِهِمْ - إِنَّمَا رَجُلٌ وَجِدَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ زَيِّْ الْحَرْبِ سُئِلَ عَنْ لُبْسِهِ ذَلِكَ فَإِنْ جَاءَ مِنْهُ بِمَخْرَجٍ لَا عُوقِبَ بِقَدْرِ مَا عَلَيْهِ مِنَ زَيِّْ الْحَرْبِ، وَشَرَطْتُ عَلَيْهِمْ جَبَايَةَ مَا صَالَحْتَهُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَدْفُؤُوهُ إِلَى بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ عَمَّالَهُمْ مِنْهُمْ، فَإِنْ طَلَبُوا عَوْنًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أُعِينُوا بِهِ، سُنَّةُ الْعَوْنِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ -“ اخرجہ الامام ابو یوسف ایضا (ص ۱۶۹ و ۱۷۳)۔

وہذا مختصر، وفيه ارسال، ولكن احتجاج المجتهد به اغنانا عن الاسناد۔

ع کرنا۔ پھر اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو وہ اپنے عہد پر رہیں گے۔ ان شرائط پر پابندی کی وجہ سے ان کے لئے اللہ کا عہد و پیمان ہوگا جو ان کے عہدوں سے زیادہ سخت ہے جو کسی نبی کے ذریعے کیا گیا۔ اور ان پر اسی طرح ہوگا کہ وہ مخالفت نہ کریں۔ پھر اگر وہ مغلوب ہو جائیں تو کسی گنجائش و وسعت میں ہونگے جو وسعت اہل ذمہ کو ہوتی ہے اور جن چیزوں کا ان کو حکم دیا گیا ہے تو ان کے لئے ان امور میں مخالفت حلال نہیں۔ اور ہر اس شخص سے جزیہ ختم کر دیا گیا ہے جو اتنا بوڑھا ہو کہ کام نہ کر سکتا ہو یا جسے آفتوں میں سے کوئی آفت آ پہنچی ہو یا جو سے دار ہو اور پھر غریب ہو گیا ہو اور اس کے دین والے اس پر صدقہ کرتے ہوں۔ اور ایسے شخص کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے جانی گی اور یہ کفالت اس وقت ہوگی جب تک وہ دارالہجرت یا دارالاسلام میں رہے گا، اور اگر وہ دارالہجرت یا دارالاسلام کے علاوہ کسی جگہ چلے گئے تو ان کی عیال داری پر خرچ کرنا مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگا۔ اور ان (ذمیوں/معاہدوں) کے غلاموں میں سے کوئی غلام بھی مسلمان ہو جائے تو اسے مسلمانوں کے بازاروں میں کھڑا کیا جائے گا اور اس کو اعلیٰ قیمت کے ساتھ جو وہ اندازہ لگاتے ہیں، بیچا جائے گا۔ قیمت میں کمی کئے اور بغیر جلدی کئے۔ اور اس کی قیمت اس کے مالک کو دی جائے گی اور انہیں لباس میں ہر قسم کے لباس کی اجازت ہوگی۔ جنگ کے لباس کے، بغیر اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے لباس میں مشابہت اختیار کریں۔ اور جس شخص پر جنگ کا لباس پہنا تو اس سے اس کے پہننے کی وجہ پوچھی جائے گی اگر اس کی طرف سے کوئی وجہ سامنے آئی تو فہماور نہ اسے اسی قدر سزا دی جائے گی جس قدر کہ اس پر جنگ کا لباس پہننے میں نے ان پر اس ٹیکس کی بھی شرط لگائی ہے جس میں میں نے ان سے صلح کی ہے یہ کہ وہ ٹیکس مسلمانوں کے

۴۲۰۲- حدثنا كثير بن هشام عن جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بعث حذيفة بن اليمان و سهل بن حنيف (قال ابو عبيد: هكذا قال كثير وانما هو عثمان بن حنيف) "قال: ففلجنا الارض بالجزية على اهل السواد- وقالوا: "من لم ياتنا ففتحتم في رقبته فقد برئت منه الذمة- قال: فحشدوا ففتحنا اعناقهم ثم فلجنا الجزية على كل انسان اربعة دراهم في كل شهر ثم حسبا اهل القرية وما عليهم، وقالوا لدهقان كل قرية على قريتك كذا وكذا فاذهبوا فتوزعوها بينكم- قال: فكانوا يأخذون الدهقان بجميع ما على اهل قرية"- رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۵۲ رقم ۱۲۴)- وسنده صحيح على شرط مسلم ورجاله كلهم رقيون-

۴۲۰۳- حدثني عبيد الله عن نافع عن اسلم مولى عمر عن عمر رضى الله عنه، "انه بيت المال میں ادا کریں ان حقوق کے عوض جو انہیں مسلمانوں سے حاصل ہیں۔ اگر وہ کسی طرح کی مسلمانوں سے مدد مانگیں گے تو ان کی مدد کی جائے گی اور اس مدد و تعاون کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے ہوگا۔ (کتاب الخراج لابن یوسف) اس میں ارسال ہے۔ لیکن مجتہد کا اس سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور ہمیں سند سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

۳۲۰۲- میمون بن مهران سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہ بن یمان اور سهل بن حنیف کو (ابو عبید کہتے ہیں کہ صحیح عثمان بن حنیف ہے) سواد عراق بھیجا تو ان دونوں نے جزیہ متعین کرتے ہوئے باشندگان سواد میں زمینیں تقسیم کر دیں۔ پھر انہوں نے اعلان کیا کہ جو ذی ہمارے پاس آ کر اپنی گردن پر ہم نہیں لگوائے گا تو ہم اس سے بری الذی ہیں (یعنی اس کے لئے کوئی امان نہیں) راوی کہتے ہیں کہ پس (یہ سن کر) ذی جمع ہو گئے چنانچہ انہوں نے ان کی گردنوں پر مہریں لگائیں۔ پھر انہوں نے ماہانہ فی کس چار درہم جزیہ متعین کیا۔ پھر انہوں نے ہستی والوں اور ان کی جزیہ کی رقم کا حساب لگایا اور ہر ہستی کے زمیندار کو اس کی ہستی کے ذمہ جزیہ کی واجب الادا رقم بتادی۔ (پھر ان سے کہا کہ) جاؤ اور اس رقم کو اپنی آبادی پر تقسیم کرلو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان (عالمین) کا دستور یہ تھا کہ وہ تمام گاؤں والوں کے ذمہ واجب الادا جزیہ کی رقم اس گاؤں کے زمیندار سے وصول کرتے (کتاب الاموال)۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۲۰۳- حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عالمین کو لکھا کہ ذمیوں کی گردنوں پر مہر لگاؤ۔ (کتاب الخراج) اس کی سند کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں بجز امام ابو یوسف کے اور وہ بھی امام مجتہد ہیں۔ اور ابو عبید نے بھی

کُتِبَ إِلَى عُمَالِهِ أَنْ يَخْتِمُوا رِقَابَ أَهْلِ الدِّمَةِ۔“ اخرجه الامام ابو یوسف فی ”الخراج“ له (ص ۱۵۳)۔ وسنده صحیح کلہم من رجال الجماعة غیر ابی یوسف وهو امام، واخرجه ابو عبید

(ص ۵۳) ایضا عن ابی المنذر و مصعب بن المقدام کلاهما عن سفیان عن عبید اللہ بہ۔

۴۲۰۴۔ حدثنا عبد الرحمن عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن اسلم ”أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَمَرَ

فِي أَهْلِ الدِّمَةِ أَنْ تُجَزَّ نَوَاصِيهِمْ وَأَنْ يَرْكَبُوا عَلَى الْأَكْفِ وَأَنْ يَرْكَبُوا عَرَضًا، وَأَنْ لَا يَرْكَبُوا

كَمَا يَرْكَبُ الْمُسْلِمُونَ، وَأَنْ يُوثِقُوا الْمَنَاطِقَ“، قال ابو عبید: یعنی الزنائر، اخرجه فی

”الاموال“ (ص ۵۳)، وسنده حسن، وذكره الحافظ فی ”التلخیص“ (۳۸:۲)، وسكت عنه۔

۴۲۰۵۔ حدثنا النضر بن اسماعیل عن عبد الرحمن بن اسحاق عن خليفة بن قيس،

قال: قال عمر رضی اللہ عنہ ليرفأ: ”اُكْتُبْ إِلَى أَهْلِ الْأَنْصَارِ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْ تُجَزَّ نَوَاصِيهِمْ، وَأَنْ

يَرْبُطُوا الْكِسْتَيْبِجَانَ فِي أَوْسَاطِهِمْ لِيَعْرِفَ زَيْهُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ“۔ رواه ابو عبید ایضا

(ص ۵۳)۔ والنضر مختلف في وثقه العجلي، و قال الدارقطني: صالح وابن عدی: ارجوانه لا

س بہ۔ وضعفه آخرون (تهذيب ۱: ۴۳۵) وعبد الرحمن ابن اسحاق من رجال مسلم

مختلف فيه وثقه كثيرون وضعفه آخرون و خليفة هو ابن حصين بن قيس احسبه وثقه

سنائي وابن حبان (تهذيب ۳: ۱۵۹) فلا سند حسن، ان شاء الله تعالى۔

کتاب الاموال میں دوسندوں سے اسے راویت کیا ہے۔

۳۲۰۳۔ اسلم (بی) سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹ دیے جائیں

یہ کہ جب وہ سوار ہوں تو نمودن پر بیٹھیں اور سواری پر عرضاً سوار ہوں اور مسلمانوں کی طرح سواری پر نہ بیٹھیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیشیاں

کس لیا کریں۔ ابوسعید فرماتے ہیں کہ پیلیوں سے مراد زنا رہیں (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ نے تلخیص میں اسے ذکر

کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں بھی یہ حسن یا صحیح ہیں)۔

۳۲۰۵۔ خلیفہ بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یرفأ سے فرمایا کہ ملک کے تمام بڑے شہروں کے اہل کتاب باشندوں کے

مختص یہ ہدایت نامہ جاری کر دو کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹ دیے جائیں اور یہ کہ وہ اپنی کمر میں پیشیاں باندھیں تاکہ مسلمانوں کے

عرز لباس سے ان کا طرز لباس (جداگانہ حیثیت رکھے اور) پہچانا جاسکے۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۰۶- حدثنی عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیہ "ان عمر بن عبدالعزیز کتب الی غایب لہ: اما بعد! فلا تدعن صلیبنا ظاہرا الا کسیرا ومحق ولا یرکبن یہودی ولا نصرانی علی سرج ولیرکب علی اکاف، وتقدم فی ذلک تقدما بلیغا، وامنع من قبلک فلا یلبس نصرانی قباء ولا ثوب خز ولا عصی، وقد ذکر لی ان کثیرا ممن قبلک من النصارى قد راجعوا لبس العمائم وترکوا المناطیق علی اوساطہم، واتخذوا الجمام والوفر وترکوا التقصیص، ولعمری لئن کان یضنع ذلک فیما قبلک، ان ذلک بک لضعف وعجز، ومصالغة وانہم جین یراجعون ذلک لیعلموا ما انت، فانظر کل شیء نہیت عنه فاحسبم عنه من فعلہ والسلام"۔ رواہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ۱۵۲)، وسندہ حسن۔

۴۲۰۷- حدثنی کامل بن العلاء عن حبیب بن ابی ثابت "ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعث عثمان بن حنیف علی مساحۃ ارض السواد ففرض علی کل جریب ارض غایب او غایب درہما وفقیزا، وختم علی علوج السواد فختم خمس مائۃ الف علی الطبقات

۴۲۰۸- ثابت بن ثوبان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے (کسی) عامل کو خط لکھا کہ "حمد و صلوة کے بعد، تجھے جو بھی صلیب ظاہر نظر آئے تو اسے توڑ دے اور تیس نہس کر دے۔ اور کوئی یہودی یا نصرانی زین پر سوار نہ ہو، بلکہ پالان پر سوار ہو، اور اس کام میں خوب آگے بڑھو (یعنی خوب ان سے پابندی کراؤ) اور اپنے سے پہلے لوگوں کو روک پس کوئی نصرانی نہ قباہ پہنے نہ ریشم کا کپڑا نہ عمامہ (پگڑی) اور مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے قبل کے نصاریٰ نے دوبارہ پگڑی پہننی شروع کر دی ہے اور انہوں نے اپنی کمروں پر کمر بند (پٹی) باندھنی چھوڑ دی ہے اور انہوں نے جہ اور دفرہ بال رکھنے شروع کر دیے ہیں اور انہوں نے بال بڑھانے چھوڑ دیے ہیں۔ اور میری عمر کی قسم اگر یہ تمہارے سامنے کیا جاتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں کمزوری اور عجز ہے اور مذہمت ہے اور تحقیق جب وہ یہ کام دوبارہ کریں گے تو وہ یہ جان لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں۔ پس خیال رکھو ہر اس چیز کا جس سے آپ کو روکا گیا ہے اور کات دو اور روک دو اس سے ہر اس شخص کو جو یہ کرے۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۰۹- حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد (عراق) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔ پس انہوں نے ہر آباد اور بے آباد زمین کے ایک ایکڑ پر ایک درہم اور ایک قفیز (جزیہ) مقرر فرمایا۔ آپ نے سواد کے موٹے صحت مند لوگوں پر نشان لگوائے۔ اس طرح پانچ لاکھ مستند کافروں پر مختلف طبقات (اڑتالیس، چوبیس اور بارہ) کے حساب سے نشان لگائے



ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ وَائْتَنِي عَشَرَ فَلَمَّا فَزَعُ مِنْ عَرْضِهِمْ دَفَعَهُمْ إِلَى الدَّهَاقِينِ وَكَسَرَ الْخَوَاتِيمَ“، رواه الامام ابو يوسف ايضا (ص ۱۵۳)، وهو مرسل صحيح۔

۴۲۰۸ - حدثنا ابو اليمان حدثنا ابوبكر بن عبدالله ابن ابى مريم عن حكيم بن عمير "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ   تَبَرَّأَ إِلَى أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ مَعْرِةِ الْجَيْشِ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۱۵۱ رقم ۴۲۴)، وابوبكر ابن ابى مريم ضعيف ولكن له شاهدة۔

۴۲۰۹ - حدثنى عبدالله بن سعيد بن ابى سعيد (المقببرى) عن جده "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ   كَانَ إِذَا صَلَّحَ قَوْمًا اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ أَنْ يُؤْذُوا الْخَرَاجَ كَذًا وَكَذَاءً، وَأَنْ يَقْرُوا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَأَنْ يَهْذُوا الطَّرِيقَ وَلَا يُمَالِنُوا عَلَيْنَا عَدُوَّنَا، وَلَا يُؤْزُوا النَّاسَ مُحَدِّثًا، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَهُمْ

اور جب ان کی پیش اور جائزہ سے فارغ ہوئے تو ان کو علاقہ کے زمینداروں کے سپرد کیا اور نشانات کو توڑ دیا۔ (کتاب الخراج)۔ یہ مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** الغرض ان آثار و احادیث سے معلوم ہوا کہ ذمی لوگ لباس، سواری، ٹوپیاں، زینوں اور بیٹ میں مسلمانوں سے امتیاز اختیار کریں گے اور وہ گھوڑے پر سوار ہونگے نہ اعلیٰ زینوں پر اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا کہ ان کا حقیر ہونا ظاہر ہو اور کمزور عقیدے کے مسلمان محفوظ رہیں اور اس لئے کہ مسلمانوں کا اکرام کیا جاتا ہے اور ذمیوں کی اہانت کی جاتی ہے۔ ان کی عورتیں بھی ہماری عورتوں سے راستوں میں امتیاز اختیار کریں گی اور ان کے گھروں پر کوئی نشانی لگائی جائے گی تاکہ کوئی سائل ان کے گھر پر جا کر مغفرت کی دعاء ان کے لئے نہ کرے۔ لیکن یہ تمام شرائط اس وقت ہیں کہ جب ان پر فتح پائی جائے۔ اور اگر ان سے صلح کی جائے تو پھر جن شرائط پر معاہدہ ہو جائے وہی ٹھیک ہیں یعنی ان شرائط میں سے کچھ کو چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں صلح کرتے وقت حضرت عمرؓ کے عمل و معاہدوں کو مد نظر رکھا جائے کیونکہ وہ اس باب میں مقتدی ہیں اور امام کوئی ایسی مداخلت نہ کرے جس سے شروط عمرؓ کا خلاف لازم آئے۔ واللہ اعلم۔

۴۲۰۸ - حکیم بن عمیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں سے، لشکر سے بچنے والے نقصان کی ذمہ داری لینے سے براءت کا اظہار کیا تھا۔ (کتاب الاموال) اس میں ایک راوی ضعیف ہے لیکن اس کا شاہد موجود ہے۔

۴۲۰۹ - عبد اللہ بن سعید مقبری اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب کسی قوم سے صلح کرتے تو ان پر یہ شرط لگاتے کہ وہ اتنا خراج (جزیہ) دیں گے۔ اور یہ کہ وہ (ان کے پاس سے گزرنے والے کسی بھی مسلمان کی) تین دن مہمانی کریں گے۔ اور راہ گم کردہ مسلمانوں کی راہنمائی کیا کریں گے۔ اور ہمارے دشمن کی ہمارے خلاف مدد نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ وہ غنی بات کے

أَمِنُونَ عَلَى دِمَائِهِمْ، وَنِسَائِهِمْ وَأَبْنَاءِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَلَهُمْ بِذَلِكَ ذِمَّةُ اللَّهِ، وَذِمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ بِرَأْيِ بْنِ مَعْرَةَ الْجَبِيشِ - رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص ۴۶)، وعبدالله بن سعيد المقبرى ضعيف، وقال البزار: فيه لين (تهذيب ۵: ۲۳۸)، وقد تايد بما قبله۔

۴۲۱۰ - حدثنى هشام بن عمار عن الوليد عن مسلم عن خالد بن يزيد بن ابى مالك عن ابيه قال: "كَانَ الْمُسْلِمُونَ بِالْجَابِيَةِ وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ يُخْبِرُهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا فِي عَيْنِهِ فَخَرَجَ عُمَرُ حَتَّى لَقِيَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَحْمِلُ تَرْسًا عَلَيْهِ عِنَبٌ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: وَأَنْتَ أَيْضًا؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَدْ أَصَابَتْنَا جَاعَةٌ فَأَنْصَرَفَ عُمَرُ فَأَمَرَ لِصَاحِبِ الْكُرْمِ بِقِيَمَةِ عَيْنِهِ" - رواه ابو عبيد ايضا (ص ۵۱)، و خالد بن يزيد بن عبدالرحمان بن ابى مالك ضعيف (تقريب ۳-۱۲۷) وثقه ابوزرعة واحمد بن صالح والعجلي (تهذيب ص ۱۴۳)، ولو لا عنعنة الوليد لحكمت بحسن الاسناد مع ارساله، فان

ہمارے لئے ذمہ دار نہ ہونگے۔ اگر وہ اس طرح (ان شرائط پر) عمل کریں گے تو ان کے خون، ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کے بارے میں امن حاصل ہوگا اور اس کے عوض ان کے لئے اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری ہوگی (اور ہم اس عہد و ذمہ داری کو پورا کریں گے) اور ہم (اسلامی) لشکر سے پہنچنے والے نقصان سے بری الذمہ ہیں (کتاب الخراج) عبد اللہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

فائدہ: لشکر سے پہنچنے والے نقصان سے مراد فوجی نقل و حرکت کے باعث فضلوں اور باغات کا نقصان ہے، نیز امیر کی اجازت کے بغیر لشکر کا کسی بستی والوں سے لڑنا وغیرہ شامل ہے۔

۴۲۱۰ - يزيد بن ابى مالك فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے جابیہ (مقام) میں تھی۔ اس دوران ایک ذمی شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آکر بتایا کہ (مسلمان) لوگ اس کے انگور تیزی سے لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس طرف نکل گئے جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ اپنی ڈھال میں انگور بھرے اٹھائے لے جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا "ارے تو بھی یہ حرکت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا اے امیر المؤمنین! ہم فاتحہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ پس حضرت عمرؓ واپس ہوئے اور انگور والے کو اس کے انگوروں کی قیمت دینے کا حکم دیا۔ (کتاب الاموال)۔ خالد بن يزيد مختلف فیہ ہیں۔ اگر ولید کا عنوہ نہ ہوتا تو یہ حدیث مرسل حسن ہوتی (اور ارسال ہمارے ہاں مضربیں)۔

یزید بن عبدالرحمن لم یدرک عمر رضی اللہ عنہ

۴۲۱۱- حدثنی عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیہ "قال: کَتَبَ عَدِیُّ بْنُ ارطاة- عاملُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیزِ- إِلَیْهِ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أُنَاسًا قَبْلَنَا لَا يُؤَدُّونَ الْخُرَاجَ حَتَّى يَمَسُّهُمْ شَيْءٌ مِنَ الْعَذَابِ فَكَتَبَ إِلَیْهِ عُمَرُ، أَمَّا بَعْدُ! فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ مِنْ إِسْتِئْذَانِكَ إِيَّایَ فِی عَذَابِ الْبَشَرِ کَأَنِّی جُنَّةٌ لَكَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ وَكَأَنَّ رِضَایَ یُنْجِیْكَ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ، إِذَا آتَاكَ كِتَابِی هَذَا فَمَنْ أَعْطَاكَ مَا قَبْلَهُ عَفَوْا وَلَا فَاحِلِفُهُ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ یُلْقُوا اللَّهَ بِجَنَائِبِهِمْ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِعَذَابِهِمْ وَالسَّلَامُ"۔ "قَالَ: وَآتَى عُمَرَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! أُرْغَمْتُ زَرْعًا فَمَرَّ بِهِ جَبِشٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَأَفْسَدُوهُ، قَالَ: فَعَوَّضَهُ عَشْرَةَ آلَافٍ۔ رواه الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ۱۴۳)، وسنده حسن۔

۴۲۱۲- حدثنا هشیم و مروان بن معاوية عن اسماعیل بن ابی خالد عن الحارث

۳۲۱۱۔ ثابت بن ثوبان فرماتے ہیں کہ عدی بن ارطاة نے جو کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کے عامل تھے، عمر بن عبدالعزیزؓ کو خط لکھا "اما بعد! ہمارے یہاں لوگ خراج نہیں دیتے جب تک کہ ان کو کوئی تکلیف، سزا نہ دی جائے" (جواب میں) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو لکھا "اما بعد! انتہائی تعجب ہے کہ آپ مجھ سے اس طرح انسانی عذاب و سزا کی بابت اجازت لینا چاہتے ہیں گویا کہ میں اللہ کے عذاب سے تیرے لئے ڈھال ہوں گا اور گویا کہ میری رضا تجھے اللہ کی ناراضگی سے بچالے گی؟ (ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا) جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے پس جو شخص تجھے وہ کچھ دے جس کا وہ ضامن ہو اس حال میں کہ وہ مال (اس کی ضروریات زندگی سے) زائد ہو (تو ٹھیک ہے) ورنہ (اطمینان قلب کے لئے) اس سے قسم لے لے۔ اللہ کی قسم لوگو! ذمیوں کا اپنے جرموں کے ساتھ اللہ کے پاس جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اللہ سے ان کی سزا کے ساتھ ملوں۔ والسلام۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ (بن عبدالعزیز) کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے ایک کھیت سے فصل کاٹی اور شامیوں کا ایک لشکر وہاں سے گزر رہا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اسے دس ہزار (درہم) معاوضہ دلایا۔ (کتاب الخراج) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یہ ہے عدل اسلامی جسکی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی کہ باوجود براءت کے اعلان کے پھر بھی اس نقصان کی تلافی کی

جاری ہے۔

۳۲۱۲۔ ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ عراق کے باشندوں میں سے ایک شخص شراب کی تجارت

بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی "قال: بَلَغَ عُمَرُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ قَدْ أَثَرَى فِي بَجَاةِ الْخُمْرِ فَكَتَبَ: أَنْ أَكْبِرُوا كُلَّ شَيْءٍ قَدَرْتُمْ لَهُ عَلَيْهِ، وَسَيِّرُوا كُلَّ مَا شِئْتُمْ لَهُ، وَلَا يُؤْوِينَ أَحَدًا لَهُ شَيْئًا"۔ اخرجہ ابو عبید فی "الاموال" (ص ۹۶)، وسنده صحیح۔

۴۲۱۳۔ حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن المثنی بن سعید (هو الضبی) قال: "كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - وَهُوَ غَابِلُهُ عَلَى الْكُوفَةِ - أَنْ لَا تَحْمَلَ الْخُمْرُ مِنْ رُسْتَايَ إِلَى رُسْتَايَ وَمَا وَجَدْتُ مِنْهَا فِي السُّفْنِ فَصَيَّرَهُ خَلًا، فَكَتَبَ عَبْدُ الْحَمِيدِ إِلَى غَابِلِهِ بِوَسْطِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ بِذَلِكَ فَاتَى السُّفْنَ فَصَبَّ فِي كُلِّ رَاقٍ مَاءً وَبَلَّحًا فَصَيَّرَهُ خَلًا"۔ رواه ابو عبید ایضا (ص ۱۰۲)، وسنده صحیح۔

۴۲۱۴۔ حدثنی ابو نعیم عن شبل بن عباد عن قیس بن سعد "قال: سَمِعْتُ طَاوُسًا يَقُولُ: لَا يَنْبَغِي لِبَيْتِ رَحْمَةٍ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَيْتِ عَذَابٍ"۔ اخرجہ ابو عبید ایضا (ص ۱۹۵) وسنده صحیح۔

میں بڑا نفع کا کر امیر بن گیا ہے تو انہوں نے (عال کو) لکھا "اس کی ہر چیز جس تک تمہاری رسائی ہو توڑ ڈالو۔ اس کے تمام چوپایوں ہانک کر لے آؤ اور (دیکھو) اس کی کسی چیز کو کوئی پناہ نہ دے۔" (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۱۳۔ ثنی بن سعید ضبی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے کوفہ میں اپنے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمن کو (ہدایت نامہ) تحریر کیا کہ شراب ایک بستی سے دوسری بستی میں منتقل نہ کی جائے۔ اور جو شراب تمہیں کشتیوں میں ملے اسے سرکہ میں تبدیل کر دو۔ چنانچہ عبدالحمید نے واسطہ میں اپنے عامل محمد بن المنشر کو یہی حکم لکھ بھیجا، پس انہوں نے خود کشتیوں کا جائزہ لیا اور ہر شراب کے ڈرم میں پانی نمک ڈال کر اسے سرکہ میں تبدیل کر دیا۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** چونکہ ان کو پینے کی اجازت تھی لیکن بیچنے کی یا نقل کرنے کی اجازت نہ تھی اس لئے اسے سرکہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ دوسرے چونکہ یہ ذی کمال تھا اس لئے سرکہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور اگر مسلمان کا مال ہوتا تو اسے ضائع کر دیتے۔ یہی حکم حضرت علیؓ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے مروی ہے۔ (کافی البخاری) البتہ اس بستی میں شراب کی بیچ کی اجازت ہو سکتی ہے جس میں اکثریت ذمیوں کی ہو۔ ہدایہ اور کتاب الخراج ابو یوسف سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

۳۲۱۳۔ قیس بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس کو یہ فرماتے سنا کہ کسی خانہء رحمت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی خانہ



۴۲۱۵- حدثنا عبد الوهاب بن عطاء عن هشام الدستوائي عن قتادة عن الحسن عن الاحنف بن قيس: "أَنَّ عُمَرَ رضي الله عنه اشْتَرَطَ الصِّيَافَةَ عَلَى أَهْلِ الدِّمَةِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَأَنْ يَخْلُجُوا الْقَنَاطِرَ، وَإِنْ قُتِلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِأَرْضِهِمْ فَعَلَيْهِمْ دِيَّتُهُ"۔ رواه ابو عبید (ص ۱۴۵) ایضا و سندہ صحیح علی شرط مسلم۔ و رواہ احمد ایضا (المغنی ۱۰: ۶۰۷)۔

۴۲۱۶- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد عن سهيل بن عقيل عن عبد الله بن هبيرة السبائي "قَالَ: صَلَّحَ عُمَرُ بْنُ الْعَاصِ أَهْلَ انْطَابُلُسَ وَهِيَ مِنْ بِلَادِ بَرْقَةَ بَيْنَ قَرْيَتَيْهِ وَمِصْرَ عَلَى الْجَزْيَةِ عَلَى أَنْ يَبْعُو مِنْ أَبْنَائِهِمْ مَا أَحْبَبُوا فِي جَزْيَتِهِمْ"۔ رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۱۴۶)۔ و رجالہ ثقات و لم اعرّف سهیل بن عقیل هذا، و لكن الليث اجل من ان يروى عنن لا يحتج به عنده، وهو امام مجتهد، وله شاهد۔

۴۲۱۷- حدثني محمد بن سعد عن الواقدي عن شرحبيل بن ابى عون عن عبد الله بن هبيرة "قَالَ: لَمَّا فَتَحَ عُمَرُ بْنُ الْعَاصِ الْأَسْكَندَرِيَّةَ سَارَ فِي جُنْدِهِ يُرِيدُ الْمَغْرِبَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى كَنْدُكٍ"۔ (كتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اسلامی مملکت میں مساجد کے نزدیک غیر مسلموں کے عبادت خانے نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ شرط شریعہ میں مذکور ہے اور اسی پر عمل اور اجماع ہے۔

۴۲۱۵- احنف بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے (صلح کی شرائط میں) ذمیوں پر ایک دن رات کی ضیافت کی شرط رکھی نیز یہ (شرط لگائی) کہ وہ پلوں کی مرمت کریں گے اور یہ کہ اگر ان کے علاقے میں کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس کی دیت ان پر ہوگی۔ (كتاب الاموال) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۴۲۱۶- عبد اللہ بن حبیرہ السبائی فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے انطاکیہ (جو افریقہ اور مصر کے درمیان برقعہ کا علاقہ ہے) سے جزیہ دینے پر جو صلح کا معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط بھی تھی کہ وہ اپنے جزیہ کی رقم کے عوض اپنے بیٹوں میں سے جسے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔ (كتاب الاموال) اس کے راوی ثقہ ہیں اور سہیل بن عقیل کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن ایٹ قابل احتجاج شخص سے روایت کرتے ہیں اور وہ خود امام مجتہد ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے۔

۴۲۱۷- عبد اللہ بن حبیرہ کہتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کا علاقہ فتح کر کے اپنے لشکر کے ہمراہ مغرب کے ارادہ

بَرْقَة - وهی مدینة انطا بُلُس - فَصَالَحَ اَهْلَهَا عَلٰی الْجِزْيَةِ، وَهِيَ ثَلَاثَةُ عَشَرَ اَلْفَ دِينَارٍ يَبِيعُونَ فِيْهَا مِنْ اَبْنَائِهِمْ مَنْ اَحْبَوْا بَيْعَهُ - رواه البلاذرى فى "الفتوح" (ص ۲۳)، وشرحبیل بن ابی عون هو مولى ام بكر بنت المسور بن مخرمة، ذكره ابن يونس فى المصریین (تعجيل المنفعة ص ۱۷۷)، ولم يذكره بجرح ولا تعديل -

۴۲۱۸ - حدثنا ابو عبيد القاسم بن سلام حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب: "أَنَّ عُمَرَو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ فِى شَرْطِهِ عَلَى أَهْلِ لَوَاثَةَ مِنْ اَلزَّبْرِ مِنْ أَهْلِ بَرْقَة إِنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبِيعُوا اَبْنَاءَكُمْ وَنِسَائَكُمْ فِيمَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْجِزْيَةِ" - رواه البلاذرى فى "الفتوح" (ص ۳۳۳) - وهذا مرسل صحيح رجاله كلهم ثقات، واخرجه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۱۸۴) عن الليث بن سعد، ولم يذكر يزيد -

۴۲۱۹ - حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد "قال: إِنَّمَا الصُّلْحُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ النُّوبَةِ عَلَى أَنْ لَا تُقَاتِلَهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَا وَأَنْهُمْ يُعْطُونَنَا دَفِينًا وَنُعْطِيهِمْ طَعَامًا - قَالَ: وَإِنْ بَاغُوا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَائَهُمْ لَمْ اَرْبَأْسَا عَلَى النَّاسِ أَنْ يَشْتَرَوْا مِنْهُمْ - قال الليث: وَكَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ اَلانصارى لَا يَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا" اه - رواه ابو عبيد ايضا (ص ۱۴۶)، وفيه دليل على ان الليث

سے نکلے اور برق کے علاقے میں پہنچے (جوانطا بلس کا شہر ہے) تو برق والوں سے جزیہ پر صلح کی جو تیرہ ہزار دینار بنتا تھا۔ (جنس میں اس بات کی گنجائش تھی کہ) وہ جزیہ کے عوض اپنے بیٹوں میں سے جس بیٹے کو چاہیں بیچ سکتے ہیں۔ (فتوح بلاذری)۔

۳۲۱۸ - یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے اہل برقہ میں سے لواتہ علاقہ کے بربروں پر (صلح کرتے ہوئے) یہ شرط لگائی تھی کہ تم (ذی لوگ) اپنے اوپر واجب ہونے والے جزیہ کے عوض اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بیچ سکتے ہو۔ (فتوح بلاذری) اور ابو عبید نے بھی لیث سے اسے روایت کیا ہے اور حبیب کا ذکر نہیں کیا۔

۳۲۱۹ - لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمارے اور نوہ کے درمیان باہم جنگ نہ کرنے پر صلح تھی اور یہ کہ وہ ہمیں آٹا دیتے رہیں اور ہم انہیں غلہ اور کھانے کی چیزیں دیتے رہیں۔ لیث کہتے ہیں کہ اگر وہ (جزیہ کے عوض) اپنی عورتیں اور بچے فروخت کریں تو میرے خیال میں لوگوں پر اس کا سودا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیث کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید انصارى اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (کتاب الاموال)۔

و یحییٰ بن سعید قد احتجبا ما رواه سهیل عن عبد الله بن هبيرة عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۴۲۲۰- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ﴿صَالَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى نَفَى حُلَّةٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ: عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا﴾۔ اخرجہ ابو داود وسکت عنه وهو من رواية السدي عن ابن عباس قال المنذرى: فى سماعه منه نظير۔ ولكن له شواهد (نيل الاوطار ۶۸:۷)۔ وقد تقدم الحديث فى اول ابواب الجزية، وذكرنا هناك ان لا نظير فى سماعه منه۔

۴۲۲۱- واخرج ابو عبيد فى "الاموال" (ص ۱۸۸) بسند حسن عن عروة بن الزبير مرسلًا ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ لِأَهْلِ نَجْرَانَ- وَفِيهِ- فَمَنْ أَكَلَ الرِّبَا مِنْ ذِي قَبْلِ فَلَيْمَتِي مِنْهُ بُرْنَةً﴾

۴۲۲۲- عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: ﴿لَا تَبْدَأُوا النَّيْهَودَ وَالنَّصَارَى بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِى طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِهَا﴾۔ متفق عليه (نيل الاوطار ۲۷۷:۷)۔

۴۲۲۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نجران والوں سے دو ہزار کپڑوں کے جوڑوں (یعنی چادروں کے جوڑوں) پر صلح کی۔ پھر وہ طویل حدیث میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ (یہ صلح) اس شرط پر تھی کہ ان کا کوئی عبادت خانہ (جو پہلے سے بنا ہوا ہے) نہیں گرایا جائے گا۔ نہ ان کے کسی عالم کو نکالا جائے گا۔ اور نہ ہی ان (ذمیوں) کو ان کے دین سے زبردستی پھیرا جائے گا۔ (یعنی ان کے دین میں مداخلت نہ ہوگی) جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ نکالیں (یعنی کوئی سازش یا بغاوت نہ کریں) یا سود خوری نہ کریں۔ ابو داؤد نے سے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۴۲۲۱۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں عروہ بن الزبیر سے سند حسن کے ساتھ مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اہل نجران کے لئے صلح نامہ لکھا تو اس میں یہ شرط بھی تھی کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرنے والے سے سود کھائے گا یعنی لے گا تو وہ میری ذمہ داری اور امان سے خارج ہو جائے گا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۲۲۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ سے سلام میں پہل مت کیا کرو۔ جب تم ان سے راستے میں ملو تو انہیں تنگ راستے کی طرف دبا دو (یعنی انہیں راستے کے ایک جانب میں چلنے پر مجبور کیا جائے) (بخاری و مسلم)۔

۴۲۲۳- عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ﴾ متفق عليه، وفي رواية لاحمد: ﴿فَقُولُوا: عَلَيْكُمْ﴾ بغير واو (نیل الاوطار ۷: ۲۷۷)۔

۴۲۲۴- عن انس رضی اللہ عنہ ايضا "قَالَ: كَانَ غَلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَرِضَ فَاتَانَهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوذُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمَ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ - وَهُوَ عِنْدَهُ - فَقَالَ لَهُ: أَطِيعِ أَبَا الْقَاسِمِ! فَاسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، وَهُوَ يَقُولُ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بَنِي مِنَ النَّارِ﴾"۔ رواه احمد والبخارى وابوداود (نیل الاوطار ۷: ۲۷۹)۔

۴۲۲۵- عن عياض الاشعري عن ابى موسى رضی اللہ عنہ "أَنَّهُ اسْتَكْتَبَ نَصْرَانِيًّا فَانْتَهَرَهُ عُمَرُ وَقَرَأَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ الْآيَةَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: وَاللَّهِ مَا تَوَلَّيْتُهُ، وَإِنَّمَا كَانَ يَكْتُبُ فَقَالَ: أَمَا وَجَدْتُ فِي أَهْلِ الْإِسْلَامِ مَنْ يَكْتُبُ؟ لَا تَدْنُهُمْ إِذًا أَقْصَاهُمْ اللَّهُ، وَلَا تَاتِمْنَهُمْ إِذْ خَوَّنَهُمْ اللَّهُ وَلَا تُعِزَّهُمْ بَعْدَ أَنْ أَذَلَّهُمُ اللَّهُ"۔ رواه البيهقي وسكت عنه الحافظ في "الفتح" (۱۶۰: ۱۳) فهو صحيح او حسن۔

۴۲۲۳- انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں اہل کتاب سلام کہیں تو تم (جواب میں) وعلیکم کہو (بخاری و مسلم) اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ تم انہیں (جواب میں) علیکم کہو۔

۴۲۲۴- انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ ایک یہودی غلام حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس دوران وہ بیمار ہوا تو حضور ﷺ عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے سر ہانے بیٹھ کر فرمایا "مسلمان ہو جا"۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ کو دیکھا تو اس نے اس سے کہا کہ ابوالقاسم (حضور ﷺ کی کنیت ہے) کی اطاعت کر پس وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے (وہاں سے) نکلے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس کو آگ سے بچا لیا ہے۔ (احمد، بخاری۔ ابوداؤد)۔

۴۲۲۵- عیاض اشعری سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کسی نصرانی سے کچھ لکھوا رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں جھڑکا کہ یہ آیت پڑھی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ (کہ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ قسم بخدا! میں نے اس سے دوستی تو نہیں کی۔ وہ تو صرف لکھ رہا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تجھے مسلمانوں میں کوئی لکھنے والا شخص نہ ملا۔ (یاد رکھو) جب اللہ نے انہیں دور کر دیا ہے تو آپ ان کے نزدیک مت ہو۔ اور جب اللہ نے ان کو خائن کہہ دیا تو تم انہیں امتین مت بناؤ۔ اور جب اللہ نے ان کو ذلیل و رسوا کر دیا تو تم انہیں عزت دار مت بناؤ۔ (بیہقی) حافظ نے فتح الباری میں اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔



۴۲۲۶- حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن شریک عن ابی ہلال الطائی عن وسق الرومی قال: کُنْتُ مَمْلُوكًا لِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَكَانَ يَقُولُ لِي: أَسْلِمَ فَإِنَّكَ إِنْ أَسْلَمْتَ سَتَعْنُتَ بِكَ عَلَى أَمَانَةِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَسْتَعِينَ عَلَى أَمَانَتِهِمْ مَنْ لَيْسَ بِهِمْ. قَالَ: فَأَبَيْتُ فَقَالَ: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ. قَالَ: فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ الْمُقْتَضَى وَقَالَ: إِذْهَبْ حَيْثُ شِئْتَ - رواه ابو عبید فی "الاموال" (۳۲۵:۱)۔

۴۲۲۷- عن حذیفہ رضی اللہ عنہ ضَرَبَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلًا قَالَ: "إِنَّ قَوْمًا كَانُوا أَهْلَ ضُعْفٍ وَسُكْنَةٍ قَاتَلَهُمْ أَهْلُ تَجَبَرٍ وَعَدَاءٍ فَأَظْهَرَ اللَّهُ أَهْلَ الضُّعْفِ عَلَيْهِمْ فَعَمِدُوا إِلَى عَدُوِّهِمْ فَاسْتَعْمَلُوهُمْ وَسَلَطُوهُمْ فَاسْخَطُوا اللَّهَ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ" - لاحمد بلین (جمع الفوائد ۳۵:۱)۔

باب الذمی اذا استکره المسلمة على نفسها فعليه من الحد ما على المسلم

۳۲۲۶- وقت روئی کہتا ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا غلام تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمایا کرتے کہ مسلمان ہو جا۔ اس لئے کہ اگر تو مسلمان ہو گیا تو میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے مددوں کا یعنی تجھے معاون مقرر کر دوں گا۔ اس لئے کہ میرے لئے مناسب نہیں کہ میں مسلمانوں کی امانت پر کسی ایسے شخص کو اپنا معاون بناؤں جو ان میں سے نہ ہو۔ وقت کہتا ہے کہ میں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ دین (اسلام) میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ وقت کہتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ تو جہاں چاہے چلا جا۔ (یعنی آزاد ہے)۔ (کتاب الاموال)

۳۲۲۷- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک مثال بیان کی کہ ایک قوم کمزور و عاجز تھی، ان سے ظالم و سرکش اور عداوت رکھنے والے لوگوں نے جنگ کی تو اللہ نے کمزور لوگوں کو ان پر غالب کر دیا۔ (لیکن) پھر انہوں نے اپنے دشمنوں کا قصد کیا تو (ان ظالم لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے) انہیں عامل مقرر کر دیا۔ اور ان کو (اپنے اوپر) مسلط کر کے اللہ کو اپنے اوپر قیامت کے دن تک کے لئے ناراض کر لیا۔ (مسند احمد)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کافروں ذمیوں کو عامل مقرر نہیں کرنا چاہیے اور نہ مسلمانوں کے کسی کام میں انہیں امین بنایا جائے۔ آج کل کے حکمرانوں کو چاہیے کہ کلیدی عہدوں پر کسی آدمی کو مقرر کرتے وقت اس اصول کو سامنے رکھیں۔

باب۔ اگر ذمی کسی مسلمان عورت سے زنا بالجبر کرے تو اس پر بھی وہی حد ہوگی جو مسلمان پر ہوتی ہے

۴۲۲۸- عن الشعبي عن سويد بن غفلة قال: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ - وَهُوَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ - بِالشَّامِ فَأَتَاهُ بُبْطَى مَضْرُوبٌ مَشْجُوعٌ يَسْتَعْدِي فَعَضِبَ وَقَالَ لَصْهَيْبٍ: اُنْظُرْ مَنْ صَاحِبُ هَذَا؟ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فَجَاءَ بِهِ - وَهُوَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ - فَقَالَ: رَأَيْتُهُ يَسُوقُ بَايْمَرًا مُسْلِمَةً، فَخَسَّ الْجِمَارَ لِيَصْرَعَهَا، فَلَمْ تَصْرَعْ ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَنِ الْجِمَارِ فَغَشِيَهَا فَفَعَلْتُ بِهِ مَا تَرَى قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ مَا عَلَيَّ هَذَا عَاهِدًا نَكُمُ فَامَرَ بِهِ فَصُلِبَ - ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ فَوَإِذِمَّةٌ مُحَدِّدٌ <sup>بِشَيْءٍ</sup> فَمَنْ فَعَلَ مِنْهُمْ هَذَا فَلَا ذِمَّةَ لَهُ - رواه البيهقي "التلخيص الحبير" (۳۸:۲) - ورواه ابو يوسف الامام في "الخراج" (ص ۲۱۲) من طريق مجالد عن الشعبي عنه - وزاد: فَأَنْكَشَفَتْ عَنْهَا ثِيَابُهَا فَجَامَعَهَا، وابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۸۱) من طريق مجالد ايضاً وزاد قال: قال سويد: فَذَلِكَ الْيَهُودِيُّ أَوَّلُ مَصْلُوبٍ رَأَيْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ - ومجالد فيه مقال، ووثقه بعضهم، وهو من رجال مسلم والاربعة -

۳۲۳۸ - سويد بن غفلة فرماتے ہیں کہ شام کے علاقہ میں ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھے (جبکہ وہ امیر المؤمنین تھے) اس دوران ایک شدید زخمی چٹا ہوا بھٹی آپ کے پاس آیا اور فریاد چاہنے لگا، آپ غضبناک ہوئے اور صہیبؓ سے فرمایا دیکھ اس کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ پس اس نے قصہ بیان کیا تو صہیب اس (مارنے والے) کو لائے تو وہ عوف بن مالک (اشجعی) تھے۔ عوف نے کہا کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان عورت کو ہانک رہا ہے۔ اس نے گدھے کو کچوکا دیا تاکہ عورت کو گرا دے۔ پھر جب وہ نہ گری تو عورت کو نبی دھکا دے دیا پس وہ (بیچاری) گدھے سے گر گئی اور یہ اس پر چڑھ گیا پس اس نے اس کے ساتھ وہ کیا جو آپ سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم بخدا اس (کرتوت کرنے) پر تو ہم نے تم سے صلح اور معاہدہ نہیں کیا تھا۔ لہذا آپ نے اسے سولی چڑھانے کا حکم دیا پس اسے سولی چڑھا دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی ذمہ داری اور عہد کو پورا کرو (یعنی ان کا خیال رکھو) لیکن ان میں سے جو شخص اس قسم کے فحش کام کرے ہوگا بس اس کے لئے کوئی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ (بیہقی)۔ کتاب الخراج میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عورت کے کپڑے کھل گئے پس اس مرد نے اس سے بد فعلی کی اور کتاب الاموال میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ سويد کہتے ہیں کہ یہ پہلا یہودی تھا جسے میں نے اسلام میں سولی پر چڑھتے دیکھا۔ اس میں مجالد راوی کوئی ناقدین نے ثقہ کہا ہے اور وہ مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے۔

۴۲۲۹- عن ابن جریج اخبرت ان ابا عبیدہ بن الجراح و ابا ہریرۃ رضی اللہ عنہما قتلا کتابیین ارادوا امرأۃ علی نفسہا مسلمۃ۔ رواہ عبد الرزاق (التلخیص الحبر ۲: ۳۸۰)، وهو مرسل صحیح و قال الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ۲۱۲): حدثنا داود بن ابی ہند عن زیاد بن عثمان: "أن رجلاً من النصارى استكره امرأة مسلمة على نفسها فرفع ذلك إلى أبي عبدة- فقال: ما على هذا ضالحناكم، فضرَبَ عُنُقَهُ"۔ وهذا شاهد جيد لمرسل ابن جریج۔

**باب یقتل الذمی رجلاً کان او امرأۃ اذا أعلن بسب اللہ و الرسول**

**بما لا یدینہ و کذا اذا طعن فی دین الاسلام بنحوہ**

۴۲۳۰- عن عکرمۃ نا ابن عباس رضی اللہ عنہما "أن أغمی کانت لہ أم ولید، تشتم نبي ﷺ وتقع فیہ، فینہاها فلا تنتہی، ویزجرها فلا تنزجر۔ فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی ﷺ وتشتمه فأخذ المغول قوضعه فی بطنہا، واتکا علیہا فقتلہا۔ وذكر ذلك بلنی ﷺ فقال: ﴿ألا إسهذوا إن دمه هذر﴾۔ رواہ ابو داود و سکت عنه والمنذری وقال :

۳۲۲۹۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور ابو ہریرہؓ نے دو اہل کتاب (ذمیوں) کو قتل کر دیا جنہوں نے ایک مسلمان عورت کے ساتھ غلط کام کرنے کا ارادہ کیا تھا (مصنف عبد الرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور کتاب خراج میں زیاد بن عثمان سے مروی ہے کہ ایک عیسائی (ذمی) شخص نے کسی مسلمان عورت سے زنا بالجبر کیا۔ پھر یہ مقدمہ ابو عبیدہؓ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا اس کو قوت پر تو ہم نے تم سے صلہ نہیں کی تھی۔ پس اس کی گردن اڑادی۔

**فائدہ:** یعنی اگر کوئی ذمی کسی مسلمان عورت سے جبراً زنا کرے تو اس کو بطور تعزیر قتل کیا جائے گا نہ کہ بطور نقض عہد کے۔

**باب۔ ذمی (خواہ مرد ہو یا عورت) جب اللہ یا حضور ﷺ کو علانیہ برا بھلا کہے یا**

**دین اسلام میں کسی بات کے ساتھ طعن کرے تو اسے قتل کیا جائے گا**

۳۲۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اندھے کی ام ولد (ام ولد وہ باندی ہے جس نے مالک سے بچہ جنا ہو) تھی جو حضور ﷺ کو برا بھلا کہتی اور (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی برائی میں مشغول رہتی۔ وہ اندھا اس سے منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی اور وہ اسے مٹا لیکن وہ اس کی ڈانٹ نہ سنتی۔ پس ایک رات جب وہ حضور ﷺ کی برائی میں مشغول تھی اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ رہی تھی تو اس

واخرجه النسائی (عون المعبود ۴: ۲۲۶)۔

۴۲۳۱- عن الشعبي عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه "ان يهودية كانت تشتم النبي صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فتحققها رجل حتى ماتت فابطل رسول الله صلى الله عليه وسلم دمهـا۔ رواه ابو داود و سكت عنه، و قال المنذرى: ذكر بعضهم ان الشعبي سمع من علي بن ابي طالب رضي الله عنه قال غيره انه رآه" (عون المعبود ۱: ۲۲۶ و ۲۲۷)۔

۴۲۳۲- عن ابي بردة رضي الله عنه قال: "اغلظ رجل لابي بكر الصديق قلت: ألا اقتله؟ فقال أبو بكر رضي الله عنه ليس هذا إلا لمن شتم النبي صلى الله عليه وسلم اخرجه ابن حزم فى "المحلى" (۱۱: ۴۱۰)۔  
واحتج به والحديث اخرجه ابو داود والنسائی بلفظ "قال: لا، والله ما كانت لبشر بعد محمد صلى الله عليه وسلم"، (عون المعبود ۴: ۲۲۷)۔

کے اندھے مالک نے نخر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر ٹکیہ لگا لیا اور اس طرح اسے قتل کر ڈالا۔ یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! گواہ رہو کہ اس کا خون معاف ہے (یعنی قصاص نہیں لیا جائے گا) (ابوداؤد و نسائی)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۴۲۳۱- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی بیان کرنے میں مشغول رہتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹا حتیٰ کہ وہ مر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون ضائع قرار دے دیا۔ ابوداؤد نے اسے روایت نہ کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۴۲۳۲- ابوبردہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے درشت کلامی کی اور انہیں سختی سے جھڑکا تو (ابوبردہ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ (اے ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ) کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ تو (جواب میں) ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ سزا تو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے والے کی ہے۔ (محلی ابن حزم) اور یہ حدیث ابوداؤد، اور نسائی میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ نہیں! قسم بخدا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی فرد کو برا بھلا کہنے کی وجہ سے برا بھلا کہنے والے کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ (یعنی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا ہی واجب القتل ہے اور غیر نبی کی توہین کرنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا)

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ لیکن تعجب ہے ابن حزم ظاہری اور اس کی روحانی اولاد پر جو احناف کی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کے عدم قتل کے قول کو



۴۲۳۳- عن عرفہ بن الحارث "أَنَّ دَعَا إِلَى الْإِسْلَامِ نَصْرَانِيًّا فَذَكَرَ النَّصْرَانِيُّ النَّبِيَّ ﷺ فَتَنَاولَهُ فَرَفَعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرُو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ عَرَفَةُ: مَعَاذَ اللَّهِ! أَنْ تَكُونَ أَعْطَيْنَاهُمُ الْعَهْدَ وَالْمَوَاقِيقَ عَلَى أَنْ يُؤْذُونَا فِي اللَّهِ وَرَسُولِهِ، إِنَّمَا أَعْطَيْنَاهُمُ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ كُنَائِسِهِمْ يَقُولُونَ فِيهَا مَا بَدَالَهُمْ - فَقَالَ عُمَرُو: "صَدَقْتَ" مختصراً، رواه الطبرانی فی الکبیر بلین (جمع الفوائد ۲: ۱۴)، وفی "مجمع الزوائد" (۲: ۲۶): رواه الطبرانی فی "الاوسط"، وفیه عبد اللہ بن صالح کاتب اللیث، وقد وثق وفیه ضعف وبقیۃ رجالہ ثقات اھ- قلت: فلا سند حسن۔

منسوب کرتے ہیں اور احناف پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی اپنی کج فہمی کا نتیجہ ہے اور یہی ظاہریت کا لازمی نتیجہ ہے کیونکہ احناف نے تو یہ کہا کہ اس سے نقض عہد نہیں ہوتا لیکن نقض عہد ہونے سے عدم قتل تو لازم نہیں آتا اور تعزیر کا لفظ قتل کو بھی شامل ہے اس لئے اس کا لا یتقزل کہنا اور اس کو احناف کی طرف منسوب کرنا صریح جھوٹ ہے۔

ہاں! اگر سمجھانے کے باوجود بھی برا بھلا کہنے والا باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ پہلی حدیث میں اندھے نے اپنی ام ولد کو بار بار توہین کرنے کے بعد مارا۔

باقی رہا توہین رسول سے عدم نقض عہد تو اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان مقتولین کے سامان کو مسلمانوں کے لئے فی نہیں بنایا۔

۳۲۳۳- عروہ بن حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک نصرانی کو اسلام کی دعوت دی تو وہ نصرانی حضور نبی کریم ﷺ کا برائی کے ساتھ ذکر کرنے لگا تو عروہ یہ مقدمہ عمرو بن العاصؓ کے پاس لے گئے تو عمرو بن العاصؓ فرمانے لگے کہ (میں اسے کیسے قتل کروں جبکہ) ہم نے انہیں امان کی ضمانت اور عہد دیا ہوا ہے۔ اس پر عروہ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم انہیں اس بات پر عہد و پیمان دیتے رہیں کہ وہ اللہ و رسول کی بابت ہمیں تکلیف دیتے رہیں (یعنی اللہ و رسول کو برا بھلا کہتے رہیں) ہم نے تو صرف اس بات کی انہیں ضمانت دی ہے کہ ہم ان کے اور ان کے عبادت خانوں کے درمیان رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ وہ جو وہاں چاہیں بکسیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا ہے۔ (طبرانی کبیر) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہنے سے عہد کا نقض صحابہؓ میں معروف نہ تھا۔ جب تک کہ برا بھلا نہ کہنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ جیسا کہ عمرو بن العاصؓ نے باوجودیکہ آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے عہد کے باقی رہنے کا ذکر کیا۔ گویا کہ ان کے ہاں نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنا کفر تھا لیکن نقض عہد نہیں کیونکہ جب کفر مقدار ان عہد سے مانع نہیں تو کفر طاری بھی رافع و ناقض عہد نہیں ہونا چاہیے اور یہی بعینہ احناف کا مسلک ہے۔

باب لا ینتقض العہد بدلالة الذمی اهل الحرب علی عوراتنا الا اذا

شرطنا علیہم ترکہا، وینتقض بمحاربة الامام او بالحق بدار الحرب مطلقاً

۴۲۳۴- حدثنا یزید بن ہارون عن ہشام بن حسان عن ابن سیرین "أَنَّ عُمَرَ بْنَ

الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَعْمَلَ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ أَوْ سَعِيدَ عَلِي طَائِفَةَ مِنَ الشَّامِ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ قَدَمَةٌ فَقَالَ يَا

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الرُّومِ مَدِينَةٌ يُقَالُ لَهَا: "عَرَبُ السُّوسِ"، وَأَنْهُمْ لَا يُخْفُونَ عَلَيَّ

عَدُونًا مِنْ عَوْرَاتِنَا شَيْئًا وَلَا يُظْهِرُونَنَا عَلَيَّ عَوْرَاتِهِمْ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَخَيِّرْهُمْ بَيْنَ

أَنْ تُعْطِيَهُمْ مَكَانَ كُلِّ شَاةٍ شَاتَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ بَعِيرٍ بَعِيرَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ شَيْءٍ شَيْئَيْنِ فَإِنْ

رَضُوا بِذَلِكَ، فَأَعْطِهِمْ وَخَرِبْنَهَا فَإِنْ أَنْوَأَ فَأَنْبِذْ إِلَيْهِمْ وَأَجْلِهِمْ سَنَةً، ثُمَّ خَرِبْنَهَا فَقَالَ: أَكْتُبُ لِي

عَهْدًا بِذَلِكَ فَكَتَبَ لَهُ عَهْدًا، فَلَمَّا قَدِمَ عُمَيْرٌ عَلَيْهِمْ عَرَضَ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ فَأَبَوْا فَأَجْلَهُمْ سَنَةً

ثُمَّ أَخْرَجَهَا- رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۶۹)- وهو مرسل صحيح-

باب - محض ذمی کے حربیوں کو مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ کرنے سے عہد ذمہ نہیں ٹوٹے گا

الایہ کہ ایسا نہ کرنے کی عہد میں شرط لگائی گئی ہو (البتہ) امام سے جنگ کرنے

یا مطلقاً دار الحرب میں چلے جانے سے عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا

۴۲۳۳- ابن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعید (یا سعد) کو شام کے ایک علاقہ کا عامل (والی) مقرر کیا۔

وہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! ہمارے علاقہ اور رومیوں کے علاقہ کے درمیان ایک شہر

عرب السوس (عرب سوس) نامی ہے۔ یہاں کے باشندے ہمارے کسی راز کو ہمارے دشمنوں سے پوشیدہ نہیں رکھتے اور ہمیں ان کے کسی

راز سے باخبر اور مطلع نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو تو انہیں اس بات کا اختیار دے دو کہ تم تمہیں ہر بکری کی

جگہ دو بکریاں اور ایک اونٹ کے عوض دو اونٹ (الغرض) ہر چیز کے عوض دو چیزیں دیں گے (بشرطیکہ وہ یہ شہر خالی کر دیں گے) اگر وہ اس پر

راضی ہو جائیں تو انہیں (حسب معاہدہ وہ چیزیں) دے دو اور اس شہر کو اجاڑ دو۔ اور اگر وہ اس صورت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو

معاہدہ (سابقہ) اس کی طرف پھینک دو (یعنی یہ کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں) پھر انہیں ایک سال کی مہلت دے

دو پھر اس شہر کو تہس نہس کر دو۔ عمیرؓ نے فرمایا کہ اس مضمون کا عہد نامہ مجھے لکھ دیجئے۔ پس آپؓ نے ان کے لئے یہ عہد نامہ لکھ دیا۔ پھر جب

حضرت عمیرؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان پر یہ عہد نامہ پیش کیا لیکن انہوں نے یہ پیش کش مسترد کر دی۔ اس پر عمیرؓ نے انہیں ایک سال کی

۴۲۳۵- عن الزهري اخبرني عبد الله بن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن رجل من اصحاب النبي ﷺ قال: فلما كانت وقعة بدر كتبت كفار قريش الى اليهود انكم اهل الحلفة والحضون يتهدذونهم فاجمع بنو النضير على الغدر، فارسلوا الى رسول الله ﷺ اخرج الينا في ثلاثة من اصحابك ويلقاك ثلاثة من علمائنا، فان امنوا بك اتبعناك، ففعل فاشتمل اليهود الثلاثة على الحناجر فارسلت امرأة من بنى النضير الى اخ لها من الانصار مسلمة تخبره بامر بنى النضير، فآخبر اخوها النبي ﷺ قبل ان يصل اليهم، فرجع وصحبهم بالكتائب فحصرهم يومه، ثم غدا على بنى قريظة، فحاصرهم فعاهدوه، فانصرف عنهم الى بنى النضير، فقاتلهم حتى نزلوا على الجلاء- الحديث رواه ابن مردويه باسناد صحيح الى معمر عن الزهري اطول منه، وكذا اخرجه عبد بن حميد في تفسيره عن عبد الرزاق (فتح الباري ۷: ۲۵۵).

مہلت دیدی پھر (سال بعد) اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے یہی متبادر معلوم ہوتا ہے کہ اگر ذمی مسلمانوں کے رازحریوں کو دے بشرطیکہ راز کے فاش نہ کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو عہد نہیں ٹوٹتا۔

۳۲۳۵۔ زہری سے مروی ہے کہ مجھے عبد اللہ بن عبد الرحمن نے خبر دی جن کو ایک صحابی رسول نے فرمایا کہ جب بدر کی جنگ ہوئی تو کفار قریش نے یہود (مدینہ) کو لکھا کہ تم قلعوں اور زرہوں والے ہو (اس کے باوجود) تم مسلمانوں سے ڈرتے ہو پس (اس بیکانے کی وجہ سے) بنو نضیر عہد شکنی، بغاوت پر مجتمع اور (کمر بستہ) ہو گئے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ آجائیں اور ہمارے بھی تین عالم آپ سے ملیں گے تاکہ مذاکرات ہوں۔ پس اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کر لیں گے۔ پس آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا (لیکن) وہ تینوں یہودی خنجروں سے مسلح تھے۔ تو بنو نضیر کی ایک عورت نے انصاری مسلمان بھائی کو بنو نضیر کی اس سازش سے باخبر کرنے کیلئے پیغام بھیجوا یا۔ پس اس کے بھائی نے حضور ﷺ کو آپ کے ان تک پہنچنے سے قبل اس سے باخبر کر دیا۔ پس آپ ﷺ لوٹ آئے اور صبح کے وقت آپ ﷺ سوار دستوں اور لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے اور اس دن ان کا محاصرہ کیا۔ پھر اگلے دن بنو قریظہ پر پہنچے اور ان کا محاصرہ کیا (آخر کار) انہوں نے آپ ﷺ سے معاہدہ کر لیا پھر آپ واپس بنو نضیر کی طرف لوٹے اور ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ جلا وطنی پر تیار ہو گئے۔ اسے ابن مردویہ نے سند صحیح کے ساتھ اور عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

۴۲۳۶- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما "أَنَّ يَهُودَ النَضِيرِ وَقَرِيطَةَ حَارَبُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَنَى النَضِيرَ، وَأَقَرَّ قَرِيطَةَ وَمَنْ عَلَيْهِمْ حَتَّى حَارَبَتْ قَرِيطَةَ بَعْدَ ذَلِكَ، فَكَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لِحَقْوِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ - بَنَى قَيْنِقَاعَ وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ - وَكُلَّ يَهُودِي كَانَ بِالْمَدِينَةِ" - رواه ابو داود و سكت عنه قال المنذرى: واخرجه البخارى و مسلم (عون المعبود ۳: ۱۱۷)۔

۴۲۳۷- حدثني الزهري عن عروة عن المسور بن مخرمة رضى الله عنه "أَنَّ كَانَ فِي الشَّرْطِ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَهْدِهِ فَلْيَدْخُلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ

۳۲۳۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بنوفضیر اور بنوقریظہ کے یہودیوں نے (معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے) حضور ﷺ سے لڑائی مول لی تو حضور ﷺ نے بنوفضیر (کو مدینہ سے) نکال دیا اور بنوقریظہ پر احسان کرتے ہوئے وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر بنوقریظہ نے اس کے بعد (معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے) لڑائی مول لی تو آپ ﷺ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، ان کے بچوں اور ان کے مالوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ سوائے بعض لوگوں کے جو حضور ﷺ کی پناہ میں آ گئے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں پناہ دے دی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (غرض) حضور ﷺ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا بقیہ بنوقینقاع کو بھی جو عبد اللہ بن سلامؓ (صحابی) کی قوم تھی اور بنوحارثہ کے یہودیوں کو بھی اور (الغرض) ہر اس یہودی کو (آپ ﷺ نے جلاوطن کر دیا) جو مدینہ میں رہتا تھا۔ ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا۔ اور منذری کہتے ہیں کہ اسے بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: بنوفضیر نے غزوہ بدر کے موقع پر بغاوت کی جیسا کہ پچھلی حدیث میں گذرا اور بنوقریظہ نے غزوہ خندق کے موقع پر غداری کی۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنگ کے حالات پیدا کرنے اور جنگ مول لینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ذمی یا معاہدہ نقض عہد کرے اور دشمن کی مسلمانوں کے خلاف حمایت کرے اور تعاون کرے تو وہ حربی بن جاتا ہے۔ اس صورت میں پر اہل حرب کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور امام کو اختیار ہوتا ہے کہ جس کو چاہے قید کرے اور جس کو چاہے قتل کر دے۔

۳۲۳۷- مسور بن خرمہ سے مروی ہے کہ شرط میں یہ تھا کہ جو (قبیلہ) حضور ﷺ کے عقد و عہد میں شامل ہونا چاہے تو داخل ہو جائے۔ اور جو قریش کے عقد و ذمہ داری میں داخل ہونا چاہے وہ ان کے عہد میں داخل ہو جائے تو بنو بکر قریش کی ذمہ داری اور عہد



قَرِيشٍ وَعَهْدِهِمْ فَلْيَدْخُلْ - فَدَخَلَتْ بَنُو بَكْرِ فِي عَهْدِ قَرِيشٍ وَدَخَلَتْ خُرَاعَةُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَانَ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ فَأَمَدَتْهُمْ قَرِيشٌ بِسِلَاحٍ وَطَعَامٍ فَظَهَرُوا عَلَى خُرَاعَةَ وَقَتَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ: وَجَاءَ وَفُدَّ خُرَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَاَهُ إِلَى النَّصْرِ وَذَكَرَ الشِّعْرَ قَالَ ابْنُ اسْحَاقَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «نُصِرْتَ يَا عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ فَكَانَ ذَلِكَ مَا هَاجَ فَتَحَ مَكَّةَ اه» ملخصاً، رواه ابن اسحاق، ذكره الحافظ في "الفتح" (۳۹۹:۷)، وهو اسناد حسن موصول۔

### باب اذا كان العهد مشروطا بشرط انتقض بتركه

۴۲۳۸- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ فَعَلَبَ عَلَى لَارِضٍ وَالنَّخْلِ وَأَلْبَجَاهُمْ إِلَى قَصْرِهِمْ فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصَّفْرَاءَ وَالنَّبِيضَاءَ وَالْحَلَقَةَ وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوا وَلَا يُعَيِّبُوا شَيْئًا، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ

میں داخل ہوئے جبکہ بنو خزاعہ حضور ﷺ کے عہد و مہماری میں داخل ہوئے (یعنی بنو بکر قریش کے حلیف بنے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے) پھر ان (بنو بکر اور بنو خزاعہ) کے درمیان جنگ ہو گئی اور قریش نے بنو بکر کی اسلحہ اور اناج (وغیرہ) کے ذریعے مدد کی پس اس طرح بنو بکر خزاعہ پر غلبہ پا گئے اور انہوں نے خزاعہ کے لوگوں کو قتل کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ خزاعہ کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو مدد کے لئے کہا اور شعر پڑھے (مدد کیلئے) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس (وفد) سے کہا اے عمرو بن سالم! آپ کی مدد کر دی گئی جس یہ تھا وہ واقعہ جو فتح مکہ کا سبب بنا۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ حافظ نے اسے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ یہ سند حسن اور موصول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب معاہدہ، محارب دشمن کے ساتھ مل جائے تو عہد ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ بنو بکر نے حضور ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ سے جنگ مول لی تو اس طرح وہ مسلمانوں کے خلاف بھی حربی بن گئے۔ اور پھر قریش نے اسلحہ اور طعام کے ساتھ ان کی مدد کی تو وہ بھی بنو بکر کی طرح محارب بن گئے۔

### باب۔ جب معاہدہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو اس شرط کے ترک کرنے پر وہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

۴۲۳۸- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر والوں سے جنگ کی تو آپ ﷺ ان کی زمین اور کھجور کے باغوں پر غالب آ گئے (اور ان پر قبضہ کر لیا) اور آپ نے ان کو ان کے قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر انہوں نے آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ سونا، چاندی اور تمام اسلحہ حضور ﷺ کا حق ہیں۔ اور ان (خیبر والوں) کا وہی مال ہے جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں مگر اس شرط پر کہ وہ (سونا یا چاندی کی)

وَلَا عَهْدَ، فَعَبَّيُوا مَسْكَا لِحَيٍّ بِنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَمِيرٍ كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ إِلَى خَمِيرٍ حِينَ أُجْلِبَتِ النَّصِيرُ فِيهِ حُلِيِّهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَمِّ حَيٍّ وَاسْمُهُ سَعِيَّةُ: مَا فَعَلَ مَسْكُ حَيٍّ؟ قَالَ: أَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ - فَقَالَ: الْعَهْدُ قَرِيبٌ وَالْمَالُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَوَجَدُوا الْمَسْكَ فِي خَرَبَةٍ فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ ابْنِي أَبِي الْحَقِيقِ وَأَحْدَهُمَا زَوْجَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَيٍّ بِنِ أَخْطَبَ، وَسَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيَهُمْ وَقَسَمَ أَمْوَالَهُمْ لِلنَّكَثِ الَّذِي نَكْتُوا - الحديث رواه ابو داود وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ۳: ۱۱۷) - وعزاه فى "المنتقى" الى البخارى وقدهم فى نسبة جميع ما ذكره من الفاظ الحديث بطوله الى البخارى وانما هو فى "مستخرج" البرقانى من طريق حماد بن سلمة وقد نبه الاسماعيلى على ان حمادا كان يطوله تارة ويختصره اخرى (نيل الاوطار ۱۷: ۲۶۱ و ۲۶۲) -

۴۲۳۹ - حدثنا عبد الله بن صالح عن عبد الله بن لهيعة عن الحسن بن ثوبان عن هشام بن ابى رقية - وَكَانَ مِنْ أَفْتَحَ مِصْرَ - "قَالَ أَفْتَحَهَا عُمَرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ

کوئی چیز نہ چھپائیں گے اور نہ ہی غائب کریں گے۔ اور انہوں نے ایسا کیا تو ان کے لئے کوئی ذمہ اور عہد (مسلمانوں پر) نہ ہوگا۔ پس انہوں نے جی بن اخطب کی ایک چمڑے کی تھیلی غائب کر دی۔ اور وہ خیبر کے واقعہ سے قبل قتل کیا جا چکا تھا۔ اس نے اس (تھیلی) کو اس وقت اٹھالیا تھا جب بنو نضیر نکالے جا رہے تھے اور اس (تھیلی) میں ان کے (سوئے چاندی کے) زیورات تھے، پس حضور ﷺ نے جی کے چچا جس کا نام سہیہ تھا سے کہا کہ جی کی تھیلی کا کیا بنا۔ اس نے کہا کہ جنگوں اور دوسری ضروریات نے اسے ختم کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ تو تھوڑا گزرا ہے اور مال تو اس سے بہت زیادہ تھا (یعنی اتنے عرصہ میں اس تھیلی کا مال ختم نہیں ہو سکتا) پس (اچانک) صحابہ کو وہ تھیلی ایک ویرانہ میں ملی تب آپ ﷺ نے ابو الحقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کروادیا۔ اور ان دونوں میں سے ایک صفیہ بنت جی بن اخطب کا خاوند تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی عورتوں اور ان کی اولاد کو قید کر دیا اور ان کے مالوں کو (مسلمانوں میں) تقسیم فرمادیا (اور یہ سب کچھ آپ نے) ان کے نقص عہد کی وجہ سے کیا۔ (ابوداؤد) منذری اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور مشکلی میں اسے بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ (شاید) یہ طویل مکمل حدیث بخاری کی طرف منسوب کرنا ان کا وہم ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ مکمل اور مختصر حدیث مستخرج برقانی میں ہے۔

۴۲۳۹ - هشام بن ابی رقیہ سے جو فاتحین مصر میں سے ہیں، مروی ہے کہ مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت فتح ہوا، اس وقت انہوں نے (وہاں) اعلان فرمایا کہ جس کے پاس مال ہو وہ اسے ہمارے سامنے لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہاں بہت مال

عِنْدَهُ مَالٌ فَلْيَاتِنَا بِهِ قَالَ: فَأَتَى بِمَالٍ كَثِيرٍ، وَبَعَثَ إِلَى عَظِيمِ أَهْلِ الصَّعِيدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدِي مَالٌ، فَسَجَنَهُ قَالَ: وَكَانَ عَمْرُو يَسْأَلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهِ هَلْ تَسْعَعُونَهُ يَذْكُرُ أَحَدًا؟ قَالُوا: نَعَمْ! فَأَخْبَرَ بِأَنَّ الْمَالَ تَحْتَ الْفُسْقِينَةِ فَبَعَثَ عَمْرُو الْأَمَنَاءَ إِلَيْهَا فَحَضَرُوا فَاسْتَخْرَجُوا خَمْسِينَ رَدِّدًا نَائِرًا - قَالَ: فَضَرَبَ غُنْقَ النَّبْطِيِّ وَصَلَبَهُ - رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۱۶۸) سطلولا - قلت: سند حسن والحسن بن ثوبان صدوق فاضل (تقریب ص ۳۸) - قال ابو حاتم: لا بأس به، وذكره ابن حبان فی "الثقات" (تہذیب ۲: ۲۵۱) - وهشام بن ابی رقیة وثقه ابن حبان (حسن المحاضرة ۱: ۱۰۷) -

**باب اهل الذمة یمنعون من ان یتخذوا ارض العرب مسکنا ووطناً ویجوز ان یؤذن لهم بدخولها لحاجة ولا یطیلون فیها المکث**

۴۲۴۰ - اخبرنا النضر بن شميل حدثنا صالح بن ابی الاخضر حدثنا الزهري عن

حماد بن ابی اسحق - انہوں نے صعد کے والی سے بھی کہلا بھیجا (کہ اپنی دولت حاضر کرو) اس نے (جواب میں) کہا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس والی کو قید کر لیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمروؓ ہر اس شخص سے جو ان کے پاس آتا یہ پوچھتے "کیا تم اس (والی) سے کسی کا تذکرہ سنتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں..... پھر آپ کو خبر اور اطلاع دی گئی کہ مال پانی والی ٹینکی کے نیچے ہے۔ پس حضرت عمروؓ نے چند امانتدار (معتد) آدمیوں کو اس طرف بھیجا۔ پس انہوں نے (وہ مقام) کھودا اور پچاس اردب (یہ مصر میں ایک بڑا پیمانہ ہے جو پچیس صاع کے برابر ہوتا ہے) دینار نکال لائے۔ راوی کہتے ہیں کہ (اس پر) حضرت عمروؓ نے اس نبٹی (والی) کی گردن اڑادی اور اسے سوئی پر لٹکا دیا۔ اسے ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** چونکہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ وہ اپنا مال نہیں چھپائیں گے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنا مال ظاہر نہ کر کے شرط عہد کو پورا نہ کیا اس لئے صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا اور وہ حربی قرار پائے اس لئے ان کو قتل کرنا جائز ہوا۔ الحمد للہ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

**باب - ذمی لوگوں کو عرب کی زمین کو مسکن اور وطن بنانے سے روکا جائے گا (البتہ) انہیں کسی**

**ضرورت کے تحت عرب کی زمین میں داخل ہونے کی اجازت دینا جائز ہے**

**بشرطیکہ وہ اس میں طویل قیام نہ کریں**

۴۲۴۰ - ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مرض الوفا میں فرمایا کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں

سعيد بن المسيب عن ابى هريرة رضي الله عنه **﴿إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: لَا يَجْتَمِعُ دِينَانٍ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ﴾**، رواه اسحاق بن راهويه في "مسنده" (زيلعي ۱۵۶:۲) وابن ابى الاخضر ضعيف يعتبر به، ورواه عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب مرسلًا **﴿لَا تَجْتَمِعُ بَارِضِ الْعَرَبِ أَوْ قَالَ بَارِضِ الْجَبَاكِزِ دِينَانٍ﴾**۔

۴۲۴۱- ورواه ابن هشام في "السيرة" عن ابن اسحاق حدثني صالح بن كيسان عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كَانَ آخِرُ مَا عَهَّدَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا يُتْرَكَ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانٍ"۔ قال الدار قطني في "علله": "وحدث حديث صحيح (زيلعي ۱۵۶:۱۷)۔

۴۲۴۲- عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: **﴿اشْتَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ يَوْمَ الْحَمِيسِ وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ﴾**، الحديث متفق عليه (نيل الاوطار)۔  
 ۴۲۴۳- عن عمر رضي الله عنه "أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَا تُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدْعَ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا"۔ رواه احمد ومسلم والترمذي وصححه، (نيل)۔

ہو سکتے۔ (مسند اسحاق) اور مصنف عبدالرزاق میں سعید بن مسیب سے مرسل مروی ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) عرب کی زمین میں یا فرمایا کہ حجاز کی زمین میں (دو دین جمع نہیں ہو سکتے)۔

۳۲۴۱- سیرت ابن ہشام میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے آخری جس بات کی تاکید سے وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے دیے جائیں (یعنی صرف اسلام ہی جزیرہ عرب میں دین ہونا چاہیے) دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۲۴۲- ابن عباس فرماتے ہیں کہ جمعرات کے دن آپ ﷺ کے دردنے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) شرکین کو جزیرہ عرب سے باہر کر دو۔ الحدیث (بخاری و مسلم)۔

۳۲۴۳- حضرت عمر فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا یہاں تک اس جزیرہ میں سوائے مسلمان کے کسی اور کو نہیں چھوڑ دوں گا (اور نہیں رہنے دوں گا) (احمد، مسلم، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔



۴۲۴۴- عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال: آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَخْرِجُوا يَهُودَ نَحْلِ الْجَبَّازِ وَأَهْلِي نَجْرَانَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ﴿﴾۔ رواہ احمد والبیہقی ومسدد والحمیدی فی مسندیہما، وسکت عنه الحفاظ فی "التلخیص"۔

۳۲۳۳- ابو عبیدہ بن الجراحؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو آخری بات (وصیت کے طور پر) فرمائی (وہ یہ تھی کہ) جزیرہ عرب سے نجران اور حجاز کے یہودیوں کو نکال دو۔ (احمد، بیہقی، مسدد، حمیدی)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کافروں اور مشرکوں کے لئے جزیرہ عرب میں رہائش اختیار کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ بلکہ غلیفہ وقت پر لازم ہے کہ وہ ان کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دے۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے خیبر، نجران اور نذک کے یہودیوں کو نکال دیا تھا۔ احادیث و واقعات اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عمرؓ کے زمانے میں متواتر تھی۔ اور اس کے بعد اس حدیث کا تو اترا اور اس پر مسلمانوں کا اجماع کسی سے مخفی نہیں۔

امام محمدؒ سیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ارض عرب میں کوئی گرجا گھر یہودیوں یا مشرکوں کا کوئی عبادت خانہ باقی رہنے دینا مناسب نہیں۔ اور نہ ہی شراب و خنزیر کی خرید و فروخت ہو۔ کیونکہ یہ سب کچھ اہل ذمہ کے سکنی پر مبنی ہے حالانکہ ان کو زیادہ دیر رہنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے فرمان کہ اگر میں زندہ رہا تو نجران کے یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا سے یہی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو نکال دیا حالانکہ ان کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے خیبر، وادی القریٰ اور دوسرے علاقوں کے یہودیوں کو نکال دیا۔ البتہ ان کو تھوڑی دیر کے لئے تجارت وغیرہ کی غرض سے جزیرہ عرب میں آنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ الغرض اخراج کفار کا تعلق سکنی یعنی رہائش سے ہے کہ ان کو ارض عرب میں رہائش کرنے کی اجازت نہیں البتہ وہ تجارت وغیرہ کی غرض سے کچھ دیر کے لئے آ سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ذمی ارض عرب میں آتے رہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا احادیث میں ارض عرب سے مراد عذیب سے لے کر مکہ تک طولاً اور عدنان ائین سے لے کر یمن کے آخر تک عرضاً ہے۔ (طخس من السیر الکبیر)۔ اور باقی جس روایت میں حجاز کا لفظ آتا ہے تو وہ اطلاقی اسم الکمل علی البعض کے قبیل سے ہے یعنی وہاں بھی جزیرہ عرب ہی مراد ہے نہ کہ فقط حجاز۔ نیز جس حدیث میں حجاز سے نکالنے کے الفاظ ہیں اسی حدیث میں نجران والوں کو بھی نکالنے کا حکم ہے حالانکہ نجران حجاز میں نہیں لہذا معلوم ہوا کہ مراد پورا جزیرہ عرب ہی ہے۔ نیز اگر جزیرہ عرب سے مراد حجاز ہو یا حجاز جزیرہ عرب کے لئے مخصوص ہو تو اس صورت میں بعض حدیث پر تو عمل ہوگا اور بعض حدیث پر عمل نہ ہو سکے گا اور یہ صورت باطل ہے۔ نیز

۴۲۴۵- اخبرنا مالك اخبرنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما "أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ضَرَبَ لِلنَّصَارَى وَالْيَهُودِ وَالْمَجُوسِ بِالْمَدِينَةِ إِقَامَةً ثَلَاثَ لَيَالٍ يَتَسَوَّفُونَ ، وَيَقْضُونَ حَوَائِجَهُمْ ، وَلَئِنْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ يُقِيمُ بَعْدَ ذَلِكَ" - أخرجه محمد في "الموطأ" - وقال: إِنَّ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَمَا حَوْلَهُمَا مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، وَقَدْ بَلَّغْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَا يَبْقَى دِينَانٍ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ﷺ قَدْ فَعَلَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ ، فَأَخْرَجَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ۝۱-

جزیرہ عرب سے نہ نکالنا حجاز والی حدیث سے مفہوم محض ہے جبکہ ابن عباس کی حدیث میں جزیرہ عرب سے نکالنا منظور ہے اور مفہوم منظور کا معارض نہیں بن سکتی۔ لہذا جزیرہ عرب سے نکالنا ہی اصل ہوگا۔

۳۲۳۵- ابن عمرؓ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصاریٰ، یہودیوں اور آتش پرستوں (مجوسیوں) کو (مدینہ میں) تین دن ٹھہرنے کی اجازت دی کہ وہ خرید و فروخت کر لیں اور (دیگر) اپنی ضروریات پوری کر لیں۔ اور اس کے بعد کوئی بھی ان میں سے ٹھہرا ہوا نہیں تھا۔ (مؤطا محمد)۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مکہ، مدینہ اور اس کے اطراف جزیرہ عرب میں سے ہیں۔ اور حضور ﷺ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین (اسلام اور غیر اسلام) نہیں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کو تکمیل تک پہنچایا اور یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کفار کو مدینہ میں تجارت کے لئے تین دن سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نصاریٰ تجارت کے لئے مدینہ آیا کرتے تھے (معنی) اسی طرح باب الحشر (احیاء السنن) میں بھی یہ گزر چکا ہے کہ مدینہ یا مکہ میں حضرت عمرؓ کے پاس ایک بوڑھا نصرانی آیا اور اس نے شکایت کی کہ آپ کے عمال نے مجھ سے دو مرتبہ ٹیکس لیا ہے۔ تو آپ نے لکھا کہ سال میں صرف ایک مرتبہ ٹیکس لو اور تین دن سے زیادہ ارض عرب میں رہنے کی اجازت نہ دو۔

فائدہ: ذمیوں کو ارض عرب میں معدنیات نکالنے کے لئے ٹھیکہ دینا۔ اصولی طور پر اگرچہ غیر مسلموں کو ارض عرب میں تجارت کے لئے آنے کی اجازت ہے لیکن آج کل کے حالات اس بات کے مقتضی ہیں کہ سیارہ ان کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ کیونکہ کفار کا مقصد محض تجارت نہیں بلکہ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا ہے۔ اور معدنیات نکالنے کا کفار کو ٹھیکہ دینا تو انتہائی نقصان دہ ہے کیونکہ عرب کے پاس یہی ایک دولت ہے اور وہ بھی کفار کے حوالے کر دی گئی ہے اور ان کی بدینتی عراق کے حالات سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

## باب لا باس بدخول الذمی ارض الحجاز وارض الحرم لحاجة اذا لم یطل المکث فیها

۴۲۴۶- حدثنا عبدالرحمن بن عبد الله المسعودی عن جامع بن شداد عن زیاد بن حدیر "أَنَّ مَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَأَخَذَ مِنْهُ (العِشْرَ أَوْ نِصْفَهُ)، ثُمَّ انْطَلَقَ فَبَاعَ سِلْعَتَهُ فَلَمَّا رَجَعَ مَرَّ عَلَيْهِ فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ فَقَالَ: كُلَّمَا مَرَرْتُ عَلَيْكَ تَأْخُذُ مِنِّي؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَرَحَلَ الرَّجُلُ إِلَى عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَوَجَدَهُ بِمَكَّةَ يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ مَرَرْتُ عَلَى زِيَادِ بْنِ حَدِيرٍ فَأَخَذَ مِنِّي ثُمَّ انْطَلَقْتُ فَبِعْتُ سِلْعَتِي ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ مِنِّي قَالَ: لَيْسَ لَهُ عَلَيْكَ فِي مَالِكَ فِي السَّنَةِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً" الحديث، أخرجه الامام ابو يوسف في "الخراج" له (ص ۱۶۲)، وقد تقدم في ابواب العشر، وسنده حسن-

باب - اس میں کوئی حرج نہیں کہ ذمی کی ضرورت کے لئے ارض حجاز یا ارض حرم میں داخل ہو

### بشرطیکہ وہ یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرے

۴۲۴۶- زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ اس کے پاس سے ایک نصرانی مرد گذرا تو اس نے اس نصرانی سے (مقررہ ٹیکس عشر یا نصف عشر) لیا پھر وہ نصرانی چلا گیا اور اس نے اپنا سامان بیچا پھر جب وہ لوٹنے لگا تو پھر اس کے پاس سے گذرا تو اس نے (دوبارہ) اس سے ٹیکس لینے کا ارادہ کیا تو اس نصرانی نے کہا کہ کیا جب بھی میں تیرے پاس سے گذروں گا تو مجھ سے (ٹیکس) لیتا رہے گا؟ اس (زیاد) نے کہا کہ ہاں، پھر وہ (نصرانی) آدمی حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور آپ کو مکہ مکرمہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے پایا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ آگاہ رہو کہ اللہ نے بیت اللہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور مرجع بنایا ہے۔ نصرانی کہتا ہے کہ پس میں نے آپؐ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں ایک نصرانی مرد ہوں۔ میں جب (تجارت کیلئے) زیاد بن حدیر کے پاس سے گذرا تو اس نے مجھ سے (ٹیکس) لیا۔ پھر میں چلا گیا اور اپنا سامان بیچا پھر اس (زیاد) نے مجھ سے (دوبارہ ٹیکس) لینے کا ارادہ کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے تیرے مال میں تجھ پر صرف ایک مرتبہ ہی ٹیکس واجب ہے۔ (الحدیث) (کتاب الخراج لابن یوسف)۔

اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۴۷- اخبرنا ابراہیم بن محمد عن ابی الحویرث ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبَ عَلَى نَصْرَانِيٍّ بِمَكَّةَ يُقَالُ لَهُ مُوَهَّبٌ دِينَارًا كُلَّ سَنَةٍ﴾ الحديث، أخرجه الامام الشافعي في "مسنده" (ص ۱۶۲)، وهذا مرسل و شيخ الامام فيه مقال، ولكنه يحتاج به كثيرا۔

۴۲۴۸- عن شريك عن اشعث عن الحسن عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه عن النبي ﷺ ﴿قَالَ: لَا يَقْرُبَ الْمُشْرِكُونَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَابِهِمْ هَذَا إِلَّا أَنْ يَكُونُوا عِبْدًا أَوْ أَمَةً يَذْخُلُهُ﴾

۳۲۳۷۔ ابو الحویرث سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ میں موبہ نامی نصرانی پر ہر سال ایک دینار جزیہ مقرر فرمایا۔ (الحديث) (مسند شافعی) امام شافعی اس جہی سند سے کثرت سے حجت پکڑتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل ذمہ مسجد حرام میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ لہذا حرم اور ارض حجاز میں داخلہ کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جزیہ کا حکم سورہ براءۃ میں نازل ہوا لہذا ﴿انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ (التوبہ) یعنی اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں، سے ارض حرم میں کفار کے داخلہ کے حرام ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ ارض حرم میں ان کا داخلہ حرام ہوتا تو حضور ﷺ مکہ میں نصرانی پر جزیہ مقرر نہ فرماتے بلکہ اسے وہاں سے نکال دیتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ کے سامنے نصرانی داخل نہ ہوتا بلکہ آپ بھی اسے نکال دیتے۔ اس لئے احناف کہتے ہیں کہ کفر کی نجاست کا فروع مسجد حرم میں داخلے سے نہیں روک سکتی۔ اور اس کی تائید جصاص کی احکام القرآن (۳-۸۰) میں مذکور حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے وفد ثقیف کو مسجد میں رہائش دی اور وفد ثقیف نزول سورہ براءۃ کے بعد غزوہ تبوک کے بعد آیا۔ جیسا کہ اس واقعہ میں صحابہ نے انما المشركون نجس سے تمسک کرتے ہوئے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ "یا رسول اللہ! قوم انجاس" تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافروں کی نجاست ان کے دلوں پر ہے۔ الغرض جب کفر کی نجاست مسجد میں دخول سے نہیں روک سکتی تو ارض حجاز و ارض حرم میں دخول سے بطریق اولیٰ نہیں روک سکتی۔

باقی آیت انما المشركون نجس الآیہ میں مشرکین سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ جن کے لئے اسلام ہے یا تلوار۔ یا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کفار کے لئے مکہ میں حج کی نیت سے داخلہ ممنوع ہے جیسا کہ جس سال حضرت ابو بکرؓ نے حج کی قیادت کی تو آپؓ نے منیٰ میں حضور پاک ﷺ کے حکم سے یہ اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا۔ یا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ آئندہ مشرکین غالب ہو کر داخل نہیں ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ ﴿اولئک ما کان لہم ان یدخلوها الا خائفین﴾ یعنی اب وہ خوف زدہ ہی داخل ہو گئے۔ لیکن آج کل کفار کا عرب میں داخلہ خوف زدہ ہو کر نہیں بلکہ مسلط اور غالب ہو کر ہے اس لیے یہ داخلہ ممنوع ہے۔ جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب



إِحَاجَةً، ذكره الجصاص في "احكام القرآن" له (۱۸۹:۳)، والمذكور من السند حسن، والمحدث لا يستقط من اول الاسناد الا ما كان سالما۔

۴۲۴۹- حدثنا الحسن بن يحيى اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جريج اخبرنا ابو الزبير انه سمع جابر بن عبد الله يقول في قوله: ﴿انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجِدَ الحَرَامَ بَعْدَ غَابِهِمْ هَذَا﴾ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا اَوْ وَاحِدًا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ۔

۴۲۵۰- قال: اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن قتادة في قوله: ﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ غَابِهِمْ هَذَا﴾ قَالَ: اِلَّا صَاحِبَ جِزْيَةٍ، اَوْ عَبْدَ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ رواه الطبري في "تفسيره" (۷۶:۱۰)، وسنده صحيح، والحسن بن يحيى هو ابن ابى الربيع الجرجاني قال ابن ابى حاتم: سمعت منه مع ابى وهو صدوق ذكره ابن حبان في "الثقات" (تمهذيب ۲: ۳۲۴)۔ واحتج بحديثه الجصاص في "احكام القرآن" له۔ وهو من رجال ابن ماجة۔

۴۲۵۱- حدثنا بشر بن معاذ ثنا يزيد ثنا سعيد عن قتادة قال: "لَمَّا نَفَى اللهُ

نَبِيَّكُمْ الْاَيَةَ كَرِهَ غُلَامٌ هُوَ يَابَانْدِي هُوَ تَوَكَّسِي ضَرُورَتِ كَيْ تَحْتَ اس مِیں داخل ہو سکتے ہیں۔ (احكام القرآن ۱۸۹:۳) اس کی سند حسن ہے۔  
**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد ذمی مرد بھی مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ غلام اور آزاد میں کوئی فرق نہیں کفر کے اعتبار سے۔ اور حاجت کے لفظ سے معلوم ہوا کہ یہاں وہ طویل قیام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دخول لمجاہت عادت طویل نہیں ہوتا۔ اور حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے مراد تمام حرم ہے۔

۳۲۳۹- ابو الزیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ الایہ کہ وہ غلام ہو یا کوئی اور ذمی ہو۔

۳۲۵۰- قتادہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ الایہ کہ وہ جزیہ دیئے والا ذمی ہو یا کسی مسلمان مرد کا غلام (کافر) ہو۔ (تفسیر طبرانی) اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** ان دونوں حدیثوں سے ارض حرم و ارض حجاز میں ذمی کے دخول کا جواز بطریق اولیٰ معلوم ہوا۔ لیکن یاد رکھیں کہ جواز دخول کے لیے ذمی یا مسلمان کا غلام ہونا ضروری ہے لیکن آج کل کے کفار جو داخل ہوتے ہیں وہ ذمی ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے غلام۔

۳۲۵۱- قتادہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ﴿انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ میں مشرکین کو مسجد حرام (آنے) سے روک دیا تو یہ چیز مسلمانوں پر شاق گذری (کیونکہ وہ (مشرکین) سامانِ فردنجی

الْمُشْرِكِينَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، كَانُوا يَأْتُونَ بَبَاغَاتٍ يَنْتَفِعُ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرَهُ ﴿وَأَنْ خِفْتُمْ عِيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ فَأَغْنَاهُ بِهَذَا الْخَرَجِ الْجَزِيَّةَ الْجَارِيَةَ عَلَيْهِمْ يَأْخُذُونَهَا شَهْرًا شَهْرًا عَامًا عَامًا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يَقْرَبَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَائِيهِمْ بِحَالٍ إِلَّا صَاحِبَ الْجَزِيَّةِ، أَوْ عَبْدُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، رَوَاهُ الطَّبْرِيُّ فِي التَّفْسِيرِ أَيْضًا (۸۶:۱۰)، وَهَذَا سَنَدٌ صَحِيحٌ فَإِنْ بَشَرَ بِنَ مَعَادٍ الْعَقْدِيُّ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: صَالِحٌ صَدُوقٌ، وَقَالَ مُسْلِمٌ: بَصْرِيٌّ صَالِحٌ، وَكَذَا قَالَ النَّسَائِيُّ (تَهْذِيبُ ۱: ۴۵۸)۔ ویزید ہوا بن زریع من رجال الجماعة ثقة ثبت، والباقرن لا یسال عنهم۔

**باب لا يجوز قتل من لجأ الى الحرم مسلما كان او ذميا او حربيا**

**و من احدث فيه حدثا اقيم عليه الحد في الحرم**

قال الله تعالى: ﴿جَعَلَ اللَّهُ النَّبِيَّتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾ - وقال - ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا النَّبِيَّتَ مَنَآةَ لِلنَّاسِ﴾ - وقال - ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ - وقال - ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا﴾ الآيات۔

لاتے تھے جس سے مسلمان منفع ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿وَأَنْ خِفْتُمْ عِيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ نازل فرمائی (جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (گھبرانے کی بات نہیں) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں محتاج نہیں رکھے گا) پھر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو اس خراج سے غنی بنادیا جو ان ذمیوں پر لاگو ہے۔ جو مسلمان ماہانہ اور سالانہ لیتے ہیں۔ پس اب کسی مشرک کو بھی مسجد حرام کے قریب آنے کی اجازت نہیں الا یہ کہ وہ جزیہ دینے والا ذمی ہو یا کسی مسلمان کا کافر غلام ہو (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے۔  
**فائدہ:** بہر حال مذکورہ بالا دلائل سے اہل ذمہ کا ارض حرم و ارض جاز میں داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں کہ یہ جواز امام کی اجازت کے ساتھ مشروط ہے اور اس حال میں کہ وہ خوف زدہ ہوں اور مرعوب ہوں اور اس شرط کے ساتھ کہ وہ طویل قیام نہیں کریں گے اور نہ ہی وطن بنائیں گے۔

**باب - حرم میں پناہ لینے والے کسی مسلمان، ذمی یا حربی کو قتل کرنا جائز نہیں،**

**البتہ جو حرم میں ہی غلطی کرے تو اس پر حرم میں ہی حد قائم کر دی جائے۔**

آیت (۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت حرام کو لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنایا ہے۔

آیت (۲) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا معبود اور امن کی جگہ بنایا۔

۴۲۵۲- عن ابی شریح العدوی ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ الْغَدَّ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ فَسَمِعَهُ أَذْنَاهُ وَوَعَاهُ قَلْبُهُ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَاهُ حِينَ تَكَلَّمَ أَنَّهُ حَمْدُ اللَّهِ وَأَنْتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَجِلُّ لِأَمْرِ يَوْمٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْصِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُولُوا: إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ الحديث، رواه البخارى ومسلم والترمذى والنسائى (جمع الفوائد).

۴۲۵۳- وفى حديث ابن عباس رضي الله عنه البخارى ومسلم: ﴿فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ الحديث (فتح البارى).

۴۲۵۴- عن السدى عن مرة عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: "مَا مِنْ رَجُلٍ يَهُمُّ بِسَمِيَّةٍ

آیت (۳) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔

آیت (۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسن والا حرم بنایا ہے۔

۳۲۵۲۔ ابوشریحہ عدویؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دوسرے روز کھڑے ہوئے اور (وہ بات) میرے دونوں

کانوں نے سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا اور میری دونوں آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں جب آپ ﷺ نے بات

فرمائی۔ آپ ﷺ نے (اول) اللہ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا کہ تحقیق اللہ نے مکہ کو حرام اور محترم کیا ہے اور لوگوں نے اسے حرام و محترم نہیں

کیا۔ پس (سن لو) کسی ایسے کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یہ حلال و جائز نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے یا اس کا کوئی

بیڑ اور درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز چاہے تو (اسے) کہہ دو کہ تحقیق اللہ نے

اپنے رسول کو (لڑنے کی) اجازت دی تھی، اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لئے اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ آج

اس کی حرمت ویسی لوٹ آئی جیسی کل تھی، اور حاضر شخص غائب شخص کو (یہ بات) پہنچا دے۔ (الحدیث) (بخاری و مسلم)۔

۳۲۵۳۔ بخاری و مسلم میں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ ”بے شک یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے

پیدا کرنے کے دن حرام کر دیا تھا، اور وہ اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام اور محترم ہے (الحدیث)۔

۳۲۵۴۔ مرہ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو کسی برائی کا ارادہ کرے تو وہ برائی اس پر (نورا)

لکھ لی جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص عدل امین میں اس بات کا ارادہ کرے کہ وہ بیت الحرام میں کسی شخص کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کی

فَتَكْتَبُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ رَجُلًا لَوْ هَمَّ بَعْدُنِ ابْنِ أَنْ يَقْتُلَ رَجُلًا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ إِلَّا أَذَاقَهُ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ“ رواه الامام (سفيان) الثوري في "تفسيره"، قال الحافظ في "الفتح" (۱۲: ۱۸۵): وهذا سند صحيح اهـ۔

۴۲۵۵- عن عمرو بن دينار عن الزهري عن عطاء بن يزيد قال: قَتَلَ رَجُلٌ بِالْمُزْدَلِجَةِ يَعْزِي فِي غَزْوَةٍ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ وَفِيهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿وَمَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْتَى عَلَى اللَّهِ مِنْ ثَلَاثَةِ رَجُلٍ قَتَلَ فِي الْحَرَمِ، أَوْ قَتَلَ غَيْرَ قَاتِلِهِ، أَوْ قَتَلَ بِدَخْلِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمِنْ طَرِيقٍ مَسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرَّةٍ عَنْ الزَّهْرِيِّ وَلَفْظُهُ: أَنَّ أَجْرَ النَّاسِ عَلَى اللَّهِ، أَخْرَجَهُ عُمَرُ بْنُ شَيْبَةَ فِي "كِتَابِ مَكَّةَ"، وَسَكَتَ عَنْهُ الْحَافِظُ فِي "الْفَتْحِ" (۱۲: ۱۸۶)، وَالْمَذْكُورُ مِنَ السَّنَدَيْنِ صَحِيحٌ۔

۴۲۵۶- عن طاووس عن ابن عباس رضي الله عنهما مَنْ أَصَابَ حَدًّا ثُمَّ دَخَلَ الْحَرَمَ لَمْ يُجَالَسْ وَلَمْ يُبَايَعْ رواه ابن ابی شیبہ، ذكره الحافظ في "الفتح" (۴: ۴۱)، وسكت عنه، فهو حسن او صحيح۔

وجہ سے ہی اسے دردناک عذاب دیں گے۔ (تفسیر سفيان ثوري) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۳۲۵۵۔ زہریؒ سے مروی ہے کہ عطاء بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی غزوہ میں مزدلفہ مقام پر قتل کیا (پھر وہ قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا کہ جو اللہ پر ان تین شخصوں سے زیادہ سرکش ہو، ایک وہ شخص جس نے حرم میں (کسی کو) قتل کیا، یا جس نے اپنے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل کیا، یا جس نے جاہلیت میں کینہ کی وجہ سے (کسی کو) قتل کیا۔ اور ایک دوسرے طریق سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ یہ شخص اللہ کے مقابلہ میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ سرکش و نافرمان اور جری ہے۔ یہ حدیث عمر بن شیبہؒ نے اپنی کتاب (کتاب مکہ) میں روایت کی ہے۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرم میں جنایت نہ کرے تو اسے حرم میں قتل کرنا حرام ہے۔

۳۲۵۶۔ ابن طاووسؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص موجب حد گناہ مثلاً قتل کا ارتکاب کر کے حرم میں داخل ہو تو اس کے ساتھ ہم نشینی نہ کی جائے اور نہ ہی اس سے خرید و فروخت کی جائے (بلکہ اس کا بائیکاٹ کیا جائے تاکہ وہ حرم سے نکلے تو پھر اس پر حد جاری کی جائے) (مصنف ابن ابی شیبہ) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔



۴۲۵۷- حدثنی محمد بن عبد الملك ابن ابی الشوارب ثنا عبد الواحد بن زیاد ثنا خسیف ثنا مجاهد قال : قال ابن عباس رضی اللہ عنہ إِذَا أَصَابَ الرَّجُلُ الْحَدَّ، قَتَلَ أَوْ سَرَقَ، فَدَخَلَ الْحَرَمَ لَمْ يُبَايَعْ، وَلَمْ يُؤْوَ حَتَّى يَنْبِرَ، فَيَخْرُجَ مِنَ الْحَرَمِ، فَيَقَامَ عَلَيْهِ الْحَدُّ، رواه الطبري في "تفسيره" (۳: ۴) - وسنده حسن -

۴۲۵۸- حدثنا يعقوب بن ابراهيم ثنا هشيم اخبرنا حجاج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ: مَنْ أَحَدَثَ حَدًّا فِي غَيْرِ الْحَرَمِ، ثُمَّ لَجَأَ إِلَى الْحَرَمِ لَمْ يُعَرِّضْ لَهُ، وَلَمْ يُبَايَعْ وَلَمْ يُكَلِّمْ وَلَمْ يُؤْوَ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْحَرَمِ، فَإِذَا خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ أَخَذَ، فَأَقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ قَالَ: وَمَنْ أَحَدَثَ فِي الْحَرَمِ حَدًّا أَقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ رواه الطبري - رحمه الله - ايضاً (۹: ۴ و ۱۰)، وسنده حسن و روى نحوه من طريق حماد عن عمرو بن دينار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ من طريق عبد السلام بن حرب و ابی جعفر و حماد كلهم عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عنه مثله -

۴۲۵۹- حدثنی يعقوب ثنا هشيم ثنا حجاج عن عطاء عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ: لَوْ وَجَدْتُ قَاتِلَ عُمَرَ فِي الْحَرَمِ مَا هَجَّجْتُهُ، رواه الطبري ايضاً (۹: ۴ و ۱۰)، وسنده حسن، وعطاء

۴۲۵۷- مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی موجب حد گناہ کا ارتکاب کرے یعنی قتل کرے یا چوری کرے پھر وہ حرم میں داخل ہو تو اس کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے اور نہ ہی اسے پناہ دی جائے۔ یہاں تک کہ وہ زچ ہو کر حرم سے نکل جائے پھر اس پر حد قائم کی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۵۸- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس نے غیر حرم میں (یعنی حرم کے باہر) کسی برائی کا ارتکاب کیا (مثلاً قتل کیا یا چوری کی میرہ) پھر اس نے حرم میں پناہ لی تو اس سے تعرض نہ کیا جائے (یعنی اسے زبردستی حرم سے نہ نکالا جائے بلکہ) اس سے خرید و فروخت نہ کی جائے نہ اس سے بات چیت کی جائے اور نہ ہی اسے پناہ دی جائے یہاں تک کہ وہ حرم سے نکل جائے پس جب وہ حرم سے نکل جائے تو اسے گرفتار کر کے اس پر حد قائم کی جائے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر وہ حرم میں ہی غلطی کا ارتکاب کرے تو اس پر (حرم میں ہی) حد قائم کر دی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے اور دوسرے طرق سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور تعدد طرق سے حدیث صحیح کے درجہ میں آجائے گی۔

۴۲۵۹- عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں عمرؓ کے قاتل کو حرم میں پالوں تو میں اس پر غضبناک

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما موصول عندنا، كما ذكرناه في "الاستدراك"۔

۴۲۶۰۔ حدثنا ابو كريب وابو السائب قالا: ثنا ابن ادریس ثنا لیث عن عطاء أن الولید بن عتبۃ أراد أن یقیم الحد فی الحرّم، فقال له عُبَیْدُ بْنُ عَمْرِو: لَا تُقِمَّ عَلَیْهِ الحد فی الحرّم إِلَّا أن یكون أصابَهُ فیهِ، رواه الطبری ایضا (۴: ۱۰)، وسنده حسن۔

۴۲۶۱۔ حدثنا ابو كريب وابو السائب قالا: ثنا ابن ادریس اخبرنا مطرف عن عامر (هو الشعبي) قال: إذا أصاب الحد ثم هرب إلى الحرّم، فقد أبن فإذا أصاب فی الحرّم أبن علیهِ الحد فی الحرّم، أخرجه الطبری ایضا (۴: ۱۹)، وهذا سند صحيح۔

(بھی) نہیں ہوں گا (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔ یہ سند موصول ہے۔

۴۲۶۰۔ عطاء سے مروی ہے کہ ولید بن عتبہ نے حرم میں حد قائم کرنے کا ارادہ کیا تو عبید بن عمر نے اس سے کہا کہ اس حرم میں قائم نہ کر لانا یہ کہ وہ حرم میں ہی موجب حد گناہ کا ارتکاب کرے (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۶۱۔ عامر شعبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (غیر حرم میں) حد کا ارتکاب کر کے حرم کی طرف بھاگ جائے تو وہ تحقیق والا ہو گیا اور جو شخص حرم میں ہی گناہ کا ارتکاب کرے تو حرم میں ہی اس پر حد قائم کی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان آیات و احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرم سے باہر قتل کر کے یا قتل کی سزا کا مرتکب ہو کر حرم میں لے تو اس پر حرم میں حد قائم نہیں کی جائے گی۔ ہاں البتہ اگر حرم میں ہی وہ قتل کرے تو پھر اس پر حرم میں ہی حد قائم کی جائے گی یہی اصل مسلک ہے۔

فائدہ: امام جصاص فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات صرف قتل سے ممانعت پر متصور ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے: **تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** (البقرہ ۱۹۱) کہ مسجد حرام کے پاس ان کو قتل نہ کرو، لیکن قتل سے کم کی سزا حرم میں دی جاتی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مکہ میں جبل خانہ خرید لیا۔ اگر حرم ہر قسم کی سزا سے مانع ہوتا تو حضرت عمرؓ جبل خانہ خریدتے۔ (نافہم)۔ لہذا ابن حزم ظاہری کا یہ کہنا کہ "ابوضیفہ" کی یہ تقسیم کہ حرم میں صرف قتل کی حد جاری نہ کی جائے غلط ہے "خود اہل حرم" قول ہی غلط ہے۔

حصین بن نمیر اور حجاج کے علاوہ کوئی بھی حرم میں قتل کو مباح نہیں کہتا، اور اسی طرح جو شخص قتل سے کم کی حد کو حرم میں جاری سے روکتے ہیں ان کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ واللہ اعلم۔

## باب نسخ حرمة القتال فی الاشهر الحرم

۴۲۶۲- عن سليمان بن يسار أنه سُئِلَ هَلْ يَصْلَحُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يُقَاتِلَ الْكُفَّارَ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ قَالَ: نَعَمْ، ذكره محمد في "السير الكبير" (۱: ۶۸)، واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له، كما مر في الاصول.

۴۲۶۳- حدثنا القاسم ثنا الحسين ثنى حجاج عن ابن جريج قال: قال عطاء بن ميسرة: أُجِلَّ الْقِتَالُ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرَامِ فِي بَرَاءٍ وَقَوْلِهِ: ﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً﴾ يَقُولُ: فِيهِنَّ وَفِي غَيْرِهِنَّ، أخرجه الامام الطبري في "تفسيره" (۲: ۲۰۶). وسنده حسن والقاسم هو ابن زكريا بن دينار القرشي من رجال مسلم والنسائي وغيرهما ثقة من الحادية عشر، والحسين هو ابن علي الوليد الجعفي ثقة من رجال الجماعة (تق ص ۴۱).

۴۲۶۴- حدثنا الحسن بن يحيى اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا بَلَّغْنَا يُحْرِمُ الْقِتَالَ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرَامِ ثُمَّ أَحَلَّ بَعْدُ رَوَاهُ الطَّبْرِيُّ (ص ۱۷۱) ايضاً وسنده صحيح والحسن بن يحيى هو ابن ابي الربيع الجرجاني قد مر توثيقه في "الكتاب".

## باب - اشهر حرم میں قتال کی حرمت منسوخ ہے

۴۲۶۲- سليمان بن يسار سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان کے لئے اشهر حرم میں کفار سے جنگ کرنا درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ (سیر الکبیر)۔ ایک امام مجتہد کا اس سے حجت پکڑنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

۴۲۶۳- ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء بن ميسرة (خراسانی) نے کہا کہ سورت براءۃ میں یعنی اللہ کے ارشاد ﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً﴾ (یعنی اشهر حرم میں کفار سے جنگ نہ کر کے اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تمام کفار سے قتال و جنگ کرو) میں محترم مہینوں میں (کفار سے) جنگ کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ ﴿قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً﴾ کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین سے محترم مہینوں اور غیر محترم مہینوں میں قتال کرو (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۶۴- زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے محترم مہینوں میں قتال کو حرام کیا تھا اور پھر اس کے بعد (اشهر حرم میں اسے) حلال کر دیا (تفسیر طبری) اس کی سند صحیح ہے۔

## باب لا تخمس الجزية ولا الفیء وانما الخمس فی الغنیمۃ

۴۲۶۵- عن ابن عدی بن عدی الکندی ان عمر بن عبد العزیز کتب ان من سأل عن مواضع الفیء، فهو ماحکم فیہ عمر بن الخطاب، قرأه المؤینون عدلاً مؤافقاً لقول النبی ﷺ ﴿جَعَلَ اللَّهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعَظِيَّةِ، وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ لَمْ يَغْضَبْ فِيهَا بِخُمْسٍ وَلَا مَغْنَمٍ﴾، رواه ابو داود، وسكت عنه، وقال المنذرى: فيه رجل مجهول، وعمر بن عبد العزيز لم يدرك عمر بن الخطاب رضي الله عنه المعبود ۹۹:۳ و ۱۰۰-).

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشہر حرم میں کفار سے جنگ و جہاد کرنا اب درست ہے۔ اور آیت ﴿قُلْ قَاتِلْ فِيهِ كَبِيرٌ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ سے منسوخ ہے۔ نیز حضور ﷺ کا ہوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں اشہر حرم میں جہاد کرنا اور ابو عامر کوشال و ذیقعدہ میں اوطاس جنگ کے لئے بھیجا، اشہر حرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اگر اشہر حرم میں حرمت قتال منسوخ نہ ہوتا تو حضور ﷺ قطعاً یہ کام نہ کرتے۔ اسی طرح بیعت رضوان جو قریش سے قتال پر ہوئی تھی وہ بھی ذیقعدہ میں ہی ہوئی۔

اور ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحَرَامُ﴾ بھی اللہ کے فرمان ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ (یعنی مشرکین کو جہاں پاؤ اور جس وقت پاؤ قتل کرو) سے منسوخ ہے۔ نیز ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحَرَامُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کی مدت معاہدہ ختم ہو جائے تو پھر جس وقت ان پر قابو پاؤ ان کو قتل کرو۔

الغرض علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ محترم مہینوں میں حرمت قتال منسوخ ہے۔

## باب - جزیرہ اور فی میں سے خمس نہیں لیا جائے گا اور خمس صرف مال غنیمت میں سے لیا جائے گا

۳۲۶۵- ابن عدی بن عدی کندی سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ جو شخص مالی فی کا مصرف دریافت کرے (تو اس کو بتایا جائے کہ) اس کا مصرف وہی ہے جہاں حضرت عمرؓ نے اس کو مصرف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تمام مسلمانوں نے آپ کے اس یہلہ کو حضور ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں کہ "اللہ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا ہے" تین عدل تصور کیا۔ حضرت عمرؓ نے عطایا مقرر کئے اور ان پر مقرر کئے گئے جزیرہ کے عوض سب مذہب والوں کا ذمہ لیا ہے۔ اس (جزیرہ) میں نہ آپؐ نے خمس (پانچواں حصہ) مقرر فرمایا اور نہ ہی اس کو مال غنیمت کے مثل سمجھا۔ (ابوداؤد)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہذا یہ حدیث ان



۴۲۶۶- حدثنا محمد بن عبد الله الانصارى عن النهاس بن قهم حدثنى القاسم بن عوف عن ابيه عن السائب بن الاقرع، او عن عمرو بن السائب بن الاقرع عن ابيه شكّ الْأَنْصَارِيُّ- قَالَ: رَحَفَ لِلْمُسْلِمِينَ رَحَفٌ، فَذَكَرَ مَعَهُ نَهَاوْنَدَ بِطُولِهَا قَالَ: وَجَمَعْتُ تِلْكَ الْغَنَائِمَ فَقَسَمْتُهَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَنَانِي ذُو الْعَيْنَيْنِ فَقَالَ: إِنْ كُنَزَ النُّخَيْرِجَانِ فِي الْقَلْعَةِ- قَالَ: فَصَعِدْتُ فَإِذَا أَنَا بِسَفْطَيْنِ مِنْ جَوْهَرٍ لَمْ أَرِ مِثْلَهُمَا قَطُّ- فَلَمْ أَرَهُمَا مِنَ الْغَنِيمَةِ فَأَقْسِمُ بِمَا بَيْنَهُمَا وَلَمْ أُحِرِّزْهُمَا بِجَزِيَّةٍ أَوْ قَالَ أَحْرَزَهُمَا شَكَّ ابوعبيد-، ثُمَّ أَقْبَلْتُ إِلَى عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ شَأْنَ السَّفْطَيْنِ فَقَالَ: إِذْهَبْ بِهِمَا، فَبِعْهُمَا إِنْ جَاءَا بِدِرْهَمٍ، أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، أَوْ أَكْثَرَ، ثُمَّ أَقْسِمُ بِبَيْنَهُمْ قَالَ: فَأَقْبَلْتُ بِهِمَا إِلَى الْكُوفَةِ، فَأَتَانِي شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ: عَمْرُو بْنُ حَرِيبٍ فَاشْتَرَاهُمَا بِأَعْطِيَةِ الدَّرِيَّةِ وَالْمُقَاتِلَةِ الْحَدِيثِ، رَوَاهُ ابُو عُبَيْدٍ فِي "الاموال" (رقم ۶۲۲)، وَفِيهِ النَّهَاسُ بْنُ قَهْمٍ ضَعِيفٌ، كَمَا فِي "التَّقْرِيبِ"، وَلَكِنَّ الْقِصَّةَ لَهَا طَرُقٌ عَدِيدَةٌ، كَمَا سَنَذْكُرُهَا فِي الْحَاشِيَةِ، فَصَحَّ الْاِحْتِجَاجُ بِهَا، وَقَدْ اِحْتَجَّ بِهَا ابُو عُبَيْدٍ، وَهُوَ مُجْتَمِعٌ فَقِيهٌ-

کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس قابل ہے کہ اس سے حجت پکڑی جائے کیونکہ ابوداؤد صراح لہذا محتاج حدیث پر ہی سکوت فرماتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ کا انصاری نجران اور بخوس ہجر سے جزیہ لینا اور اہل یمن پر جزیہ مقرر فرمانا اور پھر اس میں خمس لینے کا ذکر نہ ہونا بھی اس اثر مذکور کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ نے جزیہ سے پانچواں حصہ لیا ہوتا تو یقیناً اس کو نقل کیا جاتا جیسا کہ عادت مبارکہ راویوں کی یہی ہے۔ نیز امام شافعیؒ سے قبل اور بعد میں اور نہ ہی ان کے زمانہ میں کسی نے جزیہ میں سے پانچواں حصہ نکالنے کا قول نہیں فرمایا۔ گویا کہ جزیہ میں سے خمس نہ لینے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

۳۲۶۶- سائب بن اقرع فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف زبردست یورش ہوئی اور ایک لشکر نے خوب لشکر کشی کی۔ پھر انہوں نے معرکہ نہاوند کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ میں نے مال غنیمت کو جمع کیا اور اس (مال غنیمت) کو لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر میرے پاس ذوالغنین آیا اور اس نے کہا کہ ٹھیر جان کا خزانہ قلعہ میں ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے دو تھیلے ہیں میں نے ان جیسے دو تھیلے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ تھیلے تو مال غنیمت ہیں کہ میں انہیں تقسیم کروں اور نہ ہی میں نے انہیں جزیہ میں جمع کیا ہے (ابو عبید راوی کو شک ہے کہ لم احرز ہما فرمایا

## باب تضعیف الصدقة علی نصاری بنی تغلب واحکامها

۴۲۶۷- حدثنا ابو معاوية عن ابی اسحاق الشیبانی عن داود بن کردوس عن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَأَلَ بَنِي تَغْلِبَ عَلَى أَنْ لَا يَصْبُغُوا فِي دِينِهِمْ صَبْغًا، وَعَلَى أَنْ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ مُضَاعَفَةً، وَعَلَى أَنْ لَا يَكُونُوا عَلَى دِينٍ غَيْرِ دِينِهِمْ، فَكَانَ دَاوُدُ يَقُولُ: مَا لِي بَنِي تَغْلِبَ ذِمَّةٌ، قَدْ صَبَّغُوا- رواه يحيى بن آدم في "الخارج" له (ص ۶۷)، والسنن حواين مطر الشيباني مقبول من السادسة (تقريب ص ۷۴)- ذكره ابن حبان في "الثقات" (تهذيب ۱۰۶: ۴)، وداود بن کردوس، ذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال: يروى عن عمر بن الخطاب (كشف الاستار ص ۳۶)- ومثله في "اللسان" (۴۲۵: ۲)، فالسند صحيح-

یا حذر ہما فرمایا) پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس آنے کے لئے روانہ ہوا اور ان سے دونوں قبیلوں کا قصہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں لے جا اور ان دونوں کو بیچ۔ اگر اس کے عوض ایک درہم یا کم و بیش حاصل ہوں تو اس کو ان (غازیوں، لشکریوں) کے درمیان تقسیم کر دو۔ پس میں ان دونوں کو کوفہ لے کر آیا جہاں عمرو بن حریث (نامی) ایک قریشی جوان میرے پاس آیا اور اس نے وہ دونوں قبیلے (مسلمانوں کے) بال بچوں اور فوجیوں کے مقررہ وظائف بھر قلم کے عوض خرید لئے (کتاب الاموال)۔ اس حدیث کے کئی طرق ہیں لہذا اس سے حجت پکڑنا صحیح اور ابو عبیدہ مجتہد فقیہ نے بھی اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہذا یہ اس کی صحت کی دلیل ہے۔

فائدہ: ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

## باب - بنو تغلب کے عیسائیوں پر دو گنا صدقہ اور اس کے احکام کا بیان

۴۲۶۸- داؤد بن کردوس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بنو تغلب سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے دین میں (رکنے کے لئے) کسی بچہ کو رنگ نہیں دیں گے (کیونکہ نصرانیوں کا یہ دستور تھا کہ وہ پیدا ہونے والے بچہ کو عیسائی بننے والے کسی کو بھی زرد رنگ میں رنگتے اور پھر کہتے کہ اب یہ پاکیزہ عیسائی بن گیا ہے)۔ اور اس شرط پر کہ ان پر دو گنا صدقہ ہوگا اور اس شرط پر کہ وہ عیسائیت کے علاوہ کوئی اور مذہب اختیار نہیں کریں گے۔ داؤد فرمایا کرتے تھے کہ بنو تغلب کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں کیونکہ انہوں نے (اپنے بچوں کو) رنگا۔ (کتاب الخراج لیلجی بن آدم) سند صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ معاملہ طے کیا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی صحابہؓ کی موجودگی میں ان پر دو گنا صدقہ وصول کیا۔ لہذا یہ اہتمام ہے اور وہ بالاتفاق حجت ہے۔

۴۲۶۸- حدثنا عبد السلام بن حرب عن ابی اسحاق الشیبانی عن السفاح عن داود بن کردوس عن عبادة بن النعمان أنه قال لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ بَنِي تَغْلِبَ مَنْ قَدْ عَلِمْتَ شَوْكَتَهُمْ وَإِنَّهُمْ يَأْزِءُ الْعَدُوَّ، فَإِنْ ظَاهَرُوا عَلَيْكَ الْعَدُوَّ اسْتَدَتْ مُؤْتَتُهُمْ، فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُعْطِيَهُمْ شَيْئًا فَافْعَلْ، قَالَ: فَصَالِحُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَغْمِسُوا أَحَدًا مِنْ أَوْلَادِهِمْ فِي النَّصْرَانِيَّةِ، وَيُضَاعَفَ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ قَالَ: وَكَانَ عُبَادَةُ يَقُولُ: قَدْ فَعَلُوا وَلَا عَهْدَ لَهُمْ- رواه يحيى بن آدم أيضا (ص ۶۶)، وهذا سند صحيح، وعبادة هو عباد بن زرعة بن النعمان التغلبي له ادراك، كما في "الاصابة" (۸۸: ۵)، قد صحف الرواة اسمه فقال بعضهم: عبادة بن النعمان وقيل: زرعة بن النعمان، وقيل: نعمان بن زرعة، ولا يقدح ذلك في صحة الاثر- ورواه البيهقي رحمه الله، وفيه: لَمَّا صَالَحَهُمْ عُمَرُ يَغْنِي نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ عَلَى تَضْعِيفِ الصَّدَقَةِ قَالُوا: نَحْنُ عَرَبٌ لَا نُؤَدِّي مَا يُؤَدِّي الْعَجَمُ، وَلَكِنْ خُذُونَا، كَمَا تَأْخُذُ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ يَعْنُونَ الصَّدَقَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا، هَذِهِ فَرَضُ الْمُسْلِمِينَ- قَالُوا: فَرَدْنَا شَيْئًا

۳۲۶۸- داؤد بن کردوس سے مروی ہے کہ عبادة بن نعمان نے حضرت عمرؓ سے کہا "اے امیر المؤمنین! بنو تغلب کی طاقت آپ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ دشمن کے مقابل ہیں۔ پس اگر وہ آپ کے خلاف دشمن کی حمایت کریں تو ان کی سختی بڑھ جائے گی پس اگر آپ کے خیال میں یہ مناسب ہو کہ آپ ان کو کچھ دیدیں تو ایسا کر دیجئے۔ پس آپ نے بنو تغلب سے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ نصرا نیت میں (رکھنے کے لئے) اپنی اولاد کو رنگ میں نہیں ڈوبیں گے اور ان پر دو گنا صدقہ ہوگا۔ داؤد فرماتے ہیں کہ عبادة فرمایا کرتے تھے کہ بنو تغلب نے بچوں کو رنگ لہذا ان کے لئے کوئی عہد و پیمان نہ رہا۔ (کتاب الخراج للحیجی بن آدم) اس اثر کی صحت میں اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے جس میں ہے کہ "جب حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کے نصاری سے دو گنی زکوٰۃ پر صلح کی تو بنو تغلب نے کہا کہ ہم عرب ہیں ہم وہ چیز نہیں دیں گے جو غنم دیتے ہیں۔ لیکن آپ ہم سے اسی طرح لیں جس طرح تم میں سے بعض بعض سے لیتے ہیں یعنی زکوٰۃ (نو) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں یہ تو مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس نام سے آپ جو چاہیں زیادہ کر لیں لیکن جزیہ کے نام سے نہیں۔ پس حضرت عمرؓ نے (ایسا) کیا اور آپ اور بنو تغلب دو گنا صدقہ کی فرضیت پر باہم راضی ہو گئے۔ اور بعض طریق میں ہے کہ (آپؓ نے فرمایا کہ) تم اسے جو چاہو نام دے لو۔ (زیلعی)۔ حافظ صاحب تلخیص الحبر میں فرماتے ہیں کہ بیہقی نے اسے ابو اسحاق کے طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح امام شافعی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس سے زیادہ مکمل

بِهَذَا الْإِسْمِ، لَا بِاسْمِ الْجِزْيَةِ، فَقَعَلَ فَتَرَضْنِي هُوَ وَغُمَ عَلَى تَضْعِيفِ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِمْ، وَفِي بَعْضِ طُرُقِهِ: سَمُّوْهَا مَا شِئْتُمْ (زيلعی ۳۹۵:۱)۔ وقال الحافظ في "التلخیص الحبیر" (۳۸۰:۲): رواه البيهقي من طريق أبي اسحاق الشيباني نحوه أي نحو ما رواه الامام الشافعي وابن أبي شيبه، واتم منه اهـ۔ سكت الحافظ عنه، فهو صحيح، او حسن عنده، وللقصة طرق عديدة نذكرها في الحاشية۔

۴۲۶۹- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث عن يونس عن ابن شهاب قال: لَا نَعْلَمُ فِي مَوَائِشِي أَهْلَ الْكِتَابِ صَدَقَةً إِلَّا الْجِزْيَةَ الَّتِي تُؤْخَذُ مِنْهُمْ، غَيْرَ أَنَّ نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ الَّذِينَ جَلَّ أَمْوَالُهُمُ الْمَوَائِشِي يُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْخَرَجُ، فَيُضَعَّفُ عَلَيْهِمْ حَتَّى تَكُونُ بِمِثْلِ الصَّدَقَةِ أَوْ أَكْثَرَ۔ زواه ابو عبيد في "الاموال" و رواه يحيى بن آدم في "الخراج" له، حدثنا ابن مبارك عن يونس عن الزهري قال: لَيْسَ فِي مَوَائِشِي أَهْلَ الْكِتَابِ صَدَقَةٌ إِلَّا نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ فَذَكَرَهُ مُخْتَصِرًا وَهَذَا سَنَدٌ صَحِيحٌ۔

روایت کیا ہے، پھر حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ اور اس قصہ کے متعدد طرق ہیں۔  
فائدہ: بنو تغلب کی عورتوں سے بھی دو گنا صدقہ لیا جائے گا کیونکہ صدقہ عورتوں پر واجب ہوتا ہے تو دو گنا صدقہ بھی واجب ہوگا۔ اور بچوں پر واجب نہ ہوگا۔

۴۲۶۹- ابن شہاب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے مویشیوں پر زکوٰۃ (وصول کرنا) ہم نہیں جانتے البتہ جزیہ جانتے ہیں جو ان سے لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ بنو تغلب کے عیسائی جن کا تمام مال مویشی تھا تو ان کے اموال سے خراج لیا جاتا تھا۔ پس وہ اتنا بڑھا چڑھا کر لیا جاتا کہ زکوٰۃ سے دو گنا یا اس سے کچھ زیادہ ہی ہو جاتا۔ (کتاب الاموال)۔ یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی جگہ دو گنا صدقہ صرف بنو تغلب کے نصاریٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ تہذیب وغیرہ کے نصرا نیوں اور یہودیوں سے نہیں لیا جائے گا۔ اور یہ اختصاص کئی وجوہ کی بنا پر ہے مثلاً (۱) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت فرماتے کے سائل پر ناعدا ان ربیبہ کے نصاریٰ (یعنی بنو تغلب) سے کرے گا تو میں کسی عرب کو اسلام قبول کرنے یا پھر قتل کے بغیر نہ چھوڑتا۔ (کتاب الاموال)۔ (۲) بنو تغلب کے پاس ایک طاقت تھی اور وہ



۴۲۷۰- حدثنا ابو حنیفہ عمن حدثہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: "أَنَّهُ أضعفَ الصَّدَقَةَ عَلَى نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ عَوْضًا مِّنَ الْخُرَاجِ"۔ ذکرہ الامام ابویوسف فی "الخراج" لہ۔ واحتجاج المجتہد بحديث حجة

### باب العطاء يموت صاحبه بعد ما يستوجبه

۴۲۷۱- حدثنا ابن ابی زائدة عن معقل بن عبيد الله عن عمر بن عبد العزيز "أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَوْجَبَ الرَّجُلُ عَطَاءَهُ ثُمَّ مَاتَ أَغْطَاهُ وَرَثَتَهُ"۔ اخرجہ ابو عبید فی "الاسوال" و سندہ صحیح علی شرط مسلم، و معقل بن عبید اللہ الجزری وثقہ غیر واحد، و هو من رجال مسلم و ابی داود و النسائی (تہذیب)۔

۴۲۷۲- حدثنا يزيد عن اسماعيل بن ابی خالد عن قيس بن ابی حازم قال: قال الزبير لعُثْمَانُ بَعْدَ مَا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ: "أَعْطِنِي عَطَاءَ عَبْدِ اللَّهِ فَعِيَالُ عَبْدِ اللَّهِ أَحَقُّ بِهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَأَعْطَاهُ خَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا"۔ رواہ ابو عبید ایضاً (ص ۲۶۰)، و سندہ صحیح، و قيس من اجلة التابعين ثقة مخضرم (تہذیب ۸: ۳۸۷)۔

کے ساتھ مل گئے تھے اور ان سے نقصان کا خطرہ تھا، جب کہ یہ چیز کسی اور میں نہ تھی۔ وغیرہ۔

۴۲۷۰- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے عوض صدقہ کو دو گنا کر دیا۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) ایک مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

### باب - وظیفہ و عطیہ کا مستحق ہو جانے کے بعد مر جانے والے کے بیان میں

۴۲۷۱- معقل بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا طرز یہ تھا کہ جب آدمی عطیہ کا مستحق ہو کر مر جاتا تو آپ اس کا وظیفہ اس کے ورثاء کو دیتے۔ (کتاب الاموال ابو عبید) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۲۷۲- قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ مجھے عبد اللہ رضی اللہ عنہ (بن مسعود) کا وظیفہ اور عطیہ دے دو کیونکہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے بیت المال کے مقابلے میں اس رقم کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عثمانؓ نے انہیں پندرہ ہزار (درہم) دیدئے۔ (کتاب الاموال ابو عبید)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۲۷۳- حدثنا خالد بن عمرو عن علي بن جی (الصحيح حى) عن سماك بن حرب

قال: حدثني الحى "أَنَّ رَجُلًا مَاتَ بَعْدَ ثَمَانِيَةِ أَشْهُرٍ مِنَ السَّنَةِ فَأَعْطَاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَلَاثِي عَشْرَةَ مِائَةً". رواه ابو عبيد ايضا (ص ۲۶۱). رواه البلاذرى فى "الفتوح" (ص ۴۶۶) عن ابن ابى شيبة: ثنا عبيد الله بن موسى عن علي بن صالح بن حى عن سماك بن حرب نحوه قلت: سند ابن ابى شيبة رجاله ثقات- وهذا مرسل فان سماك بن حرب لم يدرك عمر رضي الله عنه، وانما رواه عن رجال الحى-

۴۲۷۴- حدثنا عبد الله بن صالح عن الهقل بن زياد عن الاوزاعى ان عمر بن

عبد العزيز كَتَبَ أَنْ انْظُرْ فِي أَهْلِ الدَّوَاوِينِ، فَمَنْ كَانَ عَمِلَ عَلَى عَطَائِهِ سَنَةً كَامِلَةً، وَغَرِمَ مَا نَابَهُ مِنَ الْحَمَائِلِ، أَوْ قَالَ الْجَعَائِلِ- شك ابو عبيد- وَأَجْزَأُ بُعُوثُهُ، ثُمَّ يُقْبَضُ بَعْدَ مَا يُؤْمَرُ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والے شخص کا وظیفہ ورثاء کو دیا جائے گا۔

۳۲۷۳- سماک بن حرب سے روایت ہے کہ تمی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص سال کے آٹھ ماہ گزار کر مر گیا تو حضرت

عمرؓ نے اس (کے ورثاء) کو سال بھر کے عطیہ کا دو تہائی دے دیا۔ (کتاب الاموال ابو عبید)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ بلاذری نے فتوح میں ابن ابی شیبہ کی سند سے اسے روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ کی سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نصف سال کے بعد فوت ہو تو اس کے وظیفہ کا بقدر عمل حصہ اس کے ورثاء کو

دیا جائے گا۔

۳۲۷۴- اوزاعی سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے لکھا کہ وظائف و عطیات کے مستحقین کی فہرست میں

نظر ڈالو۔ پس جس شخص کو دیکھو وہ اپنا وظیفہ پالنے کے بعد پورے سال کا کام کرتا رہا، اپنے بارگھانا اور اپنے فوجی واجبات پورے کرتا رہا اور پھر اس وقت مر گیا جب لوگوں کو ان کے وظائف جاری کئے جانے کا حکم دے دیا گیا تو ایسے شخص کا وظیفہ اس کے گھر والوں کو دے دیا جائے گا حکم دے دو جو اس کا واجبی حق ہوگا۔ اور اسی طرح اس شخص کو بھی دیکھو جو کسی فوج میں بھرتی ہو گیا ہو اور اسے اس کا وظیفہ مل چکا ہو جسے اس

لِلنَّاسِ بِأَعْطِيَاتِهِمْ، فَمُرْ لِأَخِيهِ لِعَطَائِهِ حَقًّا وَاجِبًا، وَانْظُرْ مَنْ كَانَ أُكْتِبَ فِي شَيْءٍ مِنْ  
الْبُعُوثِ، فَخُرجَ لَهُ عَطَائُهُ، فَتَجَهَّزَ بِهِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ أَجَلُهُ، فَلَا تَعْرِمُوا أَهْلَهُ شَيْئًا إِنَّمَا أَخَذَ حَقَّهُ ﴿-  
رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۲۶۰)، و سندہ حسن مرسل، و ہقل بن زیاد السکسکی  
کاتب الاوزاعی ثقة من التاسعة (تقریب ص ۳۲)۔ والاوزاعی لم یدرک عمر بن  
عبدالعزیز، و ارسال مثله حجة۔

نے (مہم کی) تیاری پر صرف کر دیا ہو اور پھر وہ مر گیا ہو تو ایسے شخص کے گھروالوں سے کچھ تاوان وصول نہ کرنا۔ اس مرنے والے نے تو اپنا  
حق لیا ہے۔ (کتاب الاموال ابو عبید) اس کی سند حسن مرسل ہے، اور اوزاعی جیسے راوی کا ارسال حجت ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں لفظ حقاً واجباً سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عطیہ وظیفہ وراثت کا دینا واجب ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ  
بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنا وظیفہ لے کر مر جائے یا مدت سے قبل معزول کر دیا جائے تو باقی مدت کا وظیفہ واپس کرنا ضروری نہیں اور اس  
کا تاوان وراثت کے ذمہ نہ ہوگا۔ اور یہ ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو سال کا پیشگی نفقہ دے دے اور وہ عورت مر جائے سال کے ختم  
ہونے سے قبل یا جدائی ہو جائے تو باقی مدت کا نفقہ واپس کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ من وجہ صلہ ہوتا ہے۔ لہذا واپس لینے کا حق ختم ہو جاتا ہے  
جیسے بہ میں رجوع کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

**فائدہ** فوجیوں کے لئے رجسٹر میں جو وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے اسے عطاء کہتے ہیں۔ اس طرح ہر وہ شخص جو دین کا کام سرانجام دے (مثلاً  
مفتی، قاضی، مدرس) اس کیلئے جو وظیفہ حکومت کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اسے عطاء کہتے ہیں (کفایۃ فتح الباری میں ہے کہ عطاء تنخواہ کو  
کہتے ہیں لیکن تنخواہ ماہانہ ہوتی ہے اور عطاء سالانہ۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام اور بادشاہ وقت کو جو خراج۔ بنو تغلب سے دو گنا صدقہ، جز یہ اور جو ہدایا اسے ملتے ہیں اس کے  
لیے ضروری ہے کہ وہ انہیں مسلمانوں کے مصالح مثلاً پلوں، سرکوں پر اور عمال و علماء پر خرچ کرے اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ہمارے  
زمانے میں وظیفہ کے حقدار قاضی، مدرس اور مفتی ہیں۔ اور فتح الباری میں ہے کہ طلبہ کو بھی وظیفہ دیا جائے۔

## ابواب احکام المرتدین

باب يجوز قتل المرتد بلا امهال اذا استمهل فيمهل

والمستحب ان يؤجل ثلاثة ايام مطلقا

۴۲۷۵- عن عكرمة "أَنَّ عَلِيًّا عليه السلام أَتَى بِرِزَادِيقَةَ فَأَخْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُخْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ﴿لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ﴾، وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾ رواه البخارى، ورواه الحاكم فى استدراكه عليه، ورواه ابن ابى شيبه و عبد الرزاق فى "مصنفيهما" بدون القصة (زيلعى ۱۵۷: ۲)۔

۴۲۷۶- عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده معاوية بن حيدة قال: قال رسول الله ﷺ ﴿مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ تَوْبَةَ عَبْدٍ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ﴾ أخرجه الطبرانى فى

## ابواب - مرتدین کے احکام کے بیان میں

باب - بلا مہلت دیے مرتد کو قتل کرنا جائز ہے، جب مہلت مانگے تو مہلت دے دی جائے

اور مطلقاً تین دن تک مہلت دینا مستحب ہے

۴۲۷۵- عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس کچھ زندیق (مرتدین) لائے گئے تو آپؑ نے ان کو جلوا دیا پھر یہ بات حضرت ابن عباسؓ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں علیؑ کی جگہ ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے (اور فرمایا ہے) کہ (کسی کو) اللہ کے عذاب (آگ) سے عذاب نہ دو (بلکہ) میں انہیں قتل کر دیتا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کر لے (یعنی دین اسلام سے مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو۔ (بخاری، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق)۔

۴۲۷۶- معاویہ بن حیدہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا دین بدلے (یعنی اسلام سے مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آنے کے بعد کافر ہونے والے شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتے (مجمع کبیر طبرانی) حافظ نے تلخیص الحجۃ میں اس پر سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے: ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾۔ اس میں کسی قسم کی مہلت کا ذکر نہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا دونوں مرفوع احادیث اور عمل حضرت علیؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کو مہلت دینا واجب نہیں۔ نیز یہ حربی کافر ہے جس تک دعوت دین



”معجمہ الکبیر“ (زیلعی ۱۵۷:۲)۔ و ذکرہ الحافظ فی ”التلخیص الحبیر“ (۳۴۹:۲)، و سکت عنه، فهو حسن او صحیح۔

۴۲۷۷- عن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالقاری عن ابیہ عن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ لَوْ فِدَ قَدِمُوا عَلَيْهِ مِنْ بَنِي ثَوْرٍ: هَلْ مِنْ مَعْرَبَةٍ خَيْرٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ أَخَذْنَا رَجُلًا مِنَ الْعَرَبِ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَقَدِمْنَاهُ فَحَضَرْنَا غَتَّةً، فَقَالَ: هَلَّا أَدْخَلْتُمُوهُ جَوْفَ بَيْتٍ، فَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ رَغِيفًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَاسْتَبْتُمُوهُ لَعَلَّهُ يَتُوبُ، أَوْ يُزَاجِعَ أُمَّرَأَةً؟ أَلَيْسَ لَكُمْ أَشْهَدُ وَلَمْ آمُرْ وَلَمْ أَرْضَ إِذْ بَلَغْنِي۔ رواه مالك في ”الموطأ“ (زیلعی ۱۵۹:۲)، و ابو یوسف الامام فی ”الخراج“ (ص

اسلام پہنچ چکی ہے۔ اس لئے اسے فی الحال قتل کرنا درست ہے۔ باقی امام شافعی کا یہ کہنا کہ شاید وہ مسلمان ہو جائے امر موبہوم ہے اور امر موبہوم کی وجہ سے قرآن و حدیث کے الفاظ فاقتلوہ سے مستفاد واجب کی تاخیر مناسب نہیں۔ لیکن چونکہ افعال صحابہ سے مہلت دینا معلوم ہوتا ہے اس لئے قرآن و حدیث اور افعال صحابہ سب کو سامنے رکھتے ہوئے احناف نے یہ کہا ہے کہ فی الحال فوری طور پر قتل کرنا درست ہے اور مہلت دینا واجب نہیں البتہ مہلت دینا مستحب ہے۔ اور محقق ابن ہمام کی تحقیق میں امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ اگر فی الحال توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ حدیث معاذ من بدل دینہ فاقتلوہ کی بنا پر۔

فائدہ: یاد رکھیں یہ قتل کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسلمان کوئی اور مذہب اختیار کرے۔ اور اگر یہودی عیسائی بن جائے یا عیسائی یہودی بن جائے یا کافر ایک کفر سے دوسرے کفر میں چلا جائے تو یہ حکم قتل اس سے متعلق نہیں۔ کیونکہ الکفر ملۃ واحده۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کفر سے اسلام میں داخل ہو تو یہ حکم اس سے بھی متعلق نہیں۔ الغرض اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دین اسلام سے روگردانی کر کے دوسرے دین کفر میں چلا جائے تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ حقیقی دین تو اسلام ہی ہے۔ اور اس کی تائید طبرانی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ من خالف دینہ دین الاسلام فاضربوا عنقه کہ دین سے مراد دین اسلام ہے اور حکم قتل صرف اس صورت میں ہے کہ کوئی مسلمان دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور جھوٹا دین اختیار کرے۔ موفق معنی میں فرماتے ہیں کہ اہل علم کا مرتد کے قتل پر اجماع ہے اور یہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابو موسیٰ، ابن عباس اور خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا یہ قتل مرتد والا مسئلہ اجماعی ہے۔

۳۲۷۷- عبدالرحمن بن محمد بن القاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنو ثور سے آنے والے وفد سے فرمایا کہ کیا کوئی نادر و عجیب خبر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے عرب سے ایک ایسے آدمی کو پکڑا ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا۔ پس ہم اس کو لائے اور اس کی گردن اڑادی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اسے ایک کمرے میں کیوں بند نہ کر دیا اور پھر تم اس پر روزانہ تین دن

(۳۴)، وهو مرسل، ورواه عبدالرزاق عن معمر وابن ابی شیبہ عن ابن عیینہ کلاهما عن محمد بن عبدالقاری عن ابيه، فعلى هذا هو متصل لان عبدالرحمن بن عبد سمع عمر (الجواهر النقی ۲: ۱۷۳)۔

۴۲۷۸- ورواه البيهقي عن انس رضي الله عنه قال: لَمَّا نَزَلْنَا عَلَى تَسْتَرٍ، وَفِيهِ: فَقَدِمْنَا عَلَى عُمَرَ فَقَالَ: يَا اَنَسُ! مَا فَعَلَ السَّتَةُ الرَّهْطُ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَاَيْلِ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَنِ الْاِسْلَامِ، فَلْيَقْتُلُوا بِالْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ: يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَاتِلُوا فِي الْمَغْرِبَةِ، فَاسْتَرْجَعْتُ: وَعَلَّ كَانَ سَبِيلُهُمْ إِلَّا الْقَتْلُ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَعْرِضُ عَلَيْهِمُ الْاِسْلَامَ فَإِنْ أَبَوْا أَوْدَعْتُهُمْ السِّجْنَ، ذَكَرَهُ الْحَافِظُ فِي "التَّلْخِصِ" (۲: ۳۵)، وسكت عنه، فهو حسن او صحيح، واسنده ابن حزم في "المحل" (۱۱: ۱۹۱) نا عبدالله بن ربيع نا عبدالله بن محمد بن عثمان نا على بن عبد العزيز نا الحجاج بن المنهال نا حماد بن سلمة نا داود، وهو ابن ابی هند عن الشعبي عن انس بن مالك رضي الله عنه الحديث، وصححه۔

تک ایک روئی ڈالتے رہتے اور اسے توبہ کی ترغیب دیتے شاید کہ وہ کفر سے توبہ کر تایا اللہ کے امر کی طرف لوٹا۔ اے اللہ! میں اس واقعہ میں نہ حاضر تھا نہ میں نے حکم دیا اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں اس پر راضی نہ ہوا۔ (مؤطا مالک و کتاب الخراج ابو یوسف)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن مصنف عبدالرزاق میں جو سند مذکور ہے اس اعتبار سے یہ حدیث متصل ہے۔ (الجوہر النقی)۔

فائدہ: بعض احادیث میں ثلاثۃ ایام کا لفظ نہیں لیکن اس روایت میں ثلاثۃ ایام کا لفظ اس مطلق حدیث کے لئے مفسر ہے اور مطلق حدیث کو متعید حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ اس طرح اگلی حدیث انس میں بھی مطلق ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اسے قید خانہ میں ڈالتا تو یہ بھی مذکورہ بالا متعید حدیث پر محمول ہوگی۔ اس لئے تین دن تک مہلت دی جائے گی۔ اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے قید کر دیا جائے، غلط ہے ورنہ اس سے فائدہ والی حدیث لایعنی ہو جائے گی۔ اور یہ مہلت دیا جانا بھی دیگر مذکورہ آیت واحادیث مرفوعہ صحیحہ کی وجہ سے مستحب ہے۔ واجب نہیں۔

۴۲۷۸- بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جب ہم مقام تستر پر اترے اور اس میں یہ ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے انس! بکر بن وائل کے ان چھ آدمیوں کا کیا ہوا جو اسلام سے مرتد ہو گئے اور مشرکین کے ساتھ مل گئے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! وہ ایک معرکہ میں قتل کر دئے گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون

۴۲۷۹- عن معمر عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابيه قال: اخذ ابن مسعود قومان ارتدوا عن الاسلام من اهل العراق، فكتب فيهم الى عثمان، فرد اليه عثمان ان اعرض عليهم دين الحق، وشهادة ان لا اله الا الله، فان قبلوها، فخل غنمهم، وان لم يقبلوها، فاقتلهم، فقبلها بعضهم فتركة، ولم يقبلها بعضهم فقتله. رواه عبدالرزاق، كما في "المحلى" (۱۹۰:۱۱)، وسنده صحيح.

۴۲۸۰- عن ابن جريج اخبرني سليمان بن موسى انه بلغه عن عثمان بن عفان انه كفر انسان بعد ايمانه فدعاه الى الاسلام ثلاثا فاني فقتله. رواه عبدالرزاق، كما في "المحلى" (۱۹۰:۱۱)، وهو مرسل صحيح، و رواه الامام ابو يوسف في "الخراج"

پڑھا۔ میں نے (انس نے) عرض کیا، کیا قتل کے علاوہ کوئی اور صورت ان کے لئے تھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں ان کو اسلام پیش کرتا۔ پس اگر وہ انکار کرتے تو میں ان کو قید خانہ میں ڈال دیتا۔ (تفلیح الحیر)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ ابن حزم نے نکلی میں اسے مندر بیان کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔

**فائدہ:** اس سے مراد بھی تین دن تک قید کرنا ہے کیونکہ بالکل قتل نہ کرنے کا قول سنت و اجماع کے خلاف ہے (المغنی للموفق) نیز یہ استابہ (توبہ کی ترغیب کے لئے مہلت دینا) بھی حضرت عمرؓ کے ہاں مستحب ہے جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ واجب عمرو ان يستتاب۔ نیز حضرت عمرؓ کی تلخیر خیف اس لئے بھی تھی کہ انہیں دارالحرب میں قتل کر دیا گیا تھا تو اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم میرے پاس انہیں لے آتے تو مجھے پسند تھا۔ (طحاوی ج ۲: ص ۱۲۰)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۲۷۹- عتبہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عراق کی ایک قوم کو گرفتار کیا جو مرتد ہو گئی تھی۔ پھر ان کے بارے میں حضرت عثمانؓ کو لکھا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ ان پر دین حق (اسلام) اور لا الہ الا اللہ کی گواہی پیش کر دو۔ پس اگر وہ اسے قبول کر لیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو ان کو قتل کر دو۔ (پس جب آپؐ نے ان پر اسلام کو پیش کیا تو) ان میں سے جس نے اسے قبول کر لیا تو آپؐ نے اسے چھوڑ دیا اور جس نے اسے قبول نہ کیا تو آپؐ نے اسے قتل کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

۴۲۸۰- سلیمان بن موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عثمانؓ نے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک انسان ایمان لے آنے کے بعد کافر ہو گیا تو آپؐ نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی تین مرتبہ (تین دن) لیکن اس نے انکار کیا تو آپؐ نے اسے قتل کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؓ نے اسی سند کے ساتھ یوں روایت کیا ہے کہ مرتد کو تین دن تک

(ص ۲۱۴)۔ وبهذا السند عن عثمان رضی اللہ عنہ قال: يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُّ ثَلَاثًا۔

۴۲۸۱۔ حدثنا اشعث عن الشعبي قال: قال رضی اللہ عنہ: ﴿يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُّ ثَلَاثًا فَإِنْ تَابَ وَلَا قِتْلَ﴾، رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص ۲۱۴)۔ وهو مرسل حسن، واشعث بن سوار من رجال مسلم والاربعة الا ابا داود، وثقه ابن معين في رواية، وقال البزار: لا نعلم احدا ترك حديثه الا من هو قليل المعرفة، كذا في "التهذيب"، وضعفه آخرون، ومشاه بعضهم۔

۴۲۸۲۔ نا عثمان عن سعيد بن ابى عروبہ عن ابى العلاء عن ابى عثمان النهدي أنّ عليّاً رضی اللہ عنہ استتاب رجلاً كفر بعد إسلامه شهراً فأبى فقتله۔ رواه عبدالرزاق، كما في "المحلى" (۱۱: ۱۹۱)، ولم يعله بشيء۔

۴۲۸۳۔ عن معمر عن ايوب عن حميد بن هلال عن ابى بردة رضی اللہ عنہ قال: قَدِمَ عَلَى أَبِي

توبہ کرنے کی ترغیب دی جائے۔

فائدہ: یہ آثار صحابہ ہیں جو مرفوع متصل "من بدل دينه فاقتلوه" کا معارض نہیں بن سکتے۔ اس لئے ہم یوں تطبیق دیں گے کہ تین دن تک مہلت دینا مندوب ہے، ضروری نہیں۔

۳۲۸۱۔ شعبی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرتد کو تین دن تک توبہ کی ترغیب دی جائے۔ پس اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک توبہ کی ترغیب دینا واجب ہے۔ لیکن یہ مرسل حدیث اس مرفوع متصل صحیح حدیث کے معارض نہیں بن سکتی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو دین اسلام کو چھوڑ دے تو اسے قتل کر دو"۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ توبہ کی ترغیب دیے بغیر قتل کرنا بھی جائز ہے۔ لہذا دونوں قسم کی احادیث کو سامنے رکھ کر ہم یوں تطبیق دیں گے کہ مرفوع متصل صحیح حدیث کی وجہ سے بغیر توبہ کی ترغیب دیے قتل کرنا جائز ہے اور آثار صحابہ اور اس مرفوع مرسل حسن حدیث کی وجہ سے تین دن تک توبہ کی ترغیب دینا مستحب ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ (کذا فی الہدایہ)۔

الحمد للہ احناف کے ہاں دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اہل الرائے ہونے کے ساتھ مطعون ہیں۔

۳۲۸۲۔ ابو عثمان محمدی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ایسے شخص کو ایک ماہ تک توبہ کی ترغیب دی جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔

۳۲۸۳۔ ابو بردہ فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل عین سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان



مُؤَسَّى الْأَشْعَرِيِّ مَعَاذُ نَيْنِ جَبَلٍ مِنَ الْيَمَنِ وَإِذَا بَرَجِلَ عِنْدَهُ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: رَجُلٌ كَانَ يَهُودِيًّا فَاسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ وَنَحْنُ نُرُدُّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ مُنْذُ أَحْسِبُهُ قَالَ: شَهْرَيْنِ قَالَ: مَعَاذَ اللَّهِ لَا أَقْعُدُ حَتَّى تَضْرِبُوا عُقَّتَهُ فَضْرِبْتُ عُقَّتَهُ ثُمَّ قَالَ مَعَاذُ: قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ رواه عبد الرزاق (المحلى لابن حزم ۱: ۱۹۱)۔ ورجاله كلهم ثقات، واصله عند البخاری و مسلم من دون ذكر الاستتابة منذ شهرين، ورواه ابو داود من طرق في بعضها: فَقَتِلَ وَ كَانَ قَدْ اسْتَتَيْبَ قَبْلَ ذَلِكَ، و في بعضها: فَدَعَا أَبُو مُؤَسَّى، فَأَبَى عَشْرَيْنِ لَيْلَةً، أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، وَجَاءَ مَعَاذُ فَدَعَا فَأَبَى، فَضْرِبْتُ عُقَّتَهُ، قال ابو داود: رواه عبد الملك بن عمير عن ابى بردة، فلم يذكر الاستتابة، وكذا ابن فضيل عن الشيباني، و قال المسعودى عن القاسم يعنى ابن عبد الرحمن فى هذه القصة: فلم ينزل (اى معاذ) حتى ضرب عنقه، وما استتابة، كذا فى "فتح البارى" (۱: ۲۴۳)، ورجح الحافظ الروايات المثبتة للاستتابة على الروايات الساكنة عنه، وعلى رواية المسعودى النافية لها۔

کے پاس ایک آدمی ہے تو معاذؓ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ ابو موسیٰ اشعرئؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اب پھر یہودی بن گیا ہے۔ ہم اسے اسلام پر لانا چاہتے ہیں۔ معاذؓ نے فرمایا کہ کب سے؟ انہوں نے فرمایا دو ماہ سے۔ معاذؓ نے فرمایا معاذ اللہ، میں نہیں بیچوں گا یہاں تک کہ تم اس کی گردن نہ مارو۔ پس اس کی گردن زنی کر دی گئی۔ پھر حضرت معاذؓ نے فرمایا: یہی اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے (مصنف عبد الرزاق) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس کی اصل حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔ لیکن اس میں دو ماہ سے استتابة (توبہ کی ترغیب دینے) کا ذکر نہیں۔ اور ابوداؤد نے اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔ بعض میں ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا جبکہ اس سے قبل اسے توبہ کی ترغیب دی گئی۔ اور بعض میں ہے کہ ابو موسیٰؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ میں رات تک یا اس کے قریب قریب انکار کرتا رہا۔ اور حضرت معاذؓ تشریف لائے تو انہوں نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا پس پھر اس کی گردن اڑادی گئی۔

**فائدہ:** مہلت دینا خلاف اصل ہے۔ اور اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کتنے دن مہلت دی گئی۔ لہذا متیقن مدت یعنی تین دن کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ انذار کے دفعیہ کے لئے تین دن کی مہلت مقرر کی گئی ہے جیسا کہ حبان بن منقذ کی حدیث میں ہے کہ دفع ثمن کے لئے سوچ بچار کی مدت اختیار تین دن ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں بھی تین دفعہ تک عذر قبول ہے۔ اس کے بعد گنجائش نہیں۔ اور یہی حضرت عمر، حضرت عثمانؓ بلکہ خود حضور ﷺ سے بھی مروی ہے لہذا تین دن سے زیادہ

## باب لا يستتاب الزنديق وهو الذي يظهر الاسلام ويخفي الكفر

۴۲۸۴- روى الثورى عن ابى اسحاق عن حارثة بن مضرب أنه أتى عبد الله فقال: ما بينى وبين أحد من العرب إحنة (حقد)، وإني مررت بمسجد بنى حنيفة، فإذا هم يؤمنون بمسئلة، فأرسل إليهم عبد الله، فجاء بهم واستتابهم غير ابن النواحة قال له: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لولا أنك رسول لصربت عنقك، فأنت اليوم لست برسول أين ما كنت تظهر من الإسلام؟ قال: كنت أتيتكم به، فأمر به قرظة بن كعب فصرب عنقه بالسوق ثم قال: من أراد أن ينظر إلى ابن النواحة قتيلاً بالسوق؟ أخرجه الجصاص فى "أحكام القرآن" له (۲: ۲۸۷)، والمذكور من السند صحيح، والمحدث لا يسقط من اهل الاسناد الا ما كان سالما، واصله عند ابى داود فى "سننه" (۳: ۳۹۰) اى قوله: أين ما كنت تظهر من الإسلام؟ قال: كنت أتيتكم به- ورواه الاثرم باسناده عن طبيان بن عمارة ان رجلا من بنى سعد مر على مسجد بنى حنيفة فذكر الحديث، وفيه: فأتى بهم فتأبوا، فحلى

کی مہلت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس وہ روایات جن میں تین دن سے زیادہ کی مہلت کا ذکر ہے تو وہ احناف کے ہاں جواز پر محمول ہیں جبکہ اثنی عشریہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہو اور اس کے مسلمان ہو جانے کی امید ہو۔ واللہ اعلم۔

باب - زندق سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے (یعنی زندق کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دیا جائے)

اور زندق وہ ہے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے

۴۲۸۴- حارث بن مضرب سے مروی ہے کہ وہ عبد اللہ بن مسعود کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرے اور کسی عرب کے درمیان کوئی کینہ نہیں۔ میں مسجد بنی حنیفہ کے پاس سے گذرنا تو وہ مسیلمہ (کذاب مدعی نبوت) پر ایمان رکھنے والے تھے۔ پس (اطلاقاً) نے پر) عبد اللہ بن مسعود نے ان کی طرف قاصد بھیجا جو ان کو لے آیا۔ آپ نے انہیں توبہ کی ترغیب دی سوائے ابن نواحہ کے۔ عبد اللہ بن مسعود نے اس سے فرمایا کہ میں نے (تیرے بارے میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "اگر تو (اے ابن نواحہ) قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا" پس آج تو قاصد نہیں ہے۔ کہاں ہے وہ اسلام جو تو ظاہر کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ تھیں کہ کیا کرتا تھا۔ پس آپ نے اس کے بارے میں قرظہ بن کعب کو حکم دیا پس اس نے اس کی گردن بازار میں اڑادی۔ پھر فرمایا کون ہے جو ابن نواحہ کو قتل کیا ہو بازار میں دیکھنا چاہتا ہے؟ (احکام القرآن جصاص)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی اصل سنن ابی داؤد میں

سَبِيلُهُمْ إِلَّا رَجُلًا مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ النُّوَاحَةِ قَالَ: قَدْ أَتَيْتُ بِكَ مَرَّةً فَرَعَمْتُ أَنَّكَ قَدْ ثُبِتَ وَارَاكَ قَدْ عُذْتُ فَقَتَلَهُ۔ کذا فی ”المغنی“ لابن قدامة (۷۹:۱)، ورواه الطحاوی (۱۲۱:۲) والدارمی عن ابن معیر السعدی ابسط منه، كما فی ”جمع الفوائد“ و فی مجمع الزوائد عزاه الی احمد و قال: ابن معیر لم اعرفه والباقر وثقات۔

۴۲۸۵- عن علی رضی اللہ عنہ أَنَبَى بَرَجُلٍ عَرَبِيٍّ قَدْ تَنَصَّرَ فَاسْتَتَابَهُ، فَأَبَى أَنْ يَتُوبَ، فَقَتَلَهُ وَأَتَى بَرَهْطٍ يُصَلُّونَ، وَهُمْ زَنَادِقَةٌ، وَقَدْ قَامَتْ عَلَيْهِمْ بِذَلِكَ الشُّهُودُ الْعَدُولُ فَجَحَدُوا، وَقَالُوا: لَيْسَ لَنَا دِينٌ إِلَّا الْإِسْلَامُ فَقَتَلَهُمْ وَلَمْ يَسْتَبِئْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: أَتَذَرُونَ لِمَ اسْتَبْتِ النَّصْرَانِي؟ اسْتَبْتُهُ لِأَنَّهُ أَظْهَرَ دِينَهُ فَأَمَّا الزَّنَادِقَةُ الَّذِينَ قَامَتْ عَلَيْهِمُ النَّبِيَّةُ، فَإِنَّمَا قَتَلْتُهُمْ لِأَنَّهُمْ جَحَدُوا، وَقَدْ قَامَتْ النَّبِيَّةُ، رَوَاهُ الْإِثْرَمُ بِإِسْنَادِهِ، وَاحْتِجَ بِهِ الْمَوْفِقُ فِي ”المغنی“۔

ہے سوائے اس قول کے کہ وہ اسلام کہاں ہے جو تو ظاہر کیا کرتا تھا تو اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ تقیہ کیا کرتا تھا۔ اور اثرم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ ظہیان بن عمارہ سے روایت کیا ہے کہ بنو سعد کا ایک آدمی بنو ضیفہ کی مسجد پر گلدرا پھر وہ طویل حدیث بیان کرتے ہیں۔ جس میں یہ ہے کہ ان کو عبد اللہ بن مسعود کے پاس لایا گیا تو انہوں نے توبہ کر لی۔ پس آپؐ نے ان کو چھوڑ دیا سوائے ایک شخص کے جس کو ابن نوادہ کہا جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تجھے میرے پاس لایا گیا تو میں نے خیال کیا کہ تحقیق توبہ کر چکا ہے لیکن میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو پھر اسی طرح (زندیق) ہو چکا ہے۔ پس آپؐ نے اسے قتل کر دیا۔ (معنی ابن قدامہ)۔ اسے طحاوی اور دارمی نے ابن معیر السعدی سے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (جمع الفوائد) اور مجمع الزوائد میں اسے مسند احمد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن معیر کو میں نہیں پہچانتا اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

۴۲۸۵- حضرت علیؑ کے بارے میں مروی ہے کہ آپؐ کے پاس ایک ایسا عربی شخص لایا گیا جو نصرانی بن چکا تھا پس آپؐ نے اسے توبہ کی ترغیب دی۔ لیکن اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تو آپؐ نے اسے قتل کر دیا۔ اور آپؐ کے پاس ایک ایسی جماعت لائی گئی جو ناز پر ہوتی تھی، لیکن وہ زندیق تھے۔ اور اس زندیقیت کے بارے میں ان پر عادل گواہی قائم ہو چکی تھی۔ لیکن انہوں نے (اسے تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔ اور کہا (بطور تقیہ کے) کہ ہمارا دین تو اسلام ہی ہے۔ پس آپؐ نے انہیں توبہ کرنے کی ترغیب دی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نصرانی کو توبہ کرنے کی ترغیب کیوں دی؟ میں نے اسے توبہ کرنے کی ترغیب اس لئے دی کہ اس نے اپنا دین ظاہر کر دیا۔ لیکن وہ زنادقہ جن پر گواہی قائم ہو چکی تھی میں نے انہیں اس لئے قتل کیا کہ انہوں نے اس (کفر) کا انکار کیا حالانکہ ان پر گواہی قائم ہو چکی تھی۔ اسے اثرم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور موفیق نے معنی میں اس سے استدلال کیا ہے (جو کہ صحت کی دلیل ہے)۔

## باب اسلام المرتد و توبته ان یتبرأ عن الادیان او عما انتقل الیه ولا یکتفی منه باتیان الشہادتین

۴۲۸۶- روى الزهرى عن عبيد الله بن عبد الله قال: أُخِذَ بِالْكُوفَةِ رِجَالٌ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ فَكُتِبَ فِيهِمْ إِلَى عُثْمَانَ فَكُتِبَ عُثْمَانُ "أَعْرِضْ عَلَيْهِمْ دِينَ الْحَقِّ وَشَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَمَنْ قَالَهَا وَتَبَرَّأَ مِنْ دِينِ مُسَيْلَمَةَ، فَلَا تَقْتُلُوهُ، وَمَنْ لَزِمَ دِينَ مُسَيْلَمَةَ فَاقْتُلْهُ، فَقَبِلَهَا رِجَالٌ مِنْهُمْ، وَلَزِمَ دِينَ مُسَيْلَمَةَ رِجَالٌ فَقُتِلُوا"، ذكره الجصاص فى "أحكام القرآن"، والمذكور من السند مرسل صحيح، وقد وصله عبد الرزاق عن معمر عن الزهرى عن عبيد الله بن عبد الله عن أبيه عن ابن مسعود رضي الله عنه، كما مر فى الباب السابق-

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زندیق کو توبہ کرنے کی ترغیب بھی نہ دی جائے۔ بلکہ اسے بغیر توبہ کی ترغیب دیے قتل کر دیا جائے۔ اور یہی کچھ آج کل کے زندیقوں اور تقیہ بازوں کے تعلق ہے۔

## باب - مرتد کا اسلام اور توبہ یہ ہے کہ وہ تمام دوسرے ادیان سے یا (کم از کم) اس دین سے براءت کا اعلان کرے جس طرف وہ منتقل ہوا تھا، محض شہادتین کہہ دینا کافی نہیں

۴۲۸۶- عبيد الله بن عبد الله فرماتے ہیں کہ کوفہ میں کچھ ایسے لوگ پکڑے گئے جو مسیلہ کذاب پر ایمان رکھتے تھے۔ پس ابن مسعودؓ نے ان کی بابت حضرت عثمانؓ کو خط لکھا تو (جواباً) حضرت عثمانؓ نے لکھا "ان پر دین حق اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت پیش کرو، پس جو اسے قبول کر لے اور مسیلہ کذاب کے دین (جس میں وہ داخل ہوئے تھے) سے براءت کا اعلان کر دے تو پس اسے قتل کر دے۔ اور جو مسیلہ کذاب کے دین پر جمار ہے پس اسے قتل کر ڈالو۔ پس ان میں سے کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا۔ اور ان میں سے کچھ لوگ مسیلہ کے دین سے چمپے رہے پس وہ قتل کر دیے گئے۔ (احکام القرآن جصاص)۔ اس کی سند مرسل صحیح ہے اور عبد الرزاق نے اسے موصولاً بھی بیان کیا ہے جیسا کہ سابق باب میں گذرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کے اسلام لانے کے لئے شہادتین کے ساتھ غلط دین سے براءت کا اعلان کرنا

بھی ضروری ہے۔



۴۲۸۷- حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا ابو اسامۃ عن بہز بن حکیم عن ابيه عن جده قال: قال رسول اللہ ﷺ: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُّشْرِكٍ اَشْرَكَ بَعْدَ مَا اَسْلَمَ عَمَلًا حَتّٰی يُفَارِقَ الْمُشْرِكَيْنِ اِلٰی الْمُسْلِمِيْنَ، رواه ابن ماجہ (۱۸۵)، و سندہ صحیح، فقد صحح بعض الائمة حديث بہز عن ابيه عن جده، كما مر فی "المقدمة"، ورواه الطحاوی (۱۲۳:۲) حدثنا ابن مرزوق ثنا عبد اللہ بن بکر ثنا بہز بن حکیم عن ابيه عن جده قال: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا آيَةُ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ: ﴿اَنْ تَقُوْلَ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَتَخْلِيْتُ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتُقَارِقَ الْمُشْرِكَيْنِ اِلٰی الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ۵۱- و سندہ صحیح ایضاً۔

۴۲۸۷- بہز بن حکیم کے دادا (معاویہ بن حیدہ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتے جو اسلام لاکھنے کے بعد شرک کرے۔ یہاں تک کہ وہ مشرکین کے عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کے عقیدہ میں آجائے (ابن ماجہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ بعض ائمہ نے بہز بن حکیم کی روایت عن ابيه عن جده کو صحیح کہا ہے۔ اور طحاوی نے یہ حدیث یوں روایت کی ہے کہ بہز کے دادا فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو یوں کہہ میں اللہ کے لئے اسلام لایا اور (شرک وغیرہ تمام ادیان سے) علیحدہ ہو گیا۔ اور تو نماز قائم کر لے اور زکوٰۃ دے اور مشرکوں کے عقیدے کو چھوڑ کر مسلمانوں سے عقیدہ میں آ لے الخ۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: تنفی سے مراد تمام ادیان کو ماسوا اسلام کے چھوڑنا ہے۔ یعنی جب تک وہ اسلام کے سوا تمام ادیان کو چھوڑنے کا اعلان نہ کرے گا اس کا اسلام میں داخل ہونا معلوم نہ ہوگا۔ یہی اصحابِ ثلاثہ کا قول ہے (طحاوی) اور ہدایہ میں ہے کہ تو پہلی کیفیت اصلی تو یہی ہے کہ وہ اسلام کے سوا تمام ادیان سے براءت کا اظہار کرے اور اگر کم از کم اس دین سے براءت کا اظہار کرے جس میں وہ داخل ہوا تھا تو بھی کافی ہے کیونکہ اس سے بھی مقصود حاصل ہو رہا ہے۔ اور یہ براءت بھی شہادت کے بعد ہے اور یہ طریقہ بھی احکامِ دنیا کے اجراء کے لئے ہے نہ احکامِ آخرت کے لئے تو قول شہادتین ہی کافی ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔

فائدہ: لیکن یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا طریقہ مرتد کے اسلام لانے کا ہے۔ اور کافر اصلی (یعنی جواب پہلی دفعہ مسلمان ہو رہا ہے) کے اسلام لانے کے لئے "لا الہ الا اللہ" یا "محمد رسول اللہ" یا "انا مسلم" یا "میں محمد ﷺ کے دین میں داخل ہوا" کہہ دینا کافی ہے۔ (فتح القدیر، رد المحتار، البحر الرائق)۔

## باب لا تقتل المرأة المرتدة بل تحبس وتجبر على الاسلام الا اذا كانت ذات رای وتبع فتقتل

۴۲۸۸- حدثنا الحسين بن اسحاق التستري ثنا هرمز بن المعلى ثنا محمد بن سلمة عن الفزارى عن مكحول عن ابى طلحة اليعمرى عن ابى ثعلبة الخشنى عن مغاذ بن جبل رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال له حين بعته الى اليمن: أَيُّمَا رَجُلٍ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَأَدْعُهُ فَإِنْ تَابَ فَأَقْبَلْ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَتُبْ فَأَضْرِبْ عُقَّةَ- وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ ارْتَدَّتْ عَنِ الْإِسْلَامِ فَأَدْعُهَا فَإِنْ تَابَتْ فَأَقْبَلْ مِنْهَا وَإِنْ أَبَتْ فَاسْتَبِئْهَا، رواه الطبرانى فى "معجمه" (زيلعى ۷۵:۲)- قال الحافظ فى "الدراية" (۲۷:۲): اسناده ضعيف- ثم ذكره فى "الفتح" بلفظ- "فَإِنْ عَادَتْ وَإِلَّا فَأَضْرِبْ عُقَّةَهَا"، وقال: وسنده حسن، والحق ان الحديث واحد، وقد وهم الحافظ فى لفظه، والراجح من اللفظ ما ذكره الزيلعى، والحافظ نفسه فى الدراية، والمحقق فى "فتح القدير" (۳۱۲:۵)، والحافظ الهيثمى فى "مجمع الزوائد" (۲۶۳:۶)، وسنده حسن، كما قاله الحافظ فى "الفتح"، ونفصله فى الحاشية-

## باب - مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے قید کر کے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے الا یہ کہ

### وہ صاحب رائے اور متبع ہو تو پھر قتل کر دیا جائے

۴۲۸۸- معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو جائے تو اسے (اسلام کی) دعوت دو پس اگر وہ توبہ کر لے تو (اس کی توبہ) اس سے قبول کرو۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو (قتل کر دو) اور جو عورت بھی مرتد ہو جائے تو اسے (اسلام کی) دعوت دو پس اگر وہ توبہ کر لے تو (اس کی توبہ) اس سے قبول کرو۔ اور اگر (توبہ سے) انکار کر دے تو اسے توبہ کی ترغیب دو۔ (معجم طبرانی)۔ حافظ صاحب درایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور فتح الباری میں ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے کہ پس اگر وہ (اسلام کی طرف) لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ایک ہی ہے لہذا معجم طبرانی کی حدیث میں مذکور الفاظ رائج ہیں اور اس کی سند بھی حسن ہے۔ اور فتح الباری میں مذکور الفاظ وہم راوی ہیں۔

۴۲۸۹- عن حفص بن سلیمان ابی عمر الاسدی عن موسی بن ابی کثیر عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ارْتَدَّتْ فَلَمْ يَقْتُلْهَا، رواه ابن عدی فی "الکامل"، وقال: لا یرویه عن موسی بن ابی کثیر غیر حفص و ضعف حفص بن سلیمان اه (زیلعی ۱۵۷:۲)۔ قلت: قال فیہ احمد: صالح، ومرة: ما به باس و قال محمد بن سعید العوفی عن ابیہ: حدثنا حفص لو رایتہ لقرت عیناک فیہما و علما و قال ابو عمر الدانی: قال و کعب: کان ثقة اه۔ من "التہذیب" (۲: ۴۰۰ و ۴۰۱)، وهو شاهد حسن لحدیث معاذ المتقدم۔

۴۲۹۰- عن خلاص بن عمرو عن علی رضی اللہ عنہ قال: اَلْمَرْتَدَّةُ تُسْتَتَابُ وَلَا تُقْتَلُ۔ اخرجه الدارقطنی فی سننہ ثم قال: وخلاص ضعیف (زیلعی ۱۵۸:۲)۔ قلت: یا سبحان اللہ!۔

### توثیق خلاص بن عمرو

خلاص بن عمرو من رجال الجماعة اخرج له الشيخان وغيرهم ، وقال عبد الله بن احمد عن ابيه: ثقة ثقة۔ وقال الآجری عن ابی داود: ثقة ثقة۔ وقال ابن معین: ثقة۔ وقال العجلی: بصری تابعی ثقة۔ وقال الحاكم: كان ابوه صحابيا۔ وقال الجوزجانی والعقيلي: كان على شرطة على۔ وقال الحافظ: قد ثبت انه قال: سألت عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ، ذكره محمد بن نصر فی كتاب الوتر من "التہذیب" (۳: ۱۷۷) ملخصا: قلت: فلا ينكر سماعه من على رضی اللہ عنہ، فالأثر صحيح، ولا أقل من ان يكون جسيما۔ قال الزيلعي: وأخرج عبد الرزاق نحوه عن الحسن وعطاء وإبراهيم النخعي اه۔

۳۲۸۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت مرتد ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے قتل نہیں فرمایا۔ (کامل لابن عدی) یہ حدیث پچھلی حدیث معاذ بن جبلؓ کے لئے شاہد حسن ہے۔

۳۲۹۰۔ خلاص بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مرتد عورت کو توبہ کی ترغیب دی جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے (سنن دارقطنی) یہ اثر صحیح ہے یا کم از کم حسن ہے۔ اور عبد الرزاق نے اس جیسا اثر عطاء، حسن اور ابراہیم نخعی سے بھی روایت کیا ہے۔

۳۲۹۱۔ ابورزین سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو انہیں قتل نہ

۴۲۹۱- اخبرنا ابو حنیفہ عن عاصم بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: "لَا يُقْتَلُ النِّسَاءُ إِذَا ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ"، أخرجه الامام محمد بن الحسن في الآثار (ص ۸۷)- والامام ابو يوسف في الخراج (ص ۲۱۵) بلفظ "لَا يُقْتَلُ النِّسَاءُ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَلَكِنْ يُحْسِنُ وَيُدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ" اه- ورواه ابن ابی شیبہ في "مصنفه" عن عبدالرحمن بن سليمان ووکیع عن ابی حنیفہ به بلفظ ابی یوسف، ورواه عبدالرزاق في "مصنفه" او اخر القصاص: اخبرنا سفيان الثوري عن عاصم عن ابی رزین به، واخرجه الدارقطني من طريق ابی مالك النخعي احد الضعفاء عن عاصم به (زيلعي ۱۵۸: ۲، دراية ص ۲۷۲)- فلم ينفرد ابو حنیفہ رحمه الله به، بل تابعه عن عاصم سفيان وابو مالك، وكفى بابي حنیفہ اماما و بسفيان متابعا، وعاصم من رجال الجماعة، وثقه الائمة الاعلام- وقال ابن معين: ثقة، لا باس به، من نظراء الاعمش اه- من "التهذيب" (۳۹: ۵ و ۴۰)- وابو رزین مسعود بن مالك الاسدي الكوفي ثقة فاضل من الثانية، ومن رجال الخمسة (تق ص ۲۰۶)-

۴۲۹۲- عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: وَجَدْتُ امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْحَبِيبَانِ- رواه الجماعة الا النسائي-

کیا جائے البتہ انہیں اسلام لانے پر مجبور کیا جائے (کتاب الاثار محمد) اور کتاب الخراج ابو یوسف میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ اگر عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے بلکہ ان کو قید کر دیا جائے اور انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور انہیں اس پر مجبور کیا جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابو یوسف کے الفاظ میں ابو حنیفہ سے اور عبدالرزاق نے بھی عثمان بن عاصم عن ابی رزین سے اور دارقطنی نے بھی ابو مالک نخعی کے طریق سے عاصم سے یہ مضمون روایت کیا ہے۔ انفرش اس روایت میں ابو حنیفہ "منفرد نہیں بلکہ عاصم سے روایت کرنے میں سفيان اور ابو مالک ابو حنیفہ کے متابع ہیں۔ اور ابو حنیفہ بطور امام اور سفيان بطور متابع کافی ہیں۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۲۹۲- ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک قتل کی ہوئی عورت پائی گئی تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمادیا۔ (اسے نسائی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے)۔

**فائدہ:** عورتوں کے قتل سے منع فرماتا عام ہے جو اسلمی کافرہ اور عارضی کافرہ (مرتدہ) سب کو شامل ہے اور اس کی تعلیل بھی



۴۲۹۳- ورواہ احمد وابوداود وابن حبان والحاکم عن رباح بن ربیع، وفیہ: فقال ﷺ: مَا كَانَتْ هَذِهِ لِيُقَاتِلَ، كَذَا فِي "النَّيْل" (۱۴۷:۷) وسندہ صحیح، کما تقدم فی اول الكتاب۔

۴۲۹۴- حدثنا ابن مرزوق ثنا ابو داود الطيالسی ثنا سلیمان بن معاذ الضبی عن عمار بن ابی معاویة الدهنی عن ابی الطفیل أن ابی الطفیل أن قَوْمًا ارْتَدَّوْا، وَكَانُوا نَصَارَى، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مَعْقِلَ بْنِ قَيْسٍ التَّمِيمِيِّ، فَقَالَ لَهُمْ: إِذَا حَكَمْتُ رَأْسِي فَاقْتُلُوا الْمُقَاتِلَةَ، وَأَسْبُوا الدَّرِيَّةَ، فَأَتَى عَلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ، فَقَالَ: مَا أَنْتُمْ؟ فَقَالُوا: كُنَّا قَوْمًا نَصَارَى، فَخَيَّرْنَا بَيْنَ

حدیث میں منصوص ہے کہ یہ جنگ نہیں کرتی۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ لہذا یہ حدیث مختص ہے دوسری حدیث من بدل دینہ فاقتلوه کے لئے۔ نیز اصل یہ ہے کہ جزاء کو دار آخرت تک مؤخر کیا جائے لیکن بعض اوقات دفع شر کے لئے اس مقدم کو کر دیا جاتا ہے جیسے قصاص، حد قذف، حد شراب، حد سرقة، حد زنا جو جانوں، سامانوں، عقلوں، نسوں اور عزتوں کے تحفظ کے لئے مشروع ہیں۔ اور ردۃ پر قتل بھی دفع شر حرب کے لئے مشروع ہونا چاہیے۔ فعل کفر کی جزاء کے طور پر نہیں۔ لہذا قتل ردۃ اس کے ساتھ خاص ہوگا جس سے حرب کا شرم توقع ہے اور وہ مرد ہے نہ کہ عورت۔ اس لئے حضور ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ وہ لڑنے کے لئے نہیں۔ اس لئے احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر مرد عورت ذی رائے اور متبع ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن ردۃ کی بنا پر نہیں بلکہ سعی فساد کی بنا پر، اسی طرح جادوگر عورت اور حضور ﷺ کو گالی دینے والی عورت بھی مفسد ہے۔ اور مثل مقاتلہ کے ہے لہذا اس کو بھی قتل کیا جائے گا، لہذا جن روایات میں قتل مردہ کا ذکر ہے وہ ذی رائے اور متبع (جس کی اتباع کی جائے) پر محمول ہے اور اس کے ہم بھی قاتل ہیں کیونکہ ایسی عورت مفسد ہوتی ہے۔ الغرض احناف دونوں قسم کی احادیث پر عامل ہیں کہ اگر مردہ ہونے والی عورت ذورائے ہو تو قتل کیا جائے ورنہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک فرقہ شاذہ احناف پر طعن کرنے اور اہل الرائے کہنے پر مصر ہے۔ لیکن ہمارا ان سے سوال یہ ہو سکتا ہے کہ تم ان دونوں قسم کی (بظاہر متعارض) احادیث پر عمل کیسے کرو گے۔ یقیناً اگر ایک قسم کی حدیث پر عمل کرو گے تو دوسری قسم کی حدیث کا ترک لازم آئے گا اور تارک حدیث ہو جاؤ گے اس لئے لاحالہ ایسی صورت حال میں اجتہاد و فقہ کی ضرورت پڑے گی لیکن وہ پچارے اس فقہ و اجتہاد کے دشمن ہیں۔

۴۲۹۳- رباح بن ربیع کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت لڑنے والی تو نہ تھی (یہ عورت ذات اس لئے نہیں کہ لڑے) (احمد، ابوداود، ابن حبان، حاکم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** جب اس کی طرف سے لڑائی کا خطرہ نہیں لہذا اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۲۹۴- ابو الطفیل سے مروی ہے کہ ایک قوم مردہ ہو گئی جو عیسائی تھے۔ تو حضرت علیؑ نے ان کی طرف معقل بن قیس التیمی کو (الشکر سمیت) بھیجا۔ معقل نے اپنے لشکر سے کہا کہ جب میں اپنا سر کھجلاؤں تو تم جنگ کرنے والوں کو قتل کر دینا اور بچوں کو قید کر لینا پس

الْإِسْلَامَ، وَبَيْنَ دِينِنَا، فَاخْتَرْنَا الْإِسْلَامَ، ثُمَّ رَأَيْنَا أَنْ لَا دِينَ أَفْضَلُ مِنْ دِينِنَا الَّذِي كُنَّا عَلَيْهِ، فَفَتَحْنَا نَصَارَى، فَحَكَّ رَأْسَهُ فَقَتِلَتِ الْمَقَاتِلَةُ وَسَبِيَتِ الدَّرِيَّةُ۔ قَالَ عَمَّارٌ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو شُعْبَةَ أَنَّ عَلِيًّا أَتَى بِذَرَارِيِّهِمْ، فَقَامَ مُسْتَقِلُّهُ بْنُ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِي فَاشْتَرَاهُمْ مِنْ عَلِيٍّ بِمِائَةِ أَلْفٍ فَأَتَاهُ بِخَمْسِينَ أَلْفًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنِّي لَا أَقْبَلُ الْمَالَ إِلَّا كَإِبْلَاءٍ، فَدَفَنَ الْمَالَ فِي دَارِهِ وَأَعْتَقَهُمْ، وَلَحِقَ بِمُعَاوِيَةَ، فَتَفَذَّ عَلِيٌّ عِتْقَهُمْ، رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ فِي "مَعَانِي الْأَثَارِ"، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ وَسَلِيمَانُ بْنُ مَعَاذٍ هَذَا مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ قَالَ أَحْمَدُ: لَا بَاسَ بِهِ، وَاسْتَشْهَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ (حَاشِيَةُ التَّقْرِيبِ ص ۷۸)۔

۴۲۹۵- حدثني ابو الزناد عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابى بكر الصديق رضى الله عنها قالت: قَدْ رَأَيْتُ أُمَّ مُحَمَّدٍ بِنِ عَلِيٍّ بِنِ أَبِي طَالِبٍ، وَكَانَتْ مِنْ سَنِي بَنِي حَنْظَلَةَ فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ الْحَنْظَلِيَّةُ وَسُمِّيَ ابْنُهَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتْ أُمُّ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ ذَلِكَ السَّنِيِّ، رَوَاهُ

معقل ان کے ایک گروہ کے پاس آئے اور کہا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم عیسائی تھے۔ پھر ہمیں اس بات کا اختیار دیا گیا کہ اسلام قبول کریں یا پناہ دیں۔ پس ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کوئی دین ہمارے اس دین سے افضل نہیں جس پر ہم پہلے تھے۔ سو اب ہم عیسائی ہیں۔ پس حضرت معقل نے اپنا سر کھجایا تو لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ عمار راوی کہتے ہیں کہ ابو شعبہ نے مجھے بتایا کہ حضرت علیؑ کے پاس ان کے بچے لائے گئے تو (آپؑ نے فرمایا کہ ان کو کون خریدتا ہے پس) مسقلہ بن ہبیرہ شیبانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان بچوں کو ایک لاکھ کے عوض خرید لیا۔ اور آپ کے پاس پچاس بچے ہزار روپے لائے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں مکمل مال ہی قبول کروں گا۔ اس نے مال اپنے گھر میں دفن کر دیا اور ان کو آزاد کر کے امیر معاویہؓ سے جاملہ۔ اور حضرت علیؑ نے ان کے آزاد ہونے کو نافذ کر دیا۔ (طحاوی) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ”ذریعہ“ کا لفظ عورتوں اور بچوں دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے گا۔ پس جب محارب مرتد عورت کو قتل نہیں کیا تو غیر محارب مرتد عورت کو بطریق اولیٰ قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۲۹۵- اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن ابی طالب کی والدہ کو دیکھا ہے، وہ بخوشیہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ اس لئے ان کا نام حنیفہ رکھا گیا۔ اور ان کے بیٹے کا نام محمد بن حنیفہ رکھا گیا۔

الواقدي في "كتاب الردة" (زيلعي ۱۵۳:۲)، ورجاله كلهم ثقات، والواقدي مقبول في المغازی، صرح به الحافظ في "التلخيص"، كما مر في باب "لا توضع الجزية على اهل الاوثان" الخ۔ قال ابن الترمکاني: وهو المشهور في "كتب السير" أَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتَلَ اَهْلَ الرِّدَّةِ، وَسَبَى نِسَاءَهُمْ وَلَمْ يَقْتُلْ اِه (الجواهر النقي ۱۷۳:۲)۔

۴۲۹۶ - حدثني "ابو مسهر عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي أَنَّ اُمَّ قُرَّةَ الْفَزَارِيَّةَ كَانَتْ فِيْهِمْ اَزْدًا فَاتَّبَى بِهَا اَبُو بَكْرٍ فَقَتَلَهَا وَمَثَلَ بِهَا، قال ابو مسهر: وَاَبَى سَعِيدٌ اَنْ يُخْبِرَنَا كَيْفَ مَثَلَ بِهَا، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ۱۸۰)۔ و سنده صحيح منقطع قال: (الزيلعي ۱۸۵:۲)۔ اخرج الدارقطني عن سعيد بن عبدالعزيز ان ابا بكر قتل اُمَّ قُرَّةَ الْفَزَارِيَّةَ فِي رِدْيَتِهَا قَتْلَةً مُثْلَةً شَدَّ رِجْلَيْهَا بِفَرَسَيْنِ ثُمَّ صَاحَ بِهِنَّمَا فَشَقَّاهَا لِكِنْ قِيلَ: اِنَّ سَعِيدًا هَذَا لَمْ يُدْرِكْ اَبَا بَكْرٍ فَيَكُونُ مُنْقَطِعًا اِه۔ وقال الحافظ في الفتح (۲۴۰:۱۲) اخرج الدارقطني اثر ابي بكر من وجه حسن اِه (اي مرسل)۔ وقال في "التلخيص" (۳۵۰:۲) في "السير": اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت عبداللہ بن نافع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن عبداللہ بن عمر کی ماں انہیں قیدیوں میں سے تھی۔ (كتاب الردة للواقدي) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن ترمکاني فرماتے ہیں کہ یہ بات کتاب السير میں مشہور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کو قتل نہ کیا گیا۔ الخ (الجوہر النقی)

فائدہ: جب ابوبکرؓ نے مرد عورتوں کو باوجود محارب ہونے کے قتل نہ کیا تو غیر محارب مرد عورتوں کو کیسے قتل کیا جائے گا۔

۳۲۹۶ - ابوسھر، سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے روایت کرتے ہیں کہ ام قرفہ فزاریہ مرتد ہونے والوں میں شامل تھی تو اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مثلہ بنایا۔ ابوسھر فرماتے ہیں کہ سعید (بن عبدالعزیز) نے یہ نہیں بتانے سے انکار کر دیا کہ آپؓ نے اس کا مثلہ کیسے کیا۔ (كتاب الاموال ابو عبید)۔ اس کی سند صحیح منقطع ہے۔ زلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دارقطنی نے سعید بن عبدالعزیز سے (اس طرح) روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ نے ام قرفہ فزاریہ کو اس کے مرتد ہونے کی بنا پر مثلہ کی صورت میں قتل کیا۔ آپؓ نے اس کے دونوں پاؤں دو گھوڑوں کے ساتھ باندھے پھر ان کو دوڑایا اس طرح ان دونوں گھوڑوں نے اس کو پھاڑ دیا۔ لیکن کہا گیا ہے کہ اس سعید نے ابوبکرؓ کو نہیں پایا لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔ تلخیص الجبر میں ہے کہ سیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام قرفہ کو قریظہ کی جنگ میں قتل کیا اور یہ اس ام قرفہ کے علاوہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ قَتَلَ أُمَّ قَرْظَةَ يَوْمَ قَرْظِظَةَ وَهِيَ غَيْرُ ثَلَاثِ ۱۵۔

۴۲۹۷- اخبرنا الثوري عن يحيى بن سعيد ان عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه أَمَرَ فِي أُمِّ وَلَدٍ تَنَصَّرَتْ أَنْ تُبَاعَ فِي أَرْضِ ذَاتِ مُؤْتَةٍ عَلَيْهَا، وَلَا تُبَاعَ فِي أَهْلِ دِينِهَا، فَبُعِثَتْ بِدُومَةِ الْجَنْدَلِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِ دِينِهَا۔ رواه عبد الرزاق في "مصنفه" (زيلعي ۱۵۸:۲)۔ وهو مرسل صحيح ويحيى بن سعيد عده ابن عيينة في محدثي الحجاز الذين يجيئون بالحديث على وجهه، وابن المديني في اصحاب صحة الحديث وثقاته، وابن عمار في موازين اصحاب الحديث، كما في "التهذيب" (۱۱: ۳۲۳)، فارساله كارسال ابن سيرين والحسن والنخعي۔

**فائدہ:** چونکہ یہ عورت صاحب رائے اور صاحب تعقہ تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اسے قتل کر دیا اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ اگر وہ عورت مرتدہ صاحب رائے ہو تو اسے قتل کیا جائے۔ کیونکہ اس عورت کے تیس بیٹے تھے اور وہ ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھارتی تھی۔ دوسرا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے سیاحت قتل کیا ہو۔ جیسا کہ آپؐ نے حضور ﷺ کی وفات پر ڈھول بجا کر خوشی کا اظہار کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم سیاحت دیا تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے مشہ کر کے قتل کیا حالانکہ مشہ بالاجماع ممنوع ہے۔ بہر حال آپؐ نے مابعد والوں کی عبرت کے لئے سیاحت اسے قتل کیا۔

الغرض مرتدہ عورت کے مطلقاً قتل کے جواز کے قائلین کے لئے اس حدیث سے استدلال کرنا ہی درست نہیں کیونکہ اس میں مشہ کا ذکر ہے جس کے وہ خود قاتل نہیں ہیں بلکہ یعنی اگر اس حدیث سے وہ جواز قتل پر استدلال کریں تو انہیں جواز مشہ کا بھی فتویٰ دینا چاہیے (البتہ اس تاویل پر استدلال ہو سکتا ہے، جو ہم نے ذکر کیا کہ یہ قتل سیاحت ہے۔ نیز یہ حدیث منقطع ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں منقطع حدیث حجت نہیں۔ باقی رہا ابن عباسؓ کا یہ کہنا کہ تقتل المرتدہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں، جن احادیث میں قتل نہ کرنا مذکور ہے وہ عام مرتدہ عورت کے بارے میں ہے اور جس حدیث میں مرتدہ عورت کے قتل کرنے کا ذکر ہے وہ اس عورت پر محمول ہے جو صاحب رائے و تعقہ ہو جیسے ام قَرْظَةَ فرما رہی۔

۴۲۹۸۔ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک ایسی ام ولد کے بارے میں جو عیسائی ہو گئی تھی (یعنی مرتدہ ہو گئی تھی) فرمایا کہ اسے ایسی جگہ بیچ دیا جائے جو اس کے لئے تکلیف دہ ہو اور اسے اس کے دین والوں میں نہ بیچا جائے پس اس ام ولد کو دومۃ الجندل یعنی اس کے غیر مذہب والوں میں بیچ دیا گیا (مصنف عبد الرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور یحییٰ بن سعیدؒ کا ارسال، ابن سيرين، حسن اور نخی کے ارسال کی طرح معتبر ہے۔



## باب لا یقتل الذمی اذا تحول من دین کفر الی دین کفر

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾، فَالَّذِينَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ الْإِسْلَامُ، وَمَا عَذَاهُ، فَهُوَ بِزَعْمِ الْمُذْعَى (فتح الباری ۱۲: ۳۴)۔

۴۲۹۸- عن زید بن اسلم ارسله: مَنْ غَيَّرَ دِينَهُ فَاضْرِبُوا غُنَّتَهُ، "المالك"، و قال في "تفسيره": ومعنى قول رسول الله ﷺ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ، مَنْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَى غَيْرِهِ لَا مَنْ خَرَجَ مِنْ دِينٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِلَى غَيْرِهِ كَمَنْ يَخْرُجُ مِنْ يَهُودِيَّةٍ إِلَى نَصْرَانِيَّةٍ، أَوْ مَجُوسِيَّةٍ، وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْ أَهْلِ الدِّمَةِ لَمْ يُسْتَتَبْ وَلَمْ يُقْتَلْ (جمع الفوائد ۱: ۲۸۳)۔ قلت: وتأييد تفسيره بقوله تعالى: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل کرنا منع ہے۔ اور ہدایہ میں جامع صغیر کے حوالے سے ہے کہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی۔ اور باندی کو اس کا مولدا مجبور کرے جبکہ مولدا اس سے خدمت لینے کا ضرورت مند ہو۔ اور اگر ضرورت مند نہ ہو تو اسے بھی قید کر لیا جائے اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ اور ملک بدر کر کے ایسی جگہ بھیج دینا جہاں پر اس کے لئے تکلیف و مشقت ہو، اور پھر اس کے غیر مذہب والوں میں بیچنا بھی جس و قید کے قائم مقام ہے۔ الغرض یہ حدیث بھی ہمارے مذہب کی مؤید ہے کہ عورت کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے۔

## باب۔ اگر ذمی ایک کفریہ دین سے دوسرے کفریہ دین کی طرف منتقل ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ہاں دین تو صرف اسلام ہی ہے۔ (القرآن) پس حقیقت میں دین اسلام ہی ہے اور جو اسلام کے ماسوا ہے (نصرانیت، یہودیت وغیرہ) وہ مدعی کے زعم میں دین ہے (حقیقت میں دین نہیں) (فتح الباری)

۴۲۹۸- زید بن اسلم مرسل روایت کرتے ہیں کہ جو اپنے دین (اسلام) کو تبدیل کرے (اور کوئی اور دین اختیار کرے) تو اس کی گردن اڑا دو۔ امام مالکؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان من بدل دینہ فاقتلوه (کہ جو شخص دین تبدیل کرے تو اس کو قتل کر دو) کا مطلب یہ ہے کہ جو اسلام سے نکل کر کسی دوسرے دین میں چلا جائے۔ اور وہ شخص مراد نہیں جو غیر اسلام سے نکل کر غیر اسلام میں داخل ہو جائے، مثلاً کوئی شخص یہودیت سے نکل کر عیسائیت میں چلا جائے یا مجوسیت اختیار کر لے۔ (الغرض) جو ذمی بھی اس طرح کی حرکت کرے تو نہ تو اسے توبہ کی ترغیب دی جائے اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے۔ (جمع الفوائد) میں کہتا ہوں کہ ان کی تفسیر کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

۴۲۹۹- نا ابن جریج قال: حدیث رفع الی علیؑ فی یہودی تَزَنَّدَقَ وَنَصْرَانِی تَزَنَّدَقَ قَالَ: دَعُوهُ یَحُولُ بِنِ دِیْنِ اِلَی دِیْنِ۔ رواہ عبدالرزاق (المحلی ۱۱: ۱۹۷) لابن حزم۔  
واعلہ بالانقطاع، وهو لیس بعلہ عندنا اذا کان المرسل ثقة، ولا یظن باین جریج انه حملة  
عن کذاب، ولا عن غیر ثقة عنده، ولم یبین حاله قاله ابن القیم فی "زاد المعاد" (۲: ۲۳۴)۔

۴۳۰۰- وروی ابو یوسف فی "الآثار" له (۱: ۱۷۱) عن ابی حنیفة عن حماد عن  
سعید بن جبیر عن عمر بن الخطابؓ انه قال: اَلْکُفْرُ کُلُّهُم مِّلَّةٌ وَاحِدَةٌ لَا نَرِثُهُمْ وَلَا  
یَرِثُوْنَنا۔ وهذا مرسل صحیح، فان مراسیل سعید بن جبیر رضیہا یحییٰ بن سعید کما مر

فائدہ: امام مالکؒ ابن حزمؒ جیسے ہزاروں علماء سے زیادہ احادیث کا معنی جانے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ من بدل دینہ  
فاقتلوه کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لے۔ نہ یہ کہ کوئی یہودی (غیر مسلم) نصرانی وغیرہ بن جائے۔

۴۲۹۹- ابن جریج فرماتے ہیں کہ ایک حدیث حضرت علیؑ کی طرف مرفوع ہے کہ انہوں نے زندیق بن جانے والے یہودی  
اور نصرانی کے بارے میں فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھرتا رہے دو چھوڑ دو۔ اسے عبدالرزاق نے  
روایت کیا ہے (مخفی ابن حزم)۔ جب ارسال کرنے والا ثقہ ہوتا ہمارے ہاں انقطاع کوئی علت نہیں ہوا کرتی۔ اور ابن جریج نے یقیناً ثقہ  
سے ہی اسے سنا ہوگا۔ (نیز قرون فاضلہ میں انقطاع ہمارے ہاں علت ہی نہیں)۔

فائدہ: یہ حدیث محل نزاع میں قول فیصل ہے کہ اگر کوئی شخص یہودیت سے یا کسی اور غیر اسلام دین سے نکل کر کسی دوسرے  
کفریہ دین میں چلا جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ باقی ابن حزمؒ کا یہ کہنا کہ رسول اللہﷺ کے بعد کسی کا قول حجت نہیں (جیسا کہ آج کل  
غیر مقلدین کا طرز عمل ہے) کلمۃ حق ارید بھا الباطل کا مصداق ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت ہے کہ جب قول صحابیؓ قول رسولﷺ کے  
مخالف ہو۔ جبکہ ابن حزم کے پاس کوئی واضح نص حضورﷺ سے نہیں جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ اگر ذی کسی دین کفر سے نکل کر  
دوسرے کفریہ دین میں چلا جائے تو اس کا قتل واجب ہے۔ کلا لن یجد الی ذلک سبیلا۔ نیز من بدل دینہ فاقتلوه بالا جماع اپنے  
عموم پر باقی نہیں بلکہ مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ جو شخص دین کفر سے دین اسلام میں داخل ہو یا جو بالا کراہ دین اسلام سے دین کفر میں چلا  
جائے (باوجودیکہ تبدیل دین متحقق ہے) اس سے متشی ہیں۔ اور ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ آیت قرآنی سے صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ دین سے  
مراوا اسلام ہی ہے تو اس سب کے باوجود قول علیؑ قول نبیﷺ کے لئے مفسر ہے نہ کہ مخالف۔ فیما اسفیٰ علیٰ رای ابن حزم۔

۴۳۰۰- کتاب الآثار میں امام ابو یوسفؒ روایت فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کفر  
تمام کا تمام ایک ہی ملت ہے نہ ہم ان کے وارث ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فی ”المقدمة“ عن ”التدریب“۔

۴۳۰۱- عن ابی حمید الساعدی رحمہ اللہ قال: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا خَلَفَتْ ثُبَيَّةُ الْوَدَاعِ إِذَا كَتَبِيَّةٌ قَالَتْ: مَنْ هُوَ لَا؟ قَالُوا: بُنُو قَيْنِقَاعَ وَهُوَ رَهْطُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: وَأَسْلَمُوا؟ قَالُوا: لَا، بَلْ نَحْمُ عَلَى دِينِهِمْ قَالَ: قُلْ لَهُمْ، فَلْيَرْجِعُوا فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُبَشِّرِ كَيْفَ، أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ”المستدرک“ (۱۲۲:۲)۔ وسکت عنه هو والذهبی، وصححه البيهقي (نیل ۱۲۷:۷)۔

### باب یقسم مال المرتد اذا قتل او مات او لحق بدار الحرب بین ورثته المسلمین اذا کان مما اکتسبه قبل الردة

۴۳۰۲- عن سماک بن حرب عن دثار بن یزید عن عبید بن الابرص أنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رحمہ اللہ قَالَ: مِيرَاثُ الْمُرْتَدِّ لِوَلَدِهِ، رواه سفیان (المحلی ۱۹۷:۱۱ لابن حزم)، ولم یعلہ بشیء، ولو کان له علة لصاح بها، فهو حسن او صحیح، وقد تکلم فی هذا الاسناد فی

فائدہ: یہ حدیث مسئلہ تنازع فیہ میں نص صریح ہے لہذا ایک کفر سے نکل کر دوسرے کفر میں داخل ہونے والا امن بدل دینہ الخ کا مصداق نہیں۔

۴۳۰۱- ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یہاں تک کہ جب ثبیۃ الوداع سے آگے نکلے تو لشکر کے ایک دستہ کو دیکھا اور فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بنو قینقاع کے لوگ ہیں جو کہ عبد اللہ بن سلام کی قوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ اسلام لے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں بلکہ وہ اپنے دین پر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جاؤ اس لئے کہ ہم مشرکین سے مدد نہیں لیا کرتے۔ (متدرک حاکم)۔ حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (نیل)۔

فائدہ: دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مشرکین کہا۔ لہذا معلوم ہوا کہ کفر ایک ہی ملت ہے۔

### باب اگر مرتد قتل کر دیا جائے یا مرد جائے یا دار الحرب میں چلا جائے تو اس کا مال اس کے مسلمان

ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا بشرطیکہ وہ مال مرتد ہونے سے قبل کمایا ہو

۴۳۰۲- عبید بن ابرص سے مردی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مرتد کی میراث اس کے بیٹے کے لئے ہے۔ (محلی) ابن حزم نے اس میں کوئی علت نہیں نکالی۔ لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کا مال مسلمانوں کے لئے فنی نہیں بلکہ ورثاء کے لئے ہے اور یہی احناف کا مسلک

بعض المواضع من المحلی لاجل سماک، وانه یقبل التلقین، ولكن حدیث القدماء عنه صحیح مستقیم، وهذا منه فان سفیان من قدماء اصحابه۔

۴۳۰۳- عن "الاعمش عن الشيباني قال: أتى عليّ عليه السلام بشيخ كان نصرانياً فأسلم ثم ارتد عن الإسلام، فقال له عليّ: لعلك إنما ارتددت لأن نصيب ميثراً ثم ترجع إلى الإسلام؟ قال: لا! قال: فلعلك خطبت امرأة فأبوا أن يزوجوكها، فأردت أن تزوجها، ثم تغد إلى الإسلام؟ قال: لا! قال: فأرجع إلى الإسلام قال: لا حتى ألقي المسيح، فأمر به فضربت عنقه، فدفع ميثراًه إلى ولده من المسلمين، وعن ابن مسعود رضي الله عنه بمثله، رواه سفیان، كما في "المحلی" (۱: ۱۹۷)، ولم يعله بشيء۔

۴۳۰۴- عن اسحاق بن راشد ان عمر بن عبد العزيز كتب في رجل من المسلمين أسير فتصر إذا علم ذلك تربت منه امرأته، وتعتد ثلاثة قروء ودفع ماله إلى ورثته من المسلمين لا أعلمه قال إلا أن يكون له وارث على دينه في أرض، فهو أحق به، رواه عبد۔ اور ولد سے مراد وہ بیٹا ہے جو مرتد ہونے کے وقت تھا یا موت کے وقت ہے۔

۴۳۰۳- شیبانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک ایسا بوڑھا لایا گیا جو عیسائی تھا پھر وہ مسلمان ہوا اور پھر اسلام سے مرتد ہو گیا۔ تو حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کہ "شاید تو اس لئے مرتد ہوا ہے تاکہ تو (اپنے نصرانی رشتہ داروں کی) میراث پاسکے" اس نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ شاید تو نے کسی (کافر) عورت کو پیغام نکاح بھیجا ہوگا۔ لیکن انہوں نے اس کا نکاح تجھ سے کرنے سے انکار کر دیا ہوگا۔ پس تو نے اس بات کا ارادہ کیا ہوگا کہ تو اس سے نکاح کر کے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ تب آپؑ نے فرمایا کہ اسلام کی طرف لوٹ آ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں لوٹوں گا یہاں تک کہ میں مسیح سے مل لوں (یعنی میں مسلمان نہیں ہوں گا) پس آپؑ نے اس کے بارے میں حکم دیا پس اس کی گردن ازادی گئی۔ پھر اس کی میراث اس کی مسلمان اولاد کو دے دی گئی اور ابن مسعودؓ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ (محلّی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی کوئی علت بیان نہیں کی (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے) فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے مابین تقسیم کی جائے گی۔

۴۳۰۴- اسحاق بن راشد سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک ایسے مسلمان قیدی کے بارے میں جو عیسائی ہو گیا تھا، لکھا جب آپؓ کو اس کا علم ہوا کہ اس کی بیوی اس کی وارث ہوگی۔ اور وہ تین حیض عدت گزارے گی اور اس کا مال اس کے مسلمان



الرزاق، کما فی المحلی (۱: ۱۹۷)۔ واسحاق بن راشد ثقہ من السابعة (تقریب ص ۱۳)۔  
 ۴۳۰۵۔ حدثنا الاعمش عن ابی عمرو (هو الشیبانی) عن علی رضی اللہ عنہ أَنَّهُ أُتِيَ بِمُسْتَوْرِدٍ  
 الْعَجَلِيِّ وَقَدْ ارْتَدَّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ فَأَبَى فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ مِيرَاثَهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِينَ رواه  
 الامام ابو يوسف في "الخروج" له (ص ۲۱۶)، وهذا سند صحيح، وابو عمرو الشيباني  
 تابعي مختصم مجمع على ثقته (تهذيب ۳: ۵۶۸)۔

ورثاء کو دیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے یہ اگلا اثناء فرمایا ہو۔ ”مگر یہ کہ دارالحرب میں کوئی اس کا ہم مذہب  
 وارث ہو تو وہ اس (دارالحرب والی کمائی) کا زیادہ حقدار ہے۔“ (مصنف عبد الرزاق کما فی المحلی) اسحاق بن راشد ثقہ ہے۔

**فائدہ:** آخری جملہ الا ان يكون له وارث الخ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دارالحرب میں مرتد ہو جائے اور وہاں وہ  
 مال کمائے تو ردت کے بعد والی کمائی اس کے ہم مذہب کا فردارث کو دی جائے گی اور اس مطلب پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز  
 نے دارالاسلام میں قبل الردۃ حاصل ہونے والی کمائی اس کے مسلمان ورثاء کو دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن یاد رکھیں دارالاسلام میں مرتد ہونے  
 کے بعد حاصل ہونے والی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

۴۳۰۵۔ ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس مستور و علیؑ کو لایا گیا جو مرتد ہو گیا تھا۔ پس آپؑ نے اس پر اسلام  
 پیش کیا لیکن اس نے (قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ پس آپؑ نے اسے قتل کر دیا اور اس کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کو  
 دلائی۔ (کتاب الخراج)۔ سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ البتہ امام اعظمؒ فرماتے  
 ہیں کہ جو اس نے حالت اسلام میں کمایا وہ مراد ہے اور جو مرتد ہونے کے بعد کمایا وہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔ لیکن صاحبینؒ فرماتے  
 ہیں کہ دارالاسلام میں مکمل کمائی خود قبل الردۃ ہو یا بعد الردۃ وہ مسلمان ورثاء کی ہوگی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کی دارالاسلام میں قبل الردۃ حاصل ہونے والی کمائی اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے  
 گی۔ ان احادیث کے علاوہ قرآن پاک کی آیت ان امرء ۛ هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک (النساء  
 ۷۱) اگر کوئی شخص بلاک ہو جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس بلاک ہونے والے کی میراث میں سے آدھی میراث اس  
 بہن کی ہوگی۔ تو مرتد بھی جرم کا ارتکاب کر کے ہلاک ہے۔ لہذا اس کی میراث بھی اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اسی طرح  
 جب عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین مرقا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کر دی، اور وہ مرتد تھا کیونکہ  
 مسلمان ہونے کے بعد اس نے کفر اختیار کیا اور اللہ نے اس کے کفر کی قرآن میں گواہی دی ہے، ارشاد ربانی ہے ﴿فلا تصل علی احد

۴۳۰۶ - حدثنا اشعث عن عامر وعن الحكم في المسلمة يَرْتَدُّ زَوْجُهَا، وَيَلْحَقُ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ، فَإِنْ كَانَتْ بِمَنْ تَحِيضُ فَثَلَاثَةُ قُرُوءٍ، وَإِنْ كَانَتْ بِمَنْ لَا تَحِيضُ فَثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ، وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَحِينَ تَضَعُ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ تَزَوُّجُ إِنْ شَاءَتْ، وَيُقَسَّمُ الْجِمَارَاتُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، رواه الامام ابو يوسف ايضا، وسنده حسن۔

منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ، انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وهم فاسقون ﴿ا﴾ اسی طرح حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت معاذؓ کا مرتہ کی میراث کو اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کرنا بھی احتلاف کے موقف کی تائید کرتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

باقی امام شافعیؒ کی طرف سے یہ دلیل کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہوتا تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مرتہ نہیں بلکہ کافر اصلی ہے۔ دیے بھی مرتہ تمام احکام میں کافر کی طرح نہیں ہے مثلاً (۱) کافر سے صلح ہو سکتی ہے لیکن مرتہ سے نہیں، (۲) کافر سے جزیہ لیا جاسکتا ہے لیکن مرتہ سے نہیں۔ (۳) کافر کا قتل کرنا واجب نہیں لیکن مرتہ کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو مرتہ کا وارث بنانا یہ تو ریث المسلم من الکافر نہیں بلکہ یہ مسلمان کا مسلمان وارث بننا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اپنے مال کا مالک تھا لیکن جب وہ مرتہ ہوا تو گویا کہ وہ ہلاک ہو گیا اور ہلاک ہوتے ہی (یعنی مرتہ ہوتے ہی) اس کی ملک زائل ہو گئی۔ تو اس وقت وہ جس مال کا مالک تھا اس کے مسلمان ورثاء اسی مال کے وارث ہونگے اور یہ تو ریث المسلم من المسلم ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ امام طحاویؒ نے فریق مخالف کی اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضور ﷺ نے لا یورث المسلم الکافر میں کون سا کافر مراد لیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہو جو دین و مذہب والا ہو اور ممکن ہے وہ کافر مراد ہو جس کا کوئی دین و مذہب نہ ہو۔ تو جب اس میں دونوں کا احتمال ہے تو اس میں سے کسی ایک معنی کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ تو اس بارے میں ہمیں حضرت اسامہؓ کی وہ حدیث نظر آئی جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو مختلف دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے۔ مسلمان کافر کا وارث کافر مسلمان کا۔ پس جب یہ تصریح حضور ﷺ سے آگئی تو معلوم ہوا کہ لا یورث المسلم الکافر میں کافر سے مراد وہ کافر ہے جس کا کوئی دین و مذہب ہو اور جبکہ مرتہ کا کوئی دین و مذہب نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے تو مرتدین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان کی میراث کا حکم مسلمانوں کی میراث کی طرح ہے یعنی ان کی میراث ان کے مسلمان وارث لیں گے۔

۴۳۰۶ - ایسی مسلمان عورت کے بارے میں کہ جس کا خاوند مرتد ہو جائے اور دشمنوں کی زمین (دار الحرب) میں چلا جائے حکم اور عامر شعیؒ نے فرمایا کہ اگر اسے حیض آتا ہے تو وہ تین حیض عدت بیٹھے اور اگر اسے حیض نہیں آتا تو وہ تین مہینے عدت بیٹھے اور اگر وہ حاملہ ہے تو وہ وضع حمل تک عدت بیٹھے پھر اگر چاہے تو نکاح کر لے۔ اور اس (کے خاوند) کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کر دی جائے (کتاب الخراج ابو یوسف) اس کی سند حسن ہے۔

۴۳۰۷- حدثنا فهد ثنا محمد بن سعيد (هو الاصمہانی) اخبرنا محمد بن فضیل عن الولید بن جمیع عن القاسم بن عبد الرحمن عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال: إِذَا مَاتَ الْمُؤْتَدُّ وَرَثَتُهُ وَلَدُهُ- حدثنا علی بن زید ثنا عبدة بن سلیمان ثنا عبد اللہ بن المبارک اخبرنا شعبۃ عن الحکم بن عتیبۃ ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: مِيرَاثُهُ لِوَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" (۱۵۶:۲)- والسند الاول مرسل حسن، فان القاسم لم یسمع من عبد اللہ و محمد بن فضیل والولید فیہما مقال والسند الثانی حسن صحیح، وشيخ الطحاوی وثقه مسلمۃ بن قاسم (ص ۷۶)، والباقون لا یسال عنہم۔

۴۳۰۸- حدثنا فهد ثنا ابو نعیم ثنا سفیان و حدثنا علی بن زید (هو الفرائضی) ثنا عبدة اخبرنا ابن المبارک اخبرنا شعبۃ وسفیان عن موسی بن ابی کثیر قال: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْمُؤْتَدِّينَ فَقَالَ: نَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُونَنَا، رواه الطحاوی (۱۵۶:۲) ایضاً و سندہ صحیح۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کا دار الحرب میں چلے جانا اس کی موت کی طرح ہے۔ یعنی مرتد حکماً میت ہے البتہ تمام ہلاکت یا قتل سے ہوگا یا موت سے یا ایسی چیز سے جو اس کے دم کے لئے صحیح ہو اور وہ دار الحرب میں چلے جانا ہے۔ اسی وجہ سے تو اس کے تصرفات باطل یا موقوف ہوتے ہیں اور اس کا اپنا نکاح کرنا یا کسی اور کا نکاح کرنا درست نہیں ہوتا اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے تو حکم "اور شععی" جیسے جلیل القدر تابعین نے دار الحرب میں چلے جانے والے مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم فرمادی۔

۴۳۰۹- قاسم بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جب مرتد مرجائے تو اس کا وارث اس کا بیٹا ہوگا۔ اور حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ (طحاوی) پہلی سند مرسل حسن ہے۔ اور دوسری سند صحیح ہے۔ (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے۔

۴۳۰۸- موسیٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے مرتدین کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ان کے وارث ہو گئے اور وہ ہمارے وارث نہ ہونگے۔

فائدہ: سوال: اگر ہم ان کو اپنا وارث نہیں بناتے تو ہوتا تو یہ چاہئے کہ ہم بھی ان کے وارث نہ بنیں۔ جواب: مرتد اپنے فعل کی وجہ سے میراث سے محروم ہوا اور اس کو اس کے غلط کام کی سزا دی جا رہی ہے لیکن دوسرا (مسلمان) اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی اسے سزا دی جائے۔ جیسے قاتل (اپنے جرم کی وجہ سے) مقتول کا

۴۳۰۹- حدثنا ابو بشر الرقی ثنا معاذ بن معاذ عن الحسن فی الْمُرْتَدِ یَلْحَقُ بِدَارِ الْحَرْبِ قَالَ: مَالُهُ بَیْنَ وَلَدِهِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ۔ رواه الطحاوی (۱۵۶:۲) وسنده صحیح، قال: وحدثنا علی بن زید ثنا عبدة اخبرنا ابن المبارک اخبرنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادة عن الحسن مثله۔

### باب لا یقبل من المرتدین الا الاسلام او السیف

#### وسبی نساہم وذراہم اذا حاربوا

۴۳۱۰- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ﴿مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ﴾ رواه البخاری، وقد تقدم۔

وارث نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مقتول سے قتل قاتل مرجائے اور پھر وہ مقتول بھی اسی قاتل کے کئے ہوئے زخم سے مرجائے تو مقتول اس قاتل کا وارث ہوتا ہے کیونکہ اس نے کوئی تصور نہیں کیا۔

۴۳۰۹- معاذ بن معاذ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے دار الحرب چلے جانے والے مرتد کی بابت فرمایا کہ اس کا مال اس کے مسلمان بیٹوں کے درمیان کتاب اللہ کے موافق تقسیم کیا جائے گا۔ (طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔ ایک اور سند سے بھی حسن بصریؒ سے اسی طرح مروی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کا دار الحرب میں چلے جانا موت کے حکم میں ہے اور یہی حنفیہ کا قول ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس مسئلہ میں احناف منفرد نہیں بلکہ اجماع تابعین کا بھی یہی مسلک تھا۔

### باب - مرتدین سے صرف اسلام یا تلوار قبول کی جائے گی اور ان کی عورتوں اور اولادوں

#### کو قید کر لیا جائے گا جبکہ وہ (مرتدین) جنگ کریں

فائدہ: یعنی اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اب اس کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو پھر دوبارہ اسلام لے آئے اور یا پھر قتل کر دیا جائے۔ اس پر جزیہ لاگو کرنا یا اسے غلام بنانا جائز نہیں۔

۴۳۱۰- حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جو شخص اپنے دین اسلام کو تبدیل کر دے تو اسے قتل کر دو۔ (بخاری)



۴۳۱۱- وفی حدیث لابی موسیٰ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَيْهِ مَعَاذٌ، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُؤْتَقٌ قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: كَانَ يَهُودِيًّا، فَأَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ، قَالَ: لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (متفق عليه)۔ وفی روایۃ لاحمد: قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِنَّ مَنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ فَاقْتُلُوهُ (نیل الاوطار ۷: ۹۸)۔

۴۳۱۲- واسند الواقدی فی "کتاب الردۃ": ان خالد بن الولید سبّی نِسَاءَ بَنِي حَنِيفَةَ وَذَرَارِيَهُمْ وَكَانَتْ أُمُّ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ وَأُمُّ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ مِنْ ذَلِكَ السَّبْيِ، وَهُوَ الْمَشْهُورُ فِي كِتَابِ السَّيْرِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَتَلَ أَهْلَ الرِّدَّةِ، وَسَبَّی نِسَاءَهُمْ، وَلَمْ يُقْتَلَنَّ (الجوهر النقی ۲: ۱۷۳)، وقد تقدم ذلك كله فی باب لا تقتل المرتدة۔

۴۳۱۱- ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں ہے کہ ان کے پاس حضرت معاذؓ تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان (ابو موسیٰؓ) کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ یہ شخص یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور پھر یہودی ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے (بخاری و مسلم) اور احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے دین اسلام سے پھر جائے تو اسے قتل کر دو۔ (نیل الاوطار)

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس کو قیدی بنانا یا اس پر جزیہ نافذ کرنا اس کے زندہ رکھنے کو تسلیم ہے جو کہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے نص صریح اور امر صریح کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اسی وجہ سے امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مرتدین سے صلح کرے۔ الا یہ کہ مسلمانوں کے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہ ہو تو اس صورت میں مرتدین سے صلح کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور صاحب مؤلف موفق سے نقل کرتے ہیں کہ مرتد کے قتل پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ نیز ﴿قُلْ لِلْمُخْلِفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سِتْدَعُونَ إِلَيَّ قَوْمٌ أُولَىٰ بِاسِّ شَدِيدٍ تَقَاتَلُونَهُمْ أَوْ يَسْلُمُونَ﴾ (فتح ۱۶) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان سے لڑیں یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں کیونکہ اس آیت میں اؤ تو بیع کے لئے ہے یا حصر کے لئے اور اس کی مؤید ابی بن کعب اور زید بن علی کی قراءت بھی ہے جس میں او یسلمو "نون" کے حذف کے ساتھ ہے یعنی او یصلی اللہ کے ہے یا الیٰ ان کے ہے بہرہ دو صورت یہ جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔

۴۳۱۲- واقدی نے کتاب الردۃ میں مسند روایت کیا ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے بنو حنیفہ کی عورتوں اور ان کی اولاد کو قید کیا۔ ام محمد بن حنیفہ اور ام زید بن عبد اللہ بن عمر بھی ان قیدیوں میں سے تھیں۔ اور سیر کی کتابوں میں یہی مشہور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین سے جنگ کی اور ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کی عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا۔ (جوہری) یہ تمام روایات باب لا تقتل المرتدہ میں گزر چکی ہیں۔

## باب ینفسخ النکاح بارتداد احد الزوجین من ساعته

سواء ارتد قبل الدخول بها او بعده

قال الله تعالى: ﴿فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ إلى قوله: ﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفَرِ﴾ الآية۔

۴۳۱۳- قال محمد: قال ابو حنیفہ: إِذَا ارْتَدَّ الرَّجُلُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَأَمْرَأَتُهُ مُسْلِمَةٌ انْقَطَعَتْ عِصْمَةُ مَا بَيْنَهُ وَمَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ، فَإِنْ اسْتَيْبَ فَتَابَ فَإِنَّهُ لَا رُجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا، وَإِنْ ارْتَدَّتِ الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَجُوسِيَّةِ وَزَوْجُهَا مُسْلِمٌ انْقَطَعَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَكَذَلِكَ قَالَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ فِي هَذَا كَلِمَةً بِمِثْلِ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ (كتاب الحجج ص ۳۵۴)۔

فائدہ: اس حدیث معلوم ہوا کہ مرتدین کی عورتوں کو اور ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کو قتل نہ کیا جائے۔ مزید تفصیل پیچھے ”باب مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے“ میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

باب۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے اسی وقت نکاح ٹوٹ جاتا ہے

خواہ صحبت سے قبل مرتد ہو یا بعد میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے: اے مسلمانو! تم ان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں ان (کافروں) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو ادا کر دو۔ اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا۔ جبکہ تم ان کے مہر ان کو دے دو۔ اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی نہ رکھو (یعنی جو تمہاری بیویاں دار الحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہو گیا) (الممتحنہ)۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

۴۳۱۳- امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جب مسلمان اسلام سے مرتد ہو جائے اور اس کی بیوی مسلمان ہو تو اس مرد اور اس کی عورت کے درمیان جو عصمت ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اسے توبہ کی ترغیب دی جائے اور وہ توبہ کر لے تب بھی اسے اپنی بیوی پر رجوع کا حق نہیں رہتا۔ اور اگر عورت (اسلام سے) مجوسیت (مثلاً) کی طرف مرتد ہو جائے اور اس کا خاوند مسلمان ہو تو ان دونوں کے مابین جو عصمت ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس تمام مسئلہ میں اہل مدینہ نے بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرح کہا ہے اور بھی امام محمدؒ کا قول ہے (کتاب الحج)۔

## باب من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ارتد عن الاسلام

۴۳۱۴- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: لَمَّا تُوفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ:

يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تَقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ بَنِي مَالِهِ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَا أَقَاتِلُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهِمْ قَالَ عُمَرُ: فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ

## باب - جو شخص شعائر اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے گا

۳۳۱۴- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وفات پائی اور عرب کے جو لوگ کافر ہونے تھے وہ کافر ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! تم ان لوگوں سے کیونکر لڑو گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو بچا لیا مگر کسی حق کے بدلے (یعنی کسی گناہ کے بدلے جیسے زنا کرے وغیرہ) پھر اس کا حساب اللہ پر ہے۔ تو (جواب میں) ابو بکرؓ نے فرمایا تم بخدا میں ضرور اس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ تم بخدا! اگر وہ بکری کا ایک بچہ روکیں گے جو وہ حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے تو اس کے نہ دینے پر میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم بخدا پھر میں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور میں نے جان لیا کہ یہی (ابو بکر صدیقؓ کی) رائے ہی (حق) ہے۔ (بخاری و مسلم)

**فائدہ:** یہ حدیث مسئلہ زیر بحث میں نص صریح اور قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو شخص بھی ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے اور ضروریات دین سے مراد وہ ضروری عقائد ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اتنے عظیم الشان اجماع سے پہنچے ہوں کہ سارے مسلمان پڑھے ہوئے، ان پڑھ ان کو عقائد جانتے ہو بلکہ کہتے ہوں کہ مسلمانوں کے لئے یہ ضروری عقائد ہیں۔ ان عقائد کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ ان سب کو ماننا اسلام اور ایمان ہے اور کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے۔

**تنبیہ:** کفر کے لئے تمام ضروریات دین کا انکار کرنا ضروری نہیں، البتہ مسلمان ہونے کے لئے تمام ضروریات دین کا ماننا ضروری ہے۔ جیسے تندرست ہونے کے لئے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لئے ایک بیماری کا ہونا بھی کافی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مرتدین چار قسم کے تھے (۱) ایک وہ قسم جنہوں نے دوبارہ سے بتوں کی عبادت شروع کر دی۔ (۲) دوسرے وہ جنہوں نے مسلمانہ اور اسود غسی کو نبی مان لیا۔ (۳) تیسرے وہ جنہوں نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کر دیا۔ اور یہ باطل تاویل کی

اللہ صَدَرَ أَبِي بَكْرٍ لِقَتَالٍ - فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ، رواه البخاری و مسلم (فتح البخاری ۱۲: ۲۴۶)۔

کہ زکوٰۃ حضور ﷺ کے زمانہ تک خاص تھی ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلْ عَلَيْهِمْ﴾ ان صلواتک مسکن لہم ﴿﴾ (التوبہ - ۱۰۳) کی وجہ سے۔ (۴) چوتھی وہ قسم تھی جنہوں نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار تو نہ کیا اور نہ ہی تاویل باطل کی لیکن مال پر حرص کی بنا پر زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ البتہ وجوب زکوٰۃ کے منکرین کی جماعت کی تکثیر کا سبب بنے اور مسلمانوں سے لڑائی کی ٹھان لی اور لڑائی کی بنیاد رکھی۔

تو حضرت عمرؓ نے جس قسم کے متعلق حضرت ابو بکرؓ سے بحث کی وہ چوتھی قسم تھے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث (صحیح علی شرط الثمینی) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھ لینا میرے لئے سرخ انڈوں سے بہتر تھا ایک یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرا اس قوم کے بارے میں جو کہتی ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوٰۃ ہے لیکن ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ کیا ایسی قوم سے لڑنا جائز اور حلال ہے۔ تیسرا کالہ سے متعلق۔ یہ حدیث اس بارے میں صریح نص ہے کہ حضرت عمرؓ کو تیسری قسم سے متعلق بھی تردد ہوا۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ وہ وجوب زکوٰۃ کے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف اس لئے کہ یہ منکرین لوگ ابھی مسلمان ہوئے ہیں اس لئے ان سے نرمی برتیں۔ اور ہمارے اس نظریہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو خطیب نے مالک کی روایت میں ابن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ”جب حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور ان میں نفاق سراپت کر گیا اور عجم نے مسلمانوں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور حملہ کی تیاری کرنے لگے تب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عرب کے لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اور دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور مرتد ہو گئے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس مرد کی وجہ سے مسلمانوں کی مدد کی جاتی تھی وہ مر چکا۔ تو صحابہؓ کافی دیر سر جھکائے بیٹھے رہے آخر حضرت عمرؓ گھڑے ہوئے اور یوں گویا ہوئے ”قسم بخدا! اے خلیفۃ الرسول! میری رائے یہ ہے کہ ان (عرب کے) لوگوں سے نماز قبول کر لیجئے اور زکوٰۃ کو چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ سننے سے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا جاہلیت کا زمانہ ابھی ابھی گزر رہا ہے۔ اب یا تو اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے کہ یہ خیر کی طرف لوٹ آئیں یا اللہ ہمیں قوت عطا فرمائے اور ہم ان سے جنگ کریں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر مہاجرین صحابہؓ اور انصار صحابہؓ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ تب حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے اور ایسا بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ اندھے بیٹا ہو گئے اور کان کھل گئے اور سوار چل پڑے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر وہ عرب کے لوگ مجھے ایک وہی بھی نہیں دیں گے جو وہ حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے تو ابھی میں ان سے جہاد کروں گا۔ تب حضرت عمرؓ نے نعرہ نکبیر لگاتے ہوئے فرمایا کہ یہی حق ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔“ دیکھئے یہ لوگ زکوٰۃ کے علاوہ ہر اسلامی حکم کو مانتے تھے، لیکن صرف ایک زکوٰۃ کے منکر تھے تو معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار سے کفر لازم آ جاتا ہے۔ اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سیلہ کذاب بھی ضروریات دین میں سے صرف ایک کا انکار کرتا تھا اور وہ مسئلہ ختم نبوت کا تھا اور وہ بالا جماع کافر ٹھہرا۔ اور اوپر کی حدیث ابن عمرؓ سے یہ بھی



۴۳۱۵- حدثنا فهد ثنا محمد بن سعيد الاصمہانی اخبرنا محمد بن فضیل عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی ؑ قال: شَرِبَ نَفَرٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ الْخَمْرَ وَعَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ يَزِيدُ بْنُ أَبِي سَفْيَانَ وَقَالُوا: هِيَ حَلَالٌ وَتَأَوَّلُوا ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا ﴾ الْآيَةَ، فَكَتَبَ فِيهِمْ إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ أَنْ يُبْعَثَ بِهِمْ قَبْلَ أَنْ يُفْسِدُوا مِنْ قَبْلِكَ، فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى عُمَرَ اسْتَشَارَ فِيهِمُ النَّاسَ، فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! نَرَى أَنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَشَرَعُوا فِي دِينِهِمْ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ فَاضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ وَعَلَى سَاكِتٍ، فَقَالَ: مَا تَقُولُ يَا أَبَا الْحَسَنِ فِيهِمْ؟ قَالَ: أَرَى أَنَّ تَسْتَتِيبُهُمْ، فَإِنْ تَابُوا ضَرَبْتُهُمْ ثَمَانِينَ لِبُشْرِيهِمُ الْخَمْرَ، وَإِنْ لَمْ يَتُوبُوا ضَرَبْتُ أَعْنَاقَهُمْ، فَإِنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ، وَشَرَعُوا فِي دِينِهِمْ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ فَاسْتَتَابَهُمْ فَتَابُوا، فَضَرَبْتُهُمْ ثَمَانِينَ، رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ فِي "مَعَانِي الْأَثَارِ" (۸۹:۲)، وَاللَّفْظُ لَهُ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر ؓ زکوٰۃ کے وجوب کے منکرین کو مرتد ہی سمجھتے تھے لیکن مسلمانوں کی قوت کے کمزور ہونے کی وجہ سے عرب و عجم سے جنگ کرنے کو درست نہ سمجھتے تھے۔ اور اس ساری بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت کسی فریضہ کے وجوب کا انکار نہ کرے لیکن اس کی ادائیگی نہ کرنے پر جمع ہو جائیں اور مسلمانوں سے اور خلیفہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو ان سے جنگ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

۴۳۱۵۔ ابو عبد الرحمن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ اہل شام کے کچھ لوگوں نے شراب پی لی اور (اس وقت) ان پر یزید بن ابی سفیان حاکم تھا۔ وہ (شراب پینے والے) کہنے لگے کہ شراب حلال ہے۔ اور یہ آیت تاویلاً پیش کرتے تھے ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا ﴾ الْآيَةَ (کہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھائیں)۔ تب یزید نے ان کے بارے میں حضرت عمر ؓ کو لکھا تو (جواب میں) حضرت عمر ؓ نے لکھا کہ اس سے قبل کہ وہ آپ کے پاس فساد چائے لگیں آپ ان کو میرے پاس بھیج دیں۔ پس جب وہ لوگ حضرت عمر ؓ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے دین میں وہ بات ایجاد اور شامل کی ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔ پس آپ ان کو قتل کر دیں اور (اس دوران) حضرت علی ؑ خاموش تھے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا اے ابو الحسن (حضرت علی ؑ کی کنیت ہے) آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے توبہ لیں۔ پس اگر وہ توبہ نہ کر لیں تو آپ ان کو اسی کوڑے ماریں ان کے شراب پینے کی وجہ سے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو آپ انہیں قتل کر دیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے اور اپنے دین میں وہ چیز ایجاد کی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ تب حضرت عمر ؓ نے ان سے توبہ

۴۳۱۶- عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ

كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي رواه مسلم في ختم النبوة (۲: ۲۳)۔

۴۳۱۷- ولفظ البخاری (۱: ۵۰۹): لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَابُونَ

قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ- وهو من حديث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

کرائی پس انہوں نے تو پر کر لی اور حضرت عمرؓ نے ان کو اسی کوڑے مارے۔ (شرح معانی لا تارخا دی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دین میں حرام کردہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو حلال سمجھنا کفر ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور یہی احناف کا۔ اور باقی رہا قدامہ بن مظعون کا قصہ کہ انہوں نے بھی تاویل میں یہی آیت پیش کی تھی شراب پینے کے بعد تو وضاحت کے لئے عرض ہے کہ انہوں نے شراب کو حلال سمجھ کر نہیں پیا تھا۔ جب کہ شام کے ان لوگوں نے حلال سمجھ کر پیا تھا۔ اور مستحل حرام کا کفر ہے۔ اور قدامہ کا اس آیت کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ میں بھی اہل ایمان و اعمال صالحہ ہوں۔ لہذا یہ صفت ایمان و اعمال صالحہ والا ہونا مجھے سزا سے بچاتی ہے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح قطاع الطريق پر قدرت پانے سے قبل ان کی توبہ حکو ساقط کر نیوالی ہے اسی طرح شراب پینے والے پر قدرت پانے سے قبل اس کی توبہ بھی حکو ختم کرنے والی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے تاویل میں خطا کی ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان شراب کی حرمت سے قبل شراب پی چکے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ الغرض قدامہ شراب کو حلال سمجھنے والے نہ تھے جبکہ اہل شام شراب کو حلال سمجھنے والے تھے۔

اور اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں کسی قسم کی تاویل بھی قبول نہ ہوگی اور تاویل کرنے والا کافر سمجھا جائیگا جبکہ اس کی تاویل سے حلال کا حرام ہونا یا حرام کا حلال ہونا لازم آ رہا ہو۔ اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ جیسا کہ گذشتہ زکوٰۃ اور شراب کے واقعات سے معلوم ہوا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کو باطل کر دیا یعنی مرتد ہو گیا۔ پس اگر وہ توبہ نہ کرے اور دوبارہ اسلام نہ لائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اس لئے بعض متاخرین اور آج کل کے مصلحت پسندوں کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ ایسا شخص صرف اسی مسئلہ میں (جس کا انکار کرتا ہے) کافر ہے اور باقی مسائل اور عقائد میں مسلمان۔

۳۳۱۶- حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔ وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم)

۳۳۱۷- اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ (میری امت میں) تیس کے قریب دجال کذاب کھڑے کئے جائیں گے۔ وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

۴۳۱۸- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: فَضِلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ فَذَكَرَهَا وَقَالَ: وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخْتِمَ بِي النَّبِيُّونَ، رواه مسلم في الفضائل (ختم النبوة ۲: ۲۳)۔

۴۳۱۹- عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا دَجَالًا مِنْهُمْ مُسَيِّمَةٌ وَالْعَنَسِيُّ وَالْمُخْتَارُ۔ رواه ابو يعلى باسناد حسن (فتح الباری ۶: ۴۵۴)۔

۴۳۱۸- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ اور فرمایا کہ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھ پر نبیوں کو (یعنی نبوت کو) ختم کیا گیا ہے (مسلم)۔

۴۳۱۹- عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال کذاب نکلیں گے۔ ان ہی میں سے مسیہ، عیسیٰ اور مختار ہیں۔ اسے ابو یعلیٰ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور اس کا مصداق حضور ﷺ کے آخری زمانہ میں ظاہر ہوئے پس ان میں سے مسیہ یمامہ میں، اسود عیسیٰ یمن میں ظاہر ہوا اور پھر خلفائے ابوبکرؓ میں طیمہ بن خویلد اور سجاح تیمہ ظاہر ہوئے۔ اور ابھی کچھ عرصہ قبل قادیان (ہند) میں خضی مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ظاہر ہوا۔ جو کبھی مرد بننا تھا اور کبھی عورت۔ اس کے علاوہ مختار ثقفی اور حارث کذاب ہیں۔ تیس مدعی نبوت سے مراد وہ ہیں جن کو کچھ شوکت حاصل ہوگی ورنہ مدعیین نبوت کی تعداد لا تعد ولا تحصى ہے۔ اور ان کا آخری دجال اکبر ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

بہر حال یہ بات تو اتارے معلوم ہے کہ مسیہ حضور ﷺ کی نبوت کا بھی منکر نہ تھا اور اسلام کے کسی حکم کا بھی منکر نہ تھا، صرف وہ ختم نبوت کا منکر تھا اس پر اسے مرتد کہا گیا۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت بالا جماع کفر ہے۔ اور تفسیر روح المعانی میں محمود اوسی بغدادی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ پس اس کے خلاف کے مدعی کو اصرار پر قتل کیا جائے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب ”ختم نبوت“ مصنفہ مفتی محمد شفیع دیوبندی۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد محض دعویٰ نبوت بھی کفر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

## باب حد الساحر ضربة بالسيف و كذا من سب الله او الرسول او واحدا من الانبياء

۴۳۲۰- عن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبُهُ بِالسَّيْفِ- رواه الترمذی والدارقطنی، و ضعف الترمذی اسنادہ لاجل اسماعیل بن مسلم المکی، وقال: الصحيح عن جندب موقوف (نیل الاوطار ۱: ۸۴)- قلت: ولكنه حسن الحديث بالدرجة الثانية فقد قال ابو حاتم: اسماعیل ضعيف الحديث ليس بمتروك يكتب حديثه، وقال الانصاری: كان له رأى وفتوى وبصر وحفظ للحديث، فكنت اكتب عنه لنباهته، كذا في "التهذيب" (۳۳۳: ۱) قال الحاكم في "المستدرک" (۴: ۳۶۰): هذا حديث صحيح الاسناد، وان كان الشيخان تركا حديث اسماعیل بن مسلم، واقره عليه الذهبي، فقال: صحيح غريب اه-

## باب - جادوگر کی حد تلوار کی ضرب ہے اسی طرح اس شخص کی حد بھی جو اللہ یا رسول اللہ ﷺ

### یا کسی نبی کو گالی دیتا ہے

۳۳۲۰- حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے (ترمذی، دارقطنی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث جندب پر موقوف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسماعیل حسن الحدیث ہے درجہ ثانیہ میں۔ اور حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔  
فائدہ: درمختار میں ہے کہ جادو کے اعتقاد کی وجہ سے کافر سے توبہ بھی نہیں لی جائے گی بلکہ اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس کا جادوگر ہونا ثابت ہو جائے اور کافر عورت جادوگر کا بھی اصح قول میں یہی حکم ہے۔

فائدہ: سحر حرام ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اسے مباح اور جائز سمجھنا کفر ہے۔ (شامی) اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ سحر ایک حقیقت ہے اور یہ اثر رکھتا ہے اور ساحر کو قتل کیا جائے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، حصہ رضی اللہ عنہ، جندب رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ، جندب بن کعب رضی اللہ عنہ، قیس بن سعد اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ جادوگر کو قتل کیا جائے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان جو لوگوں میں مشہور ہو گیا وہ یہ تھا کہ جادوگر کو قتل کر دو۔ اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ لہذا اس پر گویا اجماع ہو گیا، اسی طرح جندب بن کعب نے بھی جادوگر کو قتل کیا نیز حضرت حصہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی باندی کو قتل کر دیا تھا جس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا۔ باقی رہا



۴۳۲۱- عن بجاله بن عبدة قال: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ فَأَتَانِي كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَيْءٍ: أَنْ أَقْتُلُوا كُلَّ سَاجِرٍ وَسَاجِرَةٍ وَفَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمُجُوسِ وَأَنْتَهُوهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاجِرَ، وَجَعَلْنَا نَفَرِّقُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَخَرِيْمِهِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ وَابِيهَقِي وَعَبْدُ الرَّزَاقِ (نیل)۔

۴۳۲۲- عن الحسن ان أَمِيرًا مِنْ أَمْرَاءِ الْكُوفَةِ دَعَا سَاجِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَبَلَغَ جُنْدُبٌ فَأَقْبَلَ بِسَيْفِهِ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَاهُ ضَرَبَهُ بِسَيْفِهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! لَنْ تَرَاعُوا إِنَّمَا أَرَدْتُ السَّاجِرَ، فَأَخَذَهُ الْأَمِيرُ فَحَبَسَهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ سَلْمَانٌ، فَقَالَ: بِئْسَ مَا صَنَعَا، لَمْ يَكُنْ يَتَّبِعُنِي لِهَذَا، وَهُوَ أَمَامَ يُؤْتَمُّ بِهِ يَدْعُو سَاجِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا يَتَّبِعُنِي لِهَذَا أَنْ يُعَاتَبَ أَمِيرُهُ بِالسَّيْفِ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي "الْمُسْتَدْرَكِ" (۳: ۳۶۱)۔ وَسَكَتَ عَنْهُ هُوَ وَالدَّهْشِيُّ، وَرَجَّاهُ كُلُّهُمْ ثَقَات۔

حضرت عائشہؓ کا اپنی جادوگر مدبرہ کو قتل نہ کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس نے خود جادو نہ کیا ہو یا اس نے تو بہ کر لی ہو۔ نیز صحابیؓ ایک کثیر تعداد حضرت عائشہؓ کے قول و فعل کے خلاف ہے۔

۴۳۲۱۔ بجالہ بن عبید فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا منشی تھا کہ جزء کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت عمرؓ کا خط آیا (جس میں لکھا تھا کہ) ہر جادوگر کو مار ڈالو۔ اور مجوسیوں کے محارم میں جدائی کر ڈالو۔ (کیونکہ وہ محارم میں شادی کر لیتے ہیں) اور ان کو گنگنانے سے منع کرو (کیونکہ مجوسیوں کی عادت تھی کہ وہ کھانے کے بعد گنگناتے تھے) (بجالہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا اور جس مجوسی کے نکاح میں اس کی محرم عورت تھی ان میں تفریق کر دی۔ (احمد، ابوداؤد، بیہقی) اور عبدالرزاق نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذی ساحر کو بھی قتل کیا جائے۔ پس جن جادوگروں کو انہوں نے قتل کیا وہ اہل ذمہ تھے، نہ کہ مسلمان۔

۴۳۲۲۔ حسن سے مروی ہے کہ کوفہ کے امراء میں سے کسی امیر نے کسی جادوگر کو بلایا جو لوگوں کے سامنے کرتب دکھائے تو یہ بات جندبؓ تک پہنچ گئی تو وہ اپنی تلوار کے ساتھ متوجہ ہوا اور جادوگر (کو قتل کرنے) کا ارادہ کیا پس جب حضرت جندبؓ نے اسے دیکھا تو اسے اپنی تلوار سے مار دیا۔ (یہ دیکھ کر) لوگ منتشر ہونے لگے تو جندبؓ نے فرمایا لوگو! تم مت ڈرو، میں نے تو صرف جادوگر (کو قتل کرنے)

۴۳۲۳- عن محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارۃ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَتَلَتْ جَارِيَةً سَحَرْتَهَا، وَكَانَتْ قَدْ ذَبَرْتَهَا، فَأَمَرَتْ بِهَا فَقَتَلَتْ۔ رواه مالك في "الموطأ" (نیل ۸۵:۷)۔

۴۳۲۴- عن ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ جَارِيَةً لِحَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ سَحَرْتَهَا فَأَعْتَرَفَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا فَأَمَرَتْ حَفْصَةُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ فَقَتَلَهَا، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا عُثْمَانُ فَأَتَاهُ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَحَرْتَهَا وَأَعْتَرَفَتْ بِهِ، فَكَانَ عُثْمَانُ أَنْكَرَ عَلَيْهَا مَا فَعَلْتَ دُونَ السُّلْطَانِ۔ رواه الطبرانی من رواية اسماعيل بن عياش عن المدنيين، وهي ضعيفة، وبقيـ

کا ارادہ کیا تھا۔ پھر امیر نے جناب کو پکڑ کر قید کر دیا۔ پس جب یہ بات سلمان کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں (امیر اور جناب) نے یہ کیا۔ اس (امیر) کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ کسی جادوگر کو بلائے جو لوگوں کے ساتھ تماشہ کرے حالانکہ وہ مقتدی ہے۔ اور اس (جناب) کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ امیر سے تلوار کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کرے۔ (متدرک حاکم) حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: (۱) اس حدیث سے ساحر کا قتل کرنا صراحۃً معلوم ہوتا ہے اور وہ ساحر ذمی تھا، مسلمان نہیں۔ کما هو المتبادر۔  
فائدہ: (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر اور امام کی اجازت کے بغیر ساحر کو قتل کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت سلمان نے جناب کے اس فعل قتل پر انکار کیا۔ اسی طرح مولیٰ کا اپنے غلام کو کسی حد میں قتل کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ جب ام المؤمنین نے حضرت حفصہؓ اپنی سارہ باندی کو قتل کیا تو حضرت عثمانؓ نے اس پر نکیر کی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مغنی میں موفیٰ فرماتے ہیں کہ مرتد کو قتل کرنے کا اختیار صرف امام کو ہے۔ خواہ وہ مرتد آزاد ہو یا غلام۔ اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اور باقی رہا بعض لوگوں کا اقیمو الحدود علی ما ملکتم ایمانکم سے استدلال کرنا اور یہ کہنا کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر حدود قائم کر سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اقیمو الحدود کا مطلب یہ ہے کہ امام اور قاضی کے پاس غلام کا معاملہ پیش کر کے اس پر حدود قائم کرو۔

۴۳۲۳- محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ام المؤمنین حفصہ زوجہ نبی کریم ﷺ نے (اپنی) ایک باندی کو قتل کر دیا جس نے ان پر جادو کر دیا تھا۔ اور حالانکہ وہ اسے مدبرہ بھی بنا چکی تھیں۔ پس آپؐ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس باندی کو قتل کر دیا گیا۔ (موطا مالک)۔

۴۳۲۴- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کر دیا۔ جب اس نے جادو کا اپنے خلاف اعتراف کیا تو حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمن بن یزید کو حکم دیا اور انہوں نے اس باندی کو قتل کر دیا۔ (جب یہ بات حضرت عثمانؓ کو

رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ۶: ۲۸۰)۔ قلت: قد وثقه بعض الاثمة مطلقاً، فالحدیث حسن، وتاید بمرسل ابن زرارۃ عند مالک فی ”الموطا“۔

۴۳۲۵- واخرج الحاكم في المستدرک (۴: ۲۲۰) عن عائشة أَنَّهَا تَقْتُلُ جَارِيَتَهَا الَّتِي سَخَرَتْهَا، بَلْ بَاعَتْهَا مِنْ شَرِّ الْبُيُوتِ مَلَكَةً۔ صححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي۔

۴۳۲۶- عن ابی برة الاسلمی قال: اَغْلَظَ رَجُلٌ لِابْنِی بَكْرٍ الصِّدِّیقِ رضی اللہ عنہ، فَقُلْتُ: يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ! أَلَا أَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: لَيْسَ هَذَا إِلَّا لِمَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواه الحاكم في ”المستدرک“ (۳: ۳۸۸)، وسكت عنه هو والذهبي۔

۴۳۲۷- عن ابن عمر قال: أَتَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَتَلَهُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ۔ رواه ابو الحسن الاصبهانی فی اماليہ، وسنده صحيح (كنز العمال ۶: ۲۹۴)۔ واخرجه حرب فی ”مسائله“ عن ليث بن ابی

معلوم ہوئی) تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ پر اس امر پر اعتراض کیا اور نکیر کی۔ پس حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کیا تھا اور اس نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر اور اس کے درے حفصہؓ کے اس فعل پر نکیر کی اور اعتراض کیا (طبرانی) اسماعیل کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اسماعیل کو بعض ائمہ حدیث نے ثقہ کہا ہے۔ لہذا حدیث حسن ہے۔ نیز ابن زرارہ کی گزشتہ حدیث مرسل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۴۳۲۵۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی اس باندی کو جس نے عائشہؓ پر جادو کیا تھا قتل نہیں کیا بلکہ اسے ملکیت کے اعتبار سے شدید ترین گھر میں بیچ دیا اسے حاکم نے مستدرک میں ذکر کر کے اسے صحیح کہا ہے اور وہی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

۴۳۲۶۔ ابو برةؓ اسلمی فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت ابوبکرؓ سے درشت کلامی کی (یعنی آپؓ سے یہودہ کلامی کی اور آپؓ کی توہین کی) تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ تو (جواب میں) آپؓ نے فرمایا: یہ سزا تو اس شخص کی ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے۔ (مستدرک حاکم) حاکم اور وہی نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے)۔

۴۳۲۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے حضور ﷺ کو گالی دی تھی تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کو یا کسی نبی کو بھی گالی دے تو اسے قتل کر دو۔ اسے ابو الحسن اصبہانی نے امالی میں روایت

سليم عن مجاهد قال: أتی عُمَرُ بِرَجُلٍ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَهُ (الصارم المسلول ص ۱۹۵)۔  
 ۴۳۲۸- قال لیث: وحدثنی مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أیما مُسْلِمٍ سَبَّ اللّٰهَ، أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِیَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَهِيَ رِدَّةٌ یُسْتَتَابُ مِنْهَا، فَإِنْ رَجَعَ، وَالْأَقْبَلُ - وَإِیْمًا مُّعَاهِدٍ عَانَدٍ فَسَبَّ اللّٰهَ أَوْ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِیَاءِ أَوْ جَهَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ۔ رواه حرب فی مسائله (الصارم المسلول ص ۱۸)، والمذکور من السند حسن۔

کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور حرب نے مسائل میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی پھر اس حدیث بالا کو ذکر کیا ہے (الصارم المسلول)۔

۴۳۲۸- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے بھی اللہ کو یا کسی نبی کو گالی دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی۔ اور یہ ارتداد ہے۔ ایسے شخص سے اس ارتداد سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جس معاہدہ (ذمی) نے عناد و دشمنی کی اور مقابلہ کیا اور اللہ یا کسی نبی کو گالی دی یا اس کا کھلم کھلا اظہار کیا تو اس نے (اپنا) عہد توڑ دیا پس اسے قتل کر دو۔ اسے حرب نے اپنے مسائل میں ذکر کیا ہے (الصارم المسلول) اس کی مذکورہ سند حسن ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کو یا کسی نبی کو گالی دینے سے یا کسی بھی قسم کی توہین کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے پس اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور کتاب الخراج لابی یوسف میں یہ بھی ہے کہ اس کی بیوی اس سے بانٹ ہو جائے گی الخ۔ اس طرح اگر کوئی ذمی حضور ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔

حیف صدحیف کہ پاکستان میں عیسائی یا دیگر غیر مسلم لوگ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور حکومت وقت ان پر حد قتل جاری کرنے کی بجائے توہین رسالت قانون کو ظالمانہ قانون قرار دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور غیر مسلم حکومتیں بھی تسلیہ نسرین اور سلمان رشدی جیسے مرتدوں کو پناہ دیتی ہیں۔ حالانکہ اسلامی قانون تمام انبیاء کے لئے یکساں ہے۔ یعنی جس طرح سید المرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے نبی مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرنے کی سزا بھی قتل ہے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی لعین نے حضرت عیسیٰؑ پر ایسی زبان درازی کی کہ الامان والحفیظ اور ان کے متبعین اب تک کر رہے ہیں۔ لیکن اسلامی حکومت میں اسلامی قانون حرکت میں نہیں آتا۔



## باب ما یكون الرجل به مسلما يدرأ عنه القتل والسبي

۴۳۲۹- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ- رواه مسلم (۳۷:۱)- وهو في الامهات عن جماعة من الصحابة (نیل ۱۰۳:۷)-

۴۳۳۰- عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْ يُحَمَّدُوا رَسُولُ اللَّهِ، وَيَقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى- اخرجہ الشيخان (نیل الاوطار ۱۰۴:۷)- وفي لفظ عند مسلم (۳۷:۱): حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا بِي، وَبِمَا جِئْتُ بِهِ بِالْحَدِيثِ-

۴۳۳۱- عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

## باب - وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے ایک انسان مسلمان ہو جاتا ہے

### اور قتل و قید اس سے ہٹا دیے جاتے ہیں

۴۳۲۹- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو بچا لیا۔ مگر کسی حق کے بدلے میں (مثلاً شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا کسی کو قتل کرے یا مرتد ہو جائے تو پھر اس کی جان محفوظ نہ رہے گی بلکہ اسے حد اور قصاص میں قتل کیا جائے گا یا زنا کی صورت میں سنگسار کیا جائے گا) پھر اس کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)۔ یہ حدیث جماعت صحابہ سے مروی ہے (نیل الاوطار)۔

۴۳۳۰- عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں کو محفوظ کر لیا۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہاں تک کہ وہ مجھ پر (یعنی میری رسالت پر) ایمان لے آئیں اور ہر اس حکم پر جو میں لایا ہوں (الحدیث)۔

۴۳۳۱- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں

إِلَّا اللَّهَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِذَا شَهِدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَاسْتَقْبَلُوا قِبَلَتَنَا  
وَأَكَلُوا ذَبِيحَتَنَا وَصَلُّوا صَلَاتَنَا حَرُمْتَ عَلَيْنَا دِمَاءُ هُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا۔ اخرجہ البخاری  
والترمذی وابوداؤد والنسائی، ولفظ البخاری: مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبَلَتَنَا  
وَصَلَّى صَلَاتَنَا وَآكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ۔ (نیل  
الاطوار ۷: ۱۰۴)۔

الف - ۴۳۳۲ - عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال: لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ قَالَ  
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا عِمْلَقُ! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ الْحَدِيثُ۔ رواه مسلم  
(المحلى ۷: ۳۱۶)۔

ب - ۴۳۳۲ - عن اسامة بن زيد رضي الله عنه قال: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ  
وَفِيهِ: وَلَجِجْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيَنَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ عَنْهُ

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کہیں۔ پس جب انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ  
اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر لیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھالیا اور ہماری طرح نماز پڑھ لی تو ان کے خون اور مال ہم پر حرام  
ہیں۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور بخاری میں یہ لفظ بھی ہیں کہ جس نے اس بات کی گواہی دے دی کہ  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر لیا (نماز میں) اور ہماری طرح نماز پڑھ لی اور ہمارا ذبیحہ کھالیا تو وہ مسلمان ہے۔  
اس کے لئے وہی مراعات ہیں جو ہر مسلمان کے لئے ہوتی ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہر مسلمان پر ہوتی ہیں (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی اسلام کا اظہار فعل سے بھی ہوتا ہے مثلاً باجماعت نماز پڑھ لی یا کسی مسجد میں اذان  
دے دی یا حج کر لیا۔ البتہ اکیلے نماز پڑھنے کا اعتبار نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس نے کس مذہب پر نماز پڑھی ہے۔

(الف) - ۴۳۳۲ - سعيد بن مسيب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت  
آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہو یعنی یہ کلمہ پڑھ لو، میں (قیامت کے دن) اللہ کے ہاں آپ کے لئے اس کلمہ کی (یعنی  
ایمان کی) گواہی دے گا۔ مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (محلی ابن حزم)

(ب) - ۴۳۳۲ - اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ نے ایک مہم میں بھیجا پھر اسامہ نے حدیث بیان کی جس  
میں یہ بھی تھا کہ میں نے اور ایک انصاری نے مل کر ان اہمیدہ میں سے ایک آدمی کو پکڑا پس جب ہم نے اسے گھیرا تو اس نے لا الہ الا اللہ کہا۔

الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنَتْهُ فَقَتَلَتْهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لِي: يَا أَسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّمَا كَانَ مَتَعَوِّذًا فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ فَمَا زَالَ يُكْرِزُهُ۔ الْحَدِيث، رواه مسلم (المحلى ۷: ۳۱۶)۔

۴۳۳- عن انس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ يَهُودِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، ثُمَّ مَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ۔ رواه أحمد في رواية مهناً محتجابه، وفي "مجمع الزوائد": أخرجه أبو يعلى بإسناد رجاله رجال الصحيح، (نيل الأوطار ۷: ۱۰۳)۔

اس پر انصاری اس سے ہٹ گیا اور اسے مارنے سے رک گیا۔ لیکن میں نے اسے نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا (جب ہم لوٹ کر آئے) تو یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد مار ڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنے تئیں بچانے کے لئے کہا تھا۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا کہ کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر ڈالا۔ پس آپ ﷺ بار بار یہی کہتے رہے۔ (الحديث) (مسلم)۔

۴۳۳- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ یہودی مر گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو۔ اسے امام مجتہد امام احمد نے روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ (لہذا یہ اس کی صحت کی دلیل ہے)۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ ابو یعلیٰ نے اسکی ایسی سند کے ساتھ خرچ کی ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہنے سے انسان قتل سے (اور قید کئے جانے سے) محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن محض یہ الفاظ کہنے سے وہ مسلمان نہیں ہوتا بلکہ اس کا امتحان لیا جائے گا۔ پھر اگر وہ دوسرے ضروریات دین مثلاً رسالت کا اقرار کرے اور دیگر احکام اسلام (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) کا التزام کرے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر کافر اپنے اعتقاد کے خلاف کسی چیز کا اظہار کرے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ مثلاً اگر وہ بت پرست ہے تو لا الہ الا اللہ کہنے سے ہی وہ مسلمان ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ توحید کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿انہم کانوا اذا قیل لہم لا الہ الا اللہ یتسکبرون﴾ (الصافات) تو یہ کلمہ ہی ان کے ایمان کی علامت ہے۔ اور اگر یہودی لا الہ الا اللہ کہے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ محمد رسول اللہ کی رسالت کے اقرار پر ہی ان کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ ایک یہودی کی عیادت کے لئے گئے تو اس نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری وجہ سے ایک انسان کو جہنم سے خلاصی دی۔ الغرض اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کو قتل کرنے لگے اور وہ لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اسے قتل نہ کیا جائے

۴۳۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي خُذَيْمَةَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا: أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: صَبَّأْنَا صَبَّأًا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ بِمَا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ- رواه احمد والبخاری (نیل ۷: ۱۰۳)-

۴۳۵- عن عقبہ بن مالک اللیثی ؓ قال: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَرِيَّةً فَأَغَارُوا عَلَى قَوْمٍ فَشَدَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ، وَمَعَهُ السَّيْفُ شَاهِرَةً فَقَالَ الشَّدُّ مِنَ الْقَوْمِ: إِنِّي مُسْلِمٌ فَلَمْ يَنْظُرْ فِيمَا قَالَ فَضَرَبَهُ فَقَتَلَهُ، فَتُبِيَ الْخَبْرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ فِيهِ قَوْلَانِ شَدِيدَانِ بَلَغَ الْقَاتِلُ فَقَالَ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا قَالَ الَّذِي قَالَ: إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ تُعْرِفُ الْمَسَاءَ فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ أَنْبَى عَلَى فِيمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا ثَلَاثًا- رواه الطبرانی فی "الکبیر"، واحمد وابو یعلی الا انه قال عقبہ بن خالد و رجالہ

کیونکہ یہ جملہ اس کے ایمان کی دلیل و علامت ہے۔

۴۳۴- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو بنی خذیمہ کی طرف بھیجا۔ خالد بن ولید نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہیں اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لائے) کہنا نہیں آتا تھا اس لئے وہ (اسلمنا کی بجائے) صَبَّأْنَا صَبَّأًا (ہم بے دین ہو گئے) کہنے لگے۔ پس حضرت خالد بن ولید نے انہیں قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا۔ آخر ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو آپ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں خالد کے اس فعل سے براءت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ دو مرتبہ دہرایا۔ (احمد، بخاری)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لفظ کنایہ بول کر اسلام کی نیت کر لے تو وہ معتبر ہے اور اس کا حکم صریح لفظ اسلام والا ہے۔ منقح لابن تیمیہ میں لکھا ہے کہ کافر جب دوران جنگ ایسا لفظ بولے جس سے اسلام کا وہم ہو تب بھی اسے قتل نہ کرنا واجب ہے۔ اور یہی اصول فقہاء نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن یاد رکھیں اس طرح قتل کرنے پر قصاص نہیں کیونکہ انہوں نے کافر سمجھ کر قتل کیا ہے۔ لہذا قتل عمد نہیں۔

۴۳۵- عقبہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دستہ روانہ کیا پس انہوں نے ایک قوم پر لوٹ ڈالی اور حملہ کیا تو اس قوم میں سے ایک آدمی بھاگ کھڑا ہوا۔ پس دستہ میں سے ایک آدمی نے اس کا تعاقب کیا اور اس (مسلمان) کے پاس پہنچا تو اس نے قتل کی بات پر توجہ نہ دی۔ پس قتل کیا۔ لیکن اس (تعاقب کرنے والے مسلمان) نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔ پس



تقات کلہم۔ (مجمع الزوائد ۱۰:۱)، ہو مختصر۔

## باب هل یقبل اسلام الصبی العاقل؟ وهل یعتبر ارتدادہ

### فیجبر علی الاسلام ولا یقتل؟

۴۳۳۶- عن عروۃ قال: أسلمَ عَلِیٌّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانٍ سِنِینَ۔ اخرجہ البخاری فی "تاریخہ"، و اخرج ایضاً عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال: قُتِلَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانٍ وَخَمْسِینَ (المنتقى مع النیل ۷: ۱۰۸)۔

اسے تلوار ماری اور اسے قتل کر ڈالا۔ پھر یہ بات حضور ﷺ تک پہنچائی گئی تو آپ ﷺ نے اس بارے میں ایسی سخت بات فرمائی جو قاتل تک پہنچ گئی تو اس قاتل نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قسم بخدا کہ اس نے جو کچھ کہا محض قتل سے بچنے کے لئے کہا۔ پس حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور تین مرتبہ اس نے یہ بات دہرائی آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ اس سے منہ پھیر لیا۔ تب آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ ناراضگی آپ ﷺ کے چہرے سے معلوم ہو رہی تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے مجھ پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اس شخص کے بارے میں جو کسی مسلمان کو قتل کرے۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اسے طبرانی نے کبیر میں اور احمد اور ابویعلیٰ نے روایت فرمایا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

## باب۔ کیا عقل مند بچے کا اسلام لانا اور اس کا مرتد ہونا معتبر ہے، پھر کیا اسے

### اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟

۴۳۳۷- عروۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ جب اسلام لائے تو وہ آٹھ سال کے تھے۔ (تاریخ بخاری) اور بخاری ہی جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد محمد نے فرمایا کہ حضرت علیؑ قتل کئے گئے تو وہ آٹھاون سال کے تھے۔ (المشقی مع النیل)۔

فائدہ: احناف کے ہاں کسی عقلمند بچے کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے (ہادیہ) اور مذکورہ بالا حدیث احناف کے لئے مؤید ہے کہ حضرت علیؑ بچپن میں اسلام لائے اور حضور ﷺ نے ان کے اسلام کو صحیح اور معتبر قرار دیا۔ اور یہ قطعاً ثابت نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علیؑ کو تجدید اسلام کا حکم فرمایا ہو (ہاتوا ابوہانکم) اور حضرت علیؑ کا اس بات پر فخر کرنا کہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں مشہور ہے اور یہ فخر اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ان کے بچپن کے اسلام کو معتبر مانا جائے۔ اسی طرح عروۃ فرماتے ہیں کہ زبیرؓ بھی آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے۔

۴۳۳۷- عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَفَعَ الرَّايَةَ إِلَى عَلِيٍّ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَشْرَيْنِ سَنَةً، أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي "المستدرک" (۱۱۱:۳)، وصححه علي شرطهما، واقره عليه الذهبي، وقال: هَذَا نَصٌّ فِي أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَلَمْ أَقُلْ مِنْ عَشْرَ سِنِينَ، بَلْ نَصٌّ فِي أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَهُوَ ابْنُ سَبْعٍ أَوْ ثَمَانٍ، وَهُوَ قَوْلُ عُرْوَةَ-

۴۳۳۸- عن ابن عمر رضي الله عنهما ان عمر بن الخطاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي زَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ، وَقَدْ قَارَبَ الْحُلُمَ فَلَمْ يَسْمَعْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ فَظَنَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأَمِّيْنِ الْحَدِيثِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- ورواه ابو داود والترمذی، ومالك في "الموطأ" (نیل الاوطار ۷: ۱۰۸)-

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بچے کا اسلام لانا معتبر نہیں اور وہ دلیل دیتے ہیں کہ رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یتلیم یعنی تین شخصوں سے قلم اٹھایا گیا ہے اور ان میں سے ایک بچہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا ہے اور اسلام کو اس کے خلاف نہیں بلکہ اس کے حق میں لکھا جاتا ہے۔ لہذا اسلام لانا اس حدیث میں داخل ہی نہیں۔

۳۳۳۷- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کے دن حضور ﷺ نے جنتنا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا جبکہ وہ بیس سال کے تھے (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ وہ دس سال سے کم کی عمر میں اسلام لائے تھے بلکہ اس پر نص ہے کہ وہ سات یا آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ اور یہی عروہ کا قول ہے۔

۳۳۳۸- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ کی معیت میں ابن صیاد کی طرف گئے۔ پس آپ ﷺ نے اس کو بچوں کے ساتھ کھیلنے ہوئے پایا۔ ابن صیاد قریب البلوغ تھا (یعنی وہ بالغ نہیں ہوا تھا) اور اسے آپ ﷺ کے آنے کی خبر ہوئی یہاں تک رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی کمر پر مارا۔ پھر حضور ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں (بخاری، مسلم ترمذی، مؤطا مالک)۔

فائدہ: ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے ابن صیاد کو اسلام کی دعوت دی جبکہ وہ بچہ تھا۔ (منہجی

۴۳۳۹- عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُؤْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتَّى يُعَرَّبَ عَنْهُ لِسَانُهُ، فَإِذَا عَرَّبَ عَنْهُ لِسَانُهُ، فَإِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا۔ رواه احمد، واصله في "الصحيحين" (نیل ۱۰۸:۷)۔

۴۳۴۰- عن انس رضی اللہ عنہ قال: كَانَ عَلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوذُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: اسْلِمْ فَنَنْظُرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ: اطْعِ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بَنِي مِنَ النَّارِ۔ رواه البخاری (زيلعي ۵۹:۲)۔

لہذا معلوم ہوا کہ بچہ کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے ورنہ اسلام کی دعوت دینا فضول ہے اور فضول کام حضور ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔  
۴۳۳۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک اس کی زبان اس کی طرف سے اظہار و بیان کرتی ہے۔ پس جب اس کی طرف سے اظہار کرتی ہے تو وہ یا تو شکر کرنے والا (مسلمان) ہوتا ہے یا ناشکری کرنے والا (کافر) (احمد، اس کی اصل بخاری و مسلم میں ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک بچہ غیر تمیز ہو یعنی اسے غلط صحیح کا شعور نہ ہو یعنی اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اسلام نجات کا ذریعہ ہے اور کفر تباہی کا تو اسے احکام آخرت کی بابت مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ البتہ جب وہ تمیز کرنے لگے تو اس کی زبان جس مذہب کا اظہار کرے تو اسی کا حکم لگایا جائے گا۔

فائدہ: درمختار میں ہے کہ سات آٹھ سال کا بچہ عاقل ہوتا ہے۔

۴۳۴۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ بیمار ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ اس کے سر ہانے بیٹھ گئے، اور اس سے فرمایا کہ تو مسلمان ہو جا۔ پس اس بچہ نے اپنے باپ (جو یہودی تھا) کی طرف دیکھا جو وہیں موجود تھا۔ اس (باپ) نے کہا کہ ابوالقاسم محمد ﷺ کی اطاعت کر۔ پس وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ پھر جب حضور ﷺ (اس کے پاس سے) نکلے تو آپ ﷺ فرما رہے تھے "شکر ہے اللہ (بزرگ و برتر) کا جس نے میرے ذریعے سے اس کو آگ بے پچالیا"۔ (بخاری)۔

فائدہ: الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچہ جب عقلمند ہو۔ غلط صحیح کی تمیز رکھتا ہو تو اس کا اسلام لانا معتبر ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

## باب لا يعتبر ارتداد الصبی غیر العاقل والمجنون والسكران والمکره

۴۳۴۱- عن عائشة رضی اللہ عنہا مرفوعاً: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَبْلُغَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ- رواه احمد وابوداود والنسائی وابن ماجة والحاكم وابن حبان- ورواه ابو داود والنسائی واحمد والدارقطنی والحاكم وابن حبان وابن خزيمة من طرق عن علی رضی اللہ عنہ (التلخیص الحبير ۶۸:۱)-

وقال العزیزی بعد ما رواه بلفظ "وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ" فی حدیث عائشة: قال الشيخ: حدیث صحیح، ولفظ "عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَخْتَلِمَ" فی حدیث علی وقال: بطرق عديدة يقوى بعضها بعضاً اهـ-  
۴۳۴۲- عن ثوبان رضی اللہ عنہ مرفوعاً رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانُ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ- رواه الطبرانی، وقال الشيخ: حدیث صحیح (العزیزی ۲۲۰:۲)-

## باب - غیر عاقل بچے، مجنون، بے ہوش اور مجبور کا مرتہ ہونا معتبر نہیں

۳۳۴۱- حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ جائے۔ اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے (احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان) اور ابوداؤد، نسائی، احمد، دارقطنی، حاکم، ابن حبان اور ابن خزيمة نے اسے متعدد طرق سے حضرت علیؓ سے بھی روایت کیا ہے۔ (تلخیص حیر) حضرت عائشہؓ کی حدیث روایت کرنے کے بعد عزیزی نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ قلم مہتلی سے بھی اٹھایا گیا ہے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور بچے سے بھی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے اور شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ قلم اس مجنون سے (بھی) اٹھایا گیا ہے جس کی عقل زائل ہوگئی ہو اور بچے سے بھی۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور یہ حدیث انہوں نے متعدد طرق سے روایت کی ہے جن میں سے بعض بعض کی تقویت کا باعث ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے، مجنون اور سونے والے کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اور مرتہ ہونا بھی گناہ اکبر ہے۔ لہذا وہ بھی معتبر نہیں۔ لیکن چونکہ عاقل بچے کا اسلام لانا بالاجماع صحیح ہے۔ لہذا یہ اس کے ارتداد کو بھی مستزم ہوگا اور عاقل بچے کا مرتہ ہونا بھی معتبر ہوگا۔ البتہ غیر عاقل بچے اور مجنون اور بے ہوش کا مرتہ ہونا معتبر نہ ہوگا۔

۳۳۴۲- حضرت ثوبانؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میری امت سے خطا، بھول چوک اور وہ گناہ جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو معاف



## ابواب احکام البغاة

باب محاربة اهل البغی و امتناع الخروج على الامام

ولو جابرا فاسقا مالم يات بكفر بواح

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ - الى قوله - ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ -

۴۳۴۳ - عن عرفة الاشجعي ؓ قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ آتَاكُمْ

کردی گئی ہے۔ (طبرانی) شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: لہذا داخلی، ناسی اور مجبور کا مرتد ہونا معتبر نہ ہوگا۔

## ابواب - باغیوں کے احکام

باب - باغیوں سے جنگ کرنے اور امام پر خروج کے ممتنع ہونے کے بیان میں،

خواہ امام ظالم اور فاسق ہو جب تک کہ وہ کھلم کھلا کفر کا ارتکاب نہ کرے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اور اگر ایک فریق دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ پس جب وہ رجوع کر لے تو ان دونوں گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

فائدہ: بغاوت کا عرفی معنی ہے ظلم کے ذریعے ایسی چیز طلب کرنا جو حلال نہ ہو۔ اور فقہاء کے عرف میں باغی اس شخص کو کہتے ہیں جو امام حق کی اطاعت سے انکار کرے۔ اور اس آیت سے پانچ فوائد حاصل ہوئے: (۱) باغی مؤمن ہی رہتے ہیں۔ (۲) باغیوں سے لڑنا ضروری ہے۔ (۳) باغی جب اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں تو جنگ ختم ہو جائے گی۔

۴۳۴۳ - عرفہ اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے جبکہ تم سب ایک شخص پر جمع ہو اور وہ تم میں پھوٹ ڈالنا اور تم میں جدائی ڈالنا چاہے تو تم اسے قتل کر ڈالو۔ (احمد، مسلم)۔ اور مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تم اسے

وَأَمَرَكُمْ الْجَمْعُ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ، رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ (نیل ۸۱:۷) وَ فِي لَفْظِ مُسْلِمٍ (۲: ۱۲۸): فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَأَنَّا مِنْ كَنَانٍ۔

۴۳۴۴- عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ فِيهِ مِنَ اللَّهِ بُرْهَانٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (نیل ۸۱:۷)۔

۴۳۴۵- عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه مرفوعاً في شرار الأئمة قال: قلنا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذَلِكَ؟ قَالَ: لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ، أَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَإِلَافَرَاهُ يَأْتِي التَّوَارِكَ سَاتِحًا رَاذِلًا۔ خَوَافُ جَوْشَنُ بَهِي۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کا ایک امام پر مجتمع ہونا ضروری ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے کا قتل واجب ہے جبکہ وہ مخالفت کرنے والا مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ دارالاسلام خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، دو خطیفہ نہیں ہو سکتے۔ سلف و خلف کا یہی طریقہ رہا ہے اور احادیث کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ (نووی شرح مسلم)۔

۳۳۴۳- عبادة بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے خوشی، ناگواری، جنگی اور کشادگی اور اپنے اوپر ترجیح دینے جانے میں (غرض ہر حالت میں) اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر بیعت کی۔ اور اس بات پر (بیعت کی) کہ ہم حکمرانوں کے ساتھ حکومتی معاملات میں جھگڑا نہ کریں گے۔ (ایہ کہ تم (اے مسلمانو! حکمرانوں کی طرف سے) کوئی صاف کفر نہ دیکھ لو جس کے لئے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہو۔) (بخاری و مسلم) (نیل)۔

فائدہ: یہاں کفر سے مراد مطلق معصیت ہے۔ نووی نے ایسا ہی لکھا ہے اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہوگا حکمرانوں سے اس وقت تک نہ جھگڑو جب تک کہ ان کے اندر حکم کھلا معصیت نہ دیکھ لو یعنی معصیت کی صورت میں منازعت بالقتال کیا جائے کیونکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حکمرانوں پر خروج اور ان سے قتال باجماع مسلمین حرام ہے، اگرچہ وہ فساد اور ظالم ہوں۔ اور ابن مسعودؓ کی حدیث جو بخاری میں کتاب الفتن میں مروی ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد بعض ترجیحات اور ایسے معاملات دیکھو گے جن میں تم اجنبیت محسوس کرو گے تو ایسی صورت میں تم ان کا حق ادا کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو“ بھی اسی کی مؤید ہے۔ اور اگلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حکم کھلا کفر کی صورت میں منازعت بالقتال مراد ہوگا۔

۳۳۴۵- عوف بن مالکؓ سے برے حاکموں کے بارے میں مرفوعاً مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اس وقت ان برے حاکموں کو دفع نہ کر دیں؟ جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں جب تک وہ نماز کو تم میں قائم

شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ، فَلْيُكَرِّهَ مَا بَاتَى مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَلَا يُنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ، رواه مسلم في "صحیحہ" (۱۲۹:۲)۔

۴۳۴۶ - عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعاً في حديث طويل: وَمَنْ بَالَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةً يَدِهِ وَثَمَرَةً قَلْبِهِ، فَلْيُطْعَمْهُ إِنْ اسْتَطَاعَ، وَإِنْ حَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَأَضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ، رواه مسلم أيضاً (۱۲۶:۲)۔

۴۳۴۷ - عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: إِذَا بُوِيعَ لِلْخُلَفَاءِ فَأَقْتُلُوا الْآخَرَ

رہیں (ان کو رفع نہ کرو)۔ لیکن جب کوئی ایسا شخص کسی پر حاکم بنے اور وہ اسے کوئی گناہ کا کام کرتے دیکھے تو اس گناہ کے کام کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کیچنے اور اطاعت سے باہر نہ ہو۔ (صحیح مسلم)۔

۴۳۴۶ - عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) جس نے کسی امام سے بیعت کی اور اس کو اپنا ہاتھ دے دیا۔ اور دل سے اس کی تابعداری کی نیت کر لی تو اسے چاہیے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اگر طاقت رکھے اور اگر دوسرا امام اس پہلے امام سے لڑنے کے لئے آئے تو اس دوسرے امام کی گردن اڑا دو (مسلم)۔

۴۳۴۷ - حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔ کیونکہ پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کی خلافت باطل ہے۔ (مسلم)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ امام کی اطاعت واجب ہے اور ولایت کے مسئلہ میں اگر کوئی دوسرا خلیفہ کھڑا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

مشاجرات صحابہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اس آیت کریمہ میں رسول اقدس ﷺ کو امت کے لئے عملی نمونہ قرار دیا ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے اگر یہ کہا جائے کہ کبھی اللہ تعالیٰ عصمت کا پردہ اٹھا کر نبی ﷺ سے گناہ کر دیتا ہے جیسا کہ مودودی صاحب نے تفہیمات جلد دوم میں لکھا ہے تو اس سے نبی ﷺ کی پوری زندگی داغدار ہو جائے گی کیونکہ ہر فعل میں یہ احتمال پیدا ہو جائے گا کہ شاید یہ فعل پردہ عصمت اٹھنے کی حالت میں صادر ہوا ہو، تو جو کام عصمت کے منافی نہیں تھے وہ خود حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کر دیے نماز آپ ﷺ نے خود پڑھ کر دکھادی، وضو خود کر کے دکھا دیا، روزہ رکھ کر دکھا دیا، حج خود کر کے دکھا دیا، نمازیں بھولیں تو خود سجدہ سہو کر کے دکھا دیا۔ حالت حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر پر صرف لیٹنا گناہ نہیں تھا آپ ﷺ نے یہ کر کے دکھا دیا۔ روزہ کی حالت میں بوسہ اور بوسے کا ناقض وضو نہ ہونا آپ ﷺ نے خود کر کے دکھا دیا تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے سامنے عملی نمونہ ہو کر کچھ کام عصمت کے منافی تھے تو وہ کام اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کروا کر دکھا دیے انہیں کاموں میں مشاجرات صحابہ کرام ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا اگر صحابہ کرام کی آپس کی لڑائیاں نہ ہوتیں تو ہمیں باغیوں کے احکام معلوم نہ ہوتے اگر

یَنْهَمَا، رواه مسلم ایضا (۲: ۱۲۸)۔

۴۳۴۸- عن علی بن ابی طالب ؓ قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ﴿سَيَخْرُجُ

قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحَادِثُ الْأَسْنَانِ سُفْهَاءُ الْأَخْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ النَّبِيِّ لَا يُجَاوِزُ

کوئی نبی ﷺ سے بغاوت کرتا تو ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہ نمونہ دور صحابہ میں قائم کیا تو معلوم ہوا کہ ایسے افعال کا

صدر صحابہ کرام ؓ سے کروایا گیا ہے کہ عین لڑائی میں کسی نے حضرت امیر معاویہ ؓ کے سامنے حضرت علی ؓ کو برا بھلا کہا تو آپ ؓ نے فرمایا

کوئی ہے جو حضور ﷺ کے چجازاد بھائی کی تعریف کر کے میرا دل خوش کرے تو تین شاعروں نے یکے بعد دیگرے حضرت علی ؓ کے فضائل

میں قصیدے پڑھے تیسرے کے قصیدے کو آپ ؓ نے پسند فرما کر ان کو انعام دیا (الناہیہ عن طعن معاویہ ؓ) حضرت علی ؓ سے کسی نے مال

غنیمت جمل میں تقسیم کرنے کا کہا تو آپ ؓ نے فرمایا یہ تو مسلمان بھائیوں کا مال ہے اس میں غنیمت کیسی؟ تو بعض مفسدین کے اصرار پر فرمایا

کہ تم میں کون ہے جو حضور ﷺ کی محبوب بیوی ام المومنین عائشہ ؓ کو (معاذ اللہ) لوٹتی بنائے (ابن ابی شیبہ) ایسے ہی الفاظ آپ ؓ نے حنین

کی لڑائی میں شرکت کرنے والوں کے لئے فرمائے بعض دشمنان صحابہ کرام کے معیار حق ہونے پر بعض ان جزوی واقعات سے

اعتراضات کرتے ہیں کہ ان سے زنا یا چوری وغیرہ کا صدور ہوا۔ حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ یہ افعال ان سے اللہ تعالیٰ نے اس لئے صادر

کرائے کہ یہ شان نبوت کے خلاف تھے اور اللہ تعالیٰ نمونہ دکھانا چاہتے تھے کہ اگر ان سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جائے تو ان کو توبہ بھی ایسی

کرنی چاہیے جیسی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اور خثیمہ قبیلہ کی عورت نے کی تھی۔ ان کو کوئی گرفتار کرنے والا نہیں، خود بار بار دربار

اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت جان جاتی ہے تو جاتے کہیں ایمان نہ چلا جائے۔ اس لئے ہمیں سنگسار

کر کے گناہ سے پاک کیجئے تو صحابہ کرام ؓ اس توبہ میں یہ قیامت تک کے لئے نمونہ ہیں۔ اگر غزوہ احد میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ

بہت سے تاکید کی الفاظ سے فرماتے ہیں وَلَقَدْ غَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ کے میں خدا نے ان کو معاف کر دیا ہے تم بھی معاف کر دینا اور رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ جیسے خطابات مکررہ صحابہ کرام کی رضامندی کو مومنوں کے دلوں میں پیوستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر بعض نئے اسلام میں

داخل ہونے والوں کے بارہ میں وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْواً انفَضُوا إِلَيْهَا فرمایا تو اصلاح نبوی کے بعد رجالت لا تُلْهِهِمْ تِجَارَةً

وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ نازل فرما کر مالی محبت اور بیت المال کی ناروا تقسیم کے شبہات کو بھی زائل کرنے کی کوشش فرمائی اور اگر انی جاءكُم

فَاسِقٌ بِنِيبَاةٍ شَاكَرِ الدِّينَ ﷺ کی طرف وحید الزمان جیسے کوفت کی نسبت شبہ ہونے کا اندیشہ تھا تو ساتھ ہی فرمادیا وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَبٌ

إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ وَزَيْنَةُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَوْزَةُ إِلَيْكُمْ الْكُفْرُ وَالْفُسُوقُ وَالْبُغْيَانُ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ کہ اللہ تعالیٰ نے تو

فکر تو کیسے اور محصیت کی کراہت بھی صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں پیوست کر کے ایمان کو ان کے دلوں میں محبوب اور مزین فرمادیا اور اب

رشد و ہدایت پر چلنے والے انہیں کے نشانات قدم پر چلیں اور أُولَئِكَ امْتَنَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى فرما کر ان کو امتحان تقویٰ میں پاس

ہونے کی سند مرحمت فرمائی۔

۴۳۴۸- حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو



إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرُهُمْ يَمُرُّونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمُرُّ السُّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَإِنَّمَا لَقِينُمُوهُمْ فَأَقْتُلُوهُمْ فَإِن قَتَلْتَهُمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿﴾ - متفق عليه (نبیل الاوطار ۷: ۶۸)۔

۴۳۴۹- عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿تَكُونُ أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ فَيُخْرِجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةً يَلْبِئِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ﴾ - و فی لفظ - تَمْرُقٌ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ ﴿﴾ - رواہ احمد و مسلم (نبیل)۔

نوعمر اور بے وقوف ہو گئے اور ایسی بات (زبان سے) کہیں گے جو دنیا کی بہترین بات ہوگی۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہونگے جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ پس تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔ کیونکہ ان کا قتل قاتل کے لئے قیامت کے دن اجر کا باعث ہوگا۔ (متفق علیہ) (نبیل)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باغیوں کی طرف سے جنگ اور قتال شروع کرنے سے قبل ان کو قتل کرنا جائز ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ اس لئے کہ اگر امام ان کی طرف سے حقیقت قتال کا انتظار کرے تو ممکن ہے کہ پھر ان کے فتنہ پر قابو پانا ممکن نہ رہے۔ اس لئے پہل کر کے ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ لہذا جب ان کی طرف سے اسلحہ خریدنے یا اپنی شوکت جمع کرنے اور قتال کی تیاری کرنے کی اطلاع ملے تو مناسب ہے کہ ان کا قلع قمع کر دیا جائے، ان کے شر کے دفعیہ کے لئے۔ نیز ہزار میں عبد اللہ بن عمرو کی مرفوع حدیث بھی اس کی مؤید ہے جس میں ہے کہ جب وہ خروج کریں تو ان کو قتل کرو۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا۔ اور خروج کی تفسیر باغیوں کے جمع ہونے اور عدم اطاعت سے کی گئی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حقیقت قتال سے قبل بھی باغیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر امام ظالم نہ ہو تو ہر اس شخص پر جو قتال کر سکتا ہو امام کی اعانت واجب ہے۔ البتہ اگر امام ہی نہ ہو تو اس صورت میں گھربٹھے رہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ”جو فتنہ سے بھاگے گا اللہ ان کو آگ سے نجات دے گا“۔ لیکن اگر امام ہو تو اپنی وسعت و دسترس کے مطابق امام کی اعانت واجب ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ اور اسی طرح جو بعض صحابہ سے مروی ہے کہ بعض صحابہ فتنہ میں گھربٹھے رہے تو یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس قدرت نہ تھی یا وہ قتال کی حلت میں متردد تھے۔ (مخلص من الہدایہ)۔

۴۳۴۹- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہ ہو جائیں گے پھر ان دونوں میں سے ایک (نیا) فرقہ نکلے گا اور جدا ہو جائے گا اور اس (نئے فرقہ) کو (ان دو گروہوں میں سے) وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے قریب ہوگا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی تو ایک گروہ (دونوں سے) جدا ہو جائے گا اور اس نئے گروہ کو (ان دونوں میں سے) وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ (احمد، مسلم)

فائدہ: حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی سو فیصد سچ ثابت ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ کے خلافت راشدہ موعودہ کے دور میں مسلمان دو گروہ تھے۔ ایک گروہ حضرت علیؓ کا اور دوسرا گروہ حضرت معاویہؓ کا۔ پھر یہ دونوں تحکیم پر راضی تھے۔ لیکن اسی دوران ان دونوں گروہوں میں

## باب يستحب للامام ان يدعو البغاة الى العود

### الى الجماعة ويكشف عن شبهتهم

۴۳۵۰ - عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "لَمَّا خَرَجْتَ الْحَرُورِيَّةُ إِغْتَزَلُوا بَنِي دَاوُدَ وَكَانُوا سِتَّةَ آلَافٍ، فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَبْرِدْ بِالصَّلَاةِ لَعَلِّي أَكْبَلِمُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ، قَالَ: إِنِّي أَخَافُهُمْ عَلَيْكَ - قُلْتُ: كَلَّا! فَلَبِسْتُ ثِيَابِي وَمَضَيْتُ إِلَيْهِمْ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ دَارَ غِمٍّ - وَهُمْ مُجْتَمِعُونَ فِيهَا - فَقَالُوا: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ: أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، مِنْ عِنْدِ ابْنِ عِمِّ النَّبِيِّ ﷺ وَصَهْرِهِ، وَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَهُمْ أَعْرَفُ بِتَأْوِيلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، جِئْتُ لِأُبَلِّغَكُمْ مَا يَقُولُونَ وَأُبَلِّغُهُمْ مَا يَقُولُونَ، فَانْتَحَى لِي نَفَرٌ مِنْهُمْ، قُلْتُ: هَاتُوا مَا تَقَمُّتُمْ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

سے ایک تیسرا گروہ نکلا جو تحکیم کے بالکل خلاف تھا۔ اس نئے گروہ کو خوارج کہا جاتا ہے پھر خوارج کو حق سے قریب تر گروہ یعنی حضرت علیؑ کے گروہ سے نقل کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ پر تھے۔ اور جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے اختلاف کیا وہ باغی تھے۔ لیکن یاد رکھیں کہ حضرت معاویہؓ کی مخالفت خطا اجتہادی پر مبنی تھی لہذا وہ بھی ماجور ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

## باب - امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ باغیوں کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف

### واپس آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات دور کرے

۴۳۵۰ - ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حروریہ (باغیوں کی اور خاریجیوں کی جماعت) نے خروج کیا تو ایک گھر میں الگ تھلگ ہو گئے اور ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ پس میں (ابن عباسؓ) نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھئے تاکہ میں اس قوم سے بات کر لوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں ان سے آپ پر خوف کھاتا ہوں (کہ کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچادیں) میں نے کہا ہرگز نہیں (یعنی خوف نہ کھائیے) پس میں نے اپنے کپڑے پہنے اور ان کی طرف چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں ان کے گھر پر ان کے پاس جا پہنچا جبکہ وہ اس میں جمع تھے۔ پس انہوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباسؓ! کیسے آتا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حضور ﷺ کے صحابہ مہاجرین و انصار کے پاس سے آیا ہوں۔ حضور ﷺ کے بیٹا زاد اور آپ ﷺ کے داماد (علیؑ) کے پاس سے آیا ہوں۔ انہیں (صحابہ) پر قرآن نازل ہوا اور وہ ہی قرآن کے معنی و مطلب کو تمہاری نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی تم میں موجود نہیں۔

وَأَبْنِ عَمَّهُ وَخَتَنِيهِ وَأَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِهِ قَالُوا: ثَلَاثٌ قُلْتُ: مَا هِيَ؟ قَالُوا: إِحْدَاهُنَّ أَنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِي دِينِ اللَّهِ، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾..... قُلْتُ: هَذِهِ وَاحِدَةٌ قَالُوا: أَمَّا الثَّانِيَةُ فَإِنَّهُ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ فَإِنْ كَانُوا كُفْرًا فَقَدْ حَلَّتْ لَنَا نِسَائُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، وَإِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ، قُلْتُ: هَذِهِ أُخْرَى، قَالُوا: وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَإِنَّهُ مَحَا نَفْسَهُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ يَكُونُ أَمِيرَ الْكَافِرِينَ: قُلْتُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُ هَذَا؟ قَالُوا: حَسْبُنَا هَذَا- قُلْتُ لَهُمْ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَحَدَّثْتُكُمْ عَنْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا يَزِدُّ قَوْلَكُمْ هَلْ تَرْجِعُونَ؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ: إِنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِي دِينِ اللَّهِ فَإِنَّا أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ أَنْ قَدْ صَيَّرَ اللَّهُ حُكْمَهُ إِلَى الرِّجَالِ فِي أَرْزَابِ ثَمَنِهَا رُبْعُ دِرْهَمٍ، قَالَ تَعَالَى: ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ﴾ المائدة ۹۵- إِلَى قَوْلِهِ- ﴿يُحْكِمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ بَيْنَكُمْ﴾ المائدة ۹۹، وَقَالَ فِي الْمَرَاةِ وَرُجُلِهَا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا﴾، أُنْبِذْتُكُمْ اللَّهُ أَخْكُمْ الرِّجَالَ فِي حَقِّ دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاصْلَاحِ ذَاتِ

میں اس لئے تمہارے پاس آیا تاکہ تم تک وہ بات پہنچا دوں جو وہ کہتے ہیں اور ان تک وہ بات پہنچا دوں جو تم کہتے ہو۔ پس ان میں سے کچھ لوگ میری وجہ سے ایک طرف ہو گئے۔ میں نے کہا کہ لاؤ وہ اعتراضات جو تم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کے چچا زاد بھائی اور داماد پر اور اس شخص پر جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لایا (یعنی حضرت علیؑ) پر کرتے ہو۔

انہوں نے کہا کہ تین اعتراضات ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اللہ کے دین میں آدمیوں کو حکم بنادیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (یوسف - ۴۰) کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کا ہے) میں نے کہا کہ یہ ایک اعتراض ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے قتال کیا (حضرت معاذؓ سے) لیکن نہ ان کو قید کیا اور نہ ہی مالی غنیمت اکٹھا کیا۔ پس اگر وہ کافر تھے تو ان کی عورتیں اور ان کے مال ہمارے لئے حلال تھے (پس ان کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے مالوں کو مالی غنیمت بنانا چاہیے تھا) اور اگر وہ مسلمان تھے تو پھر ان کے خون ہم پر محترم تھے۔ (لہذا ان سے قتال ہی جائز نہ تھا) میں نے کہا کہ یہ دوسرا اعتراض ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ سے امیر المؤمنین کا لفظ ختم کر دیا۔ پس اگر وہ امیر المؤمنین نہیں تو پھر امیر الکافرین ہو گئے۔ میں نے کہا کہ کیا ان کے علاوہ بھی کوئی اعتراض

بَيْنِهِمْ أَحَقُّ أَمْ فِي أَرْزَبٍ ثَمْنُهَا رُبْعُ دِرْهَمٍ؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ بَلْ فِي حَقِّنِ دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
وَأَصْلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ۔ قُلْتُ: أَخْرَجْتُ مِنْ هَذِهِ؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ: إِنَّهُ  
قَاتَلَ وَلَمْ يَسِبْ، وَلَمْ يَغْنَمْ، أَتَسُبُّونَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ فَتَسْتَجِلُّونَ مِنْهَا مَا تَسْتَجِلُّونَ مِنْ غَيْرِهَا  
وَهِيَ أُمَّتُكُمْ؟ لَئِنْ فَعَلْتُمْ فَقَدْ كَفَرْتُمْ، فَإِنْ قُلْتُمْ: لَيْسَتْ أُمَّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
﴿الْنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ۶) فَأَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ  
فَأَنْتَوَا مِنْهَا بِمَخْرَجٍ! أَخْرَجْتُ مِنْ هَذِهِ الْآخَرَى؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ۔ قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ: إِنَّهُ مَحَرَّ  
نَفْسَهُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ كِتَابًا فَقَالَ  
أَكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَدَدْنَاكَ عَنِ النَّبِيِّتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلَكِنْ أَكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَرَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ وَإِنْ كَذَبْتُمُونِي، يَا عَلِيُّ! أَكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ وَقَدْ مَحَرَّ  
نَفْسَهُ، وَلَمْ يَكُنْ مَحْوُهُ ذَلِكَ مَحْوًا مِنَ النَّبِیَّةِ أَخْرَجْتُ مِنْ هَذِهِ الْآخَرَى قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ۔

تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا کہ بس یہی ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر میں تم پر اللہ کی کتاب (قرآن) سے پڑھوں اور اللہ کے نئے  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تم کو وہ بیان کروں جو تمہاری باتوں اور اعتراضات کو رد کر دے تو کیا تم لوٹ آؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں یقیناً۔ میں نے  
کہا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ اس نے اللہ کے دین کے بارے میں مردوں کو حکم بنایا تو میں تم پر بیان کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنا حکم بندوں کی طرف  
تفویض کیا ہے۔ اس خرگوش کے بارے میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿لَا تَقْتُلُوا الصِّدْقَ﴾  
حرم لا یہ (المائدہ۔ ۹۵) (۱) ایمان والو! وحشی شکار کو موت قتل کرو۔ جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل  
کرے گا تو اس پر پاداش ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کر دیں۔ خواہ  
پاداش خاص چوپایوں سے ہو۔ بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مسکین کو دے دیا جائے۔ خواہ اس کے برابر روزے  
رکھ لئے جائیں۔ تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اور عورت اور اس کے خاندان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَأَنْتُمْ حَتَّى  
شَقَاقٍ بَيْنَهُمَا فَاذْعَبُوا حُكْمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحُكْمًا مِنْ أَهْلِهَا﴾ (یعنی اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان کشاکش کا اندیشہ  
ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو عورت کے



فَرَجَعَ مِنْهُمْ الْفَأَنِ وَبَقِيَ سَائِرُهُمْ فَقَتِلُوا عَلَى ضَلَالَتِهِمْ قَتَلَهُمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ - اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبریٰ" فی خصائص علی (فتح القدیر ۳۵۰:۳)، واحمد والبیہقی (التلخیص الحبیر ۳۴۹:۲) - وسکت عنه الحافظ، والحاکم فی "المستدرک" (۱۵۰:۲)، وصححه علی شرط مسلم، واقره علیہ الذہبی -

واخرج ايضا من طريق عبد الله بن شداد، وفيه "فَوَاضَعُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَرَجَعَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةُ آلَافٍ كُلُّهُمْ تَائِبٌ بَيْنَهُمُ ابْنُ الْكَوَّاءِ، حَتَّى أَدْخَلَهُمْ عَلَى عَلِيٍّ فَبَعَثَ عَلِيٌّ إِلَى بَقِيَّتِهِمْ قَالَ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِنَا وَأَمْرِ النَّاسِ مَا قَدْ رَأَيْتُمْ فَفَقُّوا حَيْثُ شِئْتُمْ حَتَّى يَجْتَمِعَ أُمَّةٌ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَتَنْزِلُوا حَيْثُ شِئْتُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ تُقِيَكُمْ رِمَاحَنَا مَا لَمْ تَقْطَعُوا سَبِيلًا، أَوْ تَطْلُبُوا دِمًا، فَإِنَّكُمْ إِنْ فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ نَبَذْنَا إِلَيْكُمْ الْحَرْبَ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

خاندان سے بھیجی۔

میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا مردوں کا حکم اپنے خون، جان کی حفاظت میں اور آپس کی اصلاح میں زیادہ حقدار ہے یا ایک خرگوش کے بارے میں کہ جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے؟ لوگوں نے کہا یقیناً ان کے اپنے خون اور جان کی حفاظت اور آپس میں اصلاح کے بارے میں (زیادہ حقدار ہے) میں نے کہا کہ کیا میں (آپ کے) اس اعتراض سے نکل گیا؟ انہوں نے کہا یقیناً ہاں۔ (آپ نکل گئے) میں نے کہا کہ باقی تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علیؑ نے جنگ کی اور (کسی کو) قید نہیں کیا اور نہ ہی مالی غنیمت اکٹھا کیا (تو سنو اس کا جواب) کیا تم اپنی ماں عاتکہؓ کو قید کرتے اور اس سے وہ تمام چیزیں حلال جانتے جو دوسری لونڈیوں سے حلال جانتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہاری ماں ہے۔ اگر تم ایسا کرتے تو تم یقیناً کفر کرتے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں تو یقیناً تم کفر کرتے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿الْبَنِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ يُعْنِي سَلَامُهُمْ﴾ یعنی نبی ﷺ مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (الاجزاب - ۶) پس تم دو گمراہیوں کے درمیان ہو پس کوئی خلاصی کا راستہ بتاؤ (اگر تمہارے پاس ہو)۔ کیا میں اس دوسرے اعتراض سے نکل گیا؟ انہوں نے کہا کہ یقیناً نکل گئے۔ (پھر) میں نے کہا کہ باقی تمہارا یہ اعتراض کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا (تو پس سنو اس کا جواب) کہ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے دن اپنے اور قریش کے درمیان ایک معاہدہ نامہ لکھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ کھو' هذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ' یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے

الْخَائِنِينَ"۔ الحديث و صححه على شرطهما ، و اقره الحافظ الذهبي في "تلخيصه" (۱۵۵:۲)۔ و رواه الطبرانی و احمد وفيه - فَرَجَعَ مِنْهُمْ عِشْرُونَ أَلْفًا، وَبَقِيَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةُ أَلْفٍ فَقُتِلُوا - و رجالهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد: ۶: ۲۴۱)۔

### باب لا یجہز علی جریحہم ولا یتبع مولیہم ولا یسبی لہم ذریۃ

جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی۔ تو اس پر قریش نے کہا کہ تم بخدا اگر ہم یہ جانتے ہوتے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو بیت اللہ (جائے) سے نہ روکتے اور نہ ہم آپ سے جنگ کرتے۔ بلکہ محمد بن عبد اللہ لکھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ۔ (پھر فرمایا) اے علی! محمد بن عبد اللہ لکھ دو پس اللہ کا رسول ﷺ علی سے زیادہ بہتر ہے جبکہ آپ نے اپنے آپ سے (رسول اللہ) کو مٹا دیا۔ اور لیکن یہ مٹانا نبوت کا مٹانا نہ تھا (اسی طرح امیر المومنین کا لفظ مٹانا فی الحقیقت امارت کا مٹانا نہیں) میں نے کہا میں اس آخری اعتراض سے بھی نکل گیا؟ انہوں نے کہا نہ تینا ہاں۔ پس ان میں سے دو ہزار (خارجیوں) نے رجوع کر لیا اور باقی اپنے حال پر باقی رہے پس ان کو ان کی گمراہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ ان کو نبھا جرین اور انصار نے قتل کیا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، احمد)۔ حافظ اور حاکم نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔

اور نسائی نے ہی (یہ حدیث) عبد اللہ بن شداد کے طریق سے روایت کی ہے جس میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے تین ایام میں کتاب اللہ پر موافقت کی اور صلح کی پس ان میں سے چار ہزار آدمیوں نے رجوع کر لیا۔ سب نے توبہ کی اور ان میں ابن الکواثر بھی تھا۔ یہاں تک کہ ابن عباسؓ ان کو حضرت علیؓ کے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ نے باقی خارجیوں کی طرف قاصد بھیجا اور فرمایا کہ ہمارا اور لوگوں کا معاملہ وہ تھا جو تم نے دیکھ لیا۔ پس تم جہاں چاہو خبر دو تا کہ امت محمدیہ مجتمع ہو جائے۔ اور جہاں چاہو تم اترو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوگا کہ ہم تمہیں اپنے تیروں سے بچائیں گے (یعنی تمہیں قتل نہیں کریں گے اور تم سے جنگ نہیں کریں گے)۔ جب تک تم ڈاکو نہ ڈالو گے اور جب تک تم خون طلب نہ کرو گے۔ پس اگر تم نے یہ (حرکت ڈاکو قتل و غارت گری کی) کی تو (جان رکھو کہ) ہم تمہاری طرف برابری کے طور پر جنگ پھینک چکے۔ بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ الحدیث۔ حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے بھی تخصیص میں اسے برقرار رکھا ہے۔ اور طبرانی اور احمد کی روایت میں ہے کہ ان میں سے بیس ہزار نے توبہ کر لی۔ اور ان میں سے چار ہزار۔۔۔ حال پر باقی رہے۔ پس ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان دونوں کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی جماعت اور گروہ امیر کی اطاعت سے نکل جائے تو ان سے مذاکرات کئے جائیں اور ان کے شبہات دور کئے جائیں۔ اور جب تک وہ جنگ نہ کریں ان سے جنگ میں پہل نہ کی جائے۔ (قدوری)۔

وَلَا يَقْسِمُ لَهُمْ مَالٌ وَلَا بَاسٌ بَانَ يِقَاتِلُ بِسِلَاحِهِمْ وَكَرَاعِهِمْ إِذَا احتَاجَ إِلَيْهِ  
 ۴۳۵۱- عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: شَهِدْتُ صَفِیْنِ فَكَانُوا لَا يُجْهِزُونَ عَلٰی جَرِيحٍ وَلَا  
 يَقْتُلُونَ مُوَلِّيًا وَلَا يَسْلُبُونَ قَبِيلًا۔ اخرجہ الحاکم فی "المستدرک" (۱۵۵:۲) وقال: حدیث  
 صحیح الاسناد فی هذا الباب، وقره علیہ الذہبی۔

۴۳۵۲- عن یزید بن ضبیعة العبسی قال: "نَادَى مُنَادٍ عَمَّارٍ یَوْمَ الْجَمَلِ وَقَدْ وَلَّى  
 النَّاسُ: أَلَا لَا یَذِافُ عَلٰی جَرِيحٍ وَلَا یُقْتَلُ مُوَلٌّ وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آئِنٌ فَشَقَّ ذَلِكَ  
 غَلْبِنَا۔ اخرجہ الحاکم ایضاً (۱۵۵:۲)۔ وصححه هو والذہبی، وقد تقدم فی حدیث ابن  
 عباس رضی اللہ عنہما أَنَّ الْخَوَارِجَ تَقَمُّوْا عَلٰی أَمْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَاتِلٌ، وَلَمْ یَنْسِبِ  
 وَلَمْ یَعْنَمْ۔

باب - باغیوں کے زخموں کو فوراً مارا نہ جائے اور ان میں سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے

اور ان کی اولاد کو قیدی نہ بنایا جائے۔ اور ان کا مال تقسیم نہ کیا جائے۔ البتہ ان کے اسلحہ

اور گھوڑوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کی ضرورت ہو

۴۳۵۱۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں شریک ہوا تو وہ (مجاہدین اسلام) باغیوں میں سے کسی زخمی کو نہ فوراً  
 مارتے تھے اور نہ بھاگنے والے کو قتل کرتے تھے۔ اور نہ ہی قتل کا سامان چھینتے تھے۔ (متدرک حاکم) امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح  
 الاسناد ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ان کی کوئی اور جماعت نہ ہو اور اگر ان کی کوئی اور جماعت ہو تو پھر ان کے زخموں کو جلدی  
 قتل کر دیا جائے اور ان کے بھاگنے والوں کو گرفتار کیا جائے۔

۴۳۵۲۔ یزید بن ضبیعة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن جب لوگ پیٹھ پھیر چکے تھے، حضرت عمارؓ کی طرف منادی  
 کرنے والے نے جنگ جمل کے روز یہ اعلان کیا کہ خبردار! کسی زخمی کو جلدی قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی پیٹھ پھیرنے والے اور بھاگنے والے کو  
 قتل کیا جائے اور جو (باغی) ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے (راوی کہتے ہیں کہ) یہ اعلان ہم پر گراں گذرا (متدرک حاکم) حاکم اور  
 ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ پر نبی عیب لگایا اور اعتراض کیا کہ آپؐ

۴۳۵۳- عن عرفجة عن ابيه قال: لَمَّا جِئْتُ عَلِيًّا بِمَا فِي عَسْكَرِ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ قَالَ: مَنْ عَرَفَ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْهُ قَالَ: فَأَخَذُوا إِلَّا قِدْرًا، قَالَ: "ثُمَّ رَأَيْتَهَا بَعْدُ أَخَذْتُ" - رواه ابن ابی شیبہ والبیہقی، وخرجه من طرق، كذا في "التلخيص الحبير" (۳: ۴۹۰-۲).

۴۳۵۴- عن عبد خير عن علي عليه السلام "أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْجَمَلِ: لَا تَتَّبِعُوا مُذْبِرًا وَلَا تَجْهَرُوا عَلَى جَرِيحٍ وَمَنْ أَنْتَی السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ" - رواه ابن ابی شیبہ في آخر "المصنف": حدثنا يحيى بن آدم ثنا شريك عن السدي عن عبد خير عن علي عليه السلام به (زيلعي ۲: ۱۶۱). وهذا اسناد حسن وخرجه من طريق عدة من سليمان عن جابر عن الضحاك - وزاد - وَلَا يُقْتَحُ بَابٌ وَلَا يُسْتَحْلُ فَرْجٌ وَلَا مَالٌ (زيلعي ۲: ۱۶۱). - حویرہ روایہ ومعرفة بايام الناس وحاله حسن في التفسير وهو لين في الرواية قاله احمد بن سيار المروزي (تهذيب ۲: ۱۲۴)، وضعفه آخرون.

نے (مسلمان باغیوں سے) جنگ تو کی لیکن نہ کسی جنگجو کو قید کیا اور نہ ہی مال غنیمت حاصل کیا۔

۴۳۵۳- عرفجہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل نہروان کے لشکر میں جو کچھ ساز و سامان تھا جب اسے حضرت علیؑ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ جو کسی شے کو پچھانتا ہے تو وہ وہ چیز لے لے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے سب کچھ لے لیا مگر ایک ہانڈی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے بعد میں اسے دیکھا تو وہ بھی لے لی گئی تھی۔ (یعنی جو اس کا مالک تھا وہ اسے بھی لے گیا) (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی) اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باغیوں کا مال مال غنیمت کے طور پر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ بعد میں اس کا جو مالک ہو وہ اسے لے سکتا ہے۔

۴۳۵۴- عبدخیر سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے دن یہ فرمایا کہ بھاگنے والے کا پیچھان نہ کرو۔ اور نہ ہی کسی زخمی کو فوراً قتل کرو اور جو باغی ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ زیلعی میں اس کی جو سند ہے وہ حسن ہے اور ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ کوئی دروازہ نہ کھولا جائے (یعنی جو گھر کے اندر ہے اسے امان حاصل ہے) اور کسی شرمگاہ کو حلال نہ سمجھا جائے اور نہ ہی کسی مال کو (یعنی کسی کو نہ باندی بنایا جائے اور نہ ہی باغیوں کا مال مال غنیمت بنایا جائے گا)۔ (زيلعي)۔



۴۳۵۵- حدثنا حفص بن غياث عن جعفر بن محمد عن ابيه قال: "أمر عليّ مناديه فنأدى يوم البصرة (أى يوم الجمل) لا يتبع مديراً ولا يذف على جريح ولا يقتل أسيراً، ومن أغلق باباً وألقى سلاحه فهو آمن، ولم يأخذ من متاعهم شيئاً"۔ رواه ابن ابى شيبه، واخرجه عبدالرزاق اخبرنا ابن جريج عن جعفر به - وزاد - وكان عليّ لا يأخذ مالا لمقتول ويقول من اعترف شيئاً فلأخذه" (زيعلى ۲: ۱۶۱)۔ وهذا مرسل صحيح، ومحمد بن على بن الحسين عليه السلام، وإن لم يذكر عليّاً، ولكنه أعرف الناس بآباء الكرام۔

۴۳۵۶- اخبرنا الفضل بن دكين ثنا فطر بن خليفة عن منذر الثورى قال سمعت محمد بن الحنفية وذكر يوم الجمل "قال: لما هزموا قال عليّ: لا تجهزوا على جريح، ولا تتبعوا مديراً قسم بينهم ما قوتل به من سلاح وكراع وأخذنا ما جلبوا به علينا من كراع أو سلاح"۔ رواه ابن سعد فى "الطبقات"، وابن ابى شيبه فى "المصنف" عن وكيع عن فطر به (زيعلى ۲: ۱۶۱)۔ وهذا سند صحيح، ومنذر هو ابن يعلى الثورى - ابو يعلى الكوفى - ثقة

۴۳۵۵- جعفر بن محمد اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے اپنے منادی کو حکم فرمایا پس اس (منادی) نے بصرہ کی جنگ یعنی جگہ جمل کے موقع پر یہ اعلان فرمایا کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور زخمی (باغی) کو فوراً قتل نہ کیا جائے اور کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ اور جو (باغی) اپنا دروازہ بند کر دے اور اپنے ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے۔ آپؑ نے ان (باغیوں) کے ساز و سامان سے کچھ نہ لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اور عبدالرزاق نے بھی دوسری سند سے اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت علیؑ قتل کئے جانے والے باغی کا مال نہ لیتے تھے (بلکہ) فرماتے کہ جو شخص کوئی چیز پہچان لے تو وہ وہ چیز لے لے۔ (زیلعلى)۔ یہ مرسل صحیح ہے۔ اور محمد بن علی بن حسین نے اگرچہ حضرت علیؑ کو نہیں پایا لیکن وہ لوگوں میں سے اپنے آباء کی جنگوں کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

۴۳۵۶- منذر ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حنفیہ کو جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب باغیوں کو شکست ہوئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کسی زخمی کو نہ مارو۔ اور بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو۔ اور (پھر) آپؑ نے اس اسلحہ اور گھوڑوں کو جن کے ساتھ لڑائی کی گئی تھی، ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور جو گھوڑے یا اسلحہ وہ ہاک کر لائے تھے وہ ہم نے لے لیا۔ (طبقات ابن سعد) اور ابن ابی شیبہ نے بھی یہ حدیث اپنی مصنف میں عن کعب عن فطر کی سند سے روایت کی ہے۔ یہ سند صحیح ہے۔

من رجال الجماعة، (تقریب ص ۲۱۴)۔

۴۳۵۷- حدثنا يحيى بن آدم ثنا مسعود بن سعد الجعفي عن عطاء بن السائب عن ابي البختری قال: لَمَّا انْهَزَمَ اَهْلُ الْجَمَلِ قَالَ عَلِيٌّ: لَا تَطْلُبُوا مَنْ كَانَ خَارِجًا مِنَ الْعُسْكَرِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ دَابَّةٍ أَوْ سِلَاحٍ فَهُوَ لَكُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ أُمٌّ وَلَدٌ وَأَيُّ امْرَأَةٍ قُتِلَ زَوْجُهَا فَلْتَعْتَدِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! تَجِلُّ لَنَا دِمَاءُ هُمْ وَلَا تَجِلُّ لَنَا نِسَاءُ هُمْ؟ فَخَاصَمُوهُ فَقَالَ: هَاتُوا سِيهَامَكُمْ وَافْرَعُوا عَلَيَّ عَائِشَةَ، فَهِيَ رَأْسُ الْأَمْرِ وَقَائِدُهُمْ، قَالَ: فَخَصَمَهُمْ عَلِيٌّ وَعَرَفُوا، وَقَالُوا: نَسْتَغْفِرُ اللَّهَ- رواه ابن ابی شیبہ (زیلعی ۱۶۱:۲)۔ ورجاله کلهم ثقات۔

۴۳۵۸- وروی الطبری فی "تاریخہ" (۲۲۲:۵) عن السری عن شعیب عن سید عن محمد و طلحة أَنَّ عَلِيًّا جَمَعَ مَا كَانَ فِي الْعُسْكَرِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ بَعَثَ بِهِ إِلَى مَسْجِدِ الْبَصْرَةِ: أَنَّ مَنْ عَرَفَ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْهُ إِلَّا سِلَاحًا كَانَ فِي الْخَزَائِنِ عَلَيْهِ سِمَةُ السُّلْطَانِ، فَإِنَّهُ يَمَّا بَقِيَ فِي بَيْتِ الْمَالِ مَا لَمْ يُعْرَفْ، خُذُوا مَا أَجْلَبُوا بِهِ عَلَيْكُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ الْمُتَوَفَّى شَيْءٌ، وَإِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ السِّلَاحُ فِي أَيْدِيهِمْ مِنْ غَيْرِ تَنْفِلٍ

۳۳۵۷۔ ابوالبختری فرماتے ہیں کہ جب حمل والوں (یعنی باغیوں کو) شکست ہوئی تو حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو لشکر بغاۃ سے نکلنے والا ہو اس کو نہ پکڑا جائے۔ اور جو جانور یا اسلحہ ہے وہ تمہارا ہے۔ اور تمہارے لئے کوئی ام و لد نہیں۔ اور (بغاۃ میں سے) جس عورت کا خاوند قتل ہو چکا ہو وہ چار ماہ اور دس دن عدت گزارے۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! یہ کیسے کہ ان کا خون تو ہمارے لئے حلال ہو اور ان کی عورتیں ہمارے لئے حلال نہ ہوں؟ (غرض) اس بارے میں لوگوں نے آپؑ سے جھگڑا کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ لاؤ اپنے قمرعہ انداز کی تیر اور حضرت عائشہؓ پر قمرعہ ڈالو۔ کیونکہ وہی اس جنگ میں (دوسری طرف سے) سردار اور ان کی قائد ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پس حضرت علیؑ ان پر جنت میں غالب آگئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں (کہ ہم نے آپؑ سے غلط مطالب کیا) (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۳۵۸۔ محمد اور طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے لشکر میں جو کچھ تھا اس سب کو جمع کر کے بصرہ کی مسجد میں بھیجا اور فرمایا کہ جو شخص اپنی چیز کو چھپان لے تو وہ وہ چیز لے لے سوائے اُن ہتھیاروں کے جو بیت المال کے تھے ان کے اوپر شاہی مہر تھی اس لیے کہ وہ ان اشیاء سے ہیں جو بیت المال میں باقی رہیں گی جب تک ان کی شناخت نہ ہوگی جو مال اللہ تعالیٰ کا وہ بانک کر لائے ہیں اس کو لے لو۔ کسی مسلمان کے لیے فوت ہونے والے مسلمان کے مال سے کوئی چیز حلال نہیں۔ یہ ہتھیار تو ان کے قبضے میں بغیر بادشاہ کی طرف سے انعام کے تھے۔

مِنَ السُّلْطَانِ ۱۵۔

۴۳۵۹۔ حدثني محمد بن اسحاق عن ابي جعفر "قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا أَتَى بِالْأَسِيرِ يَوْمَ صِفِّينَ أَخَذَ ذَاتَهُ وَسِلَاحَهُ، وَأَخَذَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَعُوذَ وَخَلَّى سَبِيلَهُ"۔ رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص ۲۵۵)۔ وهو مرسل صحيح۔

### باب لا يضمن البغاة ما اتلفوه حال الحرب من نفس ولا مال

۴۳۶۰۔ انبانا معمر اخبرني الزهري أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ هِشَامٍ كَتَبَ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ عَنْ امْرَأَةٍ خَرَجَتْ مِنْ عِنْدِ زَوْجِهَا وَشَهِدَتْ عَلَى قَوْمِهَا بِالْمَرْبِكِ وَلَجَّحَتْ بِالْحَرُورِيَّةِ فَتَزَوَّجَتْ ثُمَّ أَنَهَا رَجَعَتْ إِلَى أَهْلِهَا تَائِبَةً قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيْهِ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْفِتْنَةَ الْأُولَى نَارَتْ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا كَثِيرًا فَاجْتَمَعَ رَأْسُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُقِيمُوا عَلَى أَحَدٍ حَدًّا فِي فَرْجٍ اسْتَحْلَوْهُ بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ وَلَا قِصَاصًا فِي دَمٍ اسْتَحْلَوْهُ بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ يُوجَدَ شَيْءٌ بِعَيْنِهِ

۴۳۵۹۔ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ صفین کے دن جو قیدی حضرت علیؑ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کی سواری اور اس کا اسلحہ لیتے اور اس سے یہ عہد لیتے کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا اور اسے چھوڑ دیتے۔ (کتاب الخراج لابن یوسف) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

### باب باغی اس جان اور مال کے ضامن نہ ہونگے جو انہوں نے حالت جنگ میں ضائع اور ہلاک کئے

۴۳۶۰۔ زہری فرماتے ہیں کہ سلیمان بن ہشام نے اسے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھتے ہوئے لکھا کہ جو اپنے خاوند کے ہاں سے نکلی اور اپنی قوم کے پاس شرک کی گواہی دی اور حروریہ باغیوں کے ساتھ مل گئی اور اس نے شادی کر لی پھر (آخر کار) وہ تائب ہو کر اپنے اہل کی طرف لوٹی۔ زہری فرماتے ہیں کہ پھر اس (زہری) نے اسے لکھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد پہلا فتنہ اس وقت پھیلا کہ حضرت محمد ﷺ کے وہ صحابہ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے کثرت سے موجود تھے۔ پس ان کی رائے اس بات پر مجتمع ہوئی کہ کسی شخص پر حد قائم نہ کریں، ایسی شرمگاہ کے بارے میں جس کو انہوں نے قرآن کی تاویل کے ساتھ حلال کیا اور نہ (کسی پر) قصاص قائم کریں ایسے خون میں جس کو انہوں نے قرآن کی تاویل کے ساتھ حلال کیا الا یہ کہ اگر کوئی چیز کسی کے پاس بعینہ پائی جائے تو وہ اس کے مالک کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اور (اس عورت مسئول عنہا کے بارے میں) میری رائے یہ ہے کہ اسے اس کے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے اور یہ کہ اس شخص پر حد لگائی جائے جو اس پر بہتان لگائے۔ (مصنف عبد الرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع اس بات پر ہے کہ حالت جنگ میں باغی، جو جان یا مال تلف کریں اس

فَقَرَدَ عَلَى صَاحِبِهِ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَرَدَّ إِلَى زَوْجِهَا وَأَنْ يُحَدَّثَ مِنْ افْتَرَى عَلَيْهَا“۔ رواه عبد الرزاق في ”مصنفه“ (فتح القدير ۳۴۰:۵)، وهو مرسل صحيح۔

۴۳۶۱- ان علياً عليه السلام قَاتَلَ أَصْحَابَ الْجَمَلِ وَأَهْلَ الشَّامِ وَالشَّهْرَوَانَ، وَلَمْ يَتَّبِعْ بَعْدَ الْإِسْتِثْلَاءِ مَا أَخَذُوهُ مِنَ الْحُقُوقِ“۔ ذكره الرافعي وقال الحافظ في ”التلخيص الحبير“ (۳۴۷:۶) وهذا معروف في التواريخ الثابتة، وقد استوفاه ابو جعفر ابن جرير الطبري وغيره ۵۔

## باب ما جباه البغاة من الخراج والعشر والصدقات

### لم يأخذه الامام ثانيا

۴۳۶۲- حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث عن يونس عن ابن شهاب في رَجُلٍ زَكَّتِ الْحُرُورِيَّةُ مَالَهُ هَلْ عَلَيْهِ حَرْجٌ؟ فَقَالَ: ”كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ ذَلِكَ يَقْضَى عَنْهُ“، وَاتَّعَلَّمُ۔ رواه ابو عبيد في ”الاموال“ (ص ۵۷۸)، وهو مرسل حسن صحيح۔ والزهرى اعرف الناس بقضايا ابن عمر عليه السلام وآثاره۔

کے ضامن نہ ہونگے۔ البتہ اگر کوئی چیز بعینہ باغیوں کے پاس موجود ہوگی تو وہ واپس لوٹائی جائے گی۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔  
۴۳۶۱- حضرت علیؑ نے حمل والوں، شام والوں اور نہروان والوں سے جنگ کی اور (ان پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد جو حقوق باغیوں نے چھینے تھے ان کا مطالبہ نہ کیا۔ اسے رافعی نے ذکر کیا ہے۔ حافظ تخلص الجہیر میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔ ابن جریر طبری نے اسے مکمل بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باغی جو چیز اور جو حق ضائع کر دیں اس کا مطالبہ نہ ہوگا۔

### باب جو خراج، عشر اور زکوٰۃ باغی لے لیں تو امام المسلمین اسے دوبارہ نہ لے

۴۳۶۲- ابن شہابؒ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے مال کی زکوٰۃ حروریہ نے لے لی ہو کہ آیا اس پر کوئی عجز ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ اس طرح اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (کتاب الاموال ابو عبیدہ) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔ اور ابن شہابؒ زہری ابن عمرؓ کے فیصلوں اور ان کے آثار کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

فائدہ: ابن عمرؓ مارا ہے ہیں کہ اگر زکوٰۃ باغی لے لیں تو دوبارہ امام ان سے زکوٰۃ نہ لے اور کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہیں



۴۳۶۳- حدثنا احمد بن عثمان عن ابن المبارك عن سعيد بن ابی ایوب عن نافع أن الانصار "سألوا ابن عمر عن الصدقة فقال: اذفعوها إلى العمال فقالوا: إن أهل الشام يظهرون مرة وهؤلاء مرة فقال: اذفعوها إلى من غلب" - رواه ابو عبيد ايضا ، واحتج به رجاله ثقات كلهم غير شيخه، فلم اعرفه۔

۴۳۶۴- حدثنا معاذ عن ابن عون عن انس بن سيرين قال: كنت عند ابن عمر فقال رجل: اذفع صدقات أموالنا إلى عمالنا؟ فقال: نعم، فقال: إن عمالنا كفار، قال: وكان زياد -

کی لہذا یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

**فائدہ:** حروریہ، خوارج کا وہ فرقہ ہے جس نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کی تھی کیونکہ یہ حروراء مقام پر جمع ہو گئے تھے اس لئے ان کو حروریہ کہتے ہیں۔

۴۳۶۳- نافع سے مروی ہے کہ انصار نے ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ سرکاری عاملوں کو دو۔ انصار نے کہا کہ (یہاں) کبھی شامی (حضرت معاویہؓ کے لوگ) غالب آتے ہیں اور کبھی یہ لوگ (عراقی لوگ یعنی حضرت علیؓ) تو انہوں نے فرمایا کہ جو غالب آجائے اسے زکوٰۃ دے دو۔ (کتاب الاسوال ابو عبید)۔ ابو عبید نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (لہذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہوگی)۔ اور ابو عبید کے شیخ کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور ابو عبید کے استاد کا حال مجھے معلوم نہیں ہوا۔

**فائدہ:** اصل وجہ یہ ہے کہ عشر وغیرہ لینے کا مدار حفاظت نفس و مال ہے، لہذا جو غالب ہوگا وہی لوگوں کے مال و جان کا محافظ ہوگا لہذا اسے ہی عشر، خراج اور زکوٰۃ لینے کی ولایت حاصل ہوگی۔

موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ "اگر باغی کسی شہر پر غالب آجائیں اور زکوٰۃ عشر و خراج لے لیں پھر عادل بادشاہ غالب آجائے تو وہ ان سے دوبارہ زکوٰۃ عشر، جزیرہ، خراج نہیں لے گا۔ ابن عمرؓ، سلمہ بن الاکوعؓ، امام شافعیؒ اور احناف کا یہی مسلک ہے خواہ وہ باغی خوارج سے ہوں یا کسی اور گروہ سے۔"

**فائدہ:** ابن حزم کا یہ اعتراض کہ "اس مسئلہ میں احناف کے پاس نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی اجماع" غلط نکلا۔

۴۳۶۴- انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ اپنے عاملوں کو دیدیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں! اس شخص نے کہا کہ ہمارے عامل تو کافر ہیں۔ انس فرماتے ہیں کہ زیاد (جو مشہور دالی ہے) کافروں

هُوَ زِيَادُ بْنُ أَبِيهِ الْوَالِي الْمَشْهُورُ - يَسْتَعْمِلُ الْكُفَّارَ فَقَالَ: لَا تَدْفَعُوا صَدَقَاتِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ -  
رواه ابو عبید ایضا (ص ۵۶۹) - وهو سند صحیح -

## باب من قتل رجلا وهما من عسكر اهل البغي

ثم ظهر عليهم فليس عليهم شيء

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوِّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَخْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾ -

۴۳۶۵ - عن معمر عن الزهري وذكر قتل عمر قال: فاخبرني سعيد بن المسيب ان  
عبد الرحمن بن ابي بكر الصديق، وَلَمْ تُجَرَّبْ عَلَيْهِ كَذِبَةٌ قَطُّ، قَالَ: جِئْنَا قِتْلَ عُمَرَ نُنِ  
الْخُطَابِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْهَرْمُزَانِ وَجَفِينَةَ وَأَبِي لَوْلُوءَ وَهُمْ نَجَى فَنَبَغْتُهُمْ فَثَارُوا وَسَقَطَ مِنْ

کبھی زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر کیا کرتا تھا۔ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی زکوٰۃ کفار کو نہ دو۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کفار جو عامل ہیں وہ امانت دار ہوں اور زکوٰۃ ہو یا امام تک پہنچادیں اور امام بھی زکوٰۃ کو مصارف میں خرچ  
کرے تو کفار کو دی ہوئی زکوٰۃ کافی ہو جائے گی ورنہ اعادہ لازم ہوگا۔ واللہ اعلم

## باب باغیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل کر دے اور پھر غلبہ پالیا جائے تو

ان پر کوئی چیز (قصاص اور دیت) نہ ہوگی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ (مقتول) ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ مقتول ہو بھی مومن تو ایک مسلمان گردن کا  
آزاد کرنا ہے (یعنی قصاص اور دیت نہیں ہے)۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمان کو قتل کرنے پر (جو مسلمان ہونے کے باوجود دشمن قوم کے ساتھ ہو) دیت  
اور قصاص کو ساقط کر دیا اور صرف کفارہ کو واجب قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اگر اہل حرب کے ساتھ رہنے لگے اور ہماری طرف  
ہجرت نہ کرے تو اس کے خون کی قیمت نہیں ہوتی۔ لہذا اس کے قاتل پر ضمان نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر باغیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل  
کر دے اور پھر ہم ان پر غلبہ پالیں تو اس قاتل پر دیت یا قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس نے مباح القتل نفس کو قتل کیا ہے جیسا کہ اگر کوئی عادل  
مسلمان باغی مسلمان کو قتل کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوتا۔ الغرض جب وہ باغی مباح الدم ہے تو اس کے قتل پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔

۴۳۶۵ - زہری، حضرت عمرؓ کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ عبد الرحمن بن  
ابوبکرؓ (جن پر ہم نے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا) یعنی عبد الرحمن کو ہم نے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا) فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ

بَيْنَهُمْ خَنْجَرٌ لَهُ رَأْسَانِ نِصَابُهُ فِي وَسْطِهِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَاَنْظُرُوا بِمَا قُتِلَ بِهِ عُمَرُ فَوَجَدُوهُ خَنْجَرًا عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَخَرَجَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مُسْتَمِلًا عَلَى السَّيْفِ حَتَّى أَتَى الْهُرْمُزَانَ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ أَتَى حَفِيفَةَ، وَكَانَ نَضْرَانِيًا فَضَرَبَهُ، فَصَلَبَ مَائِنَيْنِ عَيْنَيْهِ ثُمَّ أَتَى ابْنَةَ أَبِي لَوْلَا جَارِيَةً صَغِيرَةً تَدْعَى الْإِسْلَامَ فَقَتَلَهَا، فَأُظْلِمَتِ الْأَرْضُ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَهْلِهَا۔ فَلَمَّا وَلِيَ عُثْمَانُ (أَي بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ شَهَادَةِ عُمَرَ) قَالَ: أَسِيرُوا عَلَيَّ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي فَتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مَا فَتَقَ - يَعْنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ - فَأَشَارَ عَلَيْهِ الْمُهَاجِرُونَ أَنْ يَقْتُلَهُ، وَقَالَ جَمَاعَةٌ بَيْنَ النَّاسِ: قُبِلَ عُمَرُ بِالْأَمْسِ وَتَرِيدُونَ أَنْ تَتَّبِعُوهُ إِنَّهُ الْيَوْمَ أَبْعَدَ اللَّهُ الْهُرْمَزَانَ وَجَفِينَةَ، فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَغْفَاكَ أَنْ يَكُونَ هَذَا الْأَمْرُ وَلَكَ عَلَى النَّاسِ مِنْ سُلْطَانٍ۔ إِنَّمَا كَانَ هَذَا الْأَمْرُ وَلَا سُلْطَانَ لَكَ، فَاصْفَحْ عَنْهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَلَى خُطْبَةِ عَمْرٍو، وَوَدَّى عُثْمَانُ الرَّجُلَيْنِ وَالْجَارِيَةَ۔ رواه عبد الرزاق، كما في "المحلى" (۱۱: ۱۱۴)، والذهلي في "الزهریات" من طريق معمر عن الزهري عن سعيد بن

بن خطاب کو قتل کیا گیا تو میں ہرمزان، حنفیہ اور ابولولو کے قریب گیا جبکہ وہ سرگوشی کر رہے تھے پس وہ منتشر ہوئے اور (اس دوران) ان کے درمیان سے ایک خنجر گرا جس کے دو سرے (پھل) تھے اور اس کا دستہ اس کے درمیان میں تھا۔ عبدالرحمن نے فرمایا کہ دیکھو کچھ کے ساتھ حضرت عمرؓ کو قتل کیا گیا ہے پس لوگوں نے اسے ایک خنجر پایا اس صفت پر جو عبدالرحمن نے بیان کی۔ پس حضرت عبید اللہ بن عمر بن خطابؓ کو مار لے کر نکلے حتیٰ کہ ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر حنفیہ کے پاس آئے اور حنفیہ عیسائی تھا پس اسے مارا اور اس کی آنکھوں کے درمیان والے حصے کو لٹکا دیا پھر ابولولوہ کی بیٹی کے پاس آئے جو چھوٹی بیٹی تھی اور اسلام کا دعویٰ کرتی تھی پس اسے بھی قتل کر دیا۔ پس اس دن زمین زمین والوں پر تاریک کر دی گئی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ امیر المؤمنین بنے (حضرت عمرؓ کی شہادت کے تین دن کے بعد) تو فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں رہنمائی کرو جس نے اسلام میں وہ رخنہ ڈالا جو اس نے ڈالا یعنی عبید اللہ بن عمرؓ کے بارے میں۔ پس مہاجرین نے حضرت عثمانؓ کو اشارہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور لوگوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کل تو حضرت عمرؓ قتل کیے گئے ہیں اور آپؓ لوگ آج اس کے بیٹے کو اس کے پیچھے (قتل کر کے) بھیجنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ہرمزان اور حنفیہ کو دودھ دیا۔ پس حضرت عمرو بن العاصؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے امیر المؤمنین! تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو اس بات سے معاف رکھا ہے کہ یہ معاملہ اس حالت میں ہوتا کہ آپؓ کی لوگوں پر حکومت ہوتی۔ یہ معاملہ تو اس وقت ہوا ہے جبکہ آپؓ کی لوگوں پر حکومت نہیں تھی۔ پس اے امیر المؤمنین اس سے درگزر فرمائیں۔ پس عمرو بن العاصؓ کے خطبہ پر لوگ متفرق اور منتشر ہو گئے اور حضرت عثمانؓ نے دوسروں اور ایک بیٹی کی دیت دی۔ (مصنف)

المسیب بہ، کما فی ”الاصابة“ (۷۶:۵)۔ وھذا سند صحیح۔

### باب یکرہ بیع السلاح من اهل الفتنة وفي عساكرهم

۴۳۶۶- عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ﴾۔ رواه ابن عدى فى الكامل والعقلى فى كتابه عن محمد بن مصعب القرقساني ثنا ابو الاشهب عن ابى رجاء عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ به (زيلعى ۱۲۰:۲) واسناده حسن كما تقدم فى اول الكتاب وعلقه البخارى، فقال: وَكَرِهَ عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ اه (فتح الباری ۲۷۰:۴)۔

عبدالرزاق (اور یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: عمرو بن العاصؓ کا یہ فرمان کہ ”چونکہ یہ معاملہ آپ کی حکومت کے ہوتے ہوئے نہیں ہوا اس لئے آپ قصاص نہ لیں بلکہ معاف کر دیں“ اس بات پر دلیل ہے کہ قصاص صرف حکومت کے ہوتے ہوئے ہی لیا جاسکتا ہے۔ اور حکومت دفاع کے ساتھ ہے اور جب ایک باغی دوسرے باغی کو دارالغنی میں (جہاں عادل بادشاہ کی حکومت نہیں ہوتی) قتل کر دے تو چونکہ وہاں بھی دفاع نہ پایا گیا اور دفاع نہ ہونے کی وجہ سے گویا حکومت نہ پائی گئی پس جب حکومت نہ پائی گئی تو قصاص بھی نہیں لیا جائے گا اور دیت بھی نہ ہوگی باقی رہا حضرت عثمانؓ کا مقتولین کے ورثاء کو دیت دینا تو وہ محض ورثاء کے تطیپ قلوب کے لئے تھا اور اس وجہ سے تھا کہ فتنہ دب جائے۔ اس وجہ سے نہیں تھا کہ باغی جب باغی کو دارالغنی میں قتل کرے تو دیت واجب ہوتی ہے۔

### باب فتنه والوں کو اور ان کے لشکروں میں، ہتھیار بیچنا مکروہ ہے

۳۳۶۶- عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتنہ کے زمانے میں ہتھیار بیچنے سے منع فرمایا۔ (کامل ابن عدى) اور عقیلی نے بھی اپنی کتاب میں محمد بن مصعب قرقسانی..... کے واسطے سے عمران بن حصینؓ سے یہی حدیث روایت کی ہے۔ (زیلعی) اور اس کی سند حسن ہے۔ اور یہ حدیث بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ عمران بن حصینؓ نے فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار کے بیچنے کو مکروہ جانا ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو مسلمانوں کے مابین ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اسلحہ بیچنا خریدنے والے کی اعانت و مدد کرنا ہے اور فتنہ کو بڑھانا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب صورت مشتبہ ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ حق پر کون ہے اور



## مسائل شتی

## باب یوجع الغال عقوبة ولا يحرق رحله ومتاعه

۴۳۶۷- روى عن ابى بكر و عمر رضى الله عنهما "أَنْهُمَا كَانَا يُعَاقِبَانِ فِى الْغُلُولِ عَقُوبَةً مُّوجِعَةً" ذكره الامام ابو يوسف هكذا فى "الخراج" له، واحتج به، واحتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له كما تقرر فى الاصول-

۴۳۶۸- عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةٌ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ فِى النَّارِ فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عِبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. رواه البخارى وَ قَالَ: وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ وَهَذَا أَصَحُّ (فتح الباری ۶: ۱۳۰)-

جب صورت حال واضح ہو جائے تو پھر اہل حق گروہ کو اسلحہ پہنچا کر اہت سے خالی ہے۔

## متفرق مسائل

## باب مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کو سخت سزا دی جائے اور اس کا کجاوہ اور سامان نہ جلایا جائے

۴۳۶۹- حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے چوری کرنے پر سخت سزا دیتے تھے (کتاب الخراج لابن یوسف) امام ابو یوسف نے اس سے حجت پکڑی اور مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات تحقیق ہو چکی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ نوویؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غلول (مال غنیمت میں سے چوری کرنا) کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۴۳۶۸- عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامان پر ایک آدمی (نگہبان) تھا جسے کر کرہ کہا جاتا تھا۔ پس (جب) وہ مرا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں گیا۔ پس صحابہ کرامؓ اس کو دیکھنے کے لیے گئے تو انہوں نے ایک چادر (اس کے ہاں) پائی جس کو (کر کرہ) نے مال غنیمت سے چرایا تھا۔ (بخاری) امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے حضور ﷺ سے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اس کا سامان جلادیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری)

## باب کراہۃ الجرس فی اعناق الخیل والابل ونحوها

۴۳۶۹- عن ام حبیبة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ: ﴿لَا تَصْحَبُ الْمَلَايِكَةُ رُقَّةً فِيْهَا جَرَسٌ﴾۔ رواہ ابو داود و سکت عنه هو والمنذرى وقال: واخرجه النسائي (عون المعبود ۲: ۳۳۰)۔  
 ۴۳۷۰- عن ابی ہریرۃ ؓ ان النبی ﷺ قال: ﴿لَا تَصْحَبُ الْمَلَايِكَةُ رُقَّةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ﴾۔ وفى لفظ قال فى الجرس: -: بِزِمَارِ الشَّيْطَانِ﴾۔ رواہ ابو داود و سکت عنه وقال المنذرى: اخرجہ مسلم والترمذی والنسائی ایضا (عون المعبود ۲: ۳۳۰)۔

فائدہ: ہذا اصح سے امام بخاریؒ یہ بنانا چاہتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات حضور ﷺ سے غال (مال غنیمت سے چوری کرنے والے) کے بارے میں بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا سامان نہیں چلایا، تو ”ہذا اصح“ کہہ کر وہ ابو داؤد کی روایت کردہ اس روایت کی تضعیف کرنا چاہتے ہیں، جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو پاؤ کہ اس نے مال غنیمت سے چوری کی ہے تو اس کے سامان کو جلا دو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ اصح ہے۔ لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے غال کے کجاوہ اور سامان کے چلانے پر استدلال کرنا باطل ہے، اور اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کے راوی غیر معتد ہیں اھ۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ صالح راوی منکر الحدیث ہے۔ اور امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ممکن ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہو جب عقوبت لہال جائز ہوتا تھا۔ اھ (فتح الباری بتقریر ۶-۱۳) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت سے چوری کرنے پر قطع ید نہیں جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ”لیس فی الغلول قطع“۔

## باب گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کی گردنوں میں گھنٹی باندھنا مکروہ ہے

۴۳۶۹- ام حبیبةؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔ (ابو داؤد) ابو داؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور منذری کہتے ہیں کہ اسے نسائی بھی (باب الجلاجل کتاب الزیۃ میں) روایت کیا ہے۔  
 ۴۳۷۰- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتاب گھنٹی ہو۔ اور ایک روایت میں گھنٹی کے بارے میں ہے کہ یہ شیطان کا باجا ہے۔ (ابو داؤد) ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کی ہے (عون المعبود)۔

فائدہ: اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ یہ پسند فرماتے تھے کہ دشمن کے پاس اچانک پہنچا جائے کیونکہ اگر جانوروں

## باب آداب القبول من الغزو

## وما يستحب للناس من تلقى الغزاة

۴۳۷۱- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يَكْبِرُ عَلَى كُلِّ شَرْفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ رواه ابو داود المنذرى: واخرجه البخارى ومسلم والنسائى (عون المعبود ۲: ۳۳۱)۔

۴۳۷۲- عن جابر بن عبد الله ؓ قال قال رسول الله ﷺ: يُكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ

پر گھنٹی ہوگی تو ان کو ہماری آمد کی دور سے ہی اطلاع ہو جائے گی اور اچانک حملہ آور ہونے کا مطلوب و مقصود فوت ہو جائے گا۔ دوسرے اس کی وجہ سے انسان ذکر و فکر سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کل مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر دارالاسلام میں گھنٹی باندھنے میں منفعت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے باؤ لے کتے کے گلے میں لٹکا دی جائے تاکہ لوگ اس سے بچ سکیں۔ یا جیسے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جائے تاکہ رات کے وقت درندے (بھیر یا وغیرہ) قافلے سے دور ہیں یا جیسے گھنٹی کی آواز جانور میں نشاط پیدا کرتی ہے جس سے جانور تیز دوڑتا ہے تو اس وجہ سے گھنٹی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: جو حکم گھنٹی کا ہے وہی حکم گھنٹھر کا ہے۔

## باب غزوہ (یعنی جنگ) سے لوٹنے کے آداب اور غازیوں کے استقبال کے لئے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے

۳۳۷۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پر تین مرتبہ تکبیر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ہم واپس ہو رہے ہیں تو یہ کر رہے ہیں، عبادت کر رہے ہیں، اپنے رب کے حضور سجدہ کر رہے ہیں اور اس کی حمد کر رہے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو تباہ و برباد کر دیا) اسے ابوداؤد اور منذری نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۳۳۷۲- جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکروہ ہے کہ آدمی (سفر سے) رات کے وقت اپنے گھر

طُرُوْقًا۔ رواہ ابو داود و فی لفظ قال: ﴿إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ﴾۔ قال المنذرى: واخرجه البخارى و مسلم والنسائى (عون ۴۸:۳)۔ و فيه ايضا: قال ابو داود: قال الزهرى: الطروق بعد العشاء۔ قال ابو داود: وبعد المغرب لا باس به اه۔  
 ۴۳۷۳۔ عن السائب بن يزيد قال: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيْنِيْهِ مَعَ الْحَبِيْبَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔ رواہ ابو داود، قال المنذرى: واخرجه البخارى والترمذى، (عون المعبود ۴۶:۳)۔

۴۳۷۴۔ عن كعب بن مالك ؓ أَنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ كَانَ لَا يَقْدُمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا، قَالَ الْحَسَنُ (ابن على الراوى) فِى الضُّحَى فَإِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكِعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ۔ رواہ ابو داود وسكت عنه۔  
 ۴۳۷۵۔ و فی لفظ له عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ فَرَكِعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَيْتِهِ۔  
 ۴۳۷۶۔ قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ ابْنُ عُمرَ كَذَلِكَ يَصْنَعُ۔ رواہ ابو داود و سكت عنه،

آئے۔ (ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر سے (واپس) اپنے گھر آنے کا بہترین وقت رات کا ابتدائی حصہ ہے۔

منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (عون المعبود) اور اسی میں ہے کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ زہری فرماتے ہیں کہ ”طروق“ عشاء کے بعد آتا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مغرب کے بعد آنے میں کوئی حرج نہیں۔  
 ۴۳۷۳۔ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوہ تبوک سے (واپس) مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو استقبال کیا، میں نے بھی بچوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع مقام پر آپ ﷺ سے ملاقات کی (ابوداؤد)۔ منذری فرماتے ہیں کہ بخاری اور ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۴۳۷۴۔ کعب بن مالک سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو دن کے وقت ہی تشریف لاتے۔ حضرت حسن بن علی راوی فرماتے ہیں کہ چاشت کے وقت تشریف لاتے۔ پس جب آپ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو (پہلے) مسجد میں آتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھ کر وہیں تشریف فرما ہوتے۔ (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (الہذا بیان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔  
 ۴۳۷۵۔ اور ابوداؤد کی ہی ایک روایت میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

۴۳۷۶۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (الہذا بیان کے ہاں



۴۳۷۷- قال المنذرى: فيه محمد بن اسحاق (قلت: ولكنه صرح بالتحديث) وقد

جاءت هذه السنة فى احاديث ثابتة انتهى كلام المنذرى (عون المعبود ۶: ۳)۔

### باب فضيلة غزوة الهند

۴۳۷۸- عن ابى هريرة رضي الله عنه قال: ﴿وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أَنْفِقُ

فِيهَا نَفْسِي وَمَالِي وَإِنْ قُتِلْتُ كُنْتُ أَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ﴾،

(رواه النسائي ۶۳: ۲)، وسنده حسن۔

۴۳۷۹- عن ثوبان رضي الله عنه مولى رسول الله ﷺ قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ﴿عَصَابَتَانِ مِنْ

أُمَّتِي أَحَرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾، (رواه

النسائي ۶۳: ۲) ايضا، وعزاه العزيز الى احمد والضياء عن ثوبان ايضا وقال: باسناد حسن۔

حسن یا صحیح ہے) مندری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے (لیکن میں کہتا ہوں کہ اس میں اس نے تحدیث کی صراحت کی ہے) اور آپ ﷺ کا یہ طریقہ اور یہ سنت صحیح اور ثابت احادیث میں موجود ہے۔ (عون المعبود)

فائدہ: امام بخاری صحیح البخاری میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ سفر سے واپس مدینہ

تشریف لاتے تو (ملنے کے لئے آنے والے مہمانوں کے لئے) گائے یا اونٹ ذبح کرتے۔ ابن بطل فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ادب

سکھایا گیا ہے کہ رئیس اور امام جب سفر سے واپس آئے تو اپنے احباب کو کھانا کھلائے۔ (خواہ اس کا واپس آنا جہاد سے ہو یا حج سے یا عمرہ

سے) اور یہ اسلاف کے ہاں مستحب ہے اور مصلب سے منقول ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو آنے والے مہمانوں کو

کھانا کھلاتے اور رمضان کی قضاء بھی مہمانوں کی وجہ سے مؤخر فرمادیتے (فتح الباری ۱: ۱۳۳)

### باب غزوة ہند کی فضیلت

۳۷۸- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے ہند میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا (یعنی مسلمان ہند میں

جہاد کریں گے) اگر میں نے وہ جہاد پالیا تو میں اس (جہاد) میں اپنی جان و مال خرچ کر دوں گا۔ اور اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میں افضل

الشہداء ہوں گا۔ اور اگر میں لوٹ آیا تو میں جہنم سے آزاد کیا ہوا ابو ہریرہ ہوں گا۔ (نسائی) اس کی سند حسن ہے۔

۳۷۹- حضور ﷺ کے غلام ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو گروہ ایسے ہیں کہ اللہ

## تمۃ کتاب السیر

### باب ابطال القومیۃ المتحدۃ

۴۳۸۰- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل مرفوعاً **إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ غُبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخَّرَهَا بِالْأَبَاءِ**، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تَرَابٍ۔ رواہ الترمذی و ابو داود (المشکاة ص ۴۱۸)۔

۴۳۸۱- عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: **﴿أَنْتَابُكُمْ هَذِهِ لَيْسَتْ بِمَسْبِيَةٍ عَلَى أَحَدٍ، كُلُّكُمْ بَنُو آدَمَ طَفْتُ الصَّاعَ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلُئُوهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ فَضْلٌ إِلَّا بِدَيْنٍ**

تعالیٰ ان کو جنم سے آزا کریں گے۔ ایک وہ گروہ جو ہند میں جہاد کرے گا۔ اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔ (نسائی) اور عزیز نے اسے احمد اور ضیاء مقدسی کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے ہند میں جہاد کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی خواہ وہ سب سے پہلے جہاد کرنے والے ہوں یا دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ خواہ وہ اب دوبارہ دارالحرب بننے کے بعد جہاد کرنے والے ہوں سب کی فضیلت کو یہ حدیث شامل ہے لیکن افسوس کہ چند گروہوں نے انگریز کے دور میں انگریز کا وفادار بننے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا پروپیگنڈا کیا اور انگریز سے جاگیریں وصول کیں۔

## تمۃ کتاب السیر

### باب قومیت متحدہ کا ابطال

۴۳۸۰- ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے دور جاہلیت کے تکبر و نخوت اور (اپنے) آباء و اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ اب انسان یا تو مؤمن متقی ہے یا فاجر بد بخت۔ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ (ترمذی، ابوداؤد باب فی التفاحر بالاحساب)۔

**فائدہ:** اظہار فخر کرنا اگر حق کے معاملہ میں ہو، حق کی خاطر ہو، کسی دینی مصلحت کے پیش نظر ہو اور دشمنان اسلام پر اپنی برتری، شان و شوکت اور اپنی قوت کے اظہار کے لئے ہو تو جائز ہے چنانچہ اسی طرح کی مفاخرت صحابہ و سلفؓ سے منقول ہے۔ اور اگر فخرت کا تعلق ناحق معاملہ سے ہو اور نفسانیت کے تحت تکبر و غرور کے لئے ہو تو مذموم ہے اور عرف عام میں مفاخرت کا استعمال اکثر اسی معنی میں ہوتا ہے۔

۴۳۸۱- عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کے سبب تم کسی کو

وَتَقْوَى الْحَدِيثِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ (المشكاة ص ۴۱۸)۔

۴۳۸۲- عن ابی ذرؓ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: اُنْظُرْ! فَإِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ أَسْوَدَ وَلَا

أَحْمَرَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهُ بِتَقْوَى﴾۔ رواہ احمد ورجالہ ثقات۔

۴۳۸۳- عن ابی سعیدؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَأَبَاكُمْ وَاحِدٌ، فَلَا

فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوَى﴾ رواہ الطبرانی والبخاری بنحوہ، ورجال البخاری رجال الصّحیح۔

۴۳۸۴- وعن حمید بن عبد الرحمن بن عوف قال: سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَجُلًا

يَقُولُ: أَنَا أَوَّلِي النَّاسِ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: غَيْرُكَ أَوَّلِي بِهِ مِنْكَ وَلَكَ نَسَبُهُ﴾۔ رواہ الطبرانی۔

۴۳۸۵- وعن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَمَرَ اللَّهُ

بِرَاجِلِ الْكُوفَةِ ثُمَّ سَبَّ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا أُوْلَدَ هُوَ۔ جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے کہ جس کو تم نے نہ بھرا ہو، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر دین اور تقویٰ کے ساتھ۔ (الحديث) اسے احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: مظاہر حق جلد نمبر ۴ کے صفحہ 463 سے تشریح نقل کریں۔

۴۳۸۲- ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو! آپ کالے یا سرخ سے بہتر نہیں الایہ کہ آپ اس پر

تقویٰ کے ساتھ فضیلت حاصل کریں۔ (احمد) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۴۳۸۳- ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ پس

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ (طبرانی، بخاری، بزار) کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۴۳۸۴- حمید بن عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ میں لوگوں میں

سے حضور نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ تو عبد الرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ تیرا غیر تیری نسبت حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہے اور تیرے لیے تو صرف اس کا (یعنی حضور ﷺ کا) نسب ہے۔ (طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محض رشتہ داری سے انسان حضور ﷺ کے قریب نہیں ہوتا بلکہ ایمان و عمل سے حضور ﷺ کے قریب

ہوتا ہے۔ اس لیے فضیلت کا سبب رشتہ داری نہیں بلکہ اعمال صالحہ ہیں۔

۴۳۸۵- ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک ندا کرنے والے کو حکم کریں

مُنَادِيًا يَنَادِي أَلَا إِنِّي جَعَلْتُ نَسَبًا وَجَعَلْتُمْ نَسَبًا فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتَقَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا فَلَانُ بْنُ فُلَانٍ خَيْرٌ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِي وَأَضَعُ نَسَبَكُمْ، أَيْنَ الْمُتَّقُونَ؟» رواه الطبرانی، و فی الاول شیخه المقدام بن داود وهو ضعیف، و فی الثانی طلحة بن عمرو متروک (مجمع الزوائد ۸: ۸۴)۔

قلت : اما المقدام فمختلف فيه قال مسلمة: رواياته لا باس بها۔ و قال محمد بن يوسف الكندي: فقيها مفتيا، و قال المسعودی "فی مروج الذهب": كان من اجلة الفقهاء و من كبار اصحاب مالك اه۔ و انما تكلموا فی روايته عن خالد بن نزار بجرح هين كما فی "اللسان" (۶: ۸۹)۔ و اما طلحة بن عمرو فان كان هو الحضرمي المكي فروى عنه جرير بن حازم و الثوري و ابوداود الطيالسي و غيرهم، قال ابن عدى: روى عنه قوم ثقات و عامة ما يروى لا يتابع عليه۔ و ذكر عبد الرزاق عن معمر انه اجتمع هو و شعبة و الثوري و ابن جريج فقدم علينا شيخ فاملى علينا اربعة آلاف حديث عن ظهر قلب فما اخطا الا فى موضعين و نحن ننظر فى الكتاب لم يكن الخطأ منا ولا منه انما كان من فوق فكان الرجل طلحة بن عمرو اه۔ من "التهذيب"، و فى ذلك اكبر دليل على حفظه و تشبته و اتقانه، و ان كان هو القناد فذكره ابن ابى حاتم و لم يذكر فيه جرحا، و علق له البخارى، و ذكره ابن حبان فى الثقات، و قال ابوداود : ليس بالقوى (التهذيب) و هذا تلين هين فالاثران صالحان لا احتجاج بهما لا سيما و لهما شواهد قد ذكرناها من قبل۔

گے جو یہ نہا کرے گا (اے لوگو!) آگاہ رہو ایک نسب میں نے بنایا اور ایک نسب تم نے بنایا پس میں نے تم میں سے سب زیادہ معزز اس شخص کو بنایا جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لیکن تم نے انکار کیا اور کہا کہ فلاں بن فلاں بہتر ہے فلاں بن فلاں سے۔ پس آج میں اپنے نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے نسب کو پست کروں گا (پس) نیکو کار اور پرہیزگار لوگ کہاں ہے۔ (طبرانی)

مذکورہ بالا دونوں اثر جت پکڑنے کے قابل ہیں خاص کر جبکہ ان کے لئے شواہد بھی ہیں جو کہ ماقبل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

فائدہ: یعنی نسب آخرت کے دن کام نہیں دے گا بلکہ آخرت میں فائدہ مند چیز صرف تقویٰ ہی ہوگی۔ اس لیے کسی بھی انسان کو اپنے حسب و نسب پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔



۴۳۸۶- حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا ابو النضر یعنی: ہاشم بن القاسم، حدثنا عبدالرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطیة عن ابی منیب الجرشی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾۔ رواہ ابو داود قال ابن تیمیہ: وهذا اسناد جيد فان ابن ابی شیبہ و ابا النضر وحسان بن عطیة ثقات مشاہیر اجلاء من رجال الصحیحین، وعبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، قال یحیی بن معین وابوزرعة واحمد بن عبد اللہ: لیس بہ باس۔ وقال عبدالرحمن بن ابراہیم دحیم: هو ثقة۔ وقال ابو حاتم: هو مستقیم الحدیث۔ واما ابو منیب الجرشی فقال فیہ العجلی: هو ثقة وما علمت احدا ذکرہ بسوء، وقد سمع منه حسان بن عطیة، وقد احتج الامام احمد وغیرہ بهذا الحدیث (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۹)۔

وقد روى في هذا الحديث عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ التَّشْبِهِ بِالْأَعَاجِمِ، وَقَالَ: ﴿مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾۔ ذكره القاضي ابو يعلى، وبهذا احتج غير واحد من العلماء على كراهة اشياء من زى غير المسلمين۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ایضا ص ۴۰)۔

۴۳۸۷- وعن جابر بن عبد اللہ فی حدیث حجة الوداع و خطبہ ﷺ یوم عرفة وذكر

۴۳۸۶- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ (ابوداؤد) ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔ اور امام احمدؒ نے بھی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم) پر اور اس حدیث میں ابن عمرؓ سے حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عجمیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ اسے قاضی ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے اور بہت سے علماء نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال پکڑا ہے کہ کفار کے لباس اور وضع قطع جیسی اشیاء استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مشابہت اختیار کرے کہ جس کی وجہ سے یہ تمیز نہ ہو سکے کہ یہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟ جو مسلمان کفار جیسی ہیئت اور وضع قطع اختیار کرے پھر کوئی شخص جہاد میں اس مسلمان کو کافر سمجھ کر قتل کر دے تو قاتل کی گرفت نہ ہوگی۔ الغرض کفار کے شعار اپنانا اور ان کی وضع قطع اختیار کرنا حرام ہے۔

۴۳۸۷- حضرت جابرؓ سے حجۃ الوداع اور عرفہ کے روز آپ ﷺ کے خطبہ کی حدیث میں مروی ہے۔ وہ حدیث ذکر

الحديث - فقال: قال ﷺ: ﴿كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مُوضُوعٌ﴾۔ رواه مسلم (اقتضاء الصراط المستقيم ص ۵۳)۔

۴۳۸۸- ومن طريق مالك عن الزهري عن ابى سلمة بن عبد الرحمن قال: جاء قيس بن مطاطة الى حلقه فيها صهيب الرومي، وسلمان الفارسي وبلال الحبشي فقال: هذا الأوس والخزرج قد قاموا بنصرة هذا الرجل فما بال هؤلاء؟ فقال معاذ بن جبل فآخذ بتلابيبه، ثم أتى به الى النبي ﷺ فآخبره بمقالته فقال النبي ﷺ مغضبا يجرد رداءه حتى دخل المسجد ثم نودى: إن الصلاة جابغة، فصعد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: أما بعد أيها الناس! إن الرب رب واحد، والآب أب واحد والدين دين واحد، وإن العريية ليست لاحدكم باب ولا أم إنما هي لسان فمن تكلم بالعريية فهو عريي۔ الحديث رواه السلفي قال ابن تيمية هذا الحديث ضعيف، وكانه مركب على مالك لكن معناه ليس ببعيد بل هو صحيح من بعض الوجوه كما قدمناه۔ (اقتضاء الصراط المستقيم ص ۳۹)۔

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال اور روضہ دی گئی ہے۔ (مسلم)

۴۳۸۸۔ اور امام مالک کے طریق سے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قیس بن مطاطہ ایک ایسے حلقہ کی طرف آئے جس میں صہیب رومی، سلمان فارسی اور بلال حبشی تشریف فرما تھے۔ پس اس (قیس) نے کہا کہ یہ اوس و خزرج اس شخص کی خدمت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ پس معاذ بن جبل کھڑے ہوئے اور اسے گریبان سے چڑکھڑکاتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس کی بات آپ ﷺ سے بیان کی پس حضور ﷺ اپنی چادر کھینچتے ہوئے غصہ سے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ مسجد میں تشریف لے آئے پھر ان الصلوۃ جامعہ کی صدا لگائی گئی۔ پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا ابعد! اے لوگو! بے شک (سب کا) رب ایک ہی رب ہے اور (تمام کا) باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہی ہے اور (سب کا) دین ایک ہی دین ہے اور بے شک عربیت (یعنی عربی ہونا) تم میں سے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کی ماں، یہ تو محض ایک زبان ہے پس جو عربی زبان بولتا ہے پس وہ عربی ہے۔ (الحديث) اسے سلفی نے روایت کیا۔ یہ حدیث بعض وجوہ سے صحیح ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقيم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عربیت، فضیلت کا معیار و مدار نہیں ہے، یہ تو محض ایک زبان اور لفظ ہے اور لغت کا

۴۳۸۹- عن عمرو بن مرة "فی قوله: ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ لَا يُمَالِئُونَ أَهْلَ الشِّرْكِ عَلَى شِرْكِهِمْ وَلَا يُخَالِطُونَهُمْ"۔ رواه ابو الشيخ و سکت عنه ابن تیمیہ فی "الاقتضاء"۔ (ص ۸۱)

۴۳۹۰- عن عطاء بن یسار قال: قال عمر: إِيَّاكُمْ وَرِطَانَةَ الْأَعَاجِمِ، وَأَنْ تَدْخُلُوا عَلَى الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ عِيدِهِمْ فَيُنَايِسِيَهُمْ - رواه ابو الشيخ ایضاً (ص ۸۶)، ورواه البیهقی

تحقیق تکلم و نفق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور محض تکلم میں کوئی فضیلت کی چیز نہیں۔ اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! تمہارا رب ایک ہے۔ لہذا کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب (فضیلت پاکستان ہے)۔

۴۳۸۹- عمرو بن مرہ سے اللہ پاک کے ارشاد "لا یشهدون الزور" کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مشرکین کی ان کے شرک پر نہ موافقت کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے میل جول کرتے ہیں۔ اسے ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور ابن تیمیہ نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: شہدٹ کذا کا معنی ہے حضور (حاضر ہونا) جیسے حدیث میں ہے شہدٹ العید مع رسول اللہ ﷺ کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا۔ تو لا یشهدون الزور کا مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ اور باطل کام میں حاضری بھی مسلمان کی شان کے مناسب نہیں تو باطل کام میں ہاتھ بٹانا اور ان کی موافقت کرنا کس طرح مسلمان کی شان کے مناسب ہو سکتا ہے۔

۴۳۹۰- عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عجمیوں کی زبان میں گفتگو کرنے سے بچو اور مشرکین کی عید کے دن ان کے کنیوں (اور عبادت خانوں) میں ان کے پاس جانے سے بچو۔ اسے بھی ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور یہی حدیث بیہقی نے سند صحیح سے روایت کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود عربی لغت پر قدرت کے غیر عربی زبان کی عادت بنانا مکروہ ہے کیونکہ عربی لغت اسلام کا شعار ہے اور لغتیں امتوں کے بڑے شعائر میں سے ہیں جن سے امتیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہیں، اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عربی لغت سیکھ سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ عربی سیکھے کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ اور مرغوب فی لغت ہے۔ اسی لیے تو امام شافعیؒ نے عربی سمجھنے والے کے لئے عربی کو عجمی لغت کے ساتھ ملا کر بولنے کو مکروہ جانا ہے الا عند الضرورة۔

لیکن باوجود قدرت علی اللغۃ العربیۃ کے غیر عربیہ کی (مثلاً فارسی کی) عادت بنانا اور اپنے گھر اور دفتر کی زبان بنانا اور قوم و ملک کی زبان قرار دے دینا یقیناً مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں تشبہ بالا عاجم ہے اور یہ ممنوع ہے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کسی لغت کی عادت بنانا، عقل، اخلاق اور دین میں انتہائی اثر رکھتا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ نفس لغت عربیہ دین سے ہے لہذا اس کی پہچان بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن و سنت کا سمجھنا فرض ہے اور ان کی سمجھ و فہم بغیر عربی لغت کے سمجھے حاصل

باسناد صحیح عن سفیان الثوری عن ثور بن یزید عن عطاء بن دینار نحوه۔

۴۳۹۱- وبالسناد عن الثوری عن عوف عن الولید او ابی الولید عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: مَنْ بَنَى بِلَادَ الْأَعَاجِمِ وَصَنَعَ نِيرُوزَهُمْ وَمَهَرَ جَانَهُمْ وَتَشَبَّهَ بِهِمْ حَتَّى يَمُوتَ وَهُوَ كَذَلِكَ خُشِرَ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿﴾۔ ولہ طرق عدیدہ صحاح و حسان ذکرہا ابن تیمیہ فی "الاقتضاء" (ص ۹۵)۔

۴۳۹۲- حدثنا عیسیٰ بن یونس عن ثور عن عمر بن یزید قال: كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا "أَمَّا بَعْدُ فَتَفَقَّهُوْا فِي السُّنَّةِ وَتَفَقَّهُوْا فِي الْعَرَبِيَّةِ، وَأَعْرِبُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُنَّ نَبِيٌّ كُنْتُمْ فِيهِ"۔ ہر کسی کی ضروری چیز کسی دوسری چیز پر موقوف ہو تو وہ دوسری چیز موقوف علیہ ہونے کی بنا پر واجب الغیرہ کا درجہ رکھتی ہے۔ لہذا عربی لغت کا سمجھنا بھی مسلمانوں پر کم از کم علی سبیل الکفایہ ضروری ہے۔

تو جس طرح بلاد عرب میں عرب مسلمانوں کے لئے فارسی زبان کی عادت بنانا مکروہ ہے اسی طرح پاکستان میں بھی اردو لغت پر قدرت کے باوجود انگلش لغت کی عادت بنانا اور بلا ضرورت بولنا مکروہ ہوگا کیونکہ ہمارے ان شہروں میں اردو لغت مسلمانوں کا شعار بن چکی ہے اور قرآن وحدیث وفقہ اور اقوال سلف کا بڑا ذخیرہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے لہذا اب اردو کی بنسبت انگریزی کو ترجیح دینا ایسا ہے جیسا عربی پر فارسی کو ترجیح دینا۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کی خوشی کے دن اور عید کے دن ان کے پاس ان کے عبادت خانوں میں نہیں جانا چاہیے، اسی طرح ہر اس محفل میں بھی نہیں جانا چاہیے جو انہوں نے اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لئے منعقد کی ہو۔

۴۳۹۱- سند کے ساتھ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس نے (مسلمانوں کے علاقوں سے اعراض کرتے ہوئے) عجمیوں کے علاقوں میں مکان بنایا اور ان کے عید کے دنوں مہر جان اور نیروز کو منایا اور ان سے تشبہ اختیار کیا یہاں تک کہ (بلا توجہ) مر گیا تو اس کا قیامت کے روز اسی طرح ان کے ساتھ حشر ہوگا۔ اس حدیث کے متعدد صحیح حسن طرق ہیں جن کو علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتضاء میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی رو سے بسنت کا تہوار (جو ہندوؤں کا تہوار ہے) اور ولنگائن ڈے (جو یہودیوں کا تہوار ہے) منانے والے اپنی عاقبت کا فکر کریں اور قبل اس کے کہ موت آئے تو بہ کر لیں مبادا حشر ہندوؤں اور یہودیوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔

۴۳۹۲- عمر بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا ابا بعد! سنت اور عربی لغت میں تفقہ حاصل کرو (یعنی سنت اور عربی لغت کی گہرائی تک جاؤ) اور قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھو کیونکہ یہ عربی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں



عَرَبِيٌّ“۔ رواہ ابن ابی شیبہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۹۸)۔ قلت: سند صحیح۔

۴۳۹۳۔ حدثنا اسماعیل بن علیہ عن داود بن ابی ہند ”ان محمد بن سعد بن ابی وقاص سمع قومًا يتكلمون بالفارسية فقال: ما بال المجوسية بعد الحنيفة؟“ رواہ ابن ابی شیبہ (الاقتضاء ص ۹۷)۔

۴۳۹۴۔ وروی السلفی من حدیث سعید بن العلاء البردعی حدثنا اسحاق بن ابراہیم البلخی حدثنا عمر بن ہارون البلخی حدثنا السامة بن زید عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ ”مَنْ يُحْسِنُ أَنْ يَتَكَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ فَلَا يَتَكَلَّمَ بِالْعَجْمِيَّةِ فَإِنَّهُ يُؤَرِّثُ الْبِفَاقِ“۔ رواہ ایضاً باسناد آخر معروف الی ابی سہیل محمود بن عمرو بن العبکری حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقرئ حدثنا احمد بن الخلیل حدثنا اسحاق بن ابراہیم الحریری حدثنا عمر بن ہارون عن اسامة عن نافع عن ابن عمر به قال ابن تیمیہ: وهذا الكلام يشبه كلام عمر بن الخطاب ؓ، واما رفعه فموضع تبين (الاقتضاء ص ۹۷)۔

کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۳۹۳۔ داؤد بن ابی ہند سے مروی ہے کہ محمد بن سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک قوم کو فارسی لغت میں باتیں کرتے ہوئے سنا تو فرمایا حنیفیت کے بعد یہ مجوسیت کیسی؟ (گویا آپ نے اسے ناپسند سمجھا) (مصحف ابن ابی شیبہ)

فائدہ: بلا ضرورت انگریزی زبان کی عادت بنانے والے بھی سوچیں کہ اردو جو ہمارے یہاں مسلمانوں کی زبان ہے اسے چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی زبان کی عادت بنانا کہیں انگریزوں سے تشبہ میں تو شامل نہیں۔

۴۳۹۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عربی اچھے طریقے سے بول سکتا ہے تو پھر وہ عجمی لغت میں (بطور عادت و بلا ضرورت) بات نہ کرے کیونکہ یہ نفاق پیدا کرتا ہے (سلفی) یہ حدیث دوسری سند سے بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام عمر بن خطاب کے کلام کے مشابہ ہے اور ہاں کا مرفوع ہونا تو وہ

فائدہ: لیکن بلا و غیر عرب میں باوجود قدرت علی اللغۃ العربیۃ کے غیر عربی بولنا جائز ہے اور درست ہے کیونکہ مخاطب عربی لغت نہیں سمجھتا۔ لیکن جس علاقے میں دو لغتیں ہوں ایک اہل اسلام کے ساتھ خاص ہو اور دوسری اہل شرک کے ساتھ تو وہاں پر پہلی زبان پر عبور ہوتے ہوئے دوسری بولنا ناجائز ہے کیونکہ اس میں شعار شرک کو شعار اسلام پر ترجیح دینا ہے۔ واللہ اعلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کِتَابُ اللَّقِیْطِ

بَابُ أَنَّ نَفَقَةَ اللَّقِیْطِ فِی بَيْتِ الْمَالِ وَهُوَ حُرٌّ

..... ۴۳۹۵

مالک: عن ابن شہاب الزہری عن سنن أبی جَمِیْلَةَ (رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ) أَنَّهُ وَجَدَ مَسْبُودًا فِی رَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فَجِئْتُ بِهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى اخْتِذِ هَذِهِ النِّسْمَةَ؟ فَقَالَ: وَجَدْتُهَا ضَائِعَةً فَأَخَذْتُهَا، فَقَالَ لَهُ عَرِيفَةُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ، قَالَ: كَذَلِكَ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: أَذْهَبَ بِهِ فَهُوَ حُرٌّ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ۔ رواه مالک فی "الموطأ" فی کتاب الأقضية، وعن مالک رواه الشافعی فی مسنده ومن طریق الشافعی رواه البيهقی فی "المعرفة"، وقال: وعن الشافعی يرويه عن مالک ويقول فيه: وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ مِّنْ بَيْتِ الْمَالِ۔ قال الدارقطني: وقد رواه عن مالک جويرية بن أسماء، وزاد فيه زيادة حسنة، وَذَكَرَ أَبُو جَمِیْلَةَ أَنَّهُ أَذْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَحَجَّ مَعَهُ حَجَّةَ الْوُدَاعِ قَالَ: وَهِيَ زِيَادَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿کتاب گرا پڑا بچہ ملنے کے حکم کے بیان میں﴾

باب: گرے پڑے بچے کا خرچ بیت المال سے ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہوگا

☆..... (۴۳۹۵) امام مالک ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سنن ابو جلیل صحابی رحمہ اللہ نے جو قبیلہ بنو سلیم کے آدمی ہیں حضرت عمر رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایک پڑا ہوا بچہ پایا، وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو حضرت عمر رحمہ اللہ کے پاس لایا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کو اٹھانے پر کس چیز نے آپ کو مجبور کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا میں نے ضائع ہو جانے والا معلوم کر کے لے لیا، تو ان کے (قبیلہ کے) سردار نے عرض کیا امیر المؤمنین! یہ نیک آدمی ہے، فرمایا کیا واقعی نیک ہے؟ عرض کیا جی ہاں، تو حضرت عمر رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور یہ آزاد ہے اور اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہے۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطا کتاب الاقضية (ص ۶۳۱) میں روایت کیا ہے اور امام شافعی نے بھی مسند (ص ۲۲۵) میں امام مالک سے روایت کیا اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے معرفۃ السنن میں بطریق امام شافعی رحمہ اللہ روایت کیا اور فرمایا کہ امام شافعی سے مروی ہے وہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور اس میں لفظ ہیں کہ اس بچے کا خرچ ہم پر بیت المال سے ہوگا۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس کو جویریہ بن اسماء نے روایت کیا ہے اور اس میں کچھ بہترین زیادتی بھی ذکر کی ہے اور ابو جلیل رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو پایا اور آپ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا اور قاضی فرماتے ہیں یہ زیادتی صحیح ہے۔ (زیلعی ۲/۱۶۲)

صَحِيحَةً، انتہی (زیلعی ۱۶۲:۲)۔

## بَابُ أَنَّ نَفَقَةَ اللَّقِيطِ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَهُوَ حُرٌّ

حدثنا: سفيان الثوري عن زهير بن أبي ثابت عن ذهل بن أوس عن تميم أنه وجد

لَقِيطًا، فَأَتَى بِهِ إِلَى عَلِيٍّ فَأَلْحَقَهُ عَلَى النَّسَبِ عَلَى مِثْلِهِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ (زيلعی ۱۶۲:۲) قلت: أما زهير بن أبي ثابت كما في "اللسان" (۴۹۲:۲) وأما ذهل بن أوس فلم أجد من ترجمه۔

عن: سعيد بن المسيب قال: كَانَ عُمَرُ إِذَا أَتَى بِاللَّقِيطِ قَرَضَ مَا يَصْلِحُهُ رِزْقًا

يَأْخُذُهُ وَلِيَّهُ فِي كُلِّ شَهْرٍ، وَيُوصِي بِهِ خَيْرًا، وَيَجْعَلُ رِضَاعَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَنَفَقَتَهُ۔ رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ بِسَنَدٍ فِيهِ الْوَاقِدِيُّ۔ (درایہ ص: ۲۷۳) قلت: وهو مختلف فيه وقد وثق۔

**فائدہ:-** لقیط زمین پر سے اٹھائی ہوئی چیز کو کہتے ہیں پھر خاص اس بچہ کیلئے ہو گیا جس کو اس کے گھرانے والوں نے غربت کے خوف سے یا زنا کی تہمت لگنے کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ اس بچہ کو پھینکنے اور ضائع کرنے والا گناہ کرنے والا ہے اور آزاد کرنے والے کو بہت اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ وہ ہلاکت کے قریب ہوتا ہے اور زندہ کی زندگی بچانا بہت اجر ہے۔ اس لئے ایسے بچہ کو اٹھانا پڑے رہنے دینے سے افضل اور مستحب ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تجھے کس بات نے اس کو اٹھانے پر مجبور کیا۔ ظاہر کرتا ہے کہ اٹھانا واجب نہیں صرف مستحب ہے البتہ ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اٹھانا واجب ہے۔ اور چونکہ اس بچہ کی کوئی رشتہ داری و نسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے اس کے مرنے پر اس کی میراث بھی بیت المال کیلئے ہوتی ہے تو اس کا خرچ بھی بیت المال پر ہوتا ہے۔

☆..... (۳۳۹۶) حضرت سفيان ثوري زهير بن أبي ثابت سے وہ ذهل بن اوس سے وہ تميم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک گراپڑا بچہ پایا اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچہ کو انہی سے سو درہم پر لائق کر دیا۔ اس روایت کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے (زیلعی ۱۶۲/۲) میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں زہیر بن ابی ثابت ثقہ ہے جیسا کہ لسان المیزان میں ہے اور ذهل بن اوس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ (۱) جو گراپڑا بچہ اٹھائے اس کی پرورش اسی کے حوالے ہوگی۔ (۲) اور بیت المال کے ذمہ خرچ ہوگا۔

☆..... (۳۳۹۷) حضرت سعيد بن مسيب سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی گراپڑا بچہ لایا جاتا اس کا مناسب فریضہ مقرر کرتے جو اس کا متولی ہر مہینہ لیتا اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتے اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اور دوسرا خرچ بیت المال میں سے مقرر کرتے۔ اس روایت کو ابن سعد نے روایت کیا۔ اور سند میں واقدی ہے (درایہ ص ۲۷۴) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں واقدی مختلف فیہ راوی ہے اور اس کو ثقہ بھی کہا گیا ہے۔

## کِتَابُ اللَّقْطَةِ

### بَابُ الْتِقَاطِ اللَّقْطَةِ أَفْضَلُ بِشَرَطِ الْأَشْهَادِ عَلَيْهَا وَيَجِبُ إِذَا خَافَ الضَّيَاعَ

۴۳۹۸..... أخبرنا عبد الوهاب الثقفي ثنا خالد الحذاء عن أبي العلاء يزيد ابن عبد الله بن الشيخير عن مطرف بن عبد الله عن عياض بن حمار عن رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ أَصَابَ لُقْطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ ثُمَّ لَا يَكْتُمْ، وَلْيَعْرِفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَلَا فَهُوَ مَالُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" رواه اسحاق بن راهويه في مسنده (زيلي ۱۶۲: ۲) قلت رجاله رجال الصحيح الا عياض بن حمار فهو من رجال مسلم صحابي سكن البصرة (تقريب ۱۲۵) - والحديث أخرجه أبو داود من طريق الحذاء بسنده بلفظ: فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوِي عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يَغِيبْ فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيُرُدِّهَا عَلَيْهِ الحديث - قال المنذرى: وأخرجه "النسائي" و "ابن ماجه" (عون المعبود ۶۶: ۲)

**فائدہ:-** یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لقطہ کے کئی مسائل ذکر فرمائے ہیں جن کا ذکر ہدایہ میں بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً (۱) جہاں لقطہ پایا گیا ہو اس کے مسلمان و کافر ہونے کے حکم میں اُس جگہ کا اعتبار ہوگا اگر مسلمانوں کے شہر یا بستی میں یا جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہو پایا جائے تو مسلمان ہوگا اور اگر زیموں کے شہر یا بستی میں یا ان کے عبادت خانہ میں پایا جائے تو ذمی یعنی کافر ہوگا۔ لیکن اگر کافروں کے عبادت خانہ میں مسلمان نے پایا تو مسلمان ہوگا۔ (فتح القدیر)۔ (۲) لقطہ پر اٹھانے والا جو کچھ خرچ کرے گا وہ اس کا احسان و تبرع ہوگا لقطہ سے کچھ نہ لے سکے گا۔ ہاں اگر چاہے کہ اس کا خرچ اُس کو بیت المال سے دیا جائے تو حاکم سے رجوع کرے گا جیسا کہ حضرت ابو جلیلہ نے رجوع کیا۔ اگر بیت المال میں رقم نہ ہو یا بیت المال ہی نہ ہو۔ تو جس مسلمان کو بھی اس کا حال معلوم ہو اس کو چاہیے کہ اس کے خرچ کا انتظام کرے اور کرائے وغیرہ ذالک۔ مزید تفصیل عربی اعلیٰ السنن اور دوسری کتب فقہ میں دیکھ لی جائے۔

﴿کتاب: گری پڑی چیز ملنے کے احکام میں﴾

باب: اس شرط کے ساتھ کہ اس پر گواہ بھی بنائے گری پڑی چیز اٹھا لینا افضل ہے

اور جب ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھانا واجب ہے۔

☆..... (۴۳۹۸) حضرت عیاض بن حمار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو گری پڑی چیز ملے وہ عادل آدمی کو گواہ بنائے پھر اس کو نہ چھپائے بلکہ سال تک اس کی تشہیر کرے، پھر اگر اصل مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ وہ اللہ کا مال ہے جس کو اللہ چاہتا ہے دیتا ہے، اس حدیث کو امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں روایت کیا ہے (زیلی ۱۶۲/۲) میں کہتا ہوں اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی



۴۳۹۹..... عن زید بن خالد الجہنی قال: جاء رجلُ فسألَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللَّقْطَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ: فَضَالَةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّئِبِ حَدِيثٌ، أَخْرَجَهُ الْأَثَمَةُ السَّيْتَةُ فِي كِتَابِهِمْ (زَيْلَعِي ۲: ۱۶۳)، وَفِي لَفْظِ الْبُخَارِيِّ: "خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّئِبِ" (فَتْحُ الْبَارِي ۵: ۶۱)۔

۴۴۰۰..... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَا سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ حَاجًّا فَأَصْنَبْتُ سَوْطًا فَقَالَ لِي زَيْدُ بْنُ صَوْحَانَ: دَعَهَا۔ فَقُلْتُ: لَا أَدْعُهَا لِلْبَيْعِ لِأَخَذْنَهَا فَلَا سَتَفِعْنَ بِهَا۔ فَلَقِيتُ أُنْثَى بَنٍ كَعْبٍ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ فَقَالَ لِي: قَدْ أَحْسَنْتَ فِي ذَلِكَ لَهُ الْحَدِيثُ۔ رَوَاهُ الطُّحَاوِيُّ (۲: ۲۷۶) وَرَجَالَهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرِ شَيْخِهِ، وَهُوَ ثَقَّةٌ۔

ہیں سوائے عیاض کے اور وہ مسلم کا راوی اور صحابی ہے۔ بصرہ کا رہائشی ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۱/۲۳۷) اپنی مسند سے بطریق حذاء ان لفظوں سے روایت کیا کہ عادل کو گواہ بنالے اور نہ چھپائے نہ غائب کرے پھر اگر مالک مل جائے تو اس کو واپس کر دے۔ امام منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام نسائی اور ابن ماجہ (ص ۱۸۰) نے بھی روایت کیا ہے۔ (عون المعبود ۲/۶۶)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص گری پڑی چیز لے وہ گواہ بنالے اور گواہ بنانے کیلئے اتنا کافی ہے کہ کہہ دے کہ جس شخص سے سنو کہ وہ گری پڑی چیز تلاش کر رہا ہے اس کو میرا بتانا، اور یہ بتانا ضروری نہیں کہ مثلاً سونا ہے یا چاندی ہے وغیرہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک منقول ہے کہ گواہ بنانا واجب ہے امام شافعی وغیرہ مستحب قرار دیتے ہیں۔

☆..... (۴۳۹۹) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ سے لفظ (گری پڑی چیز) کا حکم معلوم کیا (اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ) پوچھا کہ بکری گم شدہ ملے تو؟ فرمایا تیری ہے یا تیرے بھائی کیلئے یا بھیرے کیلئے ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے۔ (زَيْلَعِي ۲/۱۶۳، بخاری ۱/۳۲۸، مسلم ۲/۷۸، ابوداؤد ۱/۲۳۶، ابن ماجہ ص ۱۸۰، ترمذی ۱/۱۶۳) بخاری شریف کے لفظ یوں ہیں اس کو پکڑ لے کیونکہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کیلئے ہے یا بھیرے کیلئے ہے۔ (فَتْحُ الْبَارِي ۵/۲۸۰)

**فائدہ:-** اس حدیث میں آپ ﷺ نے پکڑ لینے کا جو حکم فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اس کو پکڑ لینا افضل ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور اگر ضائع ہونے کا غالب گمان ہو تو پکڑ لینا واجب ہے۔

☆..... (۴۴۰۰) حضرت سؤید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حج کیلئے گیا تو مجھے کوڑا ملا تو حضرت زید بن صوحان نے مجھے فرمایا کہ رہنے دے۔ میں نے کہا میں درندوں کیلئے نہیں چھوڑوں گا بلکہ لوں گا اور اس سے نفع حاصل کروں گا۔ تو (لے لیا پھر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان کو میں نے ذکر کیا تو مجھے فرمایا آپ نے اچھا کیا۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے (۶/۲۷۶) روایت کیا اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے امام طحاوی کے استاذ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

## بَابُ اللَّقْطَةِ وَدِيعَةِ عِنْدَ الْمُلْتَقِطِ يَغْرُمُهَا لِمَا لِكِهَا إِنْ تَصَرَّفَ فِيهَا

۴۴۰۱..... عن زيد بن خالد الجهني أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ اللَّقْطَةِ، قَالَ: عَرَفْتُمْ سَنَةً، ثُمَّ أَعْرِفَ عِفَاصَهَا وَوَكَاثِفَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رُبُّهَا فَأَذِهَا إِلَيْهِ۔ الحديث رواه البخاري۔ (۳۲۹:۱) زَادَ فِي "فتح الباری": (۶۷:۵) وَلَتَكُنْ وَدِيعَةٌ عِنْدَكَ، وَهُوَ كَذَلِكَ فِيمَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ عَنِ الْقَعْنَبِيِّ وَالْإِسْمَاعِيلِيِّ مِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ حَسَّانٍ، كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى (عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ) فَقَالَ فِيهِ: فَإِنْ لَمْ تُعْرِفْ فَاسْتَنْفِقْهَا، وَلَتَكُنْ وَدِيعَةٌ عِنْدَكَ، وَكَذَلِكَ جَزَمَ بِرَفْعِهَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ، وَالْفَهْمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى وَرَبِيعَةَ جَمِيعًا عِنْدَ الطَّحَاوِيِّ: وَقَدْ أَشَارَ الْبُخَارِيُّ إِلَى تَرْجِيحِ رَفْعِهَا، (فتح الباری ۶۱:۵) وَلَفْظُ الطَّحَاوِيِّ "فَإِنْ لَمْ تُعْرِفْ فَاسْتَنْفِقْ بِهَا، وَلَتَكُنْ وَدِيعَةٌ عِنْدَكَ، فَإِنْ جَاءَ لَبِطٌ طَالِبٌ يَوْمًا مِّنَ الدَّخْرِ فَأَذِهَا إِلَيْهِ" اهـ وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی واضح ہے کہ گری پڑی چیز جس کے ضائع ہونے کا احتمال ہو، لے لینا افضل ہے، چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ کیونکہ حضرت ابی بن کثیرؓ نے دلیل یہ پیش کی کہ مجھ کو حضور ﷺ کی موجودگی میں ایک تھیلی ملی تھی جس میں سودینار تھے آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے میں نے اٹھالی تھی۔

## باب: گری پڑی چیز اٹھانے والے کے پاس بطور امانت ہوگی

### تو اگر اس میں تصرف کیا تو مالک کو تادان دینا پڑے گا

☆..... (۳۴۰۱) حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے لفظ کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال تک اسکا اعلان کرتے رہو پھر اس کے پرتن (جس میں سوار شخص کا زادراہ کھانا وغیرہ ہو) اور اس کے بندھن (اسی کا دھاگہ جس سے ہسانی وغیرہ باندھی جاتی ہے) کی پہچان دھن میں رکھو پھر (اگر مالک نہ آئے تو اس کو اپنے خرچ میں لاؤ اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دو) (بخاری ۳۲۹/۱) فتح الباری (۵/۲۸۸) میں یہ لفظ زائد ہیں اور وہ تیرے پاس بطور امانت ہوگی امام مسلم نے قعنبی سے اور اسماعیلی سے بطریق یحییٰ بن حسان عن سلمان بن بلال عن یحییٰ (عن یزید مولى المنبعث عن زيد بن خالد) انہی الفاظ سے روایت کی ہے انہیں لفظ ہیں۔ اگر تو مالک نہ جان سکا تو اس کو خرچ میں لا اور تیرے پاس بطور امانت ہوگی، اسی طرح خالد بن مخلد عن سليمان بن ربيعہ بہ روایت مسلم ان الفاظ کے مرفوع ہونے کو یقین سے بیان کیا، ایسے ہی بہ روایت طحاوی قمی نے سلیمان عن یحییٰ درہبیہ

۴۴۰۲..... أبو حنیفۃ عن أبی اسحاق السبعی عن عاصم بن ضمرۃ عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ أنه قال فی اللقطۃ: یُعْرِفُهَا صَاحِبُهَا الَّذِیْ أَخَذَهَا سَنَۃٌ، إِنْ جَاءَ لَهَا طَالِبٌ وَلَا تَصَدَّقَ بِهَا، ثُمَّ إِنْ جَاءَ لَهَا طَالِبٌ بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ صَاحِبُهَا بِالْخِیَارِ إِنْ شَاءَ ضَمِنَهُ مِثْلَهَا وَكَانَ الْأَجْرُ لِلَّذِیْ تَصَدَّقَ بِهَا۔ وَإِنْ شَاءَ أَمْضَى الصَّدَقَۃَ وَكَانَ لَهُ الْأَجْرُ۔ أخرجه ابن خسرۃ فی مسنده للامام، وأخرجه الامام محمد بن الحسن فی الآثار، فرواه عن أبی حنیفۃ، وقال: وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِیْفَۃَ، وأخرجه الحسن بن زید فی مسنده عن أبی حنیفۃ۔ (جامع مسانید الامام ۲: ۷۶) قلت: سند حسن صحیح، وأخرجه البیہقی فی (السنن ۶: ۱۸۸) من طریق شعبۃ عن أبی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ نحوه۔

یونہی روایت کیا، اور امام بخاریؒ نے اس کے مرفوع ہونے کے رائج ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے (فتح الباری ۵/۲۸۱) اور طحاوی کے لفظ یوں ہیں، اگر تو مالک نہ جانے کہ تو اس چیز سے نفع اٹھاؤ تیرے پاس امانت ہوگی، پھر اگر کسی بھی دن اس کا تلاش کرنے والا آجائے تو اس کو ادا کر دے! اس کی سند صحیح ہے،

**فائدہ:-** حدیث عنوان پر دلالت کرنے میں واضح ہے، حضرت یحییٰ بن کید کو امانت ہونے کے الفاظ کے مرفوع ہونے نہ ہونے میں شک ہے مگر جیسا کہ علامہ ابن حجر احمدؒ نے ذکر فرمایا کہ امام بخاریؒ نے بھی مرفوع ہونے کو رائج نہ فرمایا ہے۔

☆..... (۴۴۰۲) امام ابو حنیفہؒ بسند ابواسحاق سبعیؒ بروایت عاصم بن ضمرہؒ حضرت علیؓ کا قول روایت کرتے ہیں کہ لقطہ سے متعلق فرمایا کہ جس نے لقطہ اٹھایا ہو وہ ایک سال تک اس کی شہرت کرائے۔ اگر تلاش کرنے والا آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے پھر اگر صدقہ کرنے کے بعد کوئی مالک آگیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے تو چیز کے بقدر اس سے ضمان لے اس صورت میں صدقہ کا ثواب اسی کو ہوگا جس نے صدقہ کیا اور اگر چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے پھر ثواب اسی مالک کو ہوگا۔ اس روایت کو ابن خسرۃ نے مسند امام اعظمؒ میں اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے اسی طرح حسن بن زیدؒ نے بھی اس کو مسند ابی حنیفہؒ میں روایت کیا ہے (جامع مسانید الامام ۲/۷۶) میں کہتا ہوں اس کی سند حسن صحیح ہے اور اس کو امام بیہقیؒ نے بھی سنن (۶/۱۸۸) میں بطریق شعبہ ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** جمہور اسی کے قائل ہیں کہ اگر گری پڑی چیز موجود ہو اور مالک آجائے تو وہی چیز اس کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر ہلاک کر دی مثلاً خرچ کر دی تو اس کا بدل دینا واجب ہے شوافع میں سے کراہی اور امام بخاری کے نزدیک نہ عین چیز واپس کرنا واجب ہے نہ بدل۔ داؤد ظاہری کے نزدیک اگر عین چیز موجود ہو تو واپس کرنا واجب ہے اور اگر خرچ کر دی تو بدل دینا واجب نہیں ہے ان حضرات کے پاس بطور

۴۴۰۳..... عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ وَجَدَ دِينَارًا فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ، فَأَكَلْ مِنْهُ هُوَ وَعَلِيٌّ وَقَاطِمَةُ، ثُمَّ جَاءَ صَاحِبُ الدِّينَارِ يُنْشِدُ الدِّينَارَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا عَلِيُّ! أَدِ الدِّينَارَ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَقْسَمٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَحْوَهُ، وَرَوَاهُ الشَّافِعِيُّ عَنْ الدِّرَاوَرْدِيِّ عَنْ شَرِيكَ بْنِ أَبِي نَمْرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْهُ، وَزَادَ: أَنَّهُ أَمَرَهُ أَنْ يُعْرِفَهُ فَلَمْ يُعْرِفْ، وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ أَيْضاً مِنْ طَرِيقِ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ عَنْ عَلِيٍّ بِمَعْنَاهُ، وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ، وَقَالَ الْمُنْذَرِيُّ: فِي سَمَاعِهِ مِنْ عَلِيٍّ نَظَرٌ، قُلْتُ: قَدْ رَوَى عَنْ حَذِيفَةَ وَمَاتَ قَبْلَ عَلِيٍّ ۵۱۔ (التلخیص الحبیر ۲: ۲۶۱)

دلیل کوئی خاص نص نہیں ہے صرف یہ کہ گذشتہ باب کی حدیث زید کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے۔ لك او لاختيك او للذئب۔ کہ وہ گری پڑی چیز تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیرے کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بھیرے پر ضامن نہیں تو اٹھانے والے پر ضامن نہیں لیکن یہ دلیل درست نہیں کیونکہ ”لك“ میں لام تملیک کا نہیں ہے کیونکہ بھیرے یا مالک نہیں بننا تو اٹھانے والا بھی مالک نہیں بننا تو اصل مالک کی ملک رہتی ہے اٹھانے والے کی ملک محض بطور ضامن کے ہوتی ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر چیز موجود ہو اور مالک آجائے تو مالک لے سکتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مالک کی ملک باقی ہے اس لئے تو لے سکتا ہے تو خرچ ہو جانے کے بعد بھی ملک باقی ہوگی۔ اس لئے تاوان لے سکے گا، اور امانت کے طور پر اٹھانے والے کے پاس رہنے کے صریح لفظ، اور مالک آجانے کی صورت میں اس کو واپس کرنے کے لفظ گذشتہ حدیثوں میں صریح آئے ہیں وہ بھی دلیل ہیں کہ مالک کی ملکیت باقی ہے، اگلی روایت بھی اسی کی دلیل ہے۔

☆..... (۴۴۰۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو ایک دینار ملا تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا یہ رزق ہے تو وہ دینار خود نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاطمہ رضی اللہ عنہا نے کھالیا، پھر دینار کا مالک آیا وہ دینار تلاش کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا علی! وہ دینار ادا کر دو، اس روایت کو امام ابوداؤد نے (۱/۲۳۷) ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی نے سندہ عطاء بن یسار کی عن ابی سعید روایت کیا اور یہ لفظ زائد ذکر فرمائے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی تشہیر کا حکم فرمایا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہیر نہیں کی۔ اور اس کو ابوداؤد نے (۱/۲۳۷) بطریق بلال بن یحییٰ عسی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس کی سند حسن ہے اور منذری نے فرمایا کہ بلال کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع میں شبہ ہے، میں کہتا ہوں کہ بلال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جبکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے فوت ہوئے (تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت حاصل کرنے میں شبہ نہیں) (تلخیص حبیر ۲/۲۶۱)



بَابُ إِنْ كَانَتْ اللَّقْطَةُ أَقْلَ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ عَرَفَهَا أَيَّامًا بِحَسَبِ

مَا يَرَى وَإِنْ كَانَتْ عَشْرَةَ فَصَاعِدًا عَرَفَهَا حَوْلًا

۴۴۰..... عن سويد بن غفلة قال: لَقِيتُ أَنبَى بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَصْنَبْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: عَرَفَهَا حَوْلًا فَعَرَفْتُهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرَفَهَا حَوْلًا فَعَرَفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ: اخْطُفْ وَغَالِثْهَا وَغَدِّدْهَا وَوِ كَاثِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدَ بَمَكَّةَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاجِدًا۔ رواه البخاري، واللفظ له، وأخرجه مسلم والترمذي والنسائي من طريق الثوري، وأحمد وأبو داود من طريق حماد، كلهم عن سلمة بن كهيل عن سويد۔ (فتح الباری ۵: ۵۶۰)۔

باب: اگر گری پڑی چیز دس درہم سے کم کی ہو تو اپنی رائے کے مطابق کچھ دن

اس کی تشہیر کرے اور اگر دس درہم یا زیادہ کی ہو تو ایک سال تشہیر کرے

۴۴۰..... (۳۴۰۳) حضرت سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سودینار تھے۔ تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال اس کی تشہیر کرو، تو میں اعلان کرتا رہا۔ لیکن مجھے کوئی آدمی نہ ملا جو تھیلی کو جانتا ہوتا (اور اپنا مالک ہوتا بتاتا) پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو پھر آپ نے فرمایا ایک سال اس کی تشہیر کرو تو پھر میں اعلان کرتا رہا پھر مالک نہ ملا پھر تین بار آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے برتن کو اور گتے کو اور اس کے بندھن کو بھی محفوظ رکھ۔ اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس سے نفع اٹھالے۔ تو میں نے اس سے نفع اٹھایا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت سلمہ سے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ملا تو انہوں نے فرمایا کہ تین سال تشہیر کا ذکر تھا یا ایک سال۔ اس حدیث کو امام بخاری نے (۱/۳۲۷) بروایت کیا اور یہ اسی کے الفاظ ہیں اور اس کو مسلم ترمذی نسائی نے بھی بطریق ثوری اور امام احمد و ابوداؤد نے بطریق حماد اور ان سب نے سلمہ بن کہیل سے سويد سے روایت کی ہے۔ (فتح الباری ۵/۲۷۵ طبع دار الفکر)

فائدہ:- اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ زیادہ قیمتی چیز کی تشہیر ایک سال تک کی جائے چاروں ائمہ کا یہی قول ہے حضرت عمر و علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔

٤٤٠٥..... عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ النَّقَطُ لُقْطَةً يَسِيرُهُ ثَوْبًا أَوْ شِبْهَهُ وَفِي لَفْظٍ  
دِرْهَمًا أَوْ حَبْلًا أَوْ شِبْهَ ذَلِكَ، فَلْيُعْرِفْهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَمَنْ النَّقَطُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ، وَفِي لَفْظٍ: فَإِنْ كَانَ فَوْقَ  
ذَلِكَ فَلْيُعْرِفْهُ سِتَّةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَلَا فَلْيَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَلْيُخَيِّرْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ  
وَالطَّبْرَانِيُّ فِي "الكبير"، وفيه عمر بن عبد الله بن يعلى، وهو ضعيف (مجمع الزوائد ٤: ١٦٩)، وفي  
"النيل" (٥: ٢٢١): وقد صرح جماعة بضعفه، ولكنه قد أخرج له ابن خزيمة متابعه، وروى عنه

جماعات، قال ابن رسلان: ينبغي أن يكون هذا الحديث معمولاً به لأن رجال أسناده ثقات اهـ.

عن: جابر قال: رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعَصَا وَالسُّوطِ وَالْحَبْلِ وَأَشْبَاهِهِ..... ٤٤٠٦  
يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهِ- رواه احمد وابو داود، وفي اسناده المغيرة بن زياد، قال المنذرى: تكلم فيه  
غير واحد، وفي "التقريب": صدوق له أوهام، وفي "الخلاصة": وثقه وكيع وابن معين وابن  
عدي وغيرهم (النيل ٥: ٢٢٠) ومعنى قوله: رخص لنا أى لم يأمرنا بالمبالغة فى التعريف، فهو  
اجع الى حديث يعلى بن مرة-

☆..... (۴۴۰۵) حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ جس نے معمولی گرمی پڑی چیز اٹھائی کپڑا ہوا یا ایسی قسم کی اور چیز، درہم ہو یا رسی وغیرہ تین دن تک اس کا اعلان کرے، اور اگر اس سے بڑھیا چیز ہو یا مقدار میں زیادہ ہو تو چھ دن اعلان کرے پھر اگر ماکل آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے، پھر اگر مالک آجائے تو اس کو اختیار دے دے۔ اس روایت کو امام احمد نے اور طبرانی نے منجم کبیر میں روایت کیا ہے اس میں راوی عمر بن عبد اللہ بن یعلیٰ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد/۴) نیل الاوطار ۵/۲۲۱ میں ہے کہ ایک جماعت نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی صراحت کی ہے لیکن ابن خزیمہ نے غلطو متابت اس کی تخریج کی ہے اور حضرت یعلیٰ سے کئی لوگوں نے یہ روایت کی ہے ابن ارسلان کہتے ہیں کہ یہ حدیث عمل میں لانی چاہیے کیونکہ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

☆.....(۴۳۰۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھی اور کوثر اور رسی اور اس جیسی چیزوں کو آدمی اٹھالے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اُس سے نفع اُٹھانے کی اجازت دی، اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا اس کی سند میں مغیرہ بن زیاد ہے جس کے متعلق امام منذری کہتے ہیں کہ بہ۔۔۔ سے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور تقدیب میں ہے کہ سچا راوی ہے البتہ اس کے اوہام ہیں اور خلاصہ میں ہے کہ وکیع اور ابن معین وابن عدی وغیرہم نے اس کو لقمہ کہا ہے۔ (نیل الاوطار / ۵ / ۲۲۰) اور اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تشبیر میں مبالغہ کے ساتھ حکم نہیں فرمایا تو اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے جو حضرت یحییٰ کی روایت کا ہے۔

۴۴۰۷..... وحکی ابن المنذر عن عمر رضی اللہ عنہ اربعة اقوال: يُعْرِفُهَا ثَلَاثَةٌ أَحْوَالُ، غَامًا وَاجِدًا، ثَلَاثَةٌ أَشْهُرٌ، ثَلَاثَةٌ أَيَّامٌ، وزاد ابن حزم عن عمر قولًا خَاسِسًا وَهُوَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ، وَيُحْمَلُ ذَلِكَ عَلَى عَظَمِ اللَّفْظَةِ وَجَقَّارَتِهَا (فتح الباری ۵: ۵۷) وهو حسن أو صحيح على قاعدته في الآثار المزيدة في "الفتح" كما مر غير مرة۔

**بَابُ إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ التَّعْرِيفِ يَنْتَفِعُ بِهَا الْمُتَلَقِّطُ إِنْ كَانَ فَقِيرًا  
وَيَتَصَدَّقُ بِهَا إِنْ كَانَ غَنِيًّا إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْإِمَامُ فِي الْإِنْتِفَاعِ بِهَا  
وَكَانَ الْمَالِكُ بِالْخِيَارِ بَيْنَ الْأَجْرِ وَالْعَرَامَةِ۔**

۴۴۰۸..... قد تقدم حديث عياض بن حمار، وفيه: وَلْيُعْرِفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَالَّا فَهُوَ مَالُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ رواه أبو داود والنسائي وابن ماجة واسحاق ابن راهويه، وسنده صحيح۔

☆..... (۴۴۰۷) امام ابن منذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چار قول نقل کئے ہیں (۱) لفظ کی تشہیر تین سال کرے (۲) ایک سال کرے (۳) تین مہینہ (۴) تین دن۔ اور ابن حزم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچواں قول بھی ذکر کیا۔ یعنی چار مہینے (لیکن ابن حزم وابن جوزی نے کہا کہ یہ غلط ہے، مترجم)۔ اس اختلاف کو لفظ کے بڑھیا اور گھٹیا ہونے پر محمول کیا جائے گا (فتح الباری ۵/۲۷۶) یہ روایت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے فتح الباری میں قاعدہ کے مطابق حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے معلوم ہوا کہ تشہیر کی مدت اٹھانے والے کی رائے پر ہے امام سرخسیؒ کے ہاں یہی مختار ہے اکثر متون بھی یہی بیان کرتے ہیں۔ باقی احناف کے نزدیک تین سال تقویٰ کی بناء پر ہیں واجب نہیں اور دس درہم یا زیادہ کی مقدار چیز میں ایک سال اور کم چیز میں مہینے اور ایام ہیں۔

**باب: جب مدت تشہیر پوری ہو جائے تو اگر اٹھانے والا غریب ہے تو اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے  
اور اگر غنی ہے تو صدقہ کر دے البتہ حاکم اگر غنی کو بھی انتفاع کی اجازت دے تو غنی بھی نفع حاصل**

**کر سکتا ہے لیکن بہر صورت مالک کو ثواب اور ضمان میں اختیار ہوگا**

☆..... (۴۴۰۸) حضرت عیاض بن حمار کی حدیث گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک سال تک آدمی تشہیر کرے پھر اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ وہ چیز اللہ کا مال ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس کو ابو داود، نسائی، ابن ماجہ اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

۴۴۰۹..... وتقدم أيضا حديث عاصم بن ضمرة عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه وفيه يُعْرِفُهَا حَوْلًا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَلَا تُصَدِّقُ بِهَا غَيْرُ أَنْ صَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ، رواه محمد في الآثار وابن خسر وفي مسند أبي حنيفة والبيهقي في سننه، وسنده حسن صحيح-

۴۴۱۰..... ثنا وكيع ثنا سفيان عن ابراهيم بن عبد الأعلى عن سويد هو ابن غفلة قال: "كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَأْمُرُ أَنْ تُعْرَفَ اللَّقْطَةُ سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَلَا تُصَدِّقُ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا خَيْرٌ- رواه ابن أبي شيبة، وهذا سند حليل متفق عليه الا ابراهيم فان مسلما انفرد به، ورواه عبد الرزاق عن الثوري بسنده ومعناه (الجوهر النقي ۲: ۴۳)-

۴۴۱۱..... ثنا وكيع ثنا الأسود بن شيبان عن أبي نوفل بن أبي عقرب عن أبيه قال: اللَّقْطَةُ بَذْرَةٌ فَأَتَيْتُ بِهَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: أَغْنِيهَا عَنِّي قَالَ: وَأَبْنِي بِهَا الْمَوْسِمَ، فَوَافَيْتُهُ بِهَا الْمَوْسِمَ فَقَالَ: عَرَفْتُهَا حَوْلًا فَعَرَفْتُهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: أَغْنِيهَا عَنِّي فَقَالَ: أَلَا أَخْبِرُكَ بِخَيْرٍ سُبُلَهَا؟ تُصَدِّقُ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، فَأَخْتَارَ الْمَالَ غَرِمْتُ لَهُ وَكَانَ الْأَجْرُ لَكَ، وَإِنْ اخْتَارَ الْأَخْرَ كَانَ الْأَجْرُ لَهُ، وَلَكَ مَا نَوَيْتَ- رواه ابن أبي شيبة، وهذا أيضا سند صحيح، والأسود وأبو نوفل، أخرج لهما مسلم وأبوه صحابي- (الجوهر النقي ۲: ۴۳)-

☆..... (۳۴۰۹) حضرت عاصم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرے پھر اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے مگر مالک کو اختیار ہوگا چاہے ضمان لے یا صدقہ کی صورت میں رہنے دے۔ اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں اور ابن خسر نے مسند ابی حنیفہ میں اور امام بیہقی نے سنن میں روایت کیا اور اس کی سند حسن صحیح ہے۔

☆..... (۳۴۱۰) حضرت سويد بن غفله رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لفظ کے بارے میں حکم فرماتے تھے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے پھر اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دیا جائے۔ پھر اگر مالک آئے تو اس کو اختیار ہوگا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے (۱۹۰/۵) روایت کیا اور یہ بہترین سند ہے جو بخاری مسلم کی ہے صرف ابراہیم راوی میں امام مسلم اکیلے ہیں، اس کو امام عبد الرزاق نے بھی سفيان ثوري سے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے (الجوهر النقي ۶/ ۱۸۷)۔

☆..... (۳۴۱۱) ابو نوفل بن ابی عقرب اپنے والد ابو عقرب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے گری پڑی دراہم کی ایک تھیلی ملی، میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا یا اور عرض کیا کہ مجھے اس سے التعلق کرو، فرمایا زمانہ حج میں اس کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ تو میں نے زمانہ حج میں اس کو ادا کرنے کی کوشش کی (کہ مالک تلاش کرتا رہا مگر نہ ملا) تو فرمایا ایک سال تک اس کی تشہیر کرو۔ تو میں نے اس کی تشہیر کی لیکن کوئی آدمی نہ ملا جو اس کو جانتا ہو پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اس سے فارغ کرو۔ فرمایا کیا تجھے اس کا بہترین راستہ نہ بتاؤں؟ اس



۴۴۱۲..... عن معمر عن أبي اسحاق عن أبي السقر: أَنَّ رَجُلًا أَثْنَى عَلَيَّ فَقَالَ: إِنِّي وَجَدْتُ مِائَةَ دِرْهِمٍ أَوْ قَرِيبًا مِئَتَهَا فَعَرَفْتُهَا تَعْرِيفًا ضَعِيفًا، وَأَنَا أَحِبُّ أَنْ لَا تُعْرَفَ فَتَجْهَرُ بِهَا، وَقَدْ أَيْسَرْتُ الْيَوْمَ قَالَ: عَرَفْتُهَا فَإِنْ عَرَفَهَا صَاحِبُهَا، فَادْفَعُهَا إِلَيْهِ، وَإِلَّا فَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَحَبُّ أَنْ يَكُونَ لَهُ الْأَجْرُ فَلَهُ ذَلِكَ، وَإِلَّا غَرِمْتُهَا وَكَانَ لَكَ الْأَجْرُ، رواه عبد الرزاق (الجواهر النقي ۲: ۴۴) ورجاله ثقات، وأبو السفر سعيد بن يحمدة ثقة من رجال الجماعة، روى عنه الأعمش وأبو اسحاق، كما في "التقريب" (ص: ۷۳) و"التهذيب" (۴: ۹۶)، وكتاب الكنى للدولابي (۱: ۲۰۱ و ۲۰۲)۔

۴۴۱۳..... ثنا أبو بكر بن عياش عن عبد العزيز بن رفيع - ثنى أبي قال: وَجَدْتُ عَشْرَةَ دَنَاقَرٍ، فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ: عَرَفْتُهَا عَلَى الْحَجَرِ سَنَةً، فَإِنْ لَمْ تُعْرَفْ فَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ كُوصِدْقُكَ دَرَّ بِهَا أَوْ لَمْ يَأْتِ فَتَصَدَّقْ بِهَا، رواه ابن أبي شيبة (۱۹۰/۵) وروایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور راوی اسود اور ابو نفل کی روایت امام مسلمؒ نے تحریر کی ہے اور ابو عقیبؒ صحابی ہے (الجوہر النقی ۶/۱۸۷) **فائدہ:** بذورہ ایسی تھلی جس میں دس ہزار درہم ہوں۔

☆..... (۳۳۱۲) ابو السفر سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علیؑ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سو درہم یا سو کے قریب قریب درہم پائے ہیں اور کچھ تشبیر بھی کی ہے مزید چاہتا تھا کہ تشبیر نہ کروں تو میں نے ان کو سنبال رکھا ہے اب تو میں مالدار ہو گیا ہوں؟ فرمایا تشبیر کر۔ اگر مالک نے ان کو اپنا جان لیا تو ان کے حوالے کر دینا اور نہ صدقہ کرنا پھر اگر مالک آجائے اور پسند کرے کہ اجرائی کو ملے تو اسی کو اجر ملے گا ورنہ تو اس کا تاوان دینا اور اجر تیرے لئے ہوگا۔ اس روایت کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (الجوہر النقی ۶/۱۸۸) اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابو السفر سعید بن محمد ثقہ ہے جماعت کے رواۃ میں سے ہے اُس سے اعمشؒ و ابو اسحاقؒ روایت کرتے ہیں جیسا کہ قریب (۳۶۷/۱) اور تہذیب اور امام دولابی کی کتاب الکنى (۴۵۳/۱) طبع دارالکتب العلمیہ بیروت میں ہے۔

☆..... (۳۳۱۳) عبد العزيز بن رفيع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس دینار پائے۔ تو حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ پوچھا فرمایا حجر مقام پر ایک سال اُن کی تشبیر کر اگر تجھے مالک معلوم نہ ہو تو اُن کو صدقہ کر دے پھر اگر مالک آجائے تو اس کو اجر اور تاوان میں سے ایک کا اختیار دے دے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے (۱۸۹/۵) روایت کیا ہے اور



عَرَفْنِي وَاحْتَلَبَنِي وَأَغْلَفَنِي: ثُمَّ عَادَتْ فَقَالَتْ غَائِبَةٌ: تَأْمُرْنِي أَنْ أَمُرَّكَ أَنْ تَذْبِجَهَا أَوْ تَبِيعَهَا؟ فَلَيْسَ لَكَ ذَلِكَ-- رواه ابن أبي شيبة، وأخرجه عبد الرزاق عن معمر والثوري عن أبي إسحاق بمعناه، وهذا سند صحيح على شرط الجماعة خلا العالية، وهي ثقة ذكرها ابن حبان في "الثقات" (الجواهر النقي ٢: ٤٤)-

٤٤١٦..... ثنا وكيع عن طلحة بن يحيى بن عبد الله بن فروخ مولى أم سلمة قال: سأل رجل أم سلمة زوج النبي ﷺ فقال: الرَّجُلُ يَجِدُ سَوَاطٍ؟ فَقَالَتْ: لَا بَأْسَ بِهِ، تَصِلُ بِهِ الْمُسْلِمُ يَدَهُ قَالَ: وَالْجِذَاءُ؟ قَالَتْ: وَالْجِذَاءُ. قَالَ: وَالْوِعَاءُ؟ قَالَتْ: لَا أَجِلُّ مَا حَرَّمَ اللَّهُ، وَالْوِعَاءُ تَكُونُ فِيهِ النَّفَقَةُ. رواه ابن أبي شيبة، وهذا السند على شرط مسلم خلا ابن فروخ، وقد ذكره ابن حبان في الثقات. (الجواهر النقي ٤٥:٢).

٤٤١٧..... أخبرنا مالك. أخبرنا نافع أن رجلاً وجد لفطة، فجاء إلى ابن عمر، فقال: إني وجدت لفطة فما تأمرني فيها؟ قال ابن عمر: عرفها قال: قد فعلت قال: زد، قال: قد فعلت، قال: لا

کر ڈال یا بیچ دے۔ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے، اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے (۱۹۳/۵) روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے بھی معمر و ثوری کی روایت سے عن ابی اسحاق اسی کے ہم مفہوم روایت کیا ہے یہ سند جماعت کی شرط پر صحیح ہے سوائے عالیہ کے (کہ وہ جماعت کے رُواة میں سے نہیں) اور وہ ثقہ ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الجبہ التثقی ۶/۱۸۷)

☆..... (۴۴۶) عبد اللہ بن فروخ مولیٰ ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کوئی آدمی کوڑا پالے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا حرج نہیں مسلمان اپنا ہاتھ اُس تک لے جاسکتا ہے (یعنی لے سکتا ہے) آدمی نے پوچھا کہ جوتا ہو تو؟ فرمایا جوتا ہو تو بھی حرج نہیں، کہنے لگا تھیلا جوتا (جس میں کھانا تو شہ وغیرہ رکھا ہوتا ہے) فرمایا جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو میں حلال نہیں کر سکتی تھیلے میں سفر خرچ (وغیرہ) ہوتا ہے (اس کے مالک کو تلاش کرنا اور تشہیر ضروری ہے بغیر تفسیر خود استعمال کرنا جائز نہیں) اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے (۱۹۱/۵) روایت کیا اور ابن فروخ کے سوا باقی سند مسلم کی شرط پر ہے اور ابن فروخ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الجوہر النقی ۱۸۹/۶)

☆..... (۴۳۱۷) حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کوئی گرمی پڑی چیز پائی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا عرض کیا میں نے لقطہ پایا ہے مجھے اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی تشہیر کر، اس نے کہا تشہیر کی ہے، فرمایا زیادہ کر، اس نے کہا کی ہے فرمایا میں تجھے نہیں کہتا کہ اس کو کھالے۔ اگر تیری مرضی تھی تو نہ لیتا، اس روایت کو امام محمد نے مؤطا (ص ۳۶۵) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح اور عالی مرتبہ ہے (اور ابن ابی شیبہ نے بھی (۱۹۱/۵) روایت کیا ہے، مترجم)

أَمْرُكَ أَنْ تَأْكُلَهَا، لَوْ يَشِئْتَ لَمْ تَأْخُذْهَا۔ آخر جہ محمد فی ”الموطأ“، وسنده صحیح جلیل۔  
(ص: ۳۶۵)۔

۴۱۸..... حدثنا فهد بن سليمان ثنا محمد بن سعيد بن الإصيهاني أنا شريك عن عامر ابن شقيق عن أبي وائل أنه قال: اشترى عبد الله خادماً يسع مائة درهم، فطلب صاحبها فلم يجده، فعزها حولا فلم يجد صاحبها، فجمع المساكين وجعل يعطيهم، ويقول: اللهم عن صاحبها فإن أُنِي ذلك فمِنِي ذلك وعلى الثمن، ثم قال: هكذا يفعل بالضوال، أخرجه الطحاوي في ”معاني الآثار“ (۲: ۲۷۷)، وهذا سند حسن، وعابر بن شقيق وثقه النسائي وابن حبان، وصحح الترمذي حديثه في التخليل، وحسنه البخاري، وصححه ابن خزيمة وابن حبان، والحاكم وغيرهم (التهذيب ۶: ۶۹۵)۔  
وفيه دليل لما قاله أصحابنا أن من عليه ديون ومظالم جهل اربابها وأيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصديق بقدرها من ماله الخاص به أو المتحصل من المظالم وإن استغرقت جميع ماله، هذا مذهب أصحابنا لا نعلم بينهم خلافا كذا في ”الدر“ مع الشامية (۳: ۴۹۸)۔

۴۱۸..... حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سات سو درہم پر ایک خادم خریدا (لیکن اس کا مالک رقم وصول کرنے سے پہلے غائب ہو گیا) تو اس کے مالک کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا تو ایک سال تک تشہیر کی تو بھی مالک کو نہ پایا تو مساکین کو اکٹھا کیا اور ان کو عطاء و بخشش شروع کی اور کہتے جاتے یا اللہ یہ اس رقم کے مالک کی طرف سے ہے اور اگر وہ صدقہ سے انکار کرے تو یہ میری طرف سے ہے اور قیمت میرے ذمہ ہوگی۔ پھر فرمایا گمشدہ چیزوں کے معاملہ میں یونہی کیا جائے گا۔ اس روایت کو امام طحاوی نے شرح معانی لا بار (۲/ ۲۵۳) میں روایت کیا۔ اور اس کی سند حسن ہے راوی عامر بن شقیق کو امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔ اور تخلیل کے متعلق اس کی حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا اور بخاری نے حسن کہا۔ اور ابن خزيمة و ابن حبان و حاکم و غیر ہم رحمہم اللہ نے بھی اس کی حدیث صحیح قرار دی (تہذیب ۵/ ۶۹) اور اس روایت کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں ان الفاظ سے تخریج کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے چھ سو یا سات سو درہم پر باندی خریدی پھر اس کو ایک سال تک تلاش کے باوجود نہ پایا پھر اس باندی کو شدہ مقام پر نکال لائے اور اس کے عوض ایک ایک اور دو سو درہم کر کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا (اور کہا کہ) اگر مالک آیا تو اس کو اختیار دیں گے اگر اس نے ثواب کو اختیار کیا تو ثواب اس کیلئے ہوگا اور اگر اپنے ماں کو اختیار کیا تو مال کا ہوگا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بھی لقطہ سے متعلق ایسا ہی کیا کرو، اس روایت کی سند میں بھی عامر بن شقیق ہے (مجمع الزوائد ۴/ ۲۹۸ طبع دار الفکر اور ابن ابی شیبہ نے بھی ۵/ ۱۸۹ روایت کیا،



ورواه الطبرانی فی "الکبیر" بلفظ: اشترى عبد الله بن مسعود جارية من رجل بيسية مائة أو بيسعمائة درهم، فشدّه سنة لا يجده، ثم خرج بها إلى الشدة، فتصدق بها من درهم ودرهمين عن ربها، فإن جاء خيرة فإن اختار الأجر كان له، وإن اختار ماله كان له ماله، ثم قال ابن مسعود: هكذا فافعلوا باللقطة، وفيه عامر بن شقيق أيضاً (مجمع الزوائد ۴: ۱۶۸)، وعلقه البخاری فی "صحیحه"، ووصله سفیان بن عیینة فی جامعہ، وأخرجه سعید بن منصور عنه بسند له جيد (فتح الباری ۹: ۳۷۹)۔

وقد أمره ﷺ بأكلها، ثم أجاب بتضعيف الرواية، واضطرربها (۵: ۳۶۰)۔

## بَابُ إِنْ كَانَتِ اللَّقْطَةُ شَيْئًا لَا يَطْلُبُهَا صَاحِبُهَا جَارَ

### الْإِنْفَاعُ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَعْرِيفٍ

۴۴۱۹..... عن أنس رضي الله عنه قال: "مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا" رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۶۳)۔

ترجمہ) اور اس کو امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور اس کو سفیان بن عیینہ نے جامع میں موصولاً بیان کیا اور اس کو سعید بن منصور نے بھی سفیان سے عمدہ سند کے ساتھ تخریج کیا ہے (فتح الباری)

**فائدہ:-** ان سب روایات و آثار کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے کسی توضیح کی محتاج نہیں۔

## باب: اگر لقطہ ایسی چیز ہو جس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا

### (حقیر سی ہو) تو تشہیر کے بغیر بھی اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے

☆..... (۳۳۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ راستہ پر پڑی ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے فرمایا اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ شاید صدقہ کی ہو تو (بھوک کی وجہ سے) میں اس کو کھا لیتا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے (۱/۳۲۸) روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس کھجور کو صدقہ کی کھجور ہونے کے احتمال کی وجہ سے آپ ﷺ نے نہ اٹھایا نہ کھایا اگر یہ احتمال نہ ہوتا تو آپ ﷺ اٹھا کر کھا لیتے اس سے ثابت ہوا کہ معمولی گری پڑی چیز کیلئے تشہیر کی ضرورت نہیں اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ پھر یہ مسئلہ کہ ایسی معمولی چیز مالک کی ملک سے نکل جاتی ہے یا ملک میں باقی رہتی ہے؟ تو صاحب ہدایہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ باقی رہتی ہے اس لئے اگر مالک اٹھانے والے کے ہاتھ میں پالے تو لے سکتا ہے (اگرچہ اٹھانے والے کیلئے مباح ہو جاتی ہے مگر مباح ہونے سے اٹھانے والے کا مالک بننا لازم

۴۴۲۰..... عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا وَجَدَتْ ثَمْرَةَ فَأَكَلَتْهَا، وَقَالَتْ: لَا يُحِبُّ اللَّهُ  
الْفَسَادَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَسَكَتَ عَنْهُ الْحَافِظُ فِي "الْفَتْحِ" (۶۳: ۵)۔

۴۴۲۱..... وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: قَالَ لِي أَبُو الدَّرْدَاءِ: لَا تَسْأَلُنِي أَحَدًا شَيْئًا  
قُلْتُ: إِنْ اخْتَجْتُ؟ قَالَ: تَتَّبِعِي الْحَصَادِينَ، فَاَنْظُرِي مَا يَسْقُطُ مِنْهُمْ فَخُذِيهِ، فَاخْبِطِيهِ ثُمَّ أَطْعِمِيهِ ثُمَّ  
أَغْضِيهِ ثُمَّ كُلِيهِ، وَلَا تَسْأَلُنِي أَحَدًا شَيْئًا، وَلَمْ يَعْلَمْ الْبَيْهَقِيُّ، وَلَا ابْنُ التَّرْكَمَانِيِّ بِشَيْءٍ، وَرَجَّاهُ ثَقَاتٌ۔

### بَابُ إِذَا وَجَدَ الْحَطَبُ فِي الْمَاءِ لَا بَأْسَ بِأَخْذِهِ مِنْ غَيْرِ تَعْرِيفٍ

۴۴۲۲..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ  
وَسَاقَ الْحَدِيثِ، فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشْبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا۔ فَلَمَّا  
نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (فَتْحُ الْبَارِي ۵: ۶۲)۔

نہیں ہو جاتا) ہاں شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ گری پڑی چیز متفرق ہو اور اٹھانے والا اس کو اکٹھا کرے تو اکٹھا کرنے کی محنت کی  
وجہ سے وہ مالک بن جائے گا صدر الشہید بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جس کی تائید سنن بیہقی (۱۹۶/۶) میں مذکور حضرت ابو داؤد اور امام  
ادزاعی رحمہما کے قول سے ہوتی ہے۔

☆..... (۴۳۲۰) ام المؤمنین حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک کھجور پائی اور اس کو کھالیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں  
فرماتے (یہ کھجور خراب ہو جائے گی اور میرے اٹھا کر کھالینے سے خراب ہونے سے بچ جائے گی) اس کو ابن ابی شیبہ نے (۱۹۲/۵) روایت  
کیا اور حافظ ابن حجر رحمہما نے اس پر سکوت کیا تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے (فتح الباری ۵/۲۸۳)

☆..... (۴۳۲۱) امام بیہقی نے ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگا کر میں نے پوچھا  
کہ اگر مجھے ضرورت ہو تو بھی نہ مانگوں؟ فرمایا لکڑیاں کاٹنے اٹھانے والوں کے پیچھے رہا کہ جو ان سے گر جایا کرے وہ لے لیا کر اور روندنا کر  
پھر آٹا پیس کر گوئدہ کر (روٹی پکا کر) کھالیا کر اور کسی سے کچھ نہ مانگا کر۔ اس روایت پر نہ بیہقی نے کلام کیا نہ ابن الترمذی نے اور اس کے  
راوی ثقہ ہیں (سنن الکبریٰ ۱۹۶/۶)

**فائدہ:-** ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ معمولی سی گری پڑی چیز کے مالک کے تلاش کی ضرورت نہیں اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

### باب: پانی میں لکڑی ملے تو اس کو لینے میں حرج نہیں اور تشہیر کی بھی ضرورت نہیں

☆..... (۴۳۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا (اس نے ایک شخص سے  
قرض لیا تھا قرض خواہ و مقروض کے درمیان دریا پڑتا تھا ادائیگی کی مدت ہونے پر مقروض دریا کے کنارے پہنچا) قرض خواہ دیکھتا رہا کہ شاید

## بَابُ يَجُوزُ الْإِلْتِقَاطُ فِي الْبَقْرِ وَالْبَعِيرِ إِذَا خَافَ عَلَيْهَا الضِّيَاعَ

..... ۴۲۳..... أخبرنا مالك أخبرنا ابن شهاب الزهري أَنَّ ضَوَّالَ الْإِبِلِ كَانَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِبِلًا مُرْسَلَةً تُتَابِعُ لَا يَمْسُهَا أَحَدٌ، حَتَّى إِذَا كَانَ زَمَنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَمَرَ بِمَعْرِفَتِهَا وَتَعْرِينِهَا ثُمَّ تَبَاعُ، فَإِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا أُعْطِيَ ثَمَنُهَا. أخرجه محمد في "الموطأ" (ص: ۳۶۳)، وسنده صحيح مع إرساله، وهو كذلك في "موطأ يحيى بن يحيى" (ص: ۳۱۷)، ومراسيل مالك صحاح عند القوم، كما ذكرناه في المقدمة.

کوئی سواری پالے جو اس قرض خواہ کا مال لے آئے (لیکن نہ آئی کیونکہ مقروض کو کوئی کشتی نہ ملی) تو قرض خواہ کو ایک لکڑی ملی وہ اس نے گھر کی ضرورت کیلئے بطور ایندھن لی جب اس کو توڑا تو اپنا مال اور رقبہ پایا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (۳۰۶، ۳۲۸/۱) **فائدہ:-** معلوم ہوا کہ پانی میں لکڑی ملے تو اس کو لینا جائز ہے ہاں قیمتی اور زیادہ ہوں تو تشبیہ ضروری ہے۔

## باب: گمشدہ بیل اور اونٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو پکڑ لینا جائز ہے

☆..... (۴۴۲۳) امام مالک ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گمشدہ اونٹ آزاد چھوڑے ہوئے اونٹ ہوتے خود ہی بچے بچتے رہتے کوئی ان کو ہاتھ نہ لگا تا تھا حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کا دور ہوا تو انہوں نے ایسے اونٹوں کے متعلق اعلان و تشبیہ کر کے (مالک نہ ملنے کی صورت میں) پھر بیچ ڈالنے کا حکم فرمایا اور یہ کہ پھر جب مالک آجائے تو اونٹ کی قیمت اس کو دے دی جائے۔ اس حدیث کو امام محمدؒ نے موطا (ص ۳۶۵) میں تخریج کیا ہے اور مرسل ہونے کے باوجود اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاریؒ بن یحییٰ کے موطا (ص ۶۲۸) میں بھی یہ روایت اسی طرح ہی ہے اور محدثین کے نزدیک امام مالکؒ کی مراسیل صحیح ہیں۔

**فائدہ:-** حضرت زید بن خالد جہنیؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے گمشدہ اونٹ کے پکڑنے سے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اس کے ساتھ اس کا کھانا پینا (پیٹ میں ذخیرہ کی صورت میں) موجود ہے وہ پانی پیتا اور چارہ کھاتا رہے گا اس کو پکڑ لینے کی ضرورت نہیں اس کو رہنے دو یہاں تک کہ خود اس کا مالک اس کو آ پکڑے۔ یہ حکم اس وقت تھا جب اہل صلاح اور نیک لوگوں کا زمانہ تھا مگر ہمارے زمانہ میں کسی خان سے اطمینان نہیں (گھروں میں کھڑے جانور تک کھول لے جاتے ہیں تو گمشدہ کو بطریق اولیٰ مال غنیمت سمجھیں گے) اس لئے اُس کو پکڑ لینا (تاکہ مالک آئے تو وصول کر لے) اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی فرمان سے معلوم ہوا امام مالک و شافعی و احمدؒ کے نزدیک اونٹ کے ضیاع کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے نہ پکڑنا چاہیے۔ احناف اس کو اہل صلاح کے دور سے خاص سمجھتے ہیں۔

..... ۴۲۴ ..... أخبرنا مالك أخبرنا يحيى بن سعيد أنه قال: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ ضَحَّالٍ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ وَجَدَ بَعِيرًا بِالْحَرَّةِ فَعَرَفَهُ، ثُمَّ ذَكَرَ ذَلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعَرِّفَهُ، فَقَالَ ثَابِتٌ لِعُمَرَ: قَدْ شَغَلَنِي عَنْهُ ضَيْعَتِي فَقَالَ عُمَرُ: أَرْسِلْهُ حَيْثُ وَجَدْتَهُ. أَخْرَجَهُ مُحَمَّدٌ فِي "الْمَوْطَأِ" أَيْضاً (ص: ۳۶۳)، وَهُوَ كَذَلِكَ فِي "مَوْطَأِ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى" (ص: ۳۱۷) إِلَّا أَنَّهُ زَادَ: ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

## بَابُ لَا يَجِبُ عَلَى الْمُلتَقِطِ دَفْعُ اللَّقْطَةِ إِلَى مَنْ يُصِفُهَا حَتَّى يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ، وَيَجُوزُ إِذَا شَهِدَ قَلْبُهُ بِصِدْقِ الْوَاصِفِ

..... ۴۲۵ ..... عن زيد بن خالد الجهني رضى الله عنه أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللَّقْطَةِ، قَالَ: عَرَفْتُهَا سَنَةً ثُمَّ أُغْرِفُ وَكَأَنَهَا وَعِفَافُهَا، ثُمَّ أَسْتَنْفِقُ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَذْهَبُ إِلَيْهِ. الْحَدِيثُ، رَوَاهُ الْأَثَمَةُ السَّيْتَةُ فِي كِتَابِهِمْ (زَيْلَعِي ۲: ۱۶۳)، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

☆..... (۴۲۴) حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے خرّہ مقام میں ایک اونٹ پایا اس کی تشہیر کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا انہوں نے بھی تشہیر کا حکم فرمایا تو حضرت ثابت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے ساز و سامان نے مجھے اس سے مصروف کر رکھا ہے (میں تشہیر وغیرہ کیلئے اب فارغ نہیں ہوں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا جہاں سے ملا ہے وہیں اس کو چھوڑ دو، اس حدیث کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا (ص ۳۶۵) میں روایت کیا اور یحییٰ بن یحییٰ کے موطا (ص ۳۲۷، ۲۳۸) میں بھی اسی طرح ہے البتہ اس میں تین مرتبہ عرض کرنے کا ذکر ہے۔

**فائدہ:-** امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گندہ اونٹ کو اگر لے لے والا آدمی وہیں چھوڑ آئے جہاں سے لیا تو وہ اس کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا اور اس پر رمضان نہیں ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دینے کا حکم اسی کی تائید کرتا ہے۔

**باب: لقطہ کے متعلق کوئی شخص آ کر صرف اس کی صفت بیان کر کے اٹھانے والیسی لینا چاہے تو اٹھانے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ شخص جب تک گواہ پیش نہ کرے اس کو لقطہ حوالے نہ کرے، ہاں اگر اس کا دل دعویٰ دار کی تصدیق کرتا ہو تو اس کیلئے دے دینا بھی جائز ہے**

☆..... (۴۲۵) حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقطہ کے بارے میں مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا ایک سال تک اس کی تشہیر کرو پھر اس کے بندھن اور برتن کی پہچان رکھو پھر اس کو خرّج میں لاؤ، پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کے



۴۴۲۶..... عن ابن عباس قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَدَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَائَهُمْ، لَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعَى وَالْيَمِينَ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ" رواه البيهقي، والحديث في الصحيحين بلفظ: لكن اليمين على المدعى عليه، وفي حديث الأشعث بن قيس في الصحيحين: شاهدك أو يمينه- أخرجاه عن ابن أبي مليكة عن ابن عباس اه (زيلعي ۲: ۲۱۶)، وجعله المحقق في "الفتح" (۵: ۳۵۶) حديثاً مشهوراً-

### بَابُ لُقْطَةِ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَاءٍ

حوالے کرو، اس حدیث کو صحاح ستہ والوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے (زیلعی ۲/۱۶۳) اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ (بخاری ۱/۳۲۹ مسلم ۸/۷۸ ترمذی ۱/۱۶۵ ابن ماجہ ۱۸۰ ابوداؤد ۲۳۶ طحاوی ۲/۲۵۱)  
**فائدہ:-** اس حدیث میں آپ ﷺ نے مالک کو دے دینے کا حکم فرمایا اور کوئی دعویٰ اور بھی محض دعویٰ کرنے سے مالک نہیں کہلا سکتا اور چونکہ اکثر قضایا میں وصف بیان کرنے سے دعویٰ صحیح بنتا ہے اس لئے لفظ کے باب میں بھی وصف بیان کرنے سے دعویٰ صحیح ہوگا لیکن محض وصف کا بیان ملک ثابت کرنے کا سبب نہیں بنتا اس لئے دعویٰ کی صحت کا پہلو لیکر اٹھانے والے کیلئے دے دینے کی گنجائش ہے۔ لیکن وصف کا بیان ثبوت ملک کیلئے نا کافی ہونے کا پہلو پس تو اس لحاظ سے اٹھانے والے کیلئے درست ہے کہ جب تک گواہ نہ پیش ہوں حوالے نہ کرے، امام ابو حنیفہ و شافعی رحمہما علیہما کا مسلک یہ ہے کہ وصف کے بیان سے اگر اٹھانے والے کا دل سچا مانے تو دے سکتا ہے مگر جب تک گواہ نہ پیش ہوں اٹھانے والے کو حوالے کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

☆..... (۳۳۲۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ پر چیزیں مل جایا کریں تو لوگ دوسرے لوگوں کے مالوں اور خونوں تک کے دعوے کر دیں گے لیکن (اصول ہے کہ) دعویٰ پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے (۲۵۲/۱۰) روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم کے لفظ ہیں کہ قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے اور صحیحین میں اشعث بن قیس کی حدیث میں لفظ ہیں یا دو گواہ ہوں یا قسم ہو اس کو بخاری و مسلم نے ابن ابی ملیکہ کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کیا ہے (زیلعی ۲/۲۱۶) اور محقق ابن الہمام نے فتح القدیر (۶/۳۵۶) میں اس کو حدیث مشہور قرار دیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے درج کرنے سے بھی مولف کا مقصد یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے لفظ اٹھانے والے پر جبر نہیں کیا جاسکتا کہ محض وصف بیان کرنے سے دعویٰ رد کر دے دیں ہاں گواہوں کے پیش ہونے کے بعد اس پر لازم ہوگا کہ لفظ چیز دعویٰ دار کے حوالے کرے کیونکہ گواہ جیتے ملزمہ ہے اور محض وصف کا بیان حجت ملزم نہیں۔

### باب: حرم اور غیر حرم کا لفظ حکم میں برابر ہے

۴۲۷.....

حدثنا إبراهيم بن مرزوق أنا وهب بن جرير ثنا شعبة عن يزيد الرشك عن معاذة العدوية أن امرأة سألت عائشة فقالت: إِنِّي أَصَبْتُ ضَالَّةً فِي الْحَرَمِ، وَإِنِّي عَرَفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يَغْرِفُهَا، فَقَالَتْ لَهَا غَائِشَةُ: اسْتَنْفَعِي بِهَا۔ أخرجه الطحاوی (۲: ۲۷۷)، ورجاله رجال الجماعة غیر شیخ الطحاوی، فمن رجال النسائی ثقة، وقد مر توثيقه فی الكتاب غیر مرة۔

## ﴿کتاب الباقی﴾

**بَاب مَنْ رَدَّ الْأَبْقَى إِلَى مَوْلَاهُ مِنْ مَسِيرَةِ السَّفَرِ فَصَاعِدًا فَلَهُ عَلَيْهِ جُعْلُهُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَإِنْ رَدَّهُ لِأَقَلِّ مِنْهَا فَبِحَسَابِهِ**

☆..... (۳۲۷) امام طحاوی اپنی سند سے معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے حرم میں گمشدہ چیز ملی ہے اور میں نے اس کی تشہیر کی لیکن اس کو جاننے والا مالک کوئی نہیں ملا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اُس سے نفع اٹھانے۔ (طحاوی ۲/ ۲۷۷) امام طحاوی کے استاذ کے سوا باقی راوی صحاح ستہ کے ہیں اور امام طحاوی کے شیخ نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (جس طرح حرم کے علاوہ کسی جگہ گری پڑی چیز ملے تو اس کی تشہیر کی مدت گزرنے کے بعد اٹھانے والے شخص کیلئے اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے اسی طرح) حرم کی حدود میں ملنے والے لفظ سے بھی مدت تشہیر گزرنے کے بعد نفع اٹھانا جائز ہے امام موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کا ظاہر کلام بھی یہی بتاتا ہے کہ دونوں قسم کے لفظوں میں ایک حکم ہے امام مالک والی بوضیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حرم کے لفظ کی ہر حال میں حفاظت ضروری ہے جب تک مالک نہ ملے تشہیر ہی کرتا رہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں روایتیں ہیں امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت کی دلیل بخاری مسلم کی یہ حدیث ہے کہ ارشاد نبوی ہے کہ مکہ مکرمہ میں گری ہوئی چیز حلال نہیں مگر مُنْشِد ہی کیلئے لیکن یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ مُنْشِد سے مراد اس کی تشہیر کرنے والا یعنی اٹھانے والا بھی ہو سکتا ہے کہ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ مُنْشِد مُنْزَف یعنی تشہیر کرنے والے کو اناشد تلاش کرنے والے یعنی مالک کو کہتے ہیں۔ ہمارے مسلک کی تائید بعض صحابہ کرام سے منقول ہے اور صحابہ کے دور میں اُس کے خلاف منقول نہیں تو یہ اجتماعی مسئلہ کی طرح ہوا۔

## ﴿کتاب غلام کے بھاگنے کے احکام﴾

**باب: جو شخص بھگوڑے غلام کو اس کے مالک کے پاس سفر شرعی کی یا اس سے زیادہ کی مسافت سے واپس لائے تو مالک کے ذمہ چالیس درہم اس کی اجرت ہے اور اگر سفر شرعی کی مسافت سے کم**

**مسافت سے لائے تو اس مسافت کے حساب سے اجرت لازم ہے**

..... ۴۴۲۸ أخبرنا سفيان الثوري عن أبي رباح عبد الله بن رباح عن أبي عمر و الشيباني قال: أَصَبْتُ غُلْمَانًا إِبَاقًا بِالْعَيْنِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ: الْآخِرُ وَالْغَنِيمَةُ، قُلْتُ: هَذَا الْآخِرُ، فَمَا الْغَنِيمَةُ؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا مِنْ كُلِّ رَأْسٍ، رواه عبد الرزاق في "مصنفه"، ومن طريق عبد الرزاق، رواه الطبراني في معجمه" ورواه البيهقي في "سننه" وقال: هو أمثل ما في الباب (زيلعي ۲: ۱۶۵)۔

﴿وفی "البيهقي" بالعين وفي مصنف ابن أبي شيبة: بعين التمر كما في "الجوهر النقي" (۲۰۰: ۶) وعين التمر موضع معروف۔﴾

وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد": فيه أبو رباح لم أعرفه، وبقيه رجاله رجال الصحيح اه قلت: قد روى عنه سفيان الثوري وأبو حنيفة الإمام الأعظم۔ كما في "الآثار" (ص: ۱۲۲) لمحمد و "جامع مسانيد الإمام" (۲: ۷۵)۔ ومثله لا يكون غير معروف، وقال الخلال: حديث ابن مسعود أصح إسناداً، كذا في "المغني" لابن قدامة، (۶: ۳۵۶)، ومن صحح الإسناد فقد عرف، وهو مقدم

☆..... (۳۳۲۸) حضرت ابو عمرو شيباني رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے مقام مین میں بھگورے غلام ملے (میں مالک کے پاس واپس لایا) تو میں نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا ثواب بھی ہے اور مال غنیمت بھی ہے۔ میں نے عرض کیا ثواب تو ٹھیک ہوا، مال غنیمت کیا ہے؟ فرمایا ہر (غلام کے) سر کے عوض چالیس درہم (تجھے دیئے جائیں) اس روایت کو امام عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور عبد الرزاق کی سند سے طبرانی نے معجم میں روایت کیا اور بیہقی رحمہ اللہ نے بھی سنن (۶: ۲۰۰) میں روایت کر کے فرمایا یہ اس بارے میں سب سے عمدہ روایت ہے (زیلعی ۲/ ۱۶۵) اور امام مٹھی رحمہ اللہ نے مجمع الذوائد (۳/ ۳۰۴) میں فرمایا کہ اس میں راوی ابو رباح کو میں نہیں جانتا۔ باقی راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں کہ ابو رباح سے حضرت سفيان ثوري و امام ابو حنيفه رحمہما اللہ روایت لیتے ہیں جیسا کہ کتاب الآثار (۱۲۲) اور جامع مسانيد الامام (۲/ ۷۵) میں ہے اور ایسا راوی (جس سے دو آدمی اور وہ بھی بڑے امام روایت کریں) مجہول نہیں ہوتا اور امام خلال کہتے ہیں کہ ابن مسعود رحمہ اللہ کی حدیث سند کے اعتبار سے اصح ہے جیسا کہ مفتی لابن قدامہ میں ہے (۶/ ۳۵۶) جو سند کو صحیح قرار دے رہے ہیں وہ راوی کو جانتے ہیں اور جاننے والا نہ جاننے والے پر مقدم ہے۔

**فائدہ:-** حدیث کی اس پردالت واضح ہے کہ لانے والے کیلئے چالیس درہم ہیں صاحب ہدایہ نے فرمایا یہ اتھمنا ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مالک نے خود لانے والے کیلئے اجرت کی شرط لگائی ہو تو لانے والے کو اجرت ملے یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ لانے والے کا احسان ہے۔ لیکن اتھمان کیلئے ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ لانے والے کو اجرت دی جائے البتہ کتنی دی جائے؟ اس میں

علی من لم يعرف-

۴۲۹..... أخبرنا أبو حنيفة عن سعيد بن المرزبان عن أبي عمرو أو ابن عمر شك محمد عن عبد الله بن مسعود أنه جعل جعلَ ألبقِ إذا أصابه خارجاً من المِصرِ أربعينَ درهماً، رواه محمد في "الآثار" (ص ۱۲۶)، وسنده حسن-

(ولعل الصحيح أبو عمرو فإن سفیان رواه عن أبي رباح عن أبي عمرو الشیبانی كما تقدم، فتابع سعيد بن المرزبان أبا رباح، وهو متابع جيد)

۴۳۰..... حدثنا محمد بن يزيد عن أيوب أبي العلاء عن قتادة وأبي هاشم أن عُمَرَ قَضَى فِي جُعَلِ أَلْبَقِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، رواه ابن أبي شيبه (زيلعي ۱۶۵:۲)۔ قلت: مرسل صحيح رجاله ثقات، أما محمد بن يزيد فهو أبو سعيد الواسطي الكلاعي، وثقه أحمد وابن معين وابوداؤد والنسائي، وأيوب أبو العلاء هو القصاب الواسطي وثقه أحمد والنسائي وابن سعد، وأبو هاشم هو الرماني الواسطي من رجال الجماعة، وثقه أحمد وابن معين وأبو زرعة والنسائي، كذا في "التهذيب" (۹: ۵۲۸ و ۱: ۴۱۱ و ۱۲: ۲۶۱)۔

اختلاف ہے بعض سے چالیس درہم اور بعض سے اس سے کم مروی ہے۔ اس لئے دونوں طرح کے قول سامنے رکھ کر مسافت شرعی کے بقدر میں ہم نے چالیس درہم ٹھہرائے اور اس سے کم مسافت میں چالیس درہم سے کم دے جائیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتنی روایت اسی کی مؤید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی چالیس درہم کا قول مروی ہے جس کی سند حسن ہے (فتح القدیر)

☆..... (۳۲۹) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سعید بن مرزبان سے وہ ابو عمرو (اور یہی صحیح ہے، مترجم) یا ابن عمر سے (امام محمد کو شک ہے) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھگوڑ غلام شہر سے باہر چلا گیا ہو۔ اس کو لانے والے کیلئے چالیس درہم مقرر کئے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاغاری میں (ص ۱۲۶) روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** ہمارے علماء احناف کے نزدیک شہر سے باہر سے مراد مسافت شرعی ہے امام محمد اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے۔

☆..... (۳۳۰) قتادہ و ابو ہاشم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کے لانے کی اجرت چالیس درہم ٹھہرائی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (۲۲۶/۵) یہ روایت مرسل صحیح ہے راوی ثقہ ہیں۔ محمد بن یزید ابو سعید واسطی کلاعی کو امام احمد وابن معین وابوداؤد و نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابویوب ابوالولاء قصاب واسطی کو امام احمد و نسائی وابن سعد نے ثقہ کہا ہے اور ابو ہاشم رمانی واسطی جماعت کے راویوں میں سے ہے۔ امام احمد وابن معین وابوزرعہ و نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب ۹: ۵۲۸/۱، ۳۱۱/۱۲: ۲۶۱)



- ..... ۴۴۳۱ حدَّثَنَا وَكَيْعٌ ثَنَا سَفِيَّانٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: أُعْطِيتُ الْجُعْلَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا۔ رواه ابن أبي شيبة أيضا (زيلعي ۲: ۱۶۵)، وسنده صحيح۔
- ..... ۴۴۳۲ حدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَجَّاجٍ (هُوَ ابْنُ أَرْطَاةَ) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّ عُمَرَ جَعَلَ فِي جُعْلِ الْآبِقِ دِينَارًا، أَوْ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا، رواه ابن أبي شيبة (زيلعي ۲: ۱۶۵)، وسنده حسن۔
- ..... ۴۴۳۳ حدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ حَصِينٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ جَعَلَ فِي جُعْلِ الْآبِقِ دِينَارًا أَوْ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا۔ رواه ابن أبي شيبة أيضا (زيلعي ۲: ۱۶۵)، وسنده حسن۔
- ..... ۴۴۳۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى فِي الْعَبْدِ الْآبِقِ يُؤْخَذُ خَارِجَ الْحَرَمِ بِدِينَارٍ، أَوْ عَشْرَةَ دَرَاهِمٍ، أَخْرَجَهُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي "مُصَنَّفِيهِمَا"، وَهُوَ مَرْسَلٌ مَرْفُوعٌ (زيلعي ۲: ۱۶۵)۔

☆..... (۴۴۳۱) امام وکیع روایت سفیان ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مجھے (بھگوڑے غلام واپس لانے پر) چالیس درہم اجرت ملی تھی اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زيلعي ۲/۱۶۵) اور اس کی سند صحیح ہے۔

☆..... (۴۴۳۲) عمرو بن شعیب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کی اجرت ایک دینار یا پارہ درہم مقرر کئے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چالیس درہم مقرر کرنے کی روایت گزری اور یہ روایت پارہ درہم یا دینار کی ہے دونوں روایتوں میں تعارض کامل اور پُر ذہن کو چکا کہ مسافت شرعی سے کم مسافت سے غلام لایا جائے تو اجرت چالیس درہم سے کم ہوگی اور مسافت شرعی کی مقدار سے لایا جائے تو چالیس درہم اجرت ہوگی تو پہلی روایت مسافت شرعی پر محمول ہے اور یہ روایت مسافت شرعی سے کم پر محمول ہے درج ذیل روایات کے بارے میں بھی یہی سمجھیں۔

☆..... (۴۴۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حارث روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بھگوڑے غلام کے لانے کی اجرت ایک دینار یا پارہ درہم مقرر کی۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

☆..... (۴۴۳۴) عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس بھگوڑے غلام کے لانے میں جو حرم کے باہر سے لایا جائے ایک دینار یا دس درہم کا حکم کیا۔ اس روایت کو امام عبدالرزاق نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ترجیح کیا ہے اور یہ مرفوع مرسل ہے

۴۱۳۵..... محمد قال: أخبرنا قيس بن الربيع عن ابن جريج عن ابن مليكة قال: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جُعْلَ الْآبِقِ إِذَا وُجِدَ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ دِينَارًا (كتاب الحجج)، وسنده مرسل۔

### ﴿كِتَابُ الْمَفْقُودِ﴾

#### بَابُ امْرَأَةِ الْمَفْقُودِ امْرَأَتُهُ حَتَّى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ

۴۱۳۶..... عن سوار بن مصعب نا محمد بن شرحبيل الهمداني عن المغيرة بن شعبه قال قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةُ الْمَفْقُودِ امْرَأَتُهُ حَتَّى يَأْتِيَهَا الْخَبَرُ۔ رواد الدار قطنی (۲: ۴۲۱) وسكت (ربيعی ۲/ ۱۶۵)۔

☆..... (۳۳۳۵) امام محمد رحمہ اللہ قیس بن ربیع عن ابن جریج عن ابن ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بھگورے غلام میں جو حرم سے باہر پکڑا جائے ایک دینار اجرت مقرر کی (کتاب الحج) اس کی سند مرسل ہے۔

**فائدہ:-** جو شخص بھگورے غلام کو پائے اس کیلئے جائز ہے کہ اس کو پکڑ لے امام مالک و امام شافعی اور احناف (کثر اللہ سوادھم) کا یہی مذہب ہے اور اس بارے میں اختلاف منقول نہیں لیکن پکڑنے والے کے پاس وہ غلام بطور امانت ہوگا اگر اُس کی کوتاہی کے بغیر تلف ہوگی تو اُس پر ضمان نہ ہوگی کیونکہ امام بیہقی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بھگورے غلام کو پائے پھر وہ غلام اُس سے بھاگ جائے تو ضامن نہیں ہوگا اور جب مالک مل جائے اور گواہ قائم کر دے اور غلام اقرار کرے کہ یہ میرا آقا ہے۔ تو مالک کے حوالے کر دے، اور اگر مالک بالکل نہ ملے تو حاکم یا اس کے نائب کے حوالے کرے وہ مالک کیلئے اس کی حفاظت کریں گے یا مصلحت ہو تو بیچ دیں گے۔ پکڑنے والا نہ بیچ سکتا ہے نہ مالک بن سکتا ہے اگر بیچا تو بیع فاسد ہوگی۔

### ﴿کتاب: مفقود یعنی غائب خاوند کے احکام میں﴾

#### باب: مفقود کی بیوی اس کی زوجہ ہی ہے جب تک صاف بیان نہ آجائے

☆..... (۳۳۳۶) سوار بن مصعب نا محمد بن شرحبیل ہمدانی سے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مفقود کی بیوی اسی کی زوجہ ہے یہاں تک کہ عورت کے پاس خاوند کی خبر آجائے۔ اس حدیث کو امام دارقطنی نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا (۳/ ۳۷۱)۔ اور ابن ابی حاتم کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ منکر ہے اور محمد بن شرحبیل متروک الحدیث ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منکر اور باطل قسم کی روایات نقل کرتا ہے اور عبدالحق نے بھی محمد بن شرحبیل کی وجہ سے اس کو معلول ٹھہرایا اور فرمایا کہ محمد متروک ہے اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ راوی سوار بن مصعب متروک روایت میں محمد بن شرحبیل سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ اور سوار سے کم درجہ صالح بن مالک ہے جو غیر معروف ہے اور اس سے

عنه، وقال ابن أبي حاتم في كتاب العلل: سألت أبي عن هذا الحديث فقال: منكر، و محمد بن شريحيل متروك الحديث، يروى عن المغيرة بن شعبه مناكير وأباطيل انتهى، وأعله أيضا عبد الحق بمحمد بن شريحيل، وقال: إنه متروك، وقال ابن القطان في كتابه: وسوار ابن مصعب أشهر في المتروكين منه ودونه صالح بن مالك ولا يعرف دونه محمد بن الفضل ولا يعرف حاله انتهى (التعليق المغني ۲: ۴۲۱) قلت: فالحديث ضعيف، كما قاله الزيلعي في "نخب الراية" (۱۶۶: ۲)، وله شاهد من قول علي وابن مسعود، كما سيأتي۔

کم درجہ محمد بن فضل ہے جس کا حال معلوم نہیں (العلیق المغنی ۳/۳۷۱ طبع نشر الملتان) تو یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ زبانی نے نسب الراية (۱۶۶/۲) میں فرمایا ہے لیکن حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول اس کا شاہد ہے جیسا کہ آ رہا ہے۔

**فائدہ:-** مفقود اس غائب شخص کو کہتے ہیں جس کی موت و زندگی کا کچھ علم نہ ہوا ایسے شخص کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کی بیوی چار سال تک اس کا انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ صحیح ثابت ہے کہ وہ عورت تب تک دوسرے شخص سے شادی نہ کرے جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو جائے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشہور طریقے سے ثابت ہے تو اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا اور معاملہ رائج مروج کا ہے اور ضعیف حدیث سے ایک جانب کو ترجیح دی جاسکتی ہے اگرچہ اس سے ثبوت اصل کا کام نہیں لیا جاسکتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان رائج ہے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بھی فرمان علی رضی اللہ عنہ کے موافق ہے وہ دوسرا مروج ٹھہرے گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کتاب النکاح میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع بھی منقول ہے اور قرآن و سنت سے بھی یہ زیادہ مناسب رکھتا ہے کیونکہ قرآن و سنت سے یہ اصل ثابت ہے کہ کسی شخص کے غائب ہونے سے نہ اس کا نکاح فتح ہو جاتا ہے اور نہ طلاق یا موت کے ثبوت کے بغیر عدت واجب ہو سکتی ہے اور نہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے (بغیر امر کے) طلاق دے سکتا ہے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص صفت قتال میں غائب ہو جائے تو اس کی زوجہ ایک سال تک ٹھہرے گی اور صفت قتال کے علاوہ جگہ غائب ہو جائے تو چار سال انتظار کرے گی امام مالک رحمہ اللہ نے اسی کو لیا وہ فرماتے ہیں کہ دوران جنگ غائب ہو تو اگر جنگ دار الاسلام میں ہو تو ایک سال اور دار الکفر میں ہو تو چار سال انتظار کرے اور جنگ کے علاوہ غائب ہو تو جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو انتظار کرے۔ اور امام زمیری اور حضرت عمر و عثمان اور ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے ان سب حضرات رضی اللہ عنہم سے چار سال منقول ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے احناف اور امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول یہ ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے گی جتنی اس شخص کی زندگی ظن غالب میں ہو سکتی ہے ہدایہ میں اس شخص کے ہم عمروں

۴۴۳۷..... عن المنهال بن عمرو عن عباد بن عبد الله عن عليٍّ أَنَّهُ قَالَ فِي امْرَأَةِ الْمُفْقُودِ  
أَنَّهَا لَا تَتَزَوَّجُ - رواه الشافعي من طريقه، وذكره في مكان آخر تعليقا، فقال: وَقَالَ عَلِيُّ فِي امْرَأَةِ  
الْمُفْقُودِ: امْرَأَةٌ ابْتُلِيَتْ فَلْتَضَيَّرْ، لَا تَنْكِحْ حَتَّى يَأْتِيَهَا يَقِينُ مَوْتُهُ، وقال البيهقي: هو عن علي مشهور  
، وروى عنه من وجه ضعيف ما يخالفه، وهو منقطع (التلخيص الجبير ۲: ۳۲۹)۔

۴۴۳۸..... أخبرنا محمد بن سببانه العزري عن الحكم بن عتيبة أن غلبيا قال في امْرَأَةِ  
الْمُفْقُودِ: هِيَ امْرَأَةٌ ابْتُلِيَتْ فَلْتَضَيَّرْ حَتَّى يَأْتِيَهَا مَوْتُ أَوْ طَلَاق رواه عبد الرزاق في مصنفه (زيلعي  
۱۶۶: ۲) والعزري ضعيف - وتابعه ابن أبي ليلى ومنصور بن المعتمر، كما سيأتي۔

۴۴۳۹..... أخبرنا معمر عن ابن أبي ليلى عن الحكم أن غلبيا قال فذكره سواء، رواه  
عبد الرزاق أيضا (زيلعي ۱۶۶: ۲)، وسنده حسن مرسل۔

کی موت تک کو ظاہر نہ فرمایا ہے جو بعض کے نزدیک نوے سال ہے لیکن محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے حدیث نبوی کے مطابق ستر سال بھی  
ہے۔ بعض نے کہا کہ قاضی کی رائے کے سپرد ہے، امام احمد کا مذہب احناف کے مسلک سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ امام احمد سے مروی ہے کہ  
جو شخص گھر سے غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو اس کی انتظار کی کوئی مدت مقرر نہیں ہاں جو دوران جنگ یا دریا وغیرہ میں غائب ہو جائے اس  
میں انتظار کی مدت چار سال مقرر ہوگی۔ (العلیق المغنی ۳/۳۷۲، مترجم)

☆..... (۴۴۳۷) عباد بن عبد اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا کہ وہ کسی شخص سے شادی نہ  
کرے۔ اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا۔ ایک اور جگہ تعليقا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مفقود کی بیوی سے  
متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ایسی عورت ہے جو آزمائش میں پڑ گئی۔ لہذا صبر کرے اور نکاح نہ کرے یہاں تک کہ اس کو خاوند کی موت کا یقین  
آجائے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے، ہاں ضعیف سند سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اور وہ سند منقطع  
ہے۔ (التلخیص الجبير ۲/۳۲۹)

☆..... (۴۴۳۸) حکم بن عتیبة سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا وہ آزمائش میں ڈالی ہوئی عورت ہے  
پس صبر کرے یہاں تک کہ موت کی خبر آجائے یا طلاق ہو۔ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ (زيلعي ۱۶۶/۲) اس کا راوی محمد  
بن عبید اللہ عزری ضعیف ہے اور ابن ابی لیلیٰ ومنصور بن معتمر اس کے متابع ہیں۔

☆..... (۴۴۳۹) معمر بن ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حکم سے روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا، اس کو  
عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ (زيلعي ۱۶۶/۲) اس کی سند حسن مرسل ہے۔



- ۴۴۴۰..... أخبرنا سفيان الثوري عن منصور بن المعتمر عن الحكم بن عتيبة عن علي قال: تَتَرَبَّصُ حَتَّى تَعْلَمَ أَحَى هُوَ أَمْ مَيِّتٌ - رواه عبد الرزاق أيضا (زيلعي ۲: ۱۶۶)، قلت: مرسل صحيح -
- ۴۴۴۱..... أخبرنا ابن جريج قال: بَلَغَنِي أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَافَقَ عَلِيًّا عَلَى أَنَّهَا تَنْتَظِرُهُ أَبَدًا، رواه عبد الرزاق أيضا (زيلعي ۲: ۱۶۶)، وبلاغات مثل ابن جريج حجة -
- ۴۴۴۲..... أخرج ابن أبي شيبة في مسنده عن أبي قلابه و جابر بن زيد والشعبي والنخعي كلهم قالوا: لَيْسَ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ حَتَّى يَبَيِّنَ مَوْتَهُ (زيلعي ۲: ۱۶۶) -
- ۴۴۴۳..... عَنْ عَلِيٍّ إِذَا فَقَدْتَ الْمَرْأَةَ زَوْجَهَا لَمْ تَزَوَّجْ حَتَّى يَقْدَمَ أَوْ يَمُوتَ، أخرجه أبو عبيد في كتاب النكاح، ذكره الحافظ في "الفتح" (۹: ۳۸)، وهو حسن أو صحيح على أصله، وذكر ابن حزم في "المحلى" (۱۰: ۱۳۸) سنده : نا جرير عن منصور بن المعتمر عن الحكم بن عتيبة عن علي، وهو مرسل صحيح -

- ☆..... (۲۴۳۰) سفيان ثوري نے منصور بن معتمر سے انہوں نے حکم سے ہمیں روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مفقود کی زوجہ انتظار کرے حتیٰ کہ اس کو علم ہو جائے کہ خاوند زندہ ہے یا مردہ، اس کو بھی عبد الرزاق نے روایت کیا (زيلعي ۲/۱۶۶) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں یہ مرسل صحیح ہے۔
- ☆..... (۲۴۳۱) ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس پر اتفاق کیا کہ وہ عورت ہمیشہ اس کا انتظار کرے گی۔ اس کو بھی عبد الرزاق نے روایت کیا (زيلعي ۲/۱۶۶) ابن جریج جیسے کی بلاغات حجت ہیں۔
- ☆..... (۲۴۳۲) ابن ابی شیبہ نے مصنف (۳/۳۵۲) ابوقلابہ و جابر بن زید و ثعلبی و شعبی سے روایت کیا کہ ان حضرات نے فرمایا کہ وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی یہاں تک کہ خاوند کی موت واضح ہو جائے (زيلعي ۲/۱۶۶)۔
- ☆..... (۲۴۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کو غائب پائے تو نکاح نہ کرے۔ یہاں تک کہ خاوند واپس آجائے یا مر جائے۔ اس کو امام ابو عبید نے کتاب النکاح میں تخریج کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۲۲۳) اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے اصول کے مطابق حسن یا صحیح ہے اور اس کو ابن حزم نے محلی (۱۰/۱۳۸) میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند یوں ہے جرید، منصور بن المعتمر سے وہ حکم بن عتیبة سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے۔

۴۴۴..... وعن علی: لَوْ تَزَوَّجْتُ فَهِيَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ، دَخَلَ بِهَا الثَّانِي أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، أَخْرَجَهُ  
ابو عبیدہ ایضاً وسندہ حسن (فتح الباری ۹: ۳۸)، وفي "المحلی" (۱۰: ۱۳۸) من طریق أبی عبیدہ  
نا علی بن معبد عن عبد اللہ بن عمرو عن عبد الکرم الجزری عن سعید بن جبیر قال: قال علی  
فذكره، وهذا سند حسن۔

۴۴۵..... أخبرنا الحسن بن عمارۃ عن الحكم بن عتيبة عن مجاهد أنه قال: قَدْ رَجَعَ عُمَرُ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُ فِي النَّبِيِّ تَنْكِحَ فِي عِدَّتِهَا وَالْمَقْفُودُ رُؤُوسُهَا، وَفِي امْرَأَةٍ أَبِي كُنْتُ رَجَعَ إِلَى قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ، رواه محمد في الحجج له (ص: ۲۹۷) وهو مرسل حسن، ومراسيل مجاهد مقبولة، كما ذكرناه في  
المقدمة، والحسن بن عمارۃ وإن تكلم فيه بعضهم ولكن جرير ابن عبد الحميد فضله على محمد بن  
إسحاق، وقال عيسى بن يونس: شيخ صالح كما في "التهذيب" (۲: ۲۰۶)، واحتج به محمد بن  
الحسن الإمام، وهو وثيق له منه، وله شاهد، ذكره محمد في "المبسوط"، وسيأتي - (۲: ۲۰۶)۔

۴۴۶..... عن عبد الرحمن بن أبي ليلى رحمه الله أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَجَعَ عَنْ ثَلَاثِ

☆..... (۴۴۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مقفود کی بیوی نے شادی کی تو بھی (اس کے واپس آنے پر) وہ پہلے کی ہی بیوی ہوگی  
چاہے دوسرے نے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کو بھی ابو عبیدہ نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے (فتح الباری ۱۰: ۱۳۸) میں  
عبیدہ کی سند سے علی بن معبد عن عبد اللہ بن عمرو عن عبد الکرم الجزری عن سعید بن جبیر حضرت علی سے نقل ہے اور یہ سند حسن ہے۔

☆..... (۴۴۵) ہمیں حسن بن عمارہ نے حکم بن عتیبہ سے مجاہد کا قول بیان کیا کہ جس عورت کا خاوند مقفود ہو اور جو عدت میں دوسرے سے  
نکاح کرے اس عورت کے بارے میں ابو کنف کی عورت کے حکم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف  
رجوع کر لیا۔ اس روایت کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحج (ص ۲۹۷) میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل حسن ہے اور مجاہد کے مراسیل مقبول ہیں۔  
اور حسن بن عمارہ میں اگرچہ بعض نے کلام کیا ہے لیکن جرید بن عبد الحمید نے اس کو محمد بن اسحاق سے افضل بتایا ہے اور علی بن یونس نے اس  
کو شیخ صالح کہا ہے (تہذیب ۲: ۲۰۶) اور امام محمد بن حسن نے اس روایت سے حجت لی ہے اور ان کا حجت بنانا اس راوی کی توثیق ہے اور  
اس کا ایک شاہد بھی ہے جس کو امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے اور عنقریب آ رہا ہے۔

☆..... (۴۴۶) عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین معاملوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف  
رجوع کیا ہے ایک ابو کنف کی بیوی سے متعلق دوسرا جس کا خاوند مقفود ہو تیسرا جس عورت نے اپنی عدت میں دوسرے سے نکاح کر لیا ہو۔

قَضِيَّاتٍ إِلَى قَوْلٍ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ امْرَأَةٍ أَبِي كَتَبَتْ، وَالْمَقْقُودُ زَوْجُهَا، وَالْمَرْأَةُ الَّتِي تَزَوَّجَتْ فِي عِدَّتِهَا ذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ كَمَا فِي الْمَبْسُوطِ لِلْمَرْخِصِيِّ (۳۷: ۱۱) قُلْتُ: أَمَّا رَجُوعُهُ فِي الْمَرْأَةِ الَّتِي تَزَوَّجَتْ فِي عِدَّتِهَا فَقَدْ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: رَوَى الثَّوْرِيُّ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ رَجَعَ، فَقَالَ: لَهَا مَهْرُهَا وَيَجْتَمِعَانِ إِنْ شَاءَا، كَمَا فِي "التَّلْخِصِ الْحَبِيرِ" (۲: ۳۲۸)۔

۴۴۴۷..... أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمَرْأَةِ تَفْقِدُ زَوْجَهَا، قَالَ: قَدْ بَلَغَنِي الَّذِي ذَكَرَ النَّاسُ مِنْ أَرْبَعِ سِنِينَ، وَالتَّرَبُّصُ أَحَبُّ إِلَيَّ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي "الْحَجَجِ" لَهُ (ص: ۳۶۱)، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔

۴۴۴۸..... وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قَدَامَةَ ثَنَا سَمَّاكٍ عَنْ حَنْشٍ قَالَ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَيْسَ الَّذِي قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِشَيْءٍ۔ يَعْنِي فِي امْرَأَةِ الْمَقْقُودِ هِيَ امْرَأَةُ الْعَائِبِ حَتَّى يَأْتِيَهَا يَقِينُ مَوْتِهِ أَوْ طَلَاقُهَا، وَلَهَا الصَّدَاقُ مِنْ هَذَا بِمَا اسْتَحْلَ مِنْ فَرْجِهَا، وَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ (۷: ۴۴۴) قُلْتُ: سَنَدٌ صَحِيحٌ، وَحَنْشٌ هُوَ الصَّنَعَانِيُّ ثِقَةٌ مِنَ الثَّالِثَةِ۔

اس روایت کو امام محمد نے اصل (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا ہے (مبسوط نسخی ۱۱/ ۳۷) میں (مؤلف رحمہ اللہ) کہتا ہوں جس عورت نے عدت میں کر لیا اس کے بارے میں ان کے رجوع کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ثوری نے اشعث سے انہوں نے شععی سے انہوں نے مسروق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کیا کہ انہوں نے رجوع کر لیا اور فرمایا اس کیلئے اس کا مہر ہوگا اور اگر چاہیں تو دونوں اکٹھے رہیں جب کہ تنگیس خیر (۲/ ۳۲۸) میں ہے۔

☆..... (۴۳۴۷) محمد بن ابان حماد سے وہ ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے مفقودہ خاوند والی عورت کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ فرمایا جو لوگ ذکر کرتے ہیں وہ مجھ تک پہنچا ہے کہ چار سال انتظار کرے لیکن (مزید بھی عرصہ دراز تک) انتظار کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الحج (ص ۳۶۱) میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

☆..... (۴۳۴۸) امام بیہقی نے بطریق ابواسامہ زائدہ بن قدامہ سے سماک عن حنش کی روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مفقودہ کی بیوی سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ درست نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ عورت اسی غائب کی بیوی ہے یہاں تک کہ اس کے پاس اس کی موت کی یقینی خبر یا طلاق پہنچے۔ اور دوسرے خاوند نے جو اس سے خواہش کو حلال بنایا اس پر اس عورت کا مہر ہے اور دوسرے خاوند کا نکاح باطل ہے (سنن بیہقی ۷/ ۴۳۴) اس کی سند صحیح ہے اور حنش صنعانی ہے جو ثقہ اور تیسرے طبقہ کا راوی ہے۔

۴۴۹..... ومن طریق یحیی بن معین ثنا عبد الرحمن بن مہدی عن منصور بن سعد عن ابن شبرمة قال: کَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي امْرَأَةِ الْمُفْقُودِ: تَلُومٌ وَتَضْيِيرٌ۔ (۷: ۴۴۴)۔

۴۵۰..... وعن يزيد مولى المنبعث أن النبی ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: خُذْهَا فَإِنَّهُ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّئِبِ، وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَعَضَبَ وَاحْمَرَّتْ وَجِئَتْهُ، وَقَالَ مَالِكٌ؟ وَلَيْتَ نَعَهَا الْجَدَاءُ وَالْبَقَاءُ، تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا الْجَدِثُ، رواه البخاری هكذا مرسلًا ثم وصله (فتح الباری ۹: ۳۸۰)۔

☆..... (۴۴۳۹) اور یہی نے بطریق یحیی بن معین عبد الرحمن بن مہدی عن منصور بن سعد عن ابن شبرمة روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مفقود کی بیوی سے متعلق لکھا کہ انتظار اور صبر کرے۔ (سنن بیہقی ۷/۴۴۳)

☆..... (۴۴۵۰) یزید مولى المنبعث سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے گمشدہ بکری کے لئے لینے سے متعلق سوال ہوا تو فرمایا اے لوگو! کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے مسلمان بھائی کی ہے یا بھینڑی کی ہے اور گمشدہ اونٹ سے متعلق سوال ہوا تو آپ غصہ ہو گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا آپ کو اس سے کیا تعلق؟ اس کے ساتھ اس کے گھر اور مشکیزہ ہے پانی خود پئے گا اور درختوں سے چرے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے آئے۔ اس کو بخاری (۲/ ۷۹۷) نے اسی طرح مرسل بھی روایت کیا پھر موصول بھی بیان کیا (فتح الباری ۱۰/۴۴۲)

**فائدہ:-** اس روایت کے درج کرنے سے مقصود یہ اصول واضح کرنا ہے کہ جس چیز کے ضائع ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہو اس کو پکڑنے اور سنبھالنے کا حکم ہے اور جس چیز کے ضائع ہو جانے کا نہ یقین نہ ظن غالب اس کو پکڑنے کی ضرورت نہیں جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اونٹ کی طرح عورت سے تعرض اور سنبھالنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ خاوند کی وفات کی خبر آجائے۔ کیونکہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ ہاں لیکن امام مالک رحمہ اللہ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ عورت کا زنا میں مبتلا ہو جانا اس کا ضائع ہونا ہے تو اگر اس کے حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا حکم بھی گمشدہ بکری جیسا ہوگا۔

**نوٹ:-** اگرچہ مذہب احناف روایت و درایت قوی ہے لیکن زمانہ کی خرابی کی وجہ سے متاخرین احناف نے ضرورت کی صورت میں امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر فہمی دینے کی اجازت دے دی ہے تفصیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب الحلیۃ الناجزۃ میں دیکھ لی جائے۔



## بَابُ إِذَا جَاءَ الْمَفْقُودُ وَقَدْ تَزَوَّجَتْ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ فَرَقٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الثَّانِي وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْهَا

..... ۴۴۵۱ ..... حدثنا هشيم أنا سيار عن الشعبي قال قال: علي بن أبي طالب: إِذَا جَاءَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَهِيَ امْرَأَتُهُ - رواه أبو عبيد، كما في المحلى (۱۰: ۱۳۸) وسيار هو أبو الحكم العنزي من رجال الجماعة ثقة ثبت (التهذيب ۴: ۲۹۱) فالسند صحيح -

..... ۴۴۵۲ ..... حدثنا علي بن معبد عن عبيد الله بن عمرو عن عبد الكريم الجزري عن سعيد بن جبیر قال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُودِ تَزَوَّجَ: هِيَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ دَخَلَ بِهَا الْآخَرُ أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، رواه أبو عبيد (المحلى ۱۰: ۱۳۸) قلت: رجاله رجال الصحيح خلا علي بن معبد فمن رجال أبي داود والنسائي ثقة فقيه (تقريب ص: ۱۵۱) وعبيد الله بن عمرو هو الرقي من رجال الجماعة ثقة فقيه ربما وهم (تقريب ص: ۱۳۶) -

**باب: جب مفقود واپس آئے اور اس کی بیوی نے دوسری جگہ شادی کر لی ہو تو بھی وہ اُسی مفقود کی بیوی ہوگی اور اس کے اور دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور دوسرے خاوند نے اس عورت سے جو نفع اٹھایا اس کی وجہ سے عورت کیلئے مہر ہوگا**

☆..... (۳۳۵۱) امام شعی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عورت کا مفقود خاوند واپس آ جائے تو اس کو اختیار نہ ہوگا اور یہ اُسی کی بیوی ہوگی۔ اس کو ابو عبید نے روایت کیا (محلّی ۱۰/۱۳۸) راوی سيار ابو الحكم عنزي جماعت کے روات میں سے ثقہ و ثبت ہے (تہذیب ۴/۲۹۱) ذیہ سند صحیح ہے۔

☆..... (۳۳۵۲) حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی بیوی سے متعلق جو نکاح کر چکی ہو فرمایا وہ پہلے کی ہی بیوی ہے چاہے دوسرے نے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کو بھی ابو عبید نے روایت کیا (محلّی ۱۰/۱۳۸) اس کے راوی سوائے علی بن معبد کے صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اور علی ابو داؤد و نسائی کا ثقہ و فقیہ راوی ہے (تقریب ۱/۷۰۳) اور عبید اللہ بن عمرو ثقی جماعت کے روات میں سے اور ثقہ و فقیہ ہے کبھی وہ ہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (تقریب ۱/۶۳۷)

**خاندہ:-** ان روایتوں سے اور اگلی روایات سے یہ واضح ہے کہ مفقود کے واپس ہونے پر اس کی بیوی اُسی کی زوجہ ہوگی اور یہ کہ خاوند مفقود کو واپس آنے پر اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ چاہے تو زوج ثانی سے اپنا ویاہر لے لے اور عورت اس دوسرے کی بیوی رہنے دے اور چاہے تو عورت کو اختیار کرے بلکہ اختیار کے بغیر ہی اسی کی بیوی ہے اور یہ کہ مفقود کے واپس آنے پر زوج ثانی اور عورت کے درمیان قاضی تفریق

۴۴۵۳..... حدثنا هشيم أخبرنا سيار عن الشعبي أنه كان يقول في امرأة المفقود: إن جاء الأول فهي امرأته ولا خيار له۔ قال هشيم: وهو القول، رواه سعيد بن منصور (المحلى ۱۰: ۱۳۸) وسنده صحيح۔

۴۴۵۴..... قال هشيم وأخبرنا إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي أنه قال في امرأة المفقود: إذا تزوجت فبلغها أن زوجها الأول حتى يفرق بينهما وبين الثاني واعتدت منه فإن مات الأول اعتدت منه أيضاً وورثته۔ رواه سعيد أيضاً (المحلى ۱۰: ۱۳۸) مختصر) وسنده صحيح۔

۴۴۵۵..... عن شعبة أنه سمع حماد بن أبي سليمان يقول: قال عمر في امرأة المفقود: تحيّر وقال علي: هي امرأته، قال حماد: وعمر أحب إلي من علي، وقول علي أعجب إلي من قول عمر۔ رواه سعيد بن منصور - "المحلى" (۱۰: ۱۳۹) وسنده صحيح۔

کردے گا، وغیرہ

☆..... (۳۳۵۳) هشيم سيار سے روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر پہلا خاوند آ جائے تو وہ اس کی بیوی ہوگی اور پہلے خاوند کو اختیار نہیں ہوگا۔ هشيم خود بھی اسی قول کو لیتے ہیں اس کو سعيد بن منصور نے روایت کیا (محلى ۱۰/۱۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

☆..... (۳۳۵۴) هشيم إسماعيل بن أبي خالد سے امام شعبی رحمہ اللہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا کہ جب دوسری جگہ شادی کر لے پھر اس کو علم ہو جائے کہ پہلا خاوند زندہ ہے تو اس کے اور دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور دوسرے خاوند کی عدت گزارے گی پھر اگر پہلا خاوند بھی مر جائے تو اس کی بھی عدت گزارے گی اور اس کی وارث بنے گی، (محلى ۱۰/۱۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

☆..... (۳۳۵۵) شعبہ حماد بن ابی سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ حماد فرماتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بیوی کو اختیار دیا جائے گا (جس خاوند کے ساتھ رہنا چاہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ یہ پہلے ہی کی بیوی ہوگی (سنن سعيد قسم اول جلد ثابث ۱/۲۰۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت) امام حماد فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، اس کو سعيد بن منصور نے روایت کیا (محلى ۱۰/۱۳۹) اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** امام حماد مجتہد ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو راجح ٹھہرا رہے ہیں اور یہی کتاب و سنت و قیاس کے موافق ہے۔

۴۴۵۶..... عن داؤد عن الشعبي عن مسروق قال: لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ خَيْرَ الْمُفْقُودِ بَيْنَ امْرَأَتِهِ أَوْ الصَّدَاقِ لَرَأَيْتُ أَنَّهُ أَحَقُّ بِهَا، رواه البيهقي (التخليص الحبير ۲: ۳۲۹) وسكت الحافظ عنه، والمذكور من السند صحيح۔ رواه البيهقي في سننه (۷: ۴۴۶) من طريق الشافعي أنا الثقي عن داؤد بن أبي هند عن الشعبي عن مسروق به إلخ، وهذا سند صحيح۔

۴۴۵۷..... محمد قال: أخبرنا إسرائيل بن موسى حدثنا سماك بن حرب عن أشياخ من أهل المدينة أَنَّ امْرَأَةً فَقَدَتْ زَوْجَهَا، فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا، فَقَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هِيَ امْرَأَتُهُ وَقَالَ عُمَرُ: إِنْ أَخَذَ امْرَأَتَهُ رَدَّ الصَّدَاقَ، كتاب الحجج (ص ۱۳۶) وسنده صحيح غير ما فيه من جهالة أشياخ من أهل المدينة، ولا تضر لا سيما وقد عدلوا بلفظ الأشياخ۔

۴۴۵۸..... عن زاذان عن علي أَنَّهُ قَضَى فِي الثَّيِّ تَزَوُّجَ فِي عِدَّتِهَا أَنَّهَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، وَلَهَا

☆..... (۳۳۵۶) داؤد شعبي سے مسروق رضی اللہ عنہ کا قول روایت کرتے ہیں فرمایا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفقود کو (واپسی پر) بیوی اور مہر کے مابین اختیار دینے کی بات نہ کی ہوتی تو میری رائے یہی ہوتی کہ مفقود ہی بیوی کا زیادہ حقدار ہے (مگر اب کچھ شک آ گیا) اس کو بیہقی نے (۳۳۶/۷) روایت کیا (الخصائص البیہقی ۲/۳۲۹) ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اس پر سکوت کیا ہے اور جو سند ذکر ہوئی وہ صحیح ہے کہ امام بیہقی نے بطریق شافعی ثقی سے عن داؤد بن ابی ہند عن الشعبي روایت کی ہے اور یہ صحیح سند ہے۔

☆..... (۳۳۵۷) امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اسرائیل بن موسیٰ نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے اہل مدینہ کے بوڑھوں سے روایت بیان کی کہ جس عورت کا خاوند مفقود ہو جائے اور وہ دوسری شادی کر لے پھر پہلا خاوند آ جائے تو اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ اسی کی بیوی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر اپنی بیوی لینا چاہے تو مہر واپس کرے (کتاب النکاح ۱۳۶) اس کی سند صحیح ہے البتہ اہل مدینہ کے بوڑھے مبہول ہیں لیکن یہ معترضین بالخصوص جب ان کو لفظ اشیاخ سے عادل ظاہر کیا گیا ہے۔

**فائدہ:-** حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہو گئیں اکثر روایات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اگر زوج اول عورت کو اختیار کرے تو وہ اُسی کے حوالے ہوگی اور اس پر کچھ تاوان نہ ہوگا اور یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ عورت کو اختیار کرنے کی صورت میں زوج ثانی کے دیئے ہوئے مہر کی واپسی زوج اول پر لازم ہوگی یہ اختلاف تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول سب روایات چھوڑ دی جائیں (کہ ان میں اضطراب آ گیا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول راجح ٹھہرایا جائے۔

☆..... (۳۳۵۸) زاذان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس عورت نے عدت میں نکاح کر لیا ہو اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ اُس عورت اور دوسرے خاوند کے مابین تفریق کر دی جائے اور جو اس سے خواہش پوری کرنا حلال بنایا اس سے زوج

الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَ مِنْ فَرْجِهَا، رواه الشافعی وروی الثوری عن أشعث عن الشعبي عن مسروق عن عمر أنه رَجَعَ فَقَالَ: لَهَا مَهْرُهَا، وَيَجْتَمِعَانِ إِنْ شَاءَا، رواه البيهقي (التلخيص الحبير ۲: ۳۲۸) وسكت الحافظ عنه، فهو صحيح أو حسن، والمذكور من السند رجاله رجال الصحيح۔

۴۴۵۹..... أخبرنا أبو حنيفة حدثنا حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم النخعي عن علي ابن أبي طالب رضي الله عنه قال: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ أَشْهَدَ عَلَى رَجْعَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَلَمْ يُبْلَغْهَا ذَلِكَ حَتَّى تَزُوجَ فَإِنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ، وَلَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَ مِنْ فَرْجِهَا، وَهِيَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ تُرَدُّ إِلَيْهِ، رواه محمد في الحجج له (ص: ۳۷۶) وهو مرسل صحيح، ومراسيل النخعي في حكم المسانيد كما مر غير مرة۔

ثانی پر مہر ہوگا۔ اس کو امام شافعی اور سعید بن منصور (سنن مجلد ثالث ۱/۱۸۹) نے روایت کیا، اور امام ثوری نے اشعث عن الشعبي عن مسروق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کیا ہے کہ انہوں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف) رجوع کر لیا اور فرمایا اس عورت کیلئے (زوج ثانی کے ذمہ) مہر ہوگا اور پہلا خاوند اور یہ عورت اگر چاہیں تو اکٹھے رہیں گے، اس کو امام بیہقی نے روایت کیا (التلخیص الجبر ۳/۲۳۶، سنن سعید ۱/۱۸۹) اس پر ابن حجر عسقلانی نے سکوت کیا ہے تو یہ صحیح یا حسن روایت ہے اور سند کے جو راوی مذکور ہیں وہ صحیح کے راوی ہیں۔

**فائدہ:-** جب دوسرے کی معتدہ عدت میں نکاح سے (تفریق کے بعد باوجود یکہ زوج اول کا نکاح ختم ہو گیا) زوج ثانی سے مہر کی حقدار ہے تو مفقود کی بیوی (جبکہ زوج اول ہی کی بیوی ہے یا زوج اول ہی اس کا زیادہ حقدار ہے) بطریق اولی زوج ثانی سے مہر کی حقدار ہوگی۔

☆..... (۳۳۵۹) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے پھر عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع پر گواہ بنالے اور عورت تک رجوع کی خبر نہ پہنچی ہو حتی کہ عورت نکاح کر لے تو اس کے کے اور زوج ثانی کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور جو خواہش پوری کرنا زوج ثانی نے حلال بنایا اس سے عورت کا مہر ہوگا اور یہ پہلے کی ہی بیوی ہوگی اور اس کو واپس کی جائے گی۔ اس کو امام محمد نے کتاب الحجج (ص: ۳۷۶) میں روایت کیا ہے اور حضرت ابراہیم نخعی کی مراسیل مسانید کے حکم میں ہیں۔

**فائدہ:-** یہ بھی مفقود کی بیوی کی بعد نظر ہے تو جب اس کیلئے مہر زوج ثانی پر لازم ہے مفقود کی بیوی کیلئے بھی زوج ثانی پر مہر لازم ہوگا۔



## بَابُ إِذَا قَدِمَ الْمَفْقُودُ وَقَدْ تَزَوَّجَتْ امْرَأَتُهُ وَوَلَدَتْ فَهِيَ لَهُ وَالْأَوْلَادُ لِلثَّانِي

۴۶۰..... روى سعيد فى سننه عن عمران بن كثير أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ الْحُرِّ تَزَوَّجَ جَارِيَةَ بَيْنَ قَوْمِهِ يُقَالُ لَهَا: الدَّرْدَاءُ ، فَانْطَلَقَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَلَجَعَ بِمُعَاوِيَةَ ، وَمَاتَ أَبُو الْجَارِيَةِ ، فَرَوَّجَهَا أَهْلُهَا رَجُلًا يُقَالُ لَهُ: عِكْرَمَةُ ؛ فَبَلَغَ ذَلِكَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَقَدِمَ ، فَخَاصَمَهُمْ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَضَوْا عَلَيْهِ قِسْمَتَهُمْ ، فَرَدَّ عَلَيْهِ الْمَرْأَةَ ، وَكَانَتْ حَامِلًا مِنْ عِكْرَمَةَ فَوُضِعَتْ عَلَى يَدَيِ عَدِلٍ ، فَقَالَتْ الْمَرْأَةُ لِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَا أَحَقُّ بِمَالِي أَوْ عُبَيْدُ اللَّهِ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتِ أَحَقُّ بِمَالِكَ ، قَالَتْ: فَاشْهَدُوا أَنَّ مَا كَانَ لِي عَلَى عِكْرَمَةَ مِنْ صَدَاقٍ لَهُ فَهُوَ لَهُ ، فَلَمَّا وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا رَدَّهَا عَلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُرِّ ، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِأَبِيهِ ، ذَكَرَهُ الْمَوْفِقُ فِي " الْمَغْنَى " ( ۸ : ۱۰۱ ) واحتج به ، رواه البيهقى فى السنن ( ۷ : ۱۳۴ ) من طريق سعيد بن منصور عن هشيم عن الشيبانى أخبرنى عمران بن كثير أن عبيد الله بن الحر فذكره-

### باب: جب مفقود زوج واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو اور زوج ثانی سے

#### اولاد ہو چکی ہو تو بیوی تو مفقود وہی کی ہوگی اور وہ اولاد زوج ثانی کی ہوگی

☆..... ( ۳۶۰ ) امام سعید بن منصور نے سنن میں عمران بن کثیر سے روایت کی ہے کہ عبيد اللہ بن الحر نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے جس کو درء کہا جاتا تھا شادی کی پھر عبيد اللہ چل دیئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور لڑکی کا والد فوت ہو گیا تو لڑکی والوں نے اس کی شادی کسی اور آدمی سے کر دی جس کو عکرمہ کہتے تھے ، یہ خبر عبيد اللہ تک پہنچی وہ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا مقدمہ لے گئے انہوں نے اپنا قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی عورت واپس کر دی ، وہ عکرمہ سے حاملہ تھی تو وہ عورت دو عا دلوں کی نگرانی میں دی گئی۔ پھر عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا اپنے مال کی میں خود زیادہ حقدار ہوں یا عبيد اللہ زیادہ حقدار ہے؟ فرمایا تو اپنے مال کی زیادہ حقدار ہے ، کہنے لگی گواہ ہو جاؤ کہ میرا مہر جو عکرمہ کے ذمہ تھا وہ اسی کا ہے ، پھر جب پیٹ کا بچہ بنا تو وہ عبيد اللہ بن الحر کو عورت نے واپس کر دیا۔ اور بچہ باپ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اس روایت کو موفقی نے مغنی ( ۸ / ۱۰۱ ) میں ذکر کر کے اس سے حجت لی ہے اس کو امام بیہقی بیہقی نے سنن میں ( ۷ / ۱۳۴ ) بطریق سعید بن منصور عن هشيم عن عمران بن كثير روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** لڑکی والوں نے یقیناً خاوند کو مفقود اور میت سمجھ کر اس کا عکرمہ سے نکاح کیا ہے ورنہ تو وہ سخت مزاحمے مستحق تھے اس لئے اس کی بیوی سے مفقود والا معاملہ کیا۔ اور اس روایت میں جو ہے کہ بچہ اس کے باپ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا اس کی باب پر دلالت واضح ہے امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب اول یہ تھا کہ بچہ اول زوج کا ہوگا لیکن پھر رجوع فرما کر زوج ثانی کیلئے ہونے کی رائے دی اور اسی پر فتویٰ ہے ، ہاں

## بَابُ يُنْفَقُ عَلَى زَوْجَةِ الْمَفْقُودِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ مِنْ مَالِهِ

۴۶۱..... نا أبو عوانة عن أبي بشر عن عمرو بن هرم عن جابر بن زيد عن ابن عباس وابن عمر قالا جميعاً في امرأة المفقود: تَنْتَظِرُ أَرْبَعَ سِنِينَ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: يُنْفَقُ عَلَيْهَا فِيهَا مِنْ مَالِ زَوْجِهَا لِأَنَّهَا حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِذَا يَحِجُّ ذَلِكَ بِالْوَرِثَةِ وَلَكِنْ تَسْتَدِينُ، فَإِنْ حَادَ زَوْجُهَا أَخَذَتْ مِنْ مَالِهِ، فَإِنْ مَاتَ قَضَتْ مِنْ نَصِيبِهَا مِنَ الْمِيرَاثِ، ثُمَّ قَالَا جَمِيعاً: يُنْفَقُ عَلَيْهَا بَعْدَ الْأَرْبَعِ سِنِينَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ: هَذَا صَحِيحٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ (المحلى ۱۰: ۱۳۵)۔

زوج اول کیلئے پچھبہ ہو سکتا ہے جب عورت نکاح ثانی کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ دے، اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ دے تو وہ زوج ثانی کا ہی ہوگا۔

## باب: مفقود کا مال موجود ہو تو اسی میں سے اس کی بیوی اور اولاد پر خرچ کیا جائیگا

۶۲..... (۴۳۶۱) جابر بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں مفقود کی بیوی سے متعلق فرماتے ہیں کہ چار سال انتظار کرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس مدت میں اس کے خاندان کے مال میں سے اُس پر خرچ کیا جائیگا۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو بند کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ مال خرچ کرنا در ثناء کیلئے ضرور ہے اس لئے عورت قرض لیتی رہے، پھر اگر اس کا خاندان آجائے تو اس کے مال میں سے لے لے، اور اگر مر گیا تو اپنے حصہ وراثت سے قرض ادا کرے گی، مزید دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ چار سال کے بعد (متونی عنہا الزوج کی عدت چار ماہ دس دن جو گذارے گی اس) چار ماہ دس دن میں بھی زوج کے کل مال میں سے عورت پر خرچ کیا جائیگا۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ صحیح ثابت ہے (محلی ۱۰/ ۱۳۵، سنن سعید بن منصور ۴/ ۲۰۲)

**فائدہ:-** امام موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس دن مفقود کا مال تقسیم ہوگا اُس دن جو در ثناء زندہ ہوں گے وہی عی و وارث ٹھہریں گے۔ اگر کوئی صرف ایک دن پہلے بھی مرے وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے در ثناء میں کوئی مفقود ہو جو در ثناء موجود ہیں ان کو ان کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی مال موقوف رکھیں گے تاکہ مفقود کا معاملہ واضح ہو یا انتظار کی مدت ختم ہو اور اصول میراث جاری کر کے وراثت تقسیم کی جائے گی۔



۴۶۳..... عن السائب بن أبي السائب أنه قال للنبي ﷺ: كُنْتُ شَرِيكِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكُنْتُ خَيْرَ شَرِيكِ لَا تَدَارِيْنِي وَلَا تُمَارِيْنِي۔ رواه أبو داود وابن ماجه، ولفظه: كُنْتُ شَرِيكِي وَبَعَثَ الشَّرِيكَ كُنْتُ لَا تَدَارِي وَلَا تُمَارِي۔ وأخرجه النسائي والحاكم، وصححه (النيل ۵: ۱۳۶)۔

۴۶۴..... عن أبي المنهال أن زيد بن أرقم والبراء بن عازب كانا شريكين، فاشترى فضة بقتل ونسيئة، فبلغ النبي ﷺ فأمرهما أن ما كان يتخذ فأجيزوه، وما كان ينسيئة فرددوه۔ رواه أحمد والبخاري، ولفظه: "ما كان يدا بيد فخذوه وما كان نسيئة فرددوه" (نيل الأوطار ۵: ۱۳۷)۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سعید بن حیان کو امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے لہذا مجهول نہیں ہے اور سوائے محمد بن الزبرقان کے کسی راوی کے اس کو مسند ذکر نہ کرنے سے ضعف لازم نہیں آتا کیونکہ ابن زبرقان ترمذی کے سوا جماعت کا راوی اور سچا اور آٹھویں طبقہ کا راوی ہے (تقریب) علی بن المدینی ابو زرعہ ابو حاتم نسائی اور ابن شاپین و دارقطنی وغیرہ محدثین نے اس کو ثقہ صالح وغیرہ قرار دیا ہے (بذل الجود ۲/۲۵۳، ۲۵۴) تو جب راوی ثقہ ہے اور اصول ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو اس کا مسند بیان کرنا جو ثقہ کی زیادتی ہے یقیناً مقبول ہے۔

☆..... (۴۳۶۳) حضرت سائب بن ابی السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک تھے اور اچھے شریک تھے نہ آپ میری مخالفت کرتے نہ مجھ سے جھگڑتے تھے اس حدیث کو ابو داؤد (۲/۳۱۷) اور ابن ماجہ (۱۶۵) نے روایت کیا ہے ابن ماجہ کے الفاظ یوں ہیں۔ آپ میرے شریک تھے اور بہت اچھے شریک تھے نہ مخالفت کرتے نہ جھگڑتے تھے۔ اور اس کو نسائی و حاکم (۲/۱۹۱) نے بھی روایت کیا اور حاکم (۵/۱۳۶) نے صحیح کہا ہے (نیل الاوطار ۵/۱۳۶)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی شرکت کا جائز ہونا ثابت ہے۔ اس کے سند و متن میں کچھ حضرات نے اضطراب بیان کیا ہے متن کے اضطراب کی وجہ سے شرکت کے جواز کے استدلال پر کچھ حرف نہیں آتا کیونکہ متن کا اضطراب لفظ لا تداری اور لا تماری کے قائل کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اور جواز شرکت کا استدلال اس پر موقوف نہیں۔ اور سند میں اضطراب سے بھی حرج نہیں پڑتا راجح یہ لگتا ہے کہ ابو داؤد و ابن ماجہ و حاکم و نسائی والی سند صحیح ہے اس کے مخالف سند درست نہیں ہے۔

☆..... (۴۳۶۳) ابو المنہال سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما شریک تھے دونوں نے کچھ نقد اور کچھ ادھار سے چاندی خریدی نبی کریم ﷺ تک خبر پہنچی آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جو چاندی نقدی سے خریدی ہے اس کی بیع نافذ رہنے دو اور جو ادھار پر لی ہے وہ واپس کر دو۔ اس حدیث کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے (۱/۳۴۰) اور بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ جو ہاتھ در ہاتھ معاملہ ہو وہ لے لو اور جو ادھار پر ہوا وہ واپس کر دو۔ (نیل الاوطار ۵/۱۳۷)

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی شرکت کا جائز ہونا ثابت ہے۔



## بَابُ شِرْكَةِ الْمَفَاوِضِ

۴۶۶۰..... عن صالح بن صهيب عن أبيه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ، وَالْمَقَارَضَةُ، وَإِخْلَاطُ النَّبْرِ بِالشَّعْبِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ، وَفِي بَعْضِ نَسَخِ ابْنِ مَاجَةَ: الْمَفَاوِضَةُ بَدَلُ الْمَقَارَضَةِ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ (فتح القدير (۵: ۳۸۱) ونصب الراية ۲: ۱۶۷)۔ قلت: قال ابن ماجة: حدثنا الحسن بن علي الخلال ثنا بشر بن ثابت البزار ثنا نصر بن القاسم عن عبد الرحيم بن داود عن صالح بن صهيب به ونصر وعبد الرحيم وصالح مجاهيل، قال البخاري: وهذا موضوع (التهذيب، (۱۰: ۴۳۲)۔

### باب: شرکت مفاوضہ کے بیان میں

☆..... (۳۲۶۵) صالح بن صہیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے ادھار پر مقررہ مدت تک کیلئے بیچنا اور مقارضہ (مضاربت) اور گھر میں استعمال کیلئے گندم میں جو ملانا نہ کہ بیچنے کیلئے (گندم میں جو ملانا) اور ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں ”مقارضہ“ کی جگہ ”مفاوضہ“ ذکر ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے (ص ۱۶۵) روایت کیا ہے۔ میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ ابن ماجہ نے اس کو یوں بیان کیا کہ ہمیں حسن بن علی الخلال نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں بشر بن ثابت بزار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں نصر بن قاسم نے عبد الرحیم بن داؤد عن صالح بن صہیب اس کو بیان کیا۔ اور نصر وعبد الرحیم وصالح مجہول راوی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے (تہذیب ۱۰/۳۳۲)۔ (مترجم عرض کرتا ہے کہ علامہ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ”ماتمس الیہ الحاجة لمن یطالع“ سنن ابن ماجہ ص ۳۱ (مع ابن ماجہ) پر اس حدیث کے متعلق مذکور ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ من گھڑت ہے اس میں راوی عبد الرحیم بن داؤد مجہول ہے اور زوائد ابن ماجہ میں امام بوصیری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں صالح مجہول ہے اور عبد الرحیم بن داؤد کے متعلق امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے اور نصر بن قاسم سے متعلق امام بخاری کا قول ہے کہ اس کی حدیث غیر معروف ہوتی ہے، اس بات کو سندھی رحمہ اللہ نے تعلیق میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے میران میں فرمایا کہ عبد الرحیم بن داؤد بعض تابعین سے روایت کرتا ہے اور مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر بھی جاتی ہے۔ جو سنن ابن ماجہ میں ہے)۔

**فائدہ:-** مفاوضہ بمعنی مساوات یعنی ہر چیز میں برابر ہونا، شریکین مال اور اختیار اور قرض میں اسی طرح ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہونے میں برابر ہوتے ہیں اس لئے اس کو مفاوضہ کہتے ہیں۔

**فائدہ:-** شرکت مفاوضہ صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق قیاساً جائز نہیں استھانا جائز ہے امام شافعی و مالک و احمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن چونکہ عراق میں بغیر نکیر کے اس پر تعال ہے اور بغیر نکیر کے تعال کا لا جماع ہے نیز شرعاً اصل شرکت جب جائز ہے تو

## بَابُ جَوَازِ الشِّرْكََةِ بِالْإِشَارَةِ وَالْمَعْنَى دُونَ اللَّفْظِ

..... ۴۴۶۶ یُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَعَمَزَهُ آخَرُ، فَرَأَى عُمَرَ أَنَّ لَهُ شِرْكََةً، عَلِقَهُ الْبُخَارِيُّ وَوَصَلَهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ مِنْ طَرِيقِ إِبَاسِ بْنِ مَعَاوِيَةَ أَنَّ عُمَرَ أَضْمَرَ رَجُلًا يُسَاوِمُ سَلْعَةً وَعِنْدَهُ رَجُلٌ فَعَمَزَهُ حَتَّى اشْتَرَاهَا، فَرَأَى عُمَرَ أَنَّهَا شِرْكََةٌ (فتح الباری ۵: ۹۶)۔

## بَابُ الشِّرْكََةِ فِي الطَّعَامِ وَقَوْلِ الرَّجُلِ: أَشْرِكُنِي

..... ۴۴۶۷ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبُدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُولَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ، قَرَبَ مَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هَمِي فَيَبْعُثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (فتح الباری ۵: ۹۷)۔

اس کی سب اقسام جن پر بلا تکثیر تعامل رہا وہ بھی جائز ہوں گی بغیر دلیل کے کسی خاص قسم کو جواز کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ مذکورہ بالا روایت حجت بنانے کے قابل نہیں ہے ہاں تعامل اور پھر اس پر بطور تائید پیش کی جاسکتی ہے۔ شرکت مفادہ کے جواز کی دلیل صاحب ہادی نے ایک اور روایت کو بھی بنایا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شرکت مفادہ کیا کرو یہ بہت بابرکت ہے، مگر یہ حدیث کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام بیہقی نے فتح القدیر میں فرمایا ہے۔

## باب: بغیر تلفظ اشارے اور معنی کے ذریعہ بھی شرکت درست ہو جاتی ہے

☆..... (۳۲۶۶) ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے کسی چیز کا بھاؤ لگوا یا تو دوسرے شخص نے اس کو اشارہ کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کی بھی شرکت ہے۔ اس روایت کو امام بخاری بیہقی نے تعلیقاً بیان کیا ہے (۳۲۰/۱) اور سعید بن منصور نے ایاس ابن معاویہ کی سند سے اس کو موصولاً بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ سامان کا بھاؤ کروا رہا تھا اور اس کے پاس ایک اور آدمی تھا تو اس نے اس کو اشارہ کیا حتیٰ کہ اُس نے خرید لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ یہ شرکت کا معاملہ (اور اشارہ) تھا (فتح الباری ۵/۳۲۰) **فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے بھی شرکت کا معاملہ طے ہو سکتا ہے بشرطیکہ قرینہ ہو۔

## باب: غلہ میں شرکت اور آدمی کے یہ کہنے کا کہ ”مجھے شریک کر“ کا حکم

☆..... (۳۲۶۷) زہرہ بن معبد سے منقول ہے کہ اس کے دادا عبداللہ بن ہشام اس کو بازار لے جاتے اور غلہ خریدتے، پھر حضرت ابن عمر و ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ملتے اور اس کو فرماتے کہ ہمیں بھی شریک کر کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تیرے لئے برکت کی دعا کی ہے تو دادا جان ان کو

## بَابُ جَوَازِ شِرْكَةِ الْأَبْدَانِ

۴۶۸..... عن أبي عبيدة عن عبد الله قال: اشتركت أنا وعمارٌ وسعدٌ فيما نصيب يومئذٍ، قال: فجاء سعدٌ بأبييرين ولم أجيء أنا وعمارٌ بشيءٍ - رواه "ابو داود" و "النسائي" و "ابن ماجه"، وهو منقطع لأن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه عبد الله بن مسعود (نيل الأوطار ۵: ۱۳۸) قلت: ولكن الدارقطني (۲: ۳۶۱) صحح روايته عن أبيه وقال: أبو عبيدة أعلم بحديث أبيه وبمذهبه وفتياه من نظراءه -

شریک بنالیتے تو بہت دفعہ پورے ایک اونٹ کا بوجھ نفع کو حاصل ہوتا اور وہ اس کو گھر بھیج دیتے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (۳۳۰/۱) روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/۳۳۰) **نائدہ:-** اس حدیث کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

### باب: شرکت ابدان جائز ہے

**نائدہ:-** شرکت صنائع، شرکت اعمال اور شرکت ابدان ایک ہی قسم کے نام ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو اہل حرفت صنعت اس پر متفق ہو جائیں کہ ہر ممکن کام قبول کریں گے اور جو کمائی ہوگی وہ دونوں شریکوں میں مشترک ہوگی۔ اس صورت میں جو شریک بھی کوئی کام لے گا وہ دوسرے کے بھی ذمہ ہوگا اور ہر ایک کی آمدن دونوں میں تقسیم ہوگی۔

☆..... (۳۳۶۸) ابو عبیدہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمار و سعد رضی اللہ عنہم جنگ بدر کے دن حاصل ہونے والے مال میں شریک بن گئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو دو قیدی حاصل کر لائے، اور میں اور عمار کچھ نہ لائے۔ اس کو ابو داؤد اور نسائی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے لیکن یہ منقطع ہے کیونکہ ابو عبیدہ کا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے (نیل الاوطار ۵/۱۳۸) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں۔ لیکن دارقطنی نے (۳/۲۵۰ طبع نشر الملتان) اس کے باپ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت کو صحیح قرار دیا اور فرمایا ابو عبیدہ اپنے والد کی حدیث اور مذہب اور فتاویٰ کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔

**نائدہ:-** جہاد اور دشمنوں کو قید کرنا اور مال غنیمت کے حصول کی کوشش بہترین صنعت و حرفت ہے اور ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی کے نتیجہ میں ہونے والی آمدنی میں شراکت اختیار کی واضح ہوا کہ شرکت صنائع جائز ہے مثلاً دو درزی باہم شراکت کریں کہ ہم دونوں کپڑے سینے کیلئے لیں گے اور جو بھی آمدنی ہوگی اس میں شریک ہوں گے وغیرہ۔ امام ابو حنیفہ و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک یہ شرکت جائز ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہے اس بارے میں ان کی دلیل محض قیاس ہے جو نص کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں ہے۔

## بَابُ شَرَكَةِ الْوُجُوهِ

۴۶۹..... أخبرنا مالك أخبرنا العلاء بن عبد الرحمن بن يعقوب أن أباه أخبره قال أخبرني أبي قال: كُنْتُ أُنِيعُ الْبَزَّ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا يَبِيعُهُ فِي سُوْقِ أَسْجَىٰ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَتَمَنُّوا فِي الْمِيزَانِ وَالْمِكْيَالِ، قَالَ يَعْقُوبُ: فَذَهَبْتُ إِلَىٰ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقُلْتُ: غَلَّ لَكَ فِي غَنِيَّةٍ نَارِدَةٍ مَرَّةً مَرَّةً، قُلْتُ: بَزٌّ قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَهُ يَبِيعُهُ صَاحِبُهُ يَرْخُصُ لَا يَسْتَطِيعُ يَبِيعُهُ، أَشْتَرِيهِ لَكَ ثُمَّ أُبِيعُهُ لَكَ، فَرَجَعْتُ فَحَفَفْتُ بِالْبَزِّ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ فَطَرَحْتُ فِي دَارِ

### باب: شرکت وجوہ کے بیان میں

**فائدہ:-** شرکت عقد کی چوتھی قسم شرکت وجوہ ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شریکین کے پاس مال نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی وجاہت اور اعتماد و اعتبار کے ذریعہ تاجروں سے سامان ادھار لاتے اور فروخت کر کے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔ اس شرکت میں خریدی ہوئی چیز کے اعتبار سے نفع تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر دونوں نے کوئی چیز نصفاً نصف خریدی تو نفع بھی آدھا آدھ ہوگا اور اگر ایک نے ایک تہائی اور دوسرے نے دو تہائی خریدی تو نفع ایک تہائی والے کو ایک تہائی اور دو تہائی والے کو دو تہائی ملے گا، اگر کوئی شریک زیادہ کی شرط لگائے گا تو شرط باطل ہوگی زائد کا حقدار نہ ہوگا، امام شافعی و مالک رحمہما کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں۔

۴۷۰..... (۴۶۹) امام مالک - میں بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عبد الرحمن بن یعقوب نے اپنے والد سے روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کپڑے بیچا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوا تھا کہ ہمارے بازار میں کوئی عجمی شخص بیع نہ کیا کرے کیونکہ وہ لوگ نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور نہ ناپ تول صحیح کرتے ہیں۔ یعقوب کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کیا آپ کو زائد نفع کی خواہش ہے؟ فرمایا وہ نفع کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ کپڑے ہیں جہاں ان کا مالک ان کو ستے داسوں پہنا چاہ رہا ہے وہ جگہ بھی مجھے معلوم ہے وہ بائع (عجمی ہونے کی وجہ سے) بیچ نہیں سکتا تو کیا میں آپ کیلئے خرید لوں اور پھر آپ کیلئے بیچ دوں؟ فرمایا ٹھیک ہے تو میں گیا اور کپڑوں کا بھاؤ کر کے لایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھ دیئے جب حضرت عثمان گھر واپس آئے اپنے گھر میں کپڑوں کی گٹھڑی دیکھی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کپڑے ہیں یعقوب لایا ہے، فرمایا اُس کو بلاؤ، میں حاضر ہوا پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا وہی ہیں جو میں نے آپ کو بتائے تھے، فرمایا آپ نے ان کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ کیلئے (ان کو دیکھنے میں) کافی ہو چکا ہوں۔ لیکن بائع کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقررہ مگر انوں نے شک میں ڈالا تھا (تو وہ بازار میں نہ بیچ



عُثْمَانُ، فَلَمَّا رَجَعَ عُثْمَانُ فَرَأَى الْعُكُومَ فِي دَارِهِ قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: نَبْرٌ جَاءَ بِهِ يَعْقُوبُ، قَالَ: ادْعُوهُ لِي، فَجِئْتُ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْتُ: هَذَا الَّذِي قُلْتُ لَكَ۔ قَالَ: أَنْظِرْتَهُ؟ قُلْتُ: كَفَيْتَكَ وَلَكِنْ رَأَيْتُ حَرَسَ عُمَرَ، قَالَ: نَعَمْ، فَذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى حَرَسِ عُمَرَ، فَقَالَ: إِنَّ يَعْقُوبَ يَبِيعُ بَرِيءًا فَلَا تَمْنَعُوهُ، قَالُوا: نَعَمْ، فَجِئْتُ بِالْبَرِّ السُّوقِ، فَلَمْ أَلْبَثْ حَتَّى جَعَلْتُ ثَمَنَهُ فِي مَزُودٍ وَذَهَبْتُ إِلَى عُثْمَانَ وَبِالَّذِي اشْتَرَيْتُ الْبَرَّ مِنْهُ، فَقُلْتُ: عَبْدُ الَّذِي لَكَ فَاعْتَدَّهُ، وَبَقِيَ مَالٌ كَثِيرٌ، قَالَ: فَقُلْتُ: لِعُثْمَانَ هَذَا لَكَ أَمَا أَنِّي لَمْ أَظْلِمَ بِهِ أَحَدًا قَالَ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا وَفَرَحَ بِذَلِكَ قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَ بَيْعِهَا بِمِثْلِهَا أَوْ أَفْضَلَ، قَالَ: وَعَايِدَ أَنتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ إِنْ شِئْتُ، قَالَ: قَدْ شِئْتُ، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي بَاغٍ خَيْرًا فَأَشْرِ كُنْ، قَالَ: نَعَمْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ۔ أَخْرَجَهُ مُحَمَّدٌ فِي "الموطأ" (ص: ۳۴۵) ويعقوب المديني مولى الحرقة مقبول من الثانية، (تقريب ص: ۳۴۲) وبقيّة الإسناد صحيح على شرط مسلم۔

(کا) فرمایا ٹھیک ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانوں کے پاس گئے اور فرمایا یعقوب میرے کپڑے بیچنا چاہتا ہے تم اس کو نہ روکنا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو میں بازار میں کپڑے لایا زیادہ دیر نہ ٹھہرا تھا کہ کپڑے کی قیمت تھیلی میں سنبھال چکا۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس خود گیا اور جس شخص سے کپڑے خریدے تھے اس کو بھی لے گیا اور اس کو میں نے کہا جو پیسے تیرے بنتے ہیں وہ تو شاکر لے۔ اس نے اپنے پیسے شاکر لئے اور بکثرت مال بچ گیا۔ تو میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا یہ آپ کا ہے۔ میں نے اس میں کچھ بھی کی نہیں کی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے، اور خوش ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ مجھے ایک اور جگہ بھی کپڑوں کی بیچ کی ایسی ہی نفع والی یا اس سے بڑھیا معلوم ہے۔ فرمایا تو پھر تو دوبارہ چاہتا ہے (کہ خرید لائے اور پھر نفع پر بیچ دے)؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ کی مرضی ہو، فرمایا میری مرضی ہے، میں نے کہا کہ میں خیر تلاش کرنے والا ہوں تو آپ مجھے شریک بھی کرو، فرمایا ہاں نفع میرا اور تیرا ہوگا۔ اس روایت کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا (ص ۳۴۷، ۳۴۸) میں روایت کیا ہے، راوی یعقوب مدی مولى الحرقة مقبول اور دوسرے طبقہ کا راوی ہے (تقریب ۳۴۰/۲) اور باقی سند مسلم کی شرط صحیح ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے شرکت وجوہ کا جواز ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور یعقوب نے باہم یہ شرکت کی۔ اس روایت کے تحت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ دو آدمی ادھار پر خرید میں شریک ہو سکتے ہیں اگر چنانچہ میں سے کسی کے پاس رأس المال نہ ہو، اور نفع ان میں مشترک ٹھہرے۔

## بَابُ شِرْكَةِ الْعَنَانِ وَأَحْكَامِهَا

۴۷۰..... روينا من طريق وكيع عن سفيان الثوري عن أبي حصين قال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي الْمَضَارِبِ وَفِي الشَّرِيكَينِ: الرِّبْحُ عَلَى مَا اضْطَلَحَا عَلَيْهِ، رواه ابن حزم في "المحلى" (۱۲۶: ۸)، وسنده صحيح مرسل، ورواه عبد الرزاق عن قيس بن الربيع عن أبي حصين عن الشعبي عنه (التلخيص ۲: ۲۵۵)۔

۴۷۱..... ومن طريق وكيع عن سفيان الثوري عن هشام أبي كليب و عاصم الأحول وإسماعيل الأسدي قال إسماعيل: عن الشعبي، وقال عاصم: عن جابر بن زيد، وقال هشام: عن إبراهيم النخعي قَالُوا كُلُّهُمْ فِي شَرِيكَيْنِ أَخْرَجَ أَحَدُهُمَا بَائِتَةً وَالْآخَرُ بَائِتَيْنِ إِنَّ الرِّبْحَ عَلَى مَا اضْطَلَحَا عَلَيْهِ، وَالْوَضِيعَةُ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ۔ رواه ابن حزم أيضا في "المحلى" (۱۲۶: ۸)، ورجاله ثقات، وهشام أبو كليب قال مغلطاي: هو ثقة، قال الحافظ في "التلخيص" (۷: ۲۵۵) ثم وجدت في ثقات ابن حبان اهـ۔

## باب: شرکت عنان اور اس کے احکام

**فائدہ:-** شرکت عنان میں دو شخص کا روبرو اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے کفیل اور ضامن نہیں ہوتا دونوں کا مال اور نفع برابر بھی ہو سکتا ہے کہ ویش بھی ہو سکتا ہے دونوں بھی تجارت کر سکتے ہیں صرف ایک بھی تجارت کر سکتا ہے لیکن کسی ایک کیلئے سارا نفع ٹھہرانے سے یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ پھر شرکت نہیں ہوگی بلکہ بضاعت یا قرض کہلائے گا، اگر تجارت کرنے والے کیلئے پورا نفع ہو تو دوسرے شریک کا مال قرض ہو اور پورا نفع صاحب مال کیلئے ہو تو مال تاجر کے پاس بضاعت ہو۔

☆..... (۴۷۰) بطریق وکیع عن سفيان الثوري ابو حصين سے روایت ہے کہ مضارب اور شریکین سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان میں نفع اس طرح تقسیم ہوگا جس طرح دونوں نے طے کیا ہے، اس کو ابن حزم نے محلی (۱۲۶/۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح و مرسل ہے، اور اس کو عبد الرزاق نے بھی عن قيس بن الربيع عن ابی حصين عن الشعبي حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (التلخیص ۲/ ۲۵۵)۔

**فائدہ:-** حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان شرکت عنان سے متعلق ہی ہے جو شرکت عنان کے جواز کی دلیل ہے وجہ یہ ہے کہ شرکت مفادہ میں تو نفع اور پیسہ دونوں برابر ہونا ضروری ہے وہاں نفع اس طریقہ پر تقسیم نہیں ہو سکتا جس پر وہ طے کریں یہ تو صرف شرکت عنان میں ہو سکتا ہے۔ اگلی روایت بھی شرکت عنان سے متعلق ہی ہے کیونکہ وہاں دونوں کا پیسہ برابر نہیں ہے اور یہ بات صرف شرکت عنان میں ہوتی ہے۔

☆..... (۴۷۱) امام شعبی اور جابر اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ ان شریکین کے متعلق جن میں سے ایک نے سوا دوسرے نے دوسو دیئے (اور شرکت کی) فرماتے ہیں کہ ان دونوں شریکوں کو نفع اس مقدار پر طے گا جس پر انہوں نے طے کیا ہے، اور خسارہ راس المال کے مطابق ہوگا۔ اس کو

## بَابُ جَوَازِ عَقْدِ الشَّرَكَةِ غَيْرِ الْمَفَاوِضَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ

۴۷۲..... عن نافع عن ابن عمر أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِمِطْرٍ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ

ثَمَرٍ أَوْ زُرْعٍ أَخْرَجَهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ (زيلعي ۲: ۲۵۹)۔

۴۷۳..... عن عطاء قال: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ مُشَارَكَةِ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ إِلَّا أَنْ

يَكُونُوا الشِّرَاءَ وَالْبَيْعُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ رَوَاهُ الْخَلَالُ بِإِسْنَادِهِ (المغنی ۵: ۱۱۰)، وهو مرسل۔

ابن حزم نے محلی (۱۳۶/۸) میں روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ہشام ابولکلب سے متعلق مغلطی فرماتے ہیں کہ ثقہ ہے، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تنقیص میں فرماتے ہیں کہ اس راوی کا ذکر میں نے ثقات ابن حبان میں پایا ہے۔

**فائدہ:-** یہ جو فرمایا کہ خسارہ راس المال کے مطابق ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں شریکوں نے تجارت میں برابر مال دیا ہے تو خسارہ آدھا آدھا ہوگا اور اگر ایک نے ایک تہائی اور دوسرے نے دو تہائی دیا ہے تو خسارہ بھی ایک حصہ ایک تہائی والے کا اور دوسرے دو تہائی والے کا ہوگا۔

### باب: شرکت مفادہ کے علاوہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی جائز ہے

☆..... (۳۷۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں سے اس طرح فرمائی کہ جو پھل اور کھیتی پیدا ہوگی اسکا آدھا وہ ادا کریں گے، اس حدیث کو جماعت نے سوائے نسائی کے روایت کی ہے، (ذیلی ۲/ ۲۵۱، بخاری ۱/ ۳۴۰، ابوداؤد ۲/ ۶۹، ابن ماجہ ۱/ ۱۷۷)

**فائدہ:-** اس روایت کے متعلق علامہ ابن حزم رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ کھیتی وغیرہ میں ان لوگوں سے شرکت کا معاملہ ہے، اور ظاہر ہے کہ صلح سے وہ ذمی ہو گئے تو ذمی اور مسلمان کے درمیان شرکت کا جواز ثابت ہوگا مگر شرکت مفادہ جائز نہیں کیونکہ اسیس مال اور تصرف دونوں میں برابری شرط ہے اور مسلمان و ذمی کے مابین تصرف میں برابری نہیں ہو سکتی کیونکہ کافر شراب اور خنزیر خریدے تو مسلمان اس کو اس کا وکیل بن کر نہیں بیچ سکے گا تو تصرف میں برابری نہ رہی اس لئے شرکت مفادہ کے علاوہ شرکت جائز ہے اور مفادہ جائز نہیں ہے۔

☆..... (۳۷۳) حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی اور عیسائی کے ساتھ مسلمان کی شرکت سے منع فرمایا مگر یہ کہ خرید و فروخت کا اختیار مسلمان کے پاس ہو، اس کو امام خلیل نے روایت کیا (المغنی ۵/ ۱۱۰) اور یہ مرسل ہے۔

**فائدہ:-** یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے درجہ میں ہے اور شرکت نہ کرنا مستحب ہے لیکن اگر کر لی تو جائز ہوگی۔

۴۷۴..... عن أبی جمرۃ عن ابن عباس أنه قال: لَا تُشَارِكُنْ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَا مَجُوسِيًّا لِأَنَّهُمْ يَرَبُّونَ رَوَاهُ الْأَثَرُمُ (المغنی ۵: ۱۱۰)، ورواه البیهقی فی سننہ (۵: ۳۳۵) من طریق سعید بن منصور ثنا ہشیم عن أبی جمرۃ عن ابن عباس، وهذا سند حسن صحیح۔

۴۷۵..... رونا عن إياس بن معاوية: لَا بَأْسَ بِمُشَارَكَةِ الْمُسْلِمِ الذِّيَّي إِذَا كَانَتْ الدَّرَاجَةُ عِنْدَ الْمُسْلِمِ وَتَوَلَّى الْعَمَلَ لَهَا، رَوَاهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي "المحلى" (۸: ۱۲۵)۔

۴۷۶..... حدثنا الأنصاري محمد بن عبد الله عن إسرائيل عن إبراهيم بن عبد الأعلى عن سويد بن غفلة أن بِلَالًا قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: إِنَّ عُمَّالَكَ يَأْخُذُونَ الْخَمْرَ وَالْخَنَازِيرَ فِي الْخُرَاجِ

☆..... (۳۷۷۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو جمرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کسی یہودی اور نصرانی اور مجوسی سے مشارکت نہ کرو کیونکہ وہ سودی لین دین کرتے ہیں۔ اس کو اثرم نے روایت کیا (المغنی ۵/۱۱۰) اور اس کو بیہقی نے بھی سنن (۵/۳۳۵) میں بطریق سعید بن منصور عن یثیم ابو جمرہ سے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** یہ بھی احتساب پر محمول ہے اور شرکت مفادضہ میں حرمت پر محمول ہے۔

☆..... (۳۷۷۵) ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمان اور ذمی کی مشارکت میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ دراہم مسلمان کے پاس ہوں اور مشارکت کی وجہ سے تصرف کا اختیار بھی خود رکھے، اس کو ابن حزم نے محلی (۸/۱۲۵) میں روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ جب اختیار مسلمان کے پاس ہو اور ذمی کے پاس تصرف کا اختیار ہی نہ ہو تو مشارکت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ اور چونکہ شرکت مفادضہ میں تصرف میں برابر ہونا ضروری ہے اس لئے شرکت مفادضہ جواز سے خارج ہوگئی۔

☆..... (۳۷۷۶) محمد بن عبد اللہ انصاری عن اسرائیل عن ابراہیم بن عبد الاعلی سويد بن غفلة سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کے عاملین ٹیکس میں شراب اور خنزیر لے لیا کرتے ہیں فرمایا ان سے نہ لیا کرو ہاں شراب و خنزیر کی بیع کا انہیں اختیار دے دیا کرو ورنہ ان سے قیمت وصول کر لیا کرو۔ اس روایت کو ابو عبید نے کتاب الاموال (ص ۵۰) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے امام صاحب رحمہ اللہ کے اس مسئلہ کی تائید ہے کہ مسلمان کیلئے جائز ہے کہ ذمی سے شراب اور خنزیر کی قیمت والا پیسہ لیا کرے۔ اور اس میں ابن حزم کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ذمی کیلئے وہی تصرف جائز ہے۔ جو مسلمان کیلئے حلال ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو تصرف مسلمان کیلئے حلال نہیں وہی ذمی کیلئے جائز ہے، نیز امام موفق نے جو مسئلہ ذکر کیا کہ مضارب کیلئے جائز نہیں کہ شراب، خنزیر خریدے چاہے مضارب و رب المال دونوں مسلمان ہوں یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذمی مضارب ایسا کر سکتا ہے مسلمان



فَقَالَ: لَا تَأْخُذْوهَا مِنْهُمْ وَلَكِنْ وَلَوْهُمْ بَيْعُهَا، وَخُذُوا أَنْتُمْ مِنَ الثَّمَنِ: رواه أبو عبيد في الأموال (ص: ۵۰) وسنده صحيح، كما تقدم في باب الجزية والعشر۔

## بَابُ الْمَضَارَبَةِ وَأَحْكَامِهَا

۴۷۷..... أخرج أبو نعيم في دلائل النبوة (ص: ۵۴) من طريق ابن سعد عن الواقدي ثنا موسى بن شعبة عن عميرة بنت عبد الله بن كعب بن مالك عن أم سعد بن الربيع عن نفيسة بنت أمية أخت يعلى سمعتها تقول: لَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً وَلَيْسَ لَهُ بِمَكَّةَ اسْمٌ إِلَّا الْأَبْنَى لَمَّا تَكَامَلَتْ فِيهِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ قَالَ لَهُ أَبُو طَالِبٍ: يَا ابْنِ أَخِي! هَذَا عَمْرُ قَوْمِكَ قَدْ خَضَرَ خُرُوجُهَا إِلَى الشَّامِ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ تَبَعَتْ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِكَ فِي عِزَاتِهَا فَيَنْجِرُونَ لَهَا وَيُصْنِفُونَ مَنَافِعَ، فَلَوْ جِئْتَهَا فَعَرَضْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهَا لَأَسْرَعَتْ إِلَيْكَ وَفَضَّلَتْكَ عَلَى غَيْرِكَ لِمَا يَبْلُغُهَا مِنْ طَهَارَتِكَ، وَكَانَتْ خَدِيجَةُ امْرَأَةً تَاجِرَةً ذَاتَ شَرَفٍ وَمَالٍ كَثِيرٍ وَتِجَارَةٍ، وَتَبَعَتْ بِهَا إِلَى الشَّامِ، وَكَانَتْ تَسْتَأْجِرُ الرَّجُلَ وَتَدْفَعُ إِلَيْهِ الْمَالَ مَضَارَبَةً، وَكَانَتْ قَرِيشٌ قَوْمًا تَجَارًا، مَنْ لَمْ يَكُنْ تَاجِرًا فَلَيْسَ عَنْدهُمْ بِشَيْءٍ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَلَعَلَّهَا أَنْ تُرْسِلَ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ، قَالَ أَبُو طَالِبٍ: إِنِّي

نہیں کر سکتا۔ یہی امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

## باب: باب مضاربت اور اس کے احکام

**فائدہ:-** مضاربت یہ ہے کہ مال ایک شخص کا ہو اور تجارت دوسرا شخص کرے اور نفع میں مال والا اور تاجر شریک ہوں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی مروج تھا اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی تھا اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

☆..... (۳۷۷) امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بطریق ابن سعد بعد متصل ام سعد بنت الربیع سے نفیسہ بنت امیہ یعلیٰ کی بہن سیر وایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پچیس سال کی عمر کو پہنچے اور مکہ مکرمہ میں آپ کا نام امین ہی تھا کیونکہ آپ میں عادات خیر کامل و مکمل تھیں، تو آپ کو ابو طالب نے کہا بھتیجے! تیری قوم کے قافلے کا ملک شام جانا نزدیک ہو گیا ہے اور خدیجہ بنت خویلد اپنے قافلے میں اپنی قوم کے بہت سے آدمی بھیجا کرتی ہے اور وہ اس کیلئے تجارت کر کے منافع حاصل کیا کرتے ہیں تو اگر آپ اس کے پاس چلے جائیں اور اپنے کو پیش کریں تو فوراً آپ کے حوالے کر دے گی اور آپ کو دوسروں پر ترجیح دے گی کیونکہ اس تک آپ کی پاکیزگی کی باتیں پہنچی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تاجرہ شرافت والی بکثرت مال و تجارت والی عورت تھیں اور مال ملک شام بھیجا کرتی تھیں آدمی کو مزبور بنا کر مال اس کو بطور مضاربت دیا کرتی تھیں اور قریش بھی تاجر لوگ تھے جو تاجر نہ ہوتا اس کی ان کے ہاں کچھ حیثیت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید وہ میرے پاس پیغام بھیج

أَخَافُ أَنْ تَوَلَّى غَيْرَكَ فَتَطْلُبُ إِمْرًا مُدْبِرًا، فَافْتَرَقَا، فَلَبَّغَ خَدِيجَةَ مَا كَانَ مِنْ مُحَاوَرَةٍ عَمِهُ لَهُ، وَقَبِلَ ذَلِكَ مَا قَدْ بَلَغَهَا مِنْ صِدْقِ خَدِيجَةٍ وَعَظْمِ أَمَانَتِهِ وَكَرَمِ أَخْلَاقِهِ، فَقَالَتْ: مَا دَرَيْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ هَذَا ثُمَّ أُرْسِلَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ قَدْ دَعَانِي إِلَى الْبُعْثَةِ إِلَيْكَ مَا بَلَغَنِي مِنْ صِدْقِ خَدِيجَتِكَ وَعَظْمِ أَمَانَتِكَ وَكَرَمِ أَخْلَاقِكَ، وَأَنَا أُعْطِيكَ ضِعْفَ مَا أُعْطِيَ فَاعِلٌ رَجُلًا مِنْ قَوْمِكَ، فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَقْنِي أُنْطَلِبُ، فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لِرِزْقِ سَاقَةِ اللَّهِ إِلَيْكَ، فَخَرَجَ مَعَ غُلَامِهَا مَيْسَرَةً حَتَّى قَدِمَ الشَّامَ، فَتَزَلَّ فِي سُوْقِ بُصْرَى فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ قَرِيبًا مِنْ صُومَعَةٍ رَاهِبٍ مِنَ الرُّهْبَانِ يُقَالُ لَهُ: "نَسْمُطُوزَا"، فَذَكَرَ قِصَّةَ طَوِيلَةَ، وَقَالَ: وَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتِجَارَتِهَا قَدْ رِبِحَتْ ضِعْفَ مَا كَانَتْ تَرِبُحُ، وَأَضَعَفْتُ لَهُ مَا سَمَّيْتُ لَهُ، الْحَدِيثُ مُخْتَصَرًا۔

قلت: موسی بن شبیبہ قال أبو حاتم: صالح الحديث، روى عن عمومة أبيه خارجة والنعمان وعميرة أولاد عبد الله بن كعب بن مالك الأنصاري السلمي المدني، وعنه الواقدي

دے، ابوطالب نے کہا خضرہ ہے کہ آپ کے سوا کسی اور کے سپرد کر دے اور کوئی صحیح سوچ والا شخص تلاش کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوطالب علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ چچا کی جو گفتگو آپ ﷺ سے ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ گئی۔ اور اس سے پہلے اُس تک آپ ﷺ کی راست گوئی اور امانتداری اور حسن اخلاق کی خبریں پہنچی تھیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ ہے، پھر انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا اور کہا کہ آپ کی راست گوئی اور عظیم امانتداری اور حسن اخلاق جو مجھے پہنچے ہیں اس بات نے مجھے آپ کو پیغام بھیجنے پر آمادہ کیا، میں اپنی قوم کے آدمی کو جتنا دواؤں گی اس سے دگنا آپ کو دیتی ہوں۔ تو آپ ﷺ آمادہ ہوئے۔ ابوطالب سے ملاقات فرما کر ان سے بات کی ابوطالب نے کہا یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو پہنچانا چاہتے ہیں، تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے حتیٰ کہ ملک شام پہنچے وہ غلام اور آپ ﷺ بصری بازار میں ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے جو ایک راہب کے عبادت خانہ کے قریب تھا اُس راہب کا نام نسطور تھا، آگے طویل قصہ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کر کے اس طرح واپس ہوئے کہ جتنا نفع ہوتا اس سے کئی گناہ زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نفع حاصل ہوا اور جتنی مقدار رسول اللہ ﷺ کیلئے مقرر تھی اس سے کئی گناہ زیادہ مقدار رسول اللہ ﷺ کو دی۔

میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ راوی موسیٰ بن شبیبہ کے بارے ابو حاتم کہتے ہیں صالح الحدیث ہے اپنے باپ کے بچوں خارجہ سے اور نعمان اور عمیرہ عبد اللہ بن کعب بن مالک الأنصاری سلمی مدنی کے بچوں سے روایت لیتا ہے اور اس سے امام واقدی اور ابن زبالہ اور حمیدی اور احمد بن حنبل روایت لیتے ہیں (تہذیب) اور روایت ام سعد بنت سعد بن ربیع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی اور نفیسہ

وابن زیالہ والحمیدی وأحمد بن الحجاج (تہذیب ۱۰: ۳۴۹) وأم سعد بنت سعد بن الربیع زوجة زید بن ثابت، و نفیسة بنت أسیة ذكرهما الحافظ فی الصحابیات (الإصابة ۸: ۲۰۰ و ۲۳۸) وذكر الحافظ فی "الإصابة" هذا الحديث فی ترجمة نسطورا، وجزم به ابن حزم كما سنذكره، فالحديث حسن صالح للاحتجاج به۔

۴۴۷۸..... أخبرني ابن وهب أن يونس بن يزيد أخبره عن ربيعة بن أبي عبد الرحمن أنه قال: الْمَقَارَضَةُ الَّتِي عَلَيْهَا أَصْلُ الْمَقَارَضَةِ أَنْ تَقَارِضَ مَنْ قَارَضْتَهُ مَالًا عَلَى أَنْ رَأْسَ مَالِكَ الَّذِي يُدْفَعُ إِلَيْنَا غِنًى مَا دَفَعْتَ إِلَيْهِ مِنْ وَزْنِ ذَلِكَ، وَضَرْبُهُ يَنْتَغِي فِيهِ صَاحِبُهُ مَا ائْتَمَعَ، وَيُدِيرُ مَا أَذَارَ مِنْهُ عَلَى مَا يَكُونُ فِيهِ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ زَكَاةٍ حَتَّى إِذَا حَضَرَتِ الْمُحَاسَبَةُ وَنَضَّ الْقِرَاضُ فَمَا وَجَدْتَ بِيَدِهِ أَخَذْتَ مِنْهُ رَأْسَ مَالِكَ، وَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ تَقَاسَمْتُمَا عَلَى مَا تَقَارَضْتُمَا عَلَيْهِ مِنْ أَجْزَاءِ الرِّبْحِ شَطْرَيْنِ كَانَ أَوْ غَيْرَهُ، لَا يَجِلُّ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُضْمِنَ لِصَاحِبِهِ رِبْحًا يَأْتِيهِ بِهِ، وَلَا يَجِلُّ قِرَاضٌ عَلَى الضَّمَانِ۔

بنت امیہ کا تذکرہ حافظ ابن حجر بیہقی نے صحابیات میں کیا ہے (الاصابہ) اور حافظ ابن حجر بیہقی نے الاصابہ میں نسطورا کے ترجمہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور ابن حزم نے بھی اس کے حدیث ہونے پر یقین کیا تو یہ حدیث حسن ہے قابل حجت ہے۔

**فائدہ:-** حدیث سے مضاربت کا صحیح ہونا اور آپ ﷺ کا مکمل ہونا صاف ثابت ہے۔

☆..... (۳۴۷۸) (امام بخاری بیہقی کہتے ہیں کہ) مجھے ابن وہب نے بیان کیا کہ ان کو یونس بن یزید نے خبر دی وہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے روایت کرتے ہیں ربیعہ کہتے ہیں کہ وہ مقارضہ (مضاربت) جس پر مقارضہ کی بنیاد ہے یہ ہے کہ جس سے مقارضہ کا معاملہ کرو اس کو مال بطور قرض دو اس شرط پر کہ آپ کا رأس المال جو ہمارے حوالے ہوگا عین ہوگا جو آپ اس کو حوالے کر دے یعنی وزن اور قسم کے اعتبار سے (معین ہوگا) آدمی کا ساتھی اس میں وہ منفعت حاصل کرے گا جو کرنا چاہے اور اس میں سے جو گھمانا چاہے گا گھمائے گا، ساتھ ساتھ اس میں خرچ اور زکوٰۃ بھی ہوگی حتیٰ کہ جب حساب کتاب ہو اور مضاربت پوری ہو جائے تو جو تو تاجر مضارب کے قبضہ میں پائے اس میں سے اپنا رأس المال لے لے اور جو نفع ہوا وہ اس کو جن حصوں پر تم نے مضاربت کا معاملہ طے کیا ہو آدھ آدھ ہو یا کچھ اور تقسیم کر لو، دونوں میں سے کسی کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے ساتھی کیلئے ایسے نفع کا ضامن بنے۔ جس کو حاصل کرے۔ اور ضامن بننے کی شرط پر مضاربت جائز نہیں ہے (مدونہ بخاری)۔

**فائدہ:-** اس روایت میں مضاربت کی تعریف ذکر ہوئی اور کچھ شرطیں مذکور ہوئیں۔ تعریف یہ ہوئی کہ ایک آدمی دوسرے کو اس شرط پر مال دے کہ وہ تجارت کرے گا اور نفع کا معین حصہ جس پر دونوں متفق ہوں تہائی ہو یا چوتھائی یا آدھا وہ مال والا تاجر سے لے گا۔ اور یہ کہ جب تاجر نے خود کو تہائی نہ کی ہو تو رأس المال میں سے جتنا تلف ہو جائے اس کا تاوان نہیں دے گا۔ اور یہ جو فرمایا کہ دونوں میں سے کسی

۴۴۷۹..... قال ابن وهب، وقال أنس بن عياض قال عبدالعزيز بن أبي سلمة: أَلْقِرَاضُ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْعَيْنِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ-

۴۴۸۰..... وعن الحسن وابن سيرين أَنَّهُمَا قَالَا لَا تَكُونُ مُقَارَضَةً إِلَّا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ-

۴۴۸۱..... قال وكيع عن سفيان عن مغيرة عن إبراهيم أَنَّهُ كَرِهَ النَّبْزَ مُضَارَبَةً، أَخْرَجَ هَذَا الْآثَارَ كُلُّهَا سَحْنُونُ فِي "الْمَدُونَةِ"، وَرَجَالُهَا ثَقَاتٌ-

۴۴۸۲..... قال سحنون: وأخبرني ابن وهب عن ابن لهيعة عن خالد بن أبي عمران قال سَأَلْتُ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا عَنِ الْمُقَارَضَةِ وَالْبَضَاعَةِ يَكُونُ ذَلِكَ بِشَرْطٍ، فَقَالَا: لَا يَصْلُحُ مِنْ أَجْلِ الشَّرْطِ الَّذِي كَانَ فِيهِ-

کیلے جائز نہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اور ان میں سے کوئی ایک بھی یہ شرط نہیں لگا سکتا کہ اتنے درہم تو میرے لئے ضرور ہوں گے (مزید نفع مقررہ حصوں پر تقسیم ہوگا)۔

☆..... (۳۳۷۹) ابن وهب کہتے ہیں کہ انس بن عیاض نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ کا قول بیان کیا ہے کہ مضارب بت نہیں ہوگی مگر عین یعنی سونے چاندی میں (اور عام سکہ اور نوٹ سونے چاندی کے قائم مقام ہیں) (مدونہ بخون)۔

**فائدہ:-** علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مضارب بت دراہم و دنانیر سے ہی ہوتی ہے اور اس کے سوا سے نہیں ہوتی البتہ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ دراہم و دنانیر کے بجائے سامان و دیگر تاجروں کو کہہ دے کہ اتنی قیمت پر اس کو شیئہ اور وہ قیمت وصول کر کے اس سے مضارب بت کا معاملہ کرے۔ اور کہتے ہیں کہ امام شافعی و مالک و ابو حنیفہ و ابوسلمان وغیرہم رحمہم اللہ دراہم و دنانیر کے علاوہ کسی چیز سے مضارب بت کا معاملہ کرنے سے منع کرتے ہیں (محلی ۸/۲۳۷)۔ امام حسن بصری و ابن سیرین کا قول بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہونے والا ہے۔

☆..... (۳۳۸۰) حضرت حسن بصری اور ابن سیرین رحمہم اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مضارب بت نہیں ہو سکتی مگر سونے یا چاندی سے (مدونہ)۔

☆..... (۳۳۸۱) وکیع سفیان سے وہ مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے بطور مضارب بت سامان رکھنے کی کوٹھری کو ناپسند فرمایا۔

**فائدہ:-** ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ رب المال مضارب کیلئے کوٹھری مخصوص نہ کرے۔ ان سب آثار کو بخون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

☆..... (۳۳۸۲) بخون کہتے ہیں کہ مجھے ابن وهب نے ابن لہیعہ سے روایت بیان کی کہ خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم رحمہم اللہ سے اس مضارب بت اور بضاعت سے متعلق جو شرط سے مشروط ہوں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جو شرط ٹھہرائی جائے اس کی وجہ سے (مضارب بت و بضاعت) درست نہ ہوگی (مدونہ)۔



۴۴۸۳..... قال: وأخبرني يونس عن أبي الزناد أنه قال: لَا يَصْلُحُ أَنْ تَدْفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا مُضَارَبَةً وَتَشْتَرِطَ مِنَ الرِّبْحِ خَاصَّةً لَكَ دُونَهُ وَلَوْ كَانَ دِرْهَمًا وَاحِدًا، وَلَكِنْ تَشْتَرِطُ بِنِصْفِ الرِّبْحِ لَكَ وَبِنِصْفِهِ لَهُ أَوْ ثُلُثَهُ لَكَ وَثُلُثَاهُ لَهُ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، أَوْ أَقَلَّ مَا دَامَ لَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ شِرْكٌ قَلِيلٌ أَوْ كَثِيرٌ، فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَلَالٌ، وَهُوَ قِرَاضُ الْمُسْلِمِينَ، أَخْرَجَهُ سَحْنُونُ فِي "الْمَدُونَةِ" (ص: ۴۸) أَيْضًا، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔

۴۴۸۴..... قال ابن وهب: أخبرني ابن لهيعة عن خالد بن أبي عمران أنه سأل القاسمَ وسالماً عَنِ الْمُقَارِضِ أَيَأْكُلُ مِنَ مَالِ الْقِرَاضِ وَيَرْكُبُ أَوْ مِنْ مَالِهِ؟ فَقَالَا: يَأْكُلُ وَيَكْتَسِبُ، وَيَرْكَبُ مِنْ الْقِرَاضِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ فِي سَبَبِ الْقِرَاضِ، وَفِيمَا يَنْبَغِي لَهُ بِالْمَعْرُوفِ۔

**فائدہ:-** ہر شرط سے تو مضاربیت فاسد نہیں ہوتی بلکہ بعض شرطوں سے فاسد ہوتی ہے جس سے مراد مثلاً ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا اور اس میں رب المال کی ذات کا نفع ہے مثلاً مضارب کے ذمہ کوئی زائد کام لگا دے مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

☆..... (۳۳۸۳) حون فرماتے ہیں کہ مجھے یونس نے بیان کیا کہ ابوالزناد نے فرمایا یہ بات درست نہیں کہ کسی کو بطور مضاربیت مال حوالے کیا جائے اور اپنے لئے نفع کی خاص مقدار کی شرط لگائی جائے اگرچہ وہ ایک درہم ہی ہو، ہاں یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ مال کے سب کچھ میں آدھا نفع تیرا اور آدھا اس کا ہو گا یا تہائی تیرے لئے اور دو تہائی اس کیلئے ہوگی یا اس سے کم یا زیادہ مقدار ہر ایک کیلئے ہو چاہے شراکت تھوڑے مال میں ہو یا زیادہ میں کیونکہ یہ صورتیں جائز ہیں اور یہی مسلمانوں کی مضاربیت ہے، اس روایت کو بھی حون نے مدونہ میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** یہ بھی جائز اور ناجائز قسم کی شرطوں کی مثال ہے۔

☆..... (۳۳۸۳) ابن وهب ابن لہیعہ سے اور وہ خالد بن ابی عمران سے روایت کرتے ہیں کہ خالد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت قاسم اور سالم رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا مضارب مال مضاربیت سے کھا سکتا ہے یا سوار ہو سکتا ہے یا اپنے مال میں سے کھائے؟ دونوں حضرات نے فرمایا مال مضاربیت سے کھائے اور پہنے اور سواری کا انتظام بھی کرے بشرطیکہ یہ ضروریات مضاربیت کے سبب پیش آئیں اور مناسب و معروف طریقے سے ان کے اخراجات لے۔

**فائدہ:-** اس سے معلوم ہوا کہ تاجر مال مضاربیت میں سے دوران سفر خرچ نکال سکتا ہے۔ حضر میں نہیں نکال سکتا۔ ابن رشد بدلیہ المجہد میں فرماتے ہیں کہ مال مضاربیت میں سے مضارب کیلئے خرچ لینے کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اس کیلئے خرچ لینا جائز نہیں مگر جب رب المال اجازت دے تو، (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ خرچ لے سکتا ہے یہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے۔ (۳) اور کچھ حضرات کہتے ہیں کہ سفر میں خرچ کھانا لباس لے سکتا ہے حضر

۴۸۵..... قال ابن وهب: وأخبرني الليث عن يحيى بن سعيد أنه قال ذلك إذا كان المال يَحْمَلُ ذَلِكَ ثُمَّ يَفْتَسِمَانِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الزَّكَاءِ وَالنَّفَقَةِ.

۴۸۶..... وأخبرني ابن وهب عن ابن لهيعة عن ربيعة بن أبي عبد الرحمن أنه كان يَنْتُزِعُ لَوْلَا أَنَّ الْمُقَارِضَ يَأْكُلُ مِنَ الْمَالِ وَيَكْتَسِبُ لَمْ يَجَلْ لَهُ الْفِرَاضُ، أخرج الآثار كلها سحنون في "المدونة" (۵:۴)، وأسانيدها حسان.

۴۸۷..... ابن وهب عن ابن لهيعة، وحيوة بن شريح عن محمد بن عبد الرحمن الأسدي يتيمة عروة- عن عروة بن الزبير عن حكيم بن حزام أنه كان يَدْفَعُ الْمَالَ مُقَارَضَةً إِلَى الرَّجُلِ، وَيَشْتَرِطُ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْزِلَ بِهِ بَطْنٌ وَادٍ، وَلَا يَنْتَاعُ بِهِ حَيَوَانًا، وَلَا يَحْمِلُهُ فِي بَحْرٍ وَلَا يَشْتَرِي بَلِيلٍ، فَإِنْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَقَدْ ضَمِنَ الْمَالَ، وَإِنْ تَعَدَّى ضَمِنَ مِنْ فِعْلِهِ ذَلِكَ أَخْرَجَهُ سحنون في "المدونة" (۶:۴) وسنده صحيح، قال الحافظ في "التلخيص" (۲:۲۵۵) رواه البيهقي بسند قوي أنه كان يَدْفَعُ الْمَالَ

میں نہیں لے سکتا امام مالک والوضیفہ وشیان ثوری اور جمہور علماء کا یہی قول ہے البتہ امام مالک یہ شرط لگاتے ہیں کہ تب لے سکتا ہے جب مال مضارب بت اس خرچ کا متحمل ہو یہی حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اور بیماری میں مضارب خرچ لے سکتا ہے یا نہ، امام شافعی سے روایت ہے کہ لے سکتا ہے لیکن ان کا مشہور قول اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مرض میں اس کیلئے خرچ نہیں ہوگا دلیل یہ ہے کہ جو شخص مضارب و رب المال کے مابین طے ہوا یہ اس سے زائد نفع ہے جو جائز نہیں ہے۔

☆..... (۳۳۸۵) ابن وهب نے لیث سے یحییٰ بن سعید کا قول روایت کیا ہے کہ فرمایا جب مال مضارب بت خرچ کا متحمل ہو تو مضارب خرچ لے سکتا ہے پھر زکوٰۃ اور خرچہ کے بعد جو بچے گا اس کو دونوں تقسیم کر لیں گے۔

☆..... (۳۳۸۶) ابن وهب نے ابن لهيعة سے ربيعة بن أبي عبد الرحمن کا قول روایت کیا ہے کہ فرمایا اگر مضارب مال مضارب بت میں سے نہ کھا سکے نہ پہن سکے تو اس کیلئے مضارب بت حلال ہی نہ ہوگی (یعنی مجبوری کے وقت دوران سفر ان خرچوں کی اجازت ہے) ان سب آچر کو سحنون نے مدونہ میں تحریر کیا اور ان کی سندیں حسن ہیں۔

☆..... (۳۳۸۷) ابن وهب ابن لهيعة وحيوة بن شريح سے (عروہ کے یتیم) محمد بن عبد الرحمن اسدی سے وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو بطور مضارب بت مال حوالے کرتے تھے اور یہ شرط لگاتے تھے کہ تجارت کیلئے طعن وادی میں نہیں ٹھہرو گے اور جانور نہیں خریدو گے اور نہ دریا کا سفر کرو گے نہ رات کو خریدو گے، اگر ایسا کیا تو مال کے (نقصان کے) ضامن ہو گے۔ اسی طرح اگر خود کوتاہی کرو گے تو بھی اس کے ضامن ہو گے۔ اس کو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا اور سند صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر تخلص



۴۸۹..... سحنون عن ابن وهب عن الليث بن سعد و يحيى بن أيوب عن يحيى بن سعيد  
أنه قال في رجل كان قبله مال قراض وعليه دين فأخذه غرامؤه فقال يحيى: صاحب القراض  
عرف ماله فهو أولى به۔ قال يحيى بن أيوب: قال يحيى بن سعيد: وإن لم يعرف ماله بعينه فتحتم  
عليه بيته فهو أسوة الغرماء كذا في المدونة أيضا (۴: ۶۹)۔

۴۹۰..... عن الزهري أنه سئل عن الرجل يكون شريكاً لابنه في مال فيقول أبوه: لك بمثل  
دينار من المال الذي بيني وبينك قال: قضى أبو بكر وعمر أنه لا يجوز حتى يخرجوه من المال ويغيره

ورزی جائز نہیں اگر خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور شہر گیا اور خریداری کی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور نقصان اُسی کا اپنا ہوگا اور نفع بھی اُسی  
کا اپنا ہوگا کیونکہ اب رب المال کے حکم کے بغیر تصرف کیا تو یہ وکیل نہ ہوا غاصب بن گیا۔ لیکن امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما کے نزدیک اس نفع کو  
صدقہ کرے یہ نفع پاک مال نہیں ہے البتہ امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک پاک ہے (بدائع) امام شافعی و حکم اور حاد و ابراہیم رحمہم غنی رحمہم بھی یہی  
فرماتے ہیں کہ صدقہ کر دے۔

۵۲..... (۴۸۹) سحنون ابن وهب سے وہ لیث بن سعد و یحییٰ بن ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید نے اس شخص کے  
بارے میں جس کے پاس مال مضارب تھا اور اس پر قرض تھا وہ مال مضارب قرض خواہوں نے لے لیا حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ رب المال  
اگر اپنا مال پہچانے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے یحییٰ بن ایوب یحییٰ بن سعید سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ فرمایا کہ اگر رب المال اپنا مال لینے نہ  
پہچانے کہ جس پر گواہ قائم کر سکے تو اس مال میں قرض خواہ حصہ دار ہوں گے۔ (مدونہ)۔

**فائدہ:-** یہی احناف کا مسلک ہے مضارب کے پاس رب المال کا مال بطور امانت ہوتا ہے اسی طرح مودع اور عاریہ لینے والے  
(وغیرہ) آدمیوں کے پاس دوسروں کا مال امانت ہوتا ہے تو اگر وہ شخص مرجائے اور یہ بیان کرنے کا موقع نہ ہوا کہ اُس کے پاس کس کا کون  
سامان ہے؟ تو اگر مال والے نے اپنے مال کو پہچان لیا تو وہی حقدار ہوگا ورنہ اگر کسی دوسرے کا مال میت کے پاس موجود ہونے اور میت ہی  
کا سمجھا جانے کی وجہ سے قرض خواہ لے گئے تو بطور مضاربیت یا امانت یا عاریت رکھنے اور دینے والے کا مال میت کے ترکے سے قرض ظہر اگر  
نکالا جائے گا۔ کیونکہ جب میت نے بیان بھی نہ کیا تھا اور اصل مالک بھی نہ پہچان سکا تو گویا میت اُس کی امانت ہلاک کرنے والا ہوا اور  
ہلاک کرنے کی صورت میں مستحکم پر ضمان ہے اس لئے وہ میت کے ترکے سے نکالا جائیگا۔

۵۲..... (۴۹۰) امام زہری سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی مال میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہے اب باپ بیٹے کو کہتا  
ہے کہ جو مال میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے اس میں سے تیرے لئے سودینار ہیں (میں نے تجھے دیئے) فرمایا کہ حضرت ابو بکر و  
عمر رحمہما نے فیصلہ دیا کہ یہ جائز نہیں حتیٰ کہ وہ باپ مال میں سے سودینار علیحدہ کر کے محفوظ کر لے (تب دے تو ٹھیک ہے) اس کو عبد الرزاق  
اور ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے روایت کیا (کنز العمال جلد ۴ جز نمبر ۷ ص ۱۴)۔



أخرجه عبدالرزاق وابن أبي شيبه وابن ماجه ( كنز العمال ۷: ۴ )۔

۴۴۹۱..... محمد قال: أخبرنا خالد بن عبدالله عن المغيرة الضبي عن إبراهيم النخعي في رجل دفع إلى رجل مالا مضاربة، ونهاه عن النسبة، فقال: إن شاء ضمن وتصدق بربعه، أخرجه في كتاب الحجج له۔ (ص: ۲۶۲) و خالد بن عبدالله هو الطحان الواسطي ثقة من رجال الجماعة (تقريب ص: ۵۰)۔

## ﴿ كِتَابُ الْوَقْفِ ﴾

### بَابُ مَشْرُوعِيَةِ الْوَقْفِ وَأَنَّهُ لَا يُبَاءُ وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ

۴۴۹۲..... عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: أَشْيَاءَ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ " رواه الجماعة إلا البخاري وابن ماجه (نبيل الأوطار ۵: ۲۶)۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ دو شریکوں میں سے کوئی ایک اپنے شریک ساتھی کو مشترک مال میں سے کچھ بھی ہبہ نہیں کر سکتا جب تک اس مال کو تقسیم کے بعد اپنے قبضہ میں نہ لے لے جس کو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو باب کے مطابق رب المال مضارب کو نفع میں سے کچھ ہبہ نہیں کر سکتا جب تک نفع میں سے اپنا حصہ (تقسیم کر کے) وصول نہ کر لے۔

☆..... (۴۴۹۱) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالد بن عبدالله نے مغیرہ بن صنفی سے روایت بیان کی کہ اُس آدمی کے بارے میں جس نے دوسرے کو بطور مضاربیت مال دیا اور ادھار سے روکا حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ (جب مضارب نے خلاف ورزی کی تو نقصان ہونے کی صورت میں) اگر رب المال چاہے تو اس سے ضمان لے اور (نفع کی صورت میں) مضارب نفع کو صدقہ کر دے (کتاب الحجج ص ۲۶۲) اس کا راوی خالد بن عبدالله طحان واسطی ثقہ صحاح ستہ کا راوی ہے (تقریب)۔

**فائدہ:-** اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اگر مضارب رب المال کے کہے ہوئے کی خلاف ورزی کرے تو اگر نقصان ہو تو بھی مضارب کا ہوگا اور نفع ہو تو وہ بھی اسی کا ہوگا۔ مگر نفع کو صدقہ کر دے یہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

## ﴿ كِتَابُ الْوَقْفِ ﴾

**باب: وقف کے مشروع ہونے کا بیان اور یہ کہ وقف چیز نہ بیچی جاسکتی ہے نہ ہبہ ہو سکتی ہے نہ اس کا وارث بنایا جاسکتا ہے**

☆..... (۴۴۹۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کا عمل بند ہو جاتا

ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری ہوتا ہے یعنی صدقہ جاریہ اور علم جس سے نفع اٹھایا جائے اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔ اس حدیث کو بخاری و ابن ماجہ کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵/۲۶، مشکوٰۃ ۳۲/۱، مسلم ۴۱/۲، ترمذی ۱/۱۶۵)۔

**فائدہ:-** اس حدیث میں صدقہ جاریہ کا ذکر ہے اور صدقہ جاریہ یہی وقف ہے تو اس حدیث سے وقف کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے امام موفق نے مغنی میں بحوالہ ترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ جنہم میں سے جو بھی صاحب استطاعت تھا اس نے کچھ نہ کچھ وقف کیا ہے۔

اس میں اتفاق ہے کہ جو وقف اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ جاریہ کی صورت میں ہو مثلاً تعمیر مساجد، اور مسافروں کیلئے راستوں پر سرائے بنانا اور مسلمانوں کیلئے پانی کے انتظامات اور سرحدات پر مجاہدین کیلئے رہنے کے کمرے بنانا ایسے ہی مکہ مکرمہ میں حجاج کیلئے رہنے کے گھر بنانے اپنے گھر کا کچھ حصہ مسلمانوں کیلئے راستہ بنانا وغیرہ ان سب چیزوں میں وقف کرنے کے بعد وقف کرنے والے کو رجوع کرنا جائز نہیں۔ دوبارہ ملک میں لاسکتا ہے وقف کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہو گئے۔ بعض نے ذکر کیا کہ امام صاحب کے نزدیک وقف جائز نہیں صرف مسجد بنانا اور اس کا وقف لازم ہو جانا صحیح ہے۔ اور بعض نے کہا جائز تو ہے لیکن لازم نہیں ہو جاتا (مبسوط) مگر حق یہ ہے کہ وقف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) چیز کو اصل سمیت پورا پورا وقف کر دے۔ مثلاً زمین وقف کر کے مسجد بنائی۔ قبرستان بنایا یا مجاہدین یا حجاج کی رہائش بنادیا (۲) چیز کی منفعت تو وقف کی۔ اصل وقف نہ کی پہلی قسم میں وقف صحیح بھی ہے اور لازم بھی ہو جاتا ہے۔ جمہور کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام صاحب کا مذہب ہے اور دوسری صورت میں جب تک واقف زندہ ہے بالاتفاق آمدنی صدقہ جاریہ واجب ہوگا مثلاً زمین کا غلہ مسجد وغیرہ یا فقراء پر وقف کیا تو اس کو غلہ کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ اور یہ غلہ کو صدقہ کرنے کی منت کے بمنزل ہوگا۔ اسی طرح جب حاکم نے حکم جاری کر دیا کہ فلاں واقف کی وقف شدہ زمین وغیرہ وقف ہے اور وقف کے مطابق اس میں عمل ہو تو حاکم کے حکم کے بعد اس زمین وغیرہ سے واقف کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ بالاتفاق چاہے واقف زندہ بھی ہو۔ ایسے ہی جب واقف نے موت کے بعد وقف ہونے کا کہہ دیا تو بھی واقف کی ملکیت ختم ہوگی۔ یہ صورتیں اتفاقی ہیں۔ البتہ واقف نے جب منفعت صدقہ کی ہو۔ اور اصل اپنے پاس روک رکھے اور موت کے بعد وقف ہونے کا نہ کہے اور دائمی وقف ہونا ذکر نہ کرے اور حاکم بھی اس کے وقف کی صحت کا فیصلہ نہ دے تو اس میں اختلاف ہے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وقف لازم نہ ہوگا۔ بلکہ واقف وقف شدہ کو بیچ بھی سکتا ہے بہت بھی کر سکتا ہے اور واقف کے مرنے پر یہ اس کی میراث ہوگی اور صاحبین اور اکثر علماء فرماتے ہیں یہ وقف درست ہے اور لازم بھی ہو جائے گا۔ لہذا واقف نہ بیچ سکے گا نہ بہہ کر سکے گا نہ وقف شدہ اس کی میراث ہوگا۔

اور امام صاحب رحمہ اللہ سے جو وقف کی ممانعت منقول ہے دراصل وہ ممانعت ان کے زمانہ میں مروج وقف کی خاص صورت کی ہے یہ وہ صورت ہے کہ واقف اپنی اولاد اور اولاد الا اولاد کے نام وقف کرے یہ وقف صحیح نہیں کیونکہ ایسی وقف شدہ چیز کسی وقت فقراء کے پاس نہیں پہنچتی اور واقف کے مرنے پر اولاد کے پاس بطور میراث پہنچ جاتی ہے حالانکہ وقف وہ ہوتی ہے جو کبھی بصورت میراث تبدیل نہیں ہوتی اور فقراء کے پاس پہنچتی ہے۔

۴۴۹۳..... عن ابن عمر أن عُمَرَ أَصَابَ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَبْتُ أَرْضًا يَخْيَبُ لَمْ أَصُبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ حَبِسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا، فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ عَلَى أَنْ لَا تَبَاعَ وَلَا تُوهَبَ وَلَا تُورَثَ فِي الْفُقَرَاءِ وَذَوِي الْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَالضُّعْفِ وَابْنِ السَّبِيلِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مَتَمَوْلٍ، وَفِي لَفْظٍ: غَيْرَ مُتَأْتِلٍ مَالًا۔ رواه الجماعة، وفي حديث عمرو بن دينار قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ: لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكَلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأْتِلٍ۔ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ، وَيُهْدِي لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (المنتقى)، وهو موصول الإسناد، كما في رواية الإسماعيلي (نيل الأوطار ۵: ۲۶۲)، وفي لفظ للبخاري من طريق صخر بن جويرية عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ: تَمَعٌ وَكَانَ نَخْلًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يَبَاعَ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ الْحَدِيث (فتح الباري ۵: ۲۹۳)۔

☆..... (۳۲۹۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر کی ایک زمین حاصل ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے خیبر کی زمین حاصل ہوئی ہے جس سے بڑھ کر عمدہ مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تو آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر تو چاہے تو اصل زمین اپنے پاس رکھ کر صدقہ کر دے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فقراء اور قریبی رشتہ داروں اور غلاموں کی آزادی اور مہمانوں اور مسافروں کے اخراجات میں صرف کرنے کیلئے اس شرط پر صدقہ کر دیا کہ نہ اس کو بیچا جائے نہ بہک جائے نہ بطور میراث تقسیم ہو، اور جو اس کی ذمہ داری سنبھالے اس کیلئے اُس میں سے مناسب طریقہ سے کھانے میں خرچ نہیں اور غیر متمول (مال جمع کر کے رکھنے والے) شخص کو بھی کھلا سکتا ہے۔ اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا ہے (بخاری ۳۸۲/۱، مسلم ۴۱/۲، ترمذی ۱۶۵/۱، ابوداؤد ۴۲/۲) اور عمرو بن دینار کی حدیث میں ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ والی حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ (فرمایا) متولی پر حرج نہ ہوگا کہ خود بھی کھائے اور مال جمع کر کے رکھنے والے کے علاوہ اپنے دوستوں کو کھلائے، اور بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے متولی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے اور جو اہل مکہ ان کے پاس آیا کرتے ان کو ہدیہ کیا کرتے تھے۔ اس کو بخاری (۳۱۱/۱) نے روایت کیا (المنتقى) یہ حدیث سند متصل کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے (نیل الاوطار) اور بخاری کے بطریق صحیح بن جویریہ عن نافع عن ابن عمر یہ لفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال حضور ﷺ کے زمانہ میں صدقہ کیا اُس زمین کو شمع کہا جاتا تھا وہ کھجوریں تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا تھا کہ اس کی اصل کو

۴۴۹۴..... حدثنا حماد هو ابن خالد حدثنا عبدالله هو العمرى عن نافع عن ابن عمر قال: أَوَّلُ صَدَقَةٍ- أُمِّي مَوْفُوفَةٌ- كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ صَدَقَةُ عُمَرُ، رواه أحمد كما في "فتح الباری" (۳۰۱:۵)- وإسناده حسن-

۴۴۹۵..... عن عمرو بن سعد بن معاذ قال: سَأَلْنَا عَنْ أَوَّلِ حَبْسٍ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ الْمُهَاجِرُونَ- صَدَقَةُ عُمَرَ. وَقَالَ الْأَنْصَارُ: صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، رواه عمر بن شیبہ، وفي إسناده الواقدي (فتح الباری ۳۰۱:۵) قلت: قد تقدم غير مرة أنه مقبول في المغازی والسير والراجح عندنا توثيقه-

صدقہ کروے کہ نہ بیچی جائے نہ بہر کی جائے نہ بطور میراث تقسیم ہو سکتا ہے صرف اس ہجرت خرچ کیا جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو صدقہ کر دیا (فتح الباری ۳۸۱/۶)۔

**فائدہ:-** یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے روایت کے اوّل الذکر الفاظ احناف کے خلاف ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ واقف شخص اگر صرف منفعت وقف کرے اور اصل اپنے پاس رکھے تو واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اب وقف شدہ چیز کی بیع بہر نہیں ہو سکتا نہ بطور میراث اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی لیکن اس حدیث کے جملہ مروی الفاظ سامنے رکھے جائیں تو احناف کے خلاف نہیں بلکہ متعدد الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض الفاظ جو احناف کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ان میں راوی سے تقدم و تاخر ہوا ہے صحیح ترتیب وہ ہے جو ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اصل اپنے پاس روک لے اور صدقہ کروے تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صدقہ کیا کہ اس کی اصل نہ بیچی جائے نہ بہر کی جائے نہ بطور وراثت تقسیم ہو یعنی اصل اپنی ملکیت میں روک رکھی اور منفعت صدقہ کی اور لایا یا ع ولا یوصب الخ کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے نہ تھے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تھے راوی نے اس کو کلام نبوی بنا کر نقل کیا۔ تو ان الفاظ سے ظاہر ہوا کہ ملکیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رہی اور منفعت صدقہ کی اور اصل باقی رکھنے اور منفعت صدقہ کرنے سے واقف کی ملکیت ختم نہیں ہوتی (فیض الباری ۳/۳۱۴)۔

☆..... (۳۴۹۳) ہمیں حماد بن خالد نے عبداللہ العمری سے انہوں نے نافع سے روایت بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا صدقہ (یعنی وقف) اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا، اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا (فتح الباری ۶/۲۸ طبع دار الفکر) اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** اس سے وقف کا جواز ظاہر ہوتا ہے۔

☆... (۳۴۹۵) عمرو بن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلام میں پہلے وقف سے متعلق ہم نے پوچھا تو مہاجرین نے بتایا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہے اور انصار نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے۔ اس روایت کو عمر بن شیبہ نے روایت کیا اور اس کی سند میں واقدی ہے (فتح الباری ۶/۳۸) یہ کی گئی بات ذکر ہو چکا ہے کہ واقدی مغازی و سیر میں مقبول ہے اور ہمارے نزدیک اس کا ثقہ ہونا راجح ہے۔



۴۴۹۶..... وفى مغازى الواقدي أن أول صدقة مؤفوفة كانت فى الإسلام أراضى مخيريق التى أوضى بها إلى النبي ﷺ، فوقفها النبي ﷺ - (فتح الباری ۵: ۳۰۱)۔

۴۴۹۷..... وروى البيهقي (۶: ۱۶) من طريق أبي حفص الأبار عن الأعمش عن إبراهيم عن مسروق عن عائمة رضى الله عنها "أن رسول الله ﷺ جعل سبعة حيطان له بالمدينة صدقة على بني هاشم وبني المطلب"، أبو حفص الأبار صدوق بهم فالحديث حسن۔

۴۴۹۸..... وَحَسَّ عُثْمَانُ بِثَرُؤْمَةِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ بِعِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَنْقُلُ ذَلِكَ الْخَلْفُ عَنْ السَّلَفِ جَبَلًا بَعْدَ جَبَلٍ، وَهِيَ مَشْهُورَةٌ بِالْمَدِينَةِ، وَكَذَلِكَ صَدَقَاتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدِينَةِ مَشْهُورَةٌ وَقَدْ تَصَدَّقَ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ بِشَمْعٍ، وَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ، وَكَانَ يُعْطِلُ مِائَةَ وَسْقٍ بِوَادِي الْقُرَى كُلِّ ذَلِكَ حَبْسًا وَقَفًا لَا يُبَاعُ وَلَا يُشْتَرَى، وَحَسَّ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ دَوْرَهُمْ عَلَى بَيْنِهِمْ وَصَيَاغًا مَوْفُوفَةً، وَكَذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسَائِرُ الصَّحَابَةِ جُمْلَةً صَدَقَاتِهِمْ بِالْمَدِينَةِ أَشْهُرُ بَنِ الشَّمْسِ لَا يَجْهَلُهَا أَحَدٌ، وَأُوقِفَ

☆..... (۴۳۹۶) مغازی واقدی میں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا صدقہ جو وقف ہوا وہ مخیریق کی زمینیں تھیں جن کی اس نے نبی کریم ﷺ کو وصیت کی تھی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو وقف کیا (فتح الباری ۶/۳۸)۔

☆..... (۴۳۹۷) امام بیہقی نے (سنن ۶/۱۶۰) ابو حفص ابار کی سند سے اعمش سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اپنے سات باغ بنو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ ٹھہرائے تھے، راوی ابو حفص ابار سچا ہے وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو یہ حدیث حسن ہے۔

☆..... (۴۳۹۸) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے علم سے مسلمانوں پر پیر و مدہ وقف کیا جس کو سلف سے خلف کی بہت بڑی تعداد نے نقل کیا ہے اور وہ کنواں مدینہ طیبہ میں مشہور ہے۔ ایسے ہی مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کے صدقات مشہور ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں شمع زمین وقف کی اور مال صدقہ کیا اور وادی قرنی میں سوسوق غلہ لاتے کل کا کل وقف کا ہوتا اس کی خرید و فروخت نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت عثمان و طلحہ اور زبیر اور علی اور عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر اور جائیدادیں بچوں پر وقف کرتے ہوئے روک رکھے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر اور صاحبزادی فاطمہ اور سب صحابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے صدقات مدینہ طیبہ میں وقف کئے جو آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں کوئی ان سے ناواقف نہیں اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دھڑ مال کو اپنے بیٹوں پر وقف کیا، ہم نے سندوں میں اختصار کر دیا کیونکہ یہ معاملات مشہور ہیں۔ ابن حزم نے اس کو محلی (۹/۱۸۰) میں ذکر کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیرومدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شمع وقف کرنا صحیح روایت میں ثابت

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ الْوُحْطِ عَلَى بَيْنِهِ، اخْتَصَرْنَا الْأَسَانِيدَ لاشتہار الأمر، قاله ابن حزم في "المحلى" (۹: ۱۸۰)، وحبس عثمان بئر رومة، وحبس عمر ثمغ ثابت في الصحيح وأما غير ذلك مما ذكر فقد رواه البيهقي في سننه عن الحميدى معضلاً (۶: ۱۶۱)۔

۴۴۹۹..... حدثنا سليمان بن داود المهری أنا ابن وهب أخبرني الليث عن يحيى بن سعيد عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ- هَذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبْرِهِ نَعْوَى حَدِيثٍ نَافِعٍ، قَالَ: عَمْرٍ مُتَأْتِلٍ مَالًا فَمَا غَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلْسَّائِلِ وَالْمَخْرُومِ، قَالَ: وساق القصة، قَالَ: وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ شَيْءٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ، وَكَتَبَ مُعَقِّبُ صَدَقَةِ لِيذَى الْقُرْنَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَلِي السَّبِيلِ وَالْمُقِيمِ عَلَيْهَا أَنْ يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ صَدِيقًا لَا جُنَاحَ، وَلَا يُبَاعَ وَلَا يُوهَبَ وَلَا يُؤْرَثَ مَا قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، جَعَلَ ذَلِكَ إِلَى ابْنَتِهِ حَفْصَةَ، فَإِذَا مَاتَتْ فَلِإِذَى الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا اه (۲: ۵۰، ۶)۔ وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا مَا أَوْعَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرَ

ہے اور ان کے علاوہ حضرات کے وقف کی روایت امام بیہقی نے سنن (۶/۱۶۱) میں حمیدی سے معضلاً بعض روایت کی ہے۔

**فائدہ:-** ان سب روایات سے وقف کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

☆..... (۴۴۹۹) ہمیں سلیمان بن داؤد مہری نے ان کو ابن وهب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے لیث نے یحییٰ بن سعید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے بارے میں روایت بیان کی فرمایا عبدالحمید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے میرے لئے لکھ کر دیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جو عبداللہ بن عمر نے ثمغ کے بارے میں لکھا۔ پھر عبدالحمید نے نافع کی حدیث کی طرح اس کی خبر بتائی اس میں (غیر متول مالاً کی جگہ) غیر متولی مالاً ہے (معنی دونوں کا ایک ہے) اور یہ بھی ہے کہ ثمغ کا جو پھل بیج جائے وہ سائل اور محروم کینے ہوگا مزید پورا قصہ بیان کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ثمغ زمین کا متولی چاہے تو زمین کے پھل سے زمین کے کاروبار کیلئے غلام خرید سکتا ہے، اور یہ بات معیقہ نے بیان کی اور عبداللہ بن ارقم گواہ ہوئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ یادداشت ہے جس کو اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین نے لکھوایا اگر عمر کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو (یاد رکھیں کہ) ثمغ زمین اور صرہ بن اکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو خیر میں ہیں اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو جو بنی کریم رضی اللہ عنہ نے وادی میں بطور غلہ دیئے اس کی متولی زندگی تک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہوں گی پھر ان کے گھرانے میں سے جو صاحب رائے ہو وہ متولی ہوگا اس کی خرید و فروخت نہ کی جائے اور متولی جہاں مناسب سمجھے سائل آدمی ہو یا محروم اور رشتہ دار اس پر خرچ کرے، اور متولی کے خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے میں یا اس کی آمد سے غلام خریدنے میں حرج نہیں ہے، اس روایت کو ابو داؤد نے روایت

الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَّثَ بِهِ حَدَّثَ أَنْ تَمْعًا وَصَرْمَةً بَيْنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدِ الَّذِي فِيهِ - وَالْمِائَةِ سَهْمِ الَّذِي بِخَبِيرٍ وَرَقِيقَهُ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةِ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْوَادِي تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا غَاشَتْ ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرِّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يَبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى يُنْفَقُهُ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذِي الْقُرْبَى، وَلَا خَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ - رواه أبو داود، وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ۳: ۷۶)۔

## بَابُ إِذَا صَحَّ الْوَقْفُ خَرَجَ مِنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ وَلَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمُوقُوفِ عَلَيْهِ

۴۵۰..... عن نافع عن ابن عمر "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا

کیا (۳۲/۲) اور ابو داود اور منذری دونوں نے سکوت اختیار کیا (عون المعبود ۳/۷۶)۔

**فائدہ:-** اوپر حدیث ۳۳۹۳ کی ایک توجیہ کی گئی تھی اس روایت سے اس کی دوسری توجیہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین مرغ وغیرہ کا اپنی وفات کے بعد کیلئے وقف ہونا بیان کر دیا تھا اور اس کا متولی حضرت حفصہ کو اور ان کے بعد کسی صاحب رائے کو قرار دیا تھا اور احناف کے نزدیک بھی جب وقف کرنے والا اپنی وفات کے بعد کیلئے بھی وقف شدہ کا وقف ہونا بیان کر دے تو وہ وقف شدہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اب نہ اس کی بیع ہو سکتی ہے نہ ہبہ نہ میراث بن سکتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف والی حدیث احناف کے خلاف نہ ہوئی، لیکن یہاں یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ وقف تب لازم ہوتا ہے جب واقف موت کے بعد کیلئے بھی وقف ہونا بیان کرے یا حاکم وقف شدہ کے وقف ہونے کا حکم جاری کرے ورنہ وقف لازم نہیں ہو جاتا مگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقف کرتے ہی واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے چاہے حاکم نے حکم جاری نہ کیا ہو یا واقف نے وقف کا موت کے بعد کیلئے بھی وقف ہونا بیان نہ کیا ہو علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور یہی مختار ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔

**باب: جب وقف صحیح ہو جائے تو وقف شدہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے**

**اور موقوف علیہ کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہوتا**

**فائدہ:-** چونکہ ابھی اوپر ذکر ہوا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس لئے اگلی بحثیں صاحبین کے قول کے مطابق ہوں گی۔

☆..... (۳۵۰۰) حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو

وَتَصَدَّقَتْ بِهَا“ وفی روایۃ عبید اللہ بن عمر: اِحْبَسْ اَصْلَهَا، وَسَبِّلْ ثَمَرَتَهَا، وفی روایۃ یحییٰ بن سعید: تَصَدَّقْ بِثَمَرِهِ، وَحَبَسْ اَصْلَهُ، فَتَصَدَّقْ عُمَرُ اَنَّهُ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا، وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ فِی الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَىٰ وَالرَّقَابِ وَفِی سَبِيلِ اللّٰهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيلِ، لَا جَنَاحَ عَلٰی مَنْ وَلَيْسَ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ اَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِیْهِ رواہ البخاری وما فیہ من الزیادات فمن فتح الباری (۵: ۲۹۹) وفیہ أيضًا من طریق عمر بن شبة وأبی داؤد: هذا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ فِی ثَمَرِ اِلٰی حَفْصَةَ مَا غَاشَتْ تُنْفِقُ ثَمَرَهُ حَيْثُ اَرَاَهَا اللّٰهُ، فَإِنْ تَوَقَّيْتُ فَلِی ذَوِی الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا (۵: ۳۰۱)۔

### بَابُ اَلْفَاظِ اَلْوَقْفِ وَجَوَازِ اِنْتِفَاعِ اَلْوَقْفِ بِوَقْفِهِ اَلْعَامِ

۴۵۰۱..... عن نافع عن ابن عمر أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: ” إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا

اصل روک رکھ اور اس کو صدقہ کر دے۔ اور عبید اللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔ اس کی اصل روک لے اور اس کا پھل اللہ کی راہ میں صدقہ کر۔ اور یحییٰ بن سعید کی روایت میں لفظ ہیں۔ اس کا پھل صدقہ کر دے اور اس کی اصل روک رکھ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر کہ اس کی اصل نہ بیچی جائے۔ نہ ہب کی جائے۔ نہ میراث بنائی جائے فقراء اور رشتہ داروں اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور اللہ کے راستہ میں اور مہمانوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کیلئے صدقہ کیا (اور یہ کہ) اس کے متولی پر حرج نہ ہوگی۔ مناسب طریقہ سے اس میں سے خود کھائے یا غیر متمول دوست کو کھلائے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور جو اس میں اضافے ہیں وہ فتح الباری سے ہیں۔ اور فتح الباری میں عمر بن شہب اور ابو داؤد کے طریق سے یہ بھی ہے کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی کہ) یہ وہ یادداشت ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے شمع کے بارے میں لکھی کہ وہ زندگی تک حضرت حفصہ کے حوالے ہوگی جہاں اس کو اللہ سمجھائے وہاں پھل خرچ کرے اور اگر وہ وفات پا جائے تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے حوالے ہوگی (فتح الباری ۶/۳۷۷ دیکھیں حدیث ۳۴۹۳)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقف شدہ موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کڑی شرطیں لگانا ایسی بات کو ظاہر کرتا ہے ورنہ اگر موقوف علیہ کی ملکیت میں وقف چیز آ جائے تو اس کو پورا اختیار ہوگا کسی بھی شرط کی پابندی کی ضرورت نہ ہوگی اور یہ شرطیں لگانا عبت وفضل ہوگا اور عبت کا مطلقند آدمی سے بعید ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شرطیں لگانا عبت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقف شدہ موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی اس لئے واقف موقوف علیہ پر وقف چیز کے بارے میں احتیاطی شرطیں لگا سکتا ہے۔

**باب: وقف کے الفاظ کا بیان اور یہ کہ واقف کیلئے وقف عام کرنے سے موقوف چیز سے نفع اٹھانا جائز ہے**

☆..... (۳۵۰۱) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تو چاہے تو شمع باغ کی



وَتَصَدَّقَتْ بِهَا“، فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يَبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ الْحَدِيثُ۔ رواه البخاری  
وفی رواية عبد اللہ بن عمر: إْحْبِسْ أَصْلَهَا وَسَبِّلْ ثَمَرَتَهَا، وفی رواية یحیی بن سعید: ”تَصَدَّقْ  
بِثَمَرِهِ وَحَبْسِ أَصْلِهِ“، کما فی ”فتح الباری“ وقد مر فی الباب السابق۔

۴۵۰۲..... عن أبی هريرة مرفوعا: ”إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: صَدَقَةٌ  
جَارِيَّةٌ“ الحديث رواه الجماعة إلا البخاری، وقد تقدم أيضا۔

۴۵۰۳..... عن عثمان أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْدَبُ غَيْرُ بَيْتِ رُؤْمَةَ فَقَالَ: ”  
مَنْ يَشْتَرِي بَيْتَ رُؤْمَةَ فَيَجْعَلُ فِيهَا ذَلْوَةً مَعَ دَلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟“، فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ  
صُلُبِ مَالِي۔ رواه النسائي والترمذی، وقال: حديث حسن (نیل الأوطار ۵: ۲۶۰)، ورواه البغوی  
فی الصحابة، وزاد: فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ بِخُمُسَةِ وَثَلَاثِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، وَقَالَ: قَدْ جَعَلْتُهَا

اصل روک رکھ اور اس کو صدقہ کر دے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صدقہ کیا کہ اصل نہ تو بیچی جائے نہ بہہ کی جائے نہ میراث بنائی  
جائے (بخاری) اور عبد اللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصل روک رکھ اور پھل صدقہ کر دے اور یحییٰ بن سعید کی  
روایت میں ہے اس کا پھل صدقہ کر دے اور اس کو روک رکھ (فتح الباری دیکھیں حدیث ۴۳۹۳، ۳۵۰۰)۔

**فائدہ:**۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اگر آدمی کہے کہ میں نے یہ زمین صدقہ کی یا کہا مجھ سے علی الفقراء یہ زمین فقراء پر روکی اور بند کی ہوئی  
ہے یا کہانی بنیل اللہ ہے تو ان الفاظ سے وہ زمین وغیرہ وقف ہوگی البتہ دار و مدار اس قسم کے الفاظ کا عرف پر ہے اسی طرح اگر کہا میں نے  
اس کو فقراء کیلئے ٹھہرایا ہے اور یہ الفاظ وقف کیلئے عرف میں استعمال ہوں تو وقف ہوگی ایسے ہی صریح وقف کے الفاظ بولنے سے بھی وقف  
ہو جائے گی۔

☆..... (۳۵۰۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے فرمایا جب آدمی فوت ہو جائے اس کا عمل بند ہو جاتا ہے مگر تین  
چیزوں کا ثواب جاری ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اس حدیث کو بخاری کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے۔ (دیکھیں  
حدیث ۴۳۹۲)۔

**فائدہ:**۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ لفظ صدقہ بھی وقف کیلئے بولا جاتا ہے۔

☆..... (۳۵۰۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں بیر رومہ کے سوا میٹھا پانی نہ تھا تو آپ  
نے فرمایا کون شخص بیر رومہ کو خرید کر اس میں اپنا ذول مسلمانوں کے ذولوں کے ساتھ (برابر کا بنکر نہ کہ مالک بن کر) ڈالے گا کہ اس کو بیر  
رومہ کے عوض جنت میں اس سے بہتر کتواں ملے؟ تو میں نے اس کو اپنے ہی مال سے خریدا، اس کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی  
نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے (۲/ ۲۱۱، باب مناقب عثمان)، (نیل الاوطار) اور اس کو بغوی نے فضائل صحابہ میں روایت کرتے ہوئے یہ

لِلْمُسْلِمِينَ (فتح الباری ۵: ۳۰۵)، وهو حسن أو صحيح على أصله، وفي "التلخیص الحبیّر" (۲: ۲۵۸) أَنَّ عُثْمَانَ وَقَفَ بِبِرِّ رُؤْمَةٍ، وَقَالَ: ذَلُّوْی فِیْهَا کَدِلَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ علقه البخاری ۵۱۔

۴۵۰۴..... عن أنس بن مالك أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيَّ إِلَيَّ بِرُّحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرُهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعُفَهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهَ۔ الحديث متفق عليه، وفي اللفظ لأحمد ومسلم قال: فَلْيَنْبِئْ أَشْهَدَكَ أَنِّي جَعَلْتُ أَرْضِيَّ بِرُّحَاءَ لِلَّهِ۔ (نیل الأوطار ۵: ۲۶۷)۔

۴۵۰۵..... عن ابن عباس أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تَوَفَّيْتُ أُمَّهُ، وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلْيَنْبِئْ أَشْهَدَكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا، وفي لفظ: صَدَقَةٌ عَنْهَا۔ رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۲۹۲) مختصراً۔

زائد ذکر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیستیس ہزار درہم پر خرید اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں نے اس کنویں کو مسلمانوں کیلئے ٹھہرایا ہے۔ (فتح الباری) اور ابن حجر کے اصول کے مطابق یہ روایت حسن یا صحیح ہے۔ اور تلخیص خیر میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیرومہ وقف کیا اور فرمایا اس کنویں میں میرا ڈول بھی مسلمانوں کے ڈول کے برابر ہوگا۔ اس کو بخاری نے تعلیفاً روایت کیا۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فلاں چیز میں نے مسلمانوں کیلئے ٹھہرائی، یا اس کنویں میں میرا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے برابر ہوگا۔ وقف کے الفاظ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف اپنی وقف کردہ چیز سے دوسرے مسلمانوں کی طرح نفع اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ سب مسلمانوں کیلئے وقف کی ہو۔

☆..... (۳۵۰۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکی کے اونچے درجہ کو نہ پہنچو گے یہاں تک کہ وہ خرچ کر دو جو تمہیں محبوب ہو اور مجھے سارے مال میں سے محبوب پیرحاء ہے اور وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے اس کی نیکی اور ذخیرہ کی اللہ کے ہاں امید رکھتا ہوں تو جہاں اللہ آپ کی سوچ میں ڈالیں اس کو خرچ کر دیں۔ (بخاری ۱/ ۱۹۷، مسلم ۱/ ۳۲۳) اور امام احمد و مسلم کے لفظ ہیں میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی پیرحاء اللہ کیلئے ٹھہرائی ہے (نیل الاوطار)۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ یہ کہنا فلاں چیز اللہ کیلئے ہے یا اللہ کیلئے صدقہ ہے، وقف کے الفاظ ہیں ہاں عرف کا اعتبار لازمی ہے۔

☆..... (۳۵۰۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو سعد غائب تھے تو (واپسی پر) آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟ فرمایا ہاں تو عرض کیا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخرف والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا (۱/ ۳۸۶، فتح الباری ۶/ ۳۱)۔

## بَابُ لِلْوَاقِفِ أَنْ يَشْتَرِطَ لِنَفْسِهِ أَوْ لِأَهْلِهِ أَنْ يَأْكُلُوا مِنَ الْوَقْفِ أَوْ يَنْتَفِعُوا بِهِ فَيَكُونُ لَهُمْ قَدَرٌ مَا يَشْتَرِطُ

۴۵۶..... قال أحمد: سمعت ابن عيينة عن ابن طاوس عن أبيه عن حجر المدري أن في صدقة رسول الله ﷺ أن يأكل منها أهله بالمعروف غير المنكر، ذكره الموفق في "المغنى" (۶): (۱۹۳)، وقال: احتج به أحمد ورواه الخصاف من طريق الواقدي وابن أبي شيبة في المصنف كلاهما قال: حدثني سفيان بن عيينة عن ابن طاوس عن أبيه قال: ألم تر أن حجر المدري حدثني فذكر نحوه سواء، وحجر المدري تابعي معروف، روى عن علي و زيد بن ثابت وغيرهما، قال العجلي: تابعي ثقة من خيار التابعين (الإصابة ۲: ۷۷)۔ قال الحافظ: أرسل حديثاً فأخرجه بقى بن مخلد في الصحابة، وهو وهم اه، قلت: فالأثر مرسل صحيح۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ زمین کو میت کی طرف سے صدقہ کرنا وقف ہے بشرطیکہ عرف ہو۔

**باب: واقف اپنے لئے اور گھرانے کیلئے یہ شرط ٹھہرا سکتا ہے کہ وہ وقف شدہ چیز سے کھائیں گے**

**یا نفع اٹھائیں گے اور شرط کے مطابق ان کیلئے نفع اٹھانا جائز ہوگا**

☆..... (۳۵۰۶) امام احمد فرماتے ہیں میں نے سفيان بن عيينہ سے سنا انہوں نے ابن طاوس سے انہوں نے اپنے والد طاوس سے انہوں نے حجر مدري سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں یہ بات تھی کہ آپ کے گھرانے والے اس میں سے مناسب طریقہ سے کھائیں گے۔ نامناسب طریقہ سے نہیں۔ اس کو امام موفق نے مفتی (۱۹۳/۶) میں ذکر کیا اور فرمایا امام احمد نے اس سے حجت پکڑی ہے، اور اس کو مصنف نے واقدی کے طریق سے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا دونوں سفيان بن عيينہ سے روایت کرتے ہیں کہ طاوس کہتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حجر مدري نے مجھے یہ بیان کیا۔ حجر مدري مشہور تابعی ہیں جنہوں نے حضرت علی اور زيد بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت لی ہے امام علی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حدیث مرسل بیان کی ہے تو جی بن مخلد کو وہم ہوا انہوں نے حجر کو صحابہ میں ذکر کر دیا۔ لہذا یہ مرسل صحیح اثر ہے۔

**فائدہ:-** امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقف شدہ میں اس قسم کی شرط لگانا جائز ہے امام محمد اور امام شافعی و مالک رضی اللہ عنہم کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ وقف اللہ تعالیٰ کے تقرب کیلئے بطور تسلیم موقوف علیہم پر تبرع و احسان ہے۔ تو اس قسم کی شرط اس کو باطل کر دے گی۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی دلیل روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صدقہ یعنی وقف شدہ میں سے کھاتے تھے ہاں اگر وقف میں اپنے اور گھرانے والوں کے اس میں سے کھانے اور نفع اٹھانے کی شرط نہ لگائی ہو تو پھر وقف شدہ سے ان کیلئے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اس پر اجماع ہے مذکورہ

۴۵۰۷..... عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: " لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَدِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفْقَةِ نِسَائِي وَمَوْتِي غَائِبِي فَهُوَ صَدَقَةٌ"، رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۳۰۴)۔

۴۵۰۸..... عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أن عمرًا اشترط في وقفه أن يأكل من وليه ويؤكل صديقه غير متمول مالا۔ رواه البخاری أيضاً (فتح الباری ۵: ۳۰۴)، وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ كَرِهَ جَعَلَ الْوَلَايَةَ لِأَهْلِهِ۔

۴۵۰۹..... عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ وَقَفَ دَارًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ فَكَانَ إِذَا حَجَّ مَرَّ بِالْمَدِينَةِ فَتَنَزَلَ دَارَهُ۔ رواه البيهقي من طريق الأنصاري حدثني أبي عن ثمامة عنه، وذكره البخاری فی الصحيح معلقاً (فتح الباری ۵: ۳۰۴)۔

اختلاف شرط ٹھہرانے کی صورت میں ہے احناف کے ہاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل جو صاحب ہدایہ نے ذکر کی (جو اوپر ذکر ہوئی) اس کے متعلق علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں ملی لیکن (مولانا ظفر احمد فرماتے ہیں) مجھے مل گئی ہے کہ امام خصاص بطریق واقدی محمد بن بشر بن حبیب سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے روایت کی خلافت کے زمانہ میں خنصرہ شہر میں سنا فرمایا کہ میں نے مدینہ میں (جبکہ وہاں بکثرت مہاجرین و انصار بزرگ موجود تھے) سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سات باغ جو اموال خیر تق میں سے آپ نے وقف کئے تھے (یہ بات بھی تھی کہ) آپ ﷺ اس میں سے کھاتے تھے (ص ۲۱) متن میں ذکر کردہ حدیثیں بھی اس کی دلیل ہیں۔

☆..... (۳۵۰۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ورثہ درہم و دینار تقسیم نہیں کریں گے۔ بلکہ بیویوں کے خرچہ اور عاتلوں کے اخراجات کے بعد جو متروک ہوگا وہ صدقہ ہوگا، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (۱/۳۸۹)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقف شدہ میں واقف شرط لگا سکتا ہے کہ اس وقف شدہ میں جو عاقل محنت کریں گے ان کا خرچہ وقف شدہ کی آمدنی سے ہوگا، اور یہ کہ میرے مرنے کے بعد میری بیوی کا خرچ بھی وقف شدہ میں سے نکالا جائے گا اور بیوی کیلئے ٹھہرا اپنے لئے ٹھہرانا ہے تو اپنے اور گھروالوں کیلئے نفع اٹھانے کی شرط ٹھہرانا جائز ثابت ہوا۔

☆..... (۳۵۰۸) حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں شرط ٹھہرائی تھی کہ جو اس کا متولی ہوگا وہ خود بھی کھا سکے گا اور اپنے غیر متمول دوست کو بھی کھلا سکے گا (بخاری ۱/۳۸۹) اور یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے وقف شدہ کی ولایت اپنے گھرانے والوں کیلئے مقرر کی تھی۔

**فائدہ:-** جس سے ثابت ہوا کہ اپنے گھروالوں کیلئے نفع اٹھانے کی شرط وقف میں درست ہے۔ کیونکہ جب متولی نفع اٹھا سکتا ہے اور متولی واقف کے گھروالے ہیں تو معنی ہوا کہ واقف کے گھروالے نفع اٹھا سکتے ہیں۔

☆..... (۳۵۰۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں موجود اپنے ایک گھر کو وقف کیا تھا تو جب حج کو آتے اور



الباری ۵: ۳۰۵۔

۴۵۱۰..... عن المقدم بن معدیکرب رفعه: "مَا مِنْ كَسْبِ الرَّجُلِ كَسَبَ أَطْيَبَ مِنْ عَمَلٍ يَدِيهِ، وَنَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ"، رواه ابن ماجه، واللفظ له والنسائي بإسناد جيد، كذا في "الدراية" (ص: ۶۷۸)۔

۴۵۱۱..... عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال: "أَيُّمَا رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا حَلَالًا فَأُطْعِمَهُ نَفْسَهُ أَوْ كَسَاهَا بِمَنْ دُونَهُ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّ لَهُ زَكَاةً" رواه ابن حبان في صحيحه، والحاكم إلا أنه قال: فَإِنَّهُ لَهُ زَكَاةٌ، وقال: صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (فتح القدير ۵: ۴۳۹)۔

۴۵۱۲..... عن جابر أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ: "إِنِّدَا بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا، فَإِنَّ فَضْلَ شَيْءٍ فَلَا يَهْلِكُ" الحديث، رواه مسلم (فتح القدير ۵: ۴۳۹)۔

مدینہ طیبہ سے گذرتے تو اپنے گھر میں ٹھہرتے تھے اس کو پہنچنے کے (سنن ۱۶۱/۶) بطریق انصاری عن ابیہ عن عمار عن انس روایت کیا ہے اور امام بخاری نے صحیح میں (کتاب الوصایا) تعلیقا ذکر کیا ہے (۱.....۳۸۹) (فتح الباری ۱/۵۲)۔

**فائدہ:-** اپنے وقف شدہ گھر میں ٹھہرنا اس سے نفع اٹھانا ہے اور چونکہ نفع اٹھانے کی شرط ٹھہرانے کے بغیر بالاجماع نفع نہیں اٹھا سکتا تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ شرط ٹھہرائی تھی۔

☆..... (۳۵۱۰) حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت ہے کہ آدمی کی کمائی میں سے اس کے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاکیزہ کوئی کمائی نہیں ہے۔ اور جو کچھ آدمی اپنے آپ پر اور گھروالوں اور اولاد پر اور خادم پر خرچ کرے وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔ اس کو ابن ماجہ (ص ۱۵۵) اور نسائی نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے اور الفاظ ابن ماجہ کے ہیں (درایہ ص ۲۷۸)۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا اپنے آپ پر خرچ کرنا بھی ثواب کا عمل ہے جس سے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اپنی جان پر خرچ کرنے کیلئے وقف کرنا جائز ہے۔

☆..... (۳۵۱۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی بھی مال حلال کمائے اور اپنے آپ کو یا اللہ کی مخلوق میں سے اپنے سوا کو کھلائے یا پہنائے تو وہ اس کیلئے پاکیزگی کا ذریعہ ہوگا۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا صحیح سند والی ہے مگر بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی (فتح القدير ۵/۳۳۹)۔

☆..... (۳۵۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا اپنی جان سے ابتداء کر تو اپنی جان پر صدقہ کر پھر اگر کچھ بچے تو گھروالوں پر صدقہ کر۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا (۱/۳۲۲)۔ (فتح القدير ۵/۳۳۹)۔

**فائدہ:-** ان حدیثوں سے بھی اپنے آپ پر وقف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

## بَابُ لَا يَصِحُّ الْوُقُوفُ إِلَّا مُؤَبَّدًا وَجَوَازُ الْوُقُوفِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ وَالْفُقَرَاءِ وَيَرْجِعُ آخِرُهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَى الْمِيرَاثِ أَبَدًا

۴۵۱۳..... عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فذكر الحديث، وفيه: فَكَتَبَ عُمَرُ هَذَا الْكِتَابَ: مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي تَمْنَعٍ وَالْمَائَةِ الْوُسُقِ الَّتِي أَطْعَمْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ، إِنِّي حَبَسْتُ أَضْلَهَا، وَجَعَلْتُ ثَمَرَتَهَا صَدَقَةً لِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَإِنِّي السَّبِيلِ وَالْمُقِيمِ عَلَيْهَا أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ صَدِيقًا لَا جُنَاحَ وَلَا يَبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ مَا قَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ، جَعَلَ ذَلِكَ إِلَى ابْنَتِهِ حَفْصَةَ، فَإِذَا مَاتَتْ فَلِإِثْنِي ذِي الرُّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا. رواه "الدارقطني" (۵۰۶:۲)، واحتج به الحافظ في "الفتح" (۲۹۹:۵)، فهو حسن أو صحيح.

### باب: وقف تب ہی صحیح ہے جب دائمی وقف ہو اور بالآخر فقراء

### و مساکین کے پاس پہنچے اور کبھی میراث ہو کر نہ لوٹے

☆..... (۳۵۱۳) عبيد الله بن عمر نافع سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زمین وقف کی) تو یہ یادداشت کبھی عمر بن خطاب کی طرف سے تمنع زمین کے بارے میں اور ان سو وسیع کے بارے میں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بطور نفل مجھے خیبر کی زمین سے دیا تھا۔ میں نے اس کی اصل روک لی اور اس کا پھل رشتہ داروں اور یتیموں و مسکینوں اور مسافروں کیلئے صدقہ بنایا اور جو اس پر نگران ہو وہ خود کھائے یا دوست کو کھلائے کوئی حرج نہیں اور نہ تو اس کو بیچا جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے جب تک آسمان و زمین موجود ہیں۔ حوالے کیا (متولی بنایا) اس کو اپنی بیٹی حفصہ کے جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے اس کو دارقطنی نے (۵۶/۲) روایت کیا اور اس سے علامہ ابن حجر نے فتح الباری (۴/۶) میں حجت پکڑی ہے تو یہ صحیح حدیث ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کی یادداشت میں لکھا کہ آسمان و زمین کے قیام تک یہ وقف ہے جس سے ثابت ہوا کہ وقف کا دائمی وقف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مالداروں اور غرباء سب پر وقف صحیح ہے بشرطیکہ بالآخر فقراء و مساکین کے پاس پہنچے اور یہ کہ وقف شدہ کبھی میراث کے طور پر واپس نہیں لوٹی۔

..... ۴۵۱۴ ..... حدثنا القاسم بن الفضل حدثنا محمد بن علي أن علي بن أبي طالب رضي الله عنه تصدق بأرض له ليقبى بها وجهه عن جهنم على مثل صدقة عمر رضي الله عنه غير أنه لم يستثن لوالديه منها شيئاً كما استثناه عمر۔ رواه الخصاف في أحكام الأوقاف له من طريق الواقدي (ص: ۱۰)، ورجاله ثقات، أما القاسم فهو الحداني الأزدي أبو المغيرة البصري ثقة من رجال مسلم والأربعة، (تهذيب ۸: ۳۲۹) وأما محمد بن علي فأبو جعفر الباقر ثقة فاضل من أهل بيت النبوة روى له الجماعة في الأمهات، وروايته عن علي مرسله، ولكنه من أهل بيته فهو مرسل حسن۔

..... ۴۵۱۵ ..... حدثنا محمد بن عمر الواقدي أخبرنا عبد الرحمن بن أبي الزناد حدثني عبد الله بن عمرو أبو زهير الكعبي عن عبد الله بن خارجه بن زيد عن أبيه عن زيد بن ثابت قال: لَمْ نَرْ خَيْرًا لِمَيِّتٍ وَلَا لِلْحَيِّ مِنْ هَذِهِ الْحَبْسِ الْمُؤَفَّوَةِ، أَمَّا الْمَيِّتُ فَيَجْرِي أُجْرُهَا عَلَيْهِ، وَأَمَّا الْحَيُّ فَتُحْبَسُ عَلَيْهِ لَا تَبَاعُ وَلَا تُوهَبُ وَلَا تُورَثُ وَلَا يَقْدَرُ عَلَى اسْتِهْلَاكِهَا، وَإِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ جَعَلَ صَدَقَتَهُ

☆..... (۳۵۱۳) ہمیں قاسم بن فضل نے محمد بن علی سے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین اس لئے صدقہ کی تاکہ اس کے سبب اپنے چہرے کو جہنم سے بچا سکیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ تھا صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں سے متولی کیلئے کچھ مٹائی نہ کیا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مٹائی کیا تھا۔ اس کو خصاف نے احکام الاوقاف (ص ۱۰) میں بطریق واقدی روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں قاسم جدانی اردی ابو المغیرہ بصری ثقہ اور مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں (تہذیب) اور محمد بن علی ابو جعفر امام باقر ثقہ اور اہل بیت نبوی میں سے فاضل ہیں جماعت نے اپنی بڑی کتابوں میں اس کی روایات لیں اور ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے لیکن چونکہ ان کے گھرانے کے آدمی ہیں اس لئے یہ مرسل حسن ہے۔

**فائدہ:-** جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف کی طرح وقف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق اس وقف میں بھی یہ بات ہوئی کہ اس کو بیچا نہ جائے گا۔ نہ ہبہ کیا جائے گا نہ میراث بنایا جائے گا اور دائمی وقف ہوگا۔

☆..... (۳۵۱۵) ہمیں محمد بن عمرو واقدی نے بیان کیا کہ انیس عبد الرحمن بن ابی الزناد نے ان کو عبد اللہ بن عمرو ابو زہر کہی نے عبد اللہ بن خارجه بن زيد عن أبيه حضرت زيد بن ثابت کی روایت بیان کی کہ حضرت زيد نے فرمایا کہ ہم نے میت اور زندہ شخص کیلئے اس وقف شدہ روکے ہوئے سے بہتر کوئی چیز نہیں سمجھی میت کیلئے تو اس لئے کہ اس کا اجر جاری رہے گا اور زندہ کیلئے اس لئے کہ وقف شدہ اسی کیلئے روکی ہوئی ہوگی کہ نہ بیچی جائے گی نہ ہبہ کی جائے گی نہ بطور میراث تقسیم ہوگی۔ اور نہ وہ زندہ اس کے ہلاک کر دینے (خرچ کر دینے) پر قادر

النَّبِيِّ وَقَفَهَا عَلَى سُنَّةِ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَكَتَبَ كِتَابًا عَلَى كِتَابِهِ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَتَبَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ صَدَقَتَهُ عَلَى كِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اهـ۔  
الخصاف فی أحكام الأوقاف له (ص: ۱۲)۔

۴۵۱۶..... قال (الواقدي): وحديثي سعيد بن أبي زيد عن عمارة بن غزوية عن أبي بكر ابن حزم عن محمد بن مسلمة وزيد بن ثابت ورافع بن خديج أنهم تصدقوا على صدقة عمر۔  
الخصاف أيضا (ص: ۱۲)۔

۴۵۱۷..... حدثنا محمد بن عمر الواقدي حدثني قدامة بن موسى عن بشير مولى المازنيين قال: سمعت جابر بن عبد الله يقول: لَمَّا كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقَتَهُ فِي خِلَا فِتْنَةِ دَعَا نَفَرًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَأَخْضَرَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَانْتَشَرَ خَبَرُهَا قَالَ جَابِرٌ: فَمَا أَعْلَمُ أَحَدًا ذَا مَقْدَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا حَسِبَ مَالًا مِنْ مَالِهِ صَدَقَةٌ مَوْفُوقَةً لَا تَسْتُرِي وَلَا تُورَثُ وَلَا تُوهَبُ، قَالَ قُدَامَةُ بْنُ مُوسَى: وَسَمِعْتُ

ہوگا۔ اور حضرت زید نے اپنا صدقہ جس کو وقف کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے طریقہ پر وقف کیا تھا اور حضرت عمر کی یادداشت کی طرح یادداشت تحریر کی تھی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمن بن ابوالزناد نے اپنے والد کے واسطے سے روایت بیان کی کہ حضرت زید نے اپنے صدقہ کو حضرت عمر کے صدقہ کے مطابق لکھا تھا۔ اس کو خصاف نے احکام الاوقاف میں روایت کیا ہے (۱۲)

☆..... (۳۵۱۶) واقدي کہتے ہیں کہ مجھے سعید بن ابی زید نے عمارہ بن غزیہ سے روایت بیان کی کہ ابو بکر بن حزم روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلم اور زید بن ثابت اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے مطابق صدقہ کیا تھا، اس کو بھی خصاف نے روایت کیا ہے (۱۲)۔

☆..... (۳۵۱۷) ہمیں محمد بن عمر واقدی نے قدامة بن موسیٰ سے انہوں نے بشیر مولى المازنيين سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرما رہے تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمت میں اپنا صدقہ لکھا تو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو بلایا ان کو حاضر کر کے اس پر گواہ بنایا تو اُس وقف کی خبر پھیل گئی حضرت جابر کہتے ہیں مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس طاقت والے کو بھی میں جانتا ہوں اس نے اپنے مال میں سے کچھ مال وقف شدہ صدقہ بنایا جس کو نہ خرید جائے نہ میراث بنایا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔ قدامة بن موسیٰ فرماتے ہیں میں نے محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ سے یہ فرماتے سنا کہ حضور ﷺ کے بدری مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس کو بھی جانتا ہوں اس کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اس نے اپنے مال میں سے کچھ وقف کیا جس کی خرید و فروخت نہ ہو نہ ہبہ کیا جائے



محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ يقول: مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا وَقَدْ وَقَفَ مِنْ مَالِهِ حَبْسًا لَا يُشْتَرَى وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ حَتَّى يَرِثَ اللَّهُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا۔ رواه الخصاف أيضا (ص: ۱۵)۔

## بَابُ يَجُوزُ لِلْوَاقِفِ أَنْ يَلِيَ وَقْفَهُ مَا دَامَ حَيًّا، وَلَا يَجِبُ التَّسْلِيمُ إِلَى مُتَوَلٍّ آخَرَ غَيْرَهُ

۴۵۱۸..... أخبرني غير واحد من آل عمر وآل علي أن عُمَرَ وَلِيَّ صَدَقَتِهِ حَتَّى مَاتَ وَجَعَلَهَا بَعْدَهُ إِلَى حَفْصَةَ، وَلَوِيَّ عَلِيٌّ صَدَقَتَهُ حَتَّى مَاتَ، وَلَوِيَّهَا بَعْدَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلِيَّتْ صَدَقَتِهِ حَتَّى مَاتَتْ، وَبَلَغَنِي عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ وَلِيَّ صَدَقَتِهِ حَتَّى مَاتَ، ذَكَرَهُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ فِي "الَام" لَهُ (۳: ۲۸۱) هَكَذَا مَعْلَقًا، وَتَعْلِيْقُ مِثْلَهُ

نہایت بنایا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین اور زمین پر موجود سب کچھ کا وارث ہو۔ اس کو بھی خصاف نے (ص ۱۵) روایت کیا ہے۔  
**فائدہ:-** ان سب روایات سے بھی عنوان پر دلالت واضح ہے۔

**باب: وقف کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ زندگی تک اپنے وقف شدہ کا خود متولی رہے،**

**اور کسی دوسرے متولی کو سپرد کرنا اس پر واجب نہیں**

☆..... (۳۵۱۸) آل عمران اور آل علی کے بہت سے افراد نے مجھے بتلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تک زندہ رہے اپنے وقف کردہ کے متولی رہے اور اپنے بعد اس کی تو میت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات تک اپنے وقف کردہ کے خود متولی رہے اور ان کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ متولی ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وفات تک اپنے وقف کردہ کی متولی رہیں اور بہت سے انصار سے متعلق مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ وفات تک اپنے وقف کردہ کے خود متولی رہے، اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام (۳/ ۲۸۱) میں اسی طرح تعلیقاً ذکر کیا ہے اور ایسے محدث کی تعلیق حجت ہے۔

**فائدہ:-** امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک واقف اپنی وقف کردہ کا خود متولی بنے چاہے وقف کرتے وقت تو میت اپنے لئے شرط ٹھہرائی یا نہ یہ جائز ہے اور عند الانحاف یہی ظاہر مذہب ہے امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ بتایا جاتا ہے کہ اپنے متولی ہونے کی شرط لگائی ہو تو متولی بن سکتا ہے ورنہ متولی نہیں بن سکتا بلکہ کسی اور نگران کے حوالے کر لیا۔ امام ابو یوسف کے قول پر دلیل نصوص کے علاوہ یہ ہے کہ (۱) جو بھی وقف کا متولی ہو اس کو تو میت واقف کی جانب سے ملے گی تو جو واقف دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے وہ خود متولی کیوں نہیں بن سکتا؟ (۲) وقف چیز سے واقف کا

حجۃ، کما ذکرناہ فی المقدمة۔

۴۵۱۹..... قَالَ الشَّافِعِيُّ: أَخْبَرَنَا بِذَلِكَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَعُمَرُ وَمَوَالِيهِمْ وَلَقَدْ حَفِظْنَا الصَّدَقَاتِ عَنْ عَدَدٍ كَثِيرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، لَقَدْ حَكَى عَدَدٌ كَثِيرٌ مِنْ أَوْلَادِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ أَنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا صَدَقَاتِهِمْ حَتَّى مَاتُوا، يَنْقُلُ ذَلِكَ الْعَامَّةُ مِنْهُمْ عَنِ الْعَامَةِ لَمْ يَزَالُوا يَتَصَدَّقُ بِهَا الْمُسْلِمُونَ مِنَ السَّلَفِ يُلُونَهَا حَتَّى مَاتُوا، وَإِنْ نَقَلَ الْحَدِيثُ فِيهَا كَالْتَكْلِيفِ، كَذَا فِي الْأُمِّ أَيْضاً (۳: ۲۷۶)۔

۴۵۲۰..... حَدَّثَنَا الْوَاقِدِيُّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو يَوْسُفَ: مَا عِنْدَكَ فِي وَقْفِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ؟ فَنَلْتُ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: شَهِدْتُ كِتَابَ عُمَرَ حِينَ وَقَفَ وَقَفَهُ أَنَّهُ فِي يَدِهِ، فَإِذَا تَوَفَّى فَهُوَ إِلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

تعلق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب کا ہے تو وہ تو میت کا بھی زیادہ حقدار ہے جیسے جو شخص زمین کو مسجد بنائے وہ مسجد کی تعمیر اور اس میں مؤذن مقرر کرنے کا زیادہ حقدار ہے اور جیسے جو غلام کو آزاد کرے غلام کا دلاء اُسی کو ملتا ہے کیونکہ وہ غلام کا زیادہ قریبی ہے، جب خاص مذہب یہ ہے کہ واقف خود متولی بن سکتا ہے تو اس سے دوسرے مسئلہ کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے یعنی مشترک چیز کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ اگلے باب میں آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆..... (۳۵۱۹) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابولا فاطمہ واولا علی و عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے بہت سے موالی اہل علم نے خبر دی اور بہت سے مہاجرین و انصار کی تعداد کے صدقات سے متعلق ہم نے یاد رکھا ان کی اولاد اور گھرانے کے بہت سے افراد نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرات وفات تک اپنے صدقات کے متولی رہے اُن سے یہ بات کثرت لوگوں نے کثرت لوگوں سے نقل کی کہ سلف مسلمان جس کو صدقہ کرے وفات تک اس کے متولی ہوتے اور اس بارے میں (الگ الگ) حدیث نقل کرنا تکلف ہے۔ (کتاب الام ۳/ ۲۷۶)۔

☆..... (۳۵۲۰) ہمیں امام واقدی نے بیان کیا کہ مجھ سے امام ابو یوسف نے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ سے متعلق تیرے پاس کیا خبر ہے؟ تو میں نے بتایا کہ ہمیں ابو بکر بن عبداللہ بن عاصم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف کردہ کو وقف کیا میں ان کی یادداشت کے وقت حاضر ہوا (انہوں نے لکھا) کہ وقف کردہ (زندگی میں) ان کے قبضہ میں رہے گی پھر جب وفات پائیں گے تو حصہ عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے ہوگی تو وفات تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے متولی رہے اور میں نے خود ان کو دیکھا وہ اس کے پھل اُس سال تقسیم کر رہے تھے جس سال وفات پائی پھر وقف حضرت حصہ رضی اللہ عنہ کے حوالے ہوا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان ہم نے لیا ہے کہ جب واقف شرط لگا دے کہ وقف کردہ زندگی میں اُسی کے پاس رہے گی پھر جب وفات پائے گا تو فلاں بن فلاں کے

فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يَلِيْ وَفَقَهُ إِلَى أَنْ تُوفِيَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ هُوَ يَنْفَسُهُ يَقْسِمُ ثَمَرَةَ ثَمْعٍ فِي السَّنَةِ الَّتِي تُوفِيَ فِيهَا ثُمَّ صَارَ إِلَى حَفْصَةَ، فَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: هَذَا الَّذِي أَخَذْنَا بِهِ إِذَا اشْتَرَطَ الَّذِي وَقَفَ الْوَقْفَ أَنَّهُ فِي يَدِهِ فِي حَيَاتِهِ ثُمَّ إِذَا تُوفِيَ فَهُوَ إِلَى فَلَانٍ بِنِ فَلَانٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَهَذَا فِعْلُ عُمَرَ كَمَا تَرَى، رواه الخصاف في الاوقاف له (ص: ۸) واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له كما مر غير مرة، وأبو بكر بن عبد الله هو ابن أبي سيرة متهم بالوضع، وقال مصعب الزبيري، كان عالما (تقريب ص: ۲۴۷)۔

### بَابُ وَقْفِ الْمُشَاعِ

۴۵۲۱..... عن عمر أَنَّهُ مَلَكَ مِائَةَ سَهْمٍ مِنْ خَيْبَرَ اشْتَرَاهَا، فَلَمَّا اسْتَجْمَعَهَا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَبْتُ مَالًا لَمْ أَصِبْ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَتَقَرَّبَ بِهِ إِلَى اللَّهِ، فَقَالَ: "حَبِسِ الْأَصْلَ وَسَبِّلِ الثَّمَرَ"، وَيُرْوَى: فَجَعَلَهَا عُمَرُ صَدَقَةً لَا تَبَاعُ وَلَا تُورَثُ وَلَا تُوهَبُ۔ رواه الشافعي عن سفيان عن العمري عن نافع عن ابن عمر به، ورواه في القديم عن رجل عن ابن عون عن نافع باللفظ الثاني، وهو

حوالے ہوگی یہ جائز ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا، اس کو خصاف نے اوقاف (ص ۸) میں روایت کیا ہے اور (امام ابو یوسف مجتہد ہیں اور) مجتہد کا حجت پکڑنا حدیث کو صحیح ٹھہراتا ہے، اس کے راوی ابو بکر بن عبد اللہ ابن ابی ہریرہ ہیں وضع سے متہم ہیں اور مصعب زبیری کہتے ہیں کہ صاحب علم تھے۔

**فائدہ:-** حدیث کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

### باب: مشترک چیز کے وقف کرنے کا بیان

☆..... (۳۵۲۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ وہ خیبر کی زمین کی جو حصوں کے مالک بنے جن کو انہوں نے خریداجب ان کو اکٹھا کر لیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا مال حاصل ہوا کہ اس جیسا کبھی مجھے حاصل نہیں ہوا اور میرا ارادہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اصل کو روک لے اور پھل اللہ کے راستہ میں خرچ کر، اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح صدقہ کیا کہ نہ اس کی بیع کی جائے نہ میراث بنے نہ ہبہ کی جائے، اس کو امام شافعی نے سفيان سے بسند العمري عن نافع عن ابن عمر روایت کیا ہے اور قدیم میں عن رجل عن ابن عون عن نافع روایت کیا اور امام شافعی کی یہ حدیث بخاری و مسلم کی بھی حدیث ہے اور بخاری و مسلم میں اس کے علاوہ بھی ایک سند ہے (تلخیص جبیر ۲/۲۵۸)۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ سو حصے تھے تو مطلب ہوا کہ مشترک تھی، یہ صریح لفظ میں نے نہیں پائے بلکہ علم میں ایسے لفظ ہیں جو اس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ مال کو شیخ کہا جاتا ہے اور وہ کھجور کے درخت تھے۔

متفق علیہ من حدیثہ، ولہ طریق عندہما غیرہ (التلخیص الحبیر ۲: ۲۵۸)۔

قال الحافظ: قوله: إن المائة سهم كانت مشاعة لم أجده صريحا بل في مسلم ما يشعر بغير ذلك فإنه قال: إن المال المذكور يقال له: ثمن، وكان بخلا ۱۵۔

**بَابُ يَجُوزُ وَقَفُ الْعَقَارِ وَالْدُّورِ وَلَا يَجُوزُ وَقَفُ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ إِلَّا تَبَعًا وَيَجُوزُ وَقَفُ الْكِرَاعِ وَالسَّلَاحِ اسْتِقْلَالًا وَكَذَا وَقَفُ مَا فِيهِ تَعَامُلٌ مِنَ الْمَنْقُولَاتِ**

**فائدہ:-** اس موقع پر بحث تو تفصیل سے کی گئی ہے لیکن بحث کا حاصل اور رائج بات یہ ہے کہ ثمن ایک زمین کا نام ہے اس کے متعلق اور سو حصے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں حاصل ہوئے اور مزید سو تن جو ان کیلئے نبی ﷺ نے غلہ مقرر کیا تھا ان سب سے متعلق صدقہ کرنے کے ارادہ کے بارے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مشورہ کیا لیکن راویوں نے اختصار کیا بعض نے صرف ثمن کا ذکر کیا بعض نے ثمن اور سو حصوں کا اکٹھا ذکر کیا اور بعض نے اس کا اور سو تن کا اکٹھے ذکر کر دیا تو یہ تین چیزیں تھیں آپ ﷺ نے سب کی اصل روک رکھنے اور پھل صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو زمین ثمن غیر مشترک تھی اور سو حصے اور سو تن مشترک تھے امام بلاذری کی فتوح میں بسندہ امام زہری سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو اس کے شمس میں سے کچھ حصہ لشکر کیلئے تھا شاق اور نظاۃ اور سلام اور طیح زمینیں مسلمانوں کیلئے ٹھہریں تو آپ ﷺ نے ساری زمینوں کو آدمی آمدنی دینے کی شرط پر یہود کے قبضہ میں رہنے دیا تو اس میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے پیدا فرماتے وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوتا تھا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے زمین کا رقبہ مسلمانوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم فرمایا (ص ۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی زمینیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھیں۔ تو انہی زمینوں کے حصوں میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے سو حصے تھے جو مسلمانوں کے حصوں میں ملے ہوئے تھے انہی کے بارے میں آپ ﷺ سے مشورہ کیا آپ نے اصل روک کر پھل وقف اور صدقہ کرنے کا مشورہ دیا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مشترک زمین کا وقف بھی صحیح ہے کہ ثمن زمین خیبر میں تھی لیکن مسند احمد میں ایوب ہی سے ہے کہ ثمن یہود بنو حارثہ سے حاصل ہوئی تھی اور بنو حارثہ کے مکانات مدینہ طیبہ کے قریب تھے اور یہی صحیح ہے کہ یہ یہود بنو حارثہ کی زمین تھی نہ کہ یہود خیبر کی۔ امام سمودی شافعی رحمہ اللہ نے بھی وفاء الوفاء میں یہود بنو حارثہ کی زمین ہونا ذکر کیا ہے ابو سعید بکری بھی ثمن کا مدینہ کے قریب ہونا بیان کرتے ہیں۔ بہر حال ثمن غیر مشترک تھی اور سو حصے اور سو تن مشترک تھے ثابت ہوا کہ مشترک کا وقف بھی جائز ہے امام مالک اور شافعی اور ابو یوسف رحمہم اللہ کا یہی قول ہے امام محمد بن حسن کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

**باب: زمینوں اور گھروں کا وقف جائز ہے اور منقول چیز کا وقف جائز نہیں مگر بالتبع، اور سواری اور اسلحہ کا**

وقف بھی مستقل طور پر جائز ہے ایسے ہی جن منقول چیزوں کے وقف میں تعامل ہو اس کا وقف بھی جائز ہے



۴۵۲۲..... عن عمرو بن الحارث ختن رسول الله ﷺ أخى جويرية بنت الحارث قال: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَعَلْتُهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكُبُهَا وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، كَمَا فِي "الزَيْلَعِيُّ" (۱۶۸:۲)۔

۴۵۲۳..... عن عثمان بن الأرقم أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَنَا ابْنُ سَنَعِ الْإِسْلَامِ أَسْلَمَهُ أَبِي سَنَاعٌ سَبْعَةَ، وَكَانَتْ دَارُهُ عَلَى الصَّفَا، وَهِيَ الدَّارُ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِيهَا فِي الْإِسْلَامِ، وَفِيهَا دَعَا النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَأَسْلَمَ فِيهَا قَوْمٌ كَثِيرٌ، وَدُعِيَتْ دَارُ الْأَرْقَمِ دَارُ الْإِسْلَامِ، وَتَصَدَّقَ بِهَا الْأَرْقَمُ عَلَى وَلَدِهِ، فَقَرَأْتُ نُسْخَةَ صَدَقَةِ الْأَرْقَمِ بِدَارِهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا مَا قَضَى الْأَرْقَمُ فِي رَبْعِهِ مَا حَازَ الصَّفَا أَنَّهَا صَدَقَةٌ بِمَكَانِهَا مِنَ الْحَرَمِ لَا تُبَاعُ وَلَا تُورَثُ، شَهِدَ هِشَامُ بْنُ الْعَاصِ وَقُلَانُ مَوْلَى هِشَامٍ، قَالَ: فَلَمْ تَزَلْ هَذِهِ الدَّارُ صَدَقَةً قَائِمَةً فِيهَا وَلِلَّهِ يَسْكُنُونَ وَيُؤَاجِرُونَ وَيَأْخُذُونَ عَلَيْهَا، حَتَّى كَانَ زَمَنُ أَبِي جَعْفَرٍ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي "الْمُسْتَدْرَكِ" (۵۰۲:۳)، وَسَكَتَ عَنْهُ هُوَ وَالذَّهَبِيُّ فِي تَلْخِيصِهِ، وَفِي سِنْدِهِ الْوَاقِدِيُّ، قَالَ الْمُحَقِّقُ فِي "الْفَتْحِ": وَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَنَا (۴۲۹:۵)۔

☆..... (۳۵۲۲) حضرت عمرو بن الحارث سے جو رسول اللہ ﷺ کے سالے اور حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ غلام نہ باندی اور نہ کچھ اور اگر سفید خجری جس پر سوار ہوا کرتے تھے اور اسلحہ اور وہ زمین جو مسافروں کیلئے صدقہ تھی۔ اس کو بخاری نے (کتاب الوصایا/۳۸۲ میں) روایت کیا (زیلعی ۱۶۸/۲)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے زمین کے وقف کا جواز آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

☆..... (۳۵۲۳) حضرت عثمان بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے میں ساتویں نمبر کے آدمی کا بیٹا ہوں میرے والد اسلام لاتے وقت ساتویں تھے اور ان کا گھر صفا پر تھا یہی وہ گھر تھا جس میں حضور ﷺ زمانہ اسلام میں رہتے تھے اور اسی میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو اس گھر میں بہت سے لوگ اسلام لائے اور دار ارقم دار الاسلام کہا جانے لگا۔ اور ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اپنی اولاد پر صدقہ کر دیا میں نے ارقم کے گھر کو صدقہ کرنے کی یادداشت کانسخہ پڑھا ہے (اس میں لکھا تھا) بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ فیصلہ ہے جو ارقم نے اپنی حویلی سے متعلق جو صفا کو گھرے ہوئے ہے فیصلہ کیا کہ حرم میں موجود ارقم کے مکان کے عوض یہ حویلی صدقہ ہے نہ بیچی جائے نہ میراث بنائی جائے، اور اس کے بیچ اس میں رہائش رکھیں گے اور کرایہ پر دیں گے اور اس پر کرایہ لیں گے۔ یہ ابو جعفر کے زمانہ تک ایسا رہا، اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور حاکم و ذہبی دونوں نے سکوت کیا (۲۲۱، ۲۲۰/۳) قدح قدیمی کتب خانہ (اور سند میں واقدی ہے ابن

۴۵۲۴..... عن هشام بن عروة عن أبيه أَنَّ الزُّبَيْرَ جَعَلَ دُورَهُ صَدَقَةً عَلَى بَنِيهِ لَا تَبَاعُ وَلَا تُوهَبُ وَلَا تُؤْرَثُ، وَأَنَّ لِمَرْدُودَةَ بِنْتِ نَافِثَةَ أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مَضَرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا، فَإِنْ اسْتَعْنَتْ بِزَوْجٍ فَأَنْسَ لَهَا حَقَّ - وصله الدارمی فی مسنده، وذكره البخاری تعلیقاً (فتح الباری ۳۰۵:۵) - وَفِي حَدِيثٍ صَدَقَهُ عُمَرُ بِشُغٍّ، وَوَقَفَ أَنَسُ ذَارًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ، وَقَدْ تَقَدَّمَ، وَأَسَدُ الْخِصَافِ فِي أَوَّلِ كِتَابِهِ فِي الْأَوْقَافِ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ رِجَالِ الصَّحَابَةِ وَنَسَائِهِمْ أَنَّهُمْ وَقَفُوا أَرْضِيهِمْ وَدُورَهُمْ -

۴۵۲۵..... وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَطْلُبُونُ خَالِدًا فَقَدْ اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - أخرجه الشيخان في الزكاة (زيلعي ۱۶۸:۲) -

ہام فتح القدیر (۳۲۹/۵) میں فرماتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک حسن ہے۔

**خاندہ:** اس حدیث سے گھر کا وقف جائز ہونا ثابت ہوا۔

☆..... (۳۵۲۳) ہشام بن عمرو اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف کئے تھے کہ نہ وہ بیچے جائیں نہ بہہ کئے جائیں نہ میراث بنائے جائیں اور اس کی بیٹیوں میں سے جو گھر سے بے گھر کر دی گئی ہو اس کیلئے بھی ہیں نہ تو اس کو ضرر دیا جائے نہ اس کی وجہ سے ضرر محسوس کیا جائے پھر اگر خاندہ والی ہو کر بے نیاز ہو جائے تو اس کا حق نہ رہے گا۔ اس کو داری نے مسند میں موصول بیان کیا اور بخاری نے (۳۸۹/۱) تعلیقاً ذکر کیا (فتح الباری ۵۲/۶) اور اسی بارے میں شُغ کی حضرت عمر کے صدقہ والی حدیث ہے اور حضرت انس نے مدینہ میں موجود اپنا گھر وقف کیا تھا جن کا ذکر ہو چکا اور خصاص نے کتاب الاوقاف کے شروع میں صحابہ مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت سے ہا سند روایت کیا کہ انہوں نے اپنی زمینیں اور گھر وقف کئے تھے۔

**خاندہ:** اس سے گھر اور زمین کو وقف کرنے کا جواز ظاہر ہوا۔ اور یہ بھی کہ وقف میں بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر کرنا لازم نہیں جیسا کہ حضرت زبیر نے بیٹیوں سے متعلق فرمایا کہ بے گھر بیٹی جب خاندہ والی ہو جائے تو اس کا حق نہ ہوگا۔

☆..... (۳۵۲۵) اور نبی کریم ﷺ صحیح ثابت ہے کہ فرمایا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو ہیں تم خلا پر زیادتی کرتے ہو وہ تو ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی زمینیں اللہ کے راستہ میں وقف اور تیار رکھی ہیں۔ اس کو بخاری (۱۹۳/۱) و مسلم نے کتاب الزکوٰۃ میں روایت کیا۔ (زيلعي ۱۶۸/۲)۔

**خاندہ:** اس حدیث سے اسلحا دار اللہ کے راستہ میں کام آنے والے اسباب کے وقف کرنے کا جواز ثابت ہوا کہ اسی وقف پر آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔

۴۵۲۶..... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَجَّ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ لِرِزْوَجِهَا: أَجْبِنِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: مَا عِنْدِي مَا أُحْجِلُ عَلَيْهِ، قَالَتْ: أَجْبِنِي عَلَى حِمْلِكَ فَلَا، قَالَ: ذَلِكَ حَبِيسٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: "أَنَا إِنَّكَ لَوِ أَخْجَجْتَهَا عَلَيْهِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" رواه أبو داود وابن خزيمة في صحيحه، وأخرجه أيضا البخاري والنسائي مختصراً، وسكت عنه أبو داود والمسندي، ورجال إسناده ثقات (نيل الأوطار ۵: ۲۶۶)۔

۴۵۲۷..... حدثنا خالد بن أبي بكر قال: رأيت سالم بن عبد الله يبيع العبد من صدقة عمر إذا رأى بيعه خيراً، ويشترى غيره۔ رواه الخصاف من طريق الواقدي في الأوقاف له۔ (ص ۸)۔ وسنده حسن۔

☆..... (۳۵۲۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے دے، خاوند نے کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس پر سوار کر کے تجھے حج کراؤں، وہ کہنے لگی اپنے فلاں اونٹ پر سوار کر کے مجھے حج کرا اس نے کہا کہ وہ تو اللہ کے راستہ میں وقف ہے، پھر وہ مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر تو اس عورت کو اس اونٹ پر سوار کر کے حج کرا دے تو بھی تو وہ اونٹ اللہ کے راستہ میں ہی ہوگا۔ اس کو ابو داؤد نے (۲۸۰/۱) اور ابن خزيمة نے صحیح (۱۳۳۹/۲) میں روایت کیا اور بخاری اور نسائی نے بھی مختصر روایت کیا اور ابو داؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا اور سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (نیل الاوطار)۔

**حادثہ:** معلوم ہوا کہ سواری کے جانور کا وقف کرنا بھی جائز ہے اور یہ بھی کہ جو شخص کسی چیز کو اللہ کے راستہ کیلئے ٹھہرائے وہ اس کو حج میں بھی صرف کر سکتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کیلئے جو چیز ٹھہرائی جائے تو اولاد و عبادین فی سبیل اللہ خرچ ہوگی جو خرچ نہ ہونے کے سبب مجاہدین کے قائلہ سے رکے ہوئے ہیں کیونکہ جب اللہ کا راستہ بولا جائے تو مراد جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔ نہ کہ کچھ اور (ہاں ثانیاً دوسرے موقعوں پر اطلاق ہوتا ہے)۔

☆..... (۳۵۲۷) خالد بن ابوبکر نے ہمیں بیان کیا کہ میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا اونٹ بچ رہے تھے کیونکہ اس کے فروخت کرنے میں انہوں نے خیر سمجھی۔ اور دوسرا غلام خرید رہے تھے۔ اس کو خصاف نے کتاب الاوقاف (ص ۸) میں بطریق واقدی روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

**حادثہ:** معلوم ہوا کہ بالقیع غلام کا وقف جائز ہے کیونکہ یہ غلام وقف کی زمین میں کام کرنے کیلئے وقف تھا، اور معلوم ہوا کہ کسی ایسی

..... ۴۵۲۸

حدثنا فروة بن أذينة عن عبد الرحمن بن أبان بن عثمان، وكان يلي صدقة عثمان بن عفان، فبقي صدقة عثمان من لا خير فيه، وبيننا وبينها، ورأيت غلاماً من الصدقة جنى على رجل فدفعه بالجناية، لأن قيمته كانت أقل من الجناية. رواد الخفاف من طريق الواقدي أيضاً (ص ۹۰)۔

## بَابُ جَوَازِ الرِّقْفِ عَلَى النَّفْسِ وَعَلَى الْأَوْلَادِ

### وَأَوْلَادِهِمْ بِشَرْطِ أَنْ يَرْجَعَ آخِرُهُ صَدَقَةٌ عَلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ

..... ۴۵۲۹

حَبَسَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعُغْبَى بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَعَمْرُو بْنَ الْعَاصِ دُورَهُمْ عَلَى بَنِيهِمْ وَضَبَاغًا مَوْقُوفَةً، وَأَوْقَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْعَاصِ الْوُحْطَ عَلَى بَنِيهِ، اخْتَصَرْنَا الْأَسَابِيحَ لِاشْتِهَارِ الْأَمْرِ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِي "الْمَحَلِّ" - (۹: ۱۸۰)۔

خاص علت سے جس کے دور ہوئے کا امکان نہیں وقف کردہ غلام کی جگہ دوسرے غلام کو وقف کر لیا جائے اور وقف کردہ اول غلام کو بیچ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے مگر بلا وجہ یہ تبدیلی جائز نہیں مکروہ ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار اور حسن بصری اور صاحبین سے یہ کراہت منقول ہے۔ ☆..... (۳۵۲۸) ہمیں فروہ بن اذینہ نے عبد الرحمن بن ابان بن عثمان سے روایت بیان کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے متولی تھے کہ وہ حضرت عثمان کے صدقہ کے جس غلام میں خیر نہ ہوتی اس کو بیچتے اور اس کے عوض دوسرا خریدتے تھے اور میں نے صدقہ کا ایک غلام دیکھا اس نے ایک آدمی کی جنایت کی تھی تو انہوں نے جنایت کے عوض وہ غلام اس آدمی کو دے دیا جس کی جنایت کی تھی کیونکہ غلام کی قیمت جنایت سے کم تھی، اس کو خفاف نے بطریق واقدی روایت کیا ہے (ص ۹)۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی مذکورہ فائدے میں ذکر کئے ہوئے مسائل نکلتے ہیں۔

### باب: اپنی جان پر اور اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر بھی وقف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بالآخر فقراء و مساکین پر وقف ہو

☆..... (۳۵۲۹) حضرت عثمان اور طلحہ و زبیر اور علی اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف کئے تھے اور زمینیں بھی وقف کی تھیں، اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہط زمین بیٹوں پر وقف کی تھی، چونکہ یہ معاملات مشہور ہیں اس لئے ہم نے سندوں میں اختصار کر دیا، اس کو ابن حزم نے محلی (۱۸۰/۹) میں ذکر کیا۔

**فائدہ:-** اولاد پر وقف کے جواز پر دلالت کرنے میں روایت واضح ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جو وقف فرمایا تھا اس میں سے خود کھاتے تھے اور گھر والوں کو اس میں سے مناسب طریقے سے کھانے کا فرمایا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کی روایات گذر چکیں کہ اپنے گھر انے کے آرمیز کو متولی بنایا اور اجازت دی کہ خود کھا سکتے ہیں اور دوستوں کو بھی کھا سکتے ہیں یہ سب دلیل ہیں اپنے اوپر اور اولاد پر وقف کے جواز کی۔



۴۵۳۰..... قال أبو بكر عبد الله بن الزبير الحميدي: تصدق أبو بكر بداره بمكة على ولده فهي إلى اليوم، وتصدق عمر بن عبد العزيز عند المرأة بالشبية على ولده فهي إلى اليوم، وتصدق علي بن أبي طالب بداره بمصر و بأمواله بالمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، وتصدق سعد بن أبي وقاص بداره بالمدينة و بداره بمصر على ولده فذلك إلى اليوم، وتصدق عثمان بن عفان بؤمة فهي إلى اليوم، وعمر بن الخطاب بالوطي بداره بمكة والمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، قال: وما لا يحضرني كثير - أخرجه البيهقي في الخلافيات (زيلعي ۲: ۱۶۸) وهو معضل -

۴۵۳۱..... قال مالك: وهكذا حبس ابن عمر وزيد بن ثابت لا يخرج أحد ل أحد ولا يعطى من لم يجد مسكنًا كراء - رواه سحنون في "المدونة" - (۴: ۲۴۵)، ومراسل مالك حجة -

۴۵۳۲..... ابن وهب عن محمد بن عمرو عن ابن جريج عن عطاء بن أبي رباح أنه قال في صدقة الرباع: لا يخرج أحد من أهل الصدقة ل أحد إلا أن يكون عنده فضل من المساكين - رواه

☆..... (۳۵۳۰) امام ابو بکر عبداللہ بن زبیر حمیدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں موجود اپنے گھر کو اپنی اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرہ کے پاس شیبہ میں اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی تھی وہ آج تک موجود ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر میں موجود اپنی زمین اور گھر اور مدینہ میں موجود اپنے مال اولاد پر وقف کئے تھے وہ آج تک موجود ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک گھر مدینہ والا اور ایک گھر مصر میں موجود اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیرومہ وقف کیا تھا جو آج تک موجود ہے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے طائف کی زمین و حط اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موجود اپنا گھر اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے فرمایا جو میرے ذہن میں ابھی موجود نہیں وہ بھی بہت سے ہیں - اس کو امام بیہقی نے خلافيات میں روایت کیا ہے (زیلعی ۲/ ۱۶۸) یہ مفصل روایت ہے -

☆..... (۳۵۳۱) امام مالک فرماتے ہیں اسی طرح حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی وقف کیا اور شرط لگائی کہ وقف شدہ میں سے کوئی کسی کیلئے نہ نکالے اور جس کی رہائش گاہ نہ ہو وہ کرایہ نہ دے، اس کو حنوف نے مدونہ (۳/ ۲۳۵) میں روایت کیا اور امام مالک کی مراسل حجت ہیں -

☆..... (۳۵۳۲) ابن وهب محمد بن عمرو عن ابن جريج عن عطاء بن أبي رباح بسند صحيح قال: وقف علي بن أبي طالب بداره بمصر و بأمواله بالمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، وعمر بن الخطاب بالوطي بداره بمكة والمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، قال: وما لا يحضرني كثير - رواه سحنون في "المدونة" - (۴: ۲۴۵)، ومراسل مالك حجة -

سحنون فی "المدونة" وسنده حسن صحیح۔

..... ۴۵۳۳ حدثننا معن بن راشد عن ابن طاوس عن أبيه أَنَّ رَجُلًا تَصَدَّقَ بِأَرْضٍ لَهُ عَلَى بَنِي وَبَنِي بَنِيهِ وَجَعَلَ لِلْمَسَاكِينِ فِيهَا شَيْئًا وَكَانَ وَالِيُّ الْقَضَاءِ مَعَاذَ بْنِ جَبَلٍ، فَأَجَازَهُ۔ رواه الخصاص من طريق الواقدي (ص: ۱۲)، وسنده حسن و معن بن راشد تصحيف وإنما هو تعمر بن راشد معروف ثقة وأسنده الخصاص من طريق الواقدي عن علي و عثمان و زيد بن ثابت و رافع بن خديج و غيرهم أَنَّهُمْ تَصَدَّقُوا عَلَى صَدَقَةِ عُمَرَ كَمَا تَقْدَم۔

### بَابُ شُرُوطِ الْوَاقِفِ مَرْعِيَّةٌ مَا يَكُنْ فِيهَا مَا يُنَافِي الْوَقْفَ وَيُنَاقِضُهُ

..... ۴۵۳۴ وَقَفَ عُمَرُ وَشَرَطَ أَنْ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَأَنَّ التَّيَّابَ خَفِضَهُ فِي حَيَاتِهَا، فَإِذَا مَاتَتْ قُدُّو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا، رواه أبو داود بسند صحيح به وأتم منه (التلخيص الحبير ۲: ۲۵۹)، قال الرافعي: وَعَلَيْهِ جَزَتْ أَوْقَافُ الصَّحَابَةِ اهـ۔ ی علی رِغَايَةِ شُرُوطِ الْوَاقِفِ۔

☆..... (۳۵۳۳) معن بن راشد نے ابن طاؤس سے ہمیں بیان کیا کہ وہ طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی زمین اپنے بیٹوں اور پوتوں پر وقف کی اور اس میں کچھ حصہ مساکین کیلئے ٹھہرایا اس وقت والی قضاء حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اس وقف کو نافذ ٹھہرایا۔ اس کو خصاف نے بطریق واقدی (ص ۱۲) روایت کیا اس کی سند حسن ہے اور راوی کا نام معن بن راشد غلطی ہے راوی معمر بن راشد ہے جو مشہور اور ثقہ ہے اور یہ بھی خصاف نے بطریق واقدی باسند روایت کیا کہ حضرت علی اور عثمان اور زید بن ثابت اور رافع بن خدیج وغیرہم رحمہم صحابہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف کے مطابق وقف کیا تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے ثابت ہوا کہ اولاد دیا والا ولاؤ وغیرہ پر وقف ہو تو ضروری ہے کہ بلا خر مساکین فقراء کے پاس نہینچے۔ اسی طرح پہلے مستقل عنوان کے تحت ذکر ہو چکا ہے کہ صحابہ رحمہم کے وقف دائمی تھے اور دائمی تب ہی ہو سکتے ہیں کہ فقراء و مساکین کے پاس نہینچیں۔

### باب: واقف کی لگائی ہوئی شرطیں جب تک وقف کے منافی نہ ہوں ان کی رعایت کی جائے

☆..... (۳۵۳۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور شرط ٹھہرائی کہ جو اس کا متولی ہو اس پر حرج نہیں کہ مناسب طریقہ سے اس میں سے کھائے اور یہ کہ اس کی متولیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہوگی جب تک زندہ رہیں پھر جب وہ فوت ہوں تو اس کے گھرانے کا صاحب رائے متولی ہو اس کو ابوداؤد نے (۴۲/۲) بسند صحیح اور اس سے اتم روایت کیا (تلخیص جبر ۲/ ۲۵۹) امام رافعی فرماتے ہیں صحابہ رحمہم کے اوقاف (وقف شدہ) اسی پر یعنی واقف کی شرطوں کی رعایت پر جاری ہوئے ہیں۔

۴۵۳۵..... عن هشام بن عروة عن أبيه عن الزبير بن العوام أَنَّهُ جَعَلَ دُورَهُ عَلَى بَنِيهِ لَا تُتْبَعُ وَلَا تُورَثُ وَلَا تُوهَبُ ، وَأَنَّ لِمَرْدُودَةٍ مِنْ بَنَاتِهِ أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضَرَّةٍ وَلَا مُضَرَّ بِهَا ، فَإِذَا اسْتَعْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ ، أَخْرَجَهُ الْخَصَافُ فِي الْأَوْقَافِ لَهُ مِنْ طَرِيقِ الْوَاقِدِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْهُ ، ثُمَّ أَخْرَجَهُ مِنْ طَرِيقِ بَشْرِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْهُ مَرْسَلًا ، وَالْأَثَرُ قَدْ عُلِقَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ كَمَا تَقَدَّمَ -

### بَابُ الرُّقْفِ عَلَى الْأَقَارِبِ وَمِنْ الْأَقَارِبِ

۴۵۳۶..... قال ثابت: عن أنس قال النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: "اجْعَلْهُ لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِكَ"، فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأَنَّى بْنِ كَعْبٍ، وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حدثني أبي عن ثمامة عن أنس بمثل حديث ثابت قال: "اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ" فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأَنَّى بْنِ كَعْبٍ، وَكَانَا أَقْرَبَ إِلَيْهِ بَنِي، فَكَانَ حَسَّانَ

☆..... (۳۵۳۵) هشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف ٹھہرائے اس شرط پر کہ ان کی بیع کی جائے نہ میراث نہیں نہ ہبہ کئے جائیں اور یہ کہ اس کی جو بیٹی بے گھر ہو جائے وہ بھی رہائش رکھ سکتی ہے نہ اس کو ضرر دیا جائے نہ اس کے ذریعہ ضرر حاصل کیا جائے پھر جب وہ زوجہ والی ہو کر بے نیاز ہو جائے تو اس کا حق نہ ہوگا۔ اس کو خصاص نے اوقاف میں بطریق واقدی ابن ابی الزناد کے واسطے سے هشام سے روایت کیا پھر اس کو بشر بن ولید کے طریق سے ابو یوسف سے عن هشام مرسل روایت کیا اور اس امر کو امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

**فائدہ:-** روایتوں کی عنوان پر دلالت واضح ہے صحابہ کا شرطیں لگانا ہی دلیل ہے کہ واقف کی لگائی ہوئی شرطوں کی رعایت ضروری ہے ورنہ ان حضرات کا شرطیں لگانا عیث ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

### باب: اقارب پر وقف کا بیان اور یہ کہ اقارب کا مصداق کون ہوں گے؟

☆..... (۳۵۳۶) حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوطالب سے (وقف باغ سے متعلق) فرمایا اس کو اپنے غریب اقارب کیلئے ٹھہرائے تو انہوں نے حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کیلئے ٹھہرایا، اور انصاری اپنے والد سے عن ثمامہ روایت کرتے ہیں انہیں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے قرابت والے فقراء کیلئے ٹھہرائے تو انہوں نے حضرت حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کیلئے ٹھہرایا اور وہ میری بہ نسبت ان کے زیادہ قریبی تھے حضرت حسان تو حرام میں ان کے ساتھ اکٹھے ہوتے تھے اور حرام ان کے تیسرے دادے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عمرو بن مالک میں ان کے ساتھ جالتے تھے وہ ان کے ساتویں دادے تھے اس کو بخاری نے

يُجَابِعُهُ فِي حَرَامٍ وَهُوَ الْآبُ الثَّلَاثُ، وَأَنَّى يُجَابِعُهُ فِي غَمْرٍ بَيْنَ مَالِكٍ وَهُوَ الْآبُ السَّابِعُ، رَوَاهُ  
البخاری (فتح الباری ۵: ۲۸۴)۔

۴۵۳۷..... وقال ابن عباس: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُنَادِي  
يَا بَنِي قَهْرًا يَا بَنِي عَدِيٍّ! لِبُطْنٍ قُرَيْشٍ۔ رَوَاهُ البخاری۔

۴۵۳۸..... عن أبي هريرة قال: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِئْنِ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ  
الْأَقْرَبِينَ﴾ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا۔ اسْتَرَوْا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا  
يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ  
شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ! سَلِّبْنِي مَا  
شِئْتَ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا"، رَوَاهُ البخاری أَيْضًا (فتح الباری ۵: ۲۶۶)، وَأَخْرَجَهُ  
(كتاب الوصايا/ ۳۸۵ میں تعلیقاً) روایت کیا۔

☆..... (۳۵۳۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آیت "اور ڈر اپنے قریبی خاندان والوں کو" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ آواز  
دے رہے تھے اے بنی قہر! اے بنی عدی! قریش کے بطن کے نام لے لے کر اس کو بخاری نے روایت کیا (۳۸۵/۱)۔

☆..... (۳۵۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی  
آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے قبیلہ قریش والو! (یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ فرمایا) اپنی جانوں کو بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے  
تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (اگر ایمان نہ لائے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہوئی) اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے عذاب سے  
تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے عذاب سے تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد! سلیب میرے  
مال میں سے جو چاہے مانگ لے میں اللہ کے عذاب سے تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا (۳۸۵/۱) (فتح الباری  
۲۸/۶) اور المصنفی میں مسلم (۱۱۴/۱) کے الفاظ سے اس کو اس سے اتم اور زیادہ روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/۲۶۸)۔

**فائدہ:-** پہلی روایت سے ثابت ہے کہ اقارب کیلئے وقف کرنا جائز ہے باقی روایات سے یہ مقصود ہے کہ اقارب کون ہوتے ہیں؟ امام  
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اقارب سے مراد وہی رحم محرم رشتہ دار ہیں چاہے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا ماں کی طرف سے لیکن ماں کی  
قربت سے پہلے باپ کی قربت سے ابتداء کی جائے گی۔ صاحبین کے نزدیک ہجرت سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نسب میں جمع کر لیا چاہے  
باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے پھر امام زعفران فرماتے ہیں جو زیادہ قریبی ہوں وہ مقدم ہوں گے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک  
روایت ہے اور وقف کی صورت میں وقف کردہ چیز کم از کم تین آدمیوں کے حوالے ہو امام محمد کے نزدیک دو کے حوالے ہو امام ابو یوسف کے  
ز نزدیک ایک کے حوالے ہو ناجی کافی ہے۔ البتہ المالد اوروں کے حوالے نہ کیا جائیگا مگر تب جب واقف نے شرط لگا دی ہو۔ شوافع کہتے ہیں کہ



فی المنتقى بلفظ مسلم أتم منه وأشبع (نیل ۵: ۲۶۸)۔

## بَابُ إِذَا وَقَفَ عَلَى وَلَدِهِ وَوَلَدٍ هَلْ يَدْخُلُ فِيهِ الْبَنَاتُ؟

۴۵۳۹..... عن أبي بكرة أن النبي ﷺ صعد المنبر فقال: "إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ يَضْلُحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ - رواه أحمد والبخاري والترمذي (نیل الاوطار ۵: ۲۷۲)۔

قربايت والاہر وہ ہے جو نب سے جا ملے چاہے قریب میں ملتا ہو یا دور جا کر اور چاہے مسلمان ہو یا کافر اور مالدار ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت محرم ہو یا غیر محرم وارث ہو یا غیر وارث امام احمد کا بھی یہی قول ہے مگر وہ کافر کو قرابت سے نکالتے ہیں، امام مالک صرف عصبات کو اقارب کہتے ہیں مثن میں مذکور روایات کے ظاہر سے شوافع استدلال کرتے ہیں لیکن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے تو اس لئے استدلال صحیح نہیں کہ واقف جب اپنے اقارب کیلئے وقف کرے اور اقارب کو بہم نہ رکھے بلکہ قول یا فعل سے اقارب کو بیان کر دے تو اقارب سے وہی اقارب ہی مراد ہوں گے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ نے اقارب فقراء پر وقف کفرمایا انہوں نے اپنے فعل سے اقارب میں سے فقراء کو خاص کیا اور سب اقارب میں سے فقیران کو صرف دو نظر آئے حضرت حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، اگر مطلق اقارب پر وقف کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو یوی کی طرف سدے بیٹے ہوئے وہ) زیادہ قریبی تھے وقف کردہ باغ کے حق میں وہ دوسروں سے پہلے داخل ہوتے، اور احناف و شوافع کا اقارب کی مراد میں اختلاف اس وقت ہے جب واقف مطلق اقارب پر وقف کرے اور قول یا فعل سے تخصیص نہ کرے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی شوافع کا استدلال درست نہیں کیونکہ وانذر عشیرتک الاقربین میں عشیرہ تک موصوف الاقربین اس کی صفت ہے اور عشیرہ سے مراد قوم ہے یعنی قریش تو جب آیت میں الاقربین سے قرابت رکھنے والے مراد ہی نہیں تو آیت کی تفسیر کے بارے میں مروی ان روایتوں سے اقارب کی مراد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی لہذا جب اقارب کیلئے وصیت ہو یا وقف ہو اور واقف قول یا فعل سے بیان نہ کر دے تو قرابت کا فرد کامل مراد ہوگا یعنی ذی رحم محرم نیز وقف یا وصیت سے مقصود صلہ رحمی ہوتی ہے اور جن سے صلہ رحمی کرنا لازم ہے اور قطع رحمی حرام ہے وہ ذی رحم محرم ہیں اس لئے اقارب اور قرابت کا ادلیس مصداق وہی ہوں گے اگر ہر قسم کے اقارب مراد ہوں تو ہجرت سے لیکر واقف تک وصیت کرنے والے تک جتنے اس کے اقارب میں آتے ہوں وہ سب مجہول اور لا تعداد ہیں اور مجہول شخص کیلئے وصیت اور وقف باطل اور غیر صحیح ہوتا ہے تو پھر اقارب کیلئے ہر وصیت اور وقف باطل ہوگا۔

## باب: جب واقف نے اولاد اور اولاد والا ولا دیکلئے وقف کیا ہو تو کیا بیٹیاں اس میں داخل ہوں گی؟

☆..... (۳۵۳۹) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یعنی حسن بن علی رضی اللہ عنہ سعید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ اس روایت کو امام احمد اور بخاری (۳۷۲/۱) و ترمذی (۲۱۸/۲) نے روایت کیا (نیل الاوطار ۵/۲۷۲)۔

۴۵۴۰.....

عن أبي موسى الأشعري قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّ أُخْتِ الْقَوْمِ بَيْنَهُ

أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ (نیل ۵: ۲۷۴)۔

**فائدہ:-** امام محمد سے ایک روایت میں اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اولاد والا و لا د پر وقف میں اولاد والبنات داخل نہ ہوں گے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک داخل ہوں گے کیونکہ بیٹیاں اولاد میں داخل ہیں تو بیٹیوں کی اولاد بھی بیٹیوں کے واسطے سے داخل ہوگی دلیل (۱) حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا فرمایا (۲) پیغمبروں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ومن ذریعہ داؤد و سلیمان..... و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ الایہ۔ آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ولد بہت نوح علیہ السلام ہیں ان کی ذریت فرمایا (۳) و طہا میں انعام میں انباء کی بیویوں کو حرام فرمایا اور بنات کی انباء کی بیویاں بھی اس میں داخل ہیں اور بنات کی بنات بھی داخل ہیں دوسرے ائمہ نے ان دلائل کا جواب یہ دیا ہے کہ (۱) حضور ﷺ کا حضرت حسن کو بیٹا فرمانا صرف بطور مجاز ہے آپ ﷺ کیلئے اولاد والا و لا د میں اولاد والبنات داخل ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چونکہ باپ ہی نہ تھا اس لئے آپ ماں کی طرف منسوب ہوئے اور آپ کا نسب ماں کے واسطے سے بیان ہوا تو یہ بھی صرف انہی کی خصوصیت ہے۔ (۳) اور بنات کی انباء کم میں انباء بنات کی بیویوں کا داخل ہونا دوسری نصوص کی وجہ سے ہے لہذا یہ استدلال درست نہیں ہیں۔ جو ائمہ اولاد والبنات کو اولاد والا و لا د میں داخل نہیں کرتے ان کے کئی دلائل ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اگر آدمی کی اولاد نہ ہو اولاد والا و لا د ہو تو اگر اولاد والبنات بھی ہو اور اولاد والا بناء بھی ہو تو شرعاً اولاد والا بناء وارث بنے گی اولاد والبنات وارث نہ ہوں گی۔ (۲) اولاد والبنات کا نسب بنات کے واسطے سے ناہمال سے نہیں ملایا جاتا بلکہ اولاد والبنات کا نسب اور قومیت ان کے اپنے آباء و اولاد سے ٹھہرائی جاتی ہے بخلاف اولاد والا بناء کے کہ ان کی قومیت انباء کے واسطے سے انباء کے آباء والی قومیت ہوتی ہے تو اولاد والا بناء آدمی کی اولاد والا و لا د کا مصداق ہے اولاد والبنات اولاد والا و لا د کا مصداق نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب واقف تعیین نہ کرے لیکن اگر تعیین کر دے تو اس کے بیان کردہ کی طرف وقف پھرے گا، یہ بھی یاد رہے کہ یہ اختلاف اولاد والا و لا د کے مصداق میں ہے اگر اولاد کیلئے وقف کیا تو بالاتفاق لفظ اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں سب داخل ہوں گے کیونکہ ولد مولود کہتے ہیں جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے اس لئے تو اگر اولاد کیلئے وقف کیا یا وصیت کی اور متعین نہ کیا اور اس کے پیچھے بیٹیاں اور پوتے ہیں تو یہ وقف اور وصیت بیٹیوں کے حق میں جاری ہوگی پوتے داخل نہ ہوں گے۔

☆..... (۲۵۴۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی بہن کا بیٹا انہی میں سے ہے، اسکو بخاری (۵۰۰/۱) و مسلم نے اور ابن ماجہ کے سوا تین ائمہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵/۳۷۴)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے قاضی شوکانی نے استدلال کیا کہ اولاد والبنات اولاد میں داخل ہے مگر یہ استدلال درست نہیں بلکہ مراد حدیث کی

## بَابُ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يَسِرَّ الْحُدُودَ وَكَانَتْ مَشْهُورَةً مُتَمَيِّزَةً فَهُوَ جَائِزٌ

۴۵۴۱..... عن أنس بن مالك قال: لَمَّا نَزَلْتُ - ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ﴾ قَامَ ابْنُو طَلْحَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَزْجُو بِرَّهَا وَذُخْرُهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعْتُهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ الْحَدِيثَ - رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۲۹۶)۔

## بَابُ جَوَازِ تَعْلِيْقِ الْوَقْفِ بِالْمَوْتِ وَوَقْفِ الْمَرِيضِ عَلَى وَرَثَتِهِ، وَيُعْتَبَرُ مِنَ الثَّلَاثِ

۴۵۴۲..... اخْتَجَّ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِحَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: هَذَا مَا أَوْضَى

محض تعلق بتاتا ہے کہ کسی قوم کی بہن کا بیٹا انہی میں سے ہے یعنی ان سے تعلق رکھتا ہے نہ یہ کہ واقعی وہ اسی قوم کا ہے کیونکہ اس کو تو اپنے باپ کی قوم کا کہا جاتا ہے، اسی طرح کی ایک حدیث ہے قوم کا آزاد کردہ غلام بھی انہی کے لوگوں میں سے ہے (بخاری) جیسے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس غلام کی قوم اُس کے آقاؤں کی قوم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ محض تعلق ہے اس کا آقاؤں کی قوم سے ایسے ہی حدیث ابوموسیٰ کا مطلب بھی یہی ہے۔

## باب: جب کوئی زمین وقف کرے اور اس کے حدود بیان نہ کرے

### اور وہ زمین مشہور اور ممتاز ہو تو بھی یہ وقف جائز ہوگا

☆..... (۳۵۴۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت نازل ہوئی کہ تم نیکی کا اعلیٰ درجہ ہرگز حاصل نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اپنے محبوب چیزوں میں سے کوئی چیز خرچ کرو۔ تو ابوطحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں اور مجھے اپنے نالوں سے سب سے زیادہ محبوب بیرحاء ہے، وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اس کی بھلائی اور اللہ کے پاس ذخیرہ کی امید کرتا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ آپ کی سمجھ میں لائے خرچ کر دیں، اس کو بخاری نے روایت کیا (دیکھیں حدیث ۳۵۳۶)۔

**فائدہ:-** بیرحاء مشہور باغ تھا اس لئے حضرت ابوطحہ کو حدود بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوئی تو باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

## باب: وقف کو اپنی موت سے معلق کرنا، اور مریض (مرض الوفا میں مبتلا)

### کا اپنے ورثاء پر وقف کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار تہائی ترکہ سے ہوگا

☆..... (۳۵۴۲) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حجت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یادداشت لکھواتے وقت) فرمایا یہ

بِهِ غَبَدَ اللَّهُ عُمَرُ أُمَيْرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَّثَ بِهِ حَدَّثَ بِهْ حَدَّثَ أَنْ تُمْعَا صَدَقَهُ، وَالْعَبْدَ الَّذِي فِيهِ وَالسَّهْمَ الَّذِي بِخَيْرٍ وَرَقِيقَهُ الَّذِي فِيهِ وَالْمَائَةَ وَسَقِيَ الَّذِي أَطْعَمَنِي مُحَمَّدٌ ﷺ تَلِيَهُ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيَهُ قَوْلُ الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُسْتَرَى، يُنْفَقُهُ حَيْثُ يَرَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَعْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبَى، وَلَا خَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ اشْتَرِيَ رَقِيقًا۔ رواه أبو داود وبنحوه من هذا (المعنى ۶: ۲۲۶)، قلت وقد تقدم لفظ أبي داود في أول باب الوقت۔

وہ بات ہے جس کی وصیت کی اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین نے اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے کہ شمع زمین صدقہ ہے اور وہ غلام بھی جو اس میں ہے اور خیر والا حصہ بھی اور وہ غلام بھی جو اس میں ہے اور وہ سودق بھی جو نبی کریم ﷺ نے مجھے ملے دیا تھا، زندگی تک اس کی متولی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر عمر کے گھرانے کا صاحب رائے متولی ہو، اس کی خرید و فروخت نہ کی جائے۔ جہاں متولی مناسب سمجھے خرچ کرے سائل پر ہو یا محروم پر اور رشتہ داروں پر۔ اور جو متولی ہو اس پر حرج نہیں کہ خود کھائے یا غلام خریدے، ابو داؤد نے اس کی مثل روایت کی (المعنی) ابو داؤد کے الفاظ باب الوقت میں پہلے ذکر ہو گئے ہیں۔

**فائدہ:** امام موفق مثنیٰ میں فرماتے ہیں مرض الوفات میں وقف کرنا بمنزلہ وصیت کے ہے کہ وصیت کی طرح تہائی سے معتبر ہوگا البتہ رجوع جائز ہونے میں وصیت کی طرح نہیں (کہ وصیت میں رجوع درست ہے وقف میں درست نہیں) تو جب تہائی سے وہ وقف نکل سکے تو چاہے ورثہ راشی نہ ہوں تو بھی نکالا جائے گا اور لازم ہوگا اور اگر تہائی ترک کرے زیادہ مقدار کا وقف ہو تو تہائی تک تو لازم ہوگا اس سے زائد کا وقف وراثت کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور اگر مرض الوفات میں وقف کا نہیں کہا بلکہ زمانہ صحت میں کہا کہ فلاں زمین میرے مرنے کے بعد وقف ہوگی تو بھی یہ وقف صحیح ہے اور وصیت کی طرح تہائی سے معتبر ہوگا۔ جس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ والی حدیث ہے اور چونکہ اُن کا صدقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مشہور تھا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں تو اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرض الوفات میں اولاد میں سے بعض پر وقف کیا اور بعض پر وقف نہ کیا تو کیا حکم ہے؟ تو امام احمد کی ایک روایت میں ایسا جائز نہیں لیکن اگر کر لیا تو سب وراثت کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے جمہور نے اس کو جائز قرار دیا ہے امام احمد کی دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر وقف کیا۔ دوسرے وراثت پر وقف نہ کیا مگر اس سے دلیل چڑنا صحیح نہیں کیونکہ روایت میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر وقف کیا۔ بلکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو صرف متولیہ بنایا۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ بعض وراثت پر مرض الوفات میں وقف کرنا (اور بعض پر نہ کرنا) جائز ہے اور وہ وقف تہائی ترک کرے ہوگا لیکن اس وقف کا غلہ اور آمدنی ہر وارث پر حصہ میراث کے مطابق تقسیم ہوگی مثلاً واقف کے چچے اس کی بیوہ اور ماں باپ اور کچھ بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو وقف کی آمدنی سے بیوہ کو آٹھواں اور والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا جو باقی بچے کا وہ واقف کے بیٹوں کو دگنا اور بیٹیوں کو ایک گنا کے حساب سے دیا جائے گا (مزید تفصیل اعلاء السنن میں دیکھیں)۔



## بَابُ الْإِسْهَادِ عَلَى الْوَقْفِ وَكِتَابَتِهِ

۴۵۴۳..... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوْفِيتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ أُمِّي تُوْفِيتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَإِنِّي أَشْهَدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمَخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا۔ رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۲۹۲)۔

۴۵۴۴..... عن أمی غسان المدنی قال: هَذِهِ نُسْخَةُ صَدَقَةِ عُمَرَ، أَخَذْتُهَا مِنْ كِتَابِهِ الَّذِي عِنْدَ آلِ عُمَرَ، فَنَسَخْتُهَا حَرْفًا حَرْفًا: هَذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَبُوُّ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَمْنَعٍ أَنَّهُ إِلَى حَفْصَةَ مَا غَاشَتْ، تُنْفِقُ ثَمَرَهُ حَيْثُ أَرَاهَا اللَّهُ فَإِنْ تُوْفِيتْ فَإِلَى ذَوِي الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا۔ فذكر الشروط نحو الذي تقدم في الحديث المرفوع (عند البخاری) ثُمَّ قَالَ: وَالْمَائَةِ وَسَقِ الَّذِي أَطْعَمَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَإِنَّهَا مَعَ تَمْنَعٍ عَلَى سُنَنِهِ الَّذِي أَمَرْتُ بِهِ، وَإِنْ شَاءَ وَلِيٌّ تَمْنَعٍ أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْ ثَمَرِهِ رَفِيقًا يَعْمَلُونَ فِيهِ فَعَلَّ؛ وَكَتَبَ مُعَيَّقِيْبٌ وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَزْهَرِ۔ وكذا أخرج أبو داود في رواية نحو هذا، وذكرنا جميعاً كتاباً آخر نحو هذه الكتاب۔ (فتح الباری ۵: ۳۰۱)۔

## باب: وقف پر گواہ بنانا اور یادداشت لکھنا

☆..... (۳۵۳۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی غیر موجودگی میں فوت ہو گئیں تو نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ میری غیر موجودگی میں فوت ہو گئی ہے تو اگر اس کی طرف سے میں کچھ صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟ فرمایا ہاں، عرض کیا میں آپ کو گواہ بنانا چاہوں کہ میرا باغ مخراف اس کے ثواب کیلئے صدقہ ہے اس کو بخاری نے (کتاب الوصایا میں) روایت کیا۔

☆..... (۳۵۳۳) ابو غسان مدنی سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا نسخہ ہے اور آل عمر کے پاس موجود اس کی یادداشت سے میں نے لیا اور حرف بحرف نقل کیا ہے (اس میں لکھا ہے) یہ ہے جو اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین نے شیخ زمین کے متعلق لکھا کہ زندگی تک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے ہوگی جہاں مناسب ہو اس کا پھل خرچ کریں گی۔ اگر وہ فوت ہو جائیں تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے حوالے ہوگی مزید شرائط ذکر کریں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے پھر فرمایا، اور وہ سو وقت بھی جو نبی کریم ﷺ نے مجھے غلام دیا تھا وہ شیخ کے ساتھ اسی طریقہ پر ہو جس کا میں نے حکم کیا ہے، اگر شیخ کا متولی چاہے کہ اس کے پھلوں سے غلام خریدے جو شیخ میں کام کریں تو یہ کر سکتا ہے۔ اور لکھا اس کو معیقب نے اور گواہ بنا عبد اللہ بن ارقم، اسی طرح ابو داؤد نے بھی ایسی روایت کیا اور دونوں نے اس یادداشت جیسی ایک اور یادداشت بھی ذکر کی ہے (فتح الباری)۔

## کِتَابُ وَلَايَةِ الْوَقْفِ بَابُ طَالِبِ التَّوَلِّيَةِ لَا يُؤَلِّي

۴۵۴۵..... من ابی موسیٰ قال: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَزَجْلَانٍ مِنْ بَنِي عَمِي، فَقَالَ اخْذُھُمَا؛ نَا رُسُومَ النَّبِيِّ؛ أَبْرَزْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاتِ اللَّهُ - وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: "إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُؤَلِّي هَذَا الْغَسَلَ أَحَدًا سَائِلًا أَمْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ" لِلْمُشِيخَيْنِ وَأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِي (جمع الفوائد ۳۱۷)، وفي رواية قال: إِنَّ أَخْرَأَكُمْ عِنْدَنَا مِنْ يَسْأَلُهُ (فتح الباری ۱۲: ۲۴۲)۔

۴۵۴۶..... عن عبد الرحمن بن سمرہ رفعہ نا عند النبی ﷺ لا تسأل الیہ امرہ، فبئت ان اؤتئہا غیر مسئلۃ وکلت الئہا، وإن اؤعطئہا من غیر مسئلۃ ائئت علیہا۔ للمستی الا مالک۔ (جمع الفوائد ۱: ۳۱۶)۔

**فائدہ:** دونوں حدیثیں گواہ بنائے اور دوسری حدیث وقف کی یادداشت لکھنے پر صریح دلیل ہے اور یہ مستحب ہے صرف ابن ہطل گواہ بنائے کو واجب کہتے ہیں۔ جمہور صرف مستحب کہتے ہیں۔

### ﴿کتاب: وقف کی ولایت کا بیان﴾

#### باب: جو متولی بننے کا خواہشمند ہو اس کو متولی نہ بنایا جائے

☆..... (۳۵۳۵) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے نوعم میں سے دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار بنایا ہے اس میں سے کسی پر ہمیں امیر (متولی) بنالیں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم یہ کام ایسے کے سپرد نہیں کرتے جو خود مانگے یا اس پر جس کرے، یہ بخاری (۲/ ۱۰۵۸) و مسلم (۲/ ۱۲۰) اور ابوداؤد (۲/ ۵۰) و نسائی کی روایت ہے (جمع الفوائد) اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ہمارے نزدیک سب سے بڑھ کر خائون وہ ہے جو خود مانگے (فتح الباری)

☆..... (۳۵۳۶) حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمن! امارت نہ مانگنا کیونکہ اگر مانگنے پر تجھے ملی تو تجھے اس کے حوالے کر دیا جائے گا (اللہ کی مدد نہ ہوگی) اور اگر بن مانگے تجھے ملی تو تیری مدد کی جائے گی۔ (بخاری ۲/ ۱۰۵۸) اور داؤد (۵۰/ ۲) و نسائی (ترمذی، مستدرک) جمع الفوائد

**فائدہ:** مانگنے والے کو متولی بنانا حرام تو نہیں ہے لیکن نامناسب ہے حدیثوں کی اس پر دلالت واضح ہے۔

## بَابُ لَا يُجْعَلُ الْمُتَوَلَّى مِنَ الْأَجَانِبِ مَا دَامَ أَحَدٌ يَصْلُحُ لِلتَّوَلِّيَةِ مِنَ أَقَارِبِ الْوَاقِفِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى

۴۵۴۷..... فیہ حدیث عمر اُنہ اَوْضَى اِنْ حَدَّثَ بِہ حَدَّثَ اَنْ تُنْفَعَا وَصَرْمَةُ بِنُ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدُ الَّذِی فِیہِ وَالْمَائَةِ سَهْمٍ الَّذِی بِخَبَرٍ وَرَقِیْقَہُ الَّذِی فِیہِ وَالْمَائَةِ الثَّنِیِ اُطْعَمَہُ مُحَمَّدٌ ؓ بِالْوَادِیِ ثَلَاثَیْہِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ یَلِیْہِ ذُو الرِّایِ مِنْ اَهْلِهَا اَنْ لَا یُبَاعَ وَلَا یُسْتَرٰی الْحَدِیثِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَسُکَّتَ عَنْہُ هُوَ وَالْمَنْذَرِیُّ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِی اَوَّلِ بَابِ الْوَقْفِ۔

۴۵۴۸..... اَخْبَرَنِیْ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ آلِ عُمَرَ وَاَلِ عَلِیٍّ اَنْ عُمَرُ وَابْنُ صَدَقَتَہُ حَتّٰی مَاتَ، وَجَعَلَهَا بَعْدَہُ اِلٰی حَفْصَہُ، وَوَلِیَّ عَلِیٍّ صَدَقَتَہُ حَتّٰی مَاتَ، وَوَلِیَّہَا بَعْدَہُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ، ذَكَرَہُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ فِی "الْاَمِّ" (۲۸۱:۳) مَعْلَقًا، کَمَا تَقَدَّمَ، وَتَعْلِیْقٌ مِثْلُہُ حِجَہ۔

۴۵۴۹..... قَالَ الْوَاقِدِیُّ: وَحَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ اَبِی بَكْرٍ قَالَ: رَأِیْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یُنْہِدِیْ اِلٰی صَدِیقِہِ مِنْ صَدَقَہِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ یَوْمَئِذٍ یَلِیْہَا۔ رَوَاهُ الْخِصَافُ فِی الْاَوْقَافِ لَہُ (ص ۸)، وَسَنَدُہُ حَسَنٌ۔

### باب: جب تک اقارب میں سے کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو چاہے مرد ہو یا عورت اجنبی کو متولی نہ بنایا جائے

☆..... (۳۵۴۷) حضرت عمر ؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے حادثہ پیش آجائے تو ثُمُعہ بن اکوع اور جو غلام اُس زمین میں ہے اور سو حصے جو خیر میں ہیں اور اس میں موجود غلام اور سو وقت جو وادی میں نبی کریم ؐ نے مل دیا تھا اس سب کی متولی زندگی تک حضرت حفصہ ہوں گی پھر اس کے گھر والے کا صاحب رائے متولی ہوگا، اس کی خرید و فروخت نہ کیجائے الخ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا اور ابو داؤد و منذری نے سکوت کیا اور راہبیت پہلے گزر چکی ہے۔

☆..... (۳۵۴۸) آل عمر اور آل علی ؓ کے بہت سے حضرات نے مجھے خبر دی کہ حضرت عمر ؓ وفات تک اپنے وقف کے خود متولی رہے اور اپنے بعد تولیت حضرت حفصہ ؓ کے حوالے کی اور وفات تک حضرت علی ؓ اپنے وقف کے خود متولی رہے اور اپنے بعد حضرت حسن بن علی کو متولی بنایا۔ اس کو امام شافعی نے کتاب الام میں تعلیقا ذکر کیا، اور ان کی تعلیق حجت ہے۔

☆..... (۳۵۴۹) امام واقدی کہتے ہیں کہ ہمیں خالد بن ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سالم بن عبد اللہ کو دیکھا وہ حضرت عمر ؓ کے صدقہ میں سے اپنے دوست کو ہدیہ کر رہے تھے اُن دنوں وہ صدقہ عمر کے متولی تھے اس کو ذہان فہم نے روایت کیا اور سند حسن ہے۔

..... ۴۵۵۰ قال: وحدثني عبد الله بن مرداس عن أبيه قال: رأيتُ عليَّ بنَ الحُسينِ يَأْكُلُ وَيُهْدِي مِنْ مَدَقَّتِهِ رِضَى اللَّهِ عَنْهُ - (الخصاف أيضاً ص: ۱۰) وعبد الله بن مرداس لم أجد من ترجمه۔

..... ۴۵۵۱ قال: وحدثني مالك عن ابن أبي الرجال عن أبيه أنَّ عُمَرَ بْنَتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ تَصَدَّقَتْ بِصَدَقَةٍ وَأَشْهَدَتْ عَلَيْهَا، وَأَخْرَجَتْهَا مِنْ يَدِهَا؛ فَكَانَ ابْنُهَا يَلْبِسُهَا - (الخصاف أيضاً ص: ۱۸)، وسنده حسن۔

### بَابُ لَا يُؤْتَى إِلَّا أَمِينٌ عَادِلٌ ذُو رَأْيٍ

..... ۴۵۵۲ فيه حديث عمر - ثُمَّ يَلْبِسُ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا - وفي رواية: مِنْ أَهْلِهِ - وقد تقدم مراراً - وفي رواية عمر بن شبة عن يزيد بن هارون عن ابن عون: وَأَوْضَى بِهَا عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ الْمُؤَبِّنِينَ، ثُمَّ إِلَى الْأَكَابِيرِ مِنْ آلِ عُمَرَ وفي رواية أيوب عن نافع عند أحمد: يَلْبِسُ ذُو الرَّأْيِ مِنْ آلِ عُمَرَ - قاله الحافظ في "الفتح" (۵: ۳۰۰)۔

☆..... (۳۵۵۰) فرماتے ہیں مجھے عبد اللہ بن مرداس نے اپنے والد سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت علی بن حسین کو دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب کے صدقہ میں سے کھارے تھے اور بدیدے رہے تھے، اس کو بھی خصاف نے روایت ہے اور عبد اللہ بن مرداس کا حال مجھے نہیں ملا۔

☆..... (۳۵۵۱) فرماتے ہیں مجھے امام مالک نے ابن ابی الرجال سے عن ابیہ روایت بیان کی کہ عمرہ بنت عبد الرحمن نے وقف کیا اور اس پر گواہ بنائے اور اپنے قبضے سے نکال دیا اور اس کا بیٹا اس کا متولی تھا (خصاف) سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** سب روایات اسی پر واضح دلیل ہیں کہ واقف کے اقارب موجود ہوں اور متولی بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو غیر کو متولی نہ ہو بہتر نہیں ہے، اس لئے اگر واقف فوت ہو جائے اور اس نے کسی کو متولی نہ بنایا ہو اور اس کے اقارب میں سے کوئی موجود ہوں تو قاضی بھی اقارب کو چھوڑ کر غیر کو متولی نہیں بنا سکتا۔ اگر اقارب میں سے کوئی صلاحیت نہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے متولی غیر کو بنالیا گیا پھر عمرہ بعد واقف کے اقارب میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوا جس میں تولیت کی صلاحیت تھی تو تولیت اسی کے حوالے ہو جائے گی۔ اور یہ پہلے بھی گزر چکا اور ان روایات سے بھی ثابت ہوا کہ واقف اپنی زندگی میں خود بھی متولی بن سکتا ہے۔

### باب: متولی امانتدار، عادل اور صاحب رائے کو بنایا جائے

☆..... (۳۵۵۲) اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا پھر حضرت حفصہ یا فرمایا میرے گھرانے کا صاحب رائے متولی بنے۔ اور عمر بن شعبہ عن یزید بن ہارون عن ابن عون کی روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ امیر المؤمنین کو اس کی وصیت کی پھر آل عمر کے اکابر کیلئے وصیت کی اور ایوب عن نافع عن ابن عمر کی روایت میں ہے کہ آل عمر کا ذورائے اس کا متولی ہو، اس کو علامہ ابن حجر نے



۴۵۵۳..... قال الواقدي: حدثنا كثير بن عبد الله عن نافع عن ابن عمر قال: كَانَ يُؤَلَّى أَقْوَامًا كَثِيرًا وَلِذِي الْقُرْبَى صَدَقَةٌ عُمَرُ، فَإِذَا رَأَى مِنْهُمْ خَيْرًا أَقْرَهُهُمْ؛ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ غَزَلَهُمْ رواه الخصائص في الأوقاف له (ص ۸)۔

کثیر بن عبد اللہ ضعفہ الجمهور، وحسن له البخاری حديثاً۔ وقال: قد روى يحيى بن سعيد الأنصاري عنه۔ (تهذيب التهذيب ۸: ۴۲۲)، وأكثر ما تقوموا عليه روايته عن أبيه عن جده نسخة وليس ذلك منها۔

### بَابُ نَفَقَةِ الْقِيَمِ لِلرَّقَفِ

۴۵۵۴..... فيه حديث عمر أنه اشترط في وقفه أن يأكل من وليه، ويؤكل صديقاً غير متمول مالا۔ رواه البخاری وغيره (فتح الباری ۵: ۳۰۴) وقد تقدم مراراً۔  
۴۵۵۵..... وفي حديث أبي هريرة مرفوعاً: ”مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ“ رواه البخاری (فتح الباری ۵: ۳۰۴)، وقد تقدم ذكره۔

فتح الباری میں ذکر کیا۔

☆..... (۳۵۵۳) امام واقدی کہتے ہیں کہ ہمیں کثیر بن عبد اللہ نے نافع سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے کئی لوگ اور رشتہ دار متولی بنتے رہے جب ان میں سے کسی میں خیر دکھائی دیتی اسکو برقرار رکھا جاتا اور اگر خیر نہ ہوتی اس کو معزول کیا جاتا (الادقاف للخصاف) اس کے راوی کثیر کو جمہور نے ضعیف کہا ہے جبکہ امام بخاری نے اسکی حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور فرمایا یحییٰ بن سعید انصاری اس سے روایت لیتے ہیں، اکثر جوان پر عیب لگایا گیا وہ یہ کہ یہ عن ابیہ عن جدہ ایک مکتوبہ روایت کرتے ہیں مہر حال یہ روایت اس مکتوبہ میں سے نہیں (لہذا جرح کا اثر اس روایت پر نہیں ہوتا)۔

**فائدہ:**۔۔ ظاہر ہوا کہ متولی صاحب رائے اور امین وعادل ہونا چاہیے اور اگر متولی خائن یا فاسق ہو تو اس کو معزول کر دینا واجب ہے۔

### باب: وقف کے نگران کا خرچ

☆..... (۳۵۵۴) اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے وقف میں شرط لگائی کہ متولی خود کھا سکتا ہے اور غیر متمول دوست کو کھلا سکتا ہے اس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا اور بارہا اس کا ذکر ہو چکا۔

☆..... (۳۵۵۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ذکر ہو چکی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں چھوڑ جاؤں اس میں سے بیویوں کے خرچ اور عاملوں کے وظیفے کے علاوہ صدقہ ہوگا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔

## بَابُ إِذَا مَاتَ الْمُتَوَلَّى فِي حَيَاةِ الْوَاقِفِ عَادَتْ الْوِلَايَةُ إِلَيْهِ

..... ۴۵۵۶ قال الواقدي: حدثني شعبة بن عبادة قال: قرأت في صدقة عمر بن خالد الزرقی

مَاتَ فَلَانَ وَالْبَنَى صَدَقَتِي فَلَا أَمْرَ إِلَيَّ فِي صَدَقَتِي أَوْ إِلَى مَنْ رَأَيْتُ - رواه الخصاف في الأوقاف له -

..... ۴۵۵۷ وقال وحدثني: محمد بن عبد الله قال: حَبَسَ الزُّهْرِيُّ أَمْوَالَهُ وَدَفَعَهَا إِلَى سَيِّدِ

لَهُ فَمَاتَ الْمُتَوَلَّى فِي حَيَاتِهِ فَجَعَلْنِي مَكَانَهُ وَكُنْتُ يَوْمَ تَصَدَّقَ بِهَا وَدَفَعَهَا إِلَى الْمُتَوَلَّى لَهُ أُنْبِئْ

أَذْرَكَتْ بَعْدَهُ، رواه الخصاف أيضا -

## ﴿ كِتَابُ وَقْفِ الْأَرْضِ وَجَعْلِهَا مَسْجِدًا ﴾

### بَابُ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ متولی اور عامل کا خرچ وقف میں سے نکالا جائے گا۔ اگر واقف نے خود خاص مقدار متعین کی ہو تو اس سے زائد

اذن قاضی کے بغیر جائز نہ ہوگا اور جیسے عام رواج مزدوری اور تنخواہ کا ہوگا۔ ویسی اس کو دی جاسکے گی۔

### باب: اگر واقف کی زندگی میں متولی فوت ہو جائے تو ولایت واقف کی طرف آ جائے گی

☆..... (۳۵۵۶) امام واقدی فرماتے ہیں کہ مجھے شعبہ بن عبادہ نے بیان کیا کہ عمر بن خالد زرقی کے صدقہ کی یادداشت میں میں نے پڑھا

”اگر فلاح جو میرے وقف کا متولی ہے فوت ہو جائے تو میرے وقف کا اختیار میرے پاس آ جائے گا جس کو میں مناسب سمجھوں گا، اس کو

خصاف نے اوقاف میں روایت کیا۔

☆..... (۳۵۵۷) فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ امام زہری نے اپنے اموال وقف کئے اور اپنے آزاد کردہ غلام کے

حوالے کئے پھر وہ غلام ان کی زندگی میں فوت ہو گیا تو اس کی جگہ مجھے مقرر کر دیا، اور جس دن انہوں نے وقف کیا تھا اور مولیٰ کے حوالے کیا تھا

ان دنوں میں بالغ نہ تھا پھر اس کے بعد بالغ ہوا۔ اس کو بھی خصاف نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ واقف نے زندگی میں وقف کا متولی کسی اور کو بنادیا ہو تو یہ بھی جائز ہے پھر اگر متولی واقف کی زندگی میں فوت ہو

جائے تو ولایت دوبارہ واقف کو حاصل ہو جائے گی چاہے خود متولی بن جائے یا کسی اور کو متولی بنالے۔ اور معلوم ہوا کہ نابالغ وقف کی ولایت کی

صلاحیت نہیں رکھتا۔

## ﴿ کتاب: زمین وقف کر کے اس کو مسجد بنانا ﴾

### باب: مسجد بنانے کی فضیلت

وَقُولِ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾، وَقَوْلُهُ سُبْحَنَهُ- ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً﴾، ﴿إِلْعَاقِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ﴾، وَقَوْلُهُ- ﴿فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ يَرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾-

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے عرض کیا اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما۔ بیشک آپ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ (سورۃ بقرہ/ ۱۲۷) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیشک پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے مبارک ہے اور جہان والوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے (آل عمران/ ۹۶) اور فرمان الہی ہے اور مسجد حرام جس کو ہم نے لوگوں کیلئے بنایا اس میں مقیم اور مسافر برابر ہیں۔ (سورۃ حج/ ۲۵) اور فرمان خداوندی ہے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں (الاسراء/ ۱) اور فرمایا اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو مساجد میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکتا ہے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرتا ہے (سورۃ بقرہ/ ۱۱۴) اور فرمان الہی ہے اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور صرف اللہ سے ہی ڈرتا ہے (سورۃ توبہ/ ۱۸) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان گھروں میں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے ان گھروں میں صبح و شام بندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں (سورۃ/ ۳۶)۔

**فائدہ:-** ان سب آیات میں مساجد کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ مساجد کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ایمان و اعمال صالحہ کرنے والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ مساجد اور ان کی تعمیر اور آباد کرنے والوں کی تعریف فرماتے ہیں اور ان کی ویرانی کی کوشش کرنے والے کی مذمت اور برائی بیان کرتے ہیں ان کو سب سے بڑا ظالم فرماتے ہیں آگے احادیث میں بھی مساجد بنانے والوں اور آباد کرنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کی تعریف اور فضیلت ہے۔

۴۵۵۸..... عن أنس رضي الله عنه مرفوعاً: "سَمِعَ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ: مَنْ عِلَّمَهُ أَوْ أَجْرَى نَهْرًا أَوْ حَفَرَ بَيْرًا أَوْ غَرَسَ نَخْلًا أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَثَ مَضْحَقًا، تَرَكَ وَلَدًا مُسْلِمًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ. رواه البزار وسمويه - قال الشيخ: حديث صحيح - كذا في "العزیزی" (۲: ۳۰۸) قلت: ورواه ابن ماجه أيضاً، كما في "الإتقان" (۲: ۱۷۸)۔

۴۵۵۹..... عن أبي هريرة وأبي سعيد الخدري رضي الله عنهما مرفوعاً: "سَبْعَةُ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ"، فَذَكَرَ فِيهِمْ رَجُلًا قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَمُودَ إِلَيْهِ۔ رواه مالك والترمذی و مسلم عنهما معاً، وأحمد وابن ماجه والنسائي عن أبي هريرة، كذا في "العزیزی" أيضاً (ص ۳۰۹)۔

☆..... (۳۵۵۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ سات کام ایسے ہیں کہ بندے کیلئے موت کے بعد حق میں بھی ان کا اجر جاری ہوتا ہے جس نے علم کی تعلیم دی یا نہر جاری کی یا کنواں کھودا یا کھجور کا درخت لگایا یا مسجد بنائی یا قرآن مجید کا مالک بنایا یا ایسے مسلمان بچے چھوڑے جو وفات کے بعد اس کیلئے دعائے مغفرت کریں، اس کو بزار اور سمویہ نے روایت کیا، اور شیخ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی) اس کو ابن ماجہ نے (ص ۲۲) بھی روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** مصنف یسین نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی بیان کیا ہے۔ مجمع الذوائد/ ۳۰۸ میں بھی مسند بزار کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہو نامذکور ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اعلیٰ السنن کے محقق پیرونی کا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نہیں ہے اس حدیث میں سات عملوں کا اجر جاری ہونا ذکر ہے دوسری حدیث میں تین عملوں کا ذکر ہے۔ (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۰۳) دونوں میں کوئی تعارض نہیں وہاں کم اعمال کا ذکر کر دیا گیا اور یہاں زیادہ اعمال کا اور یہ سات ان تین کو یا تین ان سات کو بھی شامل ہیں کیونکہ تین میں صدقہ جاریہ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں صدقہ جاریہ کی کئی صورتیں بیان کر دی گئیں۔ اور کھجور لگانے سے مراد صدقہ یا وقف کی نیت سے درخت لگانا ہے بلکہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی کھجور کا درخت اور ایسے ہی پھلدار درخت لگانے میں ثواب ہے کہ جانور، انسان اور پرندے وغیرہ اس میں سے کھائیں گے آدمی کو ثواب ملے گا۔

☆..... (۳۵۵۹) حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات آدمی وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا ان سات میں سے ایک وہ آدمی ذکر فرمایا جس کا دل مسجد سے انکار ہے جب سے نکلتے ہیں کہ واپس مسجد میں آجائے۔ اس حدیث کو امام مالک اور ترمذی اور مسلم نے دونوں حضرات سے اور امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (عزیزی مشکوٰۃ ۱/۶۸، بخاری ۱/۹۱)۔



۴۵۶۰..... عن أبي سعيد الخدري عن رسول الله ﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يُغْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاسْتَهْدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ ﴾ الآية۔ رواه الترمذی وابن ماجہ وابن خزيمة في صحيحه، وابن حبان والحاكم والنسائي والبيهقي، وهو حديث صحيح۔ (العزیزی ۱: ۱۲۵)۔

۴۵۶۱..... عن أبي ذر الغفاري قال:- قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وَضِعَ أَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔ قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى۔ قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ عَامًا، ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مُصَلِّي، فَصَلِّ حَيْثُمَا أَذْرَكَكَ الصَّلَاةُ۔ للشيخين والنسائي، كما في "جمع الفوائد" (۱: ۱۹۵)۔ ورواه ابن ماجه (ص: ۵۵) أيضًا، واللفظ له۔

**فائدہ:-** دل مسجد سے لگے رہنے سے ہمیشہ مسجد میں بیٹھے رہنا مراد نہیں بلکہ مسجد سے محبت اور جماعت کا اہتمام مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسجد بنانے والے کا دل دوسروں کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ انکار ہے گا۔

☆..... (۳۵۶۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے اس کے ایمان والا ہوئے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزيمة نے ابن ماجہ ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم اور نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے، (عزیزی مشکوٰۃ ۱/ ۶۹، متردک ۲/ ۳۳۵، ابن خزيمة ۱/ ۷۲)۔

**فائدہ:-** اس حدیث کا مطلب بھی اوپر والی حدیث جیسا ہے۔

☆..... (۳۵۶۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام میں نے عرض کیا پھر کونسی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے عرض کیا دونوں میں کتنے عرصے کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا، اب تو ساری زمین تیرے لئے جائے نماز ہے جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لیا کر، بخاری و مسلم اور نسائی کی حدیث سے (جمع الفوائد) اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور الفاظ اُسی کے ہیں (ص ۵۵)۔

**فائدہ:-** جب یہ دونوں مساجد سب سے قدیمی ہیں تو ان کا خیال رکھنا جتنے تک قدرت ہو ہم پر لازم ہے اللہ تعالیٰ عیسائیوں (اور یہود) کو برباد کرے ہمارے دوسرے فلسطین پر قبضہ کر رکھا ہے اور یہود کا علاقہ بنا رکھا ہے مسلمانوں کی زمینوں پر قابض ہو گئے اور مالوں اور گھروں پر قبضہ کر لیا ان کے خون بہاتے اور عصمتیں برباد کرتے ہیں اے اللہ! ہماری مدد فرما ہمارے مخالف کی مدد نہ فرما۔ ہماری خیر کی تدبیر فرما، ہمارے شر کی تدبیر نہ فرما۔ آمین۔

۴۵۶۲..... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أَلَمَسَاجِدُ بُيُوتُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ، تَصْنِي لَأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تَصْنِي نُجُومُ السَّمَاءِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ۔ رواه الطبرانی فی "الکبیر"، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۷:۳)۔

۴۵۶۳..... عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ جَنَّ بَنَى مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ عَلَيَّ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يَنْتَفِعُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"۔ وفي رواية: "بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ" رواه الشيخان وغيرهما (الترغيب للمندري ص: ۵۰)۔

۴۵۶۴..... عن عائشة رضی اللہ عنہا فِي حَدِيثِ الْهِجْرَةِ وَمَقْدَمِ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِينَةَ قَالَتْ فَلَبِثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَأَسَّسَ الْمَسْجِدَ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى، وَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَسَارَ يَمِشِي مَعَهُ النَّاسُ، حَتَّى بَرَكْتَ عِنْدَ

☆..... (۳۵۶۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا مساجد زمین میں اللہ کے گھر ہیں آسمان والوں کے سامنے ایسے چمکدار نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کے سامنے ستارے چمکدار نظر آتے ہیں۔ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا اور راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

☆..... (۳۵۶۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ مسجد نبوی کی (ذاتی خرچ سے) تعمیر کرنے کے بارے میں ان پر اعتراض کر رہے تھے فرمایا تم لوگ بہت زیادہ مجھ پر اعتراض کرنے لگے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے جس نے مسجد بنائی جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے اُس مسجد جیسا جنت میں گھر بنائیں گے۔ اس کو بخاری، مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ (ترغیب ۸/۱، للمندری مشکوٰۃ ۶۸/۱، فتح الباری ۲/۸۸)۔

☆..... (۳۵۶۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت اور حضور ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف میں دس سے کچھ اوپر راتیں رہے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اس میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر سواری پر سوار ہو گئے آپ چلے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے حتیٰ کہ سواری مدینہ طیبہ میں موجود رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے پاس آ ٹھہری۔ آج اس مسجد میں بڑی تعداد میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور حضرت سہل اور سہیل جو دو یتیم بچے تھے اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی زمین تھی تو جب سواری وہاں ٹھہر گئی آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہے، پھر آپ ﷺ نے ان دو لڑکوں کو بلایا اور ان کی زمین کا بھاؤ طے کرنے لگے تاکہ اس کو مسجد بنائیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم

مَسْجِدَ الرَّسُولِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ يُصَلِّي فِيهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ مَرْبِدًا لِلتَّمَرِ لِسُهَيْلٍ وَسُهَيْلٍ - غُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي حِجْرِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ بَرَكْتَ بِهِ رَاجِلَتُهُ: هَذَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ الْمَنْزِلُ - ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلْغُلَامَيْنِ فَسَاوَهُمَا بِالْمَرْبِدِ لِيَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا، فَقَالَا: بَلْ نَهَيْكَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَأَنَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُمَا هَبَّةٌ حَتَّى ابْتِغَاةً مِنْهُمَا، ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا، وَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْتَقِلُ مَعَهُمُ اللَّيْلَ فِي بُنْيَانِهِ، وَيَقُولُ:

هَذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْرٍ هَذَا ابْنُ رَبِّنَا وَأَطْهَرُ

وَيَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ، فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ" الحديث، أخرجه البخاري مطولاً -

قال الحافظ في "الفتح" (۱۹۳:۵): وذكر الزبير من طريق مجمع بين يزيد قال قائل من المسلمين في ذلك:

نہ یہ زمین آپ کو یونہی بیہ کی آپ ﷺ نے ہیہ قبول کرنے سے انکار کیا حتی کہ ان سے خرید لیا پھر اس کو مسجد بنایا اور اس کی تعمیر کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ آپ ﷺ بھی ایٹیں اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے -

هَذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْرٍ هَذَا ابْنُ رَبِّنَا وَأَطْهَرُ

یہ بار برداری خیر والی بار برداری نہیں ہے، اے ہمارے رب یہ بڑھ کر نیکی اور ذریعہ پاکیزگی ہے -

اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے اللہ! بیشک اجر تو آخرت کا اجر ہے پس تو رحم فرما انصار اور مہاجرین پر، اس حدیث کو بخاری نے طویل ذکر کیا ہے - علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا کہ زبیر نے بطریق مجمع بن ترد ذکر کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک نے اس بارے میں کہا ہے -

لَنْ قَعْدَنَا وَالنَّبِيَّ يَعْمَلُ ذَاكَ إِذَا لِلْعَمَلِ الْمُضِلُّ

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی کریم ﷺ کام کریں پھر تو یہ حرکت بہت گمراہانہ حرکت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس قسم کی روایت میں ایک دوسرے طریق سے یہ بھی زائد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَ يَدِ ابْتُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَمَنْ يَرِي عَنِ التَّرَابِ حَائِدًا

جو مسجدیں آباد کرے اور قیام اور قعود کرتے ہوئے مسجدوں میں پابندی کا عادی ہے اس کے برابر نہیں ہو سکتا (مسجدوں سے الگ رہنے والا) اور جس کو دکھائی دیتا ہے وہ مٹی سے ہوتا ہے -

ذَٰلِكَ إِذَا لَلْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

لَبْنٌ قَعْدَنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ

ومن طریق أخرى عن أم سلمة نحوه وزاد: قال: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ:

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَغْمُرُ الْمَسَاجِدَ

وَمَنْ يَرَى عَنِ التُّرَابِ حَائِدًا

## بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ وَحُكْمِ مَا يُهْدَى إِلَيْهِ مِنَ الْأَمْوَالِ

۴۵۶۵..... قال الواقدي: حدثنا عبدالرحمن بن عبدالعزيز عن حكيم بن حكيم عن أبي

جعفر أنه حَبَسَ مَالًا عَلَى سَقْيِ مَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ - رواه الخصاف في أحكام الأوقاف له (ص: ۱۷)

وسنده حسن -

**فائدہ:-** (۱) اس حدیث سے بھی مسجد کی تعمیر کی فضیلت ظاہر ہے کیونکہ جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کیا ہے اس سے بڑھ کر کونسا کام ہو سکتا ہے اور اس سے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے گذشتہ حدیث میں مسجد قباء کی فضیلت تھی مگر مسجد نبوی مسجد قباء سے افضل ہے کیونکہ مسجد قباء کی بنیاد آپ ﷺ نے رکھی مگر مبارک ہاتھوں سے اس میں کام نہیں کیا جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ ﷺ نے خود کام کیا ہے نیز مسجد قباء کی بنیاد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے پر رکھی جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حکم پر رکھی۔

**فائدہ:-** (۲) لِمَسْجِدِ اسس علی التقوی سے کوئی مسجد ہے؟ جمہور کے نزدیک مسجد قباء مراد ہے لیکن مسلم شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لِمَسْجِدِ اسس علی التقوی سے مراد مسجد نبوی ہے، حق یہ ہے کہ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے تو مسجد نبوی کو حضور ﷺ کا لِمَسْجِدِ اسس علی التقوی کا مصداق فرمانا اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ لِمَسْجِدِ اسس علی التقوی والی خصوصیت مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ جیسے مسجد قباء کی یہ خصوصیت ہے ایسے ہی یہ خصوصیت مسجد نبوی کو بھی حاصل ہے (فتح الباری)۔

## باب: مسجد کے مصالح پر وقف کرنا اور جو اموال مسجد کے مصالح کیلئے دیئے جائیں ان کا حکم

۴۵۶۵..... (۳۵۶۵) امام واقدی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمن بن عبدالعزیز نے حکیم بن حکیم سے امام ابو جعفر رحمہ اللہ سے متعلق بیان کیا کہ انہوں نے مسجد میں پانی پلانے کے انتظام میں مال وقف کیا تھا۔ اس کو خصاف نے احکام الاوقاف (ص ۱۷) میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

**فائدہ:-** مسجد کے مصالح کیلئے مال وقف کرنے کے بارے میں روایت صریح دال ہے۔



۴۵۶۶..... عن أبي وائل قال: جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ: جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هَذَا فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدْعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ لِمَ؟ قُلْتُ: لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبُكَ - فَقَالَ: هُمَا الْمَرَّانِ يُقْتَلَانِ بِهِمَا - رواه أحمد والبخاری (نیل ۲۷۴: ۵)۔

۴۵۶۷..... عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَوْلَا أَنْ قَوْمَكَ حَدِيثُوا عَهْدَ بَجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ: بِكُفْرِ لَا تَنَفَّقْتُ كَنْزَ الْكُفَّةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ، وَلَا دَخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحَجَرِ - رواه مسلم (نیل الأوطار ۲۷۴: ۵)۔

☆..... (۳۵۶۶) حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ میں اس مسجد میں شیبہ کے پاس بیٹھا فرمایا جہاں تم بیٹھے وہیں میرے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ سونا چاندی نہ چھوڑوں بلکہ ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا ہے، فرمایا وہ دونوں ایسے تھے جن کی اقتدار کی جانی چاہیے۔ اس کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۲۷۴/۵، بخاری ۱۰۸۰/۲)۔

**فائدہ:-** یہاں سونے چاندی سے مراد وہ ہے جو کعبۃ اللہ کے اخراجات و مصالح کیلئے ہدیہ کیا جاتا تھا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زائد مقدار میں دیکھ کر یہ ارادہ کیا جب ان کے سامنے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کیا گیا تو مسلمانوں پر تقسیم سے باز آ گئے کیونکہ یہ اوقاف کا مال ہے اور اوقاف کا مال دوسری جگہ خرچ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمیشہ اس کی حفاظت ضروری ہے کہ آج نہیں تو کبھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

☆..... (۳۵۶۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر تیری قوم نئی جاہلیت سے یا (فرمایا) کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں کعبہ کے خزانے کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ کرتا اور اس میں حجرے داخل کر دیتا، اس کو مسلم (۱/۳۲۸) نے روایت کیا (نیل الاوطار ۲۷۴/۵)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی مذکورہ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے نیز علماء نے اس سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ مال مسجد کی تملیک کرنا بھی صحیح ہے مثلاً کہا میں نے اپنا گھر مسجد کو دیا یا یہ کہ تو یہ تملیک ہو جائے گی اور صحیح ہے مگر نگران و متولی کے حوالے کرنے سے تملیک تام ہوگی۔

## بَابُ حُكْمِ حَصِيرِ الْمَسْجِدِ وَحَشِيئَتِهِ وَنَقْضِهِ إِذَا اسْتُغْنِيَ عَنْهُ

۴۵۶۸..... روى الفاكهى فى كتاب مكة من طريق علقمة بن أبى علقمة عن أمه عن عائشة رضى الله عنها قالت: دَخَلَ عَلَى شَيْبَةَ الْحَجَبِيِّ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ بَابَ الْكُعْبَةِ تَجْتَمِعُ عِنْدَهُ فَتَكْثُرُ، فَتَنْزَعُهَا وَتَحْفَرُ أَبْيَارًا فَتَغْتَمِنُهَا وَتَذْفِنُهَا لَكِنِّي لَا تَلْبِسُهَا الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ؟ قَالَتْ: بَلَسْنَا صَنَعْتُ، وَلَكِنْ بِعِهَا فَاجْعَلْ ثَمَنَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي الْمَسَاكِينِ، فَإِنَّمَا إِذَا نَزَعْتَ عَنْهَا لَمْ يَضُرْ مِنْ لُبْسِهَا مِنْ حَائِضٍ وَجُنُبٍ، فَكَانَ شَيْبَةُ يَبْعُثُ بِهَا إِلَى النِّمَنِ فُتُبَاعُ لَهُ فَيَضَعُهَا حَيْثُ أَمَرْتُهُ وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لَكِنْ فِي إِسْنَادِهِ رَاوُ ضَعِيفٌ، وَإِسْنَادُ الْفَاكْهِيِّ سَالِمٌ مِنْهُ (فتح الباری ۳: ۳۶۵)۔

۴۵۶۹..... وَأَخْرَجَ (الفاكهى أيضاً) من طريق ابن أبى نجیح عن أبيه أن عُمَرَ كَانَ يَنْزَعُ كِسْوَةَ الْبَيْتِ كُلَّ سَنَةٍ فَيَقْبِسُهَا عَلَى الْخَاجِ (فتح الباری ۳: ۳۳۶)۔ وَسَكَوتُ الْحَافِظِ عَنْهُ يَشْعُرُ بِجَسَدِهِ، أَوْ حَسَنَهُ عِنْدَهُ۔

## باب: مسجد کی چٹائی اور گھاس کا حکم اور جب ضرورت نہ رہے اس کو توڑنے کا حکم

☆..... (۳۵۶۸) فاکہی نے کتاب مکہ میں علقمہ بن عاتقہ بن امہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ میرے پاس شیبہ جی آیا اور کہا ام المؤمنین ہمارے پاس کعبۃ اللہ کے کپڑے بکثرت اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ہم ان کو علیحدہ کر کے کوئیں کھود کر اس کی گہرائی میں ڈالتے اور دفن کر دیتے ہیں تاکہ ان کو حیض والی عورتیں اور جنسی آدمی نہ پہنیں۔ فرمایا تم برا کرتے ہو بلکہ ان کو بیچ دیا کرو اور ان کی قیمت اللہ کے راستہ میں لگایا کرو کیونکہ جب وہ کپڑے بیت اللہ سے اتر گئے تو حائض پہنے یا جنسی کچھ اور مساکین میں حرج نہیں تو شیبہ وہ کپڑے یمن بھیجا کرتے وہ فروخت ہوتے تو ان کو وہاں خرچ کرتے جہاں ام المؤمنین نے حکم فرمایا۔ اور اس کو تہیتی نے بھی (۱۵۹/۵) اس سند سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سندیں ضعیف راوی ہے اور فاکہی کی سند اس سے سالم ہے۔ (فتح الباری)۔

☆..... (۳۵۶۹) فاکہی نے ہی بطریق ابن ابی کحج عن ابیہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال بیت اللہ کے کپڑے اتارتے اور حایوں پر تقسیم کر دیتے (فتح الباری) اور ابن حجر کا سکوت بتلاتا ہے کہ روایت صحیح یا حسن ہے۔

**فائدہ:-** یہاں کچھ تفصیل سے بحث کی گئی ہے حاصل یہ ہے کہ چٹائی وغیرہ جس نے مسجد کیلئے وقف کی پھر مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ضرورت نہ رہنے کی صورت میں واقف کی ملک دوبارہ نہیں لوٹے گی بلکہ یا تو دوسری مسجد کے استعمال میں لائی



يَاخُذُ الثَّمَنَ وَيَسْتَنَعِ مِنَ النَّبِيْعِ، فَوَضَعَ أَثْمَانَهَا فِي خَزَانَةِ الْكَعْبَةِ فَأَخَذُوَهَا بَعْدَ ذَلِكَ، وَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ: أَنْتُمْ نَزَلْتُمْ عَلَى الْكَعْبَةِ وَلَمْ تَنْزِلِ الْكَعْبَةُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا هُوَ فَنَائُهَا، وَجَعَلَ سَيِّدُنَا عُمَرُ عَلَى الْمَسْجِدِ جِدَارًا قَصِيْرًا مُجِيْطًا بِهِ دُوْنُ الْقَامَةِ، وَكَانَ الْمَصَابِيْحُ تَوْضَعُ عَلَيْهِ، فَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوَّلَ مَنْ اتَّخَذَ

پاس کے) گھروں کو خرید کر ان کو گرا دیا اور ان کے ذریعہ مسجد کو وسیع کر دیا، گھروں والوں میں سے بعض نے قیمت لینے اور گھر فروخت کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (گھر تو لے ہی لئے اور) ان گھروں کی قیمتیں کعبہ اللہ کی الماریوں میں رکھ دیں تو پھر ان لوگوں نے وہ قیمتیں لے لیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم لوگ کعبہ اللہ پر آؤ اترے ہو کعبہ اللہ تم پر نہیں اترتا، یہ تو اس کا صحن تھا (تم نے اس کے صحن کو سنہال رکھا تھا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد پر چھوٹی سی دیوار بنائی جو اس کو گھیرے ہوئے تھی قامت میں اس سے کم تھی، اس پر چراغ رکھے جاتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد کیلئے دیواریں بنائیں۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (مزید) گھر خریدے اور ان کے ذریعہ مسجد حرام کو وسیع کیا کچھ لوگوں نے گھروں کو بیچنے سے انکار کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر گرا دیئے تب وہ چیخے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے علم کے معاملہ نے تمہیں مجھ پر جبری کر دیا حالانکہ یہی معاملہ تمہارے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا ان پر تو کوئی نہ چیخا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکاریوں کو جیل میں ڈالنے کا حکم کیا۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن خالد اسید نے سفارش کی تو جیل سے نکال دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد کیلئے برآمدے بنائے وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کیلئے برآمدے بنائے ہیں۔ اس کو حافظ ابن ظہرہ نے تاریخ مکہ میں اور بلاذری نے اپنی فتوح البلدان میں محمد بن سعید عن الواقدي کے طریق سے مختصراً ذکر کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے تحت کئی مسائل زیر بحث آتے ہیں (۱) کوئی مسجد تنگ ہو اور اس کے پاس کسی کی مملوکہ زمین ہو تو اس کی رضا کے بغیر زبردستی قیمت دیکر زمین کو مسجد میں ملایا جائے یا نہ؟ بحر الرائق میں اس کا جواز لکھ کر متن میں مذکور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال کل نظر ہے کیونکہ روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کعبہ پر آؤ اترے ہو کعبہ تم پر نہیں اترتا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف کعبہ اللہ سے حکم کو مخصوص کرتی ہے دوسری مساجد کا یہ حکم نہیں ہے جس کی تائید مستدرک حاکم (۳/۳۶۱) ذرا اسلام عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس میں اضافہ کرنا چاہا اس کے قریب ایک یتیم کا گھر تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے گھر مانگا، اس نے انکار کیا تو پھر بھی اس کا گھر لینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میرے گھر کی خاطر گھروں پر ظلم سے پرہیز کرو تو حضرت داؤد علیہ السلام نے رہنے دیا (۲) یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، ایک سند میں عبدالرحمن بن زید ہے جس پر کئی محدثین نے کلام کیا ہے جبکہ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی کئی حسن احادیث ہیں تو کئی سندوں کی وجہ سے یہ حدیث بلا شک



لِلْمَسْجِدِ جِدَارًا، فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ اشْتَرَى دُورًا وَوَسَّعَ بِهَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَأَنَّى قَوْمٌ أَنْ يَبِيعُوا فَهَدَمَ عَلَيْهِمْ فَصَّاحُوا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّمَا جِزَاكُمْ عَلَى جِلْمِي عَنْكُمْ، فَقَدْ فَعَلَ بِكُمْ عُمَرُ هَذَا فَلَمْ يَصِحَّ بِهِ أَحَدٌ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ إِلَى الْحَبَسِ حَتَّى شَفَعَ فِيهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ أَسَدٍ فَأُخْرِجَهُمْ، وَجَعَلَ عُثْمَانُ لِلْمَسْجِدِ أَرْوَقَةً، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ اتَّخَذَ الْأَرْوَقَةَ لَهُ - ذكره الحافظ ابن ظهيرة في "تاريخ مكة" له - (ص: ۱۹۷)، وكذا ذكره البلاذري في "فتوح البلدان" له (ص: ۵۳) من طريق محمد بن سعد عن الواقدي مختصراً.

### بَابُ إِذَا خَرَبَ الْمَسْجِدُ أَوْ الْوَقْفُ لَمْ يَعُدَّ إِلَى مِلْكِ الْوَاقِفِ وَلَا يَبَاعُ

۴۵۷۱..... فيه حديث عمر مرفوعاً: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يَبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ - وقد تقدم

حسن وجہ کی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے قریب کسی کا گھر یا زمین ہو تو جب تک وہ بیع پر راضی نہ ہو یا مسجد کو بہہ نہ کرے اس سے زبردستی لینا جائز نہیں ہے۔ (۲) دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب عام لوگوں کو ضرر ہو اور اگر اس کو دور کیا جائے تو کسی خاص شخص کو ضرر پہنچے تو خاص کے ضرر کی پرواہ کئے بغیر عام کو ضرر سے بچایا جائے گا (مگر شرعی احکام ملحوظ ہونا ضروری ہوں گے)۔ (۳) مکہ مکرمہ کی زمین فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نامناسب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایام حج میں وہاں کے گھروں کا کرایہ لینا مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حجاج نے زمین سے نفع اٹھانا ہے عمارتوں سے نفع بہت کم اٹھاتا ہے اس لئے کہ زیادہ تر ان کی مشغولی مناسک حج میں رہتی ہے۔ (عام حالات میں مقیمین سے گھروں کا کرایہ جائز ہے) البتہ زمین پر بنی ہوئی عمارت فروخت کرنے میں حرج نہیں پھر وہ قیمت ارض کی نہیں ہوگی اس پر موجود عمارت کی ہوگی امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ و مجاہد رحمہ اللہ سے صحیح مرسل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مکہ مکرمہ محترم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم (محترم) بنایا، نہ اس کی زمینوں کی بیع حلال ہے نہ اس کے گھروں کو کرایہ پر دینا حلال ہے (مصنف ۳/۳۱۷ کتاب الحج باب ۳۱۰)۔

### باب: جب مسجد یا وقف ویران ہو جائے تو بھی واقف کی ملکیت واپس نہیں لوٹی اور نہ اس کو فروخت کیا جائے

☆..... (۳۵۷۱) اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھ سے متعلق فرمایا اصل کا صدقہ کرے۔ نہ اس کی بیع کی جائے نہ بہہ ہو نہ میراث بنائی جائے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ وقف ہمیشہ کیلئے وقف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہوجاتا ہے۔

غیر مبرورہ۔

..... ۴۵۷۲ حدثنا ابن حمید مهران عن سفیان عن خسیف عن عکرمہ: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ

لِلَّهِ﴾ قَالَ: الْمَسَاجِدُ كُلُّهَا۔ رواہ ابن حرب۔ فی التفسیر (۲۹: ۷۳)، وسندہ حسن۔

..... ۴۵۷۳ عن ابن عباس فی قوله: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يَوْمَ نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ

فِي الْأَرْضِ مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ إِبِلَيْلَا بَيْتِ الْمُتَدَسِّسِ۔ أخرجه ابن أبي حاتم (الدر

المنثور ۶: ۲۷۴)۔

☆..... (۳۵۷۲) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ ان المساجد للہ میں ساری مسجدیں داخل ہیں کہ سب مسجدیں اللہ کیلئے ہیں اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

**فائدہ:**۔ تو مسجد کسی کی ملکیت نہیں رہتی اور ایک بار ملکیت ختم ہونے کے بعد دوبارہ ملکیت نہیں آتی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ویرانی کے بعد وقف واقف کی ملکیت میں لوٹ جاتا ہے (مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میرا خیال ہے کہ اس بارے میں دارالاسلام میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ دارالاسلام میں ویرانی کے بعد بھی مسجدوں کا احترام رہتا ہے، بے ادبی سے محفوظ ہوتی ہیں اور دارالحرب میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ بہتر ہے کیونکہ وہاں مساجد کو اصطبل یا بت خانہ وغیرہ بنا کر کفار بے ادبی کرتے ہیں جب واقف کی ملکیت لوٹنے کا فتویٰ دیا جائے تو واقف اپنی ملکیت میں لا کر حفاظت کرے گا۔ اسی آیت سے علماء احناف نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص اسی طرح مسجد بنائے کہ نیچے تہ خانہ اور اوپر کمرہ (گھر) ہو اور وہ مسجد کے مصالح کیلئے نہ ہوں تو ایسی مسجد مسجد نہیں، اس کو بیچ سکتا ہے اور وہ میراث بھی بن سکے گی کیونکہ اُس مسجد سے بندے کا حق متعلق رہا حالانکہ مسجد خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہوا کرتا ہاں اگر تہ خانہ اور بالا خانہ مسجد کے مصالح کیلئے وقف ہو تو وہ مسجد ہی ہے کیونکہ اس میں کسی کی ملک اور حق نہیں (اور نیچے تہ خانہ اور اوپر کمرہ مسجد کے مصالح کیلئے بنانا بھی تب جائز ہے جب مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی اس کی تعمیر ہو ورنہ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد تہ خانہ یا بالا خانہ کی تعمیر جائز نہیں) یہ تو ظاہر مذہب ہے لیکن غیر ظاہر الروایۃ میں امام حسن کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نیچے مسجد اور اوپر پر بانٹ گاؤ ہو تو بھی وہ مسجد ہے، امام محمد رحمہ اللہ سے اُس کے برعکس روایت ہے کیونکہ تہ خانہ یا بالا خانہ ہو۔ سے تعظیم مشکل ہے۔

☆..... (۳۵۷۳) اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَالْمَسَاجِدُ لِلَّهِ“ کے بارے میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن روئے زمین پر مسجد حرام اور مسجد ایلیا یعنی مسجد بیت المقدس کے علاوہ کوئی مسجد تھی۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ (الدر المنثور)

## بَابُ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ أَنْ يَجْعَلُوا الطَّرِيقَ مَسْجِدًا وَكَذَا عَكْسُهُ بِأَمْرِ الْإِمَامِ أَوْ يَجْعَلُوا الرَّحْبَةَ مَسْجِدًا وَكَذَا عَلَى الْقَلْبِ

۴۵۷۴..... کتب إلى السرى عن شعيب عن سيف عن محمد و طلحة و المهلب و عمرو و سعید قالوا: لَمَّا أَجْمَعُوا عَلَى أَنْ يُضَيِّعُوا بُنْيَانَ الْكُوفَةِ، فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا، وَفِيهِ: فَأَوَّلُ شَيْءٍ خُطِلَ بِالْكُوفَةِ، بُنِيَ جَنَيْنَ عَزَمُوا عَلَى الْبِنَاءِ الْمَسْجِدَ فَوُضِعَ فِي مَوْضِعِ أَصْحَابِ الصَّانِبِ وَالتَّمَارِينِ مِنَ السُّوقِ فَاخْتَطَوْهُ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ فِي وَسْطِهِ زَامٌ شَدِيدُ النَّزْعِ فَرَمَى عَنْ يَمِينِهِ، فَأَمَرَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَبْنِيَ وَرَاءَ مَوْضِعِ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَرَمَى مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ، وَأَمَرَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَبْنِيَ وَرَاءَ مَوْضِعِ السَّهْمَيْنِ، فَتَرِكَ الْمَسْجِدَ فِي مُرَبَّعَةٍ غُلُوهُ مِنْ كُلِّ جَوَانِبِهِ، وَبَنَوْا لِسَعِيدٍ دَارًا بِحَيْالِهِ بَيْنَهُمَا طَرِيقًا

**باب: اہل مسجد کیلئے جائز ہے کہ راستہ کو (بھی مسجد میں ملا کر) مسجد بنالیں یا اس کے الٹ کریں بشرطیکہ امام کا حکم ہو، یا وسیع میدان کو (جو لوگوں کی ضرورت کیلئے ہو) مسجد میں شامل کر لیں یا مسجد کا حصہ میدان میں ملا لیں**

☆..... (۳۵۷۴) میری طرف سری نے عن شعيب عن سيف روایت لکھ چکی کہ محمد اور طلحہ اور مہلب اور عمرو اور سعید نے بیان کیا کہ جب صحابہ نے اتفاق کیا کہ کوفہ کی بنیاد ڈالیں (طویل حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ) تو جب بنیاد پر عمرؓ مگر لیا تو سب سے پہلی کوفہ میں جو لیکر کھینچی گئی یعنی تعمیر کرنی چاہی وہ مسجد تھی جو بازار کے اندر صائب اور کھجور فروخت کرنے والوں کی جگہ پر بنائی گئی تو لوگوں نے مسجد کی حد بندی کی، پھر اس کے بیچ میں مضبوطی سے تیر پھینکنے والا شخص کھڑا ہوا اس نے دائیں طرف تیر پھینکا اور حکم کیا کہ جسکو گھر بنانا ہو وہ تیر کی جگہ سے پیچھے بنائے ایسے ہی اپنے آگے اور پیچھے بھی تیر پھینکا اور تیر جانے کی جگہ سے پیچھے غمارت بنانے کا حکم کیا تو ہر طرف سے تیر پھینکنے کے احاطہ کے درمیان مسجد کی زمین چھوڑی گئی اور حضرت سعد کا گھر اس کے سامنے بنایا، گھر اور مسجد دونوں کے درمیان دو سونگڑ کا پھاڑی راستہ تھا، اور اس احاطہ میں کئی بیت المال بنائے گئے وہی آج کوفہ کا محل حکومت ہے، ایک روایت میں یوں لفظ ہیں حضرت سعد نے اس زمین میں جہاں محل کی لیکر کھینچی گئی تھی مسجد کوفہ آج جہاں ہے اس کے محراب کے برابر میں محل بنایا اور اس کو چونہ کچ کیا اور اس میں بیت المال بنایا اور اس کے ایک کونے میں رہائش اختیار کی پھر بیت المال میں نقب زنی کر کے مال لے لیا گیا اور حضرت سعد نے حضرت عمرؓ کو لکھا اور گھر والی جگہ اور گھر کی کوڑی سے متعلق احاطے والے بیت المال کے سروں کی جگہ بتائی تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ احاطہ مسجد کو منتقل کرتے ہوئے گھر کے پہلو تک لے آئیں اور گھر اس کے قبلہ کی طرف کر دیں کیونکہ مسجد کیلئے دن رات حاضر ہونے والے لوگ ہوتے ہیں اور اس صورت میں ان لوگوں کے مال کی حفاظت ہے تو مسجد منتقل کرنا چاہی اور اس کی غمارت بڑھانا چاہی تو ایک دہقان جس کو روز برہن بزرجمہ کہا

مُنْقَبَ بِأَثْنَيْ ذِرَاعٍ، وَجُعِلَ فِيهَا بُيُوتُ الْأَمْوَالِ وَهِيَ قَصْرُ الْكُوفَةِ الْيَوْمَ، وَفِي لَفْظٍ: وَقَدْ بَنَى سَعْدٌ فِي الَّذِي خَطُّوا الْقَصْرَ قَصْرًا بِحِيَالٍ بِخَرَابِ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ الْيَوْمَ فَشَيَّهَ وَجَعَلَ فِيهِ بَيْتَ الْمَالِ وَسَكَنَ نَاجِيَتَهُ، ثُمَّ إِنَّ بَيْتَ الْمَالِ ثَقِبَ عَلَيْهِ ثَقْبًا وَأُخِذَ مِنَ الْمَالِ، وَكُتِبَ سَعْدٌ بِذَلِكَ إِلَى عُمَرَ وَوَسَّعَ لَهُ مَوْجِعَ الدَّارِ، وَبُنِيَتْ الْأَمْوَالُ مِنَ الصَّخْرِ بِمَا يَلِي وَدُغِعَ الدَّارُ، فَكُتِبَ إِلَيْهِ عُمَرُ أَنَّ أَهْلَ الْمَسْجِدِ، حَتَّى تَضَعُوا إِلَيَّ حِسْبَ الدَّارِ، وَاجْعَلِي الدَّارَ قِبْلَتَهُ فَإِنَّ لِلْمَسْجِدِ أَهْلًا بِالنَّهَارِ وَبِاللَّيْلِ، وَفِيهِ جَنْسٌ لِمَنْهُمْ، فَتَنَرَ الْمَسْجِدَ وَأَخَذَ نِيَانَهُ فَقَالَ لَهُ دِهْقَانٌ يُقَالُ لَهُ: رُؤُوسُ بَنِي بَزَرَ جَمْعُهُمْ: أَنَا أَتَيْنِي لَكَ وَأَبْنَيْ لَكَ فَتَنَرَ فَأَصْلُهُمَا وَيُخَوَّنُ بَنِيَانًا وَاحِدًا، فَحَدَّثَ قَصْرَ الْكُوفَةِ عَلَى مَا خُطَّ عَلَيْهِ، وَوَضَعَ الْمَسْجِدَ بِحِيَالٍ بُيُوتِ الْأَمْوَالِ مِنْهُ إِلَى مُتَهَيِّ الْقَصْرِ يُمْنَةَ مِنَ الْقِبْطَةِ، ثُمَّ مَدَّ بِهِ عَنْ يَمِينِ ذَلِكَ إِلَى مُنْقَطِعِ رَحْبَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَالرَّحْبَةُ قِبْلَتُهُ، فَكَانَتْ قَلَّةُ الْمَسْجِدِ إِلَى الرَّحْبَةِ وَنِيْمَتِ الْقَصْرِ، الْحَدِيثُ رَوَاهُ الطَّبْرِيُّ فِي تَارِيخِهِ، (۱۹۲:۳)، وَإِسْنَادُهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْتَاجًا بِهِ فِي الْأَحْكَامِ، فَقَدْ احْتَجَّتِ الْحِفَافَةُ بِرَجَالِهِ فِي "السَّيْرِ"، وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي حَاشِيَةِ الْبَابِ السَّابِقِ أَنَّ أَحْمَدَ قَدْ احْتَجَّ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ۔

جاتا تھا اس نے کہا میں اس کو آپ کیلئے تعمیر کر دیتا ہوں اور آپ کو کل بنادیتا ہوں اور ملا کر دونوں کو ایک عمارت بناتا ہوں چنانچہ محل کو نہ کی کثیر اسی پر کھینچی گئی جس پر پہلے کھینچی گئی تھی اور مسجد بیت المال کے کمروں کے برابر کے حصوں سے قبلہ کے دائیں جانب سے محل کے آخر تک بنائی گئی پھر اس کو دائیں جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کھلے میدان کے اخیر تک (جو مسجد کے قبلہ کی جانب تھا) مسجد بڑھائی گئی تو مسجد کا قبلہ رجب (کھلے میدان) اور محل کے دائیں جانب کے حصہ کی طرف تھا۔ اس کو طبری نے تاریخ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند اگرچہ احکام میں قابل حجت نہیں ہو سکتی لیکن حفاظ نے سیر میں اس کے رجال سے حجت لی ہے۔ اور اس قصہ سے امام احمد نے بھی حجت پکڑی ہے۔

**فائدہ:-** اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ پہلے مسجد میدان کے درمیان اور محل اس کے شمال میں تھا پھر مسجد اس جگہ سے منتقل (بڑھا) کر کے محل سے متصل کر دی گئی اور گھر کو قبلہ بنایا گیا اور دونوں میں ایک ہی دیوار بنائی گئی تو مسجد کا کچھ حصہ میدان میں اور میدان کا کچھ حصہ مسجد میں منتقل ہو گیا اہل مسجد کیلئے ایسی تبدیلی جائز ہے، جب ضرورت ہو تو امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اہل مسجد ایسا کر سکتے ہیں، مسجد کے اہل محلہ کے علاوہ کوئی غمہ ایسا نہیں کر سکتا، اور اگر اہل مسجد میں اس بارے میں اختلاف ہو تو جس رائے پر اکثر ہوں ان کا اعتبار ہوگا۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں بھی ایسا کرنے کا جواز ذکر ہے مگر ابن امام ہونا ضروری ہے کیونکہ حضرت سعد اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایسا کیا ہے۔



## بَابُ لَوْ كَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ مَدْخَلٌ مِنْ دَارٍ مَوْقُوفَةٍ لَا بَأْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ هَذَا الْبَابِ

۴۵۷۵..... عن عروة أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَذْنُوبُنِي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: كَانَتْ ذَلِكَ عَلَيَّ هَيْنَ، وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمُنِي وَلَيْسَ عَلَيَّ أَحَدٌ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَمِيزٌ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُذْنِبُ لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فُتْرَجِلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (فتح الباری ۱: ۳۴۲)۔ قال الحافظ: وَحُجْرَةُ عَائِشَةَ كَانَتْ مُلَاصِقَةً لِلْمَسْجِدِ اهـ۔

۴۵۷۶..... روى مالك عن الثقة عنده أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَدْخُلُونَ حُجْرَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يُصَلُّونَ فِيهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ يَضِيقُ عَنْ أَهْلِهِ قَالَ: وَحُجْرَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَتْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَكِنْ أَثْوَابُهَا شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ۔ كَذَا فِي "وَفَاءُ الْوَفَاءِ" (۱: ۳۶۶)۔ وَرَوَى ابْنُ النُّجَّارِ عَنْ أَهْلِ السَّيْرِ نَحْوَهُ أَنَّ الْحُجْرَاتِ كَانَتْ خَارِجَةً مِنَ الْمَسْجِدِ مُدْبِرَةً بِهِ إِلَّا مِنَ الْمَغْرِبِ،

### باب: اگر وقف گھر کا دروازہ مسجد کی طرف ہو تو امام المسلمین مسجد میں اس دروازے سے داخل ہو سکتا ہے

☆..... (۳۵۷۵) حضرت عروہ سے متعلق مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا (سائل نے کہا) کیا حائضہ عورت میری خدمت کر سکتی ہے یا جنبی ہونے کی حالت میں عورت میرے قریب ہو سکتی ہے؟ تو عروہ نے کہا یہ بات مجھ پر تو معمولی سی ہے اور ایسی عورت میری خدمت کرتی ہے اور اس بارے میں مجھ پر کوئی تنگی نہیں، مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حیض کی حالت میں وہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت لگھی کیا کرتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں متکلف ہوتے آپ اپنا سراسر کی طرف جھکا لیتے اور وہ اپنے حجرے میں ہوتیں اور حائضہ ہو کر بھی آپ کو لگھی کرتی تھیں اس کو بخاری نے روایت کیا، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے متصل تھا (بخاری ۱/۴۳)۔

☆..... (۳۵۷۶) امام مالک نے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ جمعہ کے دن حضور ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں داخل ہو کر نماز پڑھتے تھے مسجد نمازیوں پر تنگ ہو گئی تھی، فرمایا کہ ازواج مطہرات کے حجرے مسجد کے حصے میں سے نہ تھے لیکن ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے (وفاء الوفاء ۱/۳۶۶) اور ابن نجار نے اہل سیر سے نقل کیا ہے کہ حجرے مسجد سے باہر تھے، سوائے مغرب کی جانب کے باقی جانبوں سے مسجد کی طرف پشت کئے ہوئے تھے اور ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے (وفاء الوفاء) اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد کی طرف اپنے حجرے سے داخل ہوتے تھے۔

وَكَانَتْ أَبْوَابُهَا شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ - كَذَا فِي "وَفَاءُ الْوَفَاءِ" (۳۲۵:۱) - قُلْتُ: وَلَمْ يُخْتَلَفْ أَشْنَانٌ فِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْخُلُ مِنْ حُجْرَتِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ -

## بَابُ إِذَا وَقَفَ السَّاقِيَةُ أَوْ الْحَاثُ أَوْ الرِّبَاطُ لِابْنِ السَّبِيلِ أَوْ السُّوْقِ لِلْمُسْلِمِينَ أَوْ الْمُقْبِرَةِ لِمَوْتَاهُمْ صَحَّ وَلَزِمَ بِاسْتِعْمَالِ النَّاسِ لَهُ

۴۵۷۷..... فِيهِ حَدِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ اشْتَرَى بَنِي رُومَةَ وَجَعَلَ فِيهَا دَلْوَهُ مَعَ دَلَاءِ

**فائدہ:-** اس بارے میں دو قول ہیں کہ ازواج مطہرات کے حجرے ان کی ملکیت تھے یا وقف تھے؟ امام طبری نے اور احناف علماء نے ان کے وقف ہونے کو راجح ٹھہرایا ہے جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے پانچ رات پہلے غیر موقوفہ سب دروازے مسجد کی طرف کھلنے سے منع کر دیا صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کا باوجود غیر موقوفہ ہونے کے استثناء کیا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے اور نبی کریم ﷺ کو اختیار ہے جس کو جو خصوصیت دیں، اس لئے ان پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح یہ جو فرمایا تھا کہ مسجد میں سے میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی جہن جی حالت میں نہ گزرا کرے۔ یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے کیونکہ ان کا ایک ہی دروازہ تھا جو مسجد کی طرف کو تھا اور کوئی دروازہ ہی نہ تھا جدھر کو نکلتے۔

**فائدہ:-** اوپر حدیث ذکر ہوئی کہ آپ ﷺ نے دروازے بند کرنے کے حکم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کا استثناء کیا اسی طرح کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق مسند احمد و نسائی میں بسند قوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد و نسائی و حاکم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد و نسائی میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مسند احمد میں بسند حسن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، علامہ ابن حجر مہذب نے یوں تظہیر دی ہے کہ ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استثناء کیا اور دوسرے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استثناء کیا۔ لیکن یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کا استثناء کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روشندان یا چھوٹے دروازے کا استثناء کیا۔ لہذا علامہ ابن جوزی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث کو من گھڑت کہنا ان کی غلطی ہے۔ وہ بہت دفعہ صحیح حدیث کو، ہم کی بنا پر رو کر دیتے ہیں۔

**باب: جب کوئی پانی کا حوض یا سرائے یا مکان مسافروں کیلئے وقف کرے یا بازار مسلمانوں کیلئے یا قبرستان مسلمانوں کے مردوں کیلئے وقف کرے تو یہ وقف صحیح ہے**

**اور جب لوگ استعمال کرنے لگیں تو وقف لازم ہو جائے گا**

☆..... (۳۵۷۷) اس بارے میں حدیث عثمان رضی اللہ عنہ ہے کہ انہوں نے بیرومہ خرید اور (وقف کر کے) اس میں اپنا ذول مسلمانوں کے

المُسْلِمِينَ - رواد النسائي والترمذي، وقد تقدم -

۴۵۷۸..... عن الحسن عن سعد بن عبادَةَ أَنَّ أُمَّهُ مَاتَتْ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ غَنَاهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَأَتَى الصَّدَقَةَ أَفْضَلَ؟ قَالَ: سَقَى الْمَاءَ - قَالَ الْحَسَنُ: فَبَلَكَ سَقَايَةَ آلِ سَعْدٍ بِالْمَدِينَةِ - رواد أحمد والنسائي - وفي "النيل" (۳: ۳۳۴): حديث سعد رجال إسناده عند النسائي ثقات، ولكن الحسن لم يدرت سعدًا، وقد أخرجه أيضًا أبو داود وابن ماجه اه - قلت: وأصله عند البخاري، كما تقدم -

۴۵۷۹..... عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إِنْ بِمَا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ: عِلْمًا نَشَرُوهُ، وَوَلَدًا حَسَنًا تَرَكَهُ، أَوْ مُصْخَفًا وَرَثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لَابَنٍ ذُو لَوْحٍ كَسَاتِهِ (برابر) کیا، اس کو نسائی و ترمذی نے روایت کیا -

☆..... (۳۵۷۸) حضرت حسن بصری حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ فوت ہو گئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی تو کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی پانے کا انتظام کرنا، حضرت حسن فرماتے ہیں کہ آل سعد کا مدینہ طیبہ میں خوش موجود ہے، اس کو امام احمد و نسائی نے روایت کیا (نیل الاوطار ۳: ۳۳۴) نسائی کے راوی ثقہ ہیں البتہ حضرت حسن کی سعد سے ملاقات نہیں ہوئی اور اس کو ابو داؤد و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، اور اصل اس کی بخاری میں ہے -

**فائدہ :-** دونوں حدیثوں سے خوش کے وقف کا صحیح ہونا ثابت ہوا -

☆..... (۳۵۷۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کے اعمال اور نیکیوں میں سے جو موت کے بعد بھی اس کو ملے رہتے ہیں ان میں سے وہ علم ہے جس کو عام کیا اور نیک اولاد ہے جو چھوڑی یا وہ قرآن مجید جس کا کسی کو مالک بنایا یا مسجد بنائی یا مسافر خانہ جسے مسافروں کیلئے بنایا یا نہر جاری کی یا صدقہ جس کو اپنی سخت و زنجنگی میں مال میں سے نکالا یہ موت کے بعد بھی اس کو ملے گا (ابن ماجہ: شعب الایمان ۵۵/۱ مشکوٰۃ) ابن ماجہ کی سند حسن ہے اور ابن خزیمہ نے بھی صحیح میں ایسی ہی روایت ذکر کی ہے البتہ یہ لفظ ذکر کئے یا نہر کرایہ پردی اور قرآن مجید کا ذکر نہیں کیا -

**فائدہ :-** اس حدیث میں نہر اور مسافر خانہ بنا کر وقف کرنے کا جواز اور استحسان ثابت ہو رہا ہے اور یہ کہ صحت کے زمانہ میں وقف کرنا صحیح ہے لیکن مرض الوفا کے زمانہ میں بتائی ترکہ سے وقف صحیح ہوتا ہے اس سے زائد سے صحیح نہیں ہوتا مگر یہ کہ رثاء اجازت دیں تو! اور یہ جو فرمایا موت کے بعد اس کو اجر ملتا رہتا ہے اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی دلیل ہے کہ وقف لازم ہونے کیلئے موت کے بعد کی طرف

السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَهُ أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلَحُّفُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ۔ رواه ابن ماجه والبيهقي في الشعب وفي "تنقيح المشكاة" (۵۵:۱): إسناده ابن ماجه حسن، ورواه ابن خزيمة في صحيحه مثله إلا أنه قال: أَوْ نَهْرًا أَكْرَاهُ، ولم يذكر المصحف اهـ۔

۴۵۸۰..... عن عطاء بن يسار قال: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَجْعَلَ لِلْمَدِينَةِ سُوقًا أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنِقَاعَ، ثُمَّ جَاءَ سُوقَ الْمَدِينَةِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ۔ وَقَالَ: هَذَا سُوقُكُمْ فَلَا يَضِيقُ وَلَا يُؤْخَذُ فِيهِ جَرَّاحٌ أَوْ كِرَاءٌ۔ رواه عمر بن شبة (وفاء الوفاء ۱: ۵۳۹) وهو مرسل۔

۴۵۸۱..... عن عباس بن سهل عن أبيه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بَنِي سَاعِدَةَ فَقَالَ: "إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ فِي حَاجَةٍ تُعْطُونِي مَكَانَ مَقَابِرِكُمْ فَأَجْعَلُهَا سُوقًا" وَكَانَتْ مَقَابِرُهُمْ مَا حَازَتْ دَارَ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ إِلَى دَارِ زَيْدِ بْنِ قَابِطٍ، فَأَعْطَاهُ بَعْضُ الْقَوْمِ وَمَنْعَهُ بَعْضُهُمْ وَقَالُوا: مَقَابِرُنَا وَمَخْرُجُ نِسَائِنَا۔ ثُمَّ تَلَاؤُنَا فَلَجِئْتُهُ وَأَعْطُوهُ إِثَاءً فَجَعَلَهُ سُوقًا۔ رواه ابن زبالة (وفاء الوفاء ۱: ۵۴۰)۔

وقف کی اضافت کرنا شرط ہے۔

☆..... (۳۵۸۰) حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ مدینہ طیبہ کا بازار بنائیں تو بنوقینقاع کے بازار آئے، پھر مدینہ طیبہ کے بازار تشریف لا کر اپنا پاؤں اس میں مارا اور فرمایا یہ تمہارا بازار ہے، نہ تو تنگ ہوگا نہ اس میں ٹکس یعنی کرایہ لیا جائیگا۔ اس کو عمر بن شیبہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ مرسل حدیث ہے۔

☆..... (۳۵۸۱) حضرت عباس بن سهل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو ساعدہ تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے پاس ایک ضرورت کیلئے آیا ہوں وہ یہ کہ مجھے اپنے قبرستان والی جگہ دو، میں اس کو بازار بناتا ہوں۔ ان لوگوں کے قبرستان کی جگہ ابن ابی ذئب کے گھر سے زید بن ثابت کے گھر تک پہنچی تھی تو کچھ لوگوں نے دی اور کچھ نے انکار کیا اور کہنے لگے یہ ہمارا قبرستان اور ہماری عورتوں کے باہر جانے کی جگہ ہے پھر وہ لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے تو پھر نبی کریم ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کو وہ زمین دے دی تو آپ ﷺ نے اس کو بازار بنا دیا۔ اس کو ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء)۔



۴۵۸۲..... عن خالد بن إياس العدوی قال: قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِالْمَدِينَةِ:

إِنَّمَا السُّوقُ صَدَقَةٌ فَلَا يُضَرُّ بَنٌ عَلَى أَحَدٍ فِيهِ كِرَاءٌ۔ رواه ابن زبالة (وفاء الوفاء ۱: ۵۴۰)

۴۵۸۳..... عن محمد بن عبد الله بن حسن أن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَصَدَّقَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ

بِأَسْوَاقِهِمْ رواه عمر بن شبة (وفاء الوفاء ۱: ۵۴۰)، وهو مرسل۔

۴۵۸۴..... حدثنا محمد بن عبيد عن محمد بن أبي موسى عن الإصمعي بن نباتة قال۔

خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ فَرَأَى أَهْلَ السُّوقِ قَدْ حَازُوا أَمْكِنَتَهُمْ فَقَالَ: مَا هَذَا؟

فَقَالُوا: أَهْلُ السُّوقِ قَدْ حَازُوا أَمْكِنَتَهُمْ فَقَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ لَهُمْ، سُوقُ الْمُسْلِمِينَ كَمْصَلَّى

الْمُسْلِمِينَ، مَنْ سَقَى إِلَى شَيْءٍ فَهُوَ لَهُ يَوْمَهُ حَتَّى يَدْعَهُ۔ رواه أبو عبيد في "الاموال"، والإصمعي

بن نباتة متروك رمى بالرقض (تقريب ص: ۱۹)۔

۴۵۸۵..... حدثنا مروان بن معاوية الفزاري عن أبي يعفور عبد الرحمن بن عبيد بن نسطاس

عن أبيه قال: كُنَّا نَغْدُو إِلَى السُّوقِ زَمَنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَمَنْ قَعَدَ فِي مَكَانٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ إِلَى

☆..... (۳۵۸۲) خالد بن ایاس عدوی سے روایت ہے کہ ہمارے سامنے مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی یادداشت پڑھی گئی

کہ یہ بازار صدقہ ہیں کسی سے کرایہ نہ لیا جائے گا، اس کو بھی ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء)۔

☆..... (۳۵۸۳) محمد بن عبد اللہ بن حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر بازار صدقہ کئے تھے، اس کو عمر بن شبة نے

روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ مرسل حدیث ہے۔

☆..... (۳۵۸۴) ہمیں محمد بن عبيد نے محمد بن ابی موسیٰ سے اصمعی بن نباتہ کی روایت بیان کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار نکلا انہوں

نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہوں سے تجاوز کر چکے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ بازار والوں نے اپنی جگہوں سے

تجاوز کر لیا ہے، فرمایا ان کو ایسا کرنا جائز نہیں، مسلمانوں کے بازار مسلمانوں کی عید گاہ کی طرح ہیں جو آدمی کسی چیز کی طرف پہل کر لے وہ

اس دن سے اُس کی ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ اس کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت کیا، راوی اصمعی بن نباتہ متروک

ہے، رفض سے متہم ہے (تقریب)۔

☆..... (۳۵۸۵) مروان بن معاویہ فزاری نے ہمیں ابو یعفر عبد الرحمن بن عبيد بن نسطاس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت

بیان کی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم صبح بازار جاتے تو جو جس جگہ بیٹھ جاتا وہ رات تک اُس جگہ کا حقدار ہوتا پھر جب زیاد

ہمارے پاس آیا اس نے کہا کہ جو جس جگہ بیٹھے وہ اس وقت تک اس جگہ کا حقدار ہے جب تک اُس جگہ میں رہے، اس کو بھی ابو عبید نے

الذَّیْلُ، فَلَمَّا جَاءَنَا زَيْدٌ قَالَ: مَنْ قَعَدَ فِي مَكَانٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مَا دَامَ فِيهِ۔ رواه أبو عبيد أيضاً (ص ۱۹)، ورجاله ثقات، وسنده قوى۔

۴۵۸۶..... عن البراء رضى الله عنه قال: مات إبراهيم۔ يعنى ابن رسول الله ﷺ وهو ابن ستة عشر شهراً فقال رسول الله ﷺ: إذفنه في التبن فإِنَّ لَهُ مُرْضِعَةً فِي الْجَنَّةِ تَبْمُ إِزْصَاعَهُ۔ رواه ابن شبة بإسناد جيد (وفاء الوفاء: ۲: ۸۳)۔

۴۵۸۷..... عن قدامة بن موسى كَانَ النَّبِيُّ عَرَقَ ذَا، فَلَمَّا هَلَكَ عُثْمَانُ بْنُ مَطْلُوعٍ دُفِنَ بِالنَّبِيِّ وَفُطِعَ الْعَرَقُ عَنْهُ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمَوْضِعِ الذِّبْيِ دُفِنَ فِيهِ عُثْمَانُ: "هَذِهِ الرُّوحَاءُ" وَذَلِكَ كُلُّ مَا حَاوَزَ الطَّرِيقُ مِنْ دَارِ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ إِلَى زَاوِيَةِ دَارِ عَتِيبِ الْيَمَانِيَّةِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "هَذِهِ الرُّوحَاءُ لِلنَّاجِيَةِ الْآخَرَى"۔ فَذَلِكَ كُلُّ مَا حَاوَزَ الطَّرِيقُ مِنْ دَارِ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ إِلَى أَقْصَى النَّبِيِّ

روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ اور اس کی سند قوی ہے۔

**فائدہ:-** ان سب روایات سے بازار وقف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور قبرستان کو بازار بنانے کی جو روایت ہے تو مراد اُس سے دوہر جاہلیت کا قبرستان ہے، دوہر اسلام کا نہیں اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زمین پہلے وقف نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کی ملوک تھی اس لئے آپ ﷺ نے ان سے مانگی، جب انہوں نے نہ دی تب وقف کی اور معلوم ہوا کہ وقف چیز کا موقوف علیہم سے کرایہ نہیں لیا جائیگا۔

☆..... (۳۵۸۶) حضرت براء جعفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم سولہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکو بقیع میں دفن کرو بیشک اس کیلئے دوہہ پانے والے عورت جنت میں مقرر ہے جو اس کا دوہہ مکمل کرے گی، اس کو ابن شہبہ نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے (وفاء الوفاء)۔

☆..... (۳۵۸۷) حضرت قدامة بن موسیٰ سے روایت ہے کہ بقیع زمین میں جب حضرت عثمان بن مظعون جیسے فوت ہوئے تو وہ بقیع میں دفن کئے گئے اور جس جگہ وہ دفن ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ روحاء (مقبرہ) ہے اور وہ محمد بن زید کے گھر سے دار عقیل کے دائیں کوئے تک جہاں راستہ گزرتا تھا یہ ساری زمین تھی پھر آپ ﷺ نے دوسری جانب سے متعلق بھی فرمایا یہ بھی روحاء ہے اور وہ کل محمد بن زید کے گھر سے بقیع کے آخر تک کا آج کے دور کا احاطہ ہے، اس کو بھی ابن شہبہ نے روایت کیا۔ امام سمہودی فرماتے ہیں روحاء بقیع کے درمیان والے قبرستان کو کہتے ہیں۔

**فائدہ:-** دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ بقیع کا احاطہ پہلے قبرستان نہیں تھا بعد میں حضرت عثمان بن مظعون اور صاحبزادے ابراہیم علیہما السلام کے دفن سے اس کی ابتداء کی گئی اور آپ ﷺ نے مالکوں سے بصورت یہ لیکر اموات کی تدفین کیلئے قبرستان بنا کر وقف فرمایا،

يَوْمَئِذٍ - رواه ابن شبة أيضاً (وفاء الوفاء ۲: ۸۴) - قال السهوي: والروحاء المقبرة وسط البقيع -

..... ۴۵۸۸ عن أبي غسان عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبيه قال: لَمَّا تُوُفِيَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُدْفَنَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ - فَرِغَبَ النَّاسُ فِي الْبَيْعِ وَقَطَعُوا الشَّجَرَ، فَاخْتَارَتْ كُلُّ قَبِيلَةٍ نَاحِيَةً، فَمِنْ هُنَالِكَ عَرَفْتُ كُلَّ قَبِيلَةٍ مَقَابِرَهَا - رواه ابن شبة أيضاً (خلاصة الوفاء ص: ۲۰۱)، والمذكور من السند صحيح -

..... ۴۵۸۹ عن نافع مولى حمزة عن أم قيس بنت محسن - وهي أخت عكاشة - أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْبَيْعِ ، فَقَالَ: " يُخْشَرُ مِنْ هَذِهِ الْقَبْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِفْظٍ ابْنِ عَبَّاسٍ کی ایک حدیث امام ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں ذکر کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طریف لائے تو جس میں زمین کو پانی نہیں پہنچتا تھا اہل مدینہ نے ان زمینوں کا اختیار نبی کریم ﷺ کو دے دیا تھا کہ آپ جو چاہیں اس میں بنا سکیں اس لئے یہ شہ نہ کیا جائے کہ لوگوں کی خوش دلی کے بغیر آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوگا۔

☆..... (۳۵۸۸) ابو خسان، ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس دفن کیا جائے تو دوسرے لوگوں کو بھی بیع کی چاہت ہوئی اور انہوں نے درخت کاٹ دیئے اور ہر قبیلہ نے ایک جانب پسند کر لی، وہیں سے ہر قبیلہ اپنے لوگوں کی قبروں کو پہنچاتا ہے۔ اس کو بھی ابن شبة نے روایت کیا (خلاصۃ الوفاء) اس کی سند مذکور صحیح ہے۔

☆..... (۳۵۸۹) نافع مولى حمزة، ام قيس بنت محسن سے (جو عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں) روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیع کی طرف آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قبرستان میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے اور ان کے چہرے گویا چودھویں رات کا چاند ہونگے تو ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! اور کیا میں بھی ان میں ہوں گا؟ فرمایا تو بھی ان میں ہوگا، ایک اور آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی؟ فرمایا عکاشہ رضی اللہ عنہ (جو پہلے آدمی تھے) تجھ سے پہلے لے گئے ہیں، اس کو طہرانی نے کبیر میں اور محمد بن سنجہ نے مسند میں اور ابن شبة نے اخبار المدینہ میں روایت کیا اور علامہ ابن حجر نے شرح بخاری میں ذکر کرتے ہوئے سکوت کیا (وفاء الوفاء) امام بیہقی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس میں پیچروای ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

**فائدہ:-** اس حدیث میں بھی بیع قبرستان کا سب مسلمانوں کیلئے وقف ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں دفن کرنے کی ترغیب ہے یہ اہل مدینہ کیلئے خاص نہیں ورنہ آپ ﷺ سب مسلمانوں کو اس کی ترغیب نہ دیتے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت نصیب فرمائے آمین۔

جَسَابٍ، وَكَانَ وَجُوهُهُمْ الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ“ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَأَنَا؟ فَقَالَ: وَأَنْتَ فَقَامَ آخَرٌ۔  
 فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَأَنَا؟ قَالَ: ”سَبَقَكَ بِهَا عَكَاشَةُ“۔ رواه الطبرانی فی ”الکبیر“، و محمد بن سنجر  
 فی مسنده، وابن شبة فی أخبار المدينة۔ و ذکره الحافظ ابن حجر فی ”شرح البخاری“، و سکت  
 علیہ (وفاء الوفاء ۲: ۸۰)، وقال الهیثمی فی ”مجمع الزوائد“ (۴: ۱۳): فیہ من لم أعر فہ ۱۵۔  
 ۴۵۹۰..... عن ابن کعب القرظی أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ”مَنْ دُفِنَ فِي مَقْبَرَتِنَا هَذِهِ شَفَعْنَا لَهُ أَوْ  
 شَهِدْنَا لَهُ۔ رواه ابن شبة وابن زبالہ (وفاء الوفاء)، وهو مرسل يشهد له حديث: مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ  
 أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيُمُتْ، فَإِنَّهُ مَنْ مَاتَ بِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ رواه الطبرانی  
 بسند حسن، والترمذی وابن حبان فی ”صحیحه“، وابن ماجہ والبیہقی وعبد الحق بنحو من  
 وصححه۔ كما فی (وفاء الوفاء ۴: ۱۳) أيضًا۔

اس حدیث میں ستر ہزار کے بغیر حساب جنت میں داخل ہونے والوں کیلئے بظاہر بقیع میں مدفون ہونے کے ساتھ تخصیص ہے  
 لیکن دوسری حدیثوں میں بقیع میں دفن ہونے کی قید کے بغیر ستر ہزار بلکہ ان سے زیادہ کا ذکر ہے، مسند احمد و بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
 کی حدیث ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل فرمائیں گے تو میں نے  
 درخواست کی کہ تعداد بڑھائیں تو اللہ نے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید بڑھائے۔ ترمذی و طبرانی و ابن حبان میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی  
 حدیث میں ہے کہ ان سب کے ساتھ مزید تین مٹھی میرے رب کی مٹھیوں میں سے بھی بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے بلکہ ایک  
 حدیث میں ان ستر ہزار میں سے ہر ایک فرد کے ساتھ ستر ہزار کا ذکر ہے ممکن ہے کہ ستر ہزار تو بقیع سے ہوں، مزید دوسری جگہوں سے ہوں۔  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ وَكَرَمِكَ آمِينَ بجاہ النبی الکریم ﷺ

☆..... (۳۵۹۰) حضرت ابن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ہمارے اس قبرستان (بقیع) میں دفن ہوگا ہم  
 اس کی شفاعت کریں گے یا فرمایا ہم اس کے گواہ ہوں گے، اس کو ابن شہاب اور ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ روایت مرسل ہے،  
 اور اس کا شاہد یہ حدیث ہے کہ جو تم میں سے اس کی طاقت رکھے کہ مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا  
 (فرمایا) گواہ ہوں گا، اس کو طبرانی نے سند حسن کے ساتھ اور ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ و بیہقی نے روایت کیا ہے اور  
 ایسی ہی روایت عبد الحق نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (وفاء الوفاء)۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ﴿أَبْوَابُ الْبُيُوعِ﴾

بَابُ التَّرْغِيبِ فِي الصَّدَقِ فِي التِّجَارَةِ

وَالْتَرْهِيْبِ عَنِ الْكِذْبِ فِيهَا

۴۵۹۱..... عن قيس بن غرزة قال: " خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نُسَمِّي السَّمَابِرَةَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! إِنَّ الشُّيْطَانَ وَالْإِثْمَ يَحْضُرَانِ النَّبْعَ، فَشُؤِبُوا بِبَيْعِكُمْ بِالصَّدَقَةِ"۔ قال الترمذی "حدیث حسن صحیح"۔

۴۵۹۲..... وعن أبي سعيد عن النسي ﷺ "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصَّدِيقَيْنِ، وَالشُّهَدَاءِ"۔ قال الترمذی: "حدیث حسن"۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ﴿أَبْوَابُ الْبُيُوعِ﴾

﴿خرید و فروخت کے ابواب﴾

باب تجارت میں بچ بولنے کی ترغیب اور جھوٹ بولنے سے ترہیب

(۳۵۹۱)..... حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے اور لوگ ہمیں سامسرہ (دلال) کہا کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! شیطان اور گناہ خرید و فروخت میں موجود ہوتے ہیں لہذا اپنی خرید و فروخت کو صدقہ کے ساتھ طاریا کرو۔ (امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی، باب ما جاء في التجار توسية النبي ﷺ، اياهم) **فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت پیشہ لوگوں کو صدقات خیرات کرتے رہنا چاہیے تاکہ دوران تجارت جو معمولی گناہ یا فضول گفتگو ہو صدقہ اس کا کفارہ ہو جائے اور خرید و فروخت میں برکت ہو۔

(۳۵۹۲)..... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سچا اور امانتدار تاجر (روز قیامت) انبیاء، صدیقین، شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (حدیث حسن ہے) (ترمذی باب سابق)۔

**فائدہ:-** چونکہ تجارت میں سچائی و امانتداری انبیاء علیہم السلام اور صدیقین و شہداء کا عمل ہے اس لئے سچے امانتدار تاجر کو بھی ان حضرات کے ساتھ ہونا مناسب ہے بشرطیکہ اس اعزاز سے کوئی مانع نہ ہو مثلاً خلوص کی کمی یا خلوص نہ ہونا، یا کافر و فاسق ہونا وغیرہ کہ یہ باتیں ان کے ساتھ ہونا مناسب ہے بشرطیکہ اس اعزاز سے کوئی مانع نہ ہو مثلاً خلوص کی کمی یا خلوص نہ ہونا، یا کافر و فاسق ہونا وغیرہ کہ یہ باتیں ان

۴۵۹۳..... عن إسماعيل بن عبيد بن رفاعه، عن أبيه عن جده، "أَنَّه خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمُتَسَلَّى فَرَأَى النَّاسَ يَتَبَايَعُونَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! فَاسْتَجَابُوا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَرَفَعُوا أَعْيُنَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنْ اتَّقَى اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَّقَ"۔  
 الترمذی: "حدیث حسن صحیح"۔

۴۵۹۴..... وعن أبي ذرٍّ، عن النبي ﷺ: "ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابُ النَّارِ۔ قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا۔ قَالَ: الْمَنَانُ، وَالْمُنْسَبِلُ إِزَارُهُ، وَالْمُنْفِقُ يَبْلَعُهُ بِالْخَلْفِ الْكَاذِبُ"۔ قال الترمذی: "حدیث حسن صحیح"۔

### بَابُ كِتَابَةِ الْبَيْعِ

۴۵۹۵..... عن عبد المجيد بن وهب: قال: قال لي العَدَاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هُوْدُو: أَلَا أَقْرَأُ كِتَابَ حَضْرَاتِ كَسَاةِ حَشْرِ بُونِ سَے مانع ہوں گی، باقی فضائل اعمال میں بھی یہی اصول سمجھیں۔

(۳۵۹۳)..... حضرت رفاعہ جی سے روایت ہے کہ میں حضور سیدہ کے ساتھ مید گاہ کی طرف چلا تو دیکھا کہ لوگ خرید و فروخت کر رہے ہیں۔ آپ سیدہ نے فرمایا اے تاجر! تو وہ سب لوگ حضور سیدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور گردنیں اٹھائیں اور دیکھنے لگے۔ آپ سیدہ نے فرمایا تاجر! لوگ روز قیامت نافرمان لوگوں کی حالت میں انھیں سوائے اس کے جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کرے اور سچ بولے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب سابق)

(۳۵۹۴)..... حضرت ابو ذر جی سے رسول کریم سیدہ کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ حضور سیدہ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت اللہ تعالیٰ نظر دمت نہیں فرمائیں گے اور نہ انکو (سناہوں سے) پاک کریں گے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ! وہ تو برباد ہو گئے اور خسارے میں ہوئے کون ہیں وہ! آپ سیدہ فرمایا (۱) احسان جتانے والا (۲) تکبر کی وجہ سے) تہیہ نگوں سے نیچے لگانے والا (۳) جھوٹی قسم کھانے والا اپنا سامان بیچنے والا (۴) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب ماجاء فی من حلف علی سعادۃ کاؤ باب (۳۵)

### بَابُ بَيْعِ لَكْنَةِ كَابِيَانِ

(۳۵۹۵)..... عبد المجید بن وهب سے روایت ہے کہ عداء بن خالد بن ہودہ جی سے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی تحریر پڑھاؤں جو رسول کریم سیدہ نے میرے لئے لکھوائی تھی، میں نے عرض کیا کیوں نہیں، نہ صرف تو عداء نے میرے لئے تحریر لکائی (اس میں لکھا تھا) یہ اقرار نامہ ہے

کَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: قُلْتُ بَلَى! فَأَخْرَجَ لِي كِتَابًا: هَذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَاءُ مِنْ خَالِدِ ابْنِ هُوْدَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، اشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْامَةً، لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا جُبَيْتَةَ يَبِيعُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ“  
قال الترمذی: ”هذا حديث حسن“

## بَابُ الشِّرَاءِ بِثَمَنِ مُوجَلٍ

..... ۴۵۹۶..... عن عائشة رضی اللہ عنہا، قالت: ”كَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبَيْنِ، قِطْرَتَيْنِ غَلِيظَتَيْنِ، فَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرَقَ ثَمَلًا غَلِيظًا فَقَدِمَ بَرٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانٍ الْيَهُودِيَّ، فَقُلْتُ: لَوْ نَعَمْتُ إِلَيْهِ فَأَشْتَرَيْتُ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى

کہ عداۓ بن خالد نے محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا لونڈی (راوی کو شک ہے) خریدی جس میں نہ بیماری ہے نہ بدی اور نہ برائی، یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی باب ماجاء فی کتابہ الشروط)

**فائدہ:-** بیع کے وقت لکھ لینا مستحب ہے ہاں معمولی چیز ہو تو مستحب نہیں البتہ ادھار ہو تو پھر بھی لکھنا مستحب ہے اور ایسے ہی قیمتی چیز کی خرید و فروخت کے وقت گواہ بنالینا بھی مستحب ہے (معمولی چیز میں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں) اور گواہ بنانا فرض و واجب نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازاروں میں خرید و فروخت کرتے تھے لیکن حضور ﷺ نے ان کو گواہ بنانے کا حکم نہ فرمایا تھا اور ان حضرات سے گواہ بنانا منقول ہے اگر ہر بیع کے وقت گواہ بناتے ہو تو ضرور نقل ہوتا اور ویسے بھی اس میں تنگی و حرج ہے اور دین میں تنگی نہیں، اور یہ جو فرمایا کہ ”بیماری نہیں“ اس سے مراد کوئی بڑی بیماری جدام وغیرہ ہے اور ”اور اس میں بدی نہیں“ یعنی ایسا عیب جس سے خریدی ہوئی چیز خریدار سے ہلاک ہو جائے یا ہاتھ سے نکل جائے مثلاً غلام کا بھگوزا ہونا، اور ”اس میں برائی نہیں“ یعنی اس کی اصل میں برائی نہیں مثلاً غلام ولد الزنا ہو یا فاسق یا مجنون یا بوجور وغیرہ۔

## بَابُ مَعِينَةِ مَتِّكَ ادْهَارِ قِيَمَتِ بِرْخَرِيدَانَا جَانَزْ

(۳۵۹۶)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم پر قطر کے بنے ہوئے دو موٹے کپڑے تھے جب آپ ﷺ بیٹھے اور پسینہ آتا تو آپ کی طبیعت پر گراں ہوتے تو ملک شام سے ایک یہودی کے روٹی یا کتان کے کپڑے آئے، تو میں نے عرض کیا اگر آپ اس کے پاس کسی کو بھیجیں اور دو کپڑے خرید لیں کہ جب رقم کی سہولت ہوگی اور اگر کریں گے تو بہتر ہوگا، تو آپ نے آدمی بھیجا تو وہ یہودی کہنے لگا میں جانتا ہوں جو آپ کا ارادہ ہے وہ یہ کہ آپ کی نیت میرا مال اور میرے ہضم کرنے کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتا ہے جانتا ہے کہ میں سب لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اماندار ہوں۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل)

الْمَيْسِرَةِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ مَا يُرِيدُ، إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِمَالِي أَوْ يَدْرَاهِمِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَذَبٌ، قَدْ عَلِمَ أَيُّ مِنْ أَتْقَاهُمْ وَأَذَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ۔ قال الترمذی: "حدیث حسن صحیح۔"

۴۵۹۷..... وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: "تَوَفَّى النَّبِيُّ ﷺ وَدَرَعُهُ مَرْهُوْنَةٌ بِعِشْرِينَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَخَذَهُ لِأَهْلِهِ۔" قال الترمذی: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔"

۴۵۹۸..... وعن أنس رضی اللہ عنہ، قال: مَشَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِخُبْرٍ شَعِيرٍ، وَإِهَالَةٍ سَبَخَةٍ، وَلَقَدْ رُهِنَ لَهُ دَرْعٌ مَعَ يَهُودِيٍّ بِعِشْرِينَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَخَذَهُ لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ ذَاتَ يَوْمٍ يَقُولُ: مَا أُنْسِي عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ تَمَرٌ وَلَا صَاعُ حَبِّ، وَأَنْ عِنْدَهُ يَوْمَئِذٍ لَتَسْعَ نِسْوَةٌ۔ قال الترمذی: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔"

### بَابُ اشْتِرَاءِ الطَّعَامِ وَالْحُبُوبِ جِزَافًا

۴۵۹۹..... عن ابن عمر قال: "لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَنَاعُونَ جِزَافًا يُعْنِي

**فائدہ:** خرید و فروخت میں ادھار کی صورت میں رقم وغیرہ کی ادائیگی کی مدت مجہول ہونا جائز نہیں، مدت مجہول ہونے کی صورت میں بیع عند الاحناف فاسد ہے۔ ہاں یہ صورت درست ہے کہ فروی رقم دینا ملے ہو پھر بائع سے رقم میسر آنے تک کی مہلت لے لی جائے تو اس صورت میں پھر مہلت دے دینا بہتر ہے اس حدیث میں یہی صورت مراد ہے۔

(۳۵۹۷)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی درع اس میں صاع غلے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی جو آپ ﷺ نے اپنے گھروالوں کیلئے قرض کے طور پر لیا تھا۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔ (ترمذی باب سابق)

(۳۵۹۸)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جو کی روٹی اور باسی چربی لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ کی زرع ایک یہودی کے پاس میں صاع غلے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی جو آپ نے اپنے گھروالوں کیلئے لیا تھا، میں نے ایک دن آپ ﷺ سے سنا کہ فرمایا شام تک آل محمد ﷺ کے پاس غلے یا کھجور کا ایک صاع بھی باقی نہیں رہا جبکہ اس وقت آپ ﷺ کی نواز واج مطہرات تھیں۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب سابق)

### باب گندم اور غلہ تخمینہ سے خریدنے کا حکم

(۳۵۹۹)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا کہ غلہ تخمینہ سے خرید لیتے تھے



الطَّعَامَ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبْعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يَأْوُوهُ إِلَى رَحَالِهِمْ“ أخرجه البخاری (۱: ۲۸۷)۔

## بَابُ ثَبُوتِ خِيَارِ الْقَبُولِ دُونَ خِيَارِ الْمَجْلِسِ

۶۷۰۰..... عن حکیم بن حزام، عن النسی رحمہ اللہ: ”الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا“، أخرجه الجماعة إلا ابن ماجه (زيلعي ۲: ۱۷۰)۔

لیکن اگر وہ غلہ کو اپنی منزلوں تک لانے سے پہلے وہیں (خریدنے کی جگہ پر) بیچتے تو ان کو سزا دی جاتی تھی۔ (بخاری ج ۱، ص ۲۸۶-۲۸۷)

**فائدہ:** مطلب یہ ہے کہ سامنے نظر آنے والے غلہ کے ذہیر کو خمینہ و اندازے سے بچا کرتے تھے اور اس کی ممانعت نہیں تھی، اس سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ چیز تو لے کے معین برتن سے جس کا وزن معلوم نہ بھی ہو بیچنا اور ایسے ہی وزن کا معین پتھر جس کا وزن معلوم نہ ہو اس سے بیچنا جائز ہے کیونکہ معین ذہیر کو اندازہ سے بیچنا اور یہ صورت ایک جیسے ہیں بلکہ معین پتھر اور معین برتن کی صورت اس سے بہتر صورت ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ ”غلہ کو اپنی منزل تک لانے سے پہلے بیچنے پر ممانعت تھی“ یہ اس وجہ سے کہ جہاں غلہ وغیرہ خریدا ہو وہیں ہی بیچتے تو قبضہ پورا ہونے سے پہلے بچ رہا ہوگا اور جب تک کسی چیز پر قبضہ تام نہ ہو تب تک اس کو بیچنا منع ہے۔

## باب: اس بات کے بیان میں کہ خریدنے اور بیچنے والے کو اختیار قبول تو ہوگا اختیار مجلس نہ ہوگا

☆..... (۳۶۰۰) حضرت حکیم بن حزام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو خرید و فروخت کرنے والے مخصوص کو تب تک اختیار ہوگا جب تک جدا نہ ہوں، اس حدیث کو سوائے ابن ماجہ کے جماعت نے روایت کیا ہے یعنی بخاری ۱/۲۸۳، مسلم ۶/۱، ترمذی باب ماجاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا، نسائی، ابوداؤد ۲/۱۳۳ نے۔

**فائدہ:** احناف کے نزدیک اس حدیث میں اختیار قبول کا ثبوت ہے اختیار مجلس کا ثبوت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے جب آپس میں عقد کرنے کی بات کر رہے ہیں تو اس وقت ان کو اختیار قبول حاصل ہوتا ہے مثلاً دونوں میں سے ایک نے ایجاب کیا مثلاً بائع نے کہا میں نے یہ چیز آپ پر اتنے روپے پر بیچی۔ اس ایجاب کے بعد خریدار کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے اگر اس نے نہ زبان سے قبول کیا نہ عمل سے تو بیع مکمل نہیں ہوئی، بلکہ بیع یا تو عقد بیع تام کرنے یعنی قبول کرنے سے مکمل ہوگی یا جدا ہو جانے سے ایجاب ہی ختم ہو جائے گا یا قبول سے پہلے ایجاب کرنے والا ایجاب سے ہی رجوع کرے تو بھی ایجاب ختم ہو جائے گا، لیکن اگر بیچنے والے کے ایجاب کے بعد خریدار نے کہا کہ میں نے خریدی تو اب ایجاب کے بعد قبول ثابت ہو گیا اب بیچنے والے کو ایجاب سے اور خریدنے والے کو قبول سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اب احناف کے نزدیک حدیث کا معنی ہے خرید و فروخت کرنے کا معاملہ کرنے والے دونوں کو اختیار حاصل ہوگا جب تک زبان یا طور پر دونوں جدا نہ ہو جائیں یعنی قبول سے پہلے ایجاب والا ایجاب سے نہ پھر جائے اور ایجاب کے بعد قبول کرنے والا زبان یا عمل سے قبول نہ کرے تب تک اختیار ہے۔

## تَعَمُّةٌ بَابُ ثُبُوتِ خِيَارِ الْقُبُولِ دُونَ خِيَارِ الْمَجْلِسِ

۴۶۰۱..... عن هاشم بن القاسم عن أيوب بن عتبة اليمامي، عن أبي كثير السحيمي، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا مِنْ بَيْعِهِمَا أَوْ يَكُونُ بَيْعُهُمَا بِخِيَارٍ" - رواه ابن أبي شيبة، كما في "المحلى" (۸: ۳۶۲) - وأعله ابن حزم بأَيُوب بن عتبة، ولكنه حسن الحديث، فقد قال أحمد في موضع: "هو ثقة إلا أنه لا يقيم حديث يحيى بن أبي كثير" - اهـ - أي لكونه حدث عنه ببغداد من حفظه لم يكن معه كتبه، وأما كتبه في الأصل فهي صحيحة عن يحيى بن أبي كثير، وهو أروى الناس عن يحيى وأصح الناس كتابا عنه، قاله سليمان بن داود ابن شعبة، وكان عالما بأهل اليمامة، وقال المفضل الغلابي عن يحيى: "لا بأس به"، (وهو توثيق منه على ما عرف)، كذا في "التهذيب" (۱: ۴۰۹)، وليس هذا من حديثه عن يحيى بن أبي كثير، بل أبي كثير السحيمي، وهو ثقة من رجال مسلم والأربعة، وهاشم بن القاسم من رجال الجماعة ثقة.

(۳۶۰۱)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو تب تک اختیار ہوگا جب تک دونوں اپنے سودے سے الگ نہ ہو جائیں اور یا پھر ان کا سودا اختیار شرط کے ساتھ ہو (تب بھی اختیار حاصل ہوگا) اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (۵/ ۳۰۸) (محل) اور ابن حزمؒ نے ایوبؒ بن عتبہؒ کی وجہ سے اس کو معلول کرنے کی کوشش کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ایوب حسن الحدیث ہے کیونکہ ایک موقع پر امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایوب ثقہ ہے مگر یحییٰ بن ابی شیبہؒ بن ابی کثیرؒ کی حدیث ضبط نہیں کر سکا۔ مطلب یہ ہے کہ بغداد میں اپنے حافظ سے حدیث بیان کی اور اس کے پاس اپنی کتابیں نہیں تھیں جبکہ کتابوں میں ان کا لکھا ہوا یحییٰ بن ابی شیبہؒ بن ابی کثیرؒ سے صحیح ہوتا ہے اور یحییٰ بن ابی شیبہؒ سے سب لوگوں سے زیادہ روایات کرتا اور لکھ ہوئے کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ صحیح راوی ہے یہ بات سلیمان بن ابی شیبہؒ بن داؤد بن شعبہؒ نے بیان کی اور وہ اہل یمامہ کو جانتے ہیں اور مفضل ثمالیؒ نے یحییٰ بن ابی شیبہؒ بن معینؒ سے نقل کیا کہ ایوب بنیہ لا باس بہ ہے (یعنی ثقہ ہے، تہذیب) اور (یہ بات تو ایوبؒ کی اس روایت کے بارے میں ہے جو یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کرتے جبکہ) یہ روایت اس کی یحییٰ سے نہیں بلکہ ابو کثیرؒ سے ہے اور ابو کثیرؒ ثقہ اور مسلم و سنن اربعہ کا راوی ہے۔ اور ہاشم بن ابی شیبہؒ بن قاسمؒ راوی جمہور کے راویوں میں سے اور ثقہ ہے لہذا اس حدیث کی سند حسن ہے اور یہ حدیث "البیعان بالخیار ما لم يتفرقا" حدیث کی عمدہ تفسیر کرتی ہے اور اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی کی روایت کی وجہ سے تفرق ابدان سے جو تفسیر کرتے ہیں اُس تفسیر کے مقابلہ میں شارع حضور ﷺ کی تفسیر اولیٰ اور مقدم ہے۔

”فالحديث حسن الإسناد“ وهو مفسر جيد للمجمل الذي روى بلفظ- ”الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا“، وفسروه بتفريق الأبدان بما روى عن ابن عمر، وتفسير الشارع أولى، وأقدم من تفسير غيره-

۴۶۰۲..... عن ابن عمر، قَالَ: ”كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى بَكْرِ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: يَغْنِيهِ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بَغْنِيهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ! تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ“ (البخارى ۱: ۲۸۴)، وبوب عليه ”إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا“-

۴۶۰۳..... أخبرنا مالك، أخبرنا نافع، عن عبد الله بن عمر: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ”سَتَبَايَعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ“۔ رواه محمد في ”الموطأ“ (۳۳۸)، وقال: ”وبهذا نأخذ“۔

(۳۶۰۲)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے عمر کرش اونٹ پر تھا وہ اکثر مجھ پر غلبہ پا کر لوگوں سے آگے ہو جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ اونٹ مجھ پر بیچ دو انہوں نے آپ ﷺ پر بیچ دیا اس کے فوراً بعد حضور ﷺ نے فرمایا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! یہ اونٹ تیرا ہے جو چاہے اس کے ساتھ کر (بخاری ۱/۲۸۴)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب یہ باندھا ہے جب آدمی کوئی چیز خریدے اور الگ ہونے سے بھی پہلے فوراً مہرب کر دے۔  
**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایجاب و قبول ہونے کے بعد بیع تام ہو جاتی ہے اور خریدار کو ہر طرح اس میں تصرف کی اجازت ہو جاتی ہے تو اگر ایجاب و قبول کے بعد بھی اسی مجلس میں رہتے ہوئے یا مجلس باقی رہے تو خریدار کو مہرب وغیرہ کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس سے بائع یا مشتری کا خیار ختم ہو کر تیسرے شخص کی ملک میں وہ چیز چلی گئی۔

(۳۶۰۳)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو خرید و فروخت کرنے والے آدمیوں میں سے ایک کو دوسرے پر اختیار حاصل ہوگا جب تک الگ الگ نہ ہوں مگر خیار شرط کے ساتھ بیع ہو تو جدا ہونے کے بعد بھی اختیار ہوگا۔ (موطأ امام محمد ۳۳۸)

وقال فی "الحجج" له (۳۳۸): عِنْدَنَا الْمَعْنَى فِي هَذَا الْبَيْعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرَقَا عَنِ الْبَيْعِ إِذَا قَالَ الْبَائِعُ بِعْتُكَ (فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ) إِنْ شَاءَ قَبْلَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يَقْبَلْ فَلَمْ تَنْسَبِ هَذَا الْحَدِيثَ: الْبَيْعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرَقَا عَلَى هَذَا الْوُجْهِ، قَالَ: وَكَذَلِكَ أَخْبَرَنَا بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، أَنَّهُ فُسِّرَ الْحَدِيثُ عَلَى هَذَا، وَقَالَ فِي "الموطأ" (۳۳۸): "تفسيره عندنا على ما بلغنا عن إبراهيم النخعي، أنه قال: الْمُتَبَايعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرَقَا عَنْ مُنْطَلِقِ الْبَيْعِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فَقْهَائِنَا" ۱۱ ملخصاً۔

۴۶۰۴..... عن عطاء أن عمر قال: "الْبَيْعُ صَفَقَةٌ أَوْ خِيَارٌ" - ومن طريق الشعبي عن عمرو عن الحجاج بن أرطاة، أن عمر قال: إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ صَفَقَةٍ أَوْ خِيَارٍ، وَالْمُسْلِمُ عِنْدَ شَرْطِهِ، ومن طريق الحجاج بن أرطاة، عن محمد بن خالد بن الزبير، عن شيخ من بني كنانة أن عمر قال: "الْبَيْعُ عَنْ صَفَقَةٍ أَوْ خِيَارٍ وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ شَرْطُهُ"، كَذَا فِي "المحلى" (۳۶۳: ۸)، وأعل الروايات كلها

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم بھی اسی حدیث کو لیتے ہیں اور اپنی کتاب حُجَج میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے دو میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا جب تک بیع سے الگ نہ ہوں کہ جب بیچنے والے نے کہا "میں نے تجھ پر بیچی" تو خریدار کو اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے تو اس حدیث "البیان کل واحد منهما بالخيار ما لم يتفرقا" کی یہی تفسیر ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک صاحب نے عن ابی معشر حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اور موطا میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس کی تفسیر وہ ہے جو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ہمیں پہنچی کہ انہوں نے فرمایا خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہوگا جب تک بیع کے بول سے الگ نہ ہوں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے سب فقہاء کا قول ہے۔

**فائدہ:**۔ یعنی ایک نے کہا میں نے بیچی، جب دوسرے نے کہا خریدی تو بیع کے بول سے الگ الگ ہو گئے اب اختیار نہیں رہا۔ (۳۶۰۴)..... حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار (جب عقد ہو یعنی ایجاب و قبول ہو جائے تو اب اختیار نہیں اور اختیار تب تک ہے جب تک عقد تام نہ ہو) اور امام شعبی رحمہ اللہ کے طریق سے بروایت عمر و حجاج بن ارطاة سے روایت ہے کہ نہ ت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس بیع تو یا عقد ہے یا اختیار اور مسلمان اپنی شرط کے پاس (مقید) ہے اور حجاج بن ارطاة کی سند ہے عن محمد بن خالد بن زبیر بن کنانہ کے ایک شیخ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیع یا عقد ہے یا اختیار اور ہر مسلمان کیلئے شرط کی پابندی ہے (محلی ۳۶۳/۸)۔



بالإرسال، والأخیر بجهالة شیخ من كثانة، وسنجیب عن كل ذلك فی الحاشیة۔

قال البیهقی: قال الشافعی: روى أبو یوسف عن مطرف عن الشعبي: أن عمر قال: "الْبَيْعُ عَنْ صَفَقَةٍ أَوْ خِيَارٍ"۔ ورواه محمد بن عبد الرحمن، عن نافع، عن ابن عمر، (زیلعی ۲: ۱۷۱)، وجعل محمد فی "الحجج" له (ص ۲۳۸) حدیث عمر بن الخطاب هذا معروفا مشهورا عنه، وقال: "وهو كان أعلم بحدیث رسول الله ﷺ، وفيه، إِنَّمَا الصَّفَقَةُ أَنْ يُوجِبَ الْبَيْعَ الْبَائِعُ وَالْمُسْتَرِي"۔

۴۶۰۵..... حدثنا هشيم عن المغيرة عن إبراهيم، قال: "إِذَا وَجِبَتِ الصَّفَقَةُ فَلَا خِيَارَ"، رواه سعيد بن منصور (المحلى)، وسنده صحيح (۸: ۳۵۵)۔

۴۶۰۶..... نا و كعج ناسفیان، عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: "الْبَيْعُ جَائِزٌ وَإِنْ لَمْ يَتَفَرَّقَا" رواه "ابن أبي شيبة" (المحلى أيضا)، وسنده صحيح۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے ان سب روایات کو مرسل کہہ کر ضعیف قرار دیا اور اخیرى روایت کو بنو کنانہ کے شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا (لیکن یہ درست بات نہیں) جبکہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے عن مطرف عن الشعبي حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان روایت کیا ہے اور محمد بن عبد الرحمن نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (زیلعی) اور امام محمد رحمہ اللہ نے حجج میں اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشہور و معروف کہا ہے اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث نبوی کو خوب جانتے تھے اور صفقہ (یعنی عقد) کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ بائع اور مشتری بیع کو لازم کر لیں (یہ سب متعدد مراسلات ہیں اور مرسل جب متعدد ہو جائے تو سب محدثین کے ہاں حجت ہیں جبکہ امام محمد نے اس کو مشہور کہا ہے اور جب حدیث مشہور یا متواتر ہو جائے تو سند دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی تو ابن حزم رحمہ اللہ کی بات تعصب محض ہے)۔

(۴۶۰۵)..... حضرت ابراہیم رحمہ اللہ بیہقی کا فرمان ہے کہ جب عقد (ایجاب و قبول سے) لازم ہو جائے تو کچھ اختیار نہیں ہوتا (سنن سعید بن منصور، اس کی سند صحیح ہے۔ المحلى ۸/۳۵۵)۔

(۴۶۰۶)..... حضرت ابراہیم رحمہ اللہ بیہقی فرماتے ہیں بیع (ایجاب و قبول کے بعد) نافذ ہو جاتی ہے چاہے دونوں الگ الگ نہ ہو جائیں (ابن ابی شیبہ ۵/۳۰۹۔ محلى، اس کی سند صحیح ہے)۔

۴۶۰۷..... عن الحجاج بن أرطاة، عن الحكم، عن شريح، قال: "إِذَا كَلَّمَ الرَّجُلُ بِلَيْعٍ وَجَبَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ" (المحلى ۳۵۵:۸)۔ وأعله ابن حزم بالحجاج، وقال: "وكفى به سقوطاً" ۱۱، وهو من إطلاقاته المردودة، فالرجل حسن الحديث، كما مر غير مرة، وكم من مواضع قداحتج فيه ابن حزم به وبليث بن أبي سليم ونحوهما، ولكنه نسي ما قدمت يداہ۔

۴۶۰۸..... عن أبي هريرة: "لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيهِ فَيُعِيْقَهُ" رواه "مسلم" والأربعة إلا النسائي (العزیزی ۳: ۴۴۴)۔

## بَابُ فِي بَيَانِ أَنَّ ثَمَرَةَ النُّخْلِ الْمُشْمَرِ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُشْتَرِطُ

۴۶۰۹..... عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال: "أَيُّمَا امْرِئٍ آتَرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي آتَرَ ثَمَرُ" (۳۶۰۷)..... حضرت قاضی شریح رحمہ فرماتے ہیں جب (بیچنے والے) آدمی نے بیچنے کا کہہ دیا (ایجاب کر لیا) اس پر بیع لازم ہوگی (اگر مشتری بھی قبول کر لے) (ابن ابی شیبہ ۳۰۹/۵)

علامہ ابن حزم رحمہ نے اس حدیث کو حجاج بن ارطاة کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا اور کہا روایت کے ساقط ہونے میں حجاج ہی کا ضعف کافی ہے لیکن یہ مردود جرح ہے حجاج حسن الحدیث ہے بہت سی جگہوں میں خود ابن حزم نے اس سے حجت لی ہے ایسے ہی ابیہ بن ابی سبہ کی وجہ سے بھی ضعیف کہہ دیا اور اپنا لکھا ہوا بھول گئے (کہ پہلے لیث کی روایات سے بھی حجت لی)

(۳۶۰۸)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ کوئی بیچ اپنے والد کا بدلہ نہیں چکا سکتا ہاں جب والد کو مملوک پائے تو خرید کر آزاد کر دے (یہی والد کا صلہ ہو سکتا ہے) (مسلم ۱/۳۹۵، ابوداؤد ۲/۳۵۲، ترمذی ۲/۱۱۳، ابن ماجہ ۲۶۰)۔

**فائدہ:-** جب والد مملوک ہو اور اس کا بیٹا خرید لے تو خریدتے ہی آزاد ہو جاتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ایجاب و قبول کے بعد خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار نہیں رہتا اگر اختیار ہوتا تو باپ کو خریدتے ہی باپ آزاد نہ ہو جاتا بلکہ بائع کو رجوع کا اختیار مل سکتا۔

**باب: اس بیان میں کہ پھلدار درخت کی بیج ہو تو پھل بیچنے والے کا ہوگا درخت خریدار کا ہوگا**

**ہاں اگر خریدار نے خریدتے وقت پھل سمیت درخت خریدنے کی شرط لگائی ہو**

(۳۶۰۹)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے گھور کا درخت ہی بیچا ہو تو پھل درخت لگانے والے کا ہی ہوگا مگر یہ کہ خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگادی ہو (تو پھل بھی بیع میں داخل ہوگا) (بخاری ۱/۲۹۳)

النَّحْلِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ“ (بخاری ۱: ۲۹۳)۔

## بَابُ بَيْعِ عَبْدٍ لَكَ مَالٌ

۴۶۱۰..... حدثنا ابن عيينة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ”مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَّائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ“۔ أخرجه ابن أبي شيبه في ”مصنفه“ كتاب الرد على أبي حنيفة لا بن أبي شيبه (ص ۲۳)۔

قلت: حديث صحيح، والمراد من المال في الحديث هو الذي لا يكون ديناً، لأنه لا يجوز بيع الدين من غير من عليه، ولا مجهولاً، لأنه لا يصح بيع المجهول، ولا مستلزماً للربا، بأن يكون مالا ربوياً من جنس الثمن ومساوياً للثمن أو أقل منه لحرمة الربا۔ ولا بد من هذا التأويل لئلا عرفت، فسقط ما أورد ابن أبي شيبه على أبي حنيفة بأنه خالف الحديث، حيث شرط في المال أن لا يكون أكثر من الثمن مع إطلاق الحديث، لأن أبا حنيفة لم يقيد الإطلاق برأي نفسه إنما قيده بحكم الشارع، فالمخالف للحديث هو ابن أبي شيبه نفسه، حيث جَوَّزَ بَيْعَ الدِّينِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ وَجُوزَ بَيْعِ الْمَجْهُولِ، وَأَبَاحَ الرِّبَا، فَتَذَكَّرْ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب پھل دار درخت پر پھل لگے ہوں اور اس کی بیج ہو اور پھل کی فروخت کی شرط نہ ہو تو خریدار صرف درخت کا مالک بنے گا پھل کا نہیں، البتہ اگر خریدار نے شرط لگا دی ہو کہ میں درخت پھل سمیت خریدتا ہوں تو پھل بھی بیج میں داخل ہوگا۔

## باب ایسے غلام کی خرید و فروخت کے بیان میں جس غلام کا مال ہو

(۳۶۱۰)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے ایسا غلام بیچا جس غلام کا مال بھی ہو تو وہ مال بیچنے والے کا ہوگا۔“ (صرف غلام خریدار کا ہوگا) ہاں اگر خریدار نے مال کے بھی بیج میں داخل ہونے کی شرط لگا دی ہو تو (مال بھی خریدار کا ہوگا) اس حدیث کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف کے کتاب الرد علی ابی حنيفة میں روایت کیا ہے۔ (۸/۴۰۵)

میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں غلام کے مال سے مراد وہ ہے جو قرض نہ ہو کیونکہ قرض کی بیج اس غلام کے بغیر جس پر ہو جائز نہیں، اور وہ مال مراد ہے جو مجہول نہ ہو کیونکہ مجہول کی بیج بھی جائز نہیں اور اصل سے ملا کر اس پر نظر فرمائیں اور ایسا مال بھی نہ ہو جس میں سود لازم ہو۔ مثلاً ثمن یعنی سونے یا چاندی کی جنس سے اور غلام کی قیمت کے برابر یا اس سے کم ہو تو سود حرام ہے، اور یہ تاویل ضروری ہے لہذا ابن ابی شیبہ کا امام صاحب پر مخالفت حدیث کا اعتراض درست نہیں کہ امام صاحب نے مال کے ثمن سے زیادہ

## بَابُ بَيْعِ الْيَمَارِ قَبْلَ بُدْوِ الصَّلَاحِ وَوَضْعِ الْحَوَائِجِ

۴۶۱۱..... عن زید بن ثابت قال: "كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَّبِعُونَ الْيَمَارَ، جَدُّ النَّاسِ وَحَضَرَ تَقَاضِيَهُمْ قَالَ الْمُتَبَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرُ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مَرَضٌ، فَشَامَ غَاثَتِ يَخْتَجُونَ بِهَا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَأَمَّا لَا فَلَا تُتْبَاعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ، كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ" (بخاری ۲۹۲:۱)۔

۴۶۱۲..... وعن أنس بن مالك: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْيَمَارِ حَتَّى تَزْهِيَ، فَقِيلَ لَهُ وَمَا تَزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَ بِهَمْ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالِ أَخِيهِ؟" (بخاری ۲۹۳:۱)۔

ہونے کی شرط لگادی حالانکہ حدیث مطلق ہے وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے اپنی طرف سے قید نہیں لگائی۔ بلکہ حکم شارع سے قید لگائی ہے۔ مخالف حدیث خود ابن ابی شیبہ ہیں نہ کہ امام صاحب کہ ابن ابی شیبہ نے ایسی بیع جائز ٹھہرائی جو مہجول کی بیع ہے اور سود مباح کر دیا وغیرہ۔

### باب پھلوں کے اندر استعمال کی صلاحیت پیدا ہونے اور آفات سے بچاؤ ہو جانے سے پہلے بیچنے کا حکم

(۳۷۱۱)..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت کرتے تھے پھر جب خریدار پھل توڑنے لگتے اور مالک قیمت مانگنے کیلئے حاضر ہوتے تو خریدار کہتا کھجور کے پھل میں بوسیدگی آگئی ہے، بیماری لگ گئی ہے، پھل کم ہوا ہے اس طرح آفات کا بہانہ بناتے اور مالکوں سے جھگڑتے، تو جب حضور ﷺ کے پاس بہت مقدمات پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہوتے تو تم بھی اس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک پھل کے استعمال کی صلاحیت نہ ظاہر ہو جائے کرے۔ مقدمات بہت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے بطور مشورہ یہ فرمایا تھا۔ (بخاری ۲۹۲/۱)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب درخت پر پھل آچکے ہوں لیکن ان میں استعمال کی قابلیت نہ ہو ان کو بیچنا جائز ہے کیونکہ حدیث میں ذکر ہوا کہ آپ ﷺ نے بطور مشورہ صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا بطور حکم منع نہیں فرمایا۔

(۳۷۱۲)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زھو سے پہلے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا پوچھا گیا زھو کیا ہے فرمایا سرخ ہو جائے (رنگ پکڑ لے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے (آفت آجائے) تو اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض میں لوگے؟ (بخاری ۲۹۳/۱)



۶۱۳..... وعن جابرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِنْ بَعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَجُلُ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِهِم تَأْخُذُ مَالُ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (معانی الآثار ۲: ۲۱۵)۔

۶۱۴..... وعن جابرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ (معانی الآثار ۲: ۲۱۵)۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِسْتِثْنَاءِ فِي الْبَيْعِ

۶۱۵..... عن جابرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: "أَنَّهُ نَهَى عَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ"۔ أخرجه الترمذی، وقال:

"حسن صحيح"، وقال في "النيل": أخرجه النسائي وابن حبان في "صحيحه" (۱۱: ۵)۔

(۳۶۱۳)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو اپنے بھائی پر پھل بیچے پھر اس پر آفت آ پڑے تو حلال نہیں ہوگا کہ تو اس سے کچھ پیسہ لے۔ تو اپنے بھائی کا مال ناحق کس چیز کے عوض میں لے گا۔ (شرح معانی الآثار ۲/۲۱۵)

**فائدہ:-** جیسا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہوا آپ ﷺ کا اس سے منع کرنا بطور مشورہ کے تھا اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیع باطل ہے۔

(۳۶۱۴)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل پر آفت آ جانے پر وضع کرنے کا حکم فرمایا (طحاوی)

**فائدہ:-** یعنی حکم فرمایا کہ اگر پھل بیچنے کے بعد اس پر آفت آ پڑے تو مناسب ہے کہ خریدار کی اس طرح معاونت اور رعایت کر لی جائے کہ قیمت میں کچھ کمی کر لی جائے۔

### باب اس بیان میں کہ بیع میں استثناء کرنا منع ہے

(۳۶۱۵)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے استثناء سے منع فرمایا مگر تب جب استثناء کی جانے والی مقدار معلوم ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کو امام نسائی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع میں استثناء کی صورت میں مقدار مجہول کا استثناء ہو تو بیع فاسد ہوگی (مثلاً بیچنے والا ہے کہ میں نے یہ درخت تجھ پر بیچ دیا ان میں سے کچھ درخت یا ان کی لکڑیاں میری ہوں گی)۔

## بَابُ بَيْعِ الْحَبِّ فِي السُّنْبُلِ

۶۱۶..... عن ابن عمر رضی اللہ عنہ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوْا وَعَنْ بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَ وَيَأْمَنَ الْعَاثَةُ"، أخرجه الجماعة إلا البخاري (زيلعي ۲: ۱۷۱ و ۱۷۲)۔

## بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ وَنَفْيِ خِيَارِ الْغَنَنِ

۶۱۷..... عن أنس: "أَنَّ رَجُلًا اشْتَرَى مِنْ رَجُلٍ بَعِيرًا وَاشْتَرَطَ الْخِيَارَ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْعَ، وَقَالَ: الْخِيَارُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ"۔ أخرجه عبد الرزاق في "مصنفه"، قاله ابن حجر في "التلخيص" (ص ۲۴۰)۔ وسكت عنه، فهو حسن أو صحيح، كما ذكرنا في "المقدمة"۔

۶۱۸..... وعن ابن عمر: أَنَّ مُنْقِذًا سُنْعَ فِي رَأْسِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَأْمُومَةٌ فَخَبَلَتْ لِسَانَهُ فَكَانَ إِذَا بَايَعَ يَخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بَايِعْ وَقُلْ لَا خِلَابَةَ۔ ثُمَّ أَنْتَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا۔

## باب غلہ کو بیٹے میں موجود ہونے کی حالت میں بیچنا

(۳۶۱۶)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کھجور کا پھل زرد، سرخ ہونے سے پہلے نہ بیچو اور سٹے میں موجود گندم سفید ہونے اور آفت سے محفوظ ہونے سے پہلے نہ بیچو، ہوائے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی ۲/ ۱۷۱)

**فائدہ:**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم کو بیٹے میں بیچنا جائز ہے۔

## باب خیار شرط ہونے اور خیار غنن (دھوکہ ہونے کی صورت کا اختیار) نہ ہونے کا بیان

(۳۶۱۷)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے اونٹ خرید اور چار دن کا اختیار شرط ٹھہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے بیع کو باطل فرمایا اور فرمایا اختیار تین دن ہوتا ہے۔ اس کو امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اس کو ذکر کر کے خاموشی اختیار کی تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:**۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خیار شرط تین دن تک رکھنا جائز ہے۔

(۳۶۱۸)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت منقذ رضی اللہ عنہ کے سر میں جاہلیت میں دماغی چوٹ لگی تھی جس سے ان کی زبان متاثر ہو گئی تو جب خرید و فروخت کا معاملہ کرتے تو دھوکہ کھا جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا خرید و فروخت کیا کر دگر کہا کرو دھوکہ فریب نہیں کرنا، پھر تجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس کو خرید و فروخت کرتے سنا ہے وہ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَسَمِعْتُهُ يُبَايِعُ وَيَقُولُ: لَا خَذَابَةَ لَا خَذَابَةَ، رواه الحميدى فى "مسنده"، فقال: حدثنا سفیان، عن محمد بن إسحاق، عن نافع، عن ابن عمر، فذكره (نیل الأوطار ۴: ۴۳۰)۔ وقال ابن حجر: فى "الفتح" (۲۸۳: ۴) فى رواية أحمد من طريق محمد بن إسحاق: حدثنى نافع عن ابن عمر فانتفى شبهة التدليس من ابن إسحاق۔

۴۶۱۹..... عن نافع، عن عبد الله بن عمر قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُونُ بَيْنَهُمَا عَنْ خِيَارٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ يُنَادِي: "الْبَيْعُ صَفَقَةٌ أَوْ خِيَارٌ"۔ رواه البيهقى فى "سننه" وسكت عنه ولم يعله ابن الترمذى بشيء فهو حسن أو صحيح۔

(لا خلافة کے بجائے زبان کے متاثر ہونے کی وجہ سے) کہا کرتے لاختذابة، لاخذابة، دھوکہ نہ کرنا، اس حدیث کو امام حمیدی رحمہ اللہ نے (حدیث نمبر ۲۶۲، ج ۲ ص ۲۹۲) روایت کیا ہے اور سند بیان کرتے ہوئے فرمایا حدثنا سفیان عن محمد بن اسحاق عن نافع عن ابن عمر اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں سند احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے یوں ذکر کیا۔ محمد بن اسحاق حدثنى نافع عن ابن عمر تو مسند احمد میں حدثنى قول کے ذریعہ محمد بن اسحاق کی تدلیس کا شبہ ختم ہو گیا۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسی شخص کی خصوصیت تھی کہ ذہنی و زبانی طور پر بیمار ہونے کی وجہ سے اگر دھوکہ کا شکار ہوتے تو تین دن کا اختیار ہوتا، یہ خیار غبن ہر شخص کو حاصل نہ تھا دلیل اس خصوصیت کی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے سوا کسی کو یہ تعلیم نہیں دی تھی یہی وجہ ہے کہ اگر اس صحابی سے دھوکہ ہو جاتا اور یہ جھگڑتے تو کوئی صحابی گذرتے تو دوسرے شخص کو کہتے تھے پر افسوس تو اس سے جھگڑتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس کیلئے تین دن کا اختیار مقرر کیا ہے (زیلعی بحوالہ تاریخ بخاری ۱۷۲/۲)۔

(۳۶۱۹)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو آدمی خرید و فروخت کرنے لگیں تو جدا ہو جانے تک انہیں اختیار ہوگا یا ان کی خرید و فروخت خیار شرط کے ساتھ ہو تو بھی اختیار ہوگا۔ اور حضرت ابن عمر رحمہ اللہ نے نداء کیا کرتے تھے کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار، اس کو پہنچتی بیعت نے سنن میں روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا اور ابن الترمذی نے بھی ضعیف نہیں کہا تو یہ روایت حسن یا صحیح ہے (سنن بیہقی ۲۶۹/۵)

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی خیار شرط ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خیار غبن نہیں ہوگا۔

۶۶۲۰..... وروی: عن مطرف بن طریف تارة عن الشعبي عن عمر، وتارة عن عطاء بن أبي

رباح، عن عمر رضى الله عنه: "الْبَيْعُ صَفَقَةٌ أَوْ خِيَارٌ"، رواه البيهقي فى "سننه" وقال: وكلاهما من الأول ضعيف لا يقطع ذلك اه قلت: لا يضرنا الانقطاع فى القرون الفاضلة، لاسيما ومراسيل الشعبي صحاح، كما ذكرناه فى المقدمة، وجعله محمد بن الحسن الإمام "فى الحجج" له حديث معروف مشهورا عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه، وإذا اشتهر الحديث استغنى عن الإسناد.

۶۶۲۱..... أخرج: ابن حزم من طريق عبدالرزاق: أنا ابن جريج، أخبرنى سليمان بن البرصاء قال: "بَايَعْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ لِي: إِنْ جَاءْتَنَا نَفَقَتُنَا إِلَى ثَلَاثِ لَيَالٍ فَلْيَبِيعْ بَيْنَنَا. وَإِنْ لَمْ تَأْتِنَا نَفَقَتُنَا إِلَى ذَلِكَ فَلَا يَبِيعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ، وَلَكَ بَيْعُكَ" (المحلى ۸: ۲۷۳)، ولم يعله بشيء، فهو صحيح أو حسن.

۶۶۲۲..... وروى البيهقي من طريق أحمد بن عبد الله بن مسيرة: ثنا أبو علقمة الفروى، ثنا نافع عن ابن عمر، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "الْخِيَارُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ" - وسكت عنه، وأعله ابن الجوزى بأن أحمد بن عبد الله بن مسيرة قد ضعفه الدار قطنى، وقال ابن حبان "لا يحل الاحتجاج به" اه

☆..... (۳۶۲۰) امام شعبى اور عطاء بن ابى رباح رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں (۲۷۳/۵) روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں فتح القرون میں انقطاع مضرب نہیں ہے بالخصوص امام شعبی رحمہ اللہ کی مرسل روایات صحیح ہیں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے حجج میں اس کو معروف و مشہور روایت قرار دیا ہے اور جب حدیث مشہور ہو سہل کی بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۳۶۲۱)..... حضرت سلیمان بن برصاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی تو مجھے فرمایا اگر تیرے پاس ہماری رقم تین راتوں تک پہنچ جائے تو بیع ہوگی اور اگر نہ پہنچے تو ہمارے درمیان بیع نہیں ہوگی اور تیرا سامان (بیع) تیرا ہی ہوگا (محلی) ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا تو یہ حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:-** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے معلوم ہوا کہ خیار شرط تین دن تک ہوتا ہے اس سے زیادہ مدت تک نہیں ہوتا۔

(۳۶۲۲)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اختیار تین دن تک ہو سکتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن (۲۷۳/۵) میں ذکر کیا اور سکوت اختیار کیا امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا راوی احمد بن عبد اللہ بن مسیرہ کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے فرمایا اس سے حجت لینا جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا تو وہ ہم میں مبتلا ہو جاتا لیکن بالا راہ غلط بیانی نہیں کرتا تھا اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں محدثین نے اس میں کلام کیا ہے



(زیلعی ۲: ۱۷۳)۔

قلت: قال الدار قطنی: "کان یحدث من حفظه فیہم، ولیس ممن یتعمد الکذب"، وقال ابن أبی حاتم: تکلموا فیہ "کما فی" اللسان، "وهذا تلین هین، وأما ابن حبان فهو قصاب کما ذکرنا فی" المقدمة: "ولما رواه شواهد فالحديث صالح للاحتجاج به۔

۶۲۳..... وأخرج: ابن حزم من طریق وکیع: نا زکریا بن أبی زائدة عن الشعبي قال: "اِشْتَرَى عُمَرُ فَرَسًا وَاشْتَرَطَ حَبْسَهُ إِنْ رَضِيَ، وَإِلَّا فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا بَعْدُ، فَحَمَلَ عُمَرُ عَلَيْهِ رَجُلًا فَعَطَبَ الْفَرَسَ، فَجَعَلَ بَيْنَهُمَا شُرَيْخًا، فَقَالَ شُرَيْخُ لِعُمَرَ: سَلِّمْ مَا ابْتَغَتْ، وَرَدَّ مَا أَخَذْتَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: قَضَيْتُ بِمُرِّ الْحَقِّ" (المحلی ۸: ۳۷۳)، وهذا مرسل صحيح۔

۶۲۴..... من طریق عبدالرزاق: نا معمر، عن ابن طاؤس، عن أبیه، فی الرَّجُلِ یَشْتَرِی السَّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا، قَالَ: الْخِيَارُ لِكُلَيْهِمَا حَتَّى يَفْتَرِقَا عَنْ رِضَى۔

۶۲۵..... وبه إلى معمر، عن أيوب، عن ابن سيرين: "إِذَا بَعْتُ شَيْئًا عَلَى الرِّضَا فَلَا تَخْلِطْ

اور یہ دھیلی جرح ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ تو تکتہ چیں ہے اور اس روایت کے کئی شواہد ہیں اس لئے حدیث جنت بنائے جانے کے قابل ہے۔  
 (۳۶۳۳)..... امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا خریدا اور بائع سے شرط لگادی کہ پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ ہمارے درمیان سودا نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک آدمی سوار کیا تو گھوڑا اٹھکا ماندہ عاجز ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بائع نے قاضی شریح رحمہ اللہ کو فیصل بنایا تو قاضی شریح رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا خریدا ہوا صحیح سالم حوالے کرو اور لیا ہوا واپس کر دو (اور اس کی واپسی ناممکن ہے لہذا قیمت ادا کر دو)۔ (محلی ۸/۳۷۳) یہ روایت مرسل صحیح ہے۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ اگر کوئی اس طرح چیز لے جائے اور اس میں عیب کر دے تو وہ معیوب چیز اسی کی ہو جائے گی اور قیمت دینا لازم ہوگا۔

(۳۶۳۳)..... طاؤس کے بیٹے سے روایت ہے کہ جو شخص کوئی سامان رضا مند ہو کر خرید لے اس کے متعلق حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا دونوں کو اختیار ہوگا جب تک رضا مندی کے ساتھ جدا جدا نہ ہو جائیں۔ (محلی)

(۳۶۳۵)..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا جب تو کوئی چیز رضا مندی سے بیچے تو خریدار کے پیسے دوسری رقم کے ساتھ نہ ملا جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ وہ لیتا ہے یا واپس کرتا ہے۔

**فائدہ:-** دونوں قولوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی خریدار ایک چیز بطور خرید لے جائے اور یہ کہہ جائے کہ پسند ہوئی تو میری ہے ورنہ بیچ

الْوَرَقَ بِغَيْرِهَا حَتَّى تَنْظُرَ أَيْتَاخُذُ أَمْ يَرُدُّ۔

۶۲۶..... ومن طریق سعید بن منصور: نا هشیم، أنا یونس، عن الحسن، قال: "إِذَا أَخَذَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ الْبَيْعَ عَلَى أَنَّهُ فِيهِ بِالْخِيَارِ فَهَلَكَ مِنْهُ، فَإِنْ كَانَ سَمَّى الثَّمَنَ فَهُوَ لَهُ ضَامِنٌ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ فَهُوَ أَمِينٌ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ۔"

۶۲۷..... ومن طریق عبد الرزاق، عن معمر، عن عمرو بن مسلم، قال: سَأَلْتُ عِكْرَمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ أَخَذَ مِنْ رَجُلٍ ثَوْبًا فَقَالَ: أَذْهَبَ بِهِ، فَإِنْ رَضِيَتْهُ أَخَذْتَهُ، فَبَاعَهُ الْآخِذُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى صَاحِبِ الثَّوْبِ، فَقَالَ عِكْرَمَةُ: لَا يَجِلُّ لَهُ الرِّبْحُ، أَخْرَجَ الْآثَارُ كُلُّهَا ابْنَ حَزْمٍ فِي الْمَحَلِّ (۸: ۳۷۴-۳۷۵)، واحتج بها وأسانيدها صحاح۔

نہیں ہوگی تو اس کو پسند کا اختیار ہوگا اور جب قبول اور رضا ہو جائے گی تو اختیار نہ رہے گا۔

(۳۶۲۶)..... حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی دوسرے سے خیار شرط کی شرط کے ساتھ بیع چیز لے جائے اور پھر ہلاک ہو جائے تو اگر قیمت طے ہوگئی تھی تو خریدار اس چیز کی ضمان دے گا اور اگر قیمت طے نہ ہوئی ہو تو وہ امین ہوگا (اس کے پاس وہ چیز بطور امانت ہوگی) اور کچھ ضمان نہ ہوگا (کیونکہ امانت ہلاک ہونے سے ضمان نہیں ہوتا)

**فائدہ:-** ایک آدمی نے دوکاندار سے مثلاً کپڑا لیا اور پسند کی شرط لگا کر قیمت نہیں لگا کر گئی دوکاندار سے کہا اگر مجھے پسند آیا تو خرید لوں گا۔ اب دوکاندار کو جواب دینے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہو گیا تو خریدار پر کچھ لازم نہیں اور اگر لیتے وقت کہا اگر پسند آیا تو دس روپے پر خرید لوں گا (قیمت طے ہوگئی) اب ہلاک ہوا تو قیمت کا ضامن ہوگا (فتح القدیر) کیونکہ پہلی صورت میں کپڑا اس کے پاس امانت ہے اور امانت کی چیز خود ضائع ہو جائے تو امین پر کچھ لازم نہیں اور اگر ضائع کر دے تو ضمان لازم ہوتا ہے، اور دوسری صورت میں بطور خریدار لے گیا ہے اب کپڑا اس کے پاس بطور امانت نہیں ہوگا بطور خریدار اس کے پاس ہوگا اس لئے ضامن ہوگا۔ ان آثار سے معلوم ہوا کہ ایجاب کے بعد قبول سے پہلے تک اختیار ہوتا ہے چاہے خریدار اور بائع جدا جدا بھی ہو جائیں لیکن ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد اختیار نہیں ہوتا۔

(۳۶۲۷)..... حضرت عمرو بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ مولیٰ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کپڑا لیا، اور بائع سے کہا میں اس کو لے جا رہا ہوں اگر پسند آیا تو لے لوں گا، لیکن پھر بائع کے پاس واپس ہونے سے پہلے اس لے جانے والے نے کپڑا بیچ دیا (تو کیا حکم ہے؟) حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کیلئے نفع حلال نہیں ہوگا، یہ سب آثار ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بخلی میں روایت کر کے ان سے حجت لی ہے اور ان کی سندیں صحیح ہیں۔

## بَابُ خِيَارِ الرُّوْيَةِ

۴۶۲۸..... قال الدار قطنی: حدثنا أبو یکر بن أحمد بن محمود بن خرزاد القاضي الأهوازی، نا أحمد بن عبد الله بن أحمد بن موسى عبدان، نا داهر بن نوح، نا عمر بن إبراهيم ابن خالد، نا وهب الشكري، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَأَاهُ" قال عمر: وأخبرني فضيل بن عياض، عن هشام، عن ابن سيرين، عن أبي هريرة، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِهِ: قال عمر: وأخبرني القاسم بن الحكم، عن أبي حنيفة، عن الهيثم، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ مثله، عمر بن إبراهيم يقال له الكردي يضع الأحاديث، وهذا باطل لا يصح لم يروها غيره، وإنما يروي عن ابن سيرين موقوفا من قوله انتهى، وقال ابن القطان في كتابه: "والراوى عن الكردي داهر بن نوح وهو لا يعرف، ولعل الجناية منه"، انتهى-

## أَبْوَابُ بَيْعِ الْعَيْبِ

## بَابُ حُرْمَةِ الْغَشِّ

### باب نہ دیکھی ہوئی چیز خریدنے پر دیکھنے پر اختیار ہوگا

(۳۶۲۸)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایسی چیز خرید لے جس کو نہیں دیکھا تو جب دیکھ لے تو اختیار ہوگا (دارقطنی ۵/۳)

امام دارقطنی نے اس کو تین سندوں سے ذکر کیا ہے، اس کے راوی عمر بن ابراہیم کو کردی کہتے ہیں یہ احادیث گھڑتا ہے اور یہ روایت باطل غیر صحیح ہے، اس کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا ہاں ابن سیرین سے ان کا قول یوں مروی ہے، ابن القطان اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ کردی سے روایت کرنے والا داهر بن نوح ہے جو مجہول ہے شاید جرم اُسی سے ہوا ہے۔

**فائدہ:-** تمام مسلمانوں کا اس حدیث پر عمل ہے امام طحاویؒ نے اس پر صحابہ کرام کا اجماع ذکر کیا ہے۔

### ﴿ابواب: عیب والی چیز بیچنے کے بارے میں﴾

### باب دھوکہ حرام ہے

۴۶۲۹..... عن أبي هريرة: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ مِنْ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَتَلَبَّتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ! مَا هَذَا؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" قال الترمذی "حسن صحيح" وأخرجه مسلم والحاكم، كما فی "التلخیص" (۲: ۲۴۰)۔

### بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

۴۶۳۰..... عن عائشة: أَنَّ رَجُلًا ابْتَنَعَ غُلَامًا فَاسْتَعْلَهُ، ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ بِالْعَيْبِ، فَقَالَ الْبَائِعُ: غُلَّةٌ عَبْدِي، فَقَالَ ﷺ: أَلْغَلَّةُ بِالضَّمَانِ۔ رواه "أبو داود، وابن ماجه، وأحمد"، و فی "التلخیص الحبير": رواه الشافعی، وأحمد، وأصحاب السنن، والحاكم من طریق عروة عن عائشة مطولاً ومختصراً، وصححه ابن القطان ۵۔

(۴۶۲۹)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گندم کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے، اس کے اندر ہاتھ ڈالنا تو انگلیوں پر تری لگی (اندر سے گندم گیلی تھی) فرمایا اے گندم والے! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ بارش لگی ہے، فرمایا پھر اس کو (خٹک) گندم کے اوپر کیوں نہیں کر دیا تاکہ لوگ دیکھ لیں؟ پھر فرمایا جس نے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے (ترمذی ۱/۱۵۷) اور اس کو امام مسلم اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے (تفصیل)

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ چیز کا عیب خریدار کے سامنے ظاہر کرنا چاہیے تاکہ اس سے دھوکہ نہ ہو، دھوکہ حرام ہے۔

### باب عیب کے اختیار کا بیان

(۴۶۳۰)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک غلام خریدا اور اس سے نفع نکالیا پھر اس میں عیب پایا تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا تو بائع نے کہا میرے غلام کے ذریعہ جو نفع کمایا (وہ بھی دے) تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نفع ضمان کے طور پر ہو گیا، ابو داؤد، ابن ماجہ، احمد، تلمیذ میں ہے کہ اس کا امام شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ اور اصحاب سنن نے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے مختصر و مطول دونوں طرح روایت آئی ہے اور ابن قطان رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عیب کی وجہ سے جو خریدتے وقت معلوم نہ ہوا ہو پھر دیکھ لے بیع واپس کرنے کا اختیار خریدار کو ہوتا ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خریدار نے بیع چیز سے جو نفع کمایا ہو تو عیب کی وجہ سے بیع واپس کرنے پر وہ نفع بائع کو نہیں دیا جائیگا بلکہ خریدار کا ہی ہوگا۔



## بَابُ بَيْعِ الْمَصْرَاةِ

۴۶۳۱..... حدثنا ابن بکیر، حدثنا الليث، عن جعفر بن ربيعة، عن الأعرج، قال أبو هريرة عن النبي ﷺ: "لَا تَصْرُوا الْإِبِلَ، وَالْغَنَمَ، فَمَنْ ابْتَاعَهَا بَعْدَ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أُمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمَرٍ". ويزكر عن أبي صالح، ومجاهد، والوليد بن رباح، وموسى بن يسار، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ: "صَاعُ تَمَرٍ". وقال بعضهم عن ابن سيرين: "صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا". وقال بعضهم عن ابن سيرين: صَاعًا مِنْ تَمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا، وَالتَّمَرُ أَكْثَرُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۲۸۸).

### باب تھنوں میں دودھ روکے ہوئے جانور کی خرید و فروخت کا حکم

(۳۶۳۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کیا کرو لیکن اگر کسی نے ایسا کیا اور کسی نے خرید لیا تو اس کو دودھ دوہنے کے بعد دوہیں سے ایک اختیار ہوگا چاہے تو رکھے (جانور واپس نہ کرے) اور چاہے تو واپس کر دے لیکن (دودھ دوہنے کی وجہ سے) ایک صاع کھجور بھی بائع کو (جانور کے ساتھ) دے دے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اعرج کی روایت ہے اور ابوصالح و مجاہد اور ولید بن رباح و موسیٰ بن یسار کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں بھی ایک صاع کھجور کا ذکر ہے جبکہ ابن سیرین کی روایت میں ایک صاع گندم کا ذکر ہے اور یہ کہ خریدار کو تین دن کا اختیار ہوگا اور ابن سیرین سے ایک روایت میں ایک صاع کھجور کا ذکر ہے اور تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے مطابق اس حد تک تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ جس خریدار سے اس طرح دھوکہ کیا گیا ہو کہ جانور کا دودھ کئی دن تک روکا گیا تاکہ خریدار بہت دودھ دینے والا سمجھے اور زیادہ قیمت حاصل ہو اس عیب پر جب خریدار کو اطلاع ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو جانور اپنے پاس رکھ لے (اور اس عیب کی وجہ سے بائع پر کچھ نہ ہوگا) اور چاہے تو بائع کو واپس کر دے (اور قیمت واپس لے لے) اس کے بعد اختلاف ہے کہ واپس کرنے کی صورت میں یہ ایک صاع کھجور دینا لازم و ضروری ہے تاکہ جو دودھ دھوہا اس کا عوض ہو جائے یا ضروری نہیں؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہرگز ضروری نہیں ہے کیونکہ ایک صاع کھجور کو کس کا عوض ٹھہرایا جائے گا؟ اگر دودھ کا عوض ہے تو درست نہیں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ دودھ ایک صاع کھجور کی قیمت سے زیادہ حاصل کیا ہو یا کم حاصل کیا ہو اور دونوں صورتوں میں یہ ایک صاع اس کا عوض نہیں بن سکتا دوسری بات یہ ہے کہ ابھی اوپر حدیث گزری ہے کہ آدمی نے غلام خرید لیا اور اس سے نفع حاصل کیا پھر عیب معلوم ہوا اور واپس کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ نفع خریداری کا ہو گیا بائع نہیں لے سکتا یہاں بھی جب

## تَعْمَةُ بَابِ بَيْعِ الْمَصْرَاةِ

۴۶۳۲..... عن عروة ، عن عائشة رضی اللہ عنہا: "أَنَّ رَجُلًا اشْتَرَى غُلَامًا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَانَ عِنْدَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ رَدَّهِ مِنْ غَنِيْبٍ وَجَدَهُ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَدِّهِ بِالْغَنِيْبِ، فَقَالَ الْمُقَضِيُّ عَلَيْهِ: قَدْ اسْتَعْلَمَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ"۔ رواه "الشافعي" وأحمد وأصحاب السنن، والحاكم۔ مطولا ومختصرا، وصححه ابن القطان، وقال ابن حزم: "لا يصح (التلخيص الحبير ۲: ۲۴۰)، وقال الترمذی (۱: ۱۵۴): حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم" اه، وقال الطحاوی (۲: ۲۰۸): تلقاه العلماء بالقبول وعملوا به" اه، فقول ابن حزم "لا يصح" رد عليه۔

جانور خرید اور دودھ کا نفع حاصل کیا پھر عیب معلوم ہوا اب واپس کرنے کی صورت میں یہ نفع خریدار کا ہی ہے بائع کو نہیں ملے گا۔ اب رہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو احناف اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ یہ حدیث تقویٰ و دیانت پر محمول ہے یعنی ایک صانع کجھور لازمی نہیں ہاں بہتر ہے کہ دے دے یا آپ ﷺ نے یہ حکم بطور تشریح نہیں فرمایا، بطور مصالحت فرمایا ہے (تفصیل تہ حضرات اعلیٰ السنن عربی میں دیکھیں)

(۳۶۳۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک غلام خرید تو جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی اس کے پاس رہا پھر عیب کی وجہ سے اُس نے واپس کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ عیب کی وجہ سے واپس کیا جائے تو بائع نے عرض کیا کہ اس نے اُس غلام سے نفع اٹھایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفع اسی کا ہے جو ضامن ہو۔ اس روایت کو امام شافعی و احمد اور اسناد سنن اور حاکم رحمہ اللہ نے مختصر و طویل روایت کیا ہے اور ابنِ قطان نے صحیح قرار دیا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ صحیح نہیں لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح ہے اور اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں اس حدیث کو علماء کرام کی تلقی بالقبول حاصل ہے لہذا ابن حزم بیسہ کا قول مردود ہے۔

**فائدہ**۔۔۔ حدیث میں فرمایا نفع اسی کا ہے جس پر ضمان ہے یعنی خریدار جو لے گیا اگر واپسی سے پہلے ہلاک ہوتا تو ضمان اُسی پر ہوتا اور جس پر ضمان ہو نفع اسی کا ہوتا ہے لہذا نفع بائع کا نہیں خریدار کا ہوگا۔ اسی سے ظاہر ہوا کہ دودھ جمع کئے ہوئے جانور کی واپسی پر دودھ کا نفع خریدار کا ہے مالک کو کچھ نہیں دینا پڑے گا جیسا کہ بحث اوپر گزری ہے۔

۴۶۳۳..... أخرج الطحاوی من طریق ابن لهیعة: ثنا أبو الأسود عن عبد الرحمن بن سعد، وعكرمة عن أبي هريرة، أن النبی ﷺ قال: "مَنْ اشْتَرَى شَاءَ مُصْرَاءَ، أَوْ لَفْحَةً مُصْرَاءَ وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا مُصْرَاءٌ، فَإِنَّهُ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَإِنْ شَاءَ أَسْكَنَهَا"، رواه الطحاوی (۲۰۸:۲)، وسنده حسن۔

۴۶۳۴..... عن صدقة بن سعيد، عن جميع بن عمير التيمي، قال: سمعت عبد الله بن عمر يقول: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ أَتْبَعَ مُحَفَّلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ أَوْ مِثْلَى لَبْنِهَا قُمْحًا"۔ رواه "أبو داود" (۲۸۴:۳)۔ وقال ابن حزم: "فيه صدقة بن سعيد وجميع بن عمير، وهما ضعيفان فسقط" (المحلى ۶۹:۹)۔ قلت: أما صدقة، فقال أبو حاتم: شيخ، وذكره ابن حبان في "الثقات"، كما في "التهذيب" (۴۱۵:۴)۔ وفي "التقريب" (ص ۸۸): مقبول، وأما جميع

(۳۶۳۳)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے ایسی اونٹنی یا بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں جمع کیا گیا تھا اور اس کو اس کا علم نہ ہوا (پھر علم ہوا) تو چاہے تو واپس کر سکتا ہے اور (واپسی کی صورت میں) اس کے ساتھ ایک صاع کھجور دے دے اور چاہے تو اس کو اپنے پاس روک لے۔ طحاوی نے اس کو روایت کیا اور سند حسن ہے (۲۰۸/۲)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واپس کرنے کا اختیار تب ہوگا جب خریدتے وقت عیب معلوم نہ ہوا ہو ورنہ رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۳۶۳۳)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تھنوں میں دودھ جمع کی ہوئی اونٹنی خریدی اس کو تین دن کا اختیار ہوگا تو اگر واپس کرے تو اس کے ساتھ استعمال کردہ دودھ کا ایک گنا یا دو گنا گندم بھی دے۔ اس کو ابو داؤد (۱۳۲/۲) نے روایت کیا۔ ابن حزم کہتے ہیں اس میں راوی صدقة بن سعید اور جميع بن عمیر ہیں اور دونوں ضعیف ہیں۔ لہذا روایت ساقط ہے (محلی) میں کہتا ہوں صدقة کے متعلق ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں شیخ یعنی بزرگ ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب) اور تقریب میں ہے کہ مقبول ہے، اور جميع کو بھی ابن حبان نے کتاب الثقات میں تابعین میں سے شمار کیا ہے سنن اربعہ میں اس کی احادیث ہیں اور امام ترمذی نے اس کی کئی احادیث کو حسن قرار دیا اور بخاری فرماتے ہیں تابعی اور ثقہ ہے اور ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا کام سچائی ہے صالح الحدیث ہے، اور دوسرے محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو یہ راوی مختلف فیہ ہوا۔ اور اس کی حدیث حسن ہے امام ابو داؤد کے سکوت اختیار کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واپس کرنے کی صورت میں دودھ کا عوض دینا مناسب ہو تو دودھ کے بقدر عوض دینا مناسب ہے۔

فذكره ابن حبان في "الثقات" من التابعين (الجوهر النقي ۱۳:۲)۔ له عند الأربعة أحاديث، وقد حسن الترمذی بعضها، وقال العجلي: "تابعی ثقة"، وقال أبو حاتم: "محلہ الصدق صالح الحديث" وضعفه آخرون، كما في "التهذيب" (۱۱۲:۲)، فالرجل مختلف فيه، وحديثه حسن وهو مقتضى سكوت أبي داود عنه۔

## بَابُ الْبَيْعِ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

۴۶۳۵..... قال محمد في "الموطأ": أخبرنا مالك، حدثنا يحيى بن سعيد، عن سالم بن عبد الله، (كذا في "موطأ") يحيى بن يحيى، وهو الصحيح كما في "التعليق الممجّد" عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بَاعَ غُلَامًا لَهُ بِثَمَانٍ مِائَةٍ دِرْهَمٍ بِالْبَرَاءَةِ، وَقَالَ الَّذِي ابْتَاعَ الْعَبْدَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: بِالْعَبْدِ ذَا لَمْ تُسَمِّهِ لِي فَاحْتَضَمًا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: بَاعَنِي عَبْدًا وَبِهِ ذَا لَمْ تُسَمِّهِ لِي فَقَضَى عُثْمَانُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ أَنْ يَخْلِفَ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ ذَا لَمْ يُعَلِّمُهُ، فَأَبَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنْ يَخْلِفَ، فَارْتَجَعَ الْغُلَامُ، فَصَحَّ عِنْدَهُ الْعَبْدُ، فَبَاعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بَعْدَ ذَلِكَ بِالْثَمَنِ وَخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

## باب خرید و فروخت کرتے وقت بائع کا ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانا

(۴۶۳۵)..... حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر بیچا اور بری ہونے کی شرط لگائی۔ جس نے غلام خرید لیا اس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے (بعد میں) کہا غلام میں ایک بیماری ہے آپ نے اس سے براءت کا نام میرے سامنے نہیں لیا تھا تو یہ دونوں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے پاس معاملہ لے گئے خریدار نے عرض کیا کہ انہوں نے مجھ پر غلام بیچا اور اس میں بیماری تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا میں نے بیچتے وقت عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ یہ قسم اٹھاؤ کہ بیچتے وقت تمہیں اس کی بیماری کا علم نہیں تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی قسم سے انکار کر دیا۔ چنانچہ غلام واپس کر دیا گیا پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس وہ غلام صحت مند ہو گیا بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو ۱۵۰ سو درہم پر بیچا۔ (موطأ امام محمد ۳۲)

**فائدہ:-** اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ اگر معاملہ کرتے وقت بائع مجمع چیز کے ہر عیب سے براءت کی شرط لگا دے تو بعد میں عیب ظاہر ہونے پر بائع عیب سے بری ہوگا اور مجمع کی واپسی نہ ہوگی یہی احناف کا مسلک ہے۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک واپسی ہو سکتی ہے۔



۶۳۶..... قال محمد: بلغنا عن زيد بن ثابت أنه قال: "مَنْ بَاعَ غُلَامًا بِالْبَرَاءَةِ فَهُوَ بِرِيٍّ مِنْ كُلِّ غَيْبٍ"، وَكَذَلِكَ بَاعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بِالْبَرَاءَةِ وَرَأَاهَا جَائِزَةً، فَيَقُولُ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ نَأْخُذُ (ص ۳۳۵)، قلت: سند صحيح موصول۔

### بَابُ عُهْدَةِ الرَّقِيقِ

۶۳۷..... حدثنا مسلم بن إبراهيم، نا أبان، عن قتادة، عن الحسن، عن عقبة بن عامر: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "عُهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةٌ أَيَّامٍ۔"

۶۳۸..... حدثنا: هارون بن عبد الله، حدثني عبد الصمد، نا همام، عن قتادة بإسناده ومعناه، وزاد: "إِنْ وَجِدَ دَاءٌ فِي ثَلَاثِ لَيَالٍ رُدَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَإِنْ وَجِدَ دَاءٌ بَعْدَ الثَّلَاثِ كُفِلَتْ الْبَيِّنَةُ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ وَبِهِ هَذَا الدَّاءُ"۔ قال أبو داود: "وهذا التفسير من كلام قتادة" (أبو داود مع بذل المجهود ۴: ۲۸۸)۔

۶۳۹..... وقال ابن أبي شيبة: حدثنا ابن علي، عن يونس، عن الحسن، قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا عُهْدَةَ فَوْقَ أَرْبَعٍ"، (كتاب الرد على أبي حنيفة لابن أبي شيبة)۔

(۴۶۳۶)..... امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم تک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ وہ فرماتے ہیں جو شخص براءت کی شرط کے ساتھ غلام بیچے وہ ہر عیب سے بری ہوگا۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے براءت کی شرط کے ساتھ بیچ کی اور اس کو جائز سمجھا۔ ہم بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو لیتے ہیں۔ (موطا امام محمد ۳۳۷) اس روایت کی سند صحیح اور موصول ہے۔

### بَابُ غَلَامِ كِي خَرِيدٍ وَفُرُوحَتِ كِي مَعَالِمِهِ مِثْلِ اِخْتِيَارِ كِبِ تَكِ هُو كَا ؟

(۴۶۳۷)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلام کی بیچ کے معاملہ میں خریدار کو تین دن تک اختیار ہوگا (ابوداؤد ۱۳۹/۲)۔

(۴۶۳۸)..... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کے ساتھ حضرت عقبہ کی روایت ہے ہاں یہ زائد لفظ بھی ہیں کہ اگر تین راتوں تک بیماری پالے تو بغیر گواہ قائم کئے واپس کر دے اور اگر تین راتوں کے بعد بیماری دیکھے تو اس پر گواہ ضروری ہوں گے کہ جب خریدا تھا تو اسی وقت سے اس میں بیماری تھی۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تفسیر قتادہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ (ابوداؤد ۱۳۹/۲)۔

(۴۶۳۹)..... حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار دن سے اوپر اختیار نہیں ہوگا (ابن ابی شیبہ ۸/۴۰۶)۔

۴۶۴۰..... وقال أحمد: حدثنا هشيم، أخبرني يونس، عن الحسن، عن عقبة بن عامر الجهني، قال: قال رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا عُهْدَةَ بَعْدَ أَرْبَعٍ (مسند أحمد ۴: ۱۴۳)۔

### بَابُ رَدِّ الْجَارِيَةِ الْمَعِيْبَةِ بَعْدَ الْوُطِيِّ

۴۶۴۱..... قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة، عن النخعي، عن ابن سيرين، عن علي بن أبي طالب، في الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْجَارِيَةَ فَيَطْلُهَا ثُمَّ يَجِدُ بِهَا غَيْبًا، قَالَ: "لَا يَسْتَطِيعُ رَدَّهَا، وَلَكِنَّهُ يَرْجِعُ بِنَقْصَانِ الْعَيْبِ"، قَالَ مُحَمَّدٌ: "وَبِهَذَا نَأْخُذُ، وَكَذَلِكَ إِنْ لَمْ يَطْلُهَا وَحَدَّثَ بِهَا غَيْبٌ عَنْدهُ، ثُمَّ وَجَدَ بِهَا غَيْبًا دَلَّسَهُ لَهُ الْبَائِعُ، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَطِيعُ رَدَّهَا، وَلَكِنَّهُ يَرْجِعُ بِحَقِّصَةِ الْعَيْبِ الْأَوَّلِ مِنَ الثَّمَنِ، إِلَّا يَشَاءُ الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهَا بِالْعَيْبِ الَّذِي حَدَّثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي، وَلَا يَأْخُذُ بِالْغَيْبِ إِزْشَاءً، وَلَا لِلْوَطِيِّ

(۴۶۴۰)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے چار دن سے اوپر اختیار واپس کا نہ ہوگا۔ (مسند احمد ۴/ ۱۴۳)  
**فائدہ:-** جب خریدار بیع چیز میں عیب کا دعویٰ کرے تو اگر بائع اقرار کرے کہ واقعی اس میں عیب تھا تو وہ بائع کو واپس کر دی جائے گی چاہے تین دن سے پہلے ہو یا ان کے بعد اور اگر بائع عیب ہونے سے انکاری ہو تو اگر خریدار بیع کے وقت سے عیب ہونے پر گواہ قائم کرے۔ تو بھی واپس کر دی جائے گی چاہے جتنے دن بھی ہوئے ہوں اور اگر خریدار کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع سے قسم لی جائے گی کہ بیع کے وقت عیب نہ تھا تو اگر وہ قسم اٹھا لے تو بیع واپس نہ کی جائے گی چاہے جتنے دن بھی ہوئے ہوں۔ اور اگر بائع قسم سے انکار کرے تو بیع بائع کو واپس کر دی جائے گی چاہے جتنے دن ہوئے ہوں۔ اور حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ خریدار تین دن تک اگر عیب کا دعویٰ کرے تو بائع کو چاہیے کہ بطور احسان واپس لے لے اگرچہ بغیر گواہوں کے واپس لینا اس پر لازم نہیں ہے۔ اور اگر تین دن کے بعد آ کر دعویٰ کرے تو اب بائع گواہ مانگ سکتا ہے۔

### باب: عیب والی باندی وطی کر چکنے کے بعد واپس کرنے کا حکم

(۴۶۴۱)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی باندی خریدے پھر ہمستر بھی ہو پھر اس میں عیب پائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ واپس نہیں کر سکتا یا عیب کی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے، امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم بھی اسی کو لیتے ہیں۔ ایسے ہی اگر ہمستر نہ ہوا ہو اور خریدار کے پاس نیا عیب پیدا ہو جائے پھر اس میں پرانا عیب پائے جس کی وجہ سے بائع نے اُسے دھوکا دیا ہو تو بھی واپس تو نہیں کر سکتا لیکن پرانے عیب کی وجہ سے قیمت میں جو کمی ہو وہ لے گا البتہ اگر بائع نے عیب کے باوجود اسی کو واپس لے لے تو لے سکتا ہے لیکن نئے عیب کا کوئی تاوان بھی نہیں لے گا اور (پہلی صورت میں) وطی کا عوض بھی نہ لے گا۔ اور اگر اس عیب کے باوجود خریدار

عُقْرًا فَإِنْ شَاءَ ذَلِكَ أَخَذَهَا وَأَعْطَى الثَّمَنَ كُلَّهُ، وَهَذَا كَلَهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ (كِتَابُ الْآثَارِ)، وَفِي  
الْجَوْهَرِ النُّقْي (۱۳:۲): قَدْ جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ فِي مَسْنَدِهِ عَنْ الْهَيْثِمِ هُوَ ابْنُ  
حَبِيبٍ الصِّيرْفِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَهُ وَقَالَ: وَالْهَيْثِمُ ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَانَ فِي الثَّقَاتِ مِنْ أَتْبَاعِ  
التَّابِعِينَ اهـ۔

یہ لیتا ہے تو لے سکتا ہے لیکن پوری قیمت دے گا۔ اور ان سب مسائل میں نبی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، ابو براء رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت عمدہ سند سے آئی ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی سند میں یثیم بن حبیب صیرفی سے عن الشعمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور فرماتے ہیں یثیم کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں تبع تابعین میں ذکر کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت کے تحت محقق قاضی خازم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔ جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف مشہور ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے روایت کو مخدوش و ضعیف ٹھہرانا بڑی ناانصافی ہے بلکہ حدیث عالم علامہ مولانا ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میزان الاعتدال کے مصنف امام ذہبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں ابو حنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق وکان اماماً ورعاً عالماً عاملاً متعبداً کبیر الشان قال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس وقال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ وزوی احمد بن محمد بن القاسم عن یحییٰ بن معین لا بأس به ولم یکم یکن متهماً ولقد ضربه یزید بن ہبیرۃ علی القضاء فابی ان یکون قاضیاً وقال ابو داؤد ان اباحنیفۃ کان اماماً انتہی مختصراً، امام ابو حنیفہ امام اعظم ہیں فقیہ عراق ہیں امام پرہیزگار عالم، عامل، عبادت گزار، بڑی شان والے تھے، حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں امام صاحب سب لوگوں سے بڑے فقیہ تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں، حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب لا بأس بہ۔ میں متہم نہیں ہیں۔ یزید بن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے پر مارا پھر آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ امام تھے رحمہ اللہ وقال الامام الحافظ ابن عبدالبر الذہین رووا عن ابی حنیفۃ ووفقوه واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفۃ زوی عنہ النوری وابن المبارک وهو ثقة لا بأس به وکان شعبۃ حسن الرأی فیہ وقال یحییٰ بن معین اصحابنا یقرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب؟ قال لا، امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب سے روایت لینے والے اور ثقہ قرار دینے والے اور تعریف کرنے والے کلام کرنے والوں سے زیادہ ہیں، امام علی بن مدینی فرماتے ہیں امام صاحب سے ثوری اور عبداللہ بن مبارک نے روایت لی ہے اور امام صاحب ثقہ ولا بأس بہ۔ ہیں، شعبہ امام صاحب کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ہمارے ساتھی (بعض محدثین) امام صاحب اور احناف راویوں کے بارے میں زیادتی کر جاتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ امام

## بَابُ أَنَّ التَّرْوِیَجَ فِی الْجَارِیَةِ عِیْبٌ تُرَدُّ بِهِ

۶۶۲..... أخبرنا مالک، عن الزهري، عن أبي سلمة بن عبد الرحمن: "أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اشْتَرَى مِنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِ جَارِيَةٍ، فَوَجَدَهَا ذَاتَ زَوْجٍ فَرَدَّهَا" - قَالَ مُحَمَّدٌ: "وَبِهَذَا نَأْخُذُ لَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا طَلَاقُهَا، فَإِذَا كَانَتْ ذَاتَ زَوْجٍ فَهَذَا عِیْبٌ تُرَدُّ بِهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ نَا" (موطأ للإمام محمد)۔

صاحب رحمۃ اللہ جیوت بولتے تھے؟ فرمایا نہیں (اور ہرگز نہیں) اور امام حافظ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں۔ ابو وہب محمد بن مزاحم بقول سمعت عبد اللہ بن المبارک يقول رأيت اعيد الناس ورأيت اورع الناس ورأيت اعلم الناس ورأيت افقه الناس فاما اعيد الناس فعيد العزيز بن ابي رواد واما اورع الناس فالفضيل بن عياض واما اعلم الناس فسفیان الثوري واما افقه الناس فابو حنيفة ثم قال مارأيت في الفقه مثله. حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ فقیر دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ عبادت گزار حضرت عبد العزیز بن ابی رواد اور سب سے زیادہ پرہیزگار فضیل بن عیاض اور سب سے زیادہ علم والا سفیان ثوری اور سب سے زیادہ فقیر امام ابو حنیفہ ہے رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفی الدین رحمۃ اللہ خلاصہ میں فرماتے ہیں وفقہ یحییٰ بن معین وقال عبد الله بن المبارك مارأيت في الفقه مثل ابي حنيفة مارأيت اورع منه وقال مكى ابو حنيفة اعلم اهل زمانه. امام صاحب رحمۃ اللہ کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے فرمایا میں نے نہ فقہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ کا مثل دیکھا ہے نہ ان سے زیادہ پرہیزگار دیکھا، اور کسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے (العلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ۱/۳۳۵، ۳۳۶)۔

## باب باندی کا منکوحہ ہونا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے خریدار واپس کر سکتا ہے

(۴۶۴)..... حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عدی سے ایک باندی خریدی بعد میں اس کا خاندنہ والی ہونا معلوم ہوا تو واپس کر دی، امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ہم ایسی روایت کو لیتے ہیں کہ منکوحہ باندی کی بیع طلاق نہیں ہوگی، اور منکوحہ ظاہر ہو جائے تو اس عیب کی وجہ سے واپس کی جاسکتی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور ہمارے جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔ (موطأ ص ۳۳۳، ۳۳۵)۔

**فائدہ:-** حدیث سے دونوں باتیں واضح ہیں کہ خریدار اس کو منکوحہ پائے تو واپس کر سکتا ہے اور یہ کہ منکوحہ باندی کو بیچنے سے بیع طلاق نہیں ہوگی نکاح رہے گا۔



## أَبْوَابُ الْبُيُوعِ الْفَاسِدَةِ

### بَابُ حُرْمَةِ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ

۴۶۴۳..... عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفْنُ، وَيُذْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ- وَيَسْتَصْبَحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهَا، ثُمَّ بَاعُوهَا، فَأَكَلُوا ثَمَنَهَا"، رواه الجماعة-

۴۶۴۴..... وعن ابن عباس: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْيَهُودَ، حُرِمَتْ عَلَيْهِمْ الشُّحُومُ فَبَاعُوهَا، وَأَكَلُوا ثَمَنَهَا، وَأَنَّ اللَّهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكَلَ شَيْءٌ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ"، رواه أحمد وأبو داود (نيل ۵: ۱)-

## ﴿ابواب: فاسد خرید و فروخت کے مسائل﴾

### باب خنزیر، شراب، مردار اور بتوں کی خرید و فروخت حرام ہے

(۴۶۴۳)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت حرام کی ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کہ اس کو شتیوں پر ملا جاتا ہے اور چمروں پر بطور تیل ملی جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں؟ فرمایا نہیں یہ بھی حرام ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہود پر اللہ کی مार ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

**فائدہ:-** خنزیر، شراب اور مردار کی بیع باطل ہے البتہ خنزیر کے بال (جب اور کوئی ذریعہ نہ ہو اور اب تو ایسی سہولیات ہو گئی ہیں) موزہ سینے کیلئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اور مردار کی کھال بیچی جاسکتی ہے اور اس سے دباغت کے بعد کام میں لایا جاسکتا ہے ایسے ہی مردار کی ہڈیاں، اُون، سینٹگ، پٹھے کام میں لائے جاسکتے ہیں، اور بتوں کی بیع میں ایک قول یہ ہے کہ بہر صورت ان کی بیع تب تک جائز نہیں جب تک اپنی شکل پر ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اگر توڑنے کیلئے ہوں اور لکڑی کام میں لانے کیلئے بیچے جائیں تو بیع جائز ہے، لیکن اگر ان کی عبادت ہو اور عبادت کیلئے بیچے جائیں تو گناہ ہوگا۔

(۴۶۴۳)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود پر لعنت فرمائی کہ ان پر چربی حرام ہوئی تھی پھر بھی انہوں نے اس کو بیچا اور قیمت کھائی اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام فرماتے ہیں اس کی قیمت بھی ان پر حرام فرماتے ہیں، (مسند

## بَابُ بَيْعِ جُثَّةِ الْمُشْرِكِ

۴۶۴۵..... عن ابن عباس: "أَنَّ الْمُشْرِكِينَ أَزَادُوا أَنْ يَشْتَرُوا جَسَدَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَبَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبِيعَهُمْ" - أخرجه "الترمذی" وقال: غریب - وقال: رواه الحجاج بن أرطاة أیضاً عن الحكم (ترمذی ۲۰۵:۱)۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحُرِّ

۴۶۴۶..... عن أبي هريرة عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بَنِي ثَمٍّ غَدَرًا، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ" رواه البخاری -

**فائدہ:-** یہ جو فرمایا کہ جس چیز کا کھانا حرام فرماتے ہیں اس کی قیمت بھی حرام فرماتے ہیں اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ چربی ان پر حرام فرمائی تو چربی کی قیمت بھی حرام فرمائی ورنہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ جو چیز حرام ہو اس کی قیمت کھانا حرام ہو جیسے مردار حرام ہے لیکن اس کی کھانے وغیرہ کا استعمال اور بیچنا جائز ہے ایسے ہی اجماع ہے کہ چیتا اور شکار کیلئے تعلیم دیئے ہوئے درندے اور گھریلو گدھے باوجودیکہ حرام ہیں مگر ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔

## باب مشرک کی نعل کی بیچنے کا حکم

(۳۶۳۵)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین نے چابا کہ ایک مشرک کا جسم (مسلمانوں سے) خرید لیں، تو نبی کریم ﷺ نے اُس کو ان پر بیچنے سے انکار فرمایا (اور یونہی حوالے کیا) اس کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ غریب ہے اور فرمایا کہ حجاج بن ارطاة نے بھی اس کو حکم سے روایت کیا ہے۔ (ترمذی ۲۰۵/۱)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) کافر کی نعل بیچنا مردار ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے (۲) حربیوں کے ساتھ بھی حرام اور باطل قسم کی خرید و فروخت کرنا (دارالاسلام میں) جائز نہیں ہے۔

## باب آزاد آدمی کو بیچنا ممنوع ہے

(۳۶۳۶)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین آدمیوں کے خلاف میں خود رو ز قیامت مدعی ہوں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرا نام لیکر کسی کو امان دی ہو پھر عہد توڑ دیا ہو۔ دوسرا وہ آدمی جس نے آزاد کو بیچ کر قیمت کھائی۔ تیسرے وہ شخص جس نے کسی سے مزدوری کرائی اور اس مزدور نے پورا کام کیا لیکن اس شخص نے اس کو

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ

۴۶۴۷..... عن أبي هريرة: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ"، رواه الجماعة - إلا البخاری -

۴۶۴۸..... وعن ابن مسعود أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ"، رواه أحمد -

مزدوری ندوی۔ (بخاری/۲۹۷)

**فائدہ:-** اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے کئی علاقوں میں آدمیوں کو اغواء کر کے اس کی جان کی قیمت مانگ کر آزاد کیا جاتا ہے یہ رقم تخت تر حرام ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ میرے نام پر امان دی اور پھر عہد توڑا مطلب یہ ہے کہ چاہے کافر ہو یا مسلمان اس کو کہا کہ آپ مجھ سے بے فکر رہیں اللہ کی قسم میں آپ کو کچھ نہ کہوں گا یا جہاد میں کافر کو امان دینے کا کہا اور کافر امان لے کر مسلمان کے پاس نہ گیا مسلمان نے اس کو مار دیا، ایسے ہی بعض لوگوں میں باہم دشمنی ہوتی ہے تو فریقین میں سے ایک دوسرے کے پاس آ کر کہتا ہے کہ صلح کر لیں اس پر دوسرا فریق رضا ظاہر کرتا ہے بالآخر بظاہر صلح ہو جاتی ہے لیکن ایک فریق اپنی دشمنی چھپائے رکھتا ہے دوسرے فریق کو مطمئن دیکھ کر موقع پا کر قتل کر دیتا ہے یہ سب صورتیں حرام ہیں۔

## باب دھوکے والے خرید و فروخت کے معاملات ممنوع ہیں

(۳۶۴۷)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کنکریاں مارنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اس کو بخاری کے سوا جماعت محدثین نے روایت کیا ہے۔ (مسلم ۲/۲، ترمذی ۱/۱۴۷، ابوداؤد ۲/۱۳۳، ابن ماجہ ۱۵۸)۔

**فائدہ:-** کنکریاں مارنے کی خرید و فروخت زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھی طریقہ یہ تھا کہ خرید و فروخت کرنے والے دو شخص چیز کی قیمت لگاتے ان میں اتار چڑھاؤ ہوتا خریدنے اور فروخت کرنے والوں میں سے جو ایک فریق دوسرے کی طرف کسی قیمت پر کنکری پھینکتا بیع پکی ہو جاتی اور اُس قیمت سے اوپر بالغ نہ کر سکتا اور خریدار اُس سے کم نہ کر سکتا تھا، اور دھوکے کی بیع کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے کئی صورتیں درج ذیل احادیث کے ضمن میں آ رہی ہیں۔

(۳۶۴۸)..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی میں موجود مچھلیاں (جو کپڑی ہوئی نہیں ہیں اور

باہر نہیں نکالی گئیں) نہ خریدو کیونکہ یہ دھوکہ کا معاملہ ہے (مسند احمد)

- ۴۶۴۹..... وعن ابن عمر قال: "نهى رسول الله ﷺ عن بيع حبل الحبلة"، رواه أحمد ومسلم والترمذی۔
- ۴۶۵۰..... وعن شهر بن حوشب، عن أبي سعيد، قال: "نهى رسول الله ﷺ عن شراء ما في بطن الأتعام حتى تضع، وعن بيع ما في ضروعنا إلا بكيل، وعن شراء العبد وهو أبق، وعن شراء المغانم حتى تقسم، وعن شراء الصدقات حتى تقبض، وعن ضرب القايص"۔ رواه أحمد وابن ماجه، وللترمذی منه: شراء المغانم، وقال: غريب۔
- ۴۶۵۱..... وعن ابن عباس قال: "نهى النبي ﷺ عن بيع المغانم حتى تقسم"، رواه النسائي "وعن أبي هريرة عن النبي ﷺ مثله، رواه أحمد وأبو داود۔

(۳۶۴۹)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام احمد اور مسلم (۲/۲) اور ترمذی (۱/۱۳۷) (ابن ماجہ ص ۱۵۸، بخاری ۱/۲۸۷) نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** حدیث شریف کا ایک مطلب تو وہی بیان کیا گیا ہے جو ذکر ہو اور مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خرید و فروخت کے وقت حاملہ کے وضع حمل کو قیمت ادا کرنے کی مدت ٹھہرایا جائے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ مدت نامعلوم ہے۔

(۳۶۵۰)..... حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کے پیٹ میں موجود اصل کو جب تک پیدا نہ ہو اور تھنوں میں موجود دودھ کو نکالنے کے بعد وزن کے بغیر اور بھاگے ہوئے غلام کو خریدنے سے اور غنیمت کے مالوں کو تقسیم سے پہلے اور صدقات کی چیزیں وصول ہونے سے پہلے خریدنے سے اور ایک بار مچھلیوں کیلئے جال مارنے کی خرید و فروخت سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ (احمد، ابن ماجہ ۱۵۸، ترمذی)

**فائدہ:-** اس حدیث میں بھی خرید و فروخت کے معاملات میں سے کئی دھوکے کی صورتوں سے منع فرمایا گیا۔ (۱) حمل جانور کے پیٹ میں ہو اور اسی حالت میں خرید و فروخت ہو جائز نہیں جب تک پیٹ سے باہر نہ آجائے۔ (۲) تھنوں میں موجود دودھ کی بیج جب تک دودھ کو وزن نہ کر لیا جائے۔ (۳) بھاگے ہوئے غلام کی بیج جائز نہیں ہاں جس کے پاس چلا گیا ہو اس کے ہاتھ بیچنا جائز ہے۔ (۴) مجاہد کہتا ہے کہ مجھے مال غنیمت میں سے اتنا حصہ ملے گا وہ اس کی بیج تقسیم سے پہلے کر دے یا کوئی آدمی مشترک مال غنیمت میں سے کوئی چیز بیچ جائز نہیں۔ (۵) مستحق صدقات آدمی کو مالداروں سے صدقات ملنے کی امید یا یقین ہو اور وصولی سے پہلے صدقات کی چیزوں میں خرید و فروخت کرے۔ (۶) مچھلیاں پکڑنے کیلئے آدمی دریا میں جال پھینکتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک بار پھینکنے پر ۵۰۰ روپے لوں گا چاہے جتنی مچھلیاں جال میں پھنسیں (یا بالکل نہ پھنسیں) کو وہ تمہاری ہوں گی یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔

(۳۶۵۱)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اموال غنیمت میں تقسیم ہونے سے پہلے خرید و فروخت کرنے سے منع



۴۶۵۲..... وعن ابن عباس قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُبَاعَ ثَمَرٌ حَتَّى يُطْعَمَ أَوْ صُوفَ عَلَى ظَهْرِ أَوْ لَبَنٍ فِي صَرْعٍ أَوْ سَمَنٍ فِي لَبَنٍ"، رواه الدار قطنی۔

۴۶۵۳..... وعن أبي سعيد، قال: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ فِي النَّبْعِ"، ستفق عليه۔

۴۶۵۴..... وعن أنس قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَافَلَةِ، وَالْمُحَاضَرَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ" رواه البخاری أخرج هذه الروایات فی المنتقى (تیل ۷:۵ و ۹-۱۰)۔

فرمایا۔ اس کو سنائی نے روایت کیا ہے اور ایسی ہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے جو امام احمد و ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

☆..... (۳۶۵۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پھل کے کھانے کے قابل ہونے سے پہلے بیچنے سے اور جانور کی پیٹھ پر موجود اون اور تھنوں میں موجود دودھ اور دودھ میں موجود گھی بیچنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا (دارقطنی ۱۷/۳)۔

☆..... (۳۶۵۳) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا (بخاری ۱/۲۸۸، مسلم ۲/۲)۔

**فائدہ:-** بیع کی یہ دو قسمیں زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں، بیع منابذہ یہ ہے کہ خرید و فروخت کے وقت قیمت طے ہو رہی ہو اسی دوران بائع خریدار کی طرف (اپنی طرف سے مقررہ قیمت کے عوض چاہے خریدار راضی نہ ہو) سامان پھینک دے یا مشتری (کسی قیمت پر) بائع کی طرف قیمت پھینک دے تو اس یہ پھینکنا بیع کو کپا کر دیتا تھا چاہے دوسرا فریق راضی نہ بھی ہوتا، اور بیع ملامسہ میں سامان یا قیمت پھینکنے کے بجائے ہاتھ لگانا یا ایک کا دوسرے کے کپڑے کو پکڑ لینا بیع کو کپا کرتا ہے یہ دونوں صورتیں جائز نہیں کیونکہ ان میں ایک طرف سے ایجاب ہے دوسری طرف سے قبول نہیں یا ایجاب و قبول دونوں نہیں ہیں اور ایجاب و قبول کے بغیر بیع نہیں ہوتی۔

☆..... (۳۶۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیع کی صورتوں کا قلعہ، محاضرہ، منابذہ، ملامسہ، مزابنہ سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا (بخاری ۱/۲۹۳)۔

**فائدہ:-** بیع محافلہ یہ ہے کہ کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی کی جنس کے ٹکے ہوئے نلہ کے بدلے میں ماپ کر بیچنا یا بیع جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کھیتی کے اندر نلہ کم ہو اور نکلا ہو اور نلہ زیادہ ہو یا نکلا ہو! اہم اور کھیتی کے اندر زیادہ ہو۔ اور بیع محاضرہ یہ ہے کہ درخت پر موجود پھل قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا۔ اس میں اگر خریدار شرط لگا دے کہ یہ پھل درخت پر ہی رہیں گے جب تک میں نہ کاٹوں تو یہ ناجائز ہے اور اگر خرید و فروخت کے وقت پھل فوراً کاٹ لینا طے ہو تو بیع جائز ہے اور اگر کچھ طے نہ ہو تو خریدار پر لازم ہوگا کہ فوراً کاٹ لے ورنہ بیع فاسد ہوگی۔ اور بیع مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اترے ہوئے پھلوں کے بدلہ میں بیچنا یا بیع ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی سود کا احتمال ہے۔

۶۶۵۵..... وعن ابن عمر عن النبی ﷺ: "أَنَّهُ نَهَىٰ عَنِ الْمَضَامِينِ، وَالْمَلَأَقِيحِ، وَحَبْلِ الْحَبْلَةِ  
قَالَ: وَالْمَضَامِينُ مَا فِي أَصْلَابِ الْإِبِلِ وَالْمَلَأَقِيحُ مَا فِي بُطُونِهَا، وَحَبْلُ الْحَبْلَةِ وَلَدٌ هَذِهِ النَّاقَةُ  
أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ (نصب الراية ۲: ۱۷۳)، وقال في "الدرية": إسناده صحيح-

۶۶۵۶..... وقال أبو يوسف في "كتاب الخراج": حدثنا العلاء بن المسيب بن رافع، عن الحوت  
العكلى، عن عمر بن الخطاب، قال: "لَا تَبِغُوا السَّمْلَ فِي الْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ" (فتح القدير ۶: ۴۹)-  
۶۶۵۷..... وعن ابن عباس أنه قال: "السَّلْتُ فِي حَبْلِ الْحَبْلَةِ رِبَاً" (مسند أحمد ۱: ۲۴۰)-

### بَابُ بَيْعِ الْعَرَايَا

۶۶۵۸..... عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَىٰ عَنِ الْمَزَابَةِ  
وَالْمُخَافَةِ، وَالْمَزَابَةُ اشْتِرَاءُ الشَّجَرِ بِالشَّجَرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ"-

(۳۶۵۵)..... حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مضامین، ملاقیح اور حمل کے حمل کو بیچنے سے منع فرمایا، فرماتے ہیں  
مضامین سے مراد جانوروں کے وہ بچے جن کا نطفہ اور مادہ ابھی نرا دونوں کی پشت میں ہے اور ملاقیح سے مراد وہ نطفہ جو مادہ جانوروں کے  
پیٹ میں ہے اور حمل کے حمل سے مراد موجودہ اونٹنی کے پیٹ کے بچہ کا بچہ (اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور ابن حجر درایہ میں فرماتے  
ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** حدیث کی مراد ترجمہ سے واضح ہے۔

(۳۶۵۶)..... حضرت عمر بن خطابؓ کا فرمان ہے کہ پانی میں موجود مچھلیوں کی خرید و فروخت مکروہ ہے کہ بیع ہے۔ (فتح القدير)

(۳۶۵۷)..... حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ حمل کے حمل کی مدت رکھ کر ادھار سود ہے (مسند احمد)

### باب بیع عرایا، یعنی درختوں پر کھڑے میوے کو اتارے ہوئے اسی جنس کے میوے کے عوض فروخت کرنا

(۳۶۵۸)..... حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابہ اور مخافہ سے منع فرمایا اور مزابہ کھجوروں پر

کھڑے پھل کو خریدنے کا نام ہے (بخاری ۱/ ۲۹۱)

**فائدہ:-** بیع مزابہ اور مخافہ کی تعریف اوپر ذکر ہوئی ہے، احناف کے نزدیک عرایا بیع مزابہ کے تحت داخل ہی نہیں عرایا کی صورت  
یہ ہوتی تھی کہ باغ والے مالکان محض غریبوں کو اپنے باغ کی کھجوروں میں سے کوئی درخت پھل آنے پر ہمدردی کے طور پر دے  
دیتے تھے جب پھل پکنے لگتے تو یہ غرباء اپنے بیوی بچوں سمیت عطیہ کئے ہوئے درختوں پر گھومنے پھرنے اور چنے شروع ہوتے

۴۶۵۹..... وعن جابر رضى الله عنه أنه قال: "نهى النبي ﷺ عن بيع التمر حتى يطيب، ولا يُباع شيء إلا بالدينار والدرهم إلا العرايا".

۴۶۶۰..... وعن أبي هريرة "أن النبي ﷺ رخص في بيع العرايا في خمسة أوسق أو ذون خمسة أوسق".

۴۶۶۱..... وعن ابن عمر أن النبي ﷺ قال: "لا تبيعوا التمر حتى يندو صلاحه، ولا تبيعوا التمر بالتمر".

۴۶۶۲..... قال سالم وأخبرني عبد الله، عن زيد بن ثابت: "أن رسول الله ﷺ رخص بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالرُّطْبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخَّصْ فِي غَيْرِهِ" (بخاری ۱: ۹۱، ۹۲)۔

مالکان بھی اپنے بیوی بچوں سمیت باغات میں رہائش اختیار کر لیتے تو ان غرباء کے آنے جانے سے انہیں تکلیف اور پریشانی ہوتی تو غریب کو دیئے ہوئے درخت کے پھل درخت پر کھڑے حال میں اترے ہوئے پھل غریب کو دے دیتے عرایا اس مفہوم کے اعتبار سے بیع مزائد نہیں بلکہ استبدال المحبہ بالمحبۃ ہے حضور ﷺ نے اسی کی اجازت دی ہے۔

(۳۶۵۹)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور پکنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ بیچا جائے مگر درہم و دینار کے بدلے میں البتہ بیع عرایا اس سے مستثنیٰ ہے۔ (بخاری ۱/۲۹۱، ۲۹۲)

(۳۶۶۰)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں بیع عرایا کی اجازت دی۔ (بخاری ۱/۲۹۲، مسلم ۲/۹)

(۳۶۶۱)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھل اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کے استعمال کی صلاحیت ظاہر نہ ہو اور پکی کھجور (جو درخت پر لگی ہو توڑی ہوئی) کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔ (بخاری ۱/۲۹۳، مسلم ۲/۸)

(۳۶۶۲)..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ پھل جب تک قابل انتفاع نہ ہوں نہ بیچو اور درخت پر لگی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی صورت میں تریا خشک کھجور کے بدلے میں بیچنے کی اجازت دی لیکن اس کے سوا کسی صورت میں اجازت نہ دی تھی۔ (بخاری ۱/۲۹۱، ۲۹۲)

**فائدہ:-** درخت پر موجود پھل اترے ہوئے پھل کے عوض بیچنے اور خریدنے کی اجازت کی صورت وہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی کہ مالک نے مسکین محتاج کو درخت کا پھل بطور عطیہ دیا لیکن پھر اس مسکین کا آنا جانا اس کو گراں گذرتا ہے تو وہ درخت پر لگے کھجور کے بجائے اتری ہوئی کھجور اس کو دے کر فارغ کر دیتا ہے اس صورت میں یہ کہ کیا ہوا درخت پر لگا ہوا پھل دراصل مالک کا ہی رہتا ہے جب تک درخت پر ہے اس

(۴۶۶۳)..... حضرت ابواسحاق سمیعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی (عالیہ بنت ابلق بن شریکل) سے روایت ہے کہ وہ دوسری عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے پوچھا ام المؤمنین! میری ایک باندی تھی وہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر شامی وظیفہ ملنے کی مدت تک آٹھ سو پینچ بھر میں نے وہ ان سے چھ سو پر خرید لی اور وہ چھ سو فوری دیے اور ان پر آٹھ سو کا قرض لکھ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے برا کیا جو خرید اور اس نے بھی برا کیا جو بیچا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بتا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



أَنَّهُ قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَيَّ أَنْ يَتُوبَ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ لِعَائِشَةَ: أَرَأَيْتَ إِنْ أَخَذْتُ رَأْسَ مَالِي وَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْفَضْلَ؟ فَقَالَتْ: «فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ» ۝ ۵۱، وأخرجه أحمد فقال: حدثنا محمد بن جعفر: ثنا شعبه، عن أبي إسحاق، عن امرأة فذكر نحوه، وقال في "التنقيح": هذا إسناد جيد (زيلعي ۱۷۷: ۲)۔

### بَابُ تَوَكُّلِ الْمُسْلِمِ الذِّمِّيِّ بِبَيْعِ خَمْرِهِ

۴۶۶۵..... عن أبي سعيد قال: "كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لَيْتِيْمٌ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَقُلْتُ: إِنَّهُ لَيْتِيْمٌ، قَالَ: أَهْرَ يَقُو؟ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هَذَا۔

کے ساتھ شامل ہو کر کیا ہوا جہاد تو یہ کرنے تک بے کار کر دیا ہے تو عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا پھر بتائیں اگر میں اپنا راس المال (اصل پونجی) لے لوں اور زیادتی اس کو واپس کر دوں (تو کیا حکم ہے؟) تو فرمایا جس کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچ گئی اور باز آ گیا تو اصل مال اس کو ملے گا، اس کو امام عبدالرزاق نے مصنف میں میں اور امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور تنقیح میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔  
**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیچی ہوئی چیز کو اس کی قیمت خریدار سے وصول کرنے سے پہلے اس سے کم قیمت پر بیچنا جائز نہیں ہے چاہے خریدار نے بیچ چیز پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرق نہیں کیا کہ بیچ پر قبضہ ہوا ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں لہذا ہر صورت میں ناجائز ہے۔

### بَابُ مُسْلِمَانِ كَذِي كُوشْرَابِ كِي خَرِيْدِ وَفِرْوَحْتِ مِيْنِ وَكِيْلِ بِنَانِي كَا حَكْمِ

(۳۶۶۵)..... حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ شراب یتیم کی ہے (اور اللہ نے شراب حرام کر دی ہے) کیا کریں؟ فرمایا اس کو انڈیل دو۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حسن ہے اور ایسی حدیث حضور ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے (ترمذی ۱۵۵/۱)

**فائدہ:-** اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو جو حکم فرمایا کہ اس شراب کو انڈیل دیں اور یہ نہ فرمایا کہ کسی ذمی کو دے کر بیچ دو اس سے معلوم ہوا کہ شراب کی خرید و فروخت کیلئے مسلمان کا کافر ذمی کو وکیل بنا کر معاملہ کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر ناجائز ہونے کے باوجود مسلمان ذمی کو شراب کی خرید و فروخت میں اپنا وکیل بنا لے تو وکیل بنانا صحیح ہو گا یا نہ یعنی وکیل بن جائے گا یا نہ؟ حدیث اس سے خاموش ہے اور جائز نہ ہونا صحیح نہ ہونے کو تسلیم نہیں ہے چونکہ ذمیوں کیلئے شراب کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے ان کیلئے یہ ایسے ہے جیسا ہمارے لئے سرکہ لہذا ان کا وکیل بن کر مسلمان کیلئے خرید و فروخت کرنا بھی اپنے لئے خرید و فروخت کرنے کی طرح جائز ہے۔ کیونکہ وکیل

## بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ بِالْشَّرْطِ

۴۶۶۶..... عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، عن النبي ﷺ: "أَنْهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ". أخرجه الطبرانی في "الأوسط"، والحاكم أبو عبد الله في "كتاب علوم الحديث". سكت عليه عبد الحق في "أحكامه" (زيلعي ۲: ۱۷۸).

## بَابُ الْبَيْعِ إِلَى أَجَلٍ مَجْهُولٍ

۴۶۶۷..... قال النسائي: أخبرنا سفيان بن عيينة، عن عبد الكريم الجزري، عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: لَا تَبِيعُوا إِلَى الْعَطَاءِ، وَلَا إِلَى الْأَنْدَرِ، وَلَا إِلَى الدِّيَاسِ (كتاب الام ۳: ۴۵)، وهذا سند صحيح.

خود عائد ہوتا ہے۔

## باب مشروط خرید و فروخت ممنوع ہے

(۳۶۶۶)..... عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خرید و فروخت کرتے ہوئے اس میں شرط لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام ابو عبد اللہ حاکم نے کتاب علوم الحدیث میں روایت کیا ہے اور علامہ عبد الحق نے کتاب الاحکام میں اس پر سکوت کیا ہے (توضیح ہے)۔

**فائدہ:-** مراد یہ ہے کہ مثلاً بائع خریدار پر بیع چیز سے متعلق کوئی شرط لگا دیتا ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا ایسی بیع فاسد ہے مثلاً اونٹ بیع اس شرط پر کہ خریدار اس اونٹ پر شہر تک بائع کا سامان لاد لے جائے، غلام بیچا اس شرط پر کہ یہ ایک ماہ میری خدمت کرے گا وغیرہ ایسی بیع امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مذکور روایت کی وجہ سے فاسد ہے۔

## باب نامعلوم مدت تک خرید و فروخت کا معاملہ کرنا

(۳۶۶۷)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا شاہی وظیفہ ملنے کی مدت، اور گندم کا فصل تیار ہونے کی مدت اور گندم کا بننے کی مدت مقرر کر کے خرید و فروخت نہ کیا کرو، (کتاب الام) یہ سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** چونکہ یہ اوقات مجہول ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مجہول وقت تک خرید و فروخت کرنا (جس وقت کا علم خرید و فروخت کرنے والوں کو نہ ہو) جائز نہیں۔

## بَابُ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ

۴۶۶۸..... عن حکیم بن حزام، قال: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي، أَفَأُتَاغَهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ، أخرجه أبو داود وسكت عنه۔

## بَابُ بَيْعِ الْمَاءِ وَالْكَلَالِ

۴۶۶۹..... عن إياس بن عبدالمزني قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَاءِ"۔ قال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

۴۶۷۰..... وعن أبي هريرة: أن النبي ﷺ قال: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَالُ"۔ قال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

## باب جو چیز بائع کے پاس موجود نہ ہو اس کو بیچنے کا حکم

(۳۶۶۸)..... حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! (بعض اوقات) کوئی آدمی میرے پاس آ کر چاہتا ہے کہ میں اس پر ایسی چیز بیچوں جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا (اس پر بیچ لوں اور) پھر اس کیلئے بازار سے خرید لوں (اور اس کو حوالے کر دوں؟) فرمایا جو چیز تیرے پاس نہ ہو اس کو نہ بیچا کرو۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا اور اس پر سکت کیا (ابوداؤد/۱۳۹)

**فائدہ:-** اس حدیث پاک کی عنوان بالا پر دلالت واضح ہے۔

## باب پانی اور گھاس (خودرو) کو بیچنا

(۳۶۶۹)..... حضرت ایاس بن عبدالمزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی کو بیچنے سے منع فرمایا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی/۱۵۳)

**فائدہ:-** عام پانی کی خرید و فروخت جائز نہیں ہاں اگر کسی نے اپنے برتن میں پانی محفوظ کیا ہوا ہو اور اس کو بیچے تو جائز ہے۔

(۳۶۷۰)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ضرورت سے زائد پانی کسی سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس (وغیرہ کی پیدائش) میں رکاوٹ پیدا ہو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ (ترمذی/۱۵۳)۔

**فائدہ:-** اس حدیث میں جہاں ضرورت سے زائد پانی روکنے سے ممانعت کے ذریعے پانی کو بیچنے کی ممانعت ظاہر ہو رہی ہے وہاں عام غیر مملوک گھاس پر ہر ایک کیلئے کاٹنے کی اباحت اور جواز کا اشارہ ہے البتہ جو گھاس کسی نے خود کاشت کی یا خود رو گھاس کی حفاظت و نگرانی کی اس کا دوسروں کیلئے کاٹنا جائز نہیں ہے۔

۴۶۷۱..... وعن أبي خراش عن بعض أصحاب النبي ﷺ، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "الْمُسْتُمُونُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ، فِي الْمَاءِ، وَالْكَلَاءِ، وَالنَّارِ"، رواه أحمد وأبو داود، قال الحافظ في "بلوغ المرام" رحاله تمام (نيل الأوطار ۵: ۱۸۴)۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ

۴۶۷۲..... قال يحيى في "الموطأ" : مالك عن الثقة عنده عن عمرو بن شعيب، عن أبيه عن جده: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ"۔ قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ فِيمَا نَرَى۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ يَشْتَرِي الرَّجُلُ الْعَبْدَ أَوْ الْوَبِيدَةَ أَوْ يَتَكَارَى الدَّائِيَّةَ، ثُمَّ يَقُولُ لِلَّذِي اشْتَرَى مِنْهُ أَوْ تَكَارَى مِنْهُ أُعْطِيكَ دِينَارًا أَوْ دِرْهَمًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَقَلَّ، عَلَى ابْنِي أَخِي أَخَذْتُ السِّلْعَةَ أَوْ رَكِبْتُ مَا تَكَارَيْتُ مِنْكَ فَالَّذِي أُعْطَيْتُكَ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ أَوْ مِنْ كَرٍّ، الدَّائِيَّةِ، وَإِنْ تَرَكَتُ ابْتِنَاعَ السِّلْعَةِ أَوْ كَرًّا الدَّائِيَّةَ فَمَا أُعْطَيْتُكَ لَكَ بَاطِلٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ (زرقاتی ۳: ۵۹۵)۔

(۳۶۷۱)..... حضرت ابو خراش ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ (جو کسی کے ملک نہ ہوں) اس کو امام احمد و ابو داؤد نے روایت کیا (۱۳۶/۲) اور بیوہ المرام میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:-** آگ میں شریک ہونے سے مراد آگ کی روشنی حاصل کرنا، یہاں تک سب کیلئے جائز ہے لیکن اس کے انکار سے یا لکڑی اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے۔

### باب بیعائے کی خرید و فروخت ممنوع ہے

(۳۶۷۲)..... عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعائے والی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے، (موطأ امام مالک ص ۵۶۸) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے اس کا مطلب ہمیں یہ سمجھ آ یا کہ ایک آدمی مثلاً غلام یا باندی خریدے یا جانور کرایہ پر لے پھر بائع کو یا مالک کو جس سے لیا کہے کہ میں تجھے ایک دینار یا درہم یا کم یا زیادہ دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے یہ سامان (بیع) لے لیا یا جو جانور کرایہ پر لیا اس کی سواری کر لی تو جو رقم دے رہا ہوں یہ بیع چیز کی قیمت اور کرایہ کی چیز کے کرایہ میں سے ہوگی اور اگر میں نے خریدی یا کرایہ پر لیا ہوا جانور (بغیر سواری کئے) واپس کیا تو جو رقم میں نے دے دی ہوگی یہ بلا عوض تیری ہی ہوگی (اور مجھ سے فارغ ہوگی)



## بَابُ بَيْعِ الْعَيْنَةِ

۴۶۷۳..... قال أحمد: حدثنا أسود بن عامر، ثنا أبو بكر، عن الأعمش، عن عطاء بن أبي رباح عن ابن عمر، قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "إِذَا ضَمَّنَ النَّاسُ بِالْذِّنَارِ وَالْذِرْهَمِ، وَتَبَايَعُوا بِالْعَيْنَةِ، وَاتَّبَعُوا أَذْنَابَ الْبَقَرَةِ، وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَنْزَلَ اللَّهُ بِهِمْ ذُلًّا فَلَا يَرْفَعُهُ حَتَّى يُرَاجِعُوا دِينَهُمْ"۔ أخرجه ابن القيم في أعلام الموقعين، وقال: رواه أبو داود بإسناد صحيح إلى حيوة بن شريح المصري، عن إسحاق بن عبد الرحمن الخراساني أن عطاء الخراساني حدثه أن نافعا حدثه عن ابن عمر۔ قال شيخنا: وهذا إسنادان أحدهما: يشهد الآخر ويقويه، فأما

**فائدہ:-** ہمارے علاقوں میں اس کو عام طور پر بھی کہا جاتا ہے خریدار آدمی چیز کا سودا بیع پکی کرنے کیلئے تھوڑی سی رقم پہلے دے دیتا ہے اور چیز لے لیتا ہے اس صورت میں حدیث بالا کے مطابق اگر چیز لے لی اور وہ تھوڑی سی رقم اور بقایا رقم ملا کر مکمل قیمت ادا کر لے تو کچھ حرج باقی نہ رہا لیکن اگر یہ طے ہو کہ یہ بیع چیز خریدار نے لے لی تو ٹھیک اور اگر واپس کی تو جو تھوڑی رقم پہلے دی ہے وہ بھی بیع والے شخص یعنی بائع ہی کی ہوگی تو یہ منع اور ناجائز ہے کیونکہ یہ دی ہوئی رقم بائع کے پاس کسی چیز کے عوض نہیں جا رہی ہے۔

## باب بیع عینہ کا حکم

(۲۶۷۳)..... امام احمد اسود بن عامر، ابو بکر، اعمش، عطاء بن ابی رباح کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جب لوگ دینار و درہم محفوظ کرنے لگیں اور بیع عینہ کریں اور بیلوں کے دموں سے چٹ جائیں (کھیتی باڑی کرنے لگیں) اور اللہ کے راستہ میں جہاد چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ذلت اتار دے گا جب تک کہ اپنے دین کی طرف واپس نہ آجائیں۔ اس کو ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کو ابو داؤد نے حیوة بن شریح تک صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حیوة اسحاق بن عبد الرحمن خراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ عطاء خراسانی نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (ابو داؤد ۱۳۲/۲) ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ دونوں سندیں حسن ہیں ایک سند دوسری کو قوی مضبوط کرتی ہے پہلی کے راوی مشہور ائمہ ہیں ہاں ممکن ہے کہ اعمش نے عطاء سے یا عطاء نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (براہ راست) نہ سنی ہو۔ اور دوسری سند واضح کرتی ہے کہ حدیث کی محفوظ اصل ابن عمر سے ہے کیونکہ عطاء خراسانی ثقہ و مشہور راوی ہے اور حیوة بن شریح بھی ثقہ ہیں اور عطاء سے افضل ہیں اور اسحاق بن عبد الرحمن ایسے شیخ ہیں جن سے مصری ائمہ حیوة بن شریح و لیث بن سعد و یحییٰ بن ایوب وغیرہم نے روایت لی ہے۔ اور علامہ ابن قیم فرماتے ہیں یہ روایت تیسری سند سے بھی سری بن سہل چند ساہوری کی سند سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن رشید نے بیان کیا وہ عبد الرحمن سے وہ لیث

رجال الأول فائمة مشاهیر، لكن یخاف أن لا یكون الأعمش سمعه من عطاء: أو إن عطاء لم یسمعه من ابن عمر۔

والإسناد الثانی: یبین أن للحديث أصلاً محفوظاً عن ابن عمر، فإن عطاء الخراسانی ثقة مشهور، وحبوة بن شریح كذلك وأفضل، وأما إسحاق بن عبدالرحمن فشیخ روى عنه أئمة المصریین، مثل حبوة بن شریح، واللیث بن سعد، ویحیی بن آیوب وغيرهم، قال: فقد روینا من طریق ثالث من طریق السرى بن سهل الجندسابورى بإسناد مشهور إلیه: ثنا عبدالله بن رشید، ثنا عبدالرحمن، عن لیث، عن عطاء، عن ابن عمر، قال: لَقَدْ أَتَى عَلَيْنَا زَمَانٌ وَبِئْسَ رَجُلٌ يَرَى أَنَّهُ أَحَقُّ بِدِينَارِهِ وَدِرْهَمِهِ مِنْ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا ضَمَّنَ النَّاسُ بِالْذِّنَارِ وَالْدِرْهَمِ، وَتَبَايَعُوا بِالْعَيْنَةِ، وَتَرَكَوا الْجِهَادَ، وَاتَّبَعُوا أَذْنَابَ الْبَقَرِ، أَذْخَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ذُلًّا يَنْزِعُهُ عَنْهُمْ حَتَّى يَتَوَلَّوْا وَيَرْاجِعُوا دِينَهُمْ»، وهذا یبین أن للحديث أصلاً عن عطاء۔

سے وہ عطاء سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرمایا ہم پر ایسا دور آ گیا ہے کہ ہمارا ایک آدمی سمجھتا ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ مستحق ہوں اپنے درہم و دینار کا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ جب لوگ درہم و دینار محفوظ کرنے لگیں گے بیع عینہ کریں گے اور جہاد چھوڑ دیں گے اور بیلوں کے دموں سے چمٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ ان پر ایسی ذلت ڈال دیں گے جو اس وقت تک دور نہیں کریں گے جب تک اپنے دین کی طرف واپس نہ آئیں۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ اس حدیث کی حضرت عطاء سے اصل ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع عینہ مکروہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع عینہ کی تفسیر یہ نقل ہے کہ مثلاً آدمی ریشم سو روپے پر بیچے پھر پچاس روپے پر اس کو خرید لے، اس صورت میں ہمارے نزدیک اگر دوبارہ خریدنے سے پہلے قیمت سو روپے وصول کر چکا ہو اور پھر بیع کے وقت خریدار پر دوبارہ بائع پر بیچنا شرط نہ لگایا گیا ہو تو خریدار سے دوبارہ کم قیمت پر خرید لینا مکروہ ہے اور اگر قیمت کی وصولی سے پہلے خریدے یا پہلی بیع کے وقت خریدار پر دوبارہ بیچنے کی شرط لگائی ہو تو ناجائز ہے یہ بیع اس وقت کرتے تھے جب کوئی شخص قرض لینے آتا تو اسے تو رقم ضرورت ہوتی اس کو کہا جاتا کہ فلاں چیز ہم سے اتنے پر ادھا خرید لو اور اس کو بیچ کر رقم حاصل کر لو تو وہ خرید لینا لیکن فوراً اس کو کہا جاتا کہ چلو ہم سے خرید اہو اسامان کم قیمت پر ہمیں دے دو تو اس بیچارے کو رقم کی ضرورت ہوتی وہ مجبوراً دوبارہ اُن پر بیچ دیتا تو یہ مجبوراً آدمی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہ مکروہ ہے۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ

۴۶۷۴..... عن "أبي هريرة" قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ"، رواه أحمد والنسائي والترمذی، وصححه۔

۴۶۷۵..... وعن سماك، عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود، عن أبيه، قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِي صَفْقَةٍ"، رواه أحمد، وقال في "مجمع الزوائد": رجاله ثقات، وسكت عنه ابن حجر في "التلخيص" (نيل الأوطار ۱۲:۵)۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَلْفٍ وَبَيْعٍ وَالشَّرْطَيْنِ

### فِي بَيْعٍ وَرِبْحٍ مَا لَمْ يَضْمَنْ وَبَيْعٍ مَا لَيْسَ عَنْدَهُ

#### باب ایک بیع میں دو بیع کرنا منع ہے

(۳۶۷۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کو احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کہا ہے (۱۳۷/۱)۔

(۳۶۷۵)..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سو دے میں دو سو دے کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت پر سکوت کیا۔ (نیل الاوطار ۱۲/۵)۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں (۱) مثلاً بائع کہے کہ اگر یہ چیز نقد پر لو گے تو دس روپے پر اور اگر ادھار پر لو گے تو بیس روپے پر لے جاؤ اور کچھ طے کئے بغیر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو یہ بیع نہیں ہوئی لیکن اگر جدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر لیا کہ ادھار پر اتنے پر میں نے لی تو بیع درست ہے (۲) بائع کہے کہ میں یہ چیز تم پر اتنے پر بیچتا ہوں بشرطیکہ فلاں چیز تم مجھ پر فروخت کرو۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ (۳) بائع نے خریدار کو چیز دی اور کہا یہ چیز میں نے تجھے اس شرط پر دی کہ ایک مہینہ تیرے پاس کرایہ پر ہوگی اور اس کے بعد بطور بیع تیرے پاس ہوگی۔ یہ بھی ناجائز ہے۔

#### باب قرض اور بیع اور بیع میں دو شرطیں لگانا اور جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو

اس کی بیع کر کے نفع اٹھانا اور جو چیز پاس نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے

۴۶۷۶..... عن عبد الله بن عمرو، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا يَحِلُّ سَلْتُ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحٍ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعٌ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ"۔ (أخرجه الخمسة إلا ابن ماجه)، وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح، وقال فی "النیل": وصححه ابن خزيمة والحاكم۔

### بَابُ فِي تَحْرِيمِ النَّجْشِ

۴۶۷۷..... عن أبي هريرة، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَنَاجَشُوا"۔ أخرجه الترمذی، وقال "حديث حسن صحيح"۔

۴۶۷۸..... وعن ابن عمر: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ النَّجْشِ"، أخرجه مسلم۔

(۳۶۷۶)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع حلال نہیں اور خرید و فروخت میں شرطیں لگانا جائز نہیں اور جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کا نفع بھی جائز نہیں اور جو چیز پاس نہ ہو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو سوائے ابن ماجہ کے پانچوں ائمہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابن خزيمة اور حاکم بیہقی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (ترمذی/۱/۱۳۸، ابوداؤد/۲/۱۳۹)

**فائدہ:-** حدیث میں جو فرمایا کہ قرض اور بیع حلال نہیں اس کا مطلب (۱) بائع خریدار سے کہے میں تجھ پر فلاں چیز فروخت کرتا ہوں لیکن اتنے قرض دے (قرض فروخت کرنے کے ساتھ مشروط ہے یا فروخت کرنا قرض سے مشروط ہے) (۲) ایک شخص قرض مانگتا ہے دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے میں قرض دیتا ہوں لیکن تم فلاں کتاب مجھ سے ۱۰۰ روپے پر لے لو حالانکہ وہ کتاب ۱۰۰ روپے سے کم کی ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ بیع میں دو شرطیں لگانا جائز نہیں اس کا (۱) ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بیع میں دو بیع کرنا مثلاً یہ چیز تجھ پر اتنے فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ فلاں چیز تم مجھ پر فروخت کر دیا یہ چیز فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ اس کے ساتھ فلاں چیز بھی خریدو گے (۲) مثلاً کہے کہ یہ کپڑا میں نے تجھ پر اتنے پر بیچا اس شرط کے ساتھ کہ دھلا بھی دوں گا اور سلوا بھی دوں گا۔ اور یہ جو فرمایا کہ جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کا نفع اٹھانا جائز نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز خریدی لیکن ابھی تک قبضہ نہیں کیا کہ نفع پر بیع دے یہ بھی ناجائز ہے۔

### باب کھوٹ حرام ہے

(۳۶۷۷)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھوٹ نہ کیا کرو۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا حسن صحیح ہے (ترمذی/۱/۱۵۶)



## بَابُ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ بَعْضٍ عَلَى بَعْضٍ

عن ابن عمر، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ..... ۴۶۷۹

## بَابُ فِي النَّهْيِ عَنْ سَوْمِ بَعْضٍ عَلَى بَعْضٍ

وعن أبي هريرة، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَسُومُ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ"..... ۴۶۸۰

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۳۶۷۸)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھوت سے منع فرمایا۔ (مسلم ۲/۳)

**فائدہ:-** کھوت اور دھوکہ سے مراد یہاں یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے بائع و مشتری کے پاس ایک تیسرا شخص بیع چیز کی قیمت زیادہ بتاتا ہے اور مقصد اُس چیز کو خریدنا نہیں صرف خریدار کو اس کی خرید پر آمادہ کرنا ہے یا اس کی ایسی خوبیاں بیان کرتا ہے جو اُس چیز میں نہیں ہیں دونوں صورتوں میں خریدار سے دھوکہ اور کھوت ہے یہ حرام ہے۔

## باب ایک کی بیع پر دوسرے کا بیع کرنا منع ہے

(۳۶۷۹)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ

کرے۔ (مسلم ۳/۲)

**فائدہ:-** علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے تین دن کے اختیار کے ساتھ مثلاً چیز خریدی اس کو مدت اختیار میں ایک تیسرا شخص کہتا ہے کہ تو نے وہ چیز مہنگی خریدی ہے میں تجھے اُس سے سستی دیتا ہوں تو وہ چیز بائع کو واپس کر دے اور مجھ سے خریدے۔ اور ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیچنے والے نے خریدار پر چیز بیچی مگر تین دن تک اپنا اختیار رکھا ان تین دنوں کے دوران کسی دوسرے نے اس بائع کو زیادہ قیمت بتائی اور بائع نے وہ چیز زیادہ قیمت کے ساتھ اس شخص پر بیچ دی۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے بائع و مشتری میں بات طے ہو گئی مگر ابھی تک قبضہ نہیں ہوا کہ بائع کو تیسرا شخص زیادہ قیمت دے کر وہ چیز خریدنا چاہتا ہے اور بائع وہ چیز تیسرے شخص کو دے دیتا ہے یہ جائز نہیں ہے۔

## باب ایک کے بھاء پر دوسرے کا بھاء لگانا منع ہے

(۳۶۸۰)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان دوسرے مسلمان کے بھاء پر بھاء نہ لگائے۔ (مسلم ۳/۲)

**فائدہ:-** جب بائع اور خریدار رقم طے کر چکے ہوں اور کوئی معمولی سی بات رہ گئی ہو یا صرف لینا دینا باقی ہو اسی دوران تیسرا شخص آ کر زیادہ قیمت بتا کر وہ چیز خریدنا چاہے یا وہی قیمت ہی دینا چاہتا ہے مگر وجہ (بڑا) آدمی ہے تو اس کی وجہات کی وجہ سے بائع دینے پر مجبور ہوتا ہے

## بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّفْرِيقِ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ

۴۶۸۱..... عن أبي أيوب، قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَجَبَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"، أخرجه الترمذی وقال: "حسن صحيح".

۴۶۸۲..... وعن علي قال: "وَهَبَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ، فَبِعْتُ أَحَدَهُمَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا عَلِيُّ! مَا فَعَلَ غُلَامُكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: رُدَّهُ رُدَّهُ"، أخرجه الترمذی، وقال: "حسن"، وأخرجه الحاكم وصححه.

۴۶۸۳..... وعن علي رضي الله عنه قال: "أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَبِيعَ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ فَبِعْتُهُمَا وَفَرَّقْتُ بَيْنَهُمَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: أَذَرَكُهُمَا وَارْتَجِعَهُمَا وَلَا تَبِعُهُمَا إِلَّا جَمِيعًا". - رواه

اس تیسرے شخص کا خرید لینا اور پہلے خریدار کو محروم بنانا مکروہ ہے ہاں البتہ اگر ان میں ابھی تک بات طے نہ ہوئی ہو تو پھر مکروہ نہیں اور اس حدیث کے وہ مطلب بھی نکل سکتے ہیں جو اس سے پہلے والی حدیث کے بیان ہوئے۔

## باب خرید و فروخت سے قریبی رشتہ داروں میں تفریق کرنا منع ہے

(۳۶۸۱)..... حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا فرمایا جو اس کے بچے میں جدائی پیدا کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی پیدا کرے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی ۱/۱۵۳)

**فائدہ:-** مراد یہ ہے کہ جو لوگ غلام ہوں اور باہم بہت قریبی رشتہ دار ہوں اور کسی شخص کی ملک میں ہوں تو یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بیچ دے اور دوسرے کو اپنی غلامی میں رکھے کیونکہ اس سے دونوں میں جدائی پیدا ہوگئی جیسے یہ حکم ہاں اور اس کے بچے کا ہے ویسے ہی دوسرے قریبی رشتہ داروں کا ہے جب کہ درج ذیل احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳۶۸۲)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دو غلام بہہ کئے جو بھائی تھے تو میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! تیرے غلام کا کیا معاملہ ہوا؟ میں نے بتایا تو فرمایا وہ واپس لے واپس لے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا اور امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ (ترمذی ۱/۱۵۳)

(۳۶۸۳)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا دو غلاموں کو جو بھائی تھے بیچے کا تو میں نے ان کو بیچا لیکن ان میں جدائی کر دی (ایک ایک شخص پر بیچا دوسرا دوسرے شخص پر) پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو

أحمد، وقال في "النيل": قد صححه ابن خزيمة، وابن الجارود، وابن حبان، والحاكم، والطبرانی، وابن القطان، وقال الحافظ: رجاله ثقات۔

۴۶۸۴..... وعن سلمة بن الأكوع، قال: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَثَرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَغَزَوْنَا فَرَازَةَ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَاءِ أَمَرَنَا أَبُو بَكْرٍ فَشَنَّا الْغَارَةَ فَقَتَلْنَا عَلَى الْمَاءِ مَنْ قَتَلْنَا ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُنُقِ فِيهِمُ الدَّرِيَّةُ وَالنِّسَاءُ نَحْوُ الْجَبَلِ وَأَنَا أَغْذُو فِي أَثَرِهِمْ، فَحَسِبْتُ أَنْ يَسْبِقُونِي إِلَى الْجَبَلِ، فَرَمَيْتُ بِهِمْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ، قَالَ: فَجِئْتُ بِهِمْ أَسْوَقَهُمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَبَيْنَهُمْ امْرَأَةٌ مِنْ فَرَازَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ وَأَجْمَلِهِ فَتَلَقَنِي أَبُو بَكْرٍ بِنْتَهَا، فَلَمَّ أَكْشِفْتُ لَهَا ثَوْبًا حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، ثُمَّ بَثَّ فَلَمَّ أَكْشِفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَلَقَيْنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي السُّوقِ، فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ! هَبْ لِي الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! لَقَدْ أَعْجَبْتَنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ

تلاش کرو اور واپس لے اور ان کو اکٹھا ہی بیچ، اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا اور نیل الاوطار میں قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ اس حدیث کو ابن خزيمة اور ابن جبارود اور ابن حبان اور حاکم اور طبرانی اور ابن قطان رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۴۶۸۴)..... حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے ایک غزوہ میں امیر بنایا اور ہم نے ان کی امارت میں قبیلہ فزارہ سے جہاد کیا جب ان کے کنوئیں کے پانی کے قریب ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہم نے خوب لوٹ مار کی اور پانی پر بہت سون کو مار ڈالا پھر میں نے لوگوں کی طرف نگاہ کی تو پہاڑ کی جانب بچے اور عورتیں بھی لوگوں میں شامل تھے اور میں ان کے نیچے دوڑ رہا تھا تو مجھے خطرہ ہوا کہ مجھ سے پہلے پہاڑ پر پہنچ جائیں گے تو میں نے ایک تیر مارا تو وہ ان لوگوں اور پہاڑ کے درمیان جا گرا (اور وہ رک گئے) تو میں ان کو ہٹاتا ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک عورت تھی جس پر خشک چمڑے کی پوتین تھی اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی سب عرب میں سے بہت حسین و جمیل تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی مجھے غنیمت کے حصے کے طور پر دے دی میں نے اس سے جماع نہ کیا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آ گیا پھر رات گزاری تو بھی ابھی تک جماع نہ کیا تھا۔ تو مجھے نبی کریم ﷺ بازار میں ملے اور فرمایا سلمہ! وہ عورت مجھے دے دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ وہ مجھے پسند ہے اور میں نے ابھی تک اس سے جماع نہیں کیا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور مجھے رہنے دیا پھر دوسرے روز بازار میں مجھے ملے تو فرمایا سلمہ! وہ عورت مجھے اللہ کے لئے دے دے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ آپ کیلئے ہے۔ تو آپ ﷺ نے وہ عورت اہل مکہ کے پاس بھیجی ان کے قبضہ میں مسلمان قیدی تھے تو مسلمان قیدیوں کے عوض میں آپ ﷺ نے وہ عورت دیکر قیدیوں کو چھڑایا (احمد، مسلم، ابوداؤد)

وَتَرَكْنِي حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيتُنِي فِي السُّوقِ، فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِيْلَهُ أُبُوكَ، فَقُلْتُ  
هِيَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! قَالَ: فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَفِي أَيْدِيهِمْ أُسَارَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
فَقَدَّاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ، رواه أحمد، ومسلم، وأبو داود۔

### بَابُ تَلَقُّي الْجَلْبِ وَبَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي

۴۶۸۵..... عن أبي هريرة، قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ التَّلَقُّيِ وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ"۔ (بخاری)

### بَابُ الْبَيْعِ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ

۴۶۸۶..... حدثنا مهران، عن سفيان، عن إسماعيل السدي، عن أبي مالك: قال: "كَانَ قَوْمٌ

يَجْلِسُونَ فِي بَيْعِ الزُّبَيْرِ، فَيَسْتَرُونَ وَيَبِيعُونَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَا يَقُومُونَ، فَتَزَلَّتْ

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قریبی رشتہ دار غلام عاقل بالغ ہوں تو ان میں جدائی ڈالنا جائز ہے کہ اس حدیث کے مطابق  
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مال اور بالغ بیٹی میں تفریق کر دی تھی۔ اور حضور ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی تھی البتہ گزشتہ احادیث کے مطابق  
نا بالغوں کو بالغوں سے جدا کرنا جائز نہیں ہے۔

### باب غلہ لانے والے قافلہ کے آگے جا کر غلہ لے لینا اور شہری آدمی کا دیہاتی کے سامان کی خرید و فروخت کرنا

(۳۶۸۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کے آگے جا کر غلہ خرید لینے سے اور شہری کے دیہاتی کیلئے  
خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ۱/۲۸۹)

**فائدہ:-** اگر شہر میں غلہ کی کمی اور تنگی ہو یا آنے والے قافلہ کو شہر کے بھاؤ کا علم نہ ہو اور ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی آدمی  
اہل قافلہ سے آگے جا کر ملے اور ان سے سستے داموں غلہ خرید کر شہر میں مہنگے داموں بیچے تو یہ ممنوع ہے لیکن اگر شہر میں غلہ کی تنگی نہ ہو اور اہل قافلہ  
کی لاعلمی سے فائدہ اٹھانے کی بات نہ ہو بلکہ وہ بھاؤ جانتے ہوں تو قافلہ والوں کے آگے جا کر سامان خرید لینا ناجائز نہیں ہے۔

اور دوسرے جملہ کا مطلب ایک تو وہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے کہ شہری آدمی دیہاتی کا سامان نہ بیچے بلکہ دیہاتی خود آ کر بیچے کہ  
شہری قیمت میں اضافہ سے بھی بچ سکتا ہے اور کسی سے بھی خود دیہاتی بیچ کر اپنی قسمت کی روزی حاصل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ شہری اپنے  
مال دیہاتی پر نہ بیچے یہ اس وقت ہے جب شہر والوں کو تنگی اور محتاجی ہو اور دیہات میں غلہ کی اتنی ضرورت نہ ہو جتنی شہر میں ہو۔

### باب اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کے حکم میں

☆..... (۳۶۸۶) حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ بیچ کر جمعہ کے دن اذان ہو چکنے کے بعد بھی خرید و



﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (ابن جریر ۲۸: ۶۶)۔

۶۸۷..... وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَا بَيْنَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ إِلَى الْإِقَامَةِ، أُنْى انْصَرَفَ الْإِمَامُ، لِأَنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (الدر المنثور ۶: ۲۱۹)، وذكره الحافظ مختصراً في "الفتح" (۳: ۳۲۴)، فهو حسن أو صحيح على أصله۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

۶۸۸..... عن علي بن أبي طالب، قال: "سَيِّئَتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعْصُ الْمُؤَسِّرُ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾، وَيَبَايِعُ الْمُضْطَرُونَ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ" الخ، أخرجه أبو داود۔

فروخت کرتے رہتے اور نہ اٹھتے تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ادا نودی للصلوة من يوم الجمعة کہ جب نماز جمعہ کی اذان ہو جایا کرے تو ذکر اللہ (نماز) کی طرف کوشش کیا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو (تفسیر ابن جریر، طبرانی) (۳۶۸۷)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن پہلی اذان اور اقامت کے درمیان یعنی امام کے نماز سے پھیرنے تک تجارت حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان ہو جائے تو اللہ کی یاد کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو (درمنثور ۶/۲۱۹) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فتح الباری (۳/۳۲۳) میں مختصر ذکر کیا ہے تو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**فائدہ:-** پہلی اذان ہونے پر نماز جمعہ کی تیاری کرنا واجب ہو جاتا ہے اور خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے لیکن اگر خریدار اور بائع نے خرید و فروخت کر لی اور بیع نہ کی تو بیع ہو جائے گی۔

### باب مجبور آدمی کی خرید و فروخت کی ممانعت کا بیان

(۳۶۸۸)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا غریب لوگوں پر مشکل دور آئے گا جس میں مالدار آدمی اپنے پاس موجود سامان بند کر رکھے گا (نہ بیچے گا نہ صدقہ کرے گا) حالانکہ اس کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں ضرورت سے جو زائد ہو اس کو اپنے درمیان نہ رک رکھو اور (اس دور میں) مجبور لوگوں سے خرید و فروخت (خسار دیکر) کی جائے گی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے مجبور سے خرید و فروخت سے منع فرمایا اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ (ابو داؤد ۲/۱۲۳، ۱۲۴)

## بَابُ كَرَاهَةِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۶۸۹..... عن أبي هريرة قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُولُوا: لَا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ"، أخرجه الترمذی، وحسنه (۱۵۸:۱)۔

## بَابُ جَوَازِ الْإِقَالَةِ وَفَضْلِهَا

۴۶۹۰..... عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ" رواه أبو داود، وزاد "ابن ماجه": "يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ ورواه ابن حبان في "صحيحه" بلفظ

**فائدہ:-** درمختار میں ہے کہ مجبور آدمی اسے خرید و فروخت فاسد ہے مطلب یہ ہے کہ مثلاً آدمی کو نلے کی شدید ضرورت ہے اور (گندم زیادہ تر ملتی نہیں تنگی ہے) جس کے پاس ہے وہ عام قیمت سے بہت زیادہ پر بیچتا ہے اب یہ خریدار مجبور ہو کر انتہائی مہنگے داموں خریدتا ہے، یہ ایک آدمی رقم وغیرہ کی شدید ضرورت پڑنے کی وجہ سے گھر کی کوئی چیز مجبوراً بیچنا چاہتا ہے خریدار اس کی شدید مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عام قیمت سے انتہائی کم قیمت پر اس سے خریدتا ہے تو یہ دینداری کے لحاظ سے برا ہے یہ صورت محتاج کی بیع کی ہے اور مجبور و مضطر کی بیع کی صورت یہ ہوگی کہ خرید و فروخت نہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو مثلاً بادشاہ، حاکم کسی کے بیچنے پر مجبور کر دے تو اس صورت میں اگر مجبوراً خرید و فروخت کر دی تو بیع فاسد تو ہوگی لیکن منعقد ہو جائے گی۔

## باب مسجد میں خرید و فروخت مکروہ ہے

(۳۶۸۹)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں خرید یا فروخت کر رہا ہے تو کہو اللہ تیری تجارت نفع مند نہ کرے اور جب کسی کو دیکھو کہ گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کر رہا ہے تو کہو اللہ تعالیٰ تجھے چیز واپس نہ دے اس کو ترمذی (۱۵۸/۱) نے روایت کر کے حسن کہا ہے۔

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ مسجد میں اعتکاف کرنے والے شخص کے سوا (اور اعتکاف کرنے والا بھی سامان مسجد میں حاضر نہ کرے اور اس کو بھی شدید مجبوری ہو) ہر آدمی کیلئے خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا۔

## باب اقالہ جائز ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان

(۳۶۹۰)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان دوسرے مسلمان سے خرید و فروخت میں اقالہ کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں گے۔ ابو داود، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور بیہقی نے

ابن ماجہ، والحاکم فی "المستدرک" بلفظ أبی داؤد، وقال: صحیح علی شرط الشیخین، وعند البیہقی: نَادِمًا (مکان مُسْلِمًا)، کذا فی "نصب الرایة" (۱۸۴:۲) وروی ابن حزم من طریق أبی داؤد بسندہ بلفظ: مَنْ أَقَالَ نَادِمًا، (الحديث)، كما فی "المحلی" (۳:۹)، ولكنه فی "السنن" بلفظ مُسْلِمًا۔

## بَابُ الْإِقَالَةِ فَسَخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدِينَ

### بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ الثَّالِثِ

۶۶۹۱..... عن الحجاج بن المنهال: نا الربيع بن حبيب: "كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلَى السَّوَادِ فِي الطَّعَامِ، وَهُوَ أَكْدَاسٌ قَدْ حُصِدَ، فَنَشْتَرِيهِ مِنْهُمْ الْكَرَّ بِكَذَا وَكَذَا وَنَقْذُ أَمْوَالَنَا، فَإِذَا أَذِنَ لَهُمُ الْعَمَالُ فِي الدَّرَاسِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَبْقَى لَنَا بِمَا سَمَى لَنَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَقَصَ طَعَامَهُ فَيَطْلُبُ إِلَيْنَا أَنْ نَرْجِعَ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ رُؤُوسَ أَمْوَالِنَا، فَسَأَلْتُ الْحَسَنَ عَنْ ذَلِكَ، فَكَرِهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْتَوْفِيَ مَا سَمَى لَنَا أَوْ نَرْجِعَ

اس کو روایت کیا ہے بیہقی اور حاکم نے فرمایا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ (نصب الرایہ ۱۸۴/۲)

**فائدہ:**۔ اقالہ کا مطلب یہ ہے کہ خریدار ایک چیز خرید کر لے گیا پھر اسی دن یا دوسرے کسی دن وہ چیز واپس لایا اور بائع سے کہا کہ چیز واپس لے لیں اور مجھے پیسے واپس کر دیں تو چیز واپس لینا بہت فضیلت والا عمل ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

### بَابُ اِقَالَةِ دُوْعَقْدِ كَرْنِ وَالْوَلِ كَرْنِ فِي حَقِّ مِيْنِ نِيْ بَيْعِ

**فائدہ:**۔ مطلب یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے کے بعد خریدار نے بیع چیز بائع کو واپس کر کے قیمت واپس لے لی تو اگر یہ خرید و فروخت ایسی چیز کی ہوئی تھی جس میں تیسرے شخص کو مشا حق شفعہ حاصل ہوتا تھا لیکن اس نے اپنا حق شفعہ پہلے استعمال نہیں کیا اب جب خریدار نے وہ چیز بائع کو واپس کر دی تو بائع پر واپس ہوتے ہی اُس تیسرے شخص کو معلوم ہونے پر حق شفعہ حاصل ہوگا اب بائع کے خلاف (جو اب خریدار ہے) حق شفعہ استعمال کر سکتا ہے۔

(۳۶۹۱)..... حضرت ربیع بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم دیہاتوں میں جا کر غلے کے کھیت کٹ جانے کے بعد سودا کرتے تو ایک مگر گندم خاص قیمت کے ساتھ خرید لیتے اور مال (پیسے) فوری دے دیتے پھر جب مزدور گاہنے کی اجازت لے لیتے (اور گاہ دیتے) تو (صاف ہونے کے بعد) کوئی تو ہمیں وہی مقدار دے دیتا جو مقرر ہوتی اور کوئی کہتا کہ میرا غلہ کم ہو گیا ہے تو وہ چاہتا کہ جس قدر ہمیں کم ملا ہم اس قدر اپنا اُس المال (رقم) واپس لے لیں تو میں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے ناپسند کیا ہاں جب ہماری

أَمْوَالَنَا كُلَّهَا، وَسَأَلْتُ ابْنَ سِيرِينَ، فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ ذَرَاهُكَ بِأَعْيَانِهَا فَلَأَبَاسٌ، وَسَأَلْتُ عَطَاءً، فَقَالَ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ رَفَقْتَ وَأَحْسَنْتَ إِلَيْهِ، أخرجه ابن حزم في "المحلى" محتجا به (۵:۹)۔

۴۶۹۲..... وعن أبي سعيد الخدري قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ أَسْلَمَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَتَصَرَّفُ إِلَيْهِ غَيْرُهُ" رواه أبو داود والترمذي، وقال: حديث حسن (زيلي ۱۹۴:۲)۔

۴۶۹۳..... حدثنا محمد بن ميسرة عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، عن عبد الله بن شعيب، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يُسَلِّفُ لَهُ فِي الطَّعَامِ، وَيَقُولُ لِلَّذِي يُسَلِّفُ لَهُ: لَا تَأْخُذْ بَعْضَ رَأْسِ مَالِنَا أَوْ بَعْضَ طَعَامِنَا، وَلَكِنْ خُذْ رَأْسَ مَالِنَا كُلَّهُ أَوْ الطَّعَامَ وَافِيًا، رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" (زيلي ۱۹۴:۲)۔ محمد بن ميسرة من رجال البخاري صدوق، وفي "الدراية" إسناده جيد (۲۸۹)۔

مقرر کردہ مقدار غلہ ہمیں دیں یا ہم اپنے سارے مال کو واپس لے لیں تو یہ درست کہا اور امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا تو فرمایا اگر واپس تیسرے معین درہم ہوں تو حرج نہیں اور حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا تو فرمایا میرا خیال ہے کہ تو نے (جتنا غلہ ملا وہ لیکر اور کچھ باقی رقم لیکر مہربانی کی اور اچھا کیا۔ اس کو ابن حزم رحمہ اللہ نے حجت بناتے ہوئے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** حضرت عطاء رحمہ اللہ نے اس قدر اقالہ کرنے کو بھی بہتر قرار دیا۔ فقہاء کے اختلاف سے معلوم ہوا کہ اقالہ نہ تو پورے طور پر بیع کا نسخہ ہے اور نہ پورے طور پر نئی بیع ہے بلکہ کچھ حد تک نسخ اور کچھ حد تک بیع ہے۔

(۳۶۹۲)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی چیز میں بیع مسلم کرے اس کو قبضہ میں لینے سے پہلے کسی اور کی طرف نہ پھیر دے۔ اس کو ابوداؤد (۱۳۵/۲)، (ابن ماجہ ۱۶۵) اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ بیع پر قبضہ سے پہلے کسی اور کی طرف نہ پھیر دے یعنی کسی اور کے ہاتھوں نہ بیچ دے اس سے معلوم ہوا کہ خریدار اپنے بائع پر پھیر سکتا ہے اسی کو اقالہ کہتے ہیں۔

(۳۶۹۳)..... عبد اللہ بن شعیب سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کیلئے غلہ میں بیع مسلم کی جاتی تھی تو جو یہ معاملہ کرتا اس کو فرماتے تھے (اگر اقالہ کرنا پڑے) تو ہماری رقم کا تھوڑا سا حصہ یا ہمارے خریدے ہوئے غلہ کا تھوڑا حصہ نہ لینا بلکہ یا ہماری دی ہوئی ساری رقم واپس لینا یا خریدہ ہوا پورا غلہ لینا (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کا راوی محمد بن میسرہ بخاری کا راوی اور سچا ہے درایہ میں ہے کہ اس حدیث کی سند عمدہ ہے۔



۴۶۹۴..... أخبرنا معمر، عن قتادة، عن ابن عمر، قال: "إِذَا أُسْلِفَتْ فِي شَيْءٍ فَلَا تَأْخُذْ إِلَّا رَأْسَ مَالِكَ أَوْ الَّذِي أُسْلِفَتْ فِيهِ"۔ رواه عبد الرزاق في "المصنف"، وفي "الدراية" (۲۸۹) إسناده منقطع۔

۴۶۹۵..... وروى البيهقي في "سننه" (۲۷:۶) عن ابن عباس: "إِذَا أُسْلِمَتْ فِي شَيْءٍ فَلَا بُدَّ أَنْ تَأْخُذَ بَعْضُ سَلَمِكَ وَبَعْضُ رَأْسِ مَالِكَ، فَذَلِكَ الْمَعْرُوفُ"۔

قال البيهقي: "والمشهور عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ" ۱۵، فدل على صحة هذا المنقطع۔

**فائدہ:-** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر رقم پہلے دی ہو اور چیز بعد میں لے تو اگر بائع وہ چیز مقررہ مقدار میں نہ دے سکے تو یہ نہ کر دے کہ جتنی مقدار میں دے سکے اتنی مقدار کی لے لو اور اس مقدار کی رقم ادا کر کے باقی رقم واپس لو بلکہ یا رقم ساری واپس لے لو اور چیز مقررہ مقدار میں نہ ہونے کی وجہ سے بیع ختم کر دیا یا بائع خریدی ہوئی چیز پوری مقدار میں حوالے کرے۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اقالہ بیع ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیع ختم کرنے کی صورت میں پوری رقم واپس لینے کا فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اقالہ بیع ہے اس لئے دی ہوئی کل قیمت واپس کئے بغیر بہتر نہیں ہے

(۳۶۹۳)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جب تو نے کسی چیز کی بیع مسلم کی ہے (رقم پہلے دی ہے اور چیز بعد میں لینی ہے) تو وصول کرتے وقت یا تو اپنا اس المال (ساری رقم) واپس لے لیا وہی چیز لو جس کی بیع مسلم کی ہے۔ اس کو امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند منقطع ہے (اس میں حرج نہیں کیونکہ مرسل اور منقطع احناف کے ہاں حجت ہے)۔

(۳۶۹۵)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم نے کسی چیز میں بیع مسلم کی ہو تو اگر (لیتے وقت) کچھ وہ چیز جس میں بیع ہوئی اور کچھ اپنی رقم واپس لو تو حرج نہیں ہے۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن (۶/۲۷) میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے (جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حرج نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقطع روایت صحیح ہے۔

**فائدہ:-** چیز کی ادائیگی کے وقت اگر بائع پوری بیع نہ ادا کرے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ آدمی بیع نہ لو کل لوور نہ کل رقم واپس لے لو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں اگر بائع کل بیع نہ دے سکے اور کچھ دے تو اس کے حساب سے رقم دے کر اور بقیہ رقم واپس لیکر اقالہ کر لو تو حرج نہیں اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ اقالہ پورے طور پر بیع نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے بیع ہے اور ایک لحاظ سے نئی بیع ہے۔

۴۶۹۶..... عن سعید بن منصور: ثنا أبو شهاب، عن داؤد بن أبی ہند، عن عکرمۃ عن ابن عباس: "أَنَّ كَرِهَ أَنْ يُتَّبَعَ النَّبِيُّ ثُمَّ يَرُدُّ وَمَعَهُ ذَرَاهِمٌ"۔ رواہ البیہقی فی "سننہ" (۲۷:۶) بسندہ واحتج بہ، وهو سند صحیح، فإن أبا شهاب عبد ربہ بن نافع من رجال البخاری صدوق، والباقر لا یسأل عنهم۔

۴۶۹۷..... عن عطیۃ العوفی عن أبی سعید الخدری قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ أَسْلَمَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفُهُ إِلَى غَيْرِهِ" رواہ "أبو داؤد" و "ابن ماجہ" و "الترمذی" وحسنہ، وقال: "لَا أَعْرِفُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَعَطِيَّةُ الْعَوْفِيُّ ضَعْفُهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ، وَالتِّرْمِذِيُّ يَحْسُنُ حَدِيثَهُ، فَهُوَ مُخْتَلَفٌ فِيهِ، فَحَدِيثُهُ حَسَنٌ (فتح القدیر ۶: ۲۳۱)، وَفِي التَّرْغِيبِ (۵۳۰) لِلْمَنْذَرِيِّ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ ضَعِيفٌ يَكْتُبُ حَدِيثَهُ، وَوَقَّعَ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ، وَحَسَنَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ غَيْرَ مَا حَدِيثُ، وَأَخْرَجَ حَدِيثَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي "صَحِيحِهِ"، وَقَالَ: فِي الْقَلْبِ مِنْهُ شَيْءٌ أَهْ قُلْتُ: وَمِثْلُهُ حَسَنُ الْحَدِيثِ عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي الْمَقْدَمَةِ۔

(۳۶۹۶)..... حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی چیز خرید لے پھر دینے والے کو اس کے ساتھ کچھ دھرم بھی بائع کو دے دے۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن (۶/۲۷) میں روایت کیا اور اس سے حجت لی ہے اور اس کی سند صحیح ہے کیونکہ ابو شہاب عبد ربہ بن نافع بخاری شریف کے راویوں میں سے اور سچا ہے اور باقیوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔  
**فائدہ:-** اس سے ثابت ہوا کہ اقبالہ پہلے دی ہوئی رقم پر ہونا چاہیے کم یا زیادہ پر نہ ہو تو اس سے اقبالہ کا فسخ ہونا ثابت ہوا۔

(۳۶۹۷)..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے کسی چیز میں بیع سلم کی تو وہ اس چیز کو (قبضہ سے پہلے) کسی اور شخص کی طرف (بیع کر کے) نہ پھیر دے، اس حدیث کو ابو داؤد (۲/۱۳۵)، ابن ماجہ (۱۶۵) اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے حسن کہا اور فرمایا اس کا مرفوع ہونا میں اسی سند سے جانتا ہوں۔ اور اس کے راوی عطیہ عوفی کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے جبکہ امام ترمذی اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں تو یہ مختلف فیہ ہوا لہذا اس کی حدیث حسن ہوگی (فتح القدیر) اور امام منذری کی ترمذی میں ہے کہ ابو حاتم فرماتے ہیں یہ راوی ایسا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے اور امام بیہقی بن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور ترمذی نے اس کی کئی حدیث کو حسن قرار دیا اور ابن خزیمہ نے اپنی تصحیح میں اس کی حدیث روایت کی اور فرمایا اس راوی کے بارے میں میرے دل میں خدشہ ہے۔ میں کہتا ہوں ایسے راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیع سلم کی صورت میں بیع چیز پر قبضہ سے پہلے اس کو دوسرے شخص پر نہیں بیچ سکتا دوسرا مطلب

## بَابُ التَّوْلِيَةِ وَالْمُرَابَحَةِ

۶۶۹۸..... عن سعيد بن المسيب عن النبي ﷺ، قَالَ: "التَّوْلِيَةُ وَالْإِقَالَةُ سَوَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ" رواه عبد الرزاق في مصنفه كذا في نصب الراية وفي فتح القدير (۱۲۳: ۶) - أخرجه عبد الرزاق أخبرنا معمر عن ربيعة بن عبد الرحمن عن سعيد بن المسيب عن النبي ﷺ، قَالَ: "التَّوْلِيَةُ وَالْإِقَالَةُ وَالشِّرْكَةُ سَوَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ"، ولا خلاف في مرسل سعيد -

۶۶۹۹..... وروى البخارى عن عائشة في حديث الهجرة: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: خُذْ بَابِي أَنْتَ وَأَبْنَى إِحْدَى رَجُلَتَيَّ هَاتَيْنِ، فَقَالَ ﷺ: بِالثَّمَنِ - وفي مسند أحمد بلفظ: قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ -

حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ایک چیز میں بیع سلم ہو گئی اب بائع خریدار کو دوسری چیز کی طرف نہ پھیر دے وہی چیز حوالے کرے اور خریدار بائع کو دوسری چیز کی طرف نہ پھیرے اسی چیز کو لے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اقالہ پورے طور پر فسخ نہیں ہے بلکہ نئی بیع کے ساتھ اس کی مشابہت بھی ہے اس لئے بیع کی طرح قبضہ سے پہلے اس میں تبدیلی و تصرف جائز نہیں ہے۔

### باب بیع تولیہ اور مرابحہ کا بیان

**فائدہ:-** بیع تولیہ یہ ہے کہ جتنے پیسوں پر چیز خریدی ہے اتنے ہی پیسوں پر دوسرے شخص پر بیچنے کی بات ہو مثلاً کہیں کہ میں یہ چیز بیع تولیہ کے طور پر آپ پر بیچتا ہوں اور صورت یہی ہوگی کہ جتنے پر خریدی اتنے پر دے گا اور اگر طے ہو کہ جتنے پر خریدی ہے اس سے مثلاً ۱۰ روپے نفع پر آپ پر میں نے بیچی تولیہ بیع مرابحہ ہے۔

(۳۶۹۸)..... حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیع تولیہ اور اقالہ برابر ہیں (ایک چیز ہیں) اس میں حرج نہیں ہے۔ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (نصب الراية، فتح القدير) فتح القدير میں مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے لفظ ہیں کہ تولیہ اور اقالہ اور شرکت برابر ہیں ان میں حرج نہیں ہے۔ یہ سعید بن مسیب کی مرسل ہے۔ اور ان کی مرسل حجت ہو نے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

**فائدہ:-** تولیہ اور اقالہ کی وضاحت گزر گئی ہے اور شرکت یہ ہے کہ کسی آدمی کی چیز کی جو قیمت ہے آدمی قیمت ادا کر کے اس آدمی کے ساتھ اُس چیز میں شریک بن سکتا ہے۔ بیع تولیہ اور مرابحہ اور شرکت میں چیز کی اصل قیمت جس پر خریدی گئی ہے بتانا اور اس کا جاننا ضروری ہے ورنہ بیع فاسد ہوتی ہے۔

(۳۶۹۹)..... امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حدیث ہجرت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سواری کی دواؤں میں

وذكر ابن إسحاق في "السيرة" "فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا أَرْكَبُ بَعِيرًا لَيْسَ لِي، قَالَ فَهِيَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: لَا! وَلَكِنْ بِالْثَمَنِ الَّذِي ابْتِغَيْتَ بِهِ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِذَلِكَ"۔ الحديث۔

۴۷۰۰..... أخرج البيهقي من طريق ابن عون، عن محمد (هو ابن سيرين): أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَشْتَرِي الْعَبِيرَ، فَيَقُولُ: مَنْ يُزْبِحُنِي عُقْلَهَا مَنْ يَضَعُ فِي يَدَيَّ دِينَارًا، لَمْ يَعْلَمْ الْبَيْهَقِيُّ (۳۲۹:۵)، وَلَا ابْنُ التَّرْكَمَانِيُّ بِشَيْءٍ، فَالْحَدِيثُ حَسَنٌ، أَوْ صَحِيحٌ۔

۴۷۰۱..... ومن طريق أحمد بن حنبل: ثنا وكيع، ثنا مسعر، عن أبي بحر، عن شيخ ليـم قال: "رَأَيْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِزَارًا غَلِيظًا، قَالَ: اشْتَرَيْتُ بِخُمْسَةِ دَرَاهِمٍ فَمَنْ أَرْبَحْنِي فِيهِ دِرْهَمًا بَعْتُهُ إِثَاءً"۔ قُلْتُ: وَهَذَا سَنَدٌ صَحِيحٌ غَيْرَ أَنْ فِيهِ شَيْخًا لَمْ يَسْمَعْ، وَأَبُو بَحْرٍ لَيْسَ هُوَ الْبَكْرَاوِيُّ الضَّعِيفُ بَلْ هُوَ ثَعْلَبَةُ بْنُ مَالِكٍ نَزِيلُ الْبَصْرَةِ مَوْلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَنْهُ الْقَاسِمُ بْنُ شَرِيحٍ، وَأَبُو أَبِي لَيْلَى، وَشُعْبَةُ، وَالْمَسْعُودِيُّ وَغَيْرُهُمْ، قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: صَالِحُ الْحَدِيثِ، وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَانَ فِي

کرم ﷺ کے سامنے کر کے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ان میں سے ایک آپ لے لیں آپ ﷺ نے فرمایا تم کے ساتھ لوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس اونٹ پر وراثتیں ہوں گا جو میرا نہ ہو عرض کیا یا رسول اللہ تو یہ آپ کا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بلکہ اتنی قیمت پر میرا ہو گیا جتنی پر تو نے خریدا ہے۔ عرض کیا میں نے اتنی اتنی پر خریدا ہے فرمایا بس میں نے اتنی اتنی قیمت پر اس کو لیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بیع تولیہ کا ثبوت واضح ہے۔ اور یہ بھی کہ اس بیع میں پہلی قیمت معلوم ہونا ضروری ہے۔

(۳۷۰۰)..... حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قافلہ کا سامان خریدتے تھے پھر فرماتے تھے کون ہے جو مجھ پر اس کی ری کا بیع مرا بحوالہ معاملہ کرے؟ کون ہے جو میرے ہاتھ میں ایک دینار (زائد) رکھے؟ (بیہقی ۵/۳۲۹) اس حدیث کو نہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا نہ ابن الترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تولیہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بیع مرا بحوالہ کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۳۷۰۱)..... ابو بحر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موٹا تہبند لئے ہوئے دیکھا اور کہہ رہے تھے کہ یہ میں نے پانچ درہم پر خریدا ہے تو کون ہے جو اس میں مجھ سے ایک درہم زائد دے کر بیع مرا بحوالہ معاملہ کرتا ہے کہ میں یہ اس پر بیع دوں؟ (نہ بیہقی ۵/۳۳۰) میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے مگر اس میں ابو بحر کے شیخ کا نام ذکر نہیں ہوا اور ابو بحر بکراوی مرا نہیں بلکہ یہ ثعلبہ بن مالک ہے بصرہ کا رہنے والا حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا آزاد کردہ غلام جس سے قاسم بن شریح، ابن ابی لیلیٰ، شعبہ اور مسعودی وغیرہم روایت کرتے ہیں ابو حاتم فرماتے ہیں صالح الحدیث ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔



”الثقات“، کذا فی ”تعجیل المنفعة“ (۶۴)، قال البیهقی: وروینا عن شریح وسعید بن المسیب وإبراهیم النخعی: ”أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ بَيْعَ دَهْ دَوَاؤَدَهْ“۔

۴۷۰۲..... ومن طریق سعید بن منصور: ثنا سفیان، عن عبید اللہ بن أبی زیاد، أو یزید: ”سمع ابن عباس یُنْهَی عَنْ بَيْعِ دَهْ يَاؤَدَهْ أَوْ دَوَاؤَدَهْ۔ وَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ بَيْعُ الْأَغَاظِ“، قال البیهقی (۳۳:۵): وَهَذَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا نَهَى عَنْهُ إِذَا قَالَ: هُوَ لَكَ بِدَهْ يَاؤَدَهْ، أَوْ قَالَ: بِدَهْ دَوَاؤَدَهْ وَلَمْ يُسَمِّ رَأْسَ الْمَالِ، ثُمَّ سَمَاهُ عِنْدَ التَّقْدِ، وَكَذَلِكَ مَا رَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي ذَلِكَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُشْتَرَى قَبْلَ الْقَبْضِ

۴۷۰۳..... عن ابن عباس، قال: ”أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ“ (بخاری ۲۸۶:۱)۔

(تجلیل المنفعة) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ شریح اور سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی سے ہمیں روایت ملی ہے کہ وہ دس والی چیز بارہ پر بیچنا جائز ٹھہراتے تھے۔

(۴۷۰۲)..... عبید اللہ بن ابی زیاد یا عبید اللہ ابن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ دس پر لی ہوئی چیز گیارہ یا بارہ پر بیچنے سے روک رہے تھے اور فرمایا یہ عجمیوں کی بیع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کلام کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت فرمائی جب آدمی بیچنے ہوئے کہے کہ فلاں چیز تیری ہوگئی دس گیارہ یا کہے دس بارہ پر اور (یوں کہہ کر بیع کریں اور) قیمت کا تقرر نہ ہو پھر وصولی کے وقت تقرر کرے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو ممانعت مروی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہوگا۔

**فائدہ:** حدیث کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ بیع مرابحہ سے منع فرما رہے تھے کہ دس والی بارہ پر بیچو کہ کھد وہ دس کی چیز ہے میں بارہ پر بیچتا ہوں۔ امام بیہقی اس مطلب کو نہیں لے رہے اور دوسرا مطلب بیان فرما رہے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیع کے وقت قیمت کا پوری طرح تقرر نہ ہو مثلاً یہ چیز میں تجھ پر دس بارہ پر بیچتا ہوں پھر قیمت کی وصولی کے وقت دس یا بارہ لیکر دو میں سے ایک کا تعین کرے یہ درست نہیں پہلے مطلب سے یہ دوسرا مطلب لینا بہتر ہے۔

### بَابُ قَبْضِهِ كَرْنِ سَے پہلے خریدنے والا چیز نہ بیچے

(۴۷۰۳)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس صورت سے نبی ﷺ نے منع فرمایا وہ یہ ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے غلہ بیچ دیا جائے۔ (بخاری ۲۸۶/۱)

**فائدہ:** غلہ ہو یا مقولات میں سے کوئی اور چیز اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ

۴۷۰۴..... قال البزار في مسنده: حدثنا محمد بن عبد الرحيم، ثنا مسلم أبجرى، ثنا مخلد بن حسين، عن هشام بن حسان، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ، صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي، فَيَكُونُ لِصَاحِبِهِ الزِّيَادَةُ وَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ“ (نصب الراية ۲: ۱۸۶)، وقال في ”الدراية“: إسناده جيد، وقال الحافظ في ”الفتح“: بإسناد حسن- وأخرجه ابن ماجة وغيره عن جابر بإسناد فيه محمد بن أبي لیلی بدون قوله: ”فَيَكُونُ لِصَاحِبِهِ الزِّيَادَةُ، وَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ“، وأخرجه ابن أبي شيبة عن الحسن عن النبي ﷺ مرسلًا-

### باب غلہ خرید کر آگے دوسرے پر اس وقت تک نہ بیچو جب تک دو پیمانے نہ ناپ لیں

(۴۷۰۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک بیچنے والے کا صاع دوسرا خریدنے والے کا صاع تو اس طرح کرنے سے زائد مقدار ہو تو مالک کی ہوگی کم ہو تو بھی اسی کا نقصان ہوگا (نصب الراية) درایہ میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے مختصر نقل کیا ہے جس کی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی سے غلہ خرید کر لایا تو بائع نے اس کو وزن کر کے دیا ہے پھر جب یہ خریدار تیسرے شخص پر بیچے تو اس کو بھی وزن کر کے دے پہلے بائع کے وزن پر پھر دوسرے کے وزن کے بغیر تیسرے شخص کو نہ دے دے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب پہلے بائع نے خریدار کے سامنے وزن نہیں کیا اور نہ خریدار نے اپنی غیبت میں وزن کر رکھے کا کہا بلکہ بائع نے اپنے طور پر خریدار کی غیر موجودگی میں وزن کیا، لیکن اگر بائع نے خریدار کی موجودگی میں وزن کیا یا اس کے حکم سے اس کی غیر موجودگی میں وزن کیا تو اب جب خریدار تیسرے شخص پر بیچے تو خریدار پر وزن کر کے دینا لازم نہیں ہے۔

۴۷۰۵..... وقال عبدالرزاق في "مصنفه": أخبرنا معمر، عن يحيى بن أبي كثير، أن عثمان بن عفان و حكيم بن حزام كانا يتباعان التمر ويبعلاه في غرائر ثم يبيعانه بذلك الكيل، فنهاهم رسول الله ﷺ أن يبيعه حتى يكيلاه لمن ابتاعه منهما (نصب الراية ۲: ۱۸۶)، وهو مرسل صحيح، وقال البيهقي: قد روى ذلك موصولا من أوجه إذا ضم بعضها إلى بعض قوى مع ما سبق من الحديث الثابت عن ابن عمر وابن عباس وغيرهما في هذا الباب۔

### بَابُ بَيْعِ الصِّكَاكِ

۴۷۰۶..... عن سليمان بن يسار: "أَنَّ صِكَالَ التُّجَّارِ خَرَجَتْ فَاسْتَأْذَنَ التُّجَّارُ مَرْوَانَ فِي بَيْعِهَا فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: أَذْنَتَ فِي بَيْعِ الرِّبَا وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُشْتَرَى

(۴۷۰۵)..... حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حکیم بن حزامؓ کھجور خرید کر برتنوں میں ڈال دیتے پھر اسی پہلی کیل کے ذریعہ ہی آگے بچھ دیتے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو منع فرمایا کہ جب تک اپنے سے خریدنے والے کو کیل نہ دو نہ بیچو (نصب الراية) یہ روایت مرسل صحیح ہے اور امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ موصول طریقے یہ بھی کئی سندوں سے مروی ہے کہ جب بعض کو بعض سے ملایا جائے تو قوی ہو جاتی ہے، پھر اس باب میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ وغیرہما سے روایت بھی گزر چکی ہے (وہ بھی اس کی مؤید ہے)

**فائدہ:-** اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے کہ حضرت عثمانؓ وغیرہ کے سامنے بائع نہ تولتے تھے اس وجہ سے آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ دوسروں کو تولے بغیر نہ دے دیا کرو بلکہ اپنے خریدار کو تول کر دیا کرو۔

### باب چیک کی خرید و فروخت کے بیان میں

(۴۷۰۶)..... حضرت سلیمان بن یسارؓ سے روایت ہے کہ (حکومت کی طرف سے) تاجروں کے چیک نکلے تو تاجروں نے مروان سے ان کے بیچنے کی اجازت چاہی اس نے ان کو اجازت دے دی پھر حضرت ابو ہریرہؓ ان کے پاس آئے اور فرمایا کیا آپ نے سودی خرید و فروخت کی اجازت دے دی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی غلہ خرید کر موصول کر لینے سے پہلے بیچ ڈالے؟ سلیمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ مروان نے اپنے نوکر چاکرا دھر ادھر بھیجے انہوں نے وہ چیک ان لوگوں سے چھین لئے جو اس گناہ سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔

الطَّعَامُ، ثُمَّ يُبَاعُ حَتَّى يُسْتَوْفَى؟ قَالَ سَلِيمَانُ: فَرَأَيْتُ مَرْوَانَ بَعَثَ الْخَرَسَ، فَجَعَلُوا يَنْتَزِعُونَ الصِّكَاكَ مِنْ أَيْدِي مَنْ لَا يَتَخَرَّجُ مِنْهُمْ“، رواه أحمد بإسناد صحيح (مسند ۳: ۳۲۹)۔

### تِمَّةُ بَابِ بَيْعِ الصُّكُوكِ

۴۷۰۷..... مالک: أنه بلغه ”أن صُكُوكًا خَرَجَتْ لِلنَّاسِ فِي زَمَانِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ طَعَامِ الْجَارِ قَتَابِيعَ النَّاسِ تِلْكَ الصُّكُوكُ بَيْنَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفَوْهَا، فَدَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَقَالَا: أَتَجَلُّ بَيْعَ الرَّبَا يَا مَرْوَانُ؟ فَقَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ، وَمَا ذَلِكَ؟ فَقَالَا: هَذِهِ الصُّكُوكُ تَبَاعِيهَا النَّاسُ ثُمَّ بَاغَوْهَا قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفَوْهَا، فَبَعَثَ مَرْوَانُ الْخَرَسَ يَنْزِعُونَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ وَيَرُدُّونَهَا إِلَى أَهْلِهَا“، كذا في ”الموطأ“ (۲۶۴)، ولا يخفى أن بلاغات مالک حجة عند القوم، وقد وصله أحمد، كما مر۔

(۴۷۰۷)..... امام مالک رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی کہ مروان بن حکم کے دور میں لوگوں کیلئے جار مقام کے غلہ کے چیک نکلے تو وصول کرنے سے پہلے انہوں نے باہم فروخت کرنے شروع کر دیئے تو حضرت زید بن ثابت اور ایک اور صحابی مروان بن حکم کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا اے مروان! کیا تو سود کی خرید و فروخت کی اجازت دے چکا ہے؟ مروان نے کہا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ کیا ہوا؟ فرمایا چیک لوگ خرید و فروخت کر کے غلہ وغیرہ وصول کرنے سے پہلے فروخت کر رہے ہیں تو مروان نے چیک بھیجے جو لوگوں کے ہاتھوں سے چھین کر چیک کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیتے تھے (موطأ ۲۶۴) اور ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے بلاغات محدثین کے ہاں حجت ہیں اور امام احمد نے اس کو موصول بھی بیان کیا ہے۔

**فائدہ:-** حدیث میں ذکر کئے ہوئے چیک سے مراد یہ ہے کہ حکام بعض لوگوں کو کھانے وغیرہ ضروریات اور تنخواہ کیلئے چیک دیتے تھے جس میں غلہ وغیرہ کی مقدار لکھی ہوتی تھی اور وہ لوگ اس کو دکھا کر حاصل کر سکتے تھے پھر تا جرم کے لوگ وہ چیک ان غریبوں اور مستحقین سے پیسوں کے عوض خرید لیتے تھے اور چیک دکھا کر غلہ وغیرہ خود نکال لیتے تھے۔ اس صورت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جس کا چیک نکلے اس چیک کو دوسرے شخص پر بیچ دے اس کو علماء احناف جائز ٹھہراتے ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ جس کا چیک نکلا اُس سے خریدنے والا بیت المال سے لکھی ہوئی غلہ وغیرہ کی مقدار نکلائے بغیر وہ غلہ تیسرے شخص پر بیچ دے اس کیلئے حکم یہ ہے کہ جب تک غلہ وغیرہ وصول نہ کرے تب تک تیسرے شخص پر نہ بیچے کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے چیز بیچنا جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اس مضمون کی حدیث پر باب باندھا ہے کہ ایک شخص کا کسی پر قرض ہے یا وظائف ہیں اس کو وصول کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے



۴۷۰۸..... مالک عن یحیی بن سعید، أنه سمع جمیل بن عبد الرحمن المؤذن یقول لسعید بن المسیب: إِنِّی رَجُلٌ أَتْبَعُ مِنَ الْأَزْزَاقِ الَّتِیْ یُعْطِی النَّاسُ بِالْجَارِ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أُرِيدُ أَنْ أُبِيعَ الطَّعَامَ الْمَضْمُونُ عَلَیَّ إِلَى أَجَلٍ، فَقَالَ سَعِیدٌ: أُرِيدُ أَنْ تُؤْفِقَهُمْ مِنْ تِلْكَ الْأَزْزَاقِ الَّتِیْ اتَّبَعْتَهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَتَنَاهَا عَنْ ذَلِكَ، كَذَا فِی "الموطأ" ایضاً (۲۶۵)۔

۴۷۰۹..... وأخرج البیهقی من طریق سفیان عن معمر عن الزہری عن ابن عمر وزید ابن ثابت: أَنَّهُمَا كَانَا لَا یَرِیَانِ بَیْعَ الرِّزْقِ بَأْسًا، وَعَنْ سَفِیَانَ عَنْ إِسْمَاعِیلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ أَنَّهُ لَمْ یَكُنْ یَرِیْ بَأْسًا بِبَیْعِ الرِّزْقِ وَیَقُولُ: لَا یَبِيعُهُ الَّذِیْ اشْتَرَاهُ حَتَّى یَقْبِضَهُ، قَالَ الْبِیهَقِیُّ: وَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِمَا رَوَى فِی ذَلِكَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ وَسِیَّاتِی قُلْتُ: سَكَتَ عَنْهُ الْبِیهَقِیُّ وَأَقْرَهُ عَلَيْهِ ابْنُ التَّرْكَمَنِیِّ فَالْحَدِیْثُ حَسَنٌ أَوْ صَحِیحٌ۔

بیچنا۔ پھر اس کا حکم ذکر فرمایا کہ وصولی سے پہلے بیچنا درست نہیں ہے۔ ہاں جس پر (غلہ وغیرہ) قرض ہے اسی پر وصولی سے پہلے بیچنا چاہیے تو درست ہے (موطا امام محمد ص ۳۵۵)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی صورت مسئلہ یہ بنتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کو بطور قرض مثلاً گندم دی پھر وہ گندم وصول کرنے سے پہلے ہی تیسرے شخص پر بیچتا ہے یہ درست نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لشکر نے کافروں پر حملہ کر کے مال غنیمت حاصل کیا مگر مال غنیمت ہر ایک مجاہد کو ملنے سے پہلے کوئی مجاہد مشترک مال غنیمت میں سے غلام آزاد کرتا ہے یا کوئی چیز بیچتا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے متعین نہیں ہوئی (اگرچہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے) تو یہ آزاد کرنا اور بیچنا نافذ نہ ہوگا۔

(۴۷۰۸)..... حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے جمیل بن عبد الرحمن مؤذن کو حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا کاروبار ہے کہ میں جار مقام میں لوگوں کو ملنے والے وظائف خریدتا ہوں پھر چاہتا ہوں کہ ان وظائف (غلوں وغیرہ) کو (جن کی ضمان میرے ذمہ ہوتی ہے) ایک میعاد مقرر کر کے فروخت کر دوں (تو ایسا کر سکتا ہوں؟) حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ (جن) لوگوں (پر غلہ وغیرہ بیچا ہے ان) کو اس غلہ میں سے ادا کرے جو تو نے خریدا ہے؟ جمیل نے کہا ہاں تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس سے روکا (موطا امام مالک ۵۸۶، موطا امام محمد ۳۵۵)

**فائدہ:-** یعنی جمیل مؤذن ان لوگوں سے جن کو وظائف ملتے تھے وہ وظائف (غلہ وغیرہ) ادھار پر خرید لیتے تھے پھر (جن لوگوں سے غلہ خریدا ہوتا) ان کو خریدے ہوئے غلہ میں سے قیمت کی ادائیگی کرنا چاہتے تھے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع فرمایا

(۴۷۰۹)..... امام زہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما وظائف کے طور پر ملنے والے مال کے بیچنے میں

۴۷۱۰..... أخرج البيهقي من طريق مالك، عن نافع مولى عبد الله بن عمر: أَنَّ حَكِيمَ بْنَ جَزَامٍ ابْتَنَعَ طَعَامًا أَمَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ فَبَاعَ حَكِيمُ الطَّعَامَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ فَسَمِعَ بِذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَدَّ عَلَيْهِ، وَقَالَ: لَا تَبِعْ طَعَامًا ابْتِغَاءً حَتَّى تَسْتَوْفِيَهُ، سَكَتَ عَنْهُ الْبَيْهَقِيُّ، وَأَقْرَهُ عَلَيْهِ ابْنُ التَّرْكَمَانِيِّ، وَلَمْ يَعْلَمْ بِشَيْءٍ - قال البيهقي: "فَحَكِيمُ كَانَ قَدِ اشْتَرَاهُ بْنُ صَاحِبِهِ فَتَنَاهَا عَنْ بَيْعِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ"، والحديث أخرجه محمد في "الموطأ" عن نافع نحوه، وهذا سند صحيح-

### بَابُ اسْتِبْدَالِ الثَّمَنِ

۴۷۱۱..... عن ابن عمر قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالْذَّنَانِيرِ وَأَخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالْذَّرَاهِمِ وَأَخُذُ الدَّنَانِيرَ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَيَبْنُوكُمَا شَيْءٌ رواه الخمسة صحيحه الحاكم (نيل الأوطار ۱۶: ۵-۱۷).

حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور سفیان اسماعیل بن ابی خالد کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعیب رحمہ اللہ بھی وظائف بیچنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے جو خریدے وہ قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جو نقل ہے اس کی مراد بھی یہی ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا اس روایت پر امام بیہقی اور ابن ترکمانی رحمہما اللہ دونوں نے سکوت کیا ہے تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔ (سنن البیہقی ۵/۳۱۲)۔

(۴۷۱۰)..... حضرت نافع مولى ابن عمر سے روایت ہے کہ حکیم رضی اللہ عنہ بن حزام نے وہ غلہ خرید لیا جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دینے کا حکم فرمایا تھا پھر حکیم نے وصول کرنے سے پہلے وہ غلہ بیچ دیا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لی تو حکیم پر اس کو واپس کر دیا اور فرمایا جب تک وصول نہ کرے تب نہ خریدے اور غلہ نہ بیچے، اس روایت کو امام بیہقی نے بسند امام مالک تخریج کیا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اس کو موطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے امام بیہقی اور ابن ترکمانی نے اس پر سکوت کیا ہے اور کوئی علت بیان نہیں کی اور امام بیہقی نے فرمایا کہ حکیم رضی اللہ عنہ نے مالک سے خرید لیا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکمل قبضہ کرنے سے پہلے ان کو بیچنے سے روک دیا۔ (بیہقی ۵/۳۱۵)۔

### باب ثمن یعنی دراہم و دنانیر میں متبادل کرنا

(۴۷۱۱)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بقیع میں اونٹ بھیجتا ہوں تو بیچتا ہوں اور دیناروں کے بدلے میں ہوں لیکن دینار دراہم ہوں ایسے ہی دراہم کے بدلے بیچتا ہوں اور دنانیر لے لیتا ہوں فرمایا اسی دن کے بھاء

## أَبْوَابُ بَيْعِ الرِّبَا . الرِّبَا فِي كُلِّ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ وَأَنَّ الْجَيِّدَ وَالرَّدِيءَ فِي الرِّبَوِيَّاتِ سَوَاءٌ

۴۷۱۲..... عن أبي سعيد بن الخدري مرفوعاً: "الْتَمُرُ بِالتَّمْرِ وَالْجَنْطَةُ بِالْجَنْطَةِ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ يَدَا بَيْدٍ غَيْنَا بَعَيْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ فَهُوَ رِبَاً" - ثُمَّ قَالَ: وَكَذَلِكَ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ أَيْضاً، أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي "المستدرک" (۴۳:۲) فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ، وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَخْرُجْ بِهِ فِي السِّيَاقَةِ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي "كِتَابِ الْبَيْعِ" فِي آخِرِهِ: "وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ"، رَوَاهُ مِنْ طَرِيقِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَإِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ

کے مطابق لینے میں حرج نہیں جب تک دونوں علیحدہ نہ ہو جائے اور تمہارے درمیان حائل چیز نہ آ جائے۔ اس کو پانچوں ائمہ نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ (نیل الاوطار)

**فائدہ:-** حدیث باب کے عنوان کے اثبات میں واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دراہم کے بجائے دینار اور دینار کے بجائے دراہم سے تبادلہ کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی بشرطیکہ اسی مجلس میں ایسا کر لیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص پر قرض ہو اسی شخص سے دین کو بیچنا جائز ہے، پھر یہ تبادلہ کا جواز بیع صرف کے علاوہ صورتوں میں ہے بیع صرف میں جائز نہیں ہے کیونکہ بیع صرف میں دونوں طرف کے دراہم و دینار بیع بھی ہوتے ہیں اور ٹمن بھی تو وہاں ٹمن کا ٹمن سے تبادلہ نہیں ہے بلکہ اس میں قبضہ سے پہلے بیع کو بھی بدلانا ہے اور یہ جائز نہیں۔

### ﴿سودی خرید و فروخت کے ابواب﴾

ہر ناپ و تول کی جانے والی چیزوں میں سود ہو سکتا ہے اور سودی چیزوں میں عمدہ اور ردی برابر ہیں

(۴۷۱۲)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کھجور کھجور کے بدلے میں اور گندم گندم کے اور جو جو کے اور سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ اور دونوں کی تعیین کے ساتھ برابر سرائیٹو، جوز یا دتی ہوگی وہ سود ہے پھر فرمایا یہ حکم ہر ناپ و تول کی جانے والی چیز میں ہے۔ اس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (۴۳/۲) میں طویل حدیث میں روایت کر کے فرمایا یہ صحیح سند والی حدیث ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس متن کے ساتھ روایت نہیں کی۔ امام محمد رحمہ اللہ کتاب البیوع کے آخر میں یہ لفظ ذکر فرماتے ہیں کہ ہر ناپ و تول کی جانے والی چیزیں ایسی ہی نہیں۔ اس کو امام مالک اور اسحاق بن ابراہیم حنبل رحمہما اللہ کی سند سے روایت کیا ہے (بدائع ۵/۱۸۴، مبسوط نسخی ۱۲/۱۱۲)

الحظلی (بدائع ۵: ۱۸۴)۔ "والمبسوط" للسرخسی (۱۲: ۱۱۲)۔

۴۷۱۳..... وعن سعید بن المسیب، أن أبا سعيد الخدري وأبا هريرة حدثاه: أن رسول الله ﷺ بَعَثَ سَوَادَ بْنَ غَزِيَّةٍ وَأُسْرَةَ عَلَى خَيْبَرَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ يَتِمُّرُ بَعْنَى الطَّيِّبِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكُلْتُ تَمْرَ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ بَعْ هَذَا وَاشْتَرِ بِتَمَرِهِ هَذَا، وَكَذَلِكَ الْجَمِزَانُ"۔ أخرجه الشيخان۔

۴۷۱۴..... وعن الحسن، عن عبادة وأنس بن مالك، أن رسول الله ﷺ قَالَ: "مَا وَزَنَ بِمِثْلِ بِمِثْلِ إِذَا كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا وَمَا كَيْلَ فَمِثْلُ ذَلِكَ فَإِذَا اخْتَلَفَتِ الشُّوعَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ"، رواه "الدارقطني" بسند حسن، كما في "المنتقى" و "النيل"۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے راوی حیان پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں جرح کی ہے اور امام بیہقی نے فرمایا کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے لیکن امام ابن الترمذی نے جوہر نقی میں فرمایا کہ امام ابن حبان نے اس کو ثقہ مع تابعین میں ذکر کیا ہے اور ابوبکر بزار فرماتے ہیں کہ لا بأس بہ ہے اور ابوحاتم صدوق کہتے ہیں اور لسان المیزان میں روح بن عباده سچا راوی کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ مختلف فیہ راوی ہے لہذا اس کی حدیث درجہ حسن سے نیچے نہیں خاص کر جبکہ بخاری مسلم کی حدیث میں لفظ و كذلك الميزان بھی ہیں لہذا ثابت ہوا کہ سود کی علت ایک جنس ہونے کے ساتھ کیلی اور وزنی ہونا ہے اگلی احادیث سے بھی یہی ثابت ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

(۴۷۱۳)..... حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ اور ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سواد بن غزنیہ رحمہ اللہ کو بھیجا اور خیبر پر عامل بنایا وہ عہدہ قسم کی کھجوریں لائے آپ ﷺ نے پوچھا کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہیں؟ عرض کیا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! بلکہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (ردی قسم کی) دو صاع کھجور کے بدلے میں اور عہدہ دو صاع کھجور (ردی) تین صاع کھجور کے بدلے میں خریدتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ (اپنی ردی) کھجور کو قیمت کے ساتھ فروخت کر کے اس قیمت کے عوض میں یہ عہدہ کھجور خرید کر دو اور ایسا ہی تولی جانے والی چیز کا حکم ہے۔ اس کو بخاری (۱/۲۹۳، ۳۰۸)، مسلم (۲/۲۶) نے روایت کیا ہے۔

(۴۷۱۴)..... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عباده وأنس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیزیں تول کر خرید و فروخت کی جانے والی ہیں وہ جب ایک قسم کی ہوں تو برابر برابر ہونی ضروری ہیں اور جو ناپ کر فروخت ہونے والی ہیں وہ بھی برابر برابر دی جائیں ہاں جب قسم مختلف ہو تو حرج نہیں ہے اس کو امام دارقطنی نے (سنن ۳/۲۱) سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ منتقی اور نیل الاوطار میں ہے۔



۴۷۱۵..... عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا بِمِثْلٍ بِمِثْلٍ، وَلَا تَبِيعُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا بِمِثْلٍ بِمِثْلٍ، وَلَا تَبِيعُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ" (متفق عليه)، وفي "شرح المذهب" (۱۰: ۶۳-۶۴)، أما حديث أبي سعيد الخدري فهو أتمها وأحسنها بعد حديث عبادة، لا سيما وهو المناظر لابن عباس في ذلك، وهو في أصله متفق على صحته، وقد اعتمد عليه أبو حنيفة، فإنه رواه عن عطية عنه ولفظه عند مسلم وهو أتم ألفاظه: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالنُّبْرُ بِالنُّبْرِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ وَاسْتَزَادَ فَقَدْ أَزْنَى، آلا خِذْ وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ" وكذلك رواه أحمد في "المسند" ۱۸۔

**خاندہ:-** ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ ہر مکیلی چیز کو جب اسی کی قسم کی موزونی و مکیلی کے عوض خرید و فروخت کیا جائے تو برابر برابر ہونا ضروری ہے مثلاً کھجور (ردی ہو یا عمدہ) اس کو جب کھجور کے بدلے میں خریدنا ہو تو دونوں طرف وزن برابر ہونا ضروری ہے ایسے ہی گندم، گندم کے عوض میں، سونا سونے کے عوض میں، چاندی چاندی کے عوض میں وغیرہ برابر برابر ہونا ضروری ہے چاہے ایک طرف ردی ہو اور دوسرے طرف عمدہ ہو۔ اگر آدمی چاہے کہ ردی کھجور دگنی دیکر عمدہ کھجور اس سے کم لے لوں تو جتنی مقدار زیادہ ہوگی وہ سود ہوگا ہاں سود سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ردی کھجور کو بیچ لے اس کی بجائی قیمت وصول ہو اس قیمت سے عمدہ کھجور خرید لے۔ اور جو چیزیں ایک قسم کی نہیں ہیں مثلاً ایک طرف گندم اور دوسری طرف ہو تو گندم ایک بوری ہو دو بوری کے عوض خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔

(۴۷۱۵)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر برابر اور ایک کو دوسرے سے کم زیادہ کر کے نہ بیچو۔ اور چاندی چاندی کے عوض بھی نہ بیچو مگر برابر برابر اور نہ بیچو کم زیادہ کر کے اور ان میں سے کسی غائب کو حاضر کے عوض بھی نہ بیچو (بخاری ۱/۲۹۱، مسلم ۲/۲۳) اور شرح المہذب (۱۰/۶۳-۶۴) میں ہے کہ حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ حدیث عبادة رضی اللہ عنہ کے بعد اتم اور احسن ہے بالخصوص جبکہ انہوں نے اُس حدیث کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بحث فرمائی ہے اور وہ حدیث اپنی اصل میں صحت سے متعلق متفق علیہ ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کیونکہ انہوں نے اُس کو بروایت عطیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے لفظ مسلم میں ہیں اور اس کے الفاظ اتم ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں، چاندی چاندی کے بدلے میں گندم گندم کے اور جو جو کے اور کھجور کھجور کے اور نمک نمک کے بدلے میں برابر برابر ہاتھ در ہاتھ ہو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا معاملہ کیا، سود لینے والا اور دینے والا برابر ہیں، ایسی ہی روایت امام احمد رضی اللہ عنہ نے مسند میں روایت کیا ہے۔

۴۷۱۶..... عن عبادة بن الصامت أَنَّهُ قَامَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ قَدْ أَحَدْتُمْ بُيُوعًا مَا أَدْرِي مَا هِيَ؟ وَأَنْ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ بَيْعُهُ وَغَيْنُهُ وَزُنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ بَيْعُهَا وَغَيْنُهَا وَزُنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَلَا يَصْلُحُ نَسْنَا وَالنَّبْرُ بِالنَّبْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الشَّعِيرِ بِالنَّبْرِ وَالشَّعِيرِ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَلَا يَصْلُحُ نَسِيفَةٌ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، حَتَّى عَدَّ الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، مَنْ زَادَ أَوْ أَزَادَ فَقَدْ أَرْلَى"۔ کذا رواه ابن أبي عروبة، ورواه همام، وهو من الثقات عن قتادة، عن أبي الخليل، عن مسلم، عن أبي الأشعث، عن عبادة موصولا مرفوعا إلى النبي ﷺ فذكره، ثم قال: هذا هو الصحيح الثابت عن أبي قلابة، عن أبي الأشعث، عن عبادة مرفوعا رواه مسلم في "الصحيح" (سنن البيهقي ۲۷۷: ۵)۔ و سند کرفظ مسلم فی الحاشیہ،

**فائدہ:-** یہ حدیث بھی مسئلہ سود کو خوب واضح کرتی ہے کہ ایک جنس کی چیزوں کو برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ بیچنا ضروری ہے نہ کی زیادتی جائز ہے نہ یہ کہ ایک ابھی دی جائے دوسری بعد میں لی جائے ورنہ سود ہوگا۔

(۳۷۱۶)..... حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگو! تم نے ایسی خرید و فروخت کی صورتیں نکال لی ہیں کہ معلوم نہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور سنا سونے کے بدلے میں پتھر کی صورت ہو یا عین ہو، ہوزن اور ہاتھ در ہاتھ ہونے چاہئیں ایسے ہی چاندی چاندی کے عوض میں پتھر ہوں یا عین ہوزن اور ہاتھ در ہاتھ ہوں ادھار جائز نہیں ہے اور گندم گندم کے عوض میں برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ ہوں اور جو جو کے بدلے میں بھی برابر برابر ہاتھ در ہاتھ ہوں، اور جو گندم اور جو کے بدلے میں اگر زیادہ ہوں اور ہاتھ در ہاتھ ہوں تو حرج نہیں ہے اور ادھار جائز نہیں ایسے ہی کھجور کھجور کے بدلے میں حتیٰ کہ آپ نے نمک کو نمک کے عوض بیچنے کا بھی ذکر کیا اور فرمایا برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ ہوں۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ ابن ابی عروبة نے ایسی ہی روایت کی ہے اور ہمام جو ثقہ ہیں انہوں نے قتادہ سے انہوں نے ابوالخلیل سے انہوں نے مسلم سے انہوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے عبادہ سے متصل سند کے ساتھ مرفوعاً نبی کریم ﷺ کے فرمان کی صورت میں روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے ابوقلابہ کی سند سے ابوالاشعث کے واسطے سے حضرت عبادة رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے فرمان کے طریقے پر ثابت ہے جس کو امام مسلم نے صحیح (۲/۲۳، ۲۵) میں روایت کیا ہے اور اس کو امام ابوداؤد (۱۱۹/۲) نے بھی روایت کیا ہے جن کے لفظ یہ ہیں کہ گندم گندم کے بدلے میں برابر برابر ایسے ہی جو جو کے بدلے میں اور کھجور کھجور کے بدلے میں اور نمک نمک کے بدلے میں برابر برابر ایک مد ایک مد کے بدلے میں ہوں اور مبسوط سرخی میں لفظ ہیں۔ سونگندم گندم کے بدلے میں دودمد دودمد کے عوض ہوں اور جو جو کے بدلے میں دودمد دودمد کے عوض ہوں اور کھجور و نمک کے بدلے میں بھی ایسا ہی فرمایا اور یہ روایت کنز العمال (۳/۳۶ رقم ۹۷۹۳) میں بھی اسی طرح ہے اور اس میں دودمد کا لفظ ہے اور حوالہ ابوداؤد (۱۱۹/۲) اور نسائی (۶/۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷) کا

ولیس فیہ ”مدا بمد“، قلت: ورواہ أبو داؤد (۲۵۴:۳)۔ بلفظ: أَلْبَرُ بِالْبُرِّ مُدًا بِمِدِّ، وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ مُدًا بِمِدِّ، وَالْتَمَرَ بِالتَّمْرِ مُدًا بِمِدِّ، وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ مُدًا بِمِدِّ، الْحَدِيثُ - وَفِي ”الْمَبْسُوط“ لِلسَّرْحَسِيِّ بلفظ: ”أَلَا وَإِنَّ الْجَنْطَةَ بِالْجَنْطَةِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَذَكَرَ فِي التَّمْرِ وَالْمِلْحِ مِثْلَ ذَلِكَ“ ۱- وهو كذلك في ”كنز العمال“ (۲۱۵:۶) بلفظ ”مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ“، وعزاه إلى أبي داؤد والنسائي، وإسنادهما صحيحان على شرط مسلم۔

۴۷۱۷..... محمد: قال أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سليمان بن يسار، عن أبي الأشعث الصنعاني، قال: ”خَطَبَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ أَخَذْتُمْ أَنْزَا مَا نَذَرِي مَا هُوَ؟“، فذكر الحديث وفيه- ”أَلَا وَإِنَّ الْجَنْطَةَ بِالْجَنْطَةِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَلَا بَأْسَ بِنَيْعِ الشَّعِيرِ بِالْجَنْطَةِ يَدًا بِيَدٍ وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا، وَلَا يَضِلُّحُ نَيْسِيَّةٌ، أَلَا وَإِنَّ التَّمَرَ بِالتَّمْرِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، فَمَنْ زَادَ أَوْ أَزَادَ فَقَدْ أَزْنَى“ كتاب الحجج لمحمد (۲۲۰)۔

دیا ہے اور دونوں سندیں مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔

**فائدہ:-** گذشتہ مباحث پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔

(۳۷۱۷)..... امام محمد رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت ابوالاشعث صنعانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رحمہ اللہ نے ہمیں خطبہ دیا فرمایا لوگو! تم نے ایسا طریقہ نکالا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ مزید حدیث نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ سونگندم گندم کے بدلے میں دو منہ دو منہ کے عوض میں ہوں۔ اور اس میں حرج نہیں کہ آدمی جو گندم کے عوض میں ہاتھ در ہاتھ بیچے اور جو کی مقدار زیادہ ہو لیکن ادھار جائز نہیں۔ خبردار کھجور کھجور کے بدلے میں دو منہ دو منہ کے عوض میں ہوں جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا (کتاب الحجج/ ۲۲۰)

**فائدہ:-** گذشتہ حدیث میں اور اس حدیث میں گندم کو گندم اور کھجور کو کھجور کے عوض بیچنے کی صورت میں دو منہ میں برابری کا ذکر ہے جس سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ ان چیزوں میں کم از کم دو منہ تک برابری ضروری ہے (دو منہ نصف صاع ہوتا ہے) جس سے معلوم ہوا کہ دو منہ سے کم کی صورت میں برابری ضروری نہیں اور کی بیشی سود کے حکم میں نہیں ہوگی اس لئے ایک مٹھی گندم کے عوض دو مٹھی گندم ہو یا ایک سیب دو سیبوں کے عوض بیچا جائے تو جائز ہے کیونکہ اگر دو منہ کی مقدار سے کم میں بھی کی بیشی سے سود اور حرمت متعلق ہو تو آپ ﷺ کا دو منہ کی تید لگانا عبث ہے اور جس روایت میں دو کے بجائے ایک منہ کا ذکر ہے اوّل تو وہ مرجوح ہے۔ دوم اگر صحیح ہو تو بھی اس سے بیع الحفنة بالحفتین (ایک مٹھی دو مٹھی کے عوض بیچنا) جائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ حفنة (مٹھی) ایک منہ سے بھی کم ہوتی ہے۔

۴۷۱۸..... عن ابن عمر، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ، وَلَا الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ الرَّمَاءَ وَالرَّمَاءُ هُوَ الرَّبَا، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْفَرَسَ بِالْأَفْرَاسِ، وَالنَّجْبَنَةَ بِالْإِبِلِ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ"۔ رواه أحمد، والطبرانی فی "الكبير" بنحوه، وفيه أبو خباب وهو ثقة، ولكنه مدلس (مجمع الزوائد ۴: ۱۱۲)۔

قلت: أبوه أبو دحية الكلبي اسمه يحيى، قال أبو زرعة، محله الصدق، كذا فی "التهذيب" (۲: ۲۲)۔ وجهله ابن حزم فی "المحلی"، ولكن أبازرعة عرفه وثقه، والعارف مقدم علی من لم يعرف، فالحدیث حسن۔

۴۷۱۹..... ناہن أبی زائدة، عن عمرو بن علقمة الليثی، عن أبی سلمة بن عبد الرحمن، عن أبی سعید، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "لَا يَصْلُحُ دِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ وَلَا صَاعٌ بِصَاعَيْنِ"۔ رواه ابن

(۴۷۱۸)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دینار دو دینار کے عوض اور ایک درہم دو درہم کے عوض نہ بیچو مجھے تمہارے متعلق سود کا خطرہ ہے تو ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ بتائیں کہ آدمی ایک گھوڑا کئی گھوڑوں کے عوض بیچے اور کچھ اونٹ (عمدہ قسم آگے بڑھنے تیز رفتار) عام اونٹ کے عوض بیچے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا حرج نہیں بشرطیکہ ہاتھ در ہاتھ بیچ ہو۔ اس کو امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور اس میں راوی متن اعلیٰ میں ابو خباب لکھا ہوا درست نہیں ہے صحیح کر لیں۔ ابو خباب ثقہ ہے لیکن مدلس ہے (مجمع الزوائد ۴/ ۱۹۰)

میں (مصنف) کہتا ہوں اس راوی کے باپ کا نام ابو دحیہ کلبی ہے اور اس کا اپنا نام یحییٰ ہے۔ امام ابو زرعة کہتے ہیں اس راوی کا مقام صدق ہے۔ محله الصدق (صحیح بولتا ہے) جیسا کہ تہذیب ۳/ ۷۲ میں ہے ابن حزم نے بخلی میں اس راوی کو مجہول کہا ہے جبکہ امام ابو زرعة نے راوی کو بیچنا نا اور ثقہ کہا ہے۔ اور بیچانے والا نہ جانے والے پر مقدم ہوتا ہے میزان الاعتدال (۳/ ۳۷۱) میں ہے کہ ابو زرعة فرماتے ہیں کہ یہ سچا راوی ہے ہاں تدلیس کرتا ہے اور حضرت یحییٰ بن معین سے ابن دورق نقل کرتے ہیں کہ لا باس بہ ہے اور عثمان یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ صدوق یعنی سچا راوی ہے (مترجم) لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

(۴۷۱۹)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک درہم دو درہم کے عوض میں اور ایک صاع دو صاع کے عوض میں بیچنا جائز نہیں ہے۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے (۵/ ۲۹۷) روایت کیا ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ نے بخلی (۸/ ۳۷۹) میں صحیح



أبی شیبہ، وصححه ابن حزم فی "المحلی" (۴۷۹:۸)۔

۴۷۲۰..... وأخرج ابن حزم فی "المحلی" (۴۹۲:۸): من طریق ابن أبی شیبہ: نا عبد الاعلی، عن عمر، عن الزهری، عن سالم، عن ابن عمر: "كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا فِيمَا يُكَالُ وَاجِدًا بِإِثْنَيْنِ إِذَا اخْتَلَفَتِ أَلْوَانُهُ"، ولم يعله بشيء، ورجاله ثقات كلهم۔

۴۷۲۱..... ومن طريقه نا ابن فضيل عن أشعث عن أبي الزبير عن جابر بن عبد الله، قال: "إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلَا بَأْسَ بِالْفَضْلِ يَدًا بِيَدٍ"، لم يعله بشيء، ورجاله ثقات كلهم۔

۴۷۲۲..... ومن طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن حماد بن أبي سليمان، عن النخعي، وعن رجل، عن الحسن، قالاً جميعاً: سَلَفْتُ مَا يُكَالُ فِيمَا يُوزَنُ وَلَا يُكَالُ، وَسَلَفْتُ مَا يُوزَنُ وَلَا يُكَالُ فِيمَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ۔ سندہ الى ابراہیم صحیح، وفيه الى الحسن رجل لم يسم۔

قراردی ہے۔

(۳۷۲۰)..... ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۲۹۲/۸) میں ابن ابی شیبہ کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ تاپی جانے والی چیزوں میں (ایک ہی قسم کی چیز دونوں طرف سے ہو تو) جب رنگ مختلف ہوں تو ایک کو دو کے عوض میں بیچنا جائز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اس روایت کو ابن حزم نے کمر و نہیں کہا اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:-** رنگ مختلف ہونے سے مراد ان کی نوعیت مختلف ہونا ہے جیسے گندم اور جو کا فرق ہے اس میں کمی زیادتی جائز ہے سو نہیں۔ (۳۷۲۱)..... اور ابن ابی شیبہ کی سند سے ہی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب نوع (اقسام) مختلف ہوں تو زیادتی سے بیچنے میں حرج نہیں لیکن ہاتھ در ہاتھ ہونا چاہیے۔ اس کو بھی ابن حزم رحمہ اللہ نے کمر و نہیں کہا اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

**فائدہ:-** اس روایت کا مطلب بھی گزشتہ روایت والا ہے اور دونوں روایتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ زیادتی حرام ہونے یعنی سود کی علت مکملی یا موزونی اور ایک جنس ہونا ہے۔

(۳۷۲۲)..... اور امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابراہیم نخعی اور حسن بصری رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ مکملی چیز کا ادھار اس چیز کے عوض میں درست ہے جو موزونی ہو مکملی نہ ہو اور موزونی چیز جو مکملی نہ ہو اس کا ادھار اس چیز کے عوض میں جو نہ مکملی ہو نہ موزونی کر سکتے ہو اس روایت کی سند ابراہیم نخعی تک صحیح ہے اور حسن بصری تک سند میں غیر معلوم راوی ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ جب قدر ایک ہو (یعنی دونوں طرف مکملی چیزیں ہوں یا دونوں طرف موزونی چیزیں ہوں)

۴۷۲۳..... روى ابن حزم فى "المحلى" (۴۸۸:۸): من طريق ابن وهب، عن مخزومة بن بكر، عن أبيه، سمعت عمرو بن شعيب قال: "كُتِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ لَا يُبَاعَ الصَّاعُ بِالصَّاعَيْنِ إِذَا كَانَ بِمِثْلِهِ، وَإِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ، فَإِنْ اخْتَلَفَ فَلَا بَأْسَ، وَإِذَا اخْتَلَفَ فِي الدِّينِ فَلَا يَضْلُحْ، وَكُلُّ شَيْءٍ يُوزَنُ بِمِثْلِ ذَلِكَ كَهَيْئَةِ الْمِكْيَالِ"۔ رجاله ثقات كلهم، وأعله ابن حزم بالانقطاع، وليس هو عندنا بعلّة لا سيما وهو متأيّد بالشواهد۔

۴۷۲۴..... ومن طريق: يحيى بن سعيد القطان: نا صدقة بن المثنى، ناجدى هو رباح بن الحرث أن عمار بن ياسر قال فى الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ: أَلْعَبَدُ خَيْرٌ مِنَ الْعَبْدَيْنِ وَالْأَمَةُ خَيْرٌ مِنَ الْأَمَتَيْنِ وَالْبُعَيْرُ خَيْرٌ مِنَ الْبُعَيْرَيْنِ وَالنُّوْبُ خَيْرٌ مِنَ الثُّوْبَيْنِ، فَمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا الرِّبَا فِي النِّسَاءِ إِلَّا مَا كَيْلٌ أَوْ وَزَنٌ، لم يعله ابن حزم بشىء، رجاله ثقات۔

اور برابر ہوں) تو ادھار حرام ہے۔

(۴۷۲۳)..... ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۸/۴۸۸) میں ابن وهب کی سند سے حضرت عمرو بن شعيب رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر لکھی کہ جب دونوں طرف ہم مثل چیز ہو تو ایک صاع دو صاع کے عوض نہ بیچا جائے اگرچہ ہاتھ در ہاتھ بھی بیچ ہو ہاں مختلف چیزیں ہوں تو حرج نہیں ہے اور جب مختلف چیزیں ہوں اور قرض کی صورت ہو تو بھی جائز نہیں ہے۔ (یعنی ایک طرف مثلاً گندم اور دوسری طرف جو ہوں تو زیادتی تو درست ہے لیکن ادھار جائز نہیں) اور ہر وزنی چیز وزنی کے برابر ہو جیسا کہ یہی حال کیلی چیز کا ہے۔ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں البتہ منقطع ہونے کی وجہ سے ابن حزم نے کمزور کہا ہے اور ہمارے نزدیک منقطع ہونا دلیل کمزوری نہیں ہو سکتا خاص کر جبکہ اس کے شواہد سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

**فائدہ:-** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ناپی جانے والی چیز ہم جنس کے عوض بیچی جائے تو زیادتی حرام ہے۔ اور غیر جنس کے ساتھ بیچی جائے تو نقدی صورت میں جائز ہے اور ادھار حرام ہے اور کل شنی یوزن مثل ذلك سے واضح ہوا کہ سود کی علت وزنی وکیل ہوتا ہے۔

(۴۷۲۴)..... حضرت یحییٰ بن سعید قطان کی سند سے رباح بن حارث کی روایت تخریج کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بڑی مسجد میں فرمایا ایک غلام دو غلاموں سے اور ایک باندی دو باندیوں سے بہتر ہے اور ایک اونٹ دو اونٹوں سے اور ایک کپڑا دو کپڑوں سے بہتر ہے (یعنی بہتر ہو سکتا ہے) تو جو خرید و فروخت ہاتھ در ہاتھ ہو اس میں تو حرج نہیں ہاں سود ادھار میں ہے مگر جو چیز ناپی تولی جاتی ہو (اس میں ایک دو کے بدلے دینا جائز نہیں) ابن حزم نے اس کو ضعیف نہیں کہا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۴۷۲۵..... ومن طریق عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن موسی بن أبی عائشة عن إبراہیم النخعی قال: ما كان من بیعٍ واحدٍ یُکالُ بمثلاً بِمِثْلٍ، فإذا اختلفت فِرْدُ وَازدَدَ یَدًا بَیْدَ وَإِنْ كَانَ شَیْنًا وَاحِدًا یُوزَنُ فَمِثْلًا بِمِثْلٍ فإذا اختلفت فِرْدُ وَازدَدَ یَدًا بَیْدَ سنده صحیح۔

۴۷۲۶..... ومن طریق عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهری، قال: کُلُّ شَیْءٍ یُوزَنُ، فَهُوَ یَجْرِی مَجْرَی الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَکُلُّ شَیْءٍ یُکالُ فَهُوَ یَجْرِی مَجْرَی النَّبْرِ وَالشَّعِیرِ، وهذا سند صحیح ایضاً۔

۴۷۲۷..... عن أبی الزبیر المکی، قال: ”سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْجَنْطَةِ بِالتَّمْرِ بِفَضْلِ يَدًا بَیْدَ، فَقَالَ: لَقَدْ كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَشْتَرِي الصَّاعَ الْجَنْطَةَ بِسِتِّ أَصْعٍ مِنْ تَمْرٍ يَدًا بَیْدَ، فَإِنْ كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا فَلَا خَيْرَ فِيهِ إِلَّا بِمِثْلٍ، رواه أبو یعلیٰ، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۴: ۱۱۴)۔

(۴۷۲۵)..... اور امام عبد الرزاق کے طریق سے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرمایا جو ایک رقم شیخ سے لین دین کرنا ہو تو برابر سراسر اپنا جائے ہاں بیع مختلف قسم کی چیزیں ہو تو زیادہ دے سکتے ہو اور لے سکتے ہو لیکن ہاتھ در ہاتھ ہو۔ ایسے ہی ایک ہی قسم کی چیز میں لین دین ہو تو برابر سراسر اپنی جائے۔ اور مختلف قسم کی ہوں تو ہاتھ در ہاتھ معاملہ کرتے ہوئے زیادہ لے اور دے سکتے ہو۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(۴۷۲۶)..... امام عبد الرزاق کے طریق سے زہریؒ نے روایت کی ہے کہ ہر وزن کی جانے والی چیز سونے چاندی کے قائم مقام اور ہر تاپی جانے والی چیز گندم اور جو کے قائم مقام ہے۔ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

**فائدہ:-** یعنی جس طرح سونا سونے اور چاندی چاندی کے عوض اور گندم گندم اور جو کے عوض خرید و فروخت کے وقت کی بیشی حرام اور سود ہے ایسے ہی ہر تاپی اور تولی جانے والی چیز اپنی جنس کے بدلے میں خرید و فروخت کرنی ہو تو کی بیشی حرام اور سود ہوگی۔

(۴۷۲۷)..... ابواثریر مکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے گندم کھجور کے عوض ہاتھ در ہاتھ زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع گندم کھجور کے چھ صاع کے عوض ہاتھ در ہاتھ خریدتے تھے۔ اگر ایک نوع (قسم) کی چیز (دونوں طرف) ہو تو اس میں سوائے برابر سراسر ہونے کی صورت کے خیر نہیں ہے۔ اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد ۴/ ۲۰۵، ۲۰۶ طبع دار الفکر)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سود کی علت اتحاد جنس ہے۔

۴۷۲۸..... عن حنث الصنعانی: أَنَّهُ قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ فِي غَزْوَةٍ فَطَارَتْ لِي وَلِأَصْحَابِي قِلَادَةٌ فِيهَا ذَهَبٌ وَوَرَقٌ وَجَوْهَرٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أُشْتَرِيَهَا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: إِنِّي عَزَمْتُهَا فَاجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ وَاجْعَلْ ذَهَبَكَ فِي كِفَّةٍ، ثُمَّ لَا تَأْخُذَنَّ إِلَّا بِمِثْلٍ بِمِثْلٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَأْخُذَنَّ إِلَّا بِمِثْلٍ بِمِثْلٍ"، رواه مسلم (تيسير الوصول ۳۱)۔

۴۷۲۹..... عن ابن عمر، عن النبي ﷺ، قال: "الْمِثْلُ بِالْمِثْلِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ، وَالْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ الْمَكَّةِ"۔ رواه أبو داود والنسائي، وسكت عنه أبو داود والمنذري، وأخرجه أيضا البزار، وصححه ابن حبان والدارقطني (نيل الأوطار ۵: ۵۹)۔

(۳۷۲۸)..... حضرت حنث صنعانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جہاد میں ہم حضرت فضالہ رحمہ اللہ کے ساتھ تھے تو میرے اور میرے ساتھیوں کے حصہ میں ایک ہار آیا۔ جس میں سونا اور چاندی اور جواہر تھے تو میں نے اس کو خریدنا چاہا تو ان سے پوچھا فرمایا اس کا سونا علیحدہ کرلو اور ایک پلڑے میں رکھو اور اپنا سونہا بھی ایک پلڑے میں رکھ لو۔ پھر اس کو برابر سرابری لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ برابر سرابری لیا کرے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (مسلم ۲/۲۶)

**فائدہ:** اس وقت تک درہم و دینار ہوتا تھا اور درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوتا تو چونکہ اس ہار پر بھی سونا، چاندی تھا جب درہم یا دینار سے اس کو خریداجاتا تو بیع و ثمن دونوں طرف کے سونا یا چاندی میں برابر ہی نہ ہوتی تو سود ہوتا اس لئے وزن کر کے برابر سرابری صورت میں خرید و فروخت کی اجازت دی اور کمی بیشی سے منع فرمایا۔ اس حدیث کے تحت کئی مسائل ہیں ایک یہ کہ جس تلوار پر چاندی کا زیور چڑھایا گیا ہو اس تلوار کو چاندی کے عوض بیچنا درست نہیں ممکن ہے کہ جو چاندی ثمن ہو وہ اس چاندی سے کم ہو جو تلوار میں ہے امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے مبسوط میں اس کا مکروہ ہونا نقل کیا ہے اسی طرح اس تلوار کو ادھار بیچنا بھی درست نہیں چاہے سونے کے عوض بیچے یا چاندی کے عوض کیونکہ تلوار کے زیور میں یہ بیع بیع صرف ہوگی اور بیع صرف میں ادھار اور مدت کی شرط سے بیع فاسد ہوتی ہے، اور تلوار کے اُس زیور کو بلا نقصان علیحدہ کر کے بھی بیع نہیں ہو سکتی بلکہ علیحدہ کرنے میں نقصان ہوگا لہذا کل میں بیع فاسد ہوگی۔

(۳۷۲۹)..... حضرت ابن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ناپ مدینہ والوں کی معتبر ہے اور وزن مکہ مکرمہ والوں کا معتبر ہے اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد و منذری رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا اور اس کو بزار نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان اور دارقطنی نے سنن قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵/۵۹)

**فائدہ:** اس حدیث میں معلوم ہوا کہ کسی چیز کے سکلی اور موزونی ہونے کا دار و مدار آپ ﷺ کے دور کے اہل حجاز کے عرف پر ہے یعنی آپ ﷺ کے دور میں جو چیز وہاں سکلی تھی وہ ہمیشہ سکلی شمار ہوگی چاہے کسی دور میں وہ سکلی نہ رہے اور ایسے ہی جو چیز موزونی ہوتی تھی وہ



عن عبد الله بن مسعود: أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي سَمْحَ بْنِ فِرَازَةَ سَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَرَأَى أُمَّهُا فَأَعْجَبَتْهُ، فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ، أَيْتَزَوَّجَ أُمَّهُا؟ قَالَ: لَا بَأْسَ، فَتَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، فَكَانَ يَبِيعُ نَفَايَةَ بَيْتِ الْمَالِ يُعْطِي الْكَثِيرَ وَيَأْخُذُ الْقَلِيلَ، حَتَّى قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَسَأَلَ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَقَالُوا: لَا يَحِلُّ لِهَذَا الرَّجُلِ هَذِهِ الْمَرْأَةُ، وَلَا تَصْلُحُ الْفِضَّةُ إِلَّا وَزْنًا بَوْرَنَ، فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ انْطَلَقَ إِلَى الرَّجُلِ فَلَمْ يَجِدْهُ وَوَجَدَ قَوْمَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي أَقْتَنَيْتُ بِهِ صَاحِبَكُمْ لَا يَحِلُّ، فَقَالُوا: إِنَّهُ قَدْ نَثَرْتُ لَهُ بَطْنَهَا، قَالَ: وَإِنْ كَانَ، وَأَتَى الصَّيَارِفَةَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الصَّيَارِفَةِ! إِنَّ الَّذِي كُنْتُ أَبَايْعُكُمْ لَا يَحِلُّ، لَا تَحِلُّ الْفِضَّةُ إِلَّا وَزْنًا بَوْرَنَ، رواه البيهقي في كتابيه "المعرفة" و "السنن" مختصرا ومطولا بإسناد كله ثقات مشهورون، والنفاية بنون مضمومة وفاء وبعد الألف ياء مشناة من تحت، ما نفيتها من الشيء لرداءته، قاله الجوهري (شرح المذهب ۱۰: ۲۹)۔

ہمیشہ کیلئے موزونی ہے چاہے اس کو وزن سے خرید و فروخت کرنا ختم بھی ہو جائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جس چیز کا مکملی و موزونی ہوتا آپ ﷺ سے منقول ہے وہ چیز تو ہمیشہ مکملی و موزونی کے حکم میں ہی ہوگی اور جس چیز کا مکملی و موزونی ہوتا آپ ﷺ سے منقول نہیں اس کا مکملی و موزونی ہونا نہ ہونا لوگوں کے رواج کے مطابق ہوگا یہی ہدایہ (۵/ ۱۵۷) میں مروی ہے مذکورہ بالا روایت کا یہی مطلب ہے کہ جس کا مکملی و موزونی ہونا آپ ﷺ سے منقول ہوگا وہ ہمیشہ مکملی و موزونی ہوگی چاہے لوگوں نے کیل اور وزن کرنا چھوڑ دیا ہو۔

(۴۷۳۰)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ قبیلہ بنو مخزوم نے ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کر لیا (دخول نہیں ہوا) پھر اس نے اُس عورت کی ماں کو دیکھا تو اس کی ماں اس کو زیادہ پسندیدہ لگی تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اب وہ اس کی ماں سے شادی کر سکتا ہے؟ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حرج نہیں ہے تو اس آدمی نے اس سے نکاح کر لیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال پر نگران تھے تو بیت المال کا نفاہ (یعنی کسی چیز کا بقیہ حصہ جو ردی ہونے کی وجہ سے علیحدہ کر دیا جائے تو نفاہ بمعنی ردی) بیچ دیتے تھے زیادہ دیتے تھے اور کم لے لیتے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا انہوں نے پہلے مسئلہ میں بتایا کہ اس آدمی کیلئے اُس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں اور دوسرے مسئلہ میں بتایا کہ چاندی ہو تو اس کے ردی حصہ (چاندی کے عوض) وزن میں برابر کئے بغیر بیچنا جائز نہیں ہے۔ تو حضرت عبد اللہ جب واپس آئے تو شادی کرنے والے کے پاس گئے لیکن وہ نہیں ملا اس کی قوم والے ملے تو ان سے فرمایا کہ میں نے جو تمہارے آدمی کو نوئی دیا ہے وہ (درست نہیں ہے) عورت اس کیلئے حلال نہیں

۴۷۳۱..... وأخرج ابن حزم من طريق سعيد بن منصور: نا هشيم، عن مجالد، عن الشعبي  
 "أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ بَاعَ نَفَايَةَ بَيْتِ الْمَالِ زُيُوفًا وَقَسِيَانًا بِدَرَاهِمَ دُونَ وَزْنِهَا، فَفَنَاهُ عُمَرُ عَنْ  
 ذَلِكَ، وَقَالَ: أَوْقَدْ عَلَيْهَا حَتَّى يَذْهَبَ مَا فِيهَا مِنْ حَدِيدٍ أَوْ نَحَاسٍ وَتَخْلُصَ ثُمَّ بَعِ الْفِضَّةَ بِوَزْنِهَا"  
 (المحلى ۸/۴۹۹)، وسنده حسن مرسل، وفيه تأييد لما اشتهر على ألسنة العلماء والفقهاء جيله  
 وَرَدُّ نَفَايَةِ سَوَاءٍ۔

۴۷۳۲..... ومن طريق الحجاج بن المنهال: نا يزيد بن إبراهيم هو التستري نا محمد بن  
 سيرين قال: خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الدِّرْهَمَ بِالْذَرِّهَمِ وَالذِّينَارَ بِالذِّينَارِ غَيْنًا بَعَيْنٍ سَوَاءٍ  
 بِسَوَاءٍ بَيْنًا بِمِثْلٍ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: تَزَيْفٌ غَلَيْنَا أَوْزَانًا فَغَنَطِي الْخَبِيثَ وَنَأْخُذُ

ہے انہوں نے بتایا کہ اس سے تو اس کا حمل ہو گیا ہے، فرمایا چاہے حمل بھی ہو گیا ہو (حلال نہیں) اور سونے چاندی کی تجارت کرنے والوں کے پاس  
 آئے اور فرمایا اے صرافوں کی جماعت! وہ جو میں تم سے خرید و فروخت کا معاملہ کر لیا کرتا تھا حلال نہیں ہے۔ چاندی کی چاندی سے بیع جائز نہیں مگر  
 وزن میں برابر کر کے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے معرفۃ السنن میں اور سنن میں مختصر اور طویل دونوں طرح ایسی سند سے روایت کی ہے جس کے سب  
 راوی مشہور اور ثقہ ہیں۔ نفاہیہ نون کے ضمہ کے ساتھ اور پھر فاء ہے اور الف کے بعد یاء ہے نفاہیہ وہ ہے جو آپ ردی ہونے کی وجہ سے چیز سے الگ  
 کر دو، جو بری نے یہی بیان کیا ہے (شرح المہذب ۱/۲۹)

**فائدہ:-** معلوم ہوا کہ ردی اور عمدہ برابر ہے لہذا ان کو برابر سرا بر بیچنا ضروری ہے کی بیشی سے بیچنا حلال نہیں اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا  
 اجماع ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے اس کو جائز سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ ردی  
 و عمدہ برابر ہے تو انہوں نے رجوع کر لیا۔ اگلی حدیث بھی اسی طرح کی ہے۔

(۴۷۳۱)..... ابن حزم رحمہ اللہ نے سعید بن منصور رحمہ اللہ کی سند سے امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت  
 المال کے نفاہیہ کو جو کھوکھوت کی صورت میں تھے در اہم کے عوض اندازے سے بغیر وزن کے بیچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور  
 فرمایا کہ ان کو آگ میں جلایا کر دیتی کہ جو اس میں لوہا یا تانبا ہو وہ اتر جائے اور خالص ہو جائے پھر باقی ماندہ چاندی وزن کر کے ہموان  
 چاندی کے عوض بیچا کر دے (المحلی ۸/۴۹۹) اس کی سند حسن اور مرسل ہے اور اس میں علماء و فقہاء کی زبانوں پر مشہور مقولہ کی تائید ہے کہ عمدہ اور  
 ردی برابر ہیں۔

(۴۷۳۲)..... اور ابن حزم رحمہ اللہ نے حجاج بن منہال کی سند سے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور  
 فرمایا خبردار بیشک درہم درہم کے عوض اور دینار دینار کے عوض میں نہ ہو تو دونوں معین اور برابر سرا بر ہوا۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

الطَّيِّبَ فَقَالَ عُمَرُ: لَا وَلَكِنْ ائْتِعْ بِهَا عَرْضًا فَإِذَا قَبَضْتَهُ وَكَانَ لَكَ فَبِعُهُ وَأَهْضِمُ مَا شِئْتَ وَخُذْ أُمَّيْ  
نَقْدَ شِئْتَ“ أخرجه ابن حزم في ”المحلى“ (۵۱۳:۸)، واحتج به وقال: فَهَذَا عُمَرُ بِمَحْضَرِ بَنِ  
الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لَا مُخَالَفَ لَهُ مِنْهُمْ۔

۴۷۳۳..... ومن طريق سعيد بن منصور: نا جرير، عن السماك بن موسى، عن موسى ابن  
أنس بن مالك، عن أبيه: ”أَنَّ عُمَرَ أَعْطَاهُ آيَةَ خُسْرٍ وَآيَةَ مَجْمُوعَةٍ بِالذَّهَبِ، فَقَالَ عُمَرُ: اذْهَبْ فَبِعْهَا  
وَاشْتَرِطْ رَضَانًا، فَبَاعَهَا بِنِ يَهُودِيٍّ بِضَعْفٍ وَزَيْهًا ثُمَّ أَخْبَرَ عُمَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: اذْهَبْ فَارْزُدْهُ لَا إِلَّا  
بِزَيْنَتِهِ۔“ أخرجه ابن حزم في ”المحلى“ (۴۹۶:۸)، واحتج به، ورواه محمد في ”الآثار“ (۱۱۱) عن أبي  
حنيفة الإمام: حدثنا الوليد بن سريغ، عن أنس بن مالك، قال: ”بُعِثَ إِلَى عُمَرَ بِإِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ  
خُسْرٍ وَآيَةٍ قَدْ أَخْكَمْتَ صَنْعَتَهُ، فَأَمَرَ الرَّسُولُ أَنْ يُبَيِّعَهُ فَرَجَعَ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنِّي أَزَادُ عَلَى وَزْنِهِ قَالَ عُمَرُ  
لَا فَإِنَّ الْفَضْلَ رَبًّا“، والوليد بن سريغ من رجال مسلم ثقة فالحديث صحيح۔

نے پوچھا کہ ہمارے پاس ہمارے چاندی کے سکے کھولے ہو جاتے ہیں تو ہم گندے دیکر اچھے لے لیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا  
نہ کرو بلکہ کھولوں کے عوض کوئی سامان خرید لو پھر جب اُس سامان پر قبضہ کرو اور تمہارا ہو جائے تو اب اس کو بیچ دو اور جتنی مقدار چاہو کم کر لو اور  
جو نقدی چاہو لے لو، اس کو ابن حزم رحمہ اللہ نے نقلی (۵۱۳/۸) میں روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا اور ان میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔

**فائدہ:-** اس سے بھی معلوم ہوا کہ ردی اور عمدہ کی ایک دوسرے کے عوض خرید و فروخت ہو تو برابر برابر ہونا ضروری ہے اور اس پر  
صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہوا۔

(۴۷۳۳)..... اور سعید بن منصور رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خسرانی برتن دیا  
جس میں سونا تھا ہوا تھا اور فرمایا جاؤ اور اس کو بیچو مگر ہماری رضا شرط ٹھہرانا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر اس کو دو گنے وزن (سونے  
کے عوض) بیچا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا جاؤ اور واپس کر دینے کا نہیں مگر اس کے وزن کے برابر سونے کے ساتھ، اس کو  
ابن حزم نے نقلی (۴۹۶/۸) میں روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اور اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاآثار (۱۱۱) میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی  
روایت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چاندی کا خسرانی برتن بھیجا گیا جس کو مضبوط طرح  
سے بنایا گیا تھا تو قاصد کو حکم کیا کہ اس کو بیچ آؤ تو قاصد واپس آیا اور بتایا کہ مجھے اس کے وزن سے زیادہ قیمت ملتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
ایسا نہ کرو زیادتی سود ہے۔ اس کا راوی ولید بن سريغ مسلم کے ثقہ راویوں میں سے ہے تو یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۷۳۴..... أبو حنیفة (الإمام) عن مرزوق (التیمی)، عن أبي جبله، عن ابن عمر، قال: قُلْتُ لَمْ  
 إِنَّمَقَدُمُ بَارِضٌ بِهَا الْوَرِقُ الْجَمَالَ الْكَاسِدَةُ، وَمَعَنَا وَرِقٌ خِفَافٌ نَافِقَةٌ، أَتُبِيعُ وَرِقَنَا بِوَرِقِهِمْ؟ قَالَ لَا! بَعِ وَرِقَكَ  
 بِالْذَنَائِيرِ وَاشْتَرِ وَرِقَهُمْ بِالْذَنَائِيرِ، وَلَا تُفَارِقْ صَاحِبَكَ شَيْئاً حَتَّى تَسْتَوْفِيَ مِنْهُ، فَإِنْ صَعِدَ فَوْقَ النَّبِيتِ  
 فَاصْعِدْ مَعَهُ، وَإِنْ وَثَبَ فَثِبْ مَعَهُ، أخرجه محمد في "الآثار" وقال: به نأخذ وهو قول أبي حنیفة اه  
 (۱۱۱) واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له، وسنحقق الإسناد في الحاشية۔

۴۷۳۵..... مالك عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار: أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ بَاعَ سِقَايَةَ

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دونوں طرف سے چاندی ہو تو برابر برابر ہونا ضروری ہے۔ اور زیادتی سود ہے اور یہی حکم ہم  
 ملکی موزونی چیز کا ہے جیسا کہ تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۴۷۳۴)..... حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابو جبلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ  
 ہم کبھی ایسے ملک جاتے ہیں جہاں کے چاندی کے سکے بڑے اور کھوٹے ہوتے ہیں اور ہمارے پاس چاندی کے بیکے اور کھرے سکے  
 ہوتے ہیں تو کیا اپنے سکے ان کے سکوں کے عوض خرید و فروخت کر لیا کروں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنے سکے دنانیر کے عوض بیچ کر ان کے سکے ان  
 دنانیر سے خرید لیا کر اور بیچنے والے سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک پورے دنانیر وصول نہ کر لے۔ اگر وہ گھر کے اوپر چڑھ جائے تو تو  
 بھی اوپر اس کے ساتھ چڑھ جا اور اگر وہ اترے تو تو بھی اس کے ساتھ اتر آ۔ اس حدیث کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاثار میں روایت کر کے  
 فرمایا کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور کسی مجتہد کا حدیث سے حجت لینا اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہے (تو یہ  
 حدیث عند محمد رحمۃ اللہ علیہ صحیح ہے)

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چاندی کی چاندی سے خرید و فروخت برابر برابر ہونا ضروری ہے ایسے ہی دوسری ہم جنس ملکی  
 موزونی چیزوں کا حکم ہے۔ اور معلوم ہوا کہ بیچ صرف (جس میں دراہم کی دنانیر کے عوض یا اس کے برعکس بیچ ہوتی ہے) اس میں دراہم کو دنانیر  
 اور دنانیر کو دراہم کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے مگر بالغ و مشتری دونوں کا فوری قبضہ ضروری ہے ادھار جائز نہیں ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث میں راوی ابو جبلہ غسلی ہے صحیح جبلہ بن حکم بھی ہے جو ثقہ اور صالح المجہد ہے اور یہ راوی ابو جبلہ حیان بن عبد اللہ  
 بن حیان داری نہیں ہے جس کو امام فلاس نے جھوٹا کہا ہے اور اگر یہ راوی سلمہ بن موسیٰ ہو جس کی کثرت ابو جبلہ کہی جاتی ہے تو وہ بھی ثقہ ہے  
 البتہ اس کا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں لہذا یہ راوی سلمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حدیث میں اُس کا سماع مذکور ہے۔

(۴۷۳۵)..... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موطا (۲۶۱) میں اپنی سند سے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے  
 سونے یا چاندی کا بنا ہوا پانی پینے کا برتن اس کے وزن سے زیادہ (سونے یا چاندی) کے عوض میں بیچا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے



مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرِ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ بِمَثَلِ هَذَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ؛ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا أَرَى بِمِثْلٍ هَذَا بَأْسًا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مَنْ يَغْذِرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ؟ أَنَا أَخْبِرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهِ، لَا أَسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَلَّا يَبْنِعَ مِثْلَ ذَلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا يَوْزَنَ - رواه مالك في "الموطأ" (۲۶۱)، وسنده صحيح -

۴۷۳۶..... وأخرج أيضا عن يحيى بن سعيد مرسلًا أنه قال: "أمر رسول الله ﷺ السَّعْدَنِينَ أَنْ يَبْنِعَا آيَةَ بَيْنَ الْمَعَانِمِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَبَاعَا كُلُّ ثَلَاثَةِ بَارِزَةٍ غَنِيًّا، أَوْ كُلُّ أَرْبَعَةٍ ثَلَاثَةَ غَنِيًّا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُرَيْيْتُمَا قَرَدًا؟"، ومراسيله صحاح -

فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ اس قسم کی بیع سے منع فرما رہے تھے مگر برابر سراسر ہوتا اجازت دے رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس میں حرج نہیں سمجھتا، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کون معذور سمجھے گا؟ کہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے سناتے ہیں۔ لہذا جس ملک میں (اے معاویہ رضی اللہ عنہ) تم رہو گے وہاں میں نہیں رہوں گا۔ پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو یہ واقعہ ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس قسم کی چیز برابر سراسر ہموزن ہونے کے بغیر نہ بیچو، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے یا چاندی کی بنی ہوئی چیز برتن وغیرہ سونے چاندی کے عوض خرید و فروخت کرنے کی صورت میں برابر سراسر ہونا ضروری ہے اسی پر فقہاء کا اجماع ہے لہذا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو کہتے ہیں کہ چاندی کے بنے ہوئے برتن وغیرہ کو چاندی کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور جو زیادتی ہوگی وہ بناوٹ کے عوض ہو جائے گی ان کا یہ قول غلط ہے۔

(۴۷۳۶)..... امام مالک رحمہ اللہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مرسل حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ مال غنیمت کے سونے چاندی کے برتن بیچ آئیں تو انہوں نے ہر تین برتن چار دینار کے بدلے میں یا ہر چار تین دیناروں کے بدلے میں بیع عینہ کے طریقہ پر بیچ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سود کا معاملہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے بیع کا معاملہ ختم کیا۔ (موطأ ۵۸۱، ۵۸۲)

**فائدہ:-** اس حدیث کا مطلب بھی اوپر دالے فائدہ سے سمجھ لیں۔

۴۷۳۷..... مالک عن نافع، عن عبد الله بن عمر: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُبَيْعُوا بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ، وَكَذَلِكَ الْوَرِقُ، وَلَا تُبَيْعُوا شَيْئًا بِشَيْءٍ غَايَةً بِنَاجِزٍ، وَإِنْ اسْتَظَرَكَ إِلَى أَنْ يَلِجَ بَيْتُهُ فَلَا تُنْظَرُهُ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ الرِّمَاءَ وَهُوَ الرِّبَا"، وَهَذَا مِنْ أَصَحِّ الْأَسَانِيدِ۔

۴۷۳۸..... مالک أنه بلغه عن القاسم بن محمد، أنه قال: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: "الذِّينَارُ بِالذِّينَارِ وَالذِّرْهَمُ بِالذِّرْهَمِ، وَالصَّاعُ بِالصَّاعِ، وَلَا يُبَاعُ كَالْيَاءِ بِنَاجِزٍ" (الموطأ ۲۶۱)، وبلغات مالک صحاح۔

## بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْحِنْطَةِ بِالسَّعِيرِ مُتَفَاضِلًا وَأَنَّ الْقَدْرَ فَقَطُ أَوْ الْجِنْسَ فَقَطُ مُحْرَمٌ لِلنَّسَاءِ

۴۷۳۹..... عن عباد بن الصامت، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ

(۴۷۳۷)..... امام مالک رحمہ اللہ نافع کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے میں برابر سیرا برقی بیچو اور کسی کو دوسرے کے بدلے زیادتی سے نہ بیچو یہی حکم چاندی کا ہے اور ان میں سے ادھاری چیز نقدی (موجود) چیز کے عوض نہ بیچو۔ اور اگر تجھے گھر جانے تک انتظار کا کہے تو انتظار نہ کر مجھے تمہارے متعلق سود کا خطرہ ہے یہ روایت اصح سند والی ہے۔ (موطأ ۵۸۲)

**فائدہ:-** اس سے بھی سونے چاندی اور اس جیسی چیزوں کو ان کی جنس سے بیچنے کی صورت میں برابر سیرا اور ہاتھ در ہاتھ بیع ہونے کا ضروری ہونا ثابت ہوا ہے اور یہ کہ ان میں ادھار سود ہے۔

(۴۷۳۸)..... امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک قاسم بن محمد سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دینار ایک دینار کے بدلے میں اور ایک درہم ایک درہم کے بدلے میں اور ایک صاع ایک صاع کے بدلے میں بیچا جائے اور ادھاری چیز (ہم جنس) نقدی چیز کے عوض نہ بیچی جائے (موطأ ۵۸۲) اور امام مالک رحمہ اللہ کی بلاغات صحیح ہیں۔

**فائدہ:-** اس حدیث میں صاع کو صاع کے بدلے میں برابر اور نقدی بیچنے کے ذکر سے معلوم ہوا کہ سود صرف حدیث رباعی مذکور چھ چیزوں میں ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی مطعومات کے ساتھ خاص ہے بلکہ ہر مکملی و موزونی چیز میں زیادتی اور ادھار سے سود ہوتا ہے۔

**باب گندم کے بدلے میں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور یہ کہ بیع و ثمن اگر صرف قدری**

**(مکملی، موزونی) ہوں یا (مکملی، موزونی تو نہ ہوں لیکن) ایک جنس ہوں تو ادھار حرام ہوگا**

بِالْفَضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوْ اِزْدَادَ فَقَدْ أَزْنَى، يَبْعُوا الذَّهَبَ بِالْفَضَّةِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ، وَيَبْعُوا النَّبْرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ، وَيَبْعُوا الشَّعِيرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدًا“، وفي الباب عن أبي سعيد، وأبي هريرة، وبلال، حديث عبادہ حسن صحیح، کذا فی ”الترمذی“، وأخرجه الطحاوی من حدیث مسلم بن یسار، عن أبي الأشعث، عن عبادہ، وقال فيه: ”يَبْعُوا الذَّهَبَ بِالنُّورِ، وَالْجَنْطَةَ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ، يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْتُمْ“ (معانی الآثار ۲: ۱۹۸)۔

(۴۲۹)..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں فرمایا سونا سونے کے بدلے میں برابر برابر ہو یا طرح چاندی چاندی کے بدلے میں، گندم گندم کے عوض، نمک نمک کے عوض، جو جو کے عوض برابر برابر ہوں جس نے زیادہ کیا یا دیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ سونے کو چاندی کے عوض جیسے چاہو پیچو مگر ہاتھ در ہاتھ، اور گندم کو کھجور کے عوض جیسے چاہو ہاتھ در ہاتھ پیچو، اور جو کو کھجور کے عوض جیسے چاہو ہاتھ در ہاتھ پیچو۔ اس باب میں حضرت ابوسعید و ابو ہریرہ و بلال رضی اللہ عنہم کی حدیثیں بھی ہیں۔ یہ حدیث حسن و صحیح ہے (ترمذی) اور اس کو طحاوی رحمہ اللہ نے بھی بروایت مسلم بن یسار عن ابی الاشعث عن عبادہ تخریج کی ہے اور اس میں لفظ ہیں سونے کو چاندی کے عوض اور گندم کو جو کے عوض اور کھجور کو نمک کے عوض ہاتھ در ہاتھ جیسے چاہو پیچو۔ (معانی بلا آثار ۲/ ۱۹۸)

**فائدہ:-** اس بارے میں اختلاف ہے کہ گندم جو کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے یا نہ؟ بعض ناجائز کہتے ہیں لیکن جمہور جائز کہتے ہیں جس کی دلیل یہی حدیث ہے اور حدیث میں جو فرمایا کہ سونے کو چاندی کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ جیسے چاہو پیچو اس سے معلوم ہوا کہ سود کی علت کی جو دو چیزیں ہیں قدر، و جنس ان میں سے اگر ایک پائی جائے اور دوسری جزء نہ ہو تو زیادتی جائز اور ادھار حرام ہوگا جب قدر یعنی مکملی یا موزونی ہو اور جنس ایک نہ ہو تو ادھار حرام ہونا اوپر کی نص سے ثابت ہے اور جب جنس ایک ہو مگر مکملی یا موزونی نہ ہوں تو ادھار حرام ہونا قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ اس بات میں قدر و جنس میں فرق نہیں ہے لہذا جو حکم ایک کا ہوگا وہی دوسری کا ہوگا بلکہ جنس کا ہونا قدر سے بطریق اولیٰ باعث حرمت ادھار بنتا ہے کیونکہ قدر تابع اور جنس اصل ہے جب تابع کی صورت میں ادھار حرام تو اصل کی صورت میں ادھار بطریق اولیٰ حرام ہے۔ بلکہ جنس کے بارے میں بھی نص آئی ہے جیسا کہ آگے احادیث میں آ رہا ہے کہ حیوان کو حیوان کے عوض ادھار بیچنا جائز نہیں۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم اور جو الگ الگ دو جنس ہیں یہی جمہور رحمہم کا قول ہے، امام موفق رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری و امام شافعی وغیرہ کی یہی رائے ذکر فرمائی ہے۔ البتہ امام احمد رحمہ اللہ ان کو ایک جنس کہتے ہیں۔

## بَابُ اشْتِرَاطِ التَّعْيِينِ فِي الرِّبَوِيَّاتِ دُونَ الْقَبْضِ

۴۷۴..... عن عبادة بن الصامت، أَنَّهُ قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بَعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوْ أَزَادَ فَقَدْ أَرَىٰ". - أخرج مسلم (۲: ۲۴۰) من طريق أبي الأشعث، وأخرجه أيضا من طريقه بقوله: "يَدَا بَيْدٍ" بِمَكَانِ "عَيْنًا بَعَيْنٍ" -

## بَابُ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ

۴۷۵..... أخبرنا مالك، أخبرنا أبو الزناد، عن سعيد بن المسيب، قال: "نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ" -

### باب جن چیزوں میں سود لازم آئے ان میں تعین ہو جانا شرط ہے فوری قبضہ شرط نہیں

(۳۷۴)..... حضرت عبادة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ آپ سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض اور گندم کو گندم کے اور جو کو جو کے اور کھجور کو کھجور کے اور نمک کو نمک کے عوض بیچنے سے منع فرما رہے تھے مگر یہ کہ برابر برابر ہوں اور دونوں طرف متعین ہو جائیں۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا (مسلم ۲/۲۳۷) اور ایک سند میں لفظ دونوں طرف سے متعین ہونے کے بجائے ہاتھ در ہاتھ ہونے کے ہیں۔

**فائدہ:-** یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ جن چیزوں میں سود لازم آئے مثلاً دونوں طرف مکملی یا موزونی اور ایک ہی جنس ہوں تو اگر ایک طرف کی چیز وصول ہوگئی اور دوسری طرف کی چیز وصول نہیں ہوئی اس پر دوسرے نے قبضہ نہیں کیا مگر متعین کردی گئی تو فوری قبضہ نہ کرنے سے سود لازم نہیں آئے گا مگر دراہم و دنانیر میں دونوں طرف فوری قبضہ ضروری ہے۔ صرف تعین کافی نہیں ہے احناف فرماتے ہیں کہ عیناً بعین، یداً بید کی تفسیر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ دراہم و دنانیر کی طرح سب چیزوں میں فوری قبضہ بھی ضروری مانتے ہیں انہوں نے یداً بید کے ظاہر پر عمل چھوڑ دیا اور اس کا معنی بھی یداً بید کا کیا۔ بذل الحجو و میں مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یداً بید نمینۃ کے مقابلہ میں آیا ہے اور نمینۃ واجب فی الذمہ یعنی ادھا رکوتے ہیں تو یداً بید کا معنی عیناً بعین ہوگا۔

### باب حیوان کو گوشت کے عوض فروخت کرنا

(۳۷۴)..... امام مالک رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حیوان کو گوشت کے عوض فروخت کرنا ممنوع ہے۔



۴۷۴۲..... وأخبرنا مالك، أخبرنا داود بن الحصين، أنه سمع سعيد بن المسيب يقول: "كَانَ مِنْ مَنَسِيرِ أَهْلِ النَّجَاحِلِيَّةِ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ" - أخرجهما محمد في "الموطأ" وقال: بِهِ نَأْخُذُ، مَنْ بَاعَ لَحْمًا مِنْ لَحْمِ الْغَنَمِ بِشَاةٍ حَيَّةٍ لَا يَذُرِي اللَّحْمُ أَكْثَرُ، أَوْ مَا فِي الشَّاةِ أَكْثَرُ فَلْيَبِيعْ فَابَيْدَ مَكْرُوهٌ لَا يَنْبَغِي، وَهَذَا بِمِثْلِ الْمُرَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَكَذَا يَبِيعُ الزَّيْتُونُ بِالزَّيْتِ، وَذَهْنُ السِّمْسِمِ بِالسِّمْسِمِ (موطأ للإمام محمد ۳۲۷)۔

(۴۷۴۲)..... دوسری سند سے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ جاہلیت کے دور کا تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکریوں کے عوض فروخت کرتے تھے۔ اس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطأ میں خرّج کر کے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں کہ جو آدمی بکری کا گوشت زندہ بکری کے عوض فروخت کرے اور معلوم نہ ہو کہ گوشت زیادہ ہے یا جو بکری میں ہے وہ زیادہ ہے تو بیع فاسد اور مکروہ ہے نہ کہ کرنی چاہیے اور یہ بیع مزاہرہ اور محالہ کی طرح ہے یہی حکم ہے زیتون کو زیتون کے تیل کے عوض اور تیل کے تیل کے عوض فروخت کرنے کا۔ (موطأ ۳۲۷)

**فائدہ:-** حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر حیوان کی گوشت کے عوض بیع ہو اور حیوان سے مقصود بھی گوشت ہو کہ قربانی کرنا ہے یا ذبح کرنا ہے تو یہ بیع منوع ہے اور اگر حیوان سے گوشت مقصود نہیں تو بیع میں حرج نہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب گوشت اُسی حیوان کی جنس کا ہو تو منوع ہے اور اگر غیر جنس کا ہو تو جائز ہے مثلاً بکری کا گوشت اونٹ یا گائے کے عوض فروخت ہو۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حیوان گوشت کے عوض بیچا جائے چاہے گوشت اس کی جنس کا ہو یا نہ، اگر ہاتھ در ہاتھ بیچا جائے تو جائز ہے اور ادھار جائز نہیں ہے منشاء اختلاف اس ممانعت کا سبب ہے بعض کہتے ہیں کہ جب حیوان ایک جنس ہو اور گوشت دوسری جنس ہو تو فوری لینے دینے میں سود لازم نہیں آئے گا لہذا ممنوع بھی نہ ہوگا اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ سبب ممانعت یہ ہے کہ حیوان اگرچہ گوشت کی جنس کا ہو لیکن حیوان موزون پیڑ نہیں ہے لہذا گوشت کو حیوان کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں قدر جنس سود کی علت موجود نہیں ہوگی اس لئے زیادتی حرام نہیں ہوگی اس کی تفصیل بدائع میں ہے کہ اگر دونوں وجنس ہوں مثلاً بکری اور اونٹ یا گائے کا گوشت ہو تو الگ الگ جنس ہونے کی وجہ سے اندازاً ادھار اور نقد ہر طرح بیچنا جائز ہوگا اور اگر زندہ بکری کو بکری کے گوشت کے عوض فروخت کیا جائے تو بعض مشائخ ان کو دو جنس مانتے ہیں لہذا اس کو اندازاً بیچنا جائز سمجھتے ہیں اور بعض ایک جنس مانتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد اس پر ہے کہ چونکہ بکری موزون چیز نہیں اور زیادتی تب سود ہوتی ہے جب علت قدر جنس دونوں موجود ہوں۔ لہذا اس صورت میں اندازے سے اور زیادتی کے ساتھ فروخت جائز ہوگی مگر ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بیع تب ہی جائز ہوگی جب یہ اندازہ ہو کہ گوشت زندہ بکری میں موجود گوشت سے زیادہ ہے۔ (بدائع ۵/۱۸۹)

## بَابُ بَيْعِ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ

۴۷۴۳..... أخبرنا مالك، أخبرنا عبد الله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان، أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَیَاشٍ مَوْلَى لَبْنِي زُهْرَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ عَمَّنِ اشْتَرَى الْبَيْضَاءَ بِالسَّلْتِ؟ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَتَيْتُمَا أَفْضَلَ؟ قَالَ: الْبَيْضَاءُ، قَالَ: فَتَهَانَيْ عَنْهُ، وَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرَى التَّمْرَ بِالرُّطْبِ؟ فَقَالَ: أَيْتَحَصُ الرُّطْبُ إِذَا يَبَسَ؟ قَالُوا: نَعَمْ! فَتَهْنِ عَنْهُ (الموطأ للإمام محمد ۳۳۱)۔

اس وضاحت کے بعد ظاہر ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کو بیع مزاہدہ و محالہ پر اور زیتون کے تیل کی زیتون سے اور تلوں کے تیل کی تلوں سے بیع پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مقيس علیہ میں قدر و جنس دونوں علتیں موجود ہیں اور مقيس میں یا دونوں نہیں یا ایک علت نہیں ہے (مزید تفصیل اعلاء السنن عربی میں ملاحظہ ہو)

## باب تازہ کی کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کا حکم

(۴۷۴۳)..... امام مالک رحمہ اللہ اپنی سند سے زید ابو عیاش مولى ہوزہرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے معاملہ سے متعلق سوال کیا جو بغیر چھلکا والے سفید ہو کے عوض گندم خریدتا ہے؟ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا ان میں سے کونسا بڑھیا ہوتا ہے؟ کہا گندم فرماتے ہیں انہوں نے اس معاملہ کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سے خشک کھجور تازہ کی کھجور کے عوض خرید کرنے سے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تازہ کھجور خشک ہو جانے پر کم وزن ہو جاتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے بتایا جی ہاں تو آپ ﷺ نے منع فرمایا (موطأ امام محمد ۳۳۱)

**فائدہ:-** تازہ کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف و محمد و احمد و شافعی و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں۔ مروی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ جب بغداد میں آئے لوگوں نے یہی مسئلہ معلوم کیا اور وہ لوگ امام صاحب رحمہ اللہ کی اس حدیث کی مخالفت کی وجہ سے مخالف تھے تو آپ نے فرمایا رطب (تر کھجور) بھی تر یا نہیں؟ اگر تر ہے تو بیع جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تر تر کے عوض برابر برابر جائز ہے اور اگر وہ تر نہیں تو بھی جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جب جنسیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو، تو اہل بغداد نے یہ حدیث پیش کی تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش (حس کی کنیت ابو عیاش ہے) پر اور وہ مجہول ہے یا فرمایا ایسا راوی ہے جس کی حدیث مقبول نہیں ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے اس طعن کو محدثین نے مستحسن کہا ہے حتیٰ کہ ابن مبارک رحمہ اللہ بیخی فرماتے ہیں کہ کیسے کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کی معرفت نہیں رکھتے؟ حالانکہ وہ فرماتے ہیں زید ایسا راوی ہے جس کی روایت مقبول نہیں۔

## بَابُ الرِّبَا فِي دَارِ الْحَرْبِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرَبِيِّ

عن مكحول، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا رِبَا بَيْنَ أَهْلِ الْحَرْبِ"، وَأُظُنُّهُ قَالَ "وَبَيْنَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ" أخرجه البيهقي من طريق عن أبي يوسف، عن بعض المشيخة، عن مكحول

بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس طعن کا جواب دیا ہے کہ یہ زید مجہول العین بھی نہیں ہے کیونکہ ان سے دو راوی عبد اللہ بن یزید اور عمران بن ابی انس (مسلم کے راوی) روایت لینے والے ہیں اور مجہول الحال بھی نہیں کیونکہ اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو نہیں جانتے تو دوسرے ائمہ جانتے ہیں امام ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی و ابن حبان و ابن خزیمہ رحمہم اللہ اس کی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور دارقطنی ثقہ و ثبت کہتے ہیں حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مجہول کہنے میں اکیلے نہیں بلکہ کئی محدثین نے ان کی موافقت کی خود امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم نے اس روایت کو زید کے مجہول ہونے کے خطرے سے روایت نہیں کیا ابن حزم رحمہ اللہ مجہول کہتے ہیں اور طبری نے بھی اس کے مجہول ہونے کو حدیث کے معطل ہونے کا سبب بیان کیا اور محدث عبد الحق رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث میں طعن کیا ابن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں زید کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ مجہول ہیں دوسرا یہ کہ وہ ابو عیاش زرقی ہیں تو متعین نہ ہوا۔ اگر دوسرے ائمہ نے اس کو پچھانا تو امام صاحب کی بیان کردہ حدیث متدل اُن پر حجت ہے مگر امام صاحب مجتہد ہیں اور آپ نے اُن کو نہ پچھانا تو دوسرے ائمہ کی تقلید اُن پر لازم نہیں اور جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ان حضرات نے صرف امام مالک رحمہ اللہ پر اعتماد کیا۔

نیز امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ عبد اللہ تو اس طرح روایت کرتے ہیں جبکہ یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رطب کو تمر کے عوض ادھار بیچنے سے منع فرمایا (مطلق منع نہیں فرمایا) تو ممانعت کی وجہ صرف ادھار ہے اور امام ابن الترمکانی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ یہ حدیث سند و متن دونوں میں سخت مضطرب ہے اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے نزدیک اس صورت پر محمول ہے جب تازہ کھجور درختوں پر ہو اور اس کے عوض تمر (خشک کھجور) کیل کیا ہوا ہو تو چونکہ ایک وزن شدہ ہوگا اور دوسرا بغیر وزن کے اس لئے بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ دونوں میں برابری نہیں ہوگی تو یہ حدیث بیع مزانہ پر محمول ہوگی جس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (علماء اعلیٰ السنن میں تفصیلی گفتگو پڑھ لیں)۔

## باب دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود کا حکم

(۴۷۴)..... حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حربی اور مسلمانوں کے درمیان سود جائز نہیں ہے اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بسند مکحول سے روایت کیا ہے (درایہ ۱۸۷) یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

(درایۃ ۱۸۷)، هذا حدیث مرسل، والمرسل حجة عندنا، وجهالة بعض المشيخة غير مضر، لأن تلك الجهالة بالنسبة إلینا لا بالنسبة إلى المجتهد۔

کے استاذ مجہول ہونا مضر نہیں کیونکہ ہمارے اعتبار سے مجہول ہے مجتہد کے اعتبار سے مجہول نہیں ہے۔

**فائدہ:-** اگر مسلمان حربی کا کافر سے دار الحرب میں سود لے تو یہ سلف و خلف سے اختلافی چلا آ رہا ہے حضرت ابراہیم خنی و ابو حنیفہ و سفیان ثوری و محمد بن یحییٰ کے نزدیک یہ سود ناجائز نہیں، امام ابو یوسف و شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہے مہسوط میں ہے کہ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن مکحول بن یحییٰ فقیہ اور ثقہ ہیں اور ایسے راوی کی مرسل مقبول ہے اور یہ امام صاحب اور امام محمد رحمہما اللہ کی اس بارے میں دلیل ہے کہ دار الحرب میں مسلمان حربی سے ایک درہم کی بیع و ودرہم سے کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ان حضرات کے مسلک کا مطلب یہ ہے کہ دار الاسلام کے مسلمان کو اسلام کی وجہ سے جہاں بھی ہو سود کی ممانعت ہے اور کافر سے لینے کی صورت میں اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کافر کا مال اُس کی خوش دلی سے لیا ہے کیونکہ عقد سود کے ذریعہ لیا ہے اور کافر بھی اس کے لینے پر ویسے راضی نہیں محض بطریق عقد راضی ہو جاتا ہے تو اگر دار الحرب میں یہ جائز ہو تو دار الاسلام میں بھی مسلمانوں کے مابین جائز ہو جائے اور تاویل یہ کر لی جائے کہ ایک درہم تو درہم کے عوض ہو اور دوسرا ہبہ ہو گیا اور یہ حضرات اپنی دلیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ جنگ خندق میں مشرکین میں سے ایک مردہ کی لاش تھی مشرکین نے رقم کے عوض دینے کی درخواست کی آپ ﷺ نے رقم لیکر مردہ کی لاش دینے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا اور بغیر رقم یونہی حوالے کیا گیا تو جیسے مردہ مشرک کی لاش پر رقم لینا جائز نہیں ایسے ہی یونہی بلا عوض سود کی رقم کافر و مشرک حربی سے لینا جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل ایک تو حضرت مکحول بن یحییٰ کی روایت ہے دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا جاہلیت کے دور کا ہر سود ختم اور سب سے پہلا سود جو ختم کیا جا رہا ہے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے (مسلم ۱/۳۹۷) حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پہلے یا خیبر کی فتح سے پہلے مسلمان ہوئے فتح خیبر کے وقت سود حرام ہو چکا تھا اور فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ دار الحرب تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کے فوراً بعد اور فتح مکہ کے زمانہ میں آپ ﷺ نے ان کا حربیوں کے ذمہ کا سود ختم نہیں کیا بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے سود ختم ہو جانے کا اعلان فرمایا اور اُس وقت سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد کا کفار حربیوں سے وصول کیا ہوا سود ختم نہیں فرمایا اور کافروں کو واپس کرنے کا حکم نہیں فرمایا (جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد بھی اہل مکہ کافروں سے سود لیتے رہے ہیں) یہ گفتگو تو دار الحرب کے رہائشی مسلمان و حربی کافر کے درمیان سود کی ہے لیکن جو مسلمان دار الحرب کے رہائشی نہیں وہاں کے صرف تاجر ہیں ان کیلئے صرف وہی معاملہ جائز ہے جو دار الاسلام میں جائز ہے اور چونکہ ان کیلئے دار الاسلام میں رہتے ہوئے حربی کافر سے



..... ۴۷۴۵

قال ابن حزم: روينا من طريق قاسم بن إصباح: نا بكر بن حماد، نا مسدد، نا حفص بن غياث، عن أبي العوام البصري، عن عطاء: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبِيعُ مِنْ غُلَامَيْهِ النَّخْلَ السَّتْنِيَّ وَالثَّلَاثَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَمَّا عَلِمْتَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ هَذَا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى! وَلَكِنْ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ سَيِّدِهِ رَبًّا" (المحلى ۵: ۸۱۴)، ولم يعله بشيء.

..... ۴۷۴۶

أخبرنا سفيان، عن عمرو بن دينار، عن أبي سعيد، أظنه عن ابن عباس، "أَنَّهُ كَانَ يَبِيعُ الثَّمَرِ مِنْ غُلَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُطْعَمَ، وَكَانَ لَا يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُلَامِهِ رَبًّا" أخرجه الإمام الشافعي في "مسنده" (۸۴)، وسنده صحيح، وأبو سعيد هو مولى ابن عباس اسمه نافذ من رجال الجماعة ثقة - "تقريب"، والباقون لا يسأل عنهم.

بھی سود لینا جائز نہیں اس لئے بطور تاجر دار الحرب میں جا کر بھی حریوں سے سود لینا جائز نہیں کیونکہ ان کے مابین حربی و مسلم ہر ایک کا مال محفوظ و ذی قیمت ہے اور مستأمن بننے سے یہ عصمت ختم نہیں ہوتی ایسے ہی دار الحرب کے حربی تاجر دار الاسلام میں مستأمن بن کر آئیں تو ان میں سے کسی کا دوسرے سے ایک درہم کے عوض دودھ لینا جائز نہیں۔ ذمیوں کا بھی یہی حکم ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے اس مسلک کی تائید حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ دار الحرب میں مسلمانوں اور حریوں کے درمیان ایک دینار دے کر دودھ دینا خریدنے میں حرج نہیں ہے (طحاوی) اور یہ قول حضرت کھول رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا روایت کی بہترین تفسیر ہے۔

(۴۷۴۵)..... علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ اپنے غلاموں سے کھجوروں کو (کھجوروں کے عوض) دو سال اور تین سال کی مدت مقرر کر کے فروخت کرتے تھے تو حضرت جابر رحمہ اللہ نے ان کو پیغام بھیجا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ نے فرمایا ضرور منع فرمایا ہے لیکن غلام اور اس کے آقا کے درمیان سود حرام نہیں ہے (الحلی ۸/۵۱۴) ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت میں کوئی علت بیان نہیں فرمائی۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صورت ربا جب حقیقت ربا سے خالی ہو تو نہ اس میں کراہت ہے نہ گناہ کہ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ کا یہ عمل صورت ربا ہے لیکن حقیقت ربا سے خالی ہے اسی سے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں رہنے والے مسلم حربی کے درمیان سود اگرچہ صورت سود ہے لیکن حقیقت ربا سے خالی ہے اس لئے جائز ہے کیونکہ حربی کفار سب مسلمان کے حق میں غلام ہیں تو حضرت ابن عباس رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی حضرت کھول رحمہ اللہ کی روایت کی تائید ہے۔

(۴۷۴۶)..... حضرت ابن عباس رحمہ اللہ سے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے غلام سے پھل کھانے کے قابل ہونے سے پہلے بیچ دیتے تھے اور اپنے اور اپنے غلام کے درمیان سود کو گناہ نہ سمجھتے تھے۔ اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مند (ص ۸۴) میں خرخر کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اس

۴۷۴۷..... حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد، عن سهيل بن عقيل، عن عبد الله بن هبيرة السبائي قال: "صالح عمرو بن العاص أهل أنطابلس - وهى من بلاد بركة بين أفریقیة ومصر - على الجزية على أن يبيعوا من أبناءهم ما أحبوا فى جزيتهم" - رواه أبو عبيد فى "الأموال" (۱۴۶)، ورجاله ثقات، ولم أعرف سهيل بن عقيل هذا، ولكن الليث أجل من أن يروى عن لا يحتاج به، وهو إمام مجتهد -

۴۷۴۸..... حدثنا عبد الله بن صالح، عن الليث بن سعد قال: إنما الصلح بيننا وبين النوبة على

کاراوی ابو سعید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا غلام ہے جس کا نام نافذ ہے جماعت کے روات میں سے اور ثقہ ہے اور باقی راوی اس قابل ہیں کہ ان سے متعلق پوچھا ہی نہ جائے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی گذشتہ فائدہ کے ضمن میں مذکورہ بحث واضح ہے۔

(۴۷۴۷)..... حضرت عبد اللہ بن ہبیرہ سہائی سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے افریقہ و مصر کے درمیان برقر علاقہ کے شہروں میں سے انطاہلس شہر والوں سے جزیہ پر صلح کی اور یہ شرط لگائی کہ اپنے جزیہ میں اپنے بیٹوں میں سے جن کو چاہیں گے بچیں گے۔ اس حدیث کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال (۱۴۶) میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں میں سهيل بن عقيل راوی کو نہیں جانتا لیکن ایٹ ایسے نہیں ہیں جو ایسے راوی سے روایت کریں جو قابل احتجاج نہ ہو کیونکہ امام مجتہد ہیں۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے واضح دلیل ہے کہ حریوں کا اپنے بیٹے بیچنا اور ان سے مسلمانوں کا خریدنا جائز ہے حالانکہ بیٹا باپ کا غلام نہیں ہوتا تو یہ آزاد کی خرید و فروخت ہوئی اور آزاد کی خرید و فروخت دارالاسلام میں جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر حربی مستامن اپنا بچہ فروخت کرے تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہے جبکہ یہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جائز ٹھہرا رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مابین جو معاملات فاسد ہیں وہ دارالحرب میں مسلم و حربی کے مابین جائز ہیں اور یہ انطاہلس دارالموادعہ تھا جو دارالاسلام نہیں دارالحرب ہے۔ اس بارے میں احناف کے کئی قول ہیں کہ حربی اپنے بیٹے یا بیٹی کو مستامن مسلمان سے فروخت کرے تو بیع درست ہے یا نہ؟ اکثر اس بیع کو باطل کہتے ہیں لیکن امام کرنی بیسٹ فرماتے ہیں کہ اگر وہ حربی اس بیع کو ناجائز سمجھیں تو بیع باطل ہوگی اور اگر جائز سمجھیں تو بیع جائز ہوگی۔ فتاویٰ غیاثیہ میں بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ غیاثیہ ۱۰۲) اور یہی رائج ہے کیونکہ آثار اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور امام ابو عبید رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ امام اوزاعی بیسٹ کی بھی یہی رائے۔ تو جب حریوں کا اپنے بیٹوں کو فروخت کرنا اور مسلمانوں کا ان سے خریدنا جائز ہے تو دارالحرب میں حربی و مسلم کے درمیان سود بھی جائز ہے کیونکہ سود اور آزاد کو فروخت کرنا حرمت میں برابر ہیں تو ایک کا جائز ہونا دوسرے کے جواز کا مقتضی ہے۔

(۴۷۴۸)..... حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے اور نبہ کے رہنے والوں (جو صید مصر کا صوبہ ہے) کے مابین اس پر صلح ہے کہ

أَنْ لَا تَقَاتِلَهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَا، وَأَنْتُمْ يُعْطَوْنَ دَقِيقًا وَنُعْطِيهِمْ طَعَامًا، قَالَ وَإِنْ بَاغُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ لَمْ أَرِ  
بَأْسًا عَلَى النَّاسِ أَنْ يَشْتَرَوْا مِنْهُمْ، قَالَ اللَّيْثُ: وَكَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ لَا يَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا۔  
رواه أبو عبيد أيضا (۱۴۶)، وفيه دليل على أن الليث ويحيى ابن سعيد قد احتجا بما رواه سهيل، عن  
عبد الله بن هبيرة عن عمرو بن العاص، وفيه دلالة على كون سهيل ثقة۔

۴۷۴۹..... حدثنا أبو عبيد القاسم بن سلام، حدثنا عبد الله بن صالح، عن الليث بن سعد،  
عن يزيد بن أبي حبيب: أَنَّ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ فِي شَرْطِهِ عَلَى أَهْلِ لَوَاثَةٍ مِنَ الْبُرِّ مِنْ أَهْلِ  
بُرْقَةٍ: إِنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبِيعُوا أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ فِيمَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْجَزْيَةِ، رواه البلاذري في "الفتوح"  
(۲۳۳)، وهذا مرسل صحيح رجاله كلهم ثقات، وأخرجه أبو عبيد في "الأموال" أيضا (۱۸۴)  
عن عبد الله بن صالح، عن الليث، ولم يذكر يزيد۔

۴۷۵۰..... حدثني محمد بن سعد، عن الواقدي، عن شرحبيل بن أبي عون، عن عبد الله  
ابن هبيرة، قال: لَمَّا فَتَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ الْهَاسَكَندَرِيَّةَ سَارَ فِي حُنْدِهِ يُرِيدُ الْمَغْرِبَ، حَتَّى قَدِمَ بُرْقَةَ

ہم ان سے نہ لڑیں گے اور وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور یہ کہ وہ ہمیں آئادیں گے اور ہم ان کو کھانا دیں گے۔ فرمایا اور اگر وہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کی خرید  
وفروخت کرتے ہوں تو لوگوں پر ان سے خریدنے میں حرج نہیں۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں  
حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اس کو بھی امام ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۳۶) نے روایت کیا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ حضرت لیث اور یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اللہ  
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عمل کی گزشتہ حدیث کو حجت بنانے ہیں اور اس میں دلیل ہے کہ راوی سہیل ثقہ ہے۔

(۳۷۴۹)..... حضرت لیث بن سعد یزید بن ابی حبيب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اہل برقة کے بربروں  
یعنی اہل لواتہ سے صلح کی شرط میں یہ شرط لکھی تھی کہ تم پر جو جزیہ ہوگا اس کے عوض تم اپنے بیٹے اور عورتیں فروخت کرو گے۔ اس روایت کو امام  
بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح (ص ۲۳۳) میں روایت کیا ہے اور یہ صحیح مرسل ہے اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور امام ابو عبیدہ نے بھی اس کو  
(ص ۱۸۴) روایت کیا ہے صرف یزید بن ابی حبيب کا ذکر نہیں کیا۔

(۳۷۵۰)..... امام بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ فتح کیا تو  
اپنے لشکر میں مغرب کا ارادہ کرتے ہوئے چلے جاتی کہ انطاکیہ کے شہر برقة پہنچے تو وہاں کے رہائشیوں نے جزیہ پر صلح کی وہ جزیہ ۱۳ ہزار دینار  
تھے کہ جزیہ میں اپنے بیٹوں میں جن کو چاہیں گے بیچیں گے۔ (کتاب الفتوح ۲۳۱) اس روایت کا راوی شرحبیل ام بکر بنت مسور بن خرمہ  
کے مولیٰ ہیں اس کا تذکرہ ابن یونس نے مصریین میں کیا ہے (تقیل المنفعہ ۱۷۷) اور اس میں جرح و تعدیل کچھ ذکر نہیں کیا اور اس روایت

وَهِيَ مَدِينَةُ إِنْطَانَسْ - فَصَالَحَ أَهْلَهَا عَلَى الْجِزْيَةِ، وَهِيَ ثَلَاثَةُ عَشَرَ أَلْفَ دِينَارٍ، يَبْنِعُونَ فِيهِ مِنْ أَتْنَانِهِمْ مَنْ أَحْبَبُوا بَيْعَهُ " رواه البلاذري في "الفتوح" (۲۳۱)، وشرحبیل هو مولیٰ أم بکر بنت المسور بن مخرمة، ذكره ابن يونس في المصريين (تعجيل المنفعة ۱۷۷)، ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا، وذكرته اعتضادا۔

۴۷۵۱..... حدثنا محمد بن العباس ثنا علي (هو ابن معبد) ثنا محمد بن الحسن - ثنا محمد بن أبان بن صالح، عن حماد، عن إبراهيم، قال: " لَا بَأْسَ بِالْذِّينَارِ بِالْذِّينَارَيْنِ فِي دَارِ الْحَرْبِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَبَيْنَ أَهْلِ الْحَرْبِ " - رواه الطحاوي في "مشكل الآثار" (۲۴۵:۴)، وسنده حسن۔

۴۷۵۲..... حدثنا إبراهيم بن أبي داود، ثنا نعيم، ثنا ابن المبارك، عن سفیان بذلك رواه الطحاوي في "مشكله" أيضا (۲۴۵:۴)، وسنده صحيح۔

۴۷۵۳..... عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: "لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُخْرِجَ بَنِي النَّضِيرِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ أَمَرْتَ بِإِخْرَاجِنَا وَلَنَا عَلَى النَّاسِ دُيُونٌ لَمْ تَحُلْ، قَالَ: ضَعُوا كَوْبَحِي بِطَوْرَتَيْدٍ مِثْلَ مَا فِي دَارِ الْحَرْبِ"۔

(۳۷۵۱)..... حضرت حماد بن عمارؒ حضرت ابراہیم مخنیؒ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ دارالحرب میں مسلمانوں اور عربوں کے درمیان ایک دینار کی دو دینار کے عوض بیع مخرج نہیں ہے۔ اس کو امام طحاویؒ نے مشکل الآثار (۲۳۵/۴) میں روایت کیا ہے اور سند حسن ہے۔

(۳۷۵۲)..... اس حدیث مذکور کو دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن مبارک کے واسطہ سے حضرت سفیان ثوریؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے جس کو امام طحاویؒ نے مشکل الآثار (۲۳۵/۴) میں روایت کیا اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

**فائدہ:** ان دونوں آثار سے امام اعظمؒ کے قول کی تائید ہے تابعی بزرگ کا قول ایسے معاملہ میں جس میں رائے کو دخل نہیں حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے۔

(۳۷۵۳)..... حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بنو نضیر کو (جلا وطن کرنے اور) نکالنے کا حکم فرمایا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ان لوگوں کے متعلق ہمیں نکال دینے کا حکم فرمایا حالانکہ ان لوگوں کے ہمارے ذمہ قرض ہیں۔ نو واپس نہیں کئے! فرمایا کچھ کمی کراؤ اور جلدی ادا کر لو۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک (۱۸۴/۲) حدیث نمبر ۲۳۰۲ میں روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن سند والی ہے لیکن امام ذہبی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا راوی زنجی ضعیف ہے اور راوی عبدالعزیز ثقہ نہیں۔ میں (مولانا عثمانیؒ) کہتا ہوں عبدالعزیز کے تابع حکم بن موسیٰ ابوصالح امام بیہقیؒ کی سنن میں ہے اور یہ



وَتَعَجَّلُوا“، رواه الحاكم في المستدرک (۵۲:۲)۔ وقال: حديث صحيح الإسناد، وتعقبه الذهبي بأن الزنجي ضعيف، وعبد العزيز ليس بثقة اه۔ قلت: تابع عبد العزيز الحكم بن موسى أبو صالح عند البيهقي في ”سننه“ (۲۷:۲)، وهو من رجال مسلم، وروی له البخاری تعلیقاً، وثقه ابن معين، والعجلي، وأبو حاتم، وابن سعد، وقال صالح جزرة: ثقة مأمون (التهذيب ۴: ۴۴۰)، والزنجي مختلف فيه، قد مر توثيقه في الكتاب غیر مرة، والحديث رواه الواقدي في سيره عن ابن أخي الزهري، عن الزهري عن عروة بن الزبير، قاله البيهقي، وهذا شاهد جيد؛ لما رواه الزنجي فالحديث حسن۔

امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی روایت تعلیقاً روایت کی ہے اور اس کو امام ابن معین اور بخاری اور ابو حاتم اور ابن سعد رحمہم اللہ نے ثقہ کہا ہے اور صالح جزرہ رحمہ اللہ نے فرمایا ثقہ و محفوظ ہے (تہذیب ۲/۴۴) اور زنجی مختلف فیہ راوی ہے اور اس کی توثیق اسی کتاب میں کئی بار ذکر ہوئی اور اسی حدیث کو امام داؤدی رحمہ اللہ نے سیرت میں زہری کے نتیجے سے عن زہری عن عروہ رحمہم اللہ تخریج کیا ہے جس کو پہلی رحمہم اللہ نے ذکر کیا اور یہ زنجی کی روایت کا عمدہ شاہد ہے نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث حسن ہے۔

**فائدہ:-** اگر آدمی نے کسی کو مثلاً دوسو درہم بطور قرض ایک مہینہ کی مدت مقرر کر کے دیئے ضرورت پڑنے پر مہینہ پورا ہونے سے پہلے وصول کرتا ہے اور مقرض کہتا ہے کہ جلد وصول کرنے پر آپ دوسو کے بجائے ۱۵۰ درہم لے لو۔ (جبکہ قرض خواہ نے ۵۰ درہم معاف نہیں کئے محض مجبوری کی بناء پر ۵۰ چھوڑتا ہے) تو یہ ۵۰ درہم بلا عوض ہونے کی وجہ سے سود ہوئے اس لئے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسا معاملہ مسلمانوں کا باہم کرنا حرام ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنو نضیر حربیوں سے ایسا کرنے کی اجازت بلکہ حکم فرمایا معلوم ہوا کہ جو معاملہ مسلمانوں کے مابین حرام اور سود ہے وہ دارالحرب میں مسلمان و حربی کے مابین جائز ہے۔ اس بارے میں دوسرے آثار بھی ہیں اور حدیث اخراج بنو نضیر کو امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں مسلم و حربی کے مابین دارالحرب میں سود جائز ہونے پر حجت بنایا ہے کیونکہ مسلمانوں پر ان کے قرض تھے اور اہل حرب ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ درست ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح رکانہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ مکرمہ کے بالا علاقوں میں ملاقات ہوئی رکانہ نے کہا اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں گے تو میری تہائی بکریاں آپ کی ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے کشی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھاڑ دیا بالا خراس کی ساری بکریاں (کئی بار پچھاڑنے کی وجہ سے) لے آئے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں مسلم و حربی کے مابین ایسا معاملہ جائز ہے (مبسوط ۱۳/۵۷) اور امام محمد رحمہ اللہ کی بلاغات ہمارے نزدیک حجت ہیں۔ حاصل یہ کہ امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ کا قول اقویٰ ہے اور اس کی دلیل صرف روایت بخول نہیں دوسرے دلائل بھی ہیں حضرت ابراہیم نخعی وغیرہم بھی مؤید ہیں لیکن یہ سب بحث جواز میں ہے مگر چونکہ اس جواز میں بھی ائمہ کا اختلاف ہو گیا اس لئے احتیاط اور بہتر یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کے ساتھ بھی سود کا

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

۴۷۵۴..... عن ابن عباس: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً"، أخرجه ابن حبان في "صحيحه"، والبخاري في "مسنده"، وقال: ليس في الباب أجل إسناداً عن هذا (زيلعي ۲: ۱۹۳)۔

۴۷۵۵..... وعن الحسن، عن سمرة: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً"، أخرجه أصحاب السنن الأربعة (زيلعي ۲: ۱۹۳)۔

۴۷۵۶..... وعن محمد بن دينار الطاحي، قال: حدثنا يونس بن عبيد، عن زياد بن جبير، عن ابن عمر: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْخِيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً"، أخرجه الطحاوي في "معاني الآثار" (۲: ۲۲۹)۔

۴۷۵۷..... حدثنا حسين بن محمد، ثنا خلف بن خليفة، عن أبي حباب، عن أبيه، عن ابن عمر، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَبِيعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ:

معاملہ کرنے سے پرہیز کیا جائے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے اور فتویٰ یہی ہے امام ابو یوسف اور جمہور رحمہ اللہ کے قول کو رائج ٹھہرا کر اختیار فرمایا ہے؟

## باب حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنا ممنوع ہے

(۳۷۵۳)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں اور بزار نے مسند میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس بارے میں اس سے بہتر سند نہیں ہے (زيلعي ۲: ۱۹۳)

**فائدہ:-** حدیث کی عنوان پر دلالت واضح ہے کہ توضیح کی محتاج نہیں اگلی احادیث بھی اسی مضمون کی ہیں۔

(۳۷۵۵)..... حضرت حسن ابصری رحمہ اللہ حضرت سمرة رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کی حیوان سے بیچ میں ادھار سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو سنن اربعہ والے حضرات نے روایت کیا ہے۔ (زيلعي ۲: ۱۹۳)

(۳۷۵۶)..... زیاد بن جابر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیچ سے منع فرمایا ہے۔ اس کو طحاوی نے معانی الآثار (۲: ۲۲۹) میں روایت کیا ہے۔

(۳۷۵۷)..... ابوجہاب عن ابیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دینار دو دینار کے عوض اور ایک

يَأْسُؤَلُ اللّٰهُ! أَرَأَيْتَ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْفَرَسَ بِالْأَفْرَاسِ، وَالنَّجِيبَةَ بِالْإِيلِ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ يَدًا بَيِّدًا“،  
أخرجه أحمد في ”مسنده“ (۱۰۹:۲)۔

۴۷۵۸..... وعن الحجاج بن أرتاة، عن أبي الزبير، عن جابر، قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:   
”الْحَيَوَانُ إِثْنَانِ يُوَاجِدُ لَا يَصْلُحُ نَسِيبًا، وَلَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بَيِّدًا“۔ أخرجه الترمذی وقال: حديث حسن  
(زیلعی ۱۹۳:۲)۔

۴۷۵۹..... وأخرجه الطحاوی فی ”معانی الآثار“ (۲۲۹:۲) بسند آخر۔ قال: حدثنا محمد  
ابن ابراهيم الصرّفی، قال: حدثنا عبد الواحد بن عمرو بن صالح الزهري، قال: حدثنا عبد الرحيم  
بن سليمان، عن أشعث، عن أبي الزبير، عن جابر: ”أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَرَى بَأْسًا بِبَيْعِ  
الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ إِثْنَيْنِ يُوَاجِدُ، وَيَكْرَهُهُ نَسِيبَةً“۔

۴۷۶۰..... وقال الطبرانی فی معجمه: حدثنا أحمد بن زهير التستري۔ ثنا ابراهيم بن راشد  
الأدسي، ثنا داود بن مهران، ثنا محمد بن الفضل بن عطية، عن سماك، عن جابر بن سمرة: ”أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيبَةً“ (زیلعی ۱۹۳:۲)۔

درہم دودرہم کے عوض نہ بیچا کرو ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ آدمی ایک گھوڑا کئی گھوڑوں کے عوض اور بھیجے اونٹ (جو عمدہ  
وتیز رفتار ہوتا ہے) عام اونٹ کے عوض بیچ لیا کرے؟ فرمایا ہاں جب ہاتھ درہا تھ بیچ ہو تو حرج نہیں۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند (۱۰۹/۲)  
میں روایت کیا ہے۔

(۳۷۵۸)..... ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک حیوان دو حیوانوں کے عوض ادھار پر تو  
درست نہیں ہے ہاں ہاتھ درہا تھ ہو تو حرج نہیں ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا حسن حدیث ہے (زیلعی ۱۹۳/۲)

(۳۷۵۹)..... روایت مذکورہ کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے معانی الآثار (۲۲۹/۲) میں دوسری سند سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک حیوان کی  
دو حیوان کے عوض بیچ میں حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن ادھار پر ناپسند فرماتے تھے۔

(۳۷۶۰)..... امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم میں مسندہ سماک سے حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی  
حیوان سے بیچ میں ادھار سے منع فرمایا ہے (زیلعی ۱۹۳/۲)

۴۷۶۱..... وقال عبد الله بن أحمد في زيادات "المسند": حدثني أبو إبراهيم الترمذاني: عن إسماعيل بن إبراهيم - ثنا أبو عمر المقرئ، عن سماك، عن جابر بن سمرة: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَبِيئَةً" (مسند أحمد (۱) ۹۹:۵)۔

۴۷۶۲..... عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج، عن عبد الكريم الجزري، أن زياد بن أبي مريم مولى عثمان أخبره: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُصَدِّقًا لَهُ، فَجَاءَ بِظَهْرٍ مُسْنَانٍ، فَلَمَّا نَظَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: هَلَكَتْ وَأَهْلَكَتْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَبِيعُ الْبُكْرَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ بِالْبَعِيرِ الْمُسْنِ يَدَا بَيْدٍ، وَعَلِمْتُ مِنْ حَاجَةِ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى الظَّاهِرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَذَلِكَ إِذَا"۔ أخرجه الشافعي الإمام في "مسنده" (الجوهر النقي ۲۹۰:۵)، وهذا مرسل حسن۔

(۴۷۶۱)..... امام عبد اللہ بن احمد زیادات مسند میں سند حضرت جابر بن سمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسند احمد ۹۹/۵)

(۴۷۶۲)..... عبد الکرم الجزری سے روایت ہے کہ زیاد بن ابی مریم مولى عثمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی بھیجا تو وہ بڑی عمروالی سواریاں (اونٹ) لیکر آیا آپ ﷺ نے فرمایا خود بھی تو ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا، عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میں دو یا تین جوان اونٹ ایک بڑی عمر کے اونٹ کے عوض ہاتھ در ہاتھ بیچتا رہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو سواری کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرمایا چلو پھر ٹھیک ہے۔ اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مسند (۱۴۱) میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل حسن ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایک حیوان کی دو تین حیوانوں کے عوض فوری خرید و فروخت جائز ہے یعنی ادھار ناجائز ہے یہ تو احناف کا مسلک ہے جبکہ جمہور ائمہ کے نزدیک حیوان کی حیوان سے بیع ادھار بھی جائز ہے ان حضرات نے کئی دلائل پیش کئے۔ مثلاً حضرت ابو رافع وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مسلم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے اونٹ ادھار پر لیا پھر اس سے بڑی عمروالی اونٹ ادائیگی کے وقت دیا۔ جس سے ادھار پر حیوان حیوان کے عوض لینا جائز ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سنن دارقطنی میں قابل احتجاج سند سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک اونٹ دو اونٹوں اور صدقہ کے کئی اونٹوں کے عوض (صدقہ کے اونٹ آنے تک کی مدت سے) خریدا۔ پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بیت المال کیلئے ادھار پر سودا ہے اور بیت المال کیلئے ایسا کرنا جائز ہے آپ ﷺ نے اپنے لئے ادھار پر نہیں لیا۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اول تو امام ابن القطن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معطل قرار دیتے ہوئے ضعیف و مضطرب الاسناد قرار دیا ہے دوم اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ جن سے زکوٰۃ کے اونٹ لو ان سے جو وصول کرو اگر دو اونٹ زکوٰۃ کی عمر کے وصول کرنے ہوں اور وہ سواری کے قابل نہ ہوں تو ان دو کے عوض ایک اونٹ



۴۷۶۳..... حدثنا عتاب بن زیاد، ثنا عبد الله بن مبارك، أنا خالد بن سعيد، عن قيس بن أبي حازم، عن الصناحي، قال: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي إِبِلِ الصَّدَقَةِ نَاقَةً مُسِنَّةً، فَغَضِبَ وَقَالَ: مَا هَذِهِ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ارْتَجَعْتُهَا بِبَعِيرَيْنِ مِنْ حَاشِيَةِ الصَّدَقَةِ، فَسَكَتَ“، رواه أحمد (۳۴۹:۴)، ورجاله ثقات، غير ما في نسخة الهيثمي من مجالد بن سعيد مكان خالد، وابن المبارك قد روى عن كليهما، فأما خالد فمن رجال البخاري وأبي داود ثقة مأمون، وأما مجالد فمن رجال مسلم والأربعة حسن الحديث، وثقة النسائي وغيره، وضعفه آخرون، فالحديث حسن، وهو شاهد لما قبله، ورواه أبو يعلى إلا أنه قال عن الصناحي الأحمسي وقال: فَتَنَعَمُ إِذَا (مجمع الزوائد ۱۰۵:۴)، والمرسل إذا تأيد بموصول، فهو حجة عند الكل، كما مر غير مرة۔

سواری کے قابل لے لو۔ یادہ حربی کافر تھے ان سے سود کا معاملہ درست ٹھہرا کر ایک اونٹ کے عوض دو لینے کا حکم فرمایا۔ یا یہ حیوان کی حیوان سے ادھار پر بیع کرنے سے ممانعت سے قبل کا واقعہ ہے۔

(۳۷۶۳)..... حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ حضرت صناحی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں بڑی عمر کی اونٹنی دیکھی (تو چونکہ بڑے اونٹ زکوٰۃ میں وصول کرنا درست نہیں اس لئے) آپ ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا یہ کیا ہے؟ تو حضرت صناحی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ میں نے صدقہ کے چھوٹے دو اونٹوں کے عوض خریدی ہے۔ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے (مسند/۳۴۹) روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے نسخہ میں اس کی سند میں خالد کی جگہ مجالد بن سعید راوی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک دونوں سے روایت لیتے ہیں خالد بخاری و ابوداؤد کا ثقہ اور قابل اطمینان راوی ہے اور مجالد مسلم اور سنن اربعہ کا حسن الحدیث راوی ہے اس کو نسائی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ لہذا حدیث حسن ہے اور گزشتہ روایت کی شاہد ہے اور اس کو امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے مگر صناحی کے ساتھ احمی نسبت بیان کی ہے اور اس میں لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چلو پھر ٹھیک ہے (مجمع الزوائد ۱۹۰/۳) (اس روایت سے قبل کی حدیث مرسل ہے) اور مرسل حدیث کی تائید جب موصول ہو جائے تو سب محدثین کے نزدیک حجت ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث کی تشریح گزشتہ حدیث والی سمجھیں کہ حیوان کی حیوان سے بیع فوری لے دے سے زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔

## أَحْكَامُ الْإِسْتِحْقَاقِ

### بَابُ يَرْجِعُ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِالذَّرَكِ

۴۷۶۴..... عن موسى بن السائب، عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة بن جندب، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ (بِهِ) وَيَتَّبِعُ الْبَيْعَ مَنْ بَاعَهُ" - رواه أبو داود وسكت عنه، قال المنذرى: وأخرجه النسائي، وقد تقدم الكلام على الاختلاف في سماع الحسن من سمرة (هـ) (عن المعبود ۳: ۳۱۳) - قلت: وقد أثبتنا سماعه منه عن الترمذی والبخاری وغيرهما -

## ﴿استحقاق کے احکام﴾

### باب نقصان کی تلافی کے ضامن بننے پر خریدار فروخت کرنے والے سے رجوع کر سکتا ہے

(۴۷۶۴)..... حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنا مال کسی آدمی کے پاس موجود پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے اور (اس صورت میں) خریدنے والا فروخت کرنے والے سے رجوع کرے (اور اپنی ادا کردہ قیمت واپس لے، اس روایت کو ابو داؤد رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور سکوت کیا ہے امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو نہائی نے بھی روایت کیا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کی بحث پہلے گزر چکی ہے اور ہم نے ترمذی اور بخاری وغیرہ رحمہم اللہ سے ان کا سماع ثابت کیا ہے۔

**فائدہ:-** حدیث کی عنوان پر دلالت واضح ہے اور فقہاء کا یہی اصول ہے لہذا اگر ایک شخص باندی خریدے اور خریدار کے پاس وہ بچہ بھی جن دے پھر کوئی شخص اصل مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور گواہ پیش کر دے (کہ یہ میری باندی ہے فروخت کرنے والے شخص کی نہیں) تو باندی اور اس کا بچہ لے جاسکتا ہے اور خریدار باندی کی قیمت فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا۔ لیکن اگر خریدار خود اقرار کرے کہ واقعی یہ تیری باندی ہے تو پھر باندی کا مالک باندی تو لے جاسکے گا مگر بچہ نہیں لے جائے گا۔ تو اس حدیث میں جو فرمایا کہ اگر کوئی اپنا عین مال کسی کے پاس موجود پائے تو وہی اس کا حقدار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اس نے گواہ پیش کر دیئے کہ یہ مال میرا ہے یا جس کے قبضہ میں وہ مال ہے وہی اقرار کرے کہ واقعی تیرا ہے تب ہی وہ اس کا حقدار بنے گا ورنہ نہیں۔

۴۷۶۵..... عن الحجاج بن أرطاة عن سعيد بن زيد بن عقبة عن أبيه عن سمرة بن جندب قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا ضَاعَ لِأَحَدِكُمْ مَتَاعٌ أَوْ سَرِقَ لَهُ مَتَاعٌ فَوَجَدَهُ فِي يَدِ رَجُلٍ بَعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، وَيَرْجِعُ الْمُشْتَرَى عَلَى الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ" رواه البيهقي (۵۱:۶)۔ وأحمد في "مسنده" (۱۳:۵)۔ وسنده حسن، وقد مر غير مرة أن ابن أرطاة ثقة مدلس وهو حسن الحديث، وسعيد وأبوه ثقتان، كما في "التقريب"۔

### بَابُ بَيْعِ الْفُضُولِ

۴۷۶۶..... عن عروة بن أبي الجعد البارقی: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغْطَاهُ دِينَارًا لِيُشْتَرِيَ لَهُ شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْعِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَكَانَ لَوْ اشْتَرَاهُ تَرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ"، رواه البخاری (مشکوٰۃ ۲۱۴)۔

(۴۷۶۵)..... حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کسی کا سامان ضائع یا چوری ہو جائے پھر اسی کو کسی آدمی کے قبضہ میں موجود پائے تو وہی مالک ہی اس کا حقدار ہوگا۔ اور خریدار فروخت کرنے والے سے قیمت کیلئے رجوع کرے گا۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے (سنن ۵۱/۶) اور امام احمد (مسند ۱۳/۵) میں رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور کئی بار ذکر ہو چکا ہے کہ اس کا راوی حجاج بن ارطاة ثقہ مدلس اور حسن الحدیث ہے اور سعید بن زید اور اس کا باپ زید بن عقبہ ثقہ ہیں۔ جیسا کہ تقریب میں ہے۔

**فائدہ:-** یہ حدیث بھی اوپر کے عنوان پر واضح دلیل ہے کسی توضیح کی محتاج نہیں ہے۔

### بَابُ فَضُولِیْ كِی بَیْعِ كَا حَكَم

(۴۷۶۶)..... حضرت عروہ بن ابی الجعد باری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دینار دیا کہ آپ ﷺ کیلئے بکری خرید لائیں تو انہوں نے آپ ﷺ کیلئے دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری ایک دینار پر بیچ دی اور آپ ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لائے آپ ﷺ نے ان کو خرید و فروخت میں برکت کی وعادی تو وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی نفع کما تے تھے۔ اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ۲۱۴)

**فائدہ:-** حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے یہاں دو کام فضولی والے کئے ہیں ایک تو ایک بکری کے ساتھ دوسری بکری خریدنا دوسرا پھر ایک بکری کو بیچ ڈالنا اور آپ ﷺ نے دونوں کو درست ٹھہرایا جس سے معلوم ہوا کہ فضولی (جس کو آدمی نے کہا نہ ہو) کی خرید و فروخت جائز ہے یہی ہمارا مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فضولی کی بیع جائز نہیں وہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول

## أَبْوَابُ السَّلَمِ

### بَابُ شَرَائِطِ السَّلَمِ

۴۷۶۷..... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: " قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالْثَمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِيهِ كَيْلٌ مَغْلُومٌ وَوَزْنٌ مَغْلُومٌ إِلَى أَجَلٍ مَغْلُومٍ " (بخاری ۹۹:۱)

۴۷۶۸..... وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لَا تُسْلِفُ إِلَى الْقَطَاءِ وَلَا إِلَى الْخَصَادِ وَاضْرِبْ أَجَلًا، أخرجه ابن أبي شيبة (فتح الباری ۴: ۲۵۹)۔

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے وہ چیز فروخت نہ کر جو تیرے پاس نہیں۔ اور فضولی ایسی ہی چیز کی بیع کرتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے اصل مالک کے پاس ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت بیع بالا سالہ کی ہے اور فضولی کی بیع بالا سالہ بیع نہیں ہوتی بلکہ وہ نائب بن کر بیع کرتا ہے اور اس میں اور وکیل میں بس اتنا فرق ہوتا ہے کہ وکیل مامور ہوتا ہے اور فضولی مامور نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس حدیث ممانعت میں وکیل کا بیع کرتا داخل نہیں تو فضولی کا بیع کرنا بھی داخل نہیں ہوگا۔

## ﴿بیع سلم کے ابواب﴾

### باب بیع سلم کی شرطوں کا بیان

**فائدہ:-** بیع سلم یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدنے کیلئے قیمت چیز کی پہلے دے دے اور چیز ہفتہ مہینہ بعد میں وصول کرنا طے ہو۔

(۴۷۶۷)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے کھجوروں کی بیع میں دو سال اور تین سال تک کا ادھار سودا کرتے تھے (دو تین سال پہلے قیمت ادا کر دی جاتی اور اتنی مدت گزرنے پر کھجور لی جاتی) تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو ناپ تول اور وزن معلوم ہوا اور مدت مقررہ تک کرے۔ (بخاری ۹۹/۱)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع سلم میں (مسلم فیہ) چیز کی مقدار معلوم ہونا بھی شرط ہے نیز وصول کرنے کا وقت بھی مقرر ہونا شرط ہے یہی احناف کا مسلک ہے شوافع حضرات کے نزدیک وصولی کا وقت مقرر کرنا شرط نہیں اس بارے میں ان حضرات کے پاس بطور دلیل کوئی خاص نص نہیں ہے۔

(۴۷۶۸)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دغائف شاہی لٹنے اور کھیتیاں کٹنے کی مجہول مدت مقرر کر کے بیع سلم نہ کرو بلکہ مدت معلومہ مقرر کرو۔ اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/ ۱۳۶، دار الفکر)

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی ثابت ہے کہ بیع سلم میں مدت معینہ معلومہ مقرر کی جائے اور نامعلوم مدت مقرر کرنا درست نہیں جیسے کہی



۴۷۶۹..... عن أبي حسان، قال: ابن عباس رضی اللہ عنہما: أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُونِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى قَدْ أَخْلَهُ اللَّهُ فِي الْكِتَابِ وَأَذِنَ فِيهِ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِذُنُوبِكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ الآية، أخرجه الحاكم في "المستدرک" (۲: ۲۸۶)، وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، وأقره عليه الذهبي إلا أنه قال: إبراهيم (الرمادي) ذو زوائد عن ابن عيينة ۱۵- وسنجيب عنه في الحاشية، وأنه ليس من الجرح في شيء، ورواه ابن حزم في "المحلى" (۱۰۹: ۹) من طريق الثوري، عن أبي حيان التميمي، عن رجل، عن ابن عباس: "نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي السَّلَفِ فِي كِتَابٍ مَّغْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَّغْلُومٍ" ۱۵-

کتنے کا وقت کہ اس میں ایک دو دن ہفتہ مہینہ تک آگے پیچھے ہو سکتا ہے اسی طرح بادشاہی عطیات ملنے کا وقت اور حاجیوں کے واپس ہونے کا وقت مقرر کرنا وغیرہ۔ امام مالک ایسی مدت مقرر کرنا جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کو پیغام بھیجا کہ مجھ پر دو کپڑے (تہبند، قمیص کیلئے) قیمت کی ادائیگی کی سہولت میسر ہونے تک بیچ لو (نسائی) کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مجہول مدت مقرر کی کہ جب مجھے قیمت کی ادائیگی میسر ہوگی ادا کر دوں گا۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ (۱) امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر طعن کیا ہے (۲) اور حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے اس مسئلہ پر دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں یہودی سے فروخت کرنے کی محض استدعاء ہے پھر اگر عقد ہو جاتا تو ادائیگی قیمت کی مدت مقرر ہو جاتی کیونکہ کپڑے مختلف قسم کے ہوتے ہیں یہاں کپڑوں کی بھی کوئی صفت بیان نہیں ہوئی جبکہ بیچ مجہول ہونے سے بالاتفاق بیچ نہیں ہوتی اگر خرید و فروخت کی بات چل پڑتی تو جیسے اُن کپڑوں کی صفت بعد میں مقرر کی جاتی ایسے ہی مدت معینہ بھی مقرر کی جاتی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے (فتح الباری ۵/ ۱۳۶) دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں بیچ سلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ دو کپڑے ادھار پر فروخت کرنے کی بات ہے اور یہ بات ہے کہ فروخت کرنے والا بطور تبرع و احسان مقرر مدت تک قیمت کی ادائیگی کی شرط نہ لگائے بلکہ رقم میسر ہونے تک کپڑا دے دے دونوں باتوں میں فرق ہے۔

(۴۷۶۹)..... حضرت ابو حسان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مدت مقررہ ٹھہرا کر بیع سلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور اس کی اجازت دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک کیلئے لین دین کرو اس کو لکھ لیا کرو۔ اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (۲/ ۴۰۲) قدیمی) میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی حدیث کی صحت کا حکم برقرار رکھا مگر یہ کہا کہ راوی ابراہیم رمادی حضرت سفیان بن عیینہ سے زوائد روایت کرنے والا ہے لیکن یہ کچھ جرح نہیں ہے اس کو ابن حزم نے بھی محلی میں (۱۰۹/ ۹) روایت کیا ہے اس میں سند سفیان ثوری عن ابی

۴۷۷۰..... عن أبي المنهال، قال: سمعت ابن عباس يقول: "قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يُسْلِفُونَ فِي الشِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمَرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزَنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ"۔ رواه الأئمة الستة في كتبهم، ورواه أحمد في "مسنده" بلفظ: "فَلَا يُسْلِفْ إِلَّا فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ" (زيلعي ۱۹۲:۲)۔

۴۷۷۱..... عن أبي سعيد الخدري، قال: "الَسَلَمَ بِمَا يَقُومُ بِهِ السَّعْرُ رَبًّا، وَلَكِنْ أَسْلِفَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ"۔ علقه البخاري، ووصله عبد الرزاق من طريق نبيح العنزي عن "فتح الباري"، ونبیح من رجال الأربعة مقبول، فالحديث حسن۔

حیان التیمی عن رجل عن ابن عباس ہے اور لفظ یہ ہیں کہ یہ آیت بیع سلم کے معلوم مقدار میں معلوم مدت تک کے بارے میں نازل ہوئی ہے (اور اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی (مسند ۱۳۸ و ۱۳۹ میں) روایت کیا ہے مترجم)

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی بیع سلم میں مدت معلوم کا شرط ہونا واضح ہے۔

(۴۷۷۰)..... حضرت ابو المنهال رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے پھلوں میں ایک سال دو سال اور تین سال کی مدت مقرر کر کے بیع سلم کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کھجوروں کی بیع سلم کرے تو ناپ اور وزن معلوم اور مدت معلوم کے ساتھ بیع سلم کرے اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ بیع سلم نہ کرے مگر مقدار معلوم میں (زيلعي ۱۹۲/۲)

**فائدہ:-** علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیع سلم صرف مکلی اور موزونی چیزوں میں ہی جائز ہے اور جو چیز نہ مکلی ہو نہ موزونی اس میں جائز نہیں اس حدیث سے ان پر رد ہے کیونکہ اہل مدینہ پھلوں میں بھی بیع سلم کرتے تھے آپ ﷺ نے ان کو پھلوں میں بیع سلم سے منع نہیں فرمایا البتہ شرائط بیان فرمادیں کہ وزن اور مدت کی تعیین ضروری ہے اور لفظ کیل اور وزن خاص طور پر ذکر کرنے سے واضح فرمایا کہ صرف پھلوں ہی میں بیع سلم اپنی شرطوں کے ہوتے ہوئے جائز نہیں بلکہ ہر موزونی و مکلی چیز میں بھی جائز ہے جیسا کہ مکلی و موزونی کے علاوہ میں جائز ہے۔

(۴۷۷۱)..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنے پر نرخ طے ہو جائے (فقط اتنی سی بات پر) بیع سلم سود ہے بلکہ بیع سلم کر دو وزن بھی معلوم ہو اور مدت بھی معلوم ہو۔ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا (بلا متن) ذکر کیا ہے اور اس کو امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے نبيح العنزي کے طریق سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے متصل بیان کیا ہے (فتح الباری ۵/۱۳۶) اور شیخ سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے اور مقبول ہے تو حدیث حسن ہے۔

۴۷۷۲..... وقال ابن عمر: "لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسَغِيرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُنْ فِي زُرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ" علقه البخاری، ووصله مالک فی "الموطأ" عن نافع عنه، (فتح الباری ۳۵۹:۴)، وهو إسناد جلیل۔

۴۷۷۳..... عن ابن عباس، قال: "إِذَا سَمِيتَ فِي السَّلَامِ قَفِيزًا وَأَجَلًا فَلَا بَأْسَ"، رواه ابن أبي شیبہ من طریق سالم بن أبي الجعد عنه (فتح الباری ۳۵۹:۵)۔

۴۷۷۴..... عن أبي سعيد الخدري، قال: "لَا يَصْلُحُ السَّلَفُ فِي الْقَمَحِ وَالشَّعِيرِ وَالسَّلْتُ حَتَّى يَفْرُكَ، وَلَا فِي الْعِنَبِ وَالزَّيْتُونِ وَأَشْبَاهِهِ حَتَّى يُمَجِّجَ، وَلَا ذَهَبٌ غَيْنًا بَوْرِقَ دَيْنًا، وَلَا وَرِقَ دَيْنًا بِذَهَبٍ غَيْنًا"، رواه أحمد موقوفًا، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وفيه كلام (مجمع الزوائد ۱۰: ۴: ۴)۔ (ای لَا يَصْلُحُ السَّلَفُ فِي ذَهَبٍ غَيْنًا)

(۴۷۷۲)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے جس نذکار خ مز معلوم بیان ہو جائے اور مدت معلوم مقرر ہو جائے اس کے بیچے میں حرج نہیں بشرطیکہ یہ بیع ایسی کھیتی میں نہ ہو جس کا قابل انقاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔ اس روایت کو بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً بیان کیا ہے اور اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں بروایت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متصل بیان کیا ہے (فتح الباری ۵/۱۳۶، موطا ۵۸، طبع صحیح المطالع نور محمد بخاری ۱/۳۰۰، ابن ابی شیبہ ۵/۲۷۶) یہ بہترین سند ہے۔

(۴۷۷۳)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے فرمایا جب بیع سلم میں قفیز (پیمانے) اور مدت کا ذکر کر لو تو بیع سلم میں حرج نہیں (یعنی مقدار اور مدت بیان ہونا ضروری ہے) اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے (مصنف ۵/۲۷۵) سالم بن ابی الجعد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/۱۳۶)۔

(۴۷۷۴)..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل ہے فرمایا کہ گندم اور عام جو اور سلت (خاص قسم کے سفید بے چھلکا جو) جب تک صاف نہ کر لئے جائیں (یا خوب پک نہ جائیں) ان میں بیع سلم درست نہیں ہے ایسے ہی انگوروں اور زیتون اور ان جیسی چیزوں میں بیع سلم تب تک جائز نہیں جب تک پکے اور میٹھی رس والے نہ ہو جائیں ایسے ہی فوری موجود سونے کی ادھاری چاندی سے اور ادھاری چاندی کی موجود سونے کے بدلے بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے موقوف روایت کیا ہے اور اس میں راوی ابن لہیعہ ہے اس کی حدیث حسن ہے بادل جو دیکھ اس میں کلام ہے (مجمع الزوائد ۴/۱۸۷، طبع دار الفکر)

**فائدہ:-** اس روایت سے حنفیہ کے اس قول پر دلیل ہے کہ جس چیز میں بیع سلم کی جائے بیع کے وقت اس کا لوگوں کے پاس موجود ہونا ضروری ہے اور یہ جو فرمایا کہ سونا موجود ہو اور چاندی غیر موجود اس کی ایک کی دوسرے سے بیع سلم نہ کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراہم کی دانہ یا دانہ کی دراہم سے بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ بیع باطل ہے کیونکہ بیع سلم میں ضروری ہے کہ ایک

..... ۴۷۷۵..... أخرج البيهقي من طريق سعيد بن منصور: ثنا هشيم، عن يحيى بن سعيد، عن القاسم بن محمد، عن ابن عباس في السلف في الكرابيس، قال: "إِذَا كَانَ ذُرْعٌ مَعْلُومٌ إِلَى أَجْلِ مَعْلُومٍ فَلَا بَأْسَ"، وهذا سند صحيح (۲۶:۶)۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّلَفِ فِي الْحَيَوَانِ

..... ۴۷۷۶..... عن ابن عباس رضى الله عنهما: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ السَّلَفِ فِي الْحَيَوَانِ"، أخرجه الحاكم في "المستدرک" (۵۷:۲)۔ وقال: صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وأقره على ذلك الذهبي في "تلخيص المستدرک"۔

طرف بیچ اور دوسری طرف ٹمن ہو جبکہ دراہم دو تائیر ٹمن ہی ہیں بیچ اور ٹمن نہیں ہیں۔ اور یہی حکم اس وقت ہے جب دونوں طرف دراہم ہوں یا دونوں طرف تائیر ہوں۔

(۴۷۷۵)..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ کھر درے کپڑے کی بیچ سلم کرنے کے بارے میں فرمایا کہ جب گز معلوم ہو اور مدت معلوم تک بیچ سلم ہو تو حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے (سنن الکبریٰ ۲۶/۶)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے کپڑوں میں بیچ سلم کا جائز ہونا ثابت ہوا بشرطیکہ گز معلوم ہو اور مدت مقرر ہو۔ اس میں علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ پروردگار کے ان کے نزدیک کپڑے میں بیچ سلم جائز نہیں ہے۔ اور یہ جواز حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

### باب حیوان میں بیچ سلم منع ہے

(۴۷۷۶)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان میں بیچ سلم سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک (۱۸۸/۲ طبع قدیمی) میں روایت کیا اور امام حاکم و ذہبی رحمۃ اللہ علیہما دونوں صحیح سند والی قرار دیتے ہیں (دارقطنی نے بھی روایت کی ہے (۸۷/۳ مترجم)۔

**فائدہ:-** احناف کے نزدیک حیوان میں بیچ سلم جائز نہیں جس کی دلیل یہی حدیث ہے اور اس کے بعد کے آنے والے آثار و روایات مضبوط دلائل ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیوان میں بیچ سلم جائز ہے ان کی دلیل اور اس کا جواب گذشتہ ابواب میں سے حیوان کو حیوان سے ادھار پر بیچنے کے باب میں ذکر ہوگئی ہے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔



۴۷۷۷..... ثنا أبو خالد الأحمر، عن الحجاج، عن قتادة، عن ابن سيرين: "أن عمرٌ، وحذيفة، وابن مسعود، كانوا يَكْرَهُونَ السَّلَامَ فِي الْحَيَوَانِ"، أخرجه ابن أبي شبيبہ فی "مصنفه" (الجوهر النقی ۲۲:۶)، وسنده حسن۔

۴۷۷۸..... ثنا وكيع، ثنا سفيان، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب: أن زيد بن خزيمة أسلم إلى عترة ليس في قلائص، فسأل ابن مسعود فكره السَّلَامَ فِي الْحَيَوَانِ"، رواه أيضا عبد الرزاق عن الثوري (الجوهر النقی ۲۲:۶)۔

قلت: وهذا سند صحيح موصول، ورواه محمد في "الآثار" عن أبي حنيفة: ثنا حماد، عن إبراهيم، فذكره أطول منه، وهو مرسل، ولكن مراسيل إبراهيم عن عبد الله، صحاح حجة، كما مر غير مرة، لا سيما وقد رواه الثوري موصولا كما تراه، قال محمد: وبهذا كُله نأخذ، لَا يَجُوزُ السَّلَامُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَيَوَانِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ۔

۴۷۷۹..... عن القاسم بن عبد الرحمن عن عمر أنه ذكر في أبواب الربا أن يُسَلَّمَ فِي سِنِّ، رواه البيهقي في "سننه" وقال: هذا منقطع، قلت: قد تقدم أن ابن سيرين أيضا رواه عن عمر،

(۳۷۷۷)..... امام ابن سيرين رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ حیوان میں بیع سلم کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں تخریج کیا ہے (الجبو ہر التھی ۲۲/۶) اور اس کی سند حسن ہے۔

(۳۷۷۸)..... حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ زید بن خلیدہ نے عندلس سے اونٹنیوں میں بیع سلم کی پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے حیوان میں بیع سلم کو ناپسند کیا۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے (الجبو ہر التھی ۲۲/۶) میں (مولانا عثمانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ صحیح اور متصل سند ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس کو کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے عن حماد عن ابراہیم بھی روایت کرتے ہوئے طویل روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل ہے لیکن حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مراسیل صحیح ہیں۔ بالخصوص جبکہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس کو متصل روایت کیا ہے امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں کسی حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۳۷۷۹)..... حضرت قاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سود کے ابواب میں سے یہ بھی ذکر کیا کہ آدمی حیوان میں بیع سلم کرے۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن الکبریٰ ۲۳/۶) روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ منقطع ہے میں کہتا ہوں کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام ابن سیرین نے بھی یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام ابن سیرین کی مراسیل صحیح ہیں جیسا کہ امام ابن عبد اللہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے

ومراسیل ابن سیرین صحیحہ، کذا ذکر صاحب "التمہید" (الجوہر النقی ۲۳:۶)، وقال ابن حزم فی "المحلی" (۱۰۹:۹) روينا النهی عن ذلك أى عن السلم فی الحيوان عن عمر، و حذیفة و عبد الرحمن بن سمره صحیحا ۱۱۔

۴۷۸۰..... حدثنا أبو بشر الرقی، ثنا شعاع بن الولید، عن سعید بن أبی عروبہ، عن أبی معشر، عن إبراهیم، عن ابن مسعود، قال: "السَّلْمُ فِی كُلِّ شَیْءٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى لَا بَأْسَ بِهِ مَا خَلَا الْحَيَوَانَ"، رواه الطحاوی فی معانی الآثار (۲: ۲۳۱)، وسنده صحیح علی شرط مسلم إلا أنه مرسل، ومراسیل إبراهیم عن عبد الله صحاح حجة۔

### بَابُ اشْتِرَاطِ قَبْضِ رَأْسِ الْمَالِ فِي السَّلْمِ

۴۷۸۱..... عن ابن عمر ورافع بن خدیج: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِيءِ بِالْكَالِيءِ"۔

(الجوہر النقی ۲۳/۶) اور ابن حزم رحمہ اللہ نے محل (۱۰۹/۹) میں فرمایا ہے کہ میوان میں بیع سلم کی نبی کے بارے میں حضرت عمر و حذیفہ و عبد الرحمن بن سمرہ رحمہ اللہ سے صحیح روایات ہم تک پہنچی ہیں۔

(۴۷۸۰)..... حضرت ابراہیم مخفی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ مدت مقررہ تک بیع سلم کرنا حیوان کے سوا باقی ہر چیز میں جائز ہے۔ اس حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار (۲/۲۳۱) میں (اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف ۵/۲۷۶ میں مترجم) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح علی شرط مسلم ہے مگر مرسل ہے اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے مرسل صحیح اور حجت ہیں۔

**فائدہ:-** یہ سب آثار باب پر دلالت کرنے میں واضح ہیں۔

### بَابُ بَيْعِ سَلْمٍ فِي رَقْمٍ (أَيْ فِي وَقْتٍ) قَبْضُهُ كَرَيْئَانِ شَرْطُهُ

(۴۷۸۱)..... حضرت ابن عمر و رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار چیز ادھار رقم کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو امام دارقطنی نے (سنن ۳/۸۷) اور طبرانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ المستفی (۵/۱۰۶) میں اور نیل الاوطار میں ہے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۳/۳۰۶) میں فرمایا کہ یہ حدیث با اتفاق محدثین ضعیف ہے میں کہتا ہوں اتفاق کہاں کا؟ جبکہ امام حاکم اور ذہبی اس کے صحیح علی شرط مسلم ہونے پر متفق ہیں۔ (متدرک ۲/۱۸۸) اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور علماء کے پاں اسی پر عمل ہے۔

**فائدہ:-** (۱) جن حضرات نے اس حدیث کو ضعیف کہہ دیا ہے اس کی وجہ راوی موسیٰ بن عبیدہ الرزبی ہے حالانکہ ایک سند میں موسیٰ بن عبیدہ ہے جبکہ دوسری سند میں موسیٰ بن عقبہ ثقہ راوی ہے امام حاکم نے حمزہ بن عبد الواحد راوی سے موسیٰ بن عقبہ نام ذکر کیا ہے ایسے ہی امام دارقطنی حاکم نے حمزہ بن عبد الواحد اور عبد العزیز بن محمد الدارودی سے موسیٰ بن عقبہ راوی ذکر کیا ہے جبکہ علی بن محمد المصری سے موسیٰ بن

أخرجه الدار قطنی والطبرانی، كما فی "المنتقى" (۱۶: ۱۷) و "النیل"، قال الحافظ فی "الفتح" (۳۰۶: ۴): الحديث ضعيف باتفاق المحدثين اهـ۔ قلت: وأین الاتفاق؟ وقد صححه الحاكم فی "المستدرک" (۵۷: ۲) علی شرط مسلم، وأقره علیه الذهبي، وصححه الطحاوی، كما مر، والعمل علیه عند أهل العلم۔

..... ۴۷۸۲ عن أبي المنهال عن ابن عباس، قال: "قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي التَّمْرِ سَتَتَيْنِ وَثَلَاثًا، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ (وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ سَلَفَ) فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوِزْنٍ مَعْلُومٍ وَإِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ"۔ هكذا رواه البيهقي من طريق الشافعي بالواو في الأجل، وأصله عند الشيخين بغيرها، قَالَ الشافعي: قول النبي ﷺ: "مَنْ سَلَفَ فَلْيُسْلِفْ" إِنَّمَا قَالَ: فَلْيُعْطِ لَا يَقَعُ اسْمُ التَّسْلِيفِ فِيهِ حَتَّى يُعْطِيَهُ مَا سَلَفَهُ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ (سنن البيهقي ۳۳: ۶)۔

عبیدہ ربذی نے ذکر کیا لہذا موسیٰ بن عقبہ کی سند صحیح ہے کیونکہ دروای موسیٰ بن عقبہ بیان کرنے والے ہیں صرف ایک راوی ابو عبد العزیز موسیٰ بن عبیدہ الربذی ذکر کرتا ہے لہذا علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن عقبہ امام حاکم و دارقطنی کا وہم ہے یہ خود ان صاحبان کا وہم ہے۔

**فائدہ:-** (۲) اس حدیث میں بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا اس بیع کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی سے کوئی چیز ایک مدت تک ادھار کر کے خریدے جب وہ مدت آئے تو رقم پاس نہ ہونے کی وجہ سے بائع سے کہے کہ وہی فروخت کردہ چیز مجھ پر دوسری اتنی مدت تک کیلئے رقم زائد کر لے اور فروخت کرے تو بائع اس پر پنی مدت مقرر کر کے اور رقم زیادہ کر کے بیچے (مجمع بحار الانوار)۔

(۴۷۸۲)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجوروں میں دو تین سال کی مدت مقرر کر کے بیع سلم کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو بیع سلم کرے تو معلوم ناپ و تول میں معلوم مدت تک بیع سلم کرے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بطریق امام شافعی رحمہ اللہ والی اجل معلوم روایت کیا ہے اور اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بغیر واؤ کے ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ہے من اسلف فلیسلف مراد یہ ہے کہ بیع سلم کرنے والا شمن فوری ادا کر دے کیونکہ تسلیف کا لفظ تب ہی صادق آتا ہے جب جدا ہو جانے سے پہلے شمن کی ادائیگی ہو جائے (سنن البیہقی ۲۳/۶)

۴۷۸۳..... عن عطاء، أنه سمع ابن عباس يقول: "لَا تَرَى بِالسَّلَفِ بَأْسًا، أَلَوْ رِقَ فِي شَيْءٍ أَلَوْ رِقَ تَقْدًا"، أخرجه البيهقي من طريق الشافعي، عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج عنه، وهذا سند حسن۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّلَمِ فِيمَا فِيهِ الْغَرَرُ وَفِيمَا يَنْقُطِعُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ بَيْنَ الْعَقْدِ وَمَحَلِّ الْأَجَلِ

۴۷۸۴..... عن أبي البختری، قَالَ: سَأَلْتُ بَنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ؟ قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ"۔ وَسَأَلْتُ بَنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ؟ قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ" رواه البخاری (زیلعی ۲: ۱۹۳)۔

(۴۷۸۳)..... حضرت عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم بیع سلم میں حرج نہیں سمجھتے کہ ورق (یعنی درہم چاندی کے) کسی شے کے عوض میں ہوں لیکن ورق نقدی اور فوری ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی سند سے عن سعید بن سالم عن ابن جريج عن عطاء تخریج کیا ہے اور یہ سند حسن ہے (سنن البيهقي ۶/۲۳) **فائدہ:-** اس حدیث کے الفاظ الورق نقداً سے واضح ہے کہ اسی مجلس میں رأس المال یعنی رقم کا قبضہ ہو جانا شرط ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کا کسی پر قرض ہے وہ اسی قرض کی رقم کو بیع سلم کا عوض بناتا اور بیع سلم کرتا ہے یہ درست ہے؟ فرمایا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس قرض والی رقم کو وصول کر کے قبضہ نہ کر لے۔

## باب جس چیز میں دھوکہ ہو سکے اور جو چیز بیع سلم کے وقت سے بیع سلم کی مدت پوری ہونے تک کے درمیان لوگوں کے پاس سے ختم ہو جائے اس میں بیع سلم ممنوع ہے

(۴۷۸۳)..... حضرت ابوالخثری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجوروں میں بیع سلم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کھجور کھانے کے قابل نہ ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کھجوروں میں بیع سلم کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کی فروخت سے تب تک منع فرمایا جب تک کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (بخاری ۱/۲۹۹)



۴۷۸۵..... عن أبي إسحاق، عن رجل نجراني، عن ابن عمر: "أَنَّ رَجُلًا أَسْلَفَ رَجُلًا فِي نَخْلٍ فَلَمْ تَخْرُجْ تِلْكَ السَّنَةُ شَيْئًا، فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: بِمَا تَسْتَجِلُّ مَالَهُ؟ أُرْزُدُ عَلَيْهِ مَالَهُ ثُمَّ قَالَ: لَا تُسْلِفُوا فِي النَّخْلِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ"، رواه أبو داود (۲۹۳:۳) وسكت عنه، وابن ماجه، وغفل المنذرى فى "مختصره" عن ابن ماجه فلم يعزه إليه، وإنما قال: فى إسناده رجل مجهول (زيلعى ۱۹۳:۲).

قلت: ولكنه تأيد بما قدم، ورواه أبو حنيفة، عن جبلة بن سحيم، عن ابن عمر، قال: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ" - كذا رواه الحارثى فى "مسنده" (عقود الجواهر ۲: ۴۴)، وهذا كما ترى سند جيد موصول.

**فائدہ:-** علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اہل کوفہ فقہاء اور حضرت سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے دلیل لی ہے کہ بیع سلم جائز نہیں جب تک کہ مسلم فیہ (بیع) عقد بیع کے وقت سے مدت بیع پوری ہونے تک لوگوں کے پاس موجود نہ رہتی ہو۔ اگر اس دوران ختم ہو جاتی ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے نہی حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور امام مالک وشافعی واحمد واسحاق و ابو ثور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیع سلم کی جائے اس وقت مسلم فیہ موجود نہ ہو لیکن جب مدت مقررہ پوری ہونے کا وقت ہو اس وقت موجود ہو سکے تو بیع سلم جائز ہے اور اگر اس وقت موجود نہ ہو سکے یعنی ختم ہو جانے کا امکان ہو تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

(۳۷۸۵)..... ابو اسحاق رجل نجرانی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کھجوروں میں بیع سلم کی تو اُس سال کھجوریں پیدا ہی نہ ہوئیں تو دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس مقدمہ لائے آپ ﷺ نے فروخت کرنے والے سے فرمایا اس خریدار کا مال کس چیز کے عوض تو حلال بناتا ہے؟ اس کا مال واپس کر۔ پھر فرمایا کھجوروں میں بیع سلم اس وقت تک نہ کیا کرو جب تک قابل انتفاع نہ ہوتا ظاہر نہ ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۲/۳۵ طبع حقانیہ) روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ہے اور ابن ماجہ نے (۱۶۵) بھی روایت کیا ہے اور امام منذری رحمہ اللہ مختصر میں ابن ماجہ سے غافل ہوئے اور حدیث اس کی طرف منسوب نہ کی بس یہ فرمایا کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے (زیلعی ۲/۱۹۳) میں (مولانا عثمانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں لیکن اس حدیث کی تائید گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے ایسے ہی اس حدیث کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جبہ بن حکیم سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں میں انتفاع کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیع سلم کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ امام حارثی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (عقود الجواہر المنیۃ ۲/۴۴) اور یہ سند عمدہ اور متصل ہے۔

۴۷۸۶..... محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، ثنا حماد، عن إبراهيم، في الرجل يُسلم في الثَمَرِ، قال: "لَا حَتَّى يُطْعَمَ"، رواه في "كتاب الآثار" (۱۰۹)، وقال: بِهِ نَأْخُذُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسَلَّمَ فِي ثَمَرَةٍ لَيْسَتْ فِي أَيْدِي النَّاسِ إِلَّا فِي زَمَانِهَا بَعْدَ ثَلَاثِيهَا، وَيُجْعَلُ أَجَلُ السَّلَمِ قَبْلَ انْقِطَاعِهَا، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ وَإِلَّا فَلَا خَيْرَ فِيهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ ۝۱-

**فائدہ :-** (۱) قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند میں رجل نجرانی مجہول ہے لہذا روایت حجت بنے کے قابل نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت سنن میں حجت ہے عجیب بات یہ ہے کہ قاضی شوکانی اور ان جیسے حضرات کہیں تو اپنی موافقت دیکھ کر ابو داؤد کے سکوت کو حجت مان لیتے ہیں اور کہیں مخالفت دیکھ کر حجت نہیں مانتے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جلد بن حکم کے واسطے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موصول روایت کر رہے ہیں اور پھر ابو البثری بھی ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت بخاری روایت کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں مجہول راوی کی روایت کی تائید معروف رواۃ سے ہونے کے بعد ضرور قابل حجت ہے بالخصوص جب مجہول راوی خیر القرون کا ہو تو ہمارے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے۔

**فائدہ :-** (۲) اس حدیث میں تصریح ہے کہ مجہولوں کی بیع سلم قابل انقاع ہو جانے سے پہلے نہ کی جائے جس سے معلوم ہوا کہ پھل لوگوں کے پاس موجود ہونے سے پہلے ان میں بیع سلم کرنا ممنوع ہے۔

(۳۷۸۶)..... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بروایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عن حماد حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ پھل میں بیع سلم کرنے والے سے متعلق فرمایا کہ اس وقت تک نہ کرے جب تک کھائے نہ جاسکیں۔ اس کو کتاب الاثار (۱۰۹) میں روایت کیا اور فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جو پھل لوگوں کے پاس موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں مگر اس کے وجود کے زمانہ میں کھائے جانے کی صلاحیت کو پہنچنے کے بعد۔ اور بیع سلم کی مدت پھل ختم ہو جانے سے پہلے تک کی ٹھہرائی جائے تو جب ایسا کریں تو جائز ہوگی ورنہ اس میں بہتری نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

**فائدہ :-** اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جو چیز بیع سلم کے وقت موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں۔ اور اس میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا بھی رد ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں کوئی مؤید نہیں۔ یہاں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ مؤید ہیں۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خود ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ہی تائید ذکر کی ہے۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین بستی کے غلہ میں اور معین شخص کے ناپ کے پیمانے اور گز کی شرط لگا کر بیع سلم درست نہیں ہے۔ کیونکہ ادائیگی کے وقت دھوکہ ہو سکتا ہے۔

(۳۷۸)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے کسی چیز میں بیع سلم کی وہ اس کو دوسری

إِلَى غَيْرِهِ“، أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَسَكَّتَ عَلَيْهِ، وَحَسَنَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي “الْعِلَلِ الْكَبِيرِ“، كَمَا فِي “نَصَبِ الرَايَةِ“ (۱۹۴:۲)۔

## بَابُ جَوَازِ الْإِقَالَةِ فِي السَّلَمِ سَوَاءً كَانَ فِي بَعْضِ الْمُسْلِمِ فِيهِ أَوْ كَلِّهِ

۴۷۸۹..... أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي السَّلَمِ يَجِلُّ فَيَأْخُذُ بَعْضُهُ وَيَأْخُذُ بَعْضُ رَأْسِ مَالِهِ فِيمَا بَقِيَ، قَالَ: ”هَذَا الْمَعْرُوفُ الْحَسَنُ الْجَمِيلُ“، رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي “كِتَابِ الْأَثَارِ“ (۱۰۹) وَمِثْلُهُ فِي “كِتَابِ الْأَثَارِ“ لِأَبِي يُوسُفَ (۱۰۶) إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَادٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، بِدُونِ الْوَاوِ، وَأَرَى زِيَادَةَ حَمَادٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي حَنِيفَةَ مِنْ غُلَطٍ

چیز کی طرف نہ پھیر دے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے (۱۳۵/۲) روایت کیا اور سکوت اختیار کیا اور ترمذی نے علل کبیر میں اس کو حسن کہا ہے جیسا کہ نصب الراية (۱۹۴/۲) میں ہے (اور ابن ماجہ ۱۶۵) اور بیہقی (۳۰/۶) اور دارقطنی (۵۶/۳) بیہقی نے بھی روایت کیا ہے راوی عطیہ بن سعد العوفی کی وجہ سے بعض نے ضعیف کہہ دیا لیکن امام ترمذی بیہقی نے بہت جگہوں پر اس کی حدیث کو حسن کہا ہے مثلاً (۱۵۹/۱) اور امام بیہقی بن معین فرماتے ہیں کہ عطیہ صالح ہے (میزان الاعتدال ۸۰/۳) بہت سی روایات میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کرتا ہے اس لئے یہ سند حسن درجہ کی ہے مترجم۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیع سلم کرنے کے بعد خریدار دباغ اقالہ کرنا چاہیں تو خریدار بائع سے (مسلم فیہ) بیع کی جگہ دوسری چیز تب تک نہیں لے سکتا جب تک اپنی دی ہوئی رقم وصول نہ کر لے۔ اسی طرح بطور بیع سلم جو چیز خریدی ہے اس چیز کو بائع سے وصول کرنے سے پہلے کسی دوسرے شخص پر یہ خریدار نہیں بیچ سکتا کیونکہ قبضہ سے پہلے بیع کو بیچنا ہے جس کا منوع ہونا گذشتہ ابواب میں ذکر ہو گیا ہے۔

## بَابُ بَيْعِ سَلَمٍ فِي أَقَالَةٍ جَازَةٍ هَلْ يَبْتَاعُ كُلَّ حَصَّةٍ فِيهَا

(۴۷۸۹)..... امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہمیں ابو عمرو نے روایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ کیا یوں بیع سلم درست ہو جائے گی کہ بیع چیز کا کچھ حصہ تو (وصولی کے وقت) خریدار لے لے اور باقی حصہ رقم کا واپس لے لے؟ فرمایا یہ اچھی اور بہت اچھی بات ہے۔ اس روایت کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاثار (۱۰۹) میں روایت کیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الاثار (۱۰۶) میں بھی اسی طرح ہے مگر ہمیں فرمایا عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابی عمر لفظ ابو عمر کی واؤ کے بغیر اور میرا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ابو عمرو کے درمیان حضرت حماد رحمہ اللہ کی زیادتی کتاب کی غلطی ہے اور میرے خیال میں یہ ابو عمرو بن عبد اللہ مرہبی ہیں



الکتاب، وأبو عمر هذا أظنه ذر بن عبد الله المرهسي، فإنه يكنى أبا عمر والإمام يروى عنه بلا واسطة، وهو يروى عن سعيد بن جبیر وغيره، روى له الجماعة ووثقه غير واحد۔

۴۷۹۰..... عن سفیان، عن سلمة بن موسى، عن سعيد بن جبیر، عن ابن عباس: "إِذَا أَسْلَمْتَ فِي شَيْءٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بَعْضَ سَلَمِكَ وَبَعْضَ رَأْسِ مَالِكَ فَذَلِكَ الْمَعْرُوفُ" رواه البيهقي (۲۷:۶) بسنده عنه، ولم يعله بشيء هو ولا ابن الترمذاني، وسلمة بن موسى قال أحمد: لَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وذكره ابن حبان في "الثقات" (تعجيل المنفعة ۱۶۲) وهذه متابعة جيدة لما رواه أبو عمر عن سعيد بن جبیر، فالحديث صحيح۔

۴۷۹۱..... عن الحجاج بن المنهال: نا الربيع بن جبیب: "كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلَى السَّوَادِ فِي الطَّعَامِ وَهُوَ أَكْدَاسٌ قَدْ حُصِدَ، فَتَنْتَرِيهِ مِنْهُمْ الْكُرَّ بَكْدًا وَكَدًّا وَنَنْفُذُ أَمْوَالَنَا، فَإِذَا أُذِنَ لَهُمُ الْعَمَلُ فِي كَدِّهِ كَانَتْ ابْنُ عَمْرٍو" اور امام صاحب رحمہ اللہ ان سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ان کی روایت جماعت محدثین نے لی ہے اور بہت سے حضرات نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

**فائدہ:-** بیع سلم کی صورت میں کل بیع میں اقالہ کرنے کا جواز اتفاقی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر بیع کے کچھ حصہ میں خرید اور بائع اقالہ کرنا چاہیں اور کچھ بیع خریدار لے لے تو یہ اقالہ درست ہو گا یا نہ؟ امام احمد رحمہ اللہ سے جواز اور عدم جواز دونوں طرح مروی ہے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے مذکورہ بالا روایت ان حضرات کے مذہب کی واضح دلیل ہے جو کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ اگلی روایات بھی اسی کی مؤید ہیں۔

(۴۷۹۰)..... حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تو کسی چیز میں بیع سلم کرے تو (وصولی کے وقت) اس میں حرج نہیں کہ تو کچھ بیع چیز لے لے اور کچھ رقم واپس لے لے کہ یہ معروف بات (چلی آ رہی ہے) اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (سنن ۶/۲۷) اپنی سند سے روایت کی ہے اور نہ تو امام بیہقی نے روایت پر کلام کی اور نہ علامہ ابن الترمذانی نے اور اس کے راوی سلسلہ بن موسیٰ کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس راوی کی روایت میں حرج نہیں سمجھتا اور ابن حبان نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے (تعجيل المنفعة ۱۶۲) یہ روایت عمدہ متابع ہے گزشتہ روایات کا لہذا روایت صحیح ہے۔

(۴۷۹۱)..... حجاج بن منہال حضرت ربیع بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ ربیع فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت غلہ خریدنے دیہاتوں میں جایا کرتے تھے جب کھیتیں کٹ کر ڈھیر لگے ہوتے تھے تو ہم ان سے مثلاً فی گرگندم خاص رقم کے عوض خریدتے تھے اور اپنے مال (پیسے) ادا کر دیتے تھے (گندم بعد میں وصول کرنی ہوتی تھی) جب حکام ان لوگوں کو گندم صاف کرنے کی اجازت دیتے (اور وہ صاف کر لیتے اور

الْبَرَّاسِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَفِي لَنَا بِمَا سَمِعَ لَنَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَقَصَ طَعَامُهُ فَيَطْلُبُ إِلَيْنَا أَنْ نَرْتَجِعَ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ رُؤُوسَ أَمْوَالِنَا، فَسَأَلْتُ الْحَسَنَ عَنْ ذَلِكَ؟ فَكَرِهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْتَوْفِيَ مَا سَمِعَ لَنَا أَوْ نَرْتَجِعَ أَمْوَالَنَا كُلَّهَا، وَسَأَلْتُ ابْنَ سِيرِينَ؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ ذَرَاهِمُكَ بِأَغْيَانِهَا فَلَا بَأْسَ، وَسَأَلْتُ غَطَاءً؟ فَقَالَ: مَا أَزَاكَ إِلَّا قَدْ رَفَقْتَ وَأَحْسَنْتَ إِلَيْهِ"۔ أخرجه ابن حزم في "المحلى" (۵: ۹)، ولم يعله بشيء۔

## بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْكَلْبِ

۴۷۹۲..... أخبرني إبراهيم بن الحسن، أخبرنا حجاج بن محمد، عن حماد بن سلمة، عن أبي الزبير، عن جابر بن عبد الله "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَالسَّنُورِ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ"

ہم وصول کرنے جاتے) تو کوئی آدمی ہمیں طے شدہ گندم کی مقدار ادا کرتے تھے اور کوئی یہ خیال ظاہر کرتے کہ ان کا غلہ کم ہوا ہے تو ہم سے کہتے کہ جتنے پیسوں کی گندم کی کمی ہوئی ہے اتنے میں ہم رجوع کر لیں تو اس بارے میں میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور کی اجازت دی کہ یا تو ہم طے شدہ گندم پوری لیں یا پوری رقم واپس لیں۔ اور امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے پوچھا تو فرمایا اگر تمہارے درہم بعینہ واپس کریں تو حرج نہیں۔ اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ (اگر جتنی گندم طے وہ لے لو اور بقیہ رقم واپس لیتو) یہ آپ کی مہربانی اور احسان ہوگا (تو یہ بہتر ہے) اس روایت کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے محلی (۵/۹) میں روایت کیا اور اس پر کچھ کلام نہ کیا۔

**فائدہ:** اس روایت سے واضح ہے کہ ساری بیع میں اقالہ کا جواز اجماعی ہے اور بیع (مسلم فیہ) کے بعض حصہ میں اقالہ امام ابن سیرین و عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں جائز ہے اور ہمارے نزدیک حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول راجح ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کراہت پر محمول ہے نہ کہ حرمت پر۔ اور امام ابن سیرین کا یہ فرمان کہ بعینہ وہی درہم محفوظ ہوں تو اقالہ کر لو یہ استحباب پر محمول ہے وہی درہم ہی محفوظ ہونا واجب نہیں ہے۔

## باب: کتے کی خرید و فروخت جائز ہے

(۴۷۹۲)..... مجھے ابراہیم بن حسن نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن محمد نے عن حماد بن سلمہ عن ابی الزبیر حضرت جابر رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا اور شکاری کتا مستثنیٰ کیا (کہ اس کی قیمت کھانا منع نہیں) اس روایت کو امام نسائی نے خرّج کر کے فرمایا کہ یہ منکر روایت ہے۔

**فائدہ:** اس روایت کے راوی ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (۱۳۸/۵) میں ذکر کیا ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے منکر

أخرجه النسائي، وقال: هذا منكر-

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ

۴۷۹۳..... عن أبي مسعود الأنصاري: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ

الْبَغِيِّ وَخُلُوتِ الْكَاهِنِ"، أخرجه البخاري و مسلم-

۴۷۹۴..... وعن رافع بن خديج: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ

خَبِيثٌ وَكُسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ"، أخرجه مسلم-

ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی لہذا ان کا یہ قول درست نہیں اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے منکر ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت کو راوی سدید بن عمرو حماد بن سلمہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مرفوع بیان نہیں کرتے لیکن یہ وجہ بھی درست نہیں کیونکہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کرنے والے دوراوی حجاج بن محمد اور عثیم بن جمیل عن حماد بن سلمہ ہیں تو ان دو کے مقابلہ میں ایک سدید کی وجہ سے مرفوع ہونا محذور نہیں ہوتا پھر حماد بن سلمہ بھی اکیسے نہیں ان کے ساتھ حسن بن ابی جعفر بھی ان کے متابع ہیں لہذا روایت صحیح ہے اور اس روایت کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے سوا عام کتے کی خرید و فروخت سے منع فرمایا (ترمذی ۱۵۳۱/۱) البتہ امام ترمذی نے راوی ابوالمہزم پر شعبہ سے جرح نقل کی ہے مگر اُس سے روایت پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ ابوالمہزم م کے دو متابع ولید اور ثنیٰ موجود ہیں۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ کتا بھی ذی قیمت مال ہے جس کی خرید و فروخت درست ہے اور اس کو تلف کرنے والے پر ضمان ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کی خرید و فروخت ناجائز اور باطل ہے جمہور کا بھی یہی مسلک ہے اگلے باب میں مزید تفصیل آ رہی ہے ان شاء اللہ

## باب کتے کی خرید و فروخت کی ممانعت

(۴۷۹۳)..... حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور بدکارہ عورت کی کمائی اور کارہن کی اجرت کے استعمال سے منع فرمایا اس حدیث کو امام بخاری نے (۲۹۸/۱) اور مسلم نے (۱۹/۲) روایت کیا ہے۔

(۴۷۹۴)..... حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت گندی ہے اور بدکارہ کی کمائی اور بچنے لگانے والے کی کمائی بھی پلید ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱۹/۲) روایت کیا ہے۔

۴۷۹۵..... وأخرج أيضا عن جابر: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالْبَيْتُورِ".

۴۷۹۶..... وعن أبي جحيفة: أَنَّهُ اشْتَرَى حَبَانًا فَأَمَرَ فَكَبِشَتْ مَحَاجِمُهُ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَرَّمَ ثَمَنَ الدِّمِ وَثَمَنَ الْكَلْبِ وَكَسَبَ الْبَغْيِ". أخرجه البخاري ومسلم.

۴۷۹۷..... وعن ابن عباس قال: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَقَالَ: إِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَلَمَّا لَفَّ كَفَّهُ تَرَاهَا"، رواه أحمد وأحمد وأبو داود، كذا في "المنتقى" و"النيل" (۴: ۳۰۵).

۴۷۹۸..... وعن جابر، عن النبي ﷺ: "أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَقَالَ: طُعْمَةُ جَاهِلِيَّةٍ". رواه أحمد عن حسين بن محمد، عن أبي أويس، عن شرحبيل، عن جابر (مسند ۳: ۳۵۳). قلت: سنده حسن، ونحوه للطبراني من حديث ميمونة بنت سعد، كذا في "الفتح" (۴: ۳۵۳).

(۴۷۹۵)..... امام مسلم نے ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے ڈانٹا ہے۔

(۴۷۹۶)..... حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے پچھنے لگانے والے غلام کو خریدنا پھر حکم فرمایا تو اس کے پچھنے لگانے کے آلات توڑ دیے گئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی حرام کی ہے۔ اس حدیث کو بخاری (۲۹۸/۱) اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۴۷۹۷)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور فرمایا اگر آدمی کتے کی قیمت مانگے آئے تو اس کی ہتھیلی مٹی سے بھر دے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داود (۱۳۶/۲) نے روایت کیا ہے جیسا کہ منشی اور نیل الاوطار میں ہے۔

(۴۷۹۸)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور فرمایا یہ جاہلیت کی خوراک ہے اس حدیث کو امام احمد نے سند حسین بن محمد عن ابی اویس عن شرحبیل عن جابر روایت کیا ہے (مسند ۳/۳۵۳) اس کی سند حسن ہے اور طبرانی میں ميمونة بنت سعد سے بھی ایسی ہی روایت ہے جیسا کہ فتح الباری (۵/۱۳۸) میں ہے۔

**فائدہ:-** ان سب روایات سے کتے کی بیع ناجائز قرار دینے والے حضرات نے دلیل لی ہے ہمیں کتے کی خرید و فروخت ممنوع ہونے سے انکار نہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ ممانعت بیع باطل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیر اور گھٹیا کام ہونے کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ ان روایات میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کی ممانعت اور بلی کی بیع چڑانٹنے سے اور گزشتہ باب کی حدیثوں میں شکاری کتے کے استثناء سے ظاہر ہے اور جن حدیثوں میں آیا کہ کتے کی قیمت حرام ہے تو اس کا منشاء ممانعت کو حرمت پر محمول کرنا ہے اور یہ مجتہد کی ایک تاویل ہے جو دوسرے مجتہد پر ماننا لازم نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث نمبر ۴۷۹۸ ہے اس میں راوی تیس بن جتر کا تفرد ہے جو مجہول الحال ہے اور اگر بالفرض صحیح ہو تو جبر و تنج پر محمول ہے



## بَابُ بَيْعِ مَنْ يَزِيدُ

۴۷۹۹..... عن الأخصر بن عجلان، عن أبي بكر الحنفی، عن أنس بن مالك، "أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ شَيْئًا، فَقَالَ: أَنَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلَى جَلَسَ ثَلَاثُ بَعْضَةٍ وَثَبَّطَ بَعْضَةً، وَقَعَبَ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ: أَتَيْتَنِي بِهِمَا، قَالَ: فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذَهُمَا بِدَرَاهِمٍ قَالَ: مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا أَخَذَهُمَا بِدَرَاهِمَيْنِ، فَأَعْطَاهُمَا إِثَاءً"، الحديث، أخرجه أبو داود وسكت عنه هو والمنذري، وقال: وأخرجه الترمذی، ابن عجلان، هذا آخر كلامه، والأخصر بن عجلان قال يحيى بن معين: صالح، وقال أبو حاتم الرازی: يكتب حديثه (عون المعبود ۴۱: ۲)، وأخرجه ابن حزم في "المحلى" (۴: ۸)، ولم يعله بشيء.

اور اگر سب حدیثوں سے کتے کی بیع باطل ہونا مان لیا جائے تو کتوں سے متعلق ابتداء جو بحث حکم تھا اس وقت کے تحت حکم کی بناء پر بیع باطل ہونے کا حکم کیا گیا بعد میں حکم میں تخفیف ہوگئی تو بیع کے بطلان کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے امام محمد رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ سلقی (خاص قسم کے) شکاری کتے کی قیمت میں حرج نہیں (شرح معانی لاۃ ۲/۲۱۱) اور امام ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سکھائے ہوئے شکاری کتے کو کوئی مار دے اس کی قیمت لگا کر قاتل پر تادان ہوگا (معانی لاۃ ۲/۲۱۱) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہے کہ شکاری کتے کی قیمت میں حرج نہیں (ایضاً) معلوم ہوا کہ کتا بھی متقوم (ذی قیمت) ہے لہذا اس کی خرید و فروخت باطل نہیں ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بسند جید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شکاری کتے کی قیمت میں رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے۔ (نصب الراية ۲/۱۹۵) اور بی فروخت کر کے قیمت حاصل کرنے کے جواب پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔

## بَابُ دَلَالِيٍّ أَوْ بُولِيٍّ لَكَ نَا حَكَمٍ

(۴۷۹۹)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس سائل بن کر آیا آپ ﷺ نے پوچھا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ عرض کیا ضرور ہے ایک ناٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم پہنتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں لاؤ، وہ لایا آپ ﷺ نے ہاتھ میں لیکر فرمایا یہ دونوں کون خریدے گا؟ ایک آدمی نے عرض کیا میں ان کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ دوا تین بار فرمایا تو ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہموں پر لیتا ہوں آپ ﷺ نے وہ دونوں اس کو دو درہم پر دے دیئے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے (۲۳۹/۱) روایت کیا اور امام ابو داؤد اور منذری دونوں نے سکوت کیا اور منذری نے فرمایا اس حدیث کو ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے ہمیں صرف اخصر بن

۴۸۰۰..... ومن طریق وكيع، عن حزام بن هشام الخزاعي، عن أبيه: "شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَاعَ إِبِلًا مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَيَمْنُ يَزِيدُ" (المحلى ۴: ۴۸۰: ۸)۔

۴۸۰۱..... ومن طريق حماد بن سلمة، عن أبي جعفر الخطمي، عن المغيرة بن شعبة: "أَنَّه بَاعَ الْمَغَانِمَ فَيَمْنُ يَزِيدُ" "المحلى" ولم يعلمهما ابن حزم بشئ۔ واحتج بهما، ولم أقف على حزام بن هشام بجرح ولا تعديل، والسند الثاني صحيح مرسل، فإن أبا جعفر الخطمي من السادسة لم يدرك المغيرة۔

### بَابُ الصَّرْفِ وَالْمَرَاطِلَةِ

۴۸۰۲..... عن مالك بن أوس: أَنَّهُ التَّمَسَّ صَرْفًا بِمَائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهِ

عجلان کی سند سے معلوم ہوئی ہے اخضر بن عجلان کے متعلق یحییٰ بن معین فرماتے ہیں صالح سے اور ابو حاتم رازی فرماتے ہیں اس کی حدیث لکھی جائے (عون المعبود ۲/ ۳۱) اور اس کو ابن حزم نے بھی محلی (۸/ ۳۳۸) میں روایت کیا ہے اور کچھ کلام نہیں کیا۔

**فائدہ:-** خرید و فروخت میں بولی لگانا اور قیمت بڑھانے کی کوشش جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔

(۳۸۰۰)..... حضرت ہشام خزاعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے مدد کا ایک اونٹ بولی پر بیچا۔ (الحلی ۸/ ۳۳۸)

(۳۸۰۱)..... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اموال غنیمت بولی پر بیچے۔ (الحلی) ابن حزم نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا اور دلیل پکڑی ہے۔ پہلی سند کے راوی حزام بن ہشام کے متعلق مجھے جرح و تعدیل کا کچھ علم نہ ہو سکا اور دوسری سند (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت) صحیح مرسل ہے کہ ابو جعفر خطمی جیسے طبقہ کاراوی ہے جس نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

### بَابُ بَيْعِ صَرْفٍ أَوْ بَيْعِ مَرَاطِلَةٍ كَايَانٍ

**فائدہ:-** بیع صرف سکوں کی سکوں سے خرید و فروخت کرنے کو کہتے ہیں یعنی دراہم کی دراہم سے اور دنانیر کی دنانیر سے بیع کرنا یا دراہم و دنانیروں سے ایک کی دوسرے سے بیع کرنا۔ اور بیع مراطلہ رطل (جو ایک پیمانہ ہے) سے خرید و فروخت کرنے کو کہتے ہیں۔

(۳۸۰۲)..... حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں سودینار میں بیع صرف (یعنی سودینار ٹھونڈوانے) کی ضرورت ہوئی تو مجھے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا ہم نے بیع صرف کے معاملہ میں بات چیت کی تو انہوں نے مجھ سے بیع صرف کر لی۔ تو سونا (دینار) لیکر اپنے ہاتھوں میں الٹنے پلٹنے لگے اور کہنے لگے میرے خزانچی کو عتاب سے آنے دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ بات سن رہے تھے تو فرمایا اللہ کی قسم تم ان سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک ان سے وصول نہ کر لو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں صرف ہاتھ در ہاتھ ہو (ادھار نہ ہو) ورنہ سود ہے (گندم گندم کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ ہو ورنہ سود ہے اور جو جو کے عوض میں ہاتھ در ہاتھ ہو ورنہ سود ہے الخ)۔

فَتَرَأَوْنَا حَتَّى اضْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الدَّهَبَ يُقْلِبُهَا فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ حَتَّى يَأْتِي خَازِنِي مِنَ الْعَابَةِ  
وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا تَفَارِقُهُ وَحَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الدَّهَبُ بِالْدَّهَبِ رَبًّا إِلَّا  
هَاءَ وَهَاءَ۔ رواه البخاری، وقال العینی: وَيُرْوَى "الدَّهَبُ بِالْوَرِقِ"، وهو رواية أكثر أصحاب ابن  
عیینة عن الزهري، وهي رواية أكثر أصحاب الزهري (عمدة القارئ ۴: ۴۸۹)۔

۴۸۰۳..... وعن عمرو بن دينار، أن أبا صالح الزيات أخبره، أنه سمع أبا سعيد الخدري  
يقول: "الْدَيْنَارُ بِالْدَيْنَارِ وَالْدِرْهَمُ بِالْدِرْهَمِ، (أَي لَا يَجِلُّ التَّفَاضُلُ)۔  
فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ  
وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَغْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَكِنِّي أَخْبَرْتَنِي  
أَسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا رَبًّا إِلَّا فِي النَّسَبِيَّةِ" رواه البخاری۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (۲۹۰/۱) روایت کیا ہے۔ امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ لفظ بھی مروی ہے کہ سونا چاندی  
کے عوض بھی نقد ہو ورنہ سود کا گناہ ہے حضرت سفیان بن عیینہ کے اکثر ساتھی امام زہری سے یونہی روایت کرتے ہیں (عمدة القارئ  
۵/۲۸۹)

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے عوض برابر برابر اور نقدی خرید و فروخت کرنا جائز ہے ورنہ  
حرام اور سود ہے اور اگر ایک طرف سونا اور دوسری طرف چاندی ہو تو کمی زیادتی جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں ہے اور سونے کی سونے کے عوض  
اور چاندی کی چاندی کے عوض اندازے سے بیچ جائز نہیں۔ البتہ اگر دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہو مگر کسی طرف اس سونے یا  
چاندی کے ساتھ کوئی اور جنس ہو اور جس طرف کوئی اور جنس نہ ہو وہ دوسری طرف کے سونا یا چاندی سے زیادہ ہو تو یہ بیچ درست ہوگی اس  
صورت میں سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے عوض ہوگی اور ایک طرف کا زائد سونا یا چاندی دوسری طرف کی دوسری جنس کے عوض ہو  
جائے گا اور سونا، چاندی دونوں طرف برابر برابر ہو جائیں گے۔ مزید تفصیل پہلے گزر گئی ہے۔

(۲۸۰۳)..... حضرت عمرو بن دینار ابو صالح الزیات سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ایک دینار ایک  
دینار کے عوض اور ایک درہم ایک درہم کے عوض ہو (یعنی زیادتی حرام ہے) میں نے عرض کیا کہ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ تو یہ نہیں کہتے۔  
حضرت ابو سعید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رحمہ اللہ سے اس کے متعلق پوچھا ہے کہ تو نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے یا کتاب  
اللہ میں موجود پائی ہے؟ تو ابن عباس رحمہ اللہ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات میں نہیں کہتا (یعنی نہ کتاب اللہ میں پائی) تم رسول اللہ ﷺ کو  
مجھ سے زیادہ جانتے تھے بات یہ ہے کہ مجھے حضرت اسامہ رحمہ اللہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سود نہیں مگر ادھار کی صورت میں،

۴۸۰۴..... وعن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تَشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تَشْفُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ"، رواه البخاری۔

۴۸۰۵..... وعن أبي بكر، قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نُبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ فِي الذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا"، رواه البخاری۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (۲۹۱/۱) روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے متعلق علماء نے کئی باتیں اور تاویلیں فرمائی ہیں امام شافعی رحمہ اللہ سے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں جو تاویل ذکر فرمائی وہ اصح ہے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال ہوا ہو کہ دو مختلف چیزوں میں سود آتا ہے؟ مثلاً سونا اور چاندی اور کھجور اور گندم؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس صورت میں سود صرف ادھار کی صورت میں آئے گا (زیادتی سے سود نہ ہوگا) تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے صرف نبی کریم ﷺ کے الفاظ ادا کئے ہوں اور سائل کا سود چھوڑ دیا ہو (یا نہ سننے کی وجہ سے یا سنا تو ہو مگر خیال کیا ہو کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خاص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا اس لئے سائل کا سوال بیان نہ کیا) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس تاویل کی تائید حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ارشاد نبوی ہے ایک غلام دو غلاموں سے اور ایک باندی دو باندیوں سے اور ایک اونٹ دو اونٹوں سے اور ایک کپڑا دو کپڑوں سے بہتر ہو سکتا ہے اس لئے (ایک کی جگہ دو لینے دینے ہوں تو) اگر فوری لینا دینا ہو تو حرج نہیں اور سود تو ادھار میں ہوگا ہاں مکملی و موزونی چیز میں (دوہم جنسوں کے ایک دوسرے سے تبادلہ میں) برابری اور نقدی دونوں ضروری ہیں (ورنہ سود ہوگا) (مکملی لاین حزم) اس حدیث سے حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہوگئی اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تاویل درست ہوگئی لہذا صرف ادھار میں سود ہوتا (اور زیادتی سے سود نہ ہوتا) تب ہے جب دونوں طرف دو مختلف جنس و صفت کی چیزیں ہوں اور مکملی و موزونی بھی نہ ہوں تو اگر ایک ہی جنس کی ہوں تو سود صرف ادھار میں ہوگا اور اگر مکملی یا موزونی ہوں تو ان میں بعض دفعہ ادھار سے سود لازم ہوتا ہے اور بعض دفعہ زیادتی سے مزید تفصیل سود کے بیان میں گزر چکی ہے۔

**تنبیہ:-** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی اس رائے سے جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سمجھی تھی رجوع کر لیا تھا۔

(۳۸۰۴)..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر سراہر اور ایک کو دوسرے سے زیادتی کے ساتھ نہ بیچو اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر سراہر اور ایک کو دوسری سے زیادتی کے ساتھ نہ بیچو اور اس میں سے غائب کو حاضر کے بدلے میں نہ بیچو۔ اس حدیث کو بخاری نے (۲۹۱/۱) روایت کیا۔

(۳۸۰۵)..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے عوض بیچنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ برابر سراہر ہوں اور حکم فرمایا کہ سونے کو چاندی کے عوض جیسے چاہیں ہم خریدیں اور چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہیں



۴۸۰۶..... وعن فضالة بن عبيد، قال: "اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاِثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فِيهَا ذَهَبٌ وَخَزَرٌ، فَفَضَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ اِثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تَبْتَاعَ حَتَّى تُفْصَلَ"، قال الترمذی: حسن صحيح۔

### ﴿تِمَمَةُ كِتَابِ الْبُيُوعِ﴾

وَفِيهَا أَبْوَابٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَمَسَائِلُ مُنْثَوْرَةٌ مِنْ غَيْرِ نَظْمٍ وَلَا تَرْتِيبٍ

بَابُ يَدْخُلُ الْمُبِيعُ فِي ضَمَانِ الْمُشْتَرِي بِالْقَبْضِ

وَلَا يَدْخُلُ فِي ضَمَانِهِ قَبْلَ الْقَبْضِ

۴۸۰۷..... أخرج ابن حزم في "المحلى" (۸/۳۷۳) من طريق وكيع: نا زكريا - هو ابن أبي

خريدیں۔ اس کو بخاری نے (۲۹۱/۱) روایت کیا ہے۔

(۳۸۰۶)..... حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے دن ایک ہار بارہ دینار پر خریدا اس ہار میں سونا اور نگ تھے۔ میں نے ان کو الگ کر لیا تو مجھے وہ ہار بارہ دینار سے زیادہ کا معلوم ہوا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سونا الگ کئے بغیر اس کو فروخت نہ کیا جائے۔ (ترمذی/۱۵۱)

### ﴿کتاب البیوع کا تتمہ﴾

﴿اس میں متفرق ابواب ہیں جن میں متفرق مسائل بلا ترتیب دیئے گئے ہیں﴾

باب بیع پر قبضہ کرنے کے بعد بیع خریدار کی ضمان میں داخل ہو جاتی ہے

اور قبضہ سے پہلے اس کی ضمان میں داخل نہیں ہوتی

(۳۸۰۷)..... امام ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۸/۳۷۳) میں امام وکیع کے طریق سے متصل امام شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا خریدا اور خریدتے وقت شرط لگائی کہ پسند ہوگا تو اپنے پاس رکھ لوں گا ورنہ ہمارا آپ کا سودا نہ ہوگا پھر اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سوار کر لیا اس آدمی نے گھوڑے کو ہلاک کر دیا (یا قریب الہلاک زخمی کر دیا) تو دونوں (حضرات عمر و تابع) نے قاضی شریح کو اپنا فیصلہ بنایا قاضی شریح نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ کہ جس قیمت پر آپ نے خریدا ہے وہ قیمت حوالے کر دیا جیسے حال والا گھوڑا خریدا ہے وہی واپس کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے حق اور کڑوا فیصلہ کیا ہے۔ یہ حدیث مرسل اور صحیح ہے۔

زائدة - عن الشعبي، قال: اشترى عمرُ فرساً واشترطَ حبسه إن رضىه وإلا فلا يبيع بينهما بعدُ فتَحَمَلَ عمرُ عليه رجلاً فَعَطَبَ الفرسَ، فجعلَا بينهما شُرَيْحًا، فقالَ شُرَيْحٌ لعمرَ: سَلِمَ ما ابْتِغَتَ (به)، أَوْ رَدَّ ما أَخَذْتَ، فَقَالَ عمرُ: قَضَيْتَ بِمِرَالِحِي، وهو مرسل صحيح۔

۴۸۰۸..... أخرج البيهقي (۲۶۷:۵) من طريق عبد الرزاق: أنا معمر، عن الزهري، عن ابن المسيب، قال: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: "وَدِدْنَا أَنَّ عُثْمَانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ قَدْتَبَايَعَا حَتَّى نَنْظُرَ أَيُّهُمَا أَعْظَمُ جِدًّا فِي التَّجَارَةِ، فَاشْتَرَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَرَسًا بِأَرْضٍ أُخْرَى بِأَرْبَعِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ إِنْ أَدْرَكْتُهَا الصَّفَقَةَ وَهِيَ سَالِمَةٌ، ثُمَّ أَجَازَ قَلِيلًا فَرَجَعَ، فَقَالَ أَرَيْدُكَ سِتَّةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ إِنْ وَجَدَهَا رَسُولِي سَالِمَةً، فَقَالَ: نَعَمْ، فَوَجَدَهَا رَسُولُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَدْ هَلَكَتْ، فَخَرَجَ مِنْهُمَا بِشَرْطِهِ الْآخِرِ"۔ وهو مرسل صحيح، وقال البيهقي: ورواه غيره وزاد فيه "وَلَا أَحَالَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَّا وَقَدْ عَرَفَهَا"۔

**فائدہ:-** اس روایت سے واضح ہے کہ قاضی شرع نے فیصلہ دیا کہ قبضہ سے گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضمان میں داخل ہو گیا حالانکہ انہوں نے خیاء شرط کے ساتھ خریدا ہے تو جب بغیر خیاء شرط کے کچی بیع ہو تو بطریق اولی قبضہ سے بیع خریدار کی ضمان میں داخل ہوگی۔

(۳۸۰۸)..... امام بیہقی رحمہ اللہ (۲۶۷/۵) بطریق عبد الرزاق امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جنابہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے باہم خرید و فروخت کی تو ہم نے تمنا کی کہ دیکھیں کہ دونوں میں بڑھ کر تجارت میں ماہر کونسا ہے؟ حضرت عبد الرحمن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا کسی زمین کے عوض جو چالیس ہزار درہم یا اتنی رقم کے قریب کی تھی اس شرط پر خریدا کہ سودے کے وقت گھوڑا صحیح سالم ہو پھر تھوڑے سے وقت میں بیع نافذ کر دی (شاید شرط ختم کر دی) پھر رجوع کیا اور فرمایا گھوڑے کی قیمت میں آپ کو جو چھ ہزار درہم زیادہ دوں گا مگر اسی شرط کے ساتھ کہ میرا قاصد اس کو صحیح سالم پائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے تو حضرت عبد الرحمن کے قاصد نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ مر گیا تھا تو حضرت عبد الرحمن اس سودے سے اپنی بعد والی شرط کی وجہ سے نکل گئے۔ یہ صحیح مرسل ہے اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ دوسرے راوی نے اس میں روایت کرتے ہوئے یہ لفظ زائد بیان کئے کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمن کو علم ہو چکا تھا (کہ گھوڑا املاک ہو چکا ہے)۔

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ قبضہ سے پہلے بیع کی ضمانت مالک بائع پر ہوئی ہے مشتری پر نہیں۔ اس لئے اس روایت کے مطابق نقصان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہوا۔

۴۸۰۹..... أخبرنا أبو حرة، عن الحسن، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ ابْتَاعَ مِنْ رَجُلٍ طَعَامًا وَالطَّعَامُ فِي بَيْتٍ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُعْلَقَ وَيُدْفَعَ الْمِفْتَاحُ إِلَيْهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، فَأُخْرِقَ النَّبْتُ بِمَا فِيهِ مِنْ مَّالٍ، قَالَ: هُوَ مِنْ صَاحِبِ الطَّعَامِ، بِنَ أَجْلِ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَوْفِهِ، أَخْرَجَهُ مُحَمَّدٌ فِي "الْحَجَجِ" لَه (۲۲۷).

### بَابُ لَا تُؤْضَعُ الْجَوَائِزُ عَنِ الْمُشْتَرِيِّ بَعْدَ مَا قَبِضَ الْمَبِيعَ

۴۸۱۰..... عن أبي سعيد الخدري، قال: "أَصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ثَمَارِ ابْتِاعَهَا فَكَثُرَ ذَنْبُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ ذَنْبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَغَرْمَاتِهِ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ"، رواه مسلم (المحلى: ۳۸۵: ۸).

(۲۸۰۹)..... ابو حرہ نے حسن بھری سے ہمیں روایت بیان کی کہ ان سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے غلہ خریدا کیا وہ غلہ ایک کمرے میں تھا اس نے کمرے کو بند کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم کیا کہ کمرے کے تالے کی چابی وصول کرنے تک خریدار کے حوالے ہو۔ پھر وہ کمرہ بیع ساز و سامان کے جل گیا (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا وہ غلہ کے مالک کا نقصان ہوا ہے کیونکہ خریدار نے وصول نہیں کیا تھا۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحج ص ۲۲۷ میں خرخر کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس روایت سے ظاہر ہوا کہ چیز قبضہ سے پہلے خریدار کی ضمان میں داخل نہیں ہوتی اس لئے ہلاک ہو جانے پر مالک کی چیز ہو کر ہلاک ہوگی۔

### باب بیع پر قبضہ کے بعد اگر خریدار کے پاس آفات کا شکار ہونے سے

#### نقصان ہوا تو بائع سے نقصان کی مقدار قیمت منہانہ کی جائے گی

(۳۸۱۰)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے پھل خریدا تھا اس کو ان پھلوں میں نقصان ہوا تو اس کا قرض بڑھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر صدقہ کرو تو لوگوں نے اس کو صدقہ دیا لیکن اُس سے پورا قرض ادا نہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کے قرض خواہوں سے فرمایا جو تمہیں مل رہا ہے وہی لے لو اور بس تمہارے لئے یہی ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱۶/۲) روایت کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے نقصان اُسی خریدار پر ہی ٹھہرا کر قرض خواہوں (بیچنے والوں) کا قرض ادا کرنا لازم ٹھہرایا اس لئے دوسرے مسلمانوں سے فرمایا کہ اس پر صدقہ کرو تا کہ اس کا قرض ادا ہو جائے۔ مگر چونکہ صدقہ کے بعد بھی پورا قرض ادا نہ ہو سکا اس لئے آپ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا بس یہی لے لو۔ جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ باقی معاف کر دو دوسرا یہ کہ فی الوقت یہی لے لو جب اس مقرض پر وسعت ہو جائے بقیہ تب لے لینا۔

۴۸۱۱..... ومن طریق مسلم: نا محمد بن المثنی، نا محمد بن جعفر، نا شعبه، عن عبد الله بن دينار، عن ابن عمر، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ"، فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ: مَا صَلَاحُهُ؟ قَالَ: "تَذْهَبُ غَاثَتُهُ" (المحلی ۸: ۳۸۷)۔

۴۸۱۲..... ومن طریق أبي عبيدة: نا عبد الله بن صالح، عن الليث بن سعد، أخبرني أبو بكر بن سهل بن حنيف: "أَنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ كَانُوا يَلْزُمُونَ الْمُشْتَرِيَ الْجَائِغَةَ"، قَالَ اللَّيْثُ: وَبَلَّغْنِي عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: "أَنَّهُ قَضَى بِالْجَائِغَةِ عَلَى الْمُشْتَرِي" (المحلی ۸: ۳۸۴)۔

۴۸۱۳..... أخبرنا محمد بن عمر بن واقد الأسلمي، أخبرني موسى بن إبراهيم التيمي، عن أبيه، عن سليمان بن يسار، عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: "أَنَّهُ بَاعَ عِنَبًا لَهُ بِالْعَقِيقِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَجَاءَ بِالْبَيْتَةِ أَنَّهُ كَانَ بَاعَهُ سَالِمًا مِنَ الْجَرَادِ فَأَخْتَصَمَا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَضَى بِالسَّالِمِ وَافِيًا، وَقَالَ: هُوَ مِنْ مَالِ اللَّهِ مِنْ هَذَا وَابْتِلَاكَ بِهِ"، رواه محمد في

(۳۸۱۱)..... اور علامہ ابن حزم نے بطریق مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بھلوں کے قابل انتفاع ہو جانے سے پہلے ان کی خرید و فروخت نہ کیا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا قابل انتفاع ہونے سے کیا مراد ہے فرمایا آفت کا شکار ہونے کا وقت گزر جائے۔ (المحلی ۸/ ۳۸۷)

**فائدہ:-** اس خرید و فروخت سے ممانعت کی وجہ یہی ہے کہ آفت آنے پر خریدار کا نقصان ہوگا اور اس کا نقصان تب ہی ہو سکتا ہے جب قبضہ کے بعد نقصان کی تلافی بائع سے قیمت کی کمی سے نہ کرائی جاسکے۔ تو اس سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ قبضہ کے بعد نقصان خریدار پر ہوگا بائع پر نہیں۔

(۳۸۱۲)..... بطریق ابو عبیدہ ابوبکر بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ اُس کے گھرانے والے (حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ وغیرہ) آفت کا نقصان خریدار پر ہی لازم کرتے تھے۔ حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے بھی آفت کا نقصان خریدار پر لازم کیا۔ (المحلی ۸/ ۳۸۴)

(۳۸۱۳)..... محمد بن عمر بن واقد اسلمی کے طریق سے سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عقیق مقام میں موجود اپنے اُ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر بیچے (مڈی کے ذریعہ ان کا نقصان ہوا) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہ پیش کئے کہ میں نے حضرت عبدالرحمن پر جب بیچے تو مڈی سے محفوظ تھے دونوں مقدمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ عبدالرحمن پوری قیمت ادا کریں۔ اور فرمایا (مڈی کا نقصان کیا ہوا) اسی اللہ کے مال میں سے ہوا اور اللہ نے اس سے تجھ پر آزمائش ڈالی، اس



”الحجج“ له (۲۰۸)، وسنده حسن، وفي الواقدي كلام إلا أنه مختلف فيه۔

### بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ

۴۸۱۴..... نا شريك، عن ابن أبي لیلی، عن محمد بن بیان، عن ابن عمر: ”أَنَّ سُبَيْلَ عَمْرِ بْنِ شَرِيكٍ اشْتَرَى الطَّعَامَ قَدْ شَهِدَ كَيْلَهُ؟ قَالَ: لَا حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ“۔ أخرجه ابن أبي حزم في ”المحلى“ (۵۲۳:۸) من طريق ابن أبي شيبة، وسنده حسن، ولكنی لم أقف على محمد بن بیان هذا، وليس هو بالمضعف في ”الميزان“، فإنه أصغر منه بكثير، واحتج ابن حزم بهذا الأثر فهو حجة عنده۔

۴۸۱۵..... نا محمد بن فضیل، عن مطرف - هو ابن طريف - قلت للشعبي: أَكُونُ شَاهِدَ الطَّعَامِ وَهُوَ يَكَالُ فَأَشْتَرِيهِ أَخْذُهُ بِكَتْلِهِ؟ فَقَالَ: مَعَ كُلِّ صَفْقَةٍ كَيْلَةٌ، أخرجه ابن حزم أيضًا من طريق ابن أبي شيبة، وسنده على شرط الصحيح۔

حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب النجاص ۲۰۸ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے راوی واقدی میں کلام ہے اور وہ مختلف ہے۔

### باب خرید اہوا غلہ آگے بیعتاب تک منع ہے جب تک اس میں دو پیانے جاری نہ ہوں

**فائدہ:-** مراد یہ ہے کہ جب آدمی کسی سے غلہ ماپ کر لے لے تو اگر آگے کسی پر بیچنا چاہے تو ماپ دوبارہ کر کے دے چاہے جس کو دے رہا ہے اس نے پہلی ماپ کو دیکھا بھی ہو۔

(۳۸۱۳)..... محمد بن بیان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جو شخص (ایک خریدار کی) ماپ کا مشاہدہ کر چکا ہو وہ اسی غلہ کو خرید سکتا ہے؟ فرمایا تب تک نہیں خرید سکتا جب تک دو پیانے اس میں جاری نہ ہوں۔ اس روایت کو ابن حزم نے محلی (۵۲۳/۸) میں بطریق ابن ابی شیبہ روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے لیکن محمد بن بیان کا علم نہیں ہو سکا۔ جبکہ میزان میں اس کا ضعیف ہونا ذکر نہیں اور جس کا ذکر ہے وہ اس راوی سے بہت چھوٹا ہے اور چونکہ ابن حزم نے اس روایت سے حجت لی ہے تو یہ ان کے نزدیک حجت ہے۔

**فائدہ:-** روایت کی باپ پر دلالت واضح ہے یہی حال اگلی روایات کا ہے۔

(۳۸۱۵)..... محمد بن فضیل مطرف بن طریف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے پوچھا کہ غلہ ناپا جا رہا تھا اور میں اُس وقت موجود تھا تو اب جو میں خریدوں تو اسی ناپ سے لے سکتا ہوں؟ فرمایا ہر سودا کی اپنی ناپ ہو، اس روایت کو بھی ابن حزم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔

۴۸۱۶..... ومن طریق ابن ابی شیبہ: نا مروان بن معاویہ، عن زیاد مولی آل سعید، قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: رَجُلٌ اتَّبَعَ طَعَامًا فَاکْتَالَهُ اَيَضْلُحْ لِي اَنْ اَشْتَرِيَهُ بِكَيْلِ الرَّجُلِ؟ قَالَ: "لَا حَتَّى يَكَالَ بَيْنَ يَدَيْكَ"، وَصَحَّ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِيهِ: "هَذَا رَبًّا" (المحلی)، زیاد مولی آل سعید لم أعرفه۔

۴۸۱۷..... ومن طریق ابن ابی شیبہ: نازید بن الحباب، عن سواده بن حیان، سمعت محمد بن سيرين سُئِلَ عَنْ رَجُلَيْنِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا طَعَامًا وَالْآخَرُ مَعَهُ فَقَالَ: قَدْ شَهِدْتُ النَّبِيعَ وَالْقَبِيضَ، فَقَالَ: خُذْ بِنِي رَبِّحَا وَأَعْطِينِيهِ؟ فَقَالَ: "لَا حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ، فَتَكُونُ لَكَ زِيَادَتُهُ وَعَلَيْكَ نَقْصَانُهُ" (وفی نسخة: لَهُ زِيَادَتُهُ وَعَلَيْهِ نَقْصَانُهُ) (المحلی)، سواده بن حیان لم أعرف من ترجمه۔

۴۸۱۸..... ومن طريقه نا وكيع عن عمر أبي حفص، قال سمعت الحسن البصريَّ وسُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرَى طَعَامًا وَهُوَ يُنْظَرُ إِلَى كَيْلِهِ؟ قَالَ: "لَا حَتَّى يَكَيْلَهُ" (المحلی ۵۲۳: ۸) سند حسن۔

(۳۸۱۶)..... مروان بن معاویہ زیاد مولی آل سعید سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیبؓ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے غلہ خریدا اور ناپ کیا تو کیا میرے لئے درست ہے کہ میں اُسی ناپ سے خرید لوں؟ فرمایا نہیں یہاں تک کہ تیرے سامنے اس کی ناپ ہو۔ اور یہ بھی حضرت سعید سے صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اس کو سو د کہا۔ (الحلی) راوی زیاد مولی آل سعید کا حال معلوم نہیں۔

(۳۸۱۷)..... بطریق ابن ابی شیبہ سواده بن حیان سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد بن سیرینؓ سے پوچھا کہ دو آدمی ہیں ایک نے غلہ خریدا دوسرا اس کے ساتھ تھا۔ اس دوسرے نے کہا کہ میں بیچ اور قبضہ کے وقت حاضر تھا لہذا تو مجھ سے نفع لے لے اور غلہ مجھے دے دے (یہ درست ہے)؟ فرمایا نہیں۔ جب تک دو پیانے جاری نہ ہوں۔ جب دو پیانے جاری ہوں گے تو پہلی ناپی ہوئی مقدار سے زیادہ نکالا تو زیادتی تیری (یعنی بیچنے والے) کی ہوگی اور کم ہوا تو کسی بھی تجھ پر ہوگی (ایک نسخہ میں لفظ ہیں زیادہ بھی اُسی کی ہوگی اور نقصان بھی اُسی پر ہوگا) (الحلی) اس کے راوی سواده بن حیان کا حال معلوم نہیں۔

(۳۸۱۸)..... بطریق ابن ابی شیبہ وکیع عمر ابی حفص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصریؓ سے سنا ان سے سوال ہوا کہ آدمی غلہ خریدا ناچاہتا ہے اور (خرید سے پہلے) جب ناپ ہو رہا تھا اس نے دیکھا تھا؟ فرمایا تب تک نہ خریدے جب تک دوبارہ ناپ نہ کرالے (الحلی ۵۲۳/۸) اس کی سند حسن ہے۔

۴۸۱۹..... ومن طریق عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهري، عن سعيد بن المسيب، قال: "فِي السَّنَةِ الَّتِي مَضَتْ أَنْ مَنِ ابْتِاعَ طَعَامًا أَوْ وَدَّكَ أَنْ يَكْتَالَه قَبْلَ أَنْ يَبِيعَهُ، فَإِذَا بَاعَهُ اكْتَبِلَ مِنْهُ أَيْضًا إِذَا بَاعَهُ كَيْلًا" (المحلى ۵۲۳: ۸) وهذا سند صحيح، وقول ابن المسيب: "فِي السَّنَةِ الَّتِي مَضَتْ" حكم الرفع.

## بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْعَبْدِ الْأَبِيحِ وَالْجَمَلِ الشَّارِدِ إِذَا كَانَ الْمُشْتَرِي يَعْلَمُ مَكَانَهُ

۴۸۲۰..... روى ابن أبي شيبة: نا عبدة بن سليمان، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر: "أَنَّهُ اشْتَرَى بَعِيرًا وَهُوَ شَارِدٌ" (المحلى ۳۹۱: ۸)، وسنده صحيح.

۴۸۲۱..... ومن طريق حماد بن سلمة، عن أيوب السختياني، عن محمد بن سيرين: "أَنَّ رَجُلًا أَبَقَ غُلَامُهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: بَغْنِي غُلَامَكَ، فَبَاعَهُ مِنْهُ ثُمَّ اخْتَصَمَا إِلَى شُرَيْحٍ، فَقَالَ شُرَيْحٌ: إِنَّ

(۳۸۱۹)..... بطريق عبد الرزاق امام زهري سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو سنت پہلے سے چلی آ رہی ہے یہ ہے کہ جو غلام یا چربی خریدے آگے فروخت کرنے سے پہلے ناپ کرائے۔ اور پھر جب فروخت کرے تو بھی اس سے ناپ کرا کر لیا جائے۔ (الحلی ۵۲۳/۸) اس روایت کی سند صحیح ہے اور حضرت سعید کا یہ فرمانا کہ جو سنت پہلے سے چلی آ رہی ہے روایت کے مرفوع ہونے کے حکم میں ہے۔

## بَابُ جَبِّ خَرِيدَارٍ كُوبَهَا كَيْ هُوَ غُلَامٌ أَوْ بَهْكَوْزٌ أَوْ نَثٌ

### جگہ معلوم ہو تو اس خریدار پر ان کو بیچنا درست ہے

(۳۸۲۰)..... بطریق ابن ابی شیبہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بھگوڑا بہکوز (الحلی ۳۹۱/۸) اس کی سند صحیح ہے۔  
فائدہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے پیٹ کے اندر حمل کی (پیدا ہونے سے پہلے) اور تھنوں میں موجود دودھ کی نکال کر ناپ سے پہلے اور بھگوڑے غلام کی بیچ سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب خریدنے والے کو اس کی جگہ معلوم نہ ہو لہذا وہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہیں۔

(۳۸۲۱)..... بطریق حماد بن سلمہ ایوب سختیانی امام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کا غلام بھاگ گیا تو ایک دوسرے شخص نے کہا اپنا غلام مجھ پر فروخت کر دے۔ اس نے فروخت کر دیا پھر وہ دونوں قاضی شریح کے پاس معاملہ لائے تو قاضی شریح نے فرمایا اگر بائع نے اس خریدار کو بتلایا تھا (کہ بھاگا ہوا ہے) تو بیع نافذ ہے۔ (الحلی) اس کی سند صحیح ہے۔

كَانَ أَعْلَمَهُ بِثُلِّ مَا عَلِمَ فَهَوَ جَائِزٌ“۔ (المحلی)، وسنده صحیح۔

۴۸۲۲..... ومن طریق عبدالرزاق: نا معمر، عن أيوب السخيتاني، قَالَ: “أَبَقَ غُلَامٌ لِرَجُلٍ، فَعَلِمَ مَكَانَهُ رَجُلٌ آخَرٌ فَاشْتَرَاهُ مِنْهُ، فَخَاصَمَهُ إِلَى شُرَيْحٍ بَعْدَ ذَلِكَ، قَالَ بَنُ سَيْرَيْنَ: فَسَمِعْتُ شُرَيْحًا يَقُولُ لَهُ: أَكُنْتُ أَعْلَمْتُهُ مَكَانَهُ ثُمَّ اشْتَرَيْتُهُ؟ فَرَدَّ الْبَيْعَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمَهُ“ (المحلی ۳۹۱:۸)، وسنده صحیح۔

### بَابُ الْعَقْدِ الْفَاسِدِ يُفِيدُ الْمَلِكَ عِنْدَ اتِّصَالِ الْقَبْضِ بِهِ

۴۸۲۳..... عن رجل من الأنصار، قال: “خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ: أَوْسِعْ مِنْ قَبْلِ رَجُلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ ذَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ وَجِيءٌ بِالطَّعَامِ، فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوا، فَتَنَظَّرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ (۳۸۲۲)..... بطريق عبدالرزاق ايوب سختیانی سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا غلام بھاگ گیا دوسرے آدمی کو غلام کی جگہ معلوم ہوئی تو اس نے مالک سے خرید لیا پھر قاضی شریع کے پاس جھگڑا لے گیا۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی شریع سے سنا کہ فرمایا کہ کیا تجھے اس کی جگہ بتائی گئی تھی تب تو نے خریدا تھا؟ تو چونکہ اس کو اس کی جگہ نہیں بتائی گئی تھی اس لئے قاضی شریع نے بیع ختم کر دی۔ (الحلی ۳۹۱/۸) اس کی سند صحیح ہے۔

### بَابُ جَبِّ قَبْضِهِ هُوَ جَائِزٌ تَوْجِيعَ فَاسِدٍ سَلَكَ آجَائِي

(۳۸۲۳)..... ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ قبر پر بیٹھ کر رکھو نے والے کو حکم فرما رہے تھے کہ پاؤں کی جانب سے قبر کھلی کر سر کی جانب سے کھلی کر جب واپسی ہوئی تو ایک عورت آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئی (کھانے کی دعوت دی) آپ تشریف لائے کھانا لایا گیا تو آپ نے کھانے میں ہاتھ ڈالا پھر لوگوں نے بھی شروع کیا اور کھایا ہمارے آباء نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ منہ میں لقمہ آہستہ آہستہ چبا رہے تھے پھر (کھانا نہیں جارا تھا تو) فرمایا مجھے لگتا ہے کہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے تو اس عورت نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں نے بیع کی طرف بکری خریدنے کیلئے آدمی کو بھیجا تھا بکری نہ ملی پھر میں نے اپنے پڑوسی کی طرف پیغام بھیجا اس نے بکری خریدی تھی کہ اپنی بکری مجھے قیمت پر دے دو وگرنہ بھی نہ ملی تو میں نے اس کی بیوی کی طرف پیغام بھیجا اس نے (خاوند کی اجازت کے بغیر) میری طرف بکری بھیج دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بس یہ قیدیوں کو کھالو۔ اس کو ابو داؤد نے (۲/۱۷۷ باب فی اجتناب الشبهات) روایت کیا اور ابو داؤد اور



يُلَوِّكُ لُقْمَةً فِي فَمِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَجِدُ شَاةً أُخِذْتُ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا، فَأَرْسَلْتُ الْمَرْأَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى الْبَيْعِ يَشْتَرِي لِي شَاةً فَلَمْ أَجِدْ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارِيٍّ قَدْ اشْتَرَى شَاةً أَنْ أَرْسِلَ إِلَيَّ بِهَا بِمَنْهَا فَلَمْ يُوْجَدْ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَطْعِمِيهِ الْأَسَارَى، رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ۳: ۲۴۹)، وأخرجه البيهقي، ولم يعله بشيء هو، ولا ابن الترمذاني.

### بَابُ اعْتِبَارِ الْعُرْفِ فِي الْبُيُوعِ وَالْإِجَارَاتِ وَالْكَيْلِ وَالْوَزْنِ وَنَحْوِهَا

۴۸۲۴..... قَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَالَيْنِ: "سُنْتُكُمْ بَيْنَكُمْ"، علقه البخارى، ووصله سعيد بن منصور من طريق ابن سيرين: "إِنَّ نَاسًا مِنَ الْغَزَالَيْنِ اخْتَصَمُوا إِلَى شُرَيْحٍ فِي شَيْءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ، فَقَالُوا: إِنْ سُنَّتْنَا بَيْنَنَا كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: سُنْتُكُمْ بَيْنَكُمْ" (فتح الباری ۴: ۲۳۸).

۴۸۲۵..... وقال عبد الوهاب، عن أيوب، عن محمد: هو ابن سيرين - لَا بَأْسَ الْعَشْرَةَ بِأَحَدٍ عَشَرَ،

منذری دونوں نے سکوت کیا (عون المعبود ۳/۲۳۹) اور امام بیہقی نے (سنن ۵/۳۳۵) روایت کیا اور زیلعی نے اس پر کلام کیا نہ ابن الترمذانی نے رحمہ اللہ۔

**فائدہ:-** بکری والی عورت نے خاوند کی اجازت کے بغیر بکری بیچ دی یہ بیع فاسد ہے کیونکہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا کوئی چیز بیچنا فضولی کے بیچنے کی طرح ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ قیدیوں کو کھلا دے۔ واضح کرتا ہے کہ بیع فاسد ہونے کے باوجود مالک کی ملک ختم ہوگئی اور مشتری مالک بن گیا۔

### باب خرید و فروخت اور اجازت اور ناپ و تول وغیرہ میں عرف معتبر ہے

۳۸۲۳..... قاضی شریح رحمہ اللہ نے سوت کا تنے والوں سے (ایک جھڑے میں) فرمایا تھا کہ تمہارے اپنے طور طریقے تم پر نافذ ہوں گے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً (۲۹۳/۱) ذکر کیا اور حضرت سعید بن منصور نے بسند ابن سیرین اس کو متصل بیان کیا کہ سوت کا تنے والوں میں سے کچھ لوگ کسی معاملہ میں قاضی شریح کے پاس مقدمہ لے گئے۔ اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا رواج یوں اور یوں ہے تو فرمایا تمہارے رواج تم میں نافذ ہوں گے۔ (فتح الباری ۵/۱۱۸، ۱۱۹)

**فائدہ:-** اس روایت سے اور اگلی روایات سے خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں عرف کا اعتبار کیا جانا واضح ہے علامہ ابن حزم وغیرہ اس کے مخالف ہیں۔

۳۸۲۵..... بطریق عبد الوهاب امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی دس کی چیز گیارہ پر بیچے اور لاگت پر نفع لے تو حرج نہیں۔

وَكَتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَاسٍ جِمَارًا فَقَالَ: بَكُمُ قَالَ: بَدَائِقَيْنِ، فَرَكِبَهُ، ثُمَّ

ووصله سعيد بن منصور عن هشيم عن يونس مثله (فتح الباری)۔

..... ٤٨٢٧ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: "خُذِي مَا يَكْفِيكَ وَوَلَدِكَ بِالْمَعْرُوفِ"، "وَحَجَّمْ رَسُولُ اللَّهِ

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ“ رواه البخارى وغيره (فتح البارى ٤: ٣٣٨) -

بَابُ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا

عن بريدة، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ حَبَسَ الْعَبَّ أَيَّامَ الْقَطَاوِ حَتَّى يَبِيعَهُ مِنْ

اس روایت کو امام بخاری نے تعلیقاً (۲۹۴/۱) روایت کیا اور امام ابن ابی شیبہ نے موصولاً بیان کیا ہے (فتح الباری ۵/۱۱۹)۔

(۳۸۲۶)..... حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو کرایہ پوچھا کہ کتنا ہوگا؟ انہوں نے بتایا کہ دو

دانت، وہ گدھے پر سوار ہوئے، پھر ایک اور دفعہ تشریف لائے اور کہا گدھا چاہے اور کرایہ طے کئے بغیر سواری کی پھر کرایہ کا آدھا دیا، ہم

بھیج دیا۔ اس کو امام بخاری نے (۲۹۴/۱) تعلیقاً ذکر کیا اور سعید بن منصور نے بطریق ہشام یونس سے ایسی ہی روایت موصولاً روایت

کی (فتح الباری ۵/۱۱۹)۔

**فائدہ:** حضرت حسن بصریؒ نے پہلی بار کراہیہ معلوم کر کے طے شدہ کراہیہ و دوسری بار طے کئے بغیر کراہیہ بر لیا یہ وہاں کے عرف میں

درست تھا اس وجہ سے جائز ہوا ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اجرت طے کئے بغیر احارہ درست نہیں۔

(۳۸۲۷)..... اور آپ ﷺ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو خرچ تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو مشہور طریقے سے وہ (خاوند الوسفان رضی اللہ عنہ)

کے مال میں سے) لے لیا کر۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو حمام سے بچنے لگوائے پھر ایک صاع کھجور اس کو دینے کا حکم فرمایا۔ اس کو

بخاری (۱/۲۸۴) وغیرہ نے روایت کیا۔

**فائدہ:-** یہاں حضرت ہند کو عرف عام کے مطابق شوہر کے مال سے خرچ کرنے کی اجازت دی۔ اور محض لگوانے کی اجرت ملے کے

بغیر ابوطیبہ کو ایک صاع کھجور اجرت میں دیئے۔ یہ سب عرف عام کی وجہ سے درست ہوا۔

باب جو شخص شراب بناتا ہو اس سے انگور کا نچوڑا ہوا پانی پینا مکروہ ہے

(۳۸۴۸)..... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے انگوڑ کاٹنے کے دنوں انگوڑ روک رکھے

يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مَنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا فَقَدْ تَغَيَّرَ النَّارُ عَلَى بَصَرِهِ“ رواه الطبرانی فی ”الأوسط“، وفيه عبد الكريم، قال أبوحاتم: حديثه يدل على الكذب، كذا في ”مجمع الزوائد“ (۴: ۹۰)۔

## بَابُ كَرَاهِيَةِ مُبَايَعَةِ مَنْ أَكْثَرُ مَالِهِ مِنَ الرَّبَا أَوْ لَمَنِ الْمَحْرَمُ

۴۸۲۹..... أخرج البيهقي من طريق سعيد بن منصور: ثنا هشيم عن أبي حمزة عمران ابن أبي عطاء، قُلْتُ لِأَبِي عَبَّاسٍ: إِنَّ أَبِي جَلَّابَ الْغَنَمِ وَأَنَّهُ يُشَارِكُ الْيَهُودِيَّ وَالنَّصْرَانِيَّ قَالَ: لَا تُشَارِكُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا، قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِأَنَّهُمْ يَرْبُونَ وَالرَّبَا لَا يَحِلُّ (۵: ۳۳۵)، أبوحمزة القصاب من تا کہ یہودی یا عیسائی سے بیچے یا شراب بنانے والے سے بیچے تو اس نے اپنی آنکھوں پر آگ انڈیل دی۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں راوی عبد الکرم بن عبد الکرم ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث جھوٹ پر دلالت کرتی ہے (مجمع الزوائد ۴/۱۶۱) محقق عبد اللہ محمد درویش فرماتے ہیں کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (بلوغ المرام حدیث ۸۳۷ میں) اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے مترجم

**فائدہ:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگور اس وقت تک فروخت نہ کرنا جب تک نچوڑنے اور شراب بنانے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اس غرض سے انگور روک رکھنا حرام ہے۔ لیکن جو شخص انگوروں اور ان کے نچوڑے شراب بنانا ہو اس سے انگور فروخت کرنا کیسا ہے؟ یہ حدیث اس بیع کے حرام ہونے پر دلیل نہیں بنتی۔ اور جو شخص انگور یا اس کا نچوڑ شراب بنانے والے پر فروخت کرنے کیلئے نہیں روک رکھتا بلکہ جو خریدنے آئے اس پر فروخت کرتا ہے اور خریدنے والوں میں وہ بھی شامل ہے جو شراب کیلئے خریدتا ہے اور وہ بھی جو دوسرے مقصد کیلئے خریدتا ہے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اس پر اجماع ہے کہ شراب بنانے والے پر انگور بیچنا جائز ہے۔ لیکن انگور کا شیرہ اور نچوڑ ایسے شخص پر بیچنے میں اختلاف ہے جب حدیث میں انگور اور اس کے شیرہ دونوں کے شراب بنانے والے پر بیچنے پر وعید ہے۔ اور اس وعید سے انگور بیچنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی تو انگور کے شیرہ بیچنے کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوتی۔

## باب: جس کا اکثر مال سودی ہو یا قیمت حرام مال سے ہو اس سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا مکروہ ہے

(۳۸۲۹)..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (۵/ ۳۳۵) امام سعید بن منصور کی سند سے ابوحزہ عمران بن عطاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرا والد بکریوں کی تجارت کا کاروبار کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتا ہے اور یہودی یا عیسائی سے شراکت کرتا ہے فرمایا کسی یہودی یا عیسائی سے شراکت نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمایا وہ سودی معاملات کرتے ہیں اور سود حلال نہیں۔ راوی ابوحزہ قصاب مسلم کے راویوں میں سے سچا راوی ہے اور اس کے اوہام ہیں تو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رجال مسلم صدوق له أوهام، فالحدیث حسن صحیح۔

۴۸۳۰..... ومن طریق شعبه، عن مزاحم بن زفر، عن ربیع بن عبد اللہ، "سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ لِي جَارًا يَأْكُلُ الرِّبَا، أَوْ قَالَ: خَبَيْتَ الْكَسْبَ، وَرُبَّمَا دَعَانِي بِطَعَامِهِ أَفَأَجِيبُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ!" مزاحم من رجال مسلم ثقة، وربیع بن عبد اللہ ليس هو ابن خطاف الأحذب، فإنه أصغر من أن يروى عنه شعبه فضلا أن يروى عنه مزاحم، بل هو آخر غيره، وشعبه لا يتحمل من أحاديث مشايخه إلا ما صح كما مرفى "المقدمة"۔

۴۸۳۱..... ومن طريق مسعر، عن جواب التيمي، عن الحارث بن سويد، قال: "جاء رجل إلى عبد الله يعني ابن مسعود فقال: إِنَّ لِي جَارًا وَلَا أَعْلَمُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا خُبْنًا أَوْ حَرَامًا، وَأَنَّهُ يَدْعُونِي فَأَخْرُجُ أَنْ آتِيَهُ وَأَتَحَرَّجُ أَنْ لَا آتِيَهُ، فَقَالَ: آتِيَهُ وَأَجِبْهُ، فَإِنَّمَا وَزْرُهُ عَلَيْهِ"۔ قال البيهقي: جواب التيمي غير قوي،

**فائدہ:-** اس روایت سے حرام آمدنی (سود وغیرہ) والے شخص کے پیسے سے پرہیز کرنا اولیٰ اور اس سے پیسہ لینا مکروہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اگر اس سے چیز فروخت کی یا شراکت کی یا اس کی دعوت قبول کی اور معلوم نہیں کہ جو دیا اور کھلایا حرام ہے تو یہ جائز اور خلاف اولیٰ ہے۔

(۳۸۳۰)..... اور بسند شعبہ ربیع بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے سنا وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھ رہے تھے کہ میرا ایک پڑوسی ہے وہ سود خور ہے یا کبہا حرام آمدنی والا ہے اور بعض اوقات مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے تو میں دعوت قبول کیا کروں؟ فرمایا ہاں قبول کر لیا کر۔ اس روایت کا راوی مزاحم بن زفر مسلم کے ثقہ راویوں میں سے ہے اور یہ ربیع بن عبد اللہ خطاف کا بیٹا احذب نہیں کیونکہ وہ شعبہ سے روایت کرنے سے کم عمر تھا چہ جائیکہ اس سے مزاحم روایت کرے بلکہ یہ ربیع کوئی اور ہے اور شعبہ اپنے اساتذہ کی صحیح احادیث ہی روایت کرتے ہیں (لہذا حدیث صحیح ہے)۔

(۳۸۳۱)..... اور بسند مسعر بروایت جواب تبی حارث بن سويد سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پاس آیا اور کہنے لگا میرا پڑوسی ہے اور میرے علم میں اس کا مال پلید یا حرام ہے اور وہ میری دعوت کرتا ہے اور مجھے حاضری پر مجبور کرتا ہے اور میں بچنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس کے پاس حاضر نہ ہوں۔ فرمایا حاضر ہوا کر اور دعوت قبول کیا کر اس کا گناہ اُسی پر ہے امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جواب تبی راوی قوی نہیں۔ اور یہ حکم جواز کا اس وقت ہے جب علم نہ ہو کہ جو پیش کیا وہ حرام ہے لیکن اگر حرام ہونے کا علم ہو تو نہ کھائے جیسے رسول اللہ ﷺ نے وہ بکری نہ کھائی جو آپ کو پیش کی گئی۔ میں (مولانا عثمانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں بکری والی حدیث کا ذکر اس باب میں ہو گیا کہ عقد فاسد قبضہ کے بعد ملک کا فائدہ دیتا ہے اور جواب تبی کو ابن حبان اور یعقوب بن سفیان نے ثقہ کہا اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کی



وَهَذَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ الَّذِي قَدِمَ إِلَيْهِ حَرَامٌ، فَإِذَا عَلِمَ حَرَامًا لَمْ يَأْكُلْهُ كَمَا لَمْ يَأْكُلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي قَدِمَتْ إِلَيْهِ ۱۰۔ قلت: وقد مر حديث الشاة في باب العقد الفاسد يفيد الملك عند اتصال القبض به، وجواب التیمی وثقه ابن حبان ويعقوب بن سفيان، وقال ابن عدی: لم أر له حديثا منكرا في مقدار ما يرويه، كما في "التهذيب"، فالحديث حسن۔

## أَبْوَابُ الْكَفَالَةِ

### بَابُ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ

۴۸۳۲..... عن أبي أمامة مرفوعا: "الْعَارِيَةُ مُؤَدَّةٌ، وَالْمِنْحَةُ مُرْدُوذَةٌ، وَالَّذِينَ مَقْضِي، وَالرَّعِيْمُ غَارِمٌ"، رواه أبو داود، والترمذی۔ وقال: حديث حسن، و ابن ماجه، وأحمد، والطیالسی، وأبو یعلی، وعبدالرزاق، وابن أبي شیبہ، کلهم من حديث إسماعيل بن عیاش، عن شرحبیل بن مسلم، عنه، مطولا ومختصرا۔ قال صاحب "التنقيح": رواية إسماعيل بن عیاش من الشاميين جيدة، وشرحبیل من ثقات الشاميين، قاله الإمام أحمد، ووثقه أيضا العجلي، وابن حبان، وضعفه ابن معین ۱۰ (زيلي ۱۹۷: ۲)۔

مرویات میں کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی (تہذیب) تو یہ حدیث حسن ہے؟

**فائدہ:-** پہلی روایت سے حرام کائی والے سے شراکت اور اس کے مال کا استعمال کردہ ہونا اور ان روایات سے جواز ظاہر ہوا تو یہ کمرہ اور خلاف اولیٰ ہے۔

## ﴿أَبْوَابُ ضَمَانَتِ كَفَالَتِ كَر﴾

### باب کسی کی جان کی ضمانت

(۴۸۳۲)..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے کہ فرمایا مستعار (مانگی ہوئی) چیز واپس کی جائے اور دودھ پینے کیلئے لیا ہوا جانور واپس کیا جائے اور قرض ادا کیا جائے اور ضامن شخص ذمہ دار ہے اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۱۳۶/۲) اور ترمذی نے (۱۵۲/۱) روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور ابن ماجہ (۱۷۳) اور احمد اور طیالسی اور ابویعلیٰ وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ سب نے بطریق اسماعیل بن عیاش بروایت شرحبیل بن حسنہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے طویل و مختصر ہر طرح روایت کی ہے صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش کی شامیوں سے روایت عمدہ ہوتی ہے اور شرحبیل بھی ثقہ شامیوں میں سے ہے جیسا کہ امام احمد نے فرمایا اور امام عجللی وابن حبان نے بھی شرحبیل کو ثقہ کہا ہے اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ (زيلي ۱۹۷/۲)

۴۸۳۳..... وقال أبو الزناد، عن محمد بن حمزة بن عمرو الأسلمي، عن أبيه: "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حِمَزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفْلًا، حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُمْ بِالْجَهَالَةِ" - أخرجه البخاري في الترجمة معلقا، وأخرجه أيضا الطحاوي منفصلا، كما قال ابن حجر في "فتح الباري" -

**فائدہ:-** حدیث میں پہلے آپ ﷺ نے ہر مستعار چیز کی واپسی کا فرمایا پھر خصوصاً فرمایا و المنحة مردودہ منہ بھی واپس کی جائے۔ "منحہ" سے مراد دودھ پینے کیلئے لیا ہوا جانور اور کھیتی باڑی کیلئے لی ہوئی مستعار زمین اور پھل کھانے کیلئے مستعار لیا ہوا پھلدار درخت ہے کہ یہ سب چیزیں بھی خصوصاً واپس کی جائیں۔ اور باب کے موافق آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ضامن شخص ذمہ دار ہے۔ اس لئے حق والا شخص ضامن سے بھی اور جس کا ضامن ہوا اس سے بھی حق کا مطالبہ کر سکے گا۔ اور حق دونوں کے ذمہ ہوگا۔ اور ضامن بنا کر قرآن و سنت و اجتماع سے ثابت ہے ہاں ضامن کے ضامن بننے میں اس کی رضا ہونا ضروری ہے اس پر زبردستی سے ضامن صحیح نہیں لیکن مضمون عدیہ (یعنی جس کا ضامن بن رہا ہے اس) کا راضی ہونا ضروری نہیں۔ اور مضمون لہ (یعنی جس کیلئے ضامن بن رہا ہے اس) کی رضا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔

**تنبیہ:-** مضمون عنہ مثلاً مقروض اور مضمون لہ مثلاً قرض خواہ ہے اور جس چیز کی ضمانت لے اس چیز کو مضمون بہ کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں منقول عنہ اور منقول لہ بھی کہتے ہیں۔

(۲۸۳۳)..... أبو الزناد محمد بن حمزہ بن عمرو الأسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصدق زکوٰۃ و صدقہ وصول کرنے والا) بنا کر بھیجا تو (وہاں) ایک شخص اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستر ہو گیا تو حضرت حمزہ نے اس شخص سے اس کی جان کے ضامن لئے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہلے پہنچ گیا تھا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کے پہلے ہی سو کوڑے لگا چکے تھے کہ اس شخص نے لوگوں کی (اپنے اوپر الزام کی) تصدیق کی تھی اور اعلیٰ کا عذر پیش کیا تھا۔ (کہ مجھے حرام ہونا معلوم نہ تھا) اس روایت کو امام بخاری نے (۳۰۵/۱) ترجمۃ الباب میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور اس کو امام طحاوی نے بھی (شرح معانی لا ۸۳/۲) مفصل ذکر کیا ہے۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے کسی کی جان کی ضمانت لینے کی صحت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہوں نے اس آدمی سے اس کی جان کا ضامن لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ پر ضمانت کے معاملہ میں کوئی کثیر نہیں کی یہی جمہور کا قول ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف نقل کیا ہے مگر شوافع سے امام شافعی رحمہ اللہ کا کفالت بالنفس کے خلاف قول منقول نہیں ہے۔

۴۸۳۴..... وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ: "إِسْتَبْتَبَهُمْ وَكَفَلَهُمْ، فَتَابُوا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ"، علقه البخاری، وأخرجه البيهقي بطوله من طريق أبي إسحاق، عن حَارِثَةَ بْنِ مُضَرَّبٍ، قَالَ: "صَلَّيْتُ الْعِدَّةَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فَذَكَرَ قِصَّةَ ابْنِ النَّوَاحَةِ وَأَصْحَابِهِ وَشَهَادَتِهِمْ لِمُسْلِمَةٍ بِالرِّسَالَةِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ أَمَرَ بِقَتْلِ ابْنِ النَّوَاحَةِ، ثُمَّ إِنَّهُ اسْتَشَارَ النَّاسَ فِي أَوْلَئِكَ النَّفَرِ، فَقَامَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ فَقَالَا: اسْتَبْتَبَهُمْ، وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ، فَاسْتَبْتَبَهُمْ فَتَابُوا فَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ (فتح الباری ۴: ۲۸۴)۔

۴۸۳۵..... وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ شُعْبَةَ، عَنْ سَلِيمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَبِيبًا (هُوَ ابْنُ سُلَيْمٍ) الَّذِي كَانَ يَقْدُمُ الْخُصُومَ إِلَى شُرَيْحٍ قَالَ: "خَاصَمَ رَجُلٌ ابْنًا لَشُرَيْحٍ إِلَى شُرَيْحٍ كَفَلَ لَهُ بِرَجُلٍ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَحَبَسَهُ شُرَيْحٌ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ قَالَ: أَذْهَبُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بِفِرَاشٍ وَطَعَامٍ، وَكَانَ ابْنُهُ يُسَمَّى عَبْدَ اللَّهِ" (۶: ۷۷)، وسنده صحيح، لم يعله البيهقي ولا ابن الترمكاني بشيء۔

(۴۸۳۴)..... اور جریر اور اشعث نے مرتدوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان سے توبہ کرالیں اور ضامن لے لیں۔ تو مرتدوں نے توبہ کی اور اپنے قبیلہ والوں کو اپنا ضامن بنایا۔ اس روایت کو امام بخاری نے (۱/۳۰۶) تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے بطریق ابواسحاق حارث بن مضرب سے طویل روایت کی ہے حارث کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی پھر حارث نے ابن نواح اور اس کے ساتھیوں کے ارتداد اور وسیلہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے کا قصہ ذکر کیا اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن نواح کے قتل کا حکم کیا پھر لوگوں نے ان مرتدین کی جماعت کے بارے میں مشورہ کیا تو جریر اور اشعث نے کھڑے ہو کر کہا ان سے توبہ کرالیں اور ان کے خاندان والوں سے ان کی ضمانت لے لیں۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے توبہ کا کہا تو انہوں نے توبہ کی اور خاندان کو ضامن بنایا (فتح الباری ۵/۱۸۰)

**فائدہ:-** اس روایت سے بھی کفالت بالنفس کا جواز واضح ہے۔

(۴۸۳۵)..... امام بیہقی نے (سنن ۶/۷۷) بطریق شعبہ سلیمان شیبانی سے روایت کی کہ میں نے حبیب بن سلیم سے سنا جو قاضی شریح کے پاس مقدمات پیش کیا کرتے تھے فرمایا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض تھا قاضی شریح کے پاس مقدمات پیش کیا کرتے تھے فرمایا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض تھا قاضی شریح کا بیٹا ضامن بن گیا تو قرض خواہ نے قاضی شریح کے سامنے اُس کے بیٹے کا معاملہ پیش کیا تو قاضی شریح نے بیٹے کو قید کر دیا جب رات ہوئی تو قاضی شریح نے فرمایا عبداللہ (جو کہ ان کے بیٹے کا نام تھا) کے پاس بستر اور کھانا لے جاؤ، اس روایت کی سند صحیح ہے نہ امام بیہقی نے اس پر کلام کیا ہے نہ علامہ ابن الترمکانی نے۔

۴۸۳۶..... ومن طریق ابراہیم بن خثیم بن عراک بن مالک، عن أبيه، عن جده، عن أبي هريرة: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ" وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: "أَخَذَ مِنْ مُتَّهَمٍ كَفِيلًا تَثْبُتًا وَاحْتِبَاطًا"۔ ابراہیم بن خثیم ضعیف (السیہقی ۷۷:۲)۔

### بَابُ الْكَفَالَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

۴۸۳۷..... عن سلمة بن الأكوع، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَتَانِي بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا! فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ ذَيْنٌ؟ قَالُوا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ: صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَى ذَيْنَهُ"۔ رواه أحمد والبخاري، والنسائي، وروى الخمسة إلا أبا داود هذه القصة من حديث أبي قتادة، وصححه الترمذی، وقال فيه النسائي

**فائدہ:-** اس روایت سے کفالت بالفنس کے ساتھ ثابت ہوا کہ اگر مکفول حاضر نہ ہو تو ضامن کو قید کیا جائے گا۔

(۲۸۳۶)..... اور بطریق ابراہیم بن خثیم بن عراک بن مالک عن ابیہ عن جده حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت میں قید کیا تھا اور ایک روایت میں بتاتے ہیں کہ تہمت سے بطور احتیاط ضامن لیا۔ (سنن ۷/۶۷) اس کا راوی ابراہیم بن خثیم ضعیف ہے (مگر گذشتہ حدیث سے اس کو تائید حاصل ہے)۔

### باب میت کی طرف سے ضامن بننا

(۲۸۳۷)..... حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ اس کا جنازہ پڑھیں فرمایا کچھ چھوڑ کر مرہا ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا تین دینار قرض ہیں۔ فرمایا پھر تم ہی اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھو۔ تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھیں قرض میرے ذمہ ہو گیا۔ (پھر آپ نے جنازہ پڑھایا) اس حدیث کو امام احمد اور بخاری (۳۰۶/۱) اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد کے سوا باقی پانچوں حضرات نے حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے یہ واقعہ بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے (۱۲۷/۱) اور نسائی اور ابن ماجہ ۱۷۳ نے اس میں یہ لفظ بھی ذکر فرمائے کہ حضرت قتادہ نے عرض کیا میں اس کے قرض کا ضامن بننا ہوں۔ یہ لفظ بظاہر انشاء میں صریح ہیں لیکن گذشتہ واقعہ کی خبر کے سوا کا احتمال نہیں رکھتے۔

**فائدہ:-** میت کی اس طرح کفالت کی قیامت کے دن اس کو قرض کے مطالبہ سے بری کر دیا جائے (اور میت یا اس کے دربار کے سر پر قرض خواہ کا مطالبہ نہ رہے) امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک درست ہے باقی ائمہ بھی اس کے قائل ہیں اگلی احادیث سے بھی اس کا ثبوت ہے۔



وابن ماجہ: "فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: أَنَا أَتَكْفُلُ بِهِ"، وهذا صريح في الإنشاء ولا يحتمل الإخبار عما مضى۔  
 ۴۸۳۸..... وعن جابر، قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاتَى بِمَمِيَّةٍ، فَسَأَلَ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ دَيْنَارَانِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: هُمَا عَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَى، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، رواه أحمد، وأبو داود والنسائي (نيل الأوطار ۱۰۵: ۱۰۶)۔

۴۸۳۹..... وعن أبي قتادة: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِرَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَإِنَّ عَلَيْهِ دَيْنًا، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: هُوَ عَلَى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بِالْوَفَاءِ؟ فَقَالَ: بِالْوَفَاءِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ۔ رواه الترمذی وقال: حسن صحيح (۱: ۱۲۷)۔

(۴۸۳۸)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو آدمی مقروض ہو کر فوت ہوا آپ ﷺ اس کا نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے تو ایک میت لایا گیا آپ نے پوچھا اس پر قرض ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ دو دینار قرض ہیں فرمایا اچھا اپنے ساتھی پر تم ہی نماز پڑھو۔ تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ وہ دو دینار میرے ذمہ ہوئے۔ تو پھر آپ ﷺ نے جنازہ پڑھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی بڑھ کر متولی ہوں لہذا جو قرض چھوڑ جائے وہ قرض مجھ پر ہوا۔ اور جو مال چھوڑ جائے وہ وراثت کیلئے ہوگا۔ اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد (۱۱۹/۲) اور نسائی نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/۱۰۶، ۱۰۵)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی میت کا کفیل بننا آپ ﷺ کے ضامن بننے سے صحیح ثابت ہوا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو گذشتہ حدیث کا ناخ ٹھہرایا اگر نسخ اس بات میں ہو کہ آپ ﷺ پہلے مقروض کا جنازہ نہ پڑھتے تھے اور اس حدیث میں آئندہ جنازہ پڑھنے کا فرمان جاری فرمایا تو پھر تو بات کچھ حد تک درست ہے لیکن اگر مسئلہ کفالت میں اس حدیث کو ناخ اور گذشتہ حدیث کو منسوخ ٹھہرایا جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا خود ضامن بننا کفالت کو ثابت کر رہا ہے نہ کہ کفالت کو منسوخ کر رہا ہے۔

(۴۸۳۹)..... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی پر خود جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس کے ذمہ قرض ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قرض میرے ذمہ ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ادا کرو گے؟ عرض کیا میں ادا کروں گا تب آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے (۱۲۷/۱) روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**بَابُ فِي أَنَّ الْمَكْفُولَ عَنْهُ إِنَّمَا يَبْرَأُ**

**بِإِدَاءِ الْكَفِيلِ عَنْهُ لَا بِمُجَرَّدِ الْكَفَالَةِ**

۴۸۴۰..... عن جابرؓ، قَالَ: "تَوَفَّى رَجُلٌ فَعَسَلَنَاهُ، وَحَنَطْنَاهُ، وَكَفَّنَاهُ، ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْنَا: تُصَلِّيْ عَلَيْهِ، فَخَطَا خُطْوَةً ثُمَّ قَالَ: أَعْلَيْهِ ذَيْنِ؟ قُلْنَا: دَيْنَانِ، فَانْصَرَفَ، فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُو قَتَادَةَ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ، الدَّيْنَانِ عَلَى- فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَحَقُّ الْغَرِيمِ وَبَرِيءٌ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذَلِكَ بَيَّوْمٍ: مَا فُعِلَ الدَّيْنَانِ؟ فَقَالَ إِنَّمَا مَاتَ أُنْسٌ، قَالَ: فَعَادَ إِلَيْهِ بَيْنَ الْغَدِ، فَقَالَ: قَدْ قَضَيْتُهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْآنَ بَرَدَتْ عَلَيْهِ جِلْدُهُ" (مسند أحمد ۳: ۳۳۰)

### ﴿تَتِمَّةُ أَبْوَابِ الْكَفَالَةِ﴾

**باب جب ضامن مکفول عنہ کی طرف سے ادا کر دے گا تب ہی**

**مکفول عنہ بری ہوگا محض ضامن بننے سے بری نہیں ہو جائیگا**

(۲۸۳۰)..... حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا ہم نے اس کو غسل دیا۔ اور خوشبو لگا لی کفن پہنایا پھر نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا کہ اس کا جنازہ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کیا دو دینار قرض ہے۔ آپ ﷺ واپس ہو گئے تو ان دو دینار کی ذمہ داری حضرت ابوقادہؓ نے لی اور عرض کیا وہ دو دینار مجھ پر ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا واقعی قرض خواہ کا حق تجھ پر ہوا اور میت دو دینار سے بری ہوا؟ عرض کیا جی ہاں، تو آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا پھر دوسرے دن پوچھا وہ دو دیناروں کا کیا ہوا؟ عرض کیا وہ کل ہی تو مرا ہے (یعنی دے دوں گا) پھر پرسوں پوچھا تو عرض کیا میں نے ادا کر دیئے ہیں فرمایا تو اب تو نے اس پر اس کی کھال ٹھنڈی کی ہے۔ (مسند احمد ۳/۳۳)

**فائدہ:-** اس حدیث کے لفظ "اب تو نے اس کی کھال ٹھنڈی کی" پر قاض شوکانی رحمہ اللہ تیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ قرض کی ذمہ داری اور قرض کی وجہ سے عذاب سے میت تب ہی رہائی پاتا ہے جب ضامن قرض ادا کر دے محض ذمہ داری اٹھالینے سے رہائی نہیں پالیتا۔ یہی صورت زندہ کی ضمانت کی ہے کہ محض ضامن کی ضمانت سے زندہ قرض سے فارغ نہیں ہو جاتا جب تک ضامن ادا نہ کر دے۔

### ﴿تَتِمَّةُ أَبْوَابِ كِفَالَتِ كَا﴾

## بَابُ صِحَّةِ الْكَفَالَةِ بِحَقِّ مَجْهُولٍ قَدَرَهُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾

۴۸۴۱..... عن أبي هريرة في حديث: "فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ: أَنَا أَوَّلِي بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوَفَّى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَى قَضَائِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ"، أخرجه الشيخان (فتح الباری ۴: ۳۹۰)۔

۴۸۴۲..... عن قبيصة بن المخارق، قال: "أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَسْأَلُهُ فِي حِمَالَةٍ فَقَالَ: إِنَّ الْمَسْأَلَةَ حُرْمَتٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، رَجُلٌ تَحْمِلُ بِحِمَالَةٍ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، حَتَّى يُؤَدِّيَهَا ثُمَّ يُمْسِكَ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَاجْتَا حَتَّى حَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ سِدْدًا مِنْ عَيْشٍ ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ حَاجَةٌ أَوْ فَاقَةٌ حَتَّى تَكَلَّمَ ثَلَاثَةَ مِنْ ذَوِي الْحِلْمِ مِنْ قَوْمِهِ، فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْمَسْأَلَةِ فَهُوَ سُخْتٌ"، أخرجه مسلم في "الصحيح"

## باب جس حق کی مقدار مجہول ہو اس کی ضمانت بھی صحیح ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم (سورہ یوسف) جو شخص شاہی پیانہ حاضر کر دے گا اس کو ایک اونٹ کا سامان ملے گا میں اس کا ضامن ہوں، اونٹ کا سامان مجہول مقدار میں ہے کم اور زیادہ کا احتمال رکھتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مجہول مقدار کے حق کی ضمانت صحیح ہے۔

(۳۸۴۱)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کھولیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں مسلمانوں کی جانوں سے بھی ان کا زیادہ تر سبب تعلق رکھنے والا ہوں تو جو مسلمان بھی فوت ہو اور قرض اپنے ذمہ چھوڑ جائے اس کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے ورثاء کا ہے (بخاری ۱/۳۰۸، مسلم ۲/۳۵)

**فائدہ:-** آپ ﷺ نے مجہول مقدار قرض کے ضامن ہونے کا اعلان فرمایا جو باب کے عنوان کے موافق ہے۔

(۳۸۴۲)..... حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے قرض کا بوجھ اتارنے کیلئے مانگوں تو آپ ﷺ نے فرمایا مانگنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک وہ آدمی جو قرض اتارنے کا ضامن ہوا اس کیلئے مانگنا حلال ہے تاکہ ادا کر دے پھر مانگنے سے باز آ جائے دوسرا وہ آدمی جس پر ایسی آفت آپڑی جس نے مال ہلاک کر دیا اس کیلئے مانگنا حلال ہے یہاں تک کہ گزران میں مضبوطی حاصل کر لے یا فرمایا گزران میں درستی کو پہنچے۔ تیسرا وہ آدمی جس کو ضرورت یا فاقہ پیش آ گیا اور اس کی قوم کے تین عقلمند کہہ دیں (کہ بے چارہ غریب یا فاقہ زدہ ہو گیا) اس کیلئے مانگنا حلال ہو گیا اس کے سوا مانگنا حرام کھانا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۳۳۳/۱) روایت کیا ہے (سنن ترمذی ۶/۷۳)

(البيهقي ۷۳:۶)

## بَابُ رُجُوعِ الْكَفِيلِ عَلَى الْأَصِيلِ بِمَا ضَمِنَ بِأَمْرِهِ

۴۸۴۳..... عن ابن عباس: "أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيْمًا لَهُ بِعَشْرَةِ دَنَانِيرَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَفَارُقُكَ حَتَّى تَقْضِيَنِي أَوْ تَأْتِيَنِي بِحَمِيلٍ، قَالَ: فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هَذَا الدَّهَبَ؟ قَالَ: مِنْ مَعْدِنٍ، قَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهَا، لَيْسَ فِيهَا خَيْرٌ، فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ،" رواه أبو داود (۲۴۷:۳)، وسكت عنه هو والمنذرى، قال: وأخرجه ابن ماجه ۱۵- وعمرو بن أبى عمرو من رجال الجماعة ثقة صدوق، وإنما أنكروا عليه حديث البهيمه وحده، وأفرط ابن حزم حيث أطلق فى الضعف، كما فى "المحلى" (۱۱۶:۸)۔

**فائدہ:-** حضور ﷺ نے جو فرمایا اس کیلئے مانگنا حلال ہے جو کسی قرض کے اتارنے کا ضامن ہوا۔ یہ عام ہے کہ وہ قرض معلوم ہو یا مجہول یہی تہلہ وجہ استدلال ہے۔

## باب جوامیل کے حکم سے اس کا ضامن ہوا ہواس سے اُس مال میں رجوع کر سکتا ہے جس میں ضمانت لی تھی

(۳۸۴۳)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک (قرض خواہ) آدمی اپنے مقرض کو دس دینار قرض کی وجہ سے چست کیا اور کہا اللہ کی قسم میں تجھ سے تب تک جدا نہ ہوں گا جب تک قرض ادا نہ کرے یا کوئی ضامن نہ لائے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اُس قرض کے ضامن ہو گئے (اور قرض ادا کر دیا) پھر وہ حضور ﷺ کے پاس (ادائیگی کیلئے) وہ مقدار لایا جس کا وعدہ تھا (دس دینار) تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ سونا تجھے کہاں سے حاصل ہوا؟ کہا کان سے فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس میں بھلائی نہیں تو وہ قرض رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے خود ادا کیا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا اور ابو داؤد و منذری دونوں نے سکوت اختیار کیا اور منذری نے فرمایا کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور راوی عمرو بن ابی عمرو و جماعت کے رواۃ میں سے ثقہ و سچا راوی ہے اس پر صرف حدیث ہیہ میں محدثین نے تنکیر کی ہے ابن حزم سے افراط کرتے ہوئے ضعیف ہونے کا اطلاق کر دیا (محلی ۱۱۶/۸)

**فائدہ:-** باب کے عنوان کے مطابق حدیث سے معلوم ہوا کہ مقرض کا ضامن بننے سے اس پر سے قرض اتر کر ضامن پر نہیں ہو جاتا۔ ایسے ہی مضمون عنہ کے حکم سے۔ یہی ضامن ہوا ہو تو ضامن ادا کر دہ رقم اُس سے وصول کر سکتا ہے ورنہ وہ آدمی ادائیگی کیلئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سونا نہ لاتا۔ اور نبی کریم ﷺ واپس کر دیتے اور نہ پوچھتے کہ کہاں سے لایا ہے؟ بلکہ اول ہی فرما دیتے کہ تجھ پر سے حق ساقط ہو گیا ہے اور تو بری ہو چکا اور قرض میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔



۴۸۴۴..... عن ابن عباس، عن الفضل بن عباس، قال: "أَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعِظُ وَغَا شَدِيدًا قَدْ غَضِبَ رَأْسُهُ فَقَالَ: خُذْ بِيَدِي يَا فَضْلُ! فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ حَتَّى قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ قَالَ: فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَفِيهِ قَالَ: مَنْ قَدْ كُنْتُ أَخَذْتُ لَهُ مَالًا فَلَيْدًا مَالِي فَلْيَأْخُذْ مِنْهُ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي عِنْدَكَ ثَلَاثَةَ ذَرَاهِمَ، فَقَالَ: أَمَا أَنَا فَلَا أَكْذِبُ قَائِلًا وَلَا أَسْتَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، فِيمَ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي؟ قَالَ: أَمَا تَذَكَّرُ أَنَّهُ مَرَّبِكَ سَائِلٌ فَأَمَرْتَنِي فَأَعْطَيْتُهُ ثَلَاثَةَ ذَرَاهِمَ؟ قَالَ أَعْطَاهُ يَا فَضْلُ"، رواه البيهقي (۷: ۶)، ولم يعله بشيء هو ولا ابن التركمانی، فهو صحيح أو حسن، ورواه أبو يعلى وفي إسناده عطاء بن مسلم، وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه جماعة، وبقي رجاله ثقات (مجمع الزوائد ۹: ۲۶)۔ قلت: وسند البيهقي سالم من غطاء بن مسلم هذا۔

### باب جَوَازِ الْكَفَالَةِ فِي الْبَيْعِ وَالسَّلَمِ وَالذِّينِ

۴۸۴۵..... عن ابن عباس، قال: أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُونِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ فِي

(۲۸۴۳)..... حضرت ابن عباس حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کو سخت بخارتھا اور سر پر پٹی باندھ رکھی تھی فرمایا فضل! میرا ہاتھ پکڑو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا آپ منبر پر بیٹھے پھر فرمایا..... جس کا کوئی مال میں نے لیا تھا یہ میرا مال ہے وہ اس میں سے لے لے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس میرے تین درہم ہیں، فرمایا میں کسی کو بات میں جھوٹا نہیں کہتا اور نہ قسم اٹھاتا ہوں کس سبب سے میرے پاس تیرے درہم ہیں؟ عرض کیا آپ ﷺ کو یاد ہے کہ آپ کے پاس سے ایک سائل گزرا آپ نے مجھے حکم فرمایا تو میں نے اس کو تین درہم دیدیے آپ ﷺ نے فرمایا فضل! اس کو دے دو۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا (سنن ۶/۴) اور نہ امام بیہقی نے کلام کیا نہ ابن الترمذی نے ہیبت۔ تو یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور اس کو ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عطاء بن مسلم ہے جس کو ابن حبان وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور ایک جماعت نے ضعیف کہا اور باقی راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ۸/۵۹۶، ۵۹۷) بیہقی کی سند عطاء بن مسلم سے سالم ہے۔

**فائدہ:-** آپ ﷺ کے حکم سے صحابی نے سائل کو تین درہم دیئے اور اس اعلان کے وقت وصول کئے جس سے معلوم ہوا کہ ضمانت نے اصل کے حکم سے جوا دیا کیا ہو اس میں اصل سے رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔

### باب بیع اور بیع سلم اور قرض میں ضمانت جائز ہے

(۲۸۴۵)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ مدت معینہ کی بیع سلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا

كِتَابِهِ وَأَذِنَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾۔ رواه الحاكم في "المستدرک"، وقال صحيح على شرط الشيخين (زيلعي ۱۹۱: ۲)۔

۴۸۴۶..... ومن طريق الأعمش، قال: تَدَاكُرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنِ وَالْقَبِيلِ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهْنَهُ دِرْعَةً"، رواه البخاري ومسلم۔

۴۸۴۷..... قال البيهقي: وروينا عن مقسم عن ابن عباس: "أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالرَّهْنِ وَالْقَبِيلِ فِي السَّلَفِ" (۱۹: ۶)۔

۴۸۴۸..... وأخرج من طريق ابن وهب: أخبرني ابن حريج أن عمرو بن دينار أخبره عن عبد الله بن عمرو: "أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بِالرَّهْنِ وَالْحَمِيلِ مَعَ السَّلَفِ بَأْسًا" (سنن البيهقي)، وهذا سند صحيح۔

اور اس کی اجازت دی پھر یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! جب تم مدت مقررہ تک ادھار کا معاملہ کرو اس کو لکھ لو اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک (۲/ ۲۰۲) میں روایت کیا ہے اور فرمایا بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے (زیلعی ۲/ ۱۹۱)۔

**فائدہ:-** آیت میں اللہ تعالیٰ نے ادھار قرض کے لکھنے کا حکم فرمایا جو بیع سلم کو بھی شامل ہے، اور آیت میں کاتب موجود نہ ہونے کے وقت رہن کی اجازت دی اور ایک دوسرے کے پاس امانت رکھنے کی اجازت دی اور یہ عام ہے چاہے جس کے ذمہ حق ہو وہ صاحب حق کے پاس امانت رکھنے والا ہو یا اس کا کفیل امانت رکھنے والا ہو تو اس سے بیع سلم اور قرض میں ضامن شرط ٹھہرانے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس طرح بیع سلم و قرض میں رہن شرط ٹھہرانا جائز ثابت ہوتا ہے اور آیت میں تخصیص کرنا بلا دلیل ہوگا۔

(۳۸۳۶)..... امام اعمش سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں رہن رکھنے اور ضامن بنانے کا ذکر کیا تو انہوں نے بطریق اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے یہودی سے ایک مدت تک کیلئے غلہ خریدا اور اپنی زرہ رہن رکھی تھی (بخاری ۱/ ۳۸۱ مسلم ۲/ ۳۱)۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے بھی بیع سلم میں ضامن رکھنے کا جواز واضح ہے۔

(۳۸۳۷)..... امام بیہقی فرماتے ہیں ہم تک بطریق مقسم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات پہنچی کہ وہ بیع سلم (اور ادھار) میں رہن اور ضامن رکھنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (سنن ۱۹/ ۶)۔

(۳۸۳۸)..... اور بطریق ابن وهب بسند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ بھی بیع سلم و ادھار میں رہن اور ضامن رکھنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (سنن بیہقی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

..... ۴۸۴۹

وقال البخاری: قال الليث: حدثني جعفر بن ربيعة، عن عبد الرحمن بن هرمز عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ، "أَنَّ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ نَعَضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ- فَقَالَ: اثْبَتْنِي بِالشُّهَدَاءِ أَشْهَدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، قَالَ: فَأَثْبَتْنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي النَّجْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ التَّمَسَّ مَرْكَبًا يُرَكِّبُهَا يَفْدُمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَاخْتَذَ خَشَبَةً فَتَقَرَّهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ" الحديث- وقع في نسخة الصنعاني: حدثنا عبد الله بن صالح، حدثني الليث، ووصله أبو ذر وأبو الوقت في باب التجارة في البحر في آخره- قال البخاری: حدثني عبد الله بن صالح، حدثني الليث به- ولم ينفرد عبد الله بن صالح به، فقد أخرجه الإسماعيلي من طريق عاصم ابن علي وآدم بن أبي إياس، والنسائي من طريق داود بن منصور، كلهم عن الليث، وأخرجه أحمد عن يونس بن محمد عن الليث أيضا،

(۳۸۴۹)..... امام بخاری رحمہ اللہ سے جعفر بن ربيعة عن عبد الرحمن بن هرمز سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ ایک بنی اسرائیل کے آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار ادھار دے دے۔ اس نے کہا گواہ لاتا کہ میں ان کو گواہ بناؤں۔ تو مانگنے والے نے کہا اللہ گواہ کافی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہو گیا۔ اس کو ایک مدت مقررہ تک کیلئے رقم دے دی۔ پھر (مدت ہونے پر) مقروض دریا کی طرف نکلا اپنی ضرورت پوری کی پھر سواری تلاش کی تاکہ اس پر سوار ہو اور مدت مقررہ پر پہنچ کر قرض خواہ کے پاس حاضر ہو۔ مگر سواری نہ ملی تو ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا اور ہزار دینار اور پناہ ایک رقعہ قرض خواہ کے نام لکھا ہوا اس میں ڈالا (آگے حدیث طویل ہے) (بخاری ۳۰۶۱/۱) اور بخاری کے صنعانی کے نسخہ میں سند کے لفظ یوں ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن صالح نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں لیث نے بیان کیا اور اس کو ابو ذر و ابو الوقت نے باب التجارة فی البحر کے آخر میں متصل بیان کیا کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن صالح نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے لیث نے بیان کیا اور اس روایت میں عبد اللہ بن صالح اکیلے نہیں بلکہ اسماعیلی نے عاصم بن علی اور آدم بن ابی ایاس کے طریق سے اور نسائی نے داؤد بن منصور کے طریق سے روایت کی اور یہ سب لیث سے روایت کرتے ہیں اور اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے یونس بن محمد سے لیث سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک اور سند بھی ہے جس کو امام بخاری نے (عمر بن ابی سلمہ عن ابیہ عن ابی ہریرہ بخاری ۹۲۶/۲) کتاب الاستئذان میں تعلیقاً اور الادب المفرد (۳۰۱ باب بمن یبدأ فی الکفایة) میں موصولاً (حدثنا موسی قال حدثنا ابو عوانة قال حدثنا عمر عن ابیہ عن ابی ہریرہ) اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کی ہے۔ (فتح الباری

ولہ طریق آخری عن أبی ہریرۃ علقہا المتصنف فی الاستئذان، ووصلہا فی ”الأدب المفرد“، وابن حبان فی ”صحیحہ“ ۵۱ من ”فتح الباری“ (۳۸۵:۴)۔ فتعلیل ابن حزم إیاءہ، کما فی ”المحلی“ (۱۱۹:۸) بالانقطاع وبضعف عبد اللہ بن صالح رد علیہ۔ وكذا إطلاقه الضعف علی عبد اللہ بن صالح مردود، فإن الرجل مختلف فیہ حسن الحدیث صالح، کما لا یخفی علی من راجع ترجمتہ فی ”التہذیب“ وغیرہ۔

## کتاب الحوالہ

### بَابُ الْإِيبَاعِ إِذَا أُجِيلَ عَلَى مَلِيٍّ

۴۸۵۰..... عن أبی ہریرۃ، قَالَ: ”مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا اتَّبَعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ“۔ رواہ الجماعة، وفی لفظ لأحمد: ”وَمَنْ أُجِيلَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَحْتَلْ“۔

۴۸۵۱..... وعن ابن عمر، عن النبی ﷺ قَالَ: ”مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، إِذَا أُجِلْتُ عَلَى مَلِيٍّ“۔

۱۸۰/۵ لہذا ابن حزم کا اس کو منقطع کہنا اور عبد اللہ بن صالح کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہنا (محل ۱۱۹/۸) اور عبد اللہ بن صالح کو ضعیف قرار دینا مردود ہے کیونکہ عبد اللہ مختلف فیہ حسن الحدیث و صالح راوی ہے۔ جیسا کہ تہذیب میں اس کے ترجمہ کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔

**فائدہ:-** اس حدیث سے قرض میں ضامن ٹھہرانے کی شرط لگانے کا جواز واضح ہے اور ابن حزم کے خواخواہ حدیث کو ضعیف ٹھہرا کر عدم جواز کی بات بے دلیل ہے اور حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت اوپر کی عبارات میں آچکا۔

## کتاب الحوالہ

### باب جب مالدار پر قرض حوالے ہو تو قبول کر لے

(۳۸۵۰)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مالدار کا (قرض ادا کرنے میں) مال منول کرنا ظلم ہے اور جب کسی مالدار پر قرض منتقل کیا جائے تو اس کو قبول کر لینا چاہیے۔ اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا اور مسند احمد کے لفظ یہ ہیں کہ جس مالدار پر قرض حوالے ہو اس کو حوالہ قبول کر لینا چاہیے (بخاری ۱/۳۰۵ مسلم ۲/۱۸، ابن ماجہ ۱۷۳، ترمذی ۱/۱۵۶، ابوداؤد ۲/۱۱۹، نسائی حدیث نمبر ۳۶۸۸)۔

**فائدہ:-** حدیث حوالہ کے صحیح ہونے میں نص ہے اور حوالہ قبول کرنے کا امر استحباب کیلئے ہے یعنی مستحب ہے کہ مالدار قرض کا حوالہ قبول کر لے واجب نہیں ہے۔ اکیلے ابن حزم واجب ہونے کے قائل ہیں۔

(۳۸۵۱)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مالدار کا مال منول کرنا ظلم ہے اور جب مالدار پر قرض



قَاتِبُهُ، رواه ابن ماجة، والترمذی، وأحمد (نیل الأوطار ۱۰۴:۵)۔

## بَابُ إِذَا أَفْلَسَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ أَوْ مَاتَ

### يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ

۴۸۵۲..... أخرج البيهقي من طريق شعبة: أخبرني خلود بن جعفر، قال سمعت أبا إياس، عن عثمان بن عفان، قال: "لَيْسَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ، مُسْلِمٍ تَوَيَّ يَغْنِي حَوَالَةَ" (۷۱:۶)، وَهَذَا سَنَدٌ صَحِيحٌ مُوصُولٌ، وليس خلود بن جعفر بمجهول، ولا أبو إياس من الطبقة الثالثة كما زعمه البيهقي، بل خلود ثقة معروف، وأبو إياس من الثانية، كما سنذكره، والأثر ذكره ابن حزم في "المحلى" بلفظ: "قد روى عن عثمان أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَوَالَاتِ، لَيْسَ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ تَوَيَّ، وَلَمْ يَعْلَهُ بِشَيْءٍ (۱۰۹:۸)۔

۴۸۵۳..... ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر أو غيره عنه، عن قتادة، عن علي بن أبي طالب، أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي أُجِيلَ - "لَا يَرْجِعُ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُفْلِسَ أَوْ يَمُوتَ" - وَهُوَ قَوْلُ شُرَيْحٍ،

حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کر لے۔ اس روایت کو جماعت نے اور ترمذی و احمد نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۱۰۴/۵)۔

## باب جب محتال علیہ (جس کے ذمہ قرض حوالے ہوا) غریب ہو جائے

### یا فوت ہو جائے تو محتال (قرض خواہ) محیل (مقروض) پر رجوع کرے گا

(۳۸۵۲)..... امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۷۱/۶) بطریق شعبہ بند خلود بن جعفر ابوا یاس سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان کے مال پر تاوان نہیں یعنی حوالہ میں تاوان نہیں (کہ ہر حال میں اسی پر قرض رہ جائے) یہ سند صحیح و متصل ہے راوی خلود بن جعفر مجہول نہیں ہے۔ نہ ابوا یاس تیسرے طبقہ کا راوی ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا خیال ہے بلکہ خلود ثقہ و معروف ہے اور ابوا یاس میں طبقہ ثانیہ کا راوی ہے اس روایت کو ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حوالات کے بارے میں فرمایا کہ مسلمان کے مال پر تاوان نہیں ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا (محلی ۱۰۹/۸)

(۳۸۵۳)..... اور بطریق عبدالرزاق قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جس کو حوالے کیا گیا (قرض خواہ) فرمایا وہ اپنے مقروض ساتھی پر رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ محتال علیہ غریب ہو جائے یا وفات پا جائے۔ یہی قاضی شریح اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور شعبی رحمہم اللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر محتال علیہ حق ادا نہ کر سکے تو قرض خواہ محیل (مقروض) پر رجوع کرے گا۔ اور حضرت حکم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا قرض خواہ محیل (مقروض) پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جب حق ادا کرنے سے پہلے محتال علیہ وفات پا جائے پھر محیل کی

وَالْحَسَنِ، وَالنَّخَعِي، وَالشَّعْبِي، كُلُّهُمْ يَقُولُ: إِنْ لَمْ يَنْصُفْهُ رَجَعَ عَلَى الْمُجِيلِ، وَعَنِ الْحَكَمِ: لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمُجِيلِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَنْتَصِفَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ إِلَى الْمُجِيلِ، ذَكَرَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي "الْمَحَلِّ" (۱۰۹:۸)، وَلَمْ يَعْلَمْ بِشَيْءٍ مِنْ عِلَلِ الْإِسْنَادِ۔

### بَابُ كَرَاهَةِ السَّفَاحِ بِشَرْطٍ وَجَوَازِهَا بِلاَ شَرْطٍ

۴۸۵۴..... عن جعفر بن عون، عن أبي عيسى عن ابن جعدية، عن عبيد - هو ابن السباق - عن زينب، قَالَتْ: "أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خُمُسَيْنِ وَسَقَا تَمْرًا بِخَيْرٍ وَعِشْرَيْنِ وَسَقَا شَعِيرًا، قَالَتْ: فَجَاءَنِي عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فَقَالَ لِي: هَلْ لَكَ أَنْ أُؤْتِيَكَ مَالِكٍ بِخَيْرٍ هَهُنَا بِالْمَدِينَةِ فَأَقْبِضُهُ مِنْكَ بِكَيْلِهِ بِخَيْرٍ؟ فَقَالَتْ: لَا حَتَّى أَسْأَلَ عَنْ ذَلِكَ، قَالَتْ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: لَا تَفْعَلِي، فَكَيْفَ لَكَ بِالضَّمَانِ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ؟" رواه البيهقي في "سننه" (۳۵۲:۵)، وَلَمْ يَعْلَمْ هُوَ وَلَا ابْنُ التَّرْكَمَانِيِّ بِشَيْءٍ، وَابْنُ جَعْدِيَةِ لَيْسَ هُوَ يَزِيدُ بْنُ عِيَاضٍ الَّذِي كَذَبَهُ مَالِكٌ وَضَعْفُهُ غَيْرُهُ، فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ دِينَارٍ رَوَى عَنْ ابْنِ عَبِيدِ بْنِ السَّبَاقِ، وَقَالَ ابْنُ خَزِيمَةَ: عُمَرُو أَجَلٌ وَأَكْبَرُ مِنْ أَنْ يَرَوِيَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ عِيَاضٍ، كَذَا فِي "التَّهْذِيبِ" (۳۵۲:۱۱)۔

طرف رجوع کر سکتا ہے اس کو علامہ ابن حزمؒ نے بخلی (۱۰۹/۸) میں ذکر کیا ہے اور سند پر کچھ کلام نہیں کیا۔

**فائدہ:-** باب کے عنوان پر ان سب آثار کی دلالت واضح ہے۔

### بَابُ مَشْرُوطِ مُنْذِيٍّ أَوْ رُكْرُودٍ أَوْ غَيْرِ مَشْرُوطٍ جَائِزٍ

(۲۸۵۳)..... جعفر بن عون ابو عیسیٰ سے وہ ابن جعدیہ سے وہ عید بن سباق سے اور وہ حضرت زینبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے پچاس وق کھجور اور بیس وق جو دیئے تو عاصم بن عدی میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ مناسب سمجھیں تو میں خیبر میں وصول آپ کے مال کو مدینہ طیبہ لے جا کر آپ کو دوں اور آپ سے خیبر سے وصول کرنے (اور مدینہ طیبہ تک لے جانے) کے عوض کچھ وصول کر لوں؟ حضرت زینبؓ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرتی جب تک مسئلہ نہ پوچھ لوں حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرنا ورنہ اس درمیانی مسافت میں آپ کیلئے ضمان کیسے ہوگی؟ اس کو امام بیہقی نے سنن (۳۵۲/۵) میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی اور ابن ترکمانی دونوں نے کچھ کلام نہیں کیا۔ اور راوی ابن جعدیہ یزید بن عیاض نہیں ہے جس کو امام مالک نے کذاب اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے کیونکہ عمرو بن دینار ابن عید بن سباق سے روایت کرتے ہیں اور ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ عمرو یزید بن عیاض سے روایت کرنے سے اجل ہیں (روایت نہیں کر سکتے کہ وہ تو کذاب یا ضعیف ہے) (تہذیب ۳۵۲/۱۱)

۴۸۵۵..... ومن طریق سعید بن منصور: ثنا هشیم أنا خالد عن ابن سيرين: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بِالسُّفْتَجَاتِ بَأْسًا إِذَا كَانَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَعْرُوفِ، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ (۳۵۲:۵) أَيْضًا۔

۴۸۵۶..... وَأَخْرَجَ ابْنُ حَزْمٍ فِي "الْمَحَلِّ" (۷۸:۸) مِنْ طَرِيقِ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ: "وَإِذَا اسْتَلَفْتَ طَعَامًا فَأَغْطَاكَ بِأَرْضٍ أُخْرَى فَإِنْ كَانَ عَنْ شَرْطٍ فَهُوَ مَكْرُوهٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى وَجْهِ الْمَعْرُوفِ فَلَا بَأْسَ بِهِ"۔ وَهَذَا كَمَا تَرَى سَنَدٌ صَحِيحٌ۔

(۴۸۵۷) ومن طريق سعید بن منصور ثنا هشیم، أنا حجاج بن أرطاة عن عطاء بن أبي رباح: "أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ قَوْمٍ بِمَكَّةَ ذَرَاعَةً، ثُمَّ يَكْتُبُ بِهَا إِلَى مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِالْعِرَاقِ فَيَأْخُذُونَهَا مِنْهُ، فَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذَلِكَ؟ فَلَمْ يَرَهُ بِأَسَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنْ أَخَذُوا أَفْضَلَ مِنْ ذَرَاعِهِمْ؟ قَالَ:

(۳۸۵۵)..... بطریق سعید بن منصور خالد امام ابن سیرین بیہقی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ہنڈیوں میں حرج نہیں سمجھتے تھے جب معروف طریقے پر ہوں۔ اس کو بھی امام بیہقی نے روایت کیا ہے (سنن ۳۵۲/۵)

(۳۸۵۶)..... ابن حزم بیہقی نے محلی (۷۸/۸) میں بطریق معمر امام ابن سیرین بیہقی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا کہ جب تو کسی کو غلہ اس طرح ادھار پر دے کہ وہ تجھے دوسرے علاقے میں جا کر دے گا تو اگر یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو مکروہ ہے اور اگر معروف طریقہ سے ہو تو حرج نہیں۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(۳۸۵۷)..... بطریق سعید بن منصور عطاء بن ابی رباح بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں سے مکہ مکرمہ میں دراہم لے لیتے تھے پھر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان دراہم سے متعلق لکھتے تھے وہ عراق میں ہوتے تو وہ لوگ عراق میں حضرت مصعب سے وہ دراہم وصول کرتے تھے تو اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس میں حرج نہیں سمجھی۔ تو ان سے سوال ہوا کہ اگر دراہم والے اپنے دراہم سے بڑھیا دراہم لیں تو پھر فرمایا اگر ہوں تو بڑھیا مگر ان کے دراہم کے ہموزن ہوں تو لینے میں حرج نہیں۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ۳۵۲/۵) روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی جواز منقول ہے۔

اور مراد جواز سے یہ ہے کہ جب بغیر کسی شرط کے ہو۔ میں (مولانا ظفر احمد بیہقی) کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر و ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ابن حزم نے بھی محلی (۷۸/۸) میں بطریق عبدالرزاق بر روایت ابن جریج عطاء سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ تاجروں سے مال ادھار لیتے پھر ان کیلئے اپنے غاموں کی طرف (ادا گیری کرنے کیلئے) لکھ دیتے تھے تو یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر ہوئی تو فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اور یہ سند متصل و صحیح ہے۔

**فائدہ:**۔ ان سب آثار سے ظاہر ہے کہ کسی شرط کے بغیر ہنڈی (اور مٹی آؤر) ہو تو جائز ہے مگر شرط لگانے سے ایسے قرض میں داخل ہو

لَا بَأْسَ إِذَا أَخَذُوا بِوَرْنِ دَرَاهِمِهِمْ“۔ رواہ البیہقی (۳۵۲:۵)، وقال: وروی فی ذلك أيضا عن علی رضی اللہ عنہ، وإنما أراد - واللہ اعلم - إذا كان ذلك بغير شرط، قلت: وأخرجه أي أثر الزبير وابن عباس رضی اللہ عنہم ابن حزم فی ”المحلی“ (۷۸:۸) من طریق عبد الرزاق، عن ابن جریج، عن عطاء، بلفظ: ”كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَسْلِفُ مِنَ التُّجَّارِ أَمْوَالًا، ثُمَّ يَكْتُبُ لَهُمْ إِلَى الْعَمَلِ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ“، وهذا سند صحيح موصول۔

### بَابُ كُلِّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَاٌ

۴۸۵۸..... عن علیؑ أسیر المؤمنین مرفوعا: ”كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَاٌ“، أخرجه الحارث بن أبی أسامة فی مسنده قال الشیخ: حدیث حسن لغیره، کذا فی ”العزیزی“ (۸۷:۳)، وفی مسنده سوار بن مصعب وهو متروک (التلخیص الحبیر ۳۴۵:۲)۔ قلت: ولما رواه شواهد كثيرة كما سیأتی ولأجل ذلك - واللہ اعلم - صححه إمام الحرمین كما فی ”التلخیص“ ایضاً۔

جاتی ہے جس میں (لینے دینے والے کا) نفع ہو جو سود ہے اور اس کی حرمت منصوص ہے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اٹھا کر لے جانے والا جو دوسرے شہر میں ادا کرے گا یہ شرط لگائے کہ مثلاً آپ نے ہزار دیئے ہیں اور میں آپ کو فلاں شہر میں ۹۰۰ ادا کروں گا ایک سو میرا نفع ہوگا تو پھر سود ہے گا جو حرام ہے)۔

### باب ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لائے سود ہے

(۳۸۵۸)..... امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے، اس کو امام حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں روایت کیا ہے شیخؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے جیسا کہ عزیزی (۸۷/۳) میں ہے اور اس کی سند میں راوی سوار بن مصعب ہے جو متروک ہے (التلخیص الحبیر ۳۴۵/۲) میں کہتا ہوں کہ چونکہ اس روایت کے شواہد بہت سے ہیں اس لئے امام الحرمینؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

**فائدہ:**۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کو قرض دے اور کوئی ایسی شرط لگائے جس میں اس قرض خواہ کا نفع ہو تو یہ سودی قرض ہے مثلاً کہے کہ میں آپ کو ۱۰۰ روپے بطور قرض اس شرط پر دیتا ہوں کہ آپ مجھے مزید ۱۰۰ روپے یا فلاں چیز ہدیہ دو گے تو اب اگر یہ مزید ۱۰۰ روپے یا مذکور چیز لے گا تو یہ سود ہوگا۔ اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگلی روایات بھی اسی کو واضح کرتی ہیں۔



۴۸۵۹..... روى ابن أبی شیبۃ فی "مصنفه": حدثنا أبو خالد الأحمر، عن حجاج، عن عطاء، قال: كانوا يكرهون كل قرض جر منفعة (زيلعي (۱۶۸:۲)، وهذا إسناد حسن، وقول عطاء: "كانوا يكرهون" يريد به الصحابة رضي الله عنهم.

۴۸۶۰..... أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: كل قرض جر منفعة فلا خير فيه. أخرجه محمد في "الآثار" وقال: به نأخذ وهو قول أبي حنيفة ۱ (۱۱۱) وقوله: "فلا خير فيه" لا ينافي التحريم، كما لا يخفى على من مازس كلام الفقهاء.

۴۸۶۱..... عن فضالة بن عبيد - صاحب النبي ﷺ - أنه قال: "كل قرض جر منفعة فهو وجه بين وجوه الربا" أخرجه البيهقي (۳۵۰:۵)، ولم يعله هو ولا ابن الترمذاني بشيء، وفي سنده عبدالله بن عياش روى له مسلم استشهدا، وقال أبو حاتم - ليس بالمتين صدوق يكتب حديثه، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وتكلم فيه بعضهم، كما في "التهذيب" (۳۵۱:۵)، ومثله حسن الحديث، كما مرفي "المقدمة" فالحديث حسن.

۴۸۶۲..... ومن طريق سعيد بن منصور: ثنا إسماعيل بن عياش، عن عتبة بن حميد الضبي، عن يزيد بن أبي يحيى، قال: سألت أنس بن مالك، فقلت: يا أبا حمزة! الرجل منا يقرض أخاه المال

(۳۸۵۹)..... امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ یعنی صحابہ رحمہ اللہ ہر ایسے قرض کو ناپسند کرتے تھے جو نفع کھینچے (زیلعی ۱۶۸/۲) اس کی سند حسن ہے۔

(۳۸۶۰)..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر روایت حماد حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ان کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ جس قرض میں نفع ہو اس میں خیر نہیں ہے (حرام ہے) اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب لا تار ۱۱ میں روایت کر کے فرمایا ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۳۸۶۱)..... حضرت فضالہ بن عبید صحابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ ایک طرح کا سود ہے۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۳۵۰/۵) روایت کیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ کو ابن ترمذی رحمہ اللہ نے کمانی رحمہ اللہ دونوں نے کلام نہیں کیا۔ اس کی سند میں عبداللہ بن عیاش ہے اس کی روایت مسلم نے بطور استشہاد دی ہے اور ابو حاتم فرماتے ہیں مضبوط نہیں سچا ہے اور اس کی حدیث لکھی جائے۔ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ (تہذیب ۳۵۱/۵) اور ایسا روای حسن الحدیث ہوتا ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے

(۳۸۶۲)..... اور بطریق سعید بن مسعود امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ابن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ! ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کو قرض دیتا ہے اور وہ مقروض اس آدمی کو ہدیہ دیتا ہے (یہ ہدیہ درست ہے یا نہ؟)

فَيُهْدِي إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا اقْرَضَ أَحَدُكُمْ قَرْضًا فَأَهْدِي إِلَيْهِ طَبَقًا فَلَا يَقْبَلُهُ، أَوْ حَمَلَةً عَلَى ذَاتِهِ فَلَا يَرْكَبُهَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلُ ذَلِكَ"، رواه البيهقي (۵: ۳۰۰)، وقال: كذا قال، ورواه هشام بن عمار، عن إسماعيل، عن عتبة، عن يحيى بن إسحاق، وقال المعمرى: قال هشام في هذا الحديث: يحيى بن إسحاق الهنائي ولا أراه إلا وهم، وهذا حديث يحيى بن يزيد الهنائي عن أنس ۱- وقال ابن القيم في "الأعلام" (۲: ۷۵) بعد ما عزاه إلى ابن ماجة في "سننه": قال شيخنا: ويحيى هذا يحيى بن يزيد الهنائي من رجال مسلم، وعتبة بن حميد معروف بالرواية عن (يحيى بن يزيد) الهنائي - قال أبو حاتم: مع تشديده هو صالح الحديث، وقال أحمد: ليس بالقوي، وإسماعيل بن عياش ثقة في حديثه عن الشاميين، ورواه سعيد في "سننه" فقال: عن يزيد أبي إسحاق الهنائي، ورواه البخاري في "تاريخه" عن يزيد بن أبي يحيى الهنائي، قال شيخنا: وأظنه هو ذاك انقلب اسمه ۱- وبالجمله فالحديث حسن-

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی قرض دے پھر اس کو طشتی بھی دیدی جائے تو بھی قبول نہ کرے یا مقروض جانور پر سوار کرے تو سوار نہ ہو ہاں اگر قرض خواہ مقروض کے درمیان ہدیہ وغیرہ دینا پہلے سے چلا آتا ہو۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے (سنن ۵/۳۵۰) روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ہشام بن عمار نے عن اسماعیل عن عتبہ عن یحییٰ بن ابی اسحاق روایت کرتے ہیں اور معمری کہتے ہیں کہ ہشام نے حدیث میں یحییٰ بن ابی اسحاق الھنائی کہا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ وہم ہوا ہے۔ اور یہ حدیث تو یحییٰ بن یزید الھنائی عن انس کی ہے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے (الأعلام ۲/۷۵) میں اس حدیث کو سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵ کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے استاذ (علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ یہ یحییٰ بن یزید الھنائی ہے جو مسلم کے راویوں میں سے ہے اور عتبہ بن حمید یحییٰ بن یزید الھنائی سے روایت کرنے میں مشہور ہے ابوحاتم نے باوجود تشدد ہونے کے فرمایا کہ یہ راوی صالح الحدیث ہے اور امام احمد نے فرمایا تو ی نہیں۔ اور اسماعیل بن عیاش شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ ہیں۔ اور اس روایت کو سعید بن منصور نے سنن میں روایت کرتے ہوئے یزید بن ابی اسحاق الھنائی بیان کیا ہے اور اس کو امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کرتے ہوئے یزید بن ابی یحییٰ الھنائی کہا ہے شیخ (علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس کے نام میں الٹ پلٹ ہوگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث حسن ہے (تو صحیح یحییٰ بن یزید الھنائی ہے)۔

**فائدہ:-** حدیث کا مفہوم واضح ہے اور یہی امام مالک والبخاری و احمد رحمہم کا مذہب ہے کہ قرض کے بعد قرض خواہ کیلئے مقروض کے مال سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہاں اگر پہلے سے عادت ہو کہ اس کی کوئی چیز لیتا رہتا ہو تو پھر جائز ہے۔

۴۸۶۳..... ومن طریق أبي عبيد: ثنا هشيم، أنا يونس و خالد، عن ابن سيرين، عن عبد الله يعني ابن مسعود: "أَنَّ سُبُلَ عَنْ رَجُلٍ اسْتَقْرَضَ مِنْ رَجُلٍ دَرَاهِمَ، ثُمَّ إِنَّ الْمُسْتَقْرِضَ أَقْرَضَ الْمُقْرِضَ ظَهْرَ دَابَّتِهِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: مَا أَصَابَ مِنْ ظَهْرٍ دَابَّتِهِ فَهُوَ رَبًّا" - قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: يَذْعَبُ إِلَى أَنَّهُ قَرْضٌ جَرَّ مَنَفَعَةٍ. رواه البيهقي (۳۵۰:۵)، وقال: هذا منقطع، ورواه عن ابن سيرين ابن عون وأيوب أيضا عنده، قال العبد الضعيف: قد مر غير مرة أن مراسيل ابن سيرين صحاح عند القوم، فلا يضرننا انقطاعه۔

۴۸۶۴..... ومن طريق مالك، عن نافع، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: "مَنْ أَسْلَفَ سَلْفًا فَلَا يَشْتَرِطُ إِلَّا قَضَاءَهُ" - رواه البيهقي (۳۵۰:۵)، وهذا سند صحيح۔

۴۸۶۵..... وقال ابن وهب، عن رجال من أهل العلم، عن ابن شهاب، وأبي الزناد، وغير واحد من أهل العلم: "إِنَّ السَّلَفَ مَعْرُوفٌ أَخْبَرَهُ عَلَى اللَّهِ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ تَأْخُذَ مِنْ صَاحِبِكَ فِي سَلَفِ أَسْلَفَتَهُ شَيْئًا، وَلَا تَشْتَرِطُ إِلَّا الْآدَاءَ" (المدونة لمالك ۱۹۵:۳)۔

۴۸۶۶..... مالك أنه بلغه: أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! إِنِّي

(۳۸۶۳)..... بطریق ابو عبیدہ سند ہشیم عن یونس و خالد امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے درہم قرض لئے ہیں پھر قرض لینے والا اپنے سواری کے جانور کی پیٹھ کا قرض دینے والے کو فائدہ پہنچاتا ہے؟ فرمایا اس کے جانور کی پیٹھ سے جو فائدہ اٹھائے گا یہ سود ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ یہ ایسا قرض ہے جو منفعت کو پہنچ لا رہا ہے (سنن بیہقی ۳۵۰/۵) امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ روایت منقطع ہے اور ابن سیرین سے اس کو ابن عون و ایوب نے بھی روایت کیا ہے یہ پہلی کئی بار ذکر ہو چکا کہ امام ابن سیرین کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں لہذا منقطع ہونا معتبر نہیں۔

(۳۸۶۴)..... امام مالک رحمہ اللہ کے طریق سے بروایت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جس نے کچھ قرض دیا تو وہ سوائے دوبارہ ادا کرنے کی شرط کے کوئی شرط نہ لگائے۔ اس کو بیہقی نے (۳۵۰/۵) روایت کیا ہے اور سند صحیح ہے۔

(۳۸۶۵)..... ابن وهب بہت سے علماء سے ابن شہاب اور ابوزناد اور بہت سے اہل علم کا مذہب روایت کرتے ہیں کہ قرض نیکی سے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اس لئے یہ نامناسب ہے کہ جو کچھ قرض دواس کے عوض مقروض سے (قرض کی مقدار کے علاوہ) کچھ لو۔ اور سوائے ادا نیکی کی شرط کے کوئی شرط نہ لگاؤ (المدونۃ لمالک ۱۹۵/۳)

(۳۸۶۶)..... امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا عرض کیا اے ابو عبد الرحمن! میں نے ایک آدمی کو قرض دیا ہے اور جتنا قرض دیا اس سے زائد کی اس پر شرط لگائی ہے فرمایا یہ تو سود ہے۔ (الموطا ۲۸۳)

أَسْلَمْتُ رَجُلًا سَلَفًا وَاشْتَرَطْتُ عَلَيْهِ أَفْضَلَ مِمَّا أَسْلَفْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: فَذَلِكَ الرَّبَّاءُ (الموطأ ۲۸۳)۔

۴۸۶۷..... مالک اُنہ بلغہ: ”اُن عمر بن الخطاب قَالَ فِی رَجُلٍ أَسْلَمْتَ رَجُلًا طَعَامًا عَلٰی اَنْ يُعْطِيَهُ اِيَّاهُ فِی بَلَدٍ آخَرَ، فَكَرِهَ ذَلِكَ عُمَرُ، وَقَالَ: فَأَيْنَ الْحُمْلُ؟ يَعْنِي حُمْلَانَهُ“ (الموطأ) وبلاغات مالک صحاح عند القوم۔

۴۸۶۸..... ومن طریق كلثوم بن الأقرم عن زر بن حبیش قال: قلت لأبي بن كعب: يا أبا المنذر! إِنِّي أُرِيدُ الْجِهَادَ فَاتَّبِ الْعِرَاقَ فَأَقْرِضْ؟ قَالَ: إِنَّكَ بَارِضٌ الرَّبَّاءِ فِيهَا كَثِيرٌ فَاشْ، فَإِذَا أَقْرِضْتَ رَجُلًا فَأَهْدِي إِلَيْكَ هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَكَ وَارْزُدْ إِلَيْهِ هَدِيَّتَهُ، رواه البيهقي (۳۴۹:۵) واحتج به، و كلثوم بن الأقرم ليس بمجهول، بل هو معروف، ذكره ابن حبان في الثقات وقال: روى عن جماعة من الصحابة، روى عنه أهل الكوفة، وهو أخو علي بن الأقرم (لسان ۴: ۸۹)، قلت: علي بن الأقرم من رجال الجماعة معروف۔

۴۸۶۹..... ومن طريق ابن عون، عن محمد بن سيرين: ”أَنَّ أَنَسَ بْنَ كَعْبٍ أَهْدَى إِلَى عُمَرَ

(۳۸۶۷)..... امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے کسی کو غلہ ادھار پر دیا تھا اور شرط لگائی تھی کہ وہ غلہ کی ادائیگی دوسرے شہر میں کرے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا یہ بار برداری کا نفع کہاں کا ہے؟ (الموطأ) اور امام مالک رحمہ اللہ کی کی بلاغات محمد بن عیسیٰ کے نزدیک صحیح ہیں۔

(۳۸۶۸)..... بطریق كلثوم بن اقرم زر بن حبیش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابو المنذر! میرا جہاد کا ارادہ ہے اور عراق کو جانا ہے تو قرض کا معاملہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا تو ایسے ملک میں ہوگا جہاں سود بہت زیادہ ہے تو جب کسی کو قرض دواور وہ تیرے پاس کوئی ہدیہ بھیجے تو قرض تو لے لینا لیکن اس کا ہدیہ واپس کر دینا۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ۵/ ۳۴۹) روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے اور راوی كلثوم بن اقرم مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اہل کوفہ روایت کرتے ہیں اور یعلی بن اقرم کے بھائی ہیں (لسان المیزان ۳/ ۳۸۹) اور علی بن اقرم بھی معروف اور جماعت کے راویوں میں سے ہے۔

(۳۸۶۹)..... بطریق ابن عون امام محمد بن سرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زمین کا پھل بطور ہدیہ بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا بھیجا کہ میرا ہدیہ آپ نے کیوں واپس کر دیا ہے حالانکہ آپ کو معلوم



بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ ثَمَرَةِ أَرْضِهِ، فَقَالَ أَنَّى لِمَ رَدَدْتُ عَلَى هَدِيَّتِي وَقَدْ عَلِمْتُ أَنِّي مِنْ أَطْيَبِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ثَمَرَةً؟ خَذْ عَنِّي مَا تَرُدُّ عَلَى هَدِيَّتِي، وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْلَفَهُ عَشْرَةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ (۳۴۹:۵)، ولم يعله بشيء، غير الانقطاع، وقد عرفت أن مراسيل ابن سيرين صحاح عند القوم، صرح به ابن عبد البر في أوائل "التمهيد" كما في "الجواهر النقي" (۳۴۳:۱)، ورواه ابن حزم في "المحلى" (۸: ۸۶) من طريق عبد الرزاق، عن سفیان الثوري، عن يونس بن عبيد و خالد الحذاء، كلاهما عن محمد بن سيرين، فذكره واحتج به۔

۴۸۷۰..... ومن طريق الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير عن أبي صالح عن ابن عباس: "أَنَّهُ قَالَ فِي رَجُلٍ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ عَشْرُونَ دِرْهَمًا فَجَعَلَ يُهْدِي إِلَيْهِ، وَجَعَلَ كُلُّمَا أَهْدَى إِلَيْهِ هَدِيَّةً بَاغَهَا حَتَّى بَلَغَ ثَمَنُهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا تَأْخُذْ بِهِ إِلَّا سَبْعَةَ دِرْهَمٍ"، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ (۳۴۹:۵)، ولم يعله بشيء، والحديث صحيح، كما سند کرد۔

۴۸۷۱..... ومن طريق شعبة، عن عمار الدهني، عن سالم بن أبي الجعد، قال: "كَانَ لَنَا حَاوِرٌ

ہے کہ سب مدینہ والوں سے میرے پھل عمدہ ہوتے ہیں؟ اس لئے میرا واپس کیا ہوا ہدیہ لے لو۔ وہ یہ بھی کہ حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار درہم قرض دیا ہوا تھا۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ۳۴۹/۵) روایت کیا اور سوائے منقطع کہنے کے کوئی کلام نہیں کیا اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابن سیرین بیہقی کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں امام ابن عبد البرؒ نے تمہید کے شروع میں اس کی صراحت کی ہے (الجوہر النقی ۳۴۳/۱) اور اس کو ابن حزمؒ نے محلی (۸/۸۶) میں بطریق عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن یونس بن عبيد و خالد الحذاء عن ابن سیرین روایت کر کے اس سے حجت لی ہے۔

(۳۸۷۰)..... بطریق اوزاعی بروایت یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی صالح حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کے دوسرے آدمی پر بیس درہم قرض تھے مقرض قرض خواہ کی طرف ہدیہ بھیجنے شروع ہوا قرض خواہ کے پاس جو بھی ہدیہ پہنچتا وہ اس کو بیچ دیتا تھا کہ ہدیہ کی قیمت تیرہ درہم تک پہنچ گئی تو حضرت ابن عباسؓ نے قرض خواہ سے فرمایا اب تو اس سے صرف سات درہم مزید لے سکتا ہے اور بس، اس کو امام بیہقی نے (سنن ۳۴۹/۵) روایت کیا ہے اور کچھ کلام نہیں کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳۸۷۱)..... بطریق شعبہ عمار دہنی کی سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ سالم کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی مچھلیوں کا کاروبار کرنے والا تھا اس پر ایک آدمی کا قرض پچاس درہم تھے تو وہ قرض خواہ کے پاس مچھلی ہدیہ بھیجا کرتا تھا پھر وہ قرض خواہ ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جتنا اس نے تجھے ہدیہ بھیجا ہے اتنا وصول ٹھہرا لے۔ اس روایت کو امام بیہقی نے (سنن

سَمَّاكَ عَلَيْهِ لِرَجُلٍ خَمْسُونَ دَرْهَمًا، فَكَانَ يُهْدِي إِلَيْهِ السَّمَكَ، فَاتَى ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: قَاصِبُهُ بِمَا أَهْدَى إِلَيْكَ“، رواه البيهقي (٣٤٩:٥) ولم يعله بشيء، وصححه ابن حزم في “المحلى” (٨٦:٨)، كما سيأتي-

٤٨٧٢..... صح عن ابن عباس: "إِذَا أَسْلَمْتَ رَجُلًا سَلَفًا فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُ هَدِيَّةَ قِرَاعٍ، وَلَا غَارِيَّةَ رُكُوبٍ ذَاتِيَّةٍ، وَإِنَّهُ اسْتَفْتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: أَقْرَضْتُ سَمَّاكَ خَمْسِينَ دِرْهَمًا وَكَانَ يَبْعُثُ إِلَيَّ مِنْ سَمَكِهِ؟ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَاسِبِيهِ، فَإِنْ كَانَ فَضْلٌ قَرَدَ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ كِفَافًا فَقَاصِضُهُ" (المحلى لابن حزم ٨: ٨٦-).

٤٨٧٣..... وصح عن ابن عمر: "أَنَّهُ سَأَلَهُ سَائِلٌ فَقَالَ لَهُ: أَقْرَضْتُ رَجُلًا فَأَغْدَى لِي هَدِيَّةً؟ فَقَالَ: أَيُّنَهُ أَوْ أَحْسَنِهَا لَهُ بِمَا عَلَيَّهِ أَوْ أَرْدَدْنَاهَا عَلَيَّهِ" - وعن علقمة نحو هذا، وصح النهي عَنْ سَلَفٍ جَرَّ مُنْفَعَةً عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، وَتَادَةَ، وَالنَّخْعَى، (المحلى ٨: ٨٦) أَيْضًا.

۴۷۴ء..... عن سعید بن ابی بردہ عن أبیه، قال: "أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ، فَقَالَ: يَا حَبِيبُ، فَاطْعِمْنِي سَوِيقًا وَتَمْرًا، وَتَدْخُلْ فِي بَيْتِي؟ ثُمَّ قَالَ: إِنَّكَ بَارِضُ الرَّبَا بِهَا فَاشْ إِذَا كَانَ

۵/۳۰۰. ایت لیا اور کچھ کام نہیں کیا اور ابن حزم سے زحلی (۸۶/۸) میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(۳۸۷۲)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ صحیح ثابت ہے کہ فرمایا جب تو کسی آدمی کو قرض دے تو نہ اُس سے ڈھال کا ہدیہ قبول کرنے جانور کی سواری عاریہ لے۔ اور ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور بتایا کہ میں نے مچھلی کا کاروبار کرنے والے کو پچاس درہم قرض دیئے تھے اور وہ مجھے اپنی مچھلیوں میں سے بھیجتے رہے؟ فرمایا اس کا حساب لگا اگر تیرے پاس زیادہ رقم (بصورت مچھلی) پہنچ چکی ہے تو واپس کر اور اگر برابر برابر ہے تو اُس سے برابری کر لے۔ (المحلی لابن حزم ۸/۸۶)

(۲۸۷۳)..... اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ صحیح ثابت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے وہ مجھے ہدیہ بھیجے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کو ہدیہ کا بدلہ دے دے یا جو قرض اس کے ذمہ ہے اس میں سے شمار کر لے یا اس کو واپس کر دے۔ اور ایسے ہی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جو قرض نفع پہنچنے کی ممانعت امام ابن سیرین رحمہ اللہ و قتادہ و ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے صحیح ثابت ہے (المحلی ۸/۸۶)

(۳۸۷)..... سعید بن ابی بردہ اپنے والد ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میرے گھر حاضر ہو جاؤ میں تمہیں ستوار کھجور کھاؤں، پھر فرمایا تم ایسے علاقہ میں رہتے ہو جہاں سودی کا رو بار بہت

لَكَ عَلَى رَجُلٍ حَقٌّ فَأَهْدِي إِلَيْكَ جَمْلَ تَيْنٍ أَوْ جَمْلَ شَعِيرٍ أَوْ جَمْلَ قَبْ فَلَا تَأْخُذْهُ، فَإِنَّهُ رَبًّا“۔  
 رواه البخاری فی "الصحيح" من وجهين (فتح الباری ۶: ۹۹)، وکلاهما صحيح وأعله بعض من لا  
 علم له ولا خبرة بهذا الفن بالاضطراب، فلم يصنع شيئا، قال ابن حزم فی "المحلى" (۵: ۸۶)،  
 وصح عن عبدالله بن سلام أنه قال: إِذَا كَانَ لَكَ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ فَأَهْدِي لَكَ حَمْلَةً مِنْ تَيْنٍ فَلَا  
 تَقْبُلْهَا، فَإِنَّهَا رَبًّا، أَرُدُّ عَلَيْهِ هَدِيَّتَهُ أَوْ آئِنَهُ“ ۱۵۔

ہے جب کسی آدمی کے ذمہ تیرا حق ہو اور وہ تجھے بھوسہ یا جو یا گندم کا بار ہدیہ کرے تو اس کو نہ لینا یہ سود ہے اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح میں دوسندوں سے روایت کیا ہے اور دونوں سندیں صحیح ہیں۔ بعض جن کو نہ علم ہے نہ اس فن کی واقفیت ہے انہوں نے اس روایت پر اضطراب ہونے کا طعن کیا ہے لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ علامہ ابن حزمؒ نے محلی (۵/۸۶) میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تیرا کسی کے ذمہ قرض ہو اور وہ تجھے ایک بار بھوسے کا بھی ہدیہ دے اس کو قبول نہ کر دو کہ یہ سود ہے اس کا ہدیہ اس کو واپس کر دیا ہدیہ کا بدلہ دو۔

**فائدہ:-** ان سب روایات سے باب کا عنوان ثابت ہونا واضح ہے کہ قرض کے بعد قرض خواہ کو مقروض سے کوئی نفع حاصل کرنا سود ہے علامہ ابن حزمؒ کے نزدیک اگر زیادتی کی شرط نہ لگائی ہو تو مقدار قرض میں زیادتی جائز ہے وہ ایک تو حضرت جابرؓ کی حدیث کو دلیل بناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ میرا قرض تھا تو آپ ﷺ نے ادا کرتے وقت زیادہ دیا۔ لیکن یہ دلیل درست نہیں کیونکہ دراصل آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے اونٹ ایک اوقیہ پر خرید لیا تھا (کچھ قرض نہیں لیا تھا) پھر اونٹ کی قیمت ادا کرتے وقت اوقیہ سے زیادہ دن تو یہ بیچ چیز میں قیمت بڑھانا ہے نہ کہ قرض میں مقدار بڑھانا، دوسری دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹ بطور قرض لیا تھا پھر ادا نیگی کے وقت اُس سے بڑی عمر کا اونٹ دیا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں مقدار میں زیادتی نہیں صرف وصف میں زیادتی ہے پھر حیوان کو بطور قرض لینا ہمارے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ بحث گذر گئی اس لئے اس سے استدلال درست نہیں ہے (البتہ جب دونوں طرف سے زیادتی کی شرط نہیں لگائی گئی اور نہ زیادہ دینا معروف ہے اور نہ اس کی امید ہے مگر ادا نیگی کے وقت مقروض اصل قرض ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہدیہ کے طور پر مزید دیتا ہے تو گنجائش ہے جیسا کہ کشف الدجی کی عبارت ہے اللھم الا ان یحمل علی الزیادۃ بطریق الھیۃ فتجوز والا فلا اور علامہ ابن حزمؒ نے دلیلوں کو اسی پر محمول کر دیا جائیگا)۔



عمدہ کافہ - طباعت و جلد بندی